مکمل اور طویل ترین حیرت انگیز داستان

رولوکا

4

تحریر: اے وحید

ڈر ڈائجسٹ کا مشہور و معروف مکمل سلسلہ اور طویل ترین داستانِ حیرت

قسط نمبر 35 سے قسط نمبر 46 تک

نمبر 4

رولوکا

پراسرار قوتوں کا مالک

تحریر: اے وحید

ڈر پبلی کیشنز
کتاب مارکیٹ اردو بازار کراچی
Ph:32744391

نام کتاب	رولو کا نمبر④
تحریر	اے وحید
ناشر	ڈر پبلی کیشنز
پرنٹر	خالد پرنٹرز
قیمت	150/-

اسٹاکسٹ

آپ کے اپنے شہر میں

- رشید نیوز ایجنسی اخبار مارکیٹ فریئر روڈ کراچی
- زرباغ نیوز ایجنسی چوک یادگار پشاور
- گلزار نیوز ایجنسی اخبار مارکیٹ لاہور
- اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی
- مہران نیوز ایجنسی اخبار مارکیٹ حیدر آباد
- الفتح نیوز ایجنسی مہران مرکز سکھر
- الشیخ نیوز ایجنسی حسن پروانہ کالونی ملتان
- کامیاب بک ڈپو اردو بازار کراچی
- انصاری بکسٹال پرنس روڈ کوئٹہ
- پاکستان نیوز ایجنسی آزاد روڈ سرگودھا

نیو ملک افتخار برادرز نیوز ایجنٹ

دکان نمبر 8 عرفات بزنس سنٹر کچہری بازار فیصل آباد

رولوکا ④

ملکہ رات بھر ہرمقس کے پہلو میں لیٹی رہی، اس کے ناز وانداز آج بہت نرالے تھے۔ ہرمقس مرد تھا آخر اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور دفینے کا راز ملکہ کو بتادیا۔ ملکہ نے فوراً کہا۔ ”کل صبح ہی اس مقام کی طرف روانہ ہوں، جہاں خزانہ پوشیدہ ہے اور پرسوں رات منتورع کے حرم میں داخل ہوکر خزانے کو تلاش کریں۔“ اس مشورے کے بعد دن میں ملکہ نے ایک کشتی تیار کروائی، ملکہ اس میں ایک معمولی مصری عورت کے لباس میں سوار ہوئی، ہرمقس ایک زائر کی طرح جبہ پہنے کشتی میں سوار ہوا۔ ان کے ساتھ دس حبشی ملازم تھے۔ جنہوں نے غریب مسافروں کا بھیس بدلا ہوا تھا۔ لیکن اس سفر میں شارمیاں شریک نہ ہوئی، ہوا موافق تھی اس لیے دریائے نیل کے ساحل سے سب خیر وعافیت سے روانہ ہوئے، سارے دن سفر جاری رہا اور رات ہوگئی اور پھر چاند کی روشنی میں کشتی کھیتے ہوئے آدھی رات کے وقت ایک مقام پر پہنچے اور صبح تک وہیں رکے رہے۔

جب دن نکل آیا تو ان کا سفر پھر شروع ہوا اور سارے دن تیزی سے چلتے رہے آخر غروب آفتاب کے تین گھنٹے بعد اس قلعہ کی روشنی دکھائی دی جو بابل کے نام سے موسوم ہے یہاں پر کشتی ایک محفوظ جگہ میں چھپادی اور ہرم کی طرف ہے۔

تمام ملازمین کو کشتی پر چھوڑا اور تین آدمی میں، ایک خواجہ، ملکہ اور ہرمقس آگے راہ نما بن کر چلنے لگا دو گھنٹے کے بعد چاندنی کی روشنی میں حرم کی سربلند عظمت نے ان کے دل میں حیرت اور تعجب پیدا کردیا تھا۔

سب خاموش اور پر ہیبت مقبرے تھے، رات کے سناٹے میں اس آسیب زدہ شہر خموشاں میں سے تینوں گزر گئے آخر میں ہرمقس نے ایک گھاٹی پر چڑھنا شروع کردیا۔ ملکہ نے چکا چوند پیدا کرنے والی ڈھلوان کو دیکھا جس پر جابجا صدہا پراسرار نقوش کندہ تھے۔ ملکہ نے کہا۔ ”واقعی پرانے زمانوں میں ارض مصر پر دیوتاؤں کی حکومت تھی۔ یہ جگہ موت کی طرح پر ہیبت ہے اور ہم انسان اس کی عظمت تک کبھی نہیں پہنچ سکتے، کیا یہی حرم ہے؟ جس میں خزانہ پوشیدہ ہے؟“

ہرمقس نے جواب دیا۔ ”نہیں ابھی ہماری منزل بہت دور ہے۔“

اس کے بعد ہرمقس ہزاروں مقبروں میں راہ تلاش کرتا آگے چلا گیا کچھ دور بعد وہ ایک جگہ میں پہنچے بلند اور سربر حرم کو دیکھ کر ملکہ کے تعجب کی رفتار نہ رہی ہرمقس نے بھی پہلی مرتبہ اس کو دیکھا تھا ملکہ نے پوچھا۔ ”اب تو اپنی منزل پر آگئے ہیں؟“

ہرمقس بولا۔ ”ابھی نہیں کچھ اور مسافت باقی ہے“ اور وہ پھر مقبروں میں سے گزرنے لگا اور میر کے حرم تک پہنچ گیا ملکہ اس کی چمکدار سطح دیکھ کر حیران رہ گئی جس نے ہزارہا سال چاند کو آئینہ دکھایا تھا کیونکہ یہ حرم خوبصورتی اور شان وشوکت میں لاجواب تھا۔

ملکہ نے پوچھا۔ ”کیا اصل حرم یہی ہے؟“

ہرمقس بولا۔ ”ہاں ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے ہیں اور اصل حرم آپ کے سامنے ہے۔“

اس کے بعد ہرمقس ایک طرف چل پڑا اور ایک چکر کاٹ کر روسیری خاندان کے مقدس شہنشاہ منقورع کی عبادت گاہ اور حرم کے پاس سے گزر کر اس کے شمالی حصے میں پہنچے، وہاں میں عین درمیان منقورع کا نام کندہ تھا جس نے یہ حرم اپنے مقبرے کے طور پر بنایا تھا اور اس میں مصر کی ضرورت کے لئے بیش بہا خزانہ جمع کیا تھا۔

ہرمقس نے کہا۔ ''جس چیز کے لئے ہم نے اس طویل سفر کی زحمت اٹھائی ہے وہ یہیں پر دفن ہے، منقورع کا دفینہ میرے خاندان کی چوتھی پشت تک اس حرم میں موجود تھا۔ اگر ابھی تک اور کسی شخص نے ہاتھ نہیں لگایا تو یقین ہے کہ وہ اب بھی اس حرم کے سینہ میں موجود ہوگا، اب آپ آخری بار فیصلہ کریں کہ آپ اس کے اندر داخل ہونا چاہتی ہیں یا نہیں۔''

ملکہ کی ہمت پست ہو چکی تھی اس لئے بڑی دھیمی آواز میں بولی۔ ''کیا تم اور یہ خواجہ سرا اس خزانے کو باہر نہیں لا سکتے؟''

ہرمقس نے جواب دیا۔ ''نہیں میں یہ کام کسی اور شخص کے لئے انجام نہیں دے سکتا کیونکہ اہل مصر کے نزدیک یہ کام سب سے بڑا گناہ ہے، مجھے اس حرم کا موروثی کاہن ہونے کی حیثیت سے صرف اس بات کی اجازت حاصل ہے کہ میں اس فرعون مصر کو وہ جگہ بتا دوں جہاں خزانہ دفن ہے اور ساتھ ہی وہ تحریر بھی دکھا دوں جس میں اس خزانے کے ناجائز استعمال کے لئے خبردار کیا گیا ہے اگر فرعون مصر اس تحریر کو پڑھنے کے بعد بھی یہ خیال کرے کہ مصر کی ضرورت بہت شدید ہے اور وہ اس کو اپنے تصرف میں لانے پر منقورع کی لعنت کا شکار نہیں ہوگا تو وہ اسے باہر نکلوا سکتا ہے، اب تک صرف تین بادشاہ اس حرم کے اندر داخل ہوئے ہیں لیکن ان میں سے کسی نے خزانے کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کی کیونکہ انہیں ڈر تھا کہ منقورع کی لعنت سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔''

ملکہ حیران کھڑی کچھ دیر سوچتی رہی اس کی قوت ارادی اس کے تذبذب پر غالب آ گئی اس نے جواب دیا اس دفینے کے تصور سے میرا اشتیاق ہر لحظہ تیز تر ہوتا جاتا ہے اس لئے میں کم از کم اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔''

ہرمقس نے کہا۔ ''بہت بہتر میں آپ کو منقورع کی آخری خوابگاہ تک لے چلتا ہوں تا کہ آپ اپنی آنکھوں سے اس دفینے کا نظارہ کر سکیں۔''

اس کے بعد ہرمقس نے ملکہ کو لے کر اور کچھ آگے بڑھا اور ایک خاص جگہ پر آدمی کے قد کے برابر پتھر کا ڈھیر لگا دیا جب وہ اس کام سے فارغ ہوا تو پتھروں پر کھڑے ہو کر ایک خفیہ نشان کی تلاش شروع کی جو ایک پتے سے زیادہ پرانا تھا۔

اس نشان کو تلاش کرنے میں اسے بڑی دقت پیش آئی کیونکہ وقت کی گردش نے اس نشان کو بالکل گھس دیا تھا۔ خفیہ نشان معلوم ہونے کے بعد اس نے ایک پتھر کو ایک خاص طریقہ سے اپنی پوری طاقت سے دبایا۔

ہزارہا سال گزرنے کے باوجود پتھر اپنے مرکز پر گھوما اور ایک چھوٹا سوراخ پیدا ہوا جس میں سے ایک انسان بمشکل رینگ کر اندر داخل ہو سکتا تھا، جونہی پتھر گھوما ایک بڑی چمگادڑ باہر نکلی اس کے تن و توش کی چمگادڑ کسی نے کبھی نہیں دیکھی تھی تھوڑی دیر تک وہ ملکہ کے سر پر گھومتی رہی پھر چکر کاٹتے ہوئے اوپر آسمان کی وسعتوں میں چاند کی روشنی میں غائب ہو گئی۔ ملکہ نے خوفزدہ ہو کر ایک چیخ ماری اور خواجہ سرا جو اس بھیانک منظر کو دیکھ رہا تھا ڈر کے مارے نیچے گر پڑا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ چمگادڑ مقبرہ کے محافظ کی روح ہے۔ ہرمقس بھی اس واقعہ سے بہت خائف ہوا اس کو یقین تھا کہ منقورع کی روح تھی جو چمگادڑ کی صورت اختیار کر کے ہمیں روکنے کے لئے باہر نکلی۔

ہرمقس ڈرا ہوا تھا اس لئے اس نے کچھ دیر توقف کیا تا کہ مقبرہ کی کثیف ہوا باہر نکل جائے۔ پھر اس نے لیمپ روشن کیا۔ اس کے بعد وہ خواجہ سرا کے پاس گیا اس کو دیوتاؤں کی قسم دے کر کہا۔ ''وہ اس رات کے واقعات کو کسی شخص سے بیان نہ کرے۔''

خواجہ سرا نے قسم کھالی کیونکہ چمگادڑ سے بہت خوفزدہ ہوگیا تھا مگر بعد کے واقعات سے ثابت ہوا کہ یہ قسم غیر ضروری تھی کیونکہ خواجہ سرا کو موقعہ ہی نصیب نہ ہوا کہ وہ کسی سے ان باتوں کا ذکر کرے۔ خواجہ سرا کو قسم دینے کے بعد ہرمقس نے اپنی کمر سے رسی باندھی اور سوراخ کے اندر داخل ہوگیا۔

پھر اس نے ملکہ کو اشارہ کیا وہ اس کے پیچھے چلی آئے ملکہ نے اپنا دامن سنبھالا تو ہرمقس نے اسے کھینچ کر اندر لے لیا اس کے بعد خواجہ سرا نیچے آیا اب وہ اس مقام پر کھڑے تھے جس کے دونوں طرف بڑی بڑی پتھر کی سلیں نصب تھیں۔ ہرمقس نے اپنی جیب سے وہ کاغذ نکالا، جس پر مقبرے کا نقشہ بنا ہوا تھا اور وہ نشانات درج تھے جن کو صرف ایک محرم راز سمجھ سکتا ہے لیمپ کی مدھم روشنی ان کی راہنمائی کر رہی تھی۔ مقبرے کی کثیف اور گرم ہوا میں سانس لینا دشوار تھا مگر وہ آگے بڑھتے رہے ہرمقس اور ملکہ اس جگہ پہنچ گئے جو خالص چٹان کھود کر بنائی گئی تھی۔ بیس قدم کے بعد اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں سفیدی بھری ہوئی تھی اس کی چھت اتنی نیچی تھی کہ آدمی کھڑا نہیں ہوسکتا، ان کو یہاں پر جھکنا پڑا اس کی چوڑائی تین قدم اور لمبائی چار قدم تھی۔

ہرمقس اور ملکہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے اس کمرے سے باہر نکل گئے اب وہ پتھر کے عظیم الشان دروازے کے سامنے تھے۔ پھر ہرمقس نے اپنے نقشے پر نظر ڈالی اور پھر ایک خاص پتھر کو اپنے پاؤں سے دبایا، تھوڑی دیر میں معلوم نہیں کس طرح دروازہ کھل گیا تو وہ اس کی دہلیز سے گزر کر ایک اور کمرے میں داخل ہوئے، چند قدم کے بعد ایک دروازہ اور نظر آیا جو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔ ہرمقس نے ایک خاص جگہ پاؤں مارا اور دروازہ فی الفور کھل گیا اور وہ سب اس میں سے گزر گئے چودہ قدم چلنے کے بعد ایک اور کمرے میں پہنچے جس کا فرش سنگ سیاہ کا بنا ہوا تھا یہ کمرہ میں ہاتھ لمبا نو ہاتھ اونچا اور نو ہاتھ چوڑا تھا اس کے مرمریں فرش پر منقورع کی ملکہ کا تابوت رکھا تھا۔ اس تابوت پر ملکہ کا نام اور القاب مرقوم تھے اس کمرے کی ہوا صاف تھی اگرچہ یہ پتہ نہیں چلتا تھا ہوا کہاں سے آتی تھی۔ ملکہ نے کہا۔ ''منقورع کا خزانہ اس کمرے میں ہے۔''

ہرمقس نے جواب دیا۔ ''نہیں آپ میرے ساتھ آئیں کیونکہ خزانہ اس کمرے کے بائیں طرف دفن ہے۔ اس بڑے کمرے کے فرش میں ایک سوراخ تھا، سب اس میں سے گزر کر نیچے پہنچے۔ اب اس رسی کے استعمال کا وقت آیا جسے ہرمقس اپنی کمر سے باندھ کر مقبرے کے اندر لایا تھا، اس نے ایک سرا آہنی حلقہ سے باندھ دیا۔ خواجہ سرا نے رسی کے کو نیچے لٹکا دیا اور ہرمقس لیمپ کو ہاتھ میں لئے آہستہ آہستہ نیچے اتر گیا اس کے بعد خواجہ سرا نے رسی کھینچ لی اور ملکہ کو رسی کے ذریعہ نیچے اترنے کو کہا۔ جب وہ فرش کے نزدیک پہنچی تو ہرمقس نے اسے اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر نیچے اتارا۔ خواجہ سرا اوپر ہی کھڑا رہا۔ ہرمقس نے کہا وہ وہیں ان کا انتظار کرے۔ منقورع کا مدفن ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ ہرمقس اور ملکہ کی نظریں منقورع کے مرقد پر گڑی تھیں اس کا تابوت صاف نظر آ رہا تھا، ایسا لگتا تھا کہ پہلے آنے والوں نے اس کا بھاری غلاف اتار کر اس کے پہلو میں رکھ دیا تھا۔ ہرمقس نے دیکھا کہ اس غلاف پر صدیوں کے گرد و غبار کی ایک تہہ جمی ہوئی تھی۔ زمین پر قدموں کے نشان صاف نظر آتے تھے، انہیں دیکھ کر ہرمقس کانپ اٹھا کیونکہ اس نے محسوس کیا کہ یہ اس کے اسلاف میں سے اس شخص کے قدم ہیں جو سب سے آخر میں اس مقبرے میں داخل ہوا اور جس کو مرے ہوئے مدتیں گزر چکی ہیں۔

ہرمقس نے دیوار پر ایک عبارت کی طرف اشارہ کر کے ملکہ سے کہا۔ ''ملکہ یہ عبارت غور سے پڑھو کیونکہ اس کا تعلق تم سے ہے۔'' ملکہ نے دھیمی آواز میں کہا۔ ''تم اس عبارت کو سمجھانے میں میری مدد کرو کیونکہ میں ان حروف سے آشنا نہیں۔''

ہرمقس بولا۔ ''یہ تحریر مقدس اہملیس ے ایمن کی

ہے وہ لکھتا ہے۔'' میں فرعون مصر اُعملیس بے ایمن شدید ضرورت سے مجبور ہو کر اس مقبرہ میں داخل ہوا اگرچہ میں بہت مضبوط دل کا آدمی تھا۔ پھر بھی میں نے منتورع کی لعنت کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں کی، اے وہ شخص جو میرے بعد اس مقدس مقبرہ میں داخل ہوگا اگر تیرا دل صاف اور مصر کی ضرورت نہایت شدید ہے تو، تو اس دفینے کو اپنے مصرف میں لا۔'' جس پر میں نے اپنا دست ہوس دراز نہیں کیا۔''

ملکہ نے پوچھا۔''تو پھر یہ خزانہ کس جگہ پوشیدہ ہے۔''

ہرمقس نے جواب دیا۔''خزانہ تم اس تابوت کے اندر آگے بڑھ کر دیکھ سکتی ہو۔''

ملکہ نے ہرمقس کا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھی تابوت کا ڈھکنا اٹھا ہوا تھا اور اس کے اندر فرعون کا کفن تھا۔ ہرمقس نے اس گرد کو جو اس پر پڑی تھی پھونکیں مار کر ہٹا دیا اور وہ تحریر پڑھی جو اس پر مرقوم تھی اس پر لکھا تھا۔'' فرعون منتورع بہشت نشین فرشتہ نسل منتورع ابن الافتاب۔''

ملکہ نے پوچھا۔'' خزانہ کس جگہ ہے اس کا جسم تو واقعی یہاں ہے لیکن تم جانتے ہو کہ فراعنہ کا بدن کندن نہیں ہوتا اس ابوالہول کا چہرہ سونے کا ہے لیکن میں نہیں جانتی کہ تم اسے جسم سے کسی طرح جدا کرو گے۔''

اس سوال کے جواب میں ہرمقس نے ملکہ سے کہا۔
''وہ اوپر والے حصہ کو پکڑ لے۔'' ہرمقس نے اسے دوسری طرف سے پکڑ لیا پھر ایک ساتھ دونوں نے زور لگایا تو تابوت کا ڈھکن اوپر کو اٹھ آیا فرعون کی ممی اسی طرح پڑی نظر آئی جس طرح وہ تین ہزار سال پہلے اس میں رکھی گئی تھی۔ وہ ایک بہت بڑی ممی تھی، جس کپڑے سے اس کا چہرہ اور سر ڈھانپا گیا تھا وہ اپنا رنگ کھو چکا تھا۔ اس کی چھاتی پر سونے کی ایک طشتری دھری ہوئی تھی، جس پر مقدس حروف میں یہ عبارت درج تھی۔

''میں اوسیری خاندان کا تاجدار اور مصر کا فرعون منتورع جس نے اپنی زندگی میں عدل سے حکومت کی اور ہمیشہ اس راستے پر چلتا رہا جو میرے دیوتاؤں نے مقرر کیا، اپنے کنج مرقد سے ان لوگوں کو خطاب کرتا ہوں جو میرے بعد کسی بھی وقت مصر کے تخت پر بیٹھیں گے، سنو۔

جب میں زندہ تھا تو مجھے ایک خواب میں اس بات کی اطلاع دی گئی کہ ایک دن ایسا آئے گا جب مصر کو ایک اجنبی قوم کے قبضے میں چلے جانے کا خطرہ ہوگا اور اس کے فرماں روا کو روپے کی شدید ضرورت محسوس ہوگی تا کہ وہ عظیم الشان لشکر فراہم کرے اور حملہ آوروں کو مار کر مصر سے نکال دے، اس لئے میں منتورع اوسیری خاندان کے فرعون نے اپنی دور بینی اور فراست کو کام میں لا کر مصر کے تحفظ کا انتظام کیا ہے چونکہ دیوتا نے مجھے اپنے لطف وکرم سے بے اندازہ دولت عطا کی ہے جو شروع سے لے کر اب تک جتنے فراعنہ مصر گزرے ہیں ان سب سے زیادہ ہے، میں نے دولت بہت کفایت شعاری سے خرچ کی اور جو کچھ جمع ہو سکا اس کا قیمتی ہیروں سے تبادلہ کر لیا۔ ان ہیروں میں ایسے زمرد شامل ہیں جن کی قسم دنیا بھر میں دستیاب نہیں، ہو سکتی یہ تمام چیزیں میں نے اس دن کے لئے جمع کی ہیں جو مصر کا سب سے نازک وقت ہوگا لیکن چونکہ دنیا میں ایسے انسان پیدا ہوتے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے جو دنیا میں ابلیسانہ زندگی بسر کرتے ہیں اس لئے اے وہ شخص جو میرے مقبرے میں داخل ہو کر اس تحریر کو پڑھے گا وہ اچھی طرح سمجھ لے کہ میں نے کسی غرض سے یہ خزانہ جمع کیا ہے۔ اے انسان گوش و ہوش سے سن اگر تجھے واقعی روپے کی ضرورت ہے تا کہ تو مصر کے دشمنوں کا سر کچلے تو پھر تو ذرا بھی خوف نہ کھا اور میرے جسم کو پارہ پارہ کرنے میں تامل نہ کر، تو میرے تسموں اور بندھنوں کو توڑ دے اور کفن چاک کرنے کے بعد سینے سے سارا خزانہ باہر نکال لے لیکن اگر تیری ضرورت اتنی شدید نہیں اور تو اسے ذاتی غرض کے لئے باہر نکالنا چاہتا ہے تو پھر تیرے سر پر منتورع کی لعنت نازل ہوگی، تو ان لعنتوں سے دوچار ہوگا جو دغاباز اور مکار انسانوں پر نازل ہوتی ہے،

یاد رکھو کہ تو میرے جسد بے جان کی بے حرمتی کے سبب ہمیشہ اذیت وذلت رسوائی کا شکار ہوگا اور تیرا انجام نہایت عبرتناک ہوگا۔ اس خزانے کو محفوظ رکھنے کے لئے اور اپنی پرستش کے لئے میں نے ایک عبادت خانہ تعمیر کیا ہے جو اس مقبرے کے مشرق کی جانب واقع ہے اس کی دیکھ بھال ایک خاص شخص کے سپرد کی ہے میرے دفینے کا راز صرف اس شخص کے وارثوں کو بتایا جائے گا، اگر کوئی کاہن، مصر کے بادشاہ یا ملکہ کے علاوہ کسی اور شخص کو یہ راز بتائے گا تو اس پر بھی میری لعنت نازل ہوگی، اس لئے اے انسان جو بطن فردا میں دستور ہے اپنے دل میں اچھی طرح سمجھ لے کہ اگر تیری نیت درست نہیں تو تجھے ان تمام لعنتوں کا سامنا کرنا پڑے گا جن کا ذکر اس تحریر میں کیا گیا ہے۔"

تحریر پوری پڑھنے کے بعد ہرمقس نے ملکہ سے کہا۔ "اب تم تمام حالات سے واقف ہو چکی ہو اس لئے ضروری ہے کہ تم اپنے دل میں اس خزانے کو باہر نکالنے کی نسبت آخری بار فیصلہ کر لو۔"

ملکہ نے تھوڑی دیر سوچ کر جواب دیا۔ "میں یہ تحریر پڑھ کر خائف ہوگئی ہوں بہتر ہے کہ میں یہاں سے واپس چلی جاؤں۔" ہرمقس نے کہا۔ "میری بھی یہی رائے ہے۔" یہ کہہ کر ہرمقس ڈھکن اٹھا کر تابوت پر رکھنے ہی والا تھا کہ ملکہ بولی۔

"اس تحریر کو ایک بار پھر پڑھنا جو زمرد کی تعریف میں لکھے گئے ہیں۔ یہ زمرد بھی کیا عجیب چیز ہیں انہیں دیکھنے سے آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے اور مسرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی مجھے یقین ہے کہ یہ زمرد خوبصورتی میں اپنا جواب آپ ہوں گے۔"

ہرمقس نے کہا۔ "ملکہ سوال یہ نہیں کہ تم کس چیز کو پسند کرتی ہو بلکہ سوال صرف یہ ہے کہ تم یہ خزانہ مصر کی بہبود کے لئے استعمال کرو گی یا نہیں۔"

ملکہ نے جواب دیا۔ "تم دوست کہتے ہو کیا تمہارا خیال ہے کہ مصر کی حالت نازک نہیں۔ میرا خزانہ بالکل خالی ہے اور روپے کے بغیر رومیوں سے جنگ کرنا محال ہے اس لئے میں یقین کرتی ہوں کہ مقدس منقورع نے جس وقت کے لئے یہ خزانہ رکھا تھا وہ وقت یہی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اسے ہم سے پہلے ضرور کسی اور بادشاہ نے نکلوا لیا ہوتا، تم اب اس کو چھوڑو اور مجھے خزانہ نکالنے دو اور میری مدد کرو۔"

ہرمقس نے کہا۔ "ٹھیک ہے مگر اس خزانے کا ناجائز اگر استعمال ہوگا تو عذاب تمہارے سر رہے گا۔"

ملکہ نے کہا۔ "بہت اچھا اب میں فرعون کا پاؤں پکڑتی ہوں تم اس کا سر پکڑو تاکہ اس کو دونوں مل کر باہر نکالیں۔" جب ملکہ نے یہ بات کہی تو اسے کوئی چیز حرکت کرتی ہوئی دکھائی دی اور وہ ڈر کر ہرمقس سے لپٹ گئی۔ ہرمقس نے بھی ایسا محسوس کیا اس نے بھی اس کمرے کی تاریکی میں ایک سایہ سا دیکھا تھا جو ان کی طرف سرکتا ہوا آرہا تھا لیکن وہ سایہ جلد ہی غائب ہوگیا۔

ملکہ نے اطمینان کا سانس لیا ملکہ نے کہا۔ "کیا تم نے بھی کچھ دیکھا تھا۔ بہتر ہوگا کہ اس خزانے کو باہر نکالنے کا ارادہ ترک کر دیں۔" ہرمقس نے جواب دیا۔ "میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ شاید مقدس منقورع کی روح ہو کیونکہ مردوں کی روحیں عموماً اپنی خوابگاہوں کے گرد گھومتی رہتی ہیں۔ تمہارا یہ خیال درست ہے کہ ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے۔"

ملکہ چلنے کے لئے تیار ہوئی اور دروازے کی طرف قدم بڑھایا لیکن وہ پھر واپس مڑی اور کہا۔

"اب میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتی یہ سایہ محض ایک واہمہ تھا کیونکہ ایسے موقعوں پر انسانی دماغ عموماً موہوم چیزوں کی تخلیق کیا کرتا ہے جنہیں دیکھنے سے دل پر دہشت طاری ہو جاتی ہے۔ اب میں زیادہ جرأت سے کام لوں گی کیونکہ میں ان زمردوں کو دیکھے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

اے میرے اجنبی اور جدید دنیا کے دانا انسان اس کے بعد کیا ہوا ہوگا تم خود جان سکتے ہو اس عیاش ملکہ نے

مقدس منقورع کا متبرک خزانہ اپنے ناپاک ہاتھوں سے اپنی ناپاک خواہشات کی خاطر مقدس منقورع کی ممی کی چھاتی چیر کر نکالا اور پوری لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہیرے جواہرات اور قیمتی پتھر دیکھ دیکھ کر وہ سسکیاں بھرتی رہی اور خوش ہوتی رہی۔

منقورع کے سر پر شاہی تاج رکھا تھا اس کی شکل بہت پر شوکت تھی، اس تاج کے نیچے بالوں کی لٹیں مصالحوں کی وجہ سے زرد پڑ گئی تھیں۔ موت کی سرد کہر اور تین ہزار سال کی طویل مدت بھی اس کے چہرے کی شاہانہ وجاہت پر اثر نہیں ڈال سکی تھی اس ممی کے بکھرنے کی داستان بھی خوب ہے عیاش ملکہ نے ذرا سا بھی خیال اس کی حرمت کا نہ کیا اور اس کے کفن کے سارے بند کاٹ ڈالے اور سینہ چاک کر دیا۔

مقدس منقورع کا مقدس خزانہ چوری ہو گیا۔ اب ملکہ کے پاس بے حساب دولت آ گئی تھی وہ خوشی سے ناچنے لگی۔ اے میرے اجنبی دوست اب میرا وقت پورا ہوا۔ میں جا رہا ہوں۔'' اور پھر بوڑھی آواز بند ہو گئی۔

رات گزر گئی اور رولو کا اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اس نے انتونی کو یاد کیا اور کہا۔

''تم نے ملکہ قلوپطرہ کا احوال سنا۔'' انتونی کی آواز آئی۔ ''ہاں سنا ہے یہ واقعہ اس وقت ہوا ہوگا جب میں زمین کے اندر تھی میرے زمانے کے بہت بعد کا یہ زمانہ ہے۔''

''لاش کی چیر پھاڑ کرنے کے بعد دونوں نے اپنے لبادوں میں سارے ہیرے جواہرات چھپا لئے اور اس کے بعد فرعون کے مرقد سے منہ موڑا اور تہہ خانے کی دیوار کے پاس پہنچ کر خواجہ سرا کو آواز دی اس کے جواب میں ایک طنزیہ قہقہہ کی آواز سنائی دی۔ ہر مقس پر اس قدر ہیبت سوار ہوئی کہ اس نے دوبارہ آواز نہ دی اور اس ڈر سے کہ ملکہ بے ہوش نہ ہو جائے اس نے فوراً رسی پکڑی اور لپک کر اوپر چڑھ گیا چراغ بدستور جل رہا تھا لیکن خواجہ سرا وہاں نہ تھا۔

ہر مقس نے سوچا کہ وہ ہمارا انتظار کرتے کرتے تھک گیا ہے اور اس راہگزر کے نچلے حصہ میں ہو گیا ہے ہر مقس نے ملکہ کو کہا۔ ''رسی کمر سے باندھ لے۔'' اور پھر ملکہ بھی اوپر آ گئی۔ ہر مقس کچھ دم لے کر اس تاریک جگہ خواجہ سرا کو تلاش کرنے لگا۔

ملکہ نے کہا۔ ''شاید وہ اکیلا ڈر کر چلا گیا ہے لیکن یہ ہیبت ناک چیز کیا ہے جو سامنے پڑی ہے؟'' ہر مقس نے تاریکی میں لیمپ کو آگے بڑھا کر دیکھا تو ایک ایسی چیز نظر آئی جس کے نظارے سے ہر مقس کی روح تک کانپ گئی اس کے سامنے خواجہ سرا اپنی پیٹھ کا سہارا لئے بیٹھا تھا اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں اور ڈاڑھی کے بال اوپر کی طرف اٹھے ہوئے تھے اس کا چہرہ اس قدر خوفناک اور مکروہ معلوم ہوتا تھا کہ اسے دیکھ کر ہر مقس کا سر چکرا گیا۔

ہر مقس نے دیکھا کہ وہی چمگادڑ جو ہرم میں داخل ہوتے وقت نظر آئی تھی خواجہ سرا کی ٹھوڑی کے نیچے پنجے گاڑے اس کا خون چوس رہی تھی اس کی آنکھیں دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح نظر آ رہی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر ان کے اوسان خطا ہو گئے اور اتنی طاقت بھی نہ رہی کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کر سکیں آخر چمگادڑ نے اپنے پر پھیلائے اور وہ خواجہ سرا کو چھوڑ کر ان کی طرف لپکی، کبھی وہ ملکہ کے سامنے اور کبھی ہر مقس کی طرف چکراتی رہی اور پھر ایک ناقابل فراموش بھیانک چیخ مار کر اس تہہ خانے میں چلی گئی جس میں منقورع کا مرقد تھا۔

جب وہ خواجہ سرا کو چھوڑ کر ہر مقس کی طرف آئی تو وہ بھاگا اور ایک دیوار سے جا ٹکرایا۔

ملکہ بھی زمین پر گر گئی اور اپنا سر باہوں میں چھپاتے ہوئے اس قدر زور سے چیخی کہ سنسان جگہ اس کی آواز سے گونج اٹھی، اس کی یہ چیخ لحظہ بہ لحظہ زیادہ شدید ہوتی گئی اور تند آندھی کا جھکڑ بن کر ادھر ادھر پورے ویرانے کو تہہ و بالا کر گئی۔

ہر مقس نے کہا۔ '' ملکہ جلدی اٹھو اور یہاں سے

بھاگنے کی کوشش کرو ورنہ یہ چمگادڑ دوبارہ واپس آ کر ہمارے گرد گھومے گی اور اگر تم نے حوصلہ ہار دیا تو پھر ہماری زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔"

ملکہ لڑکھڑاتی ہوئی اٹھی اور ہر مقس کے ساتھ چلنے لگی اس کے زرد چہرے اور خوفزدہ آنکھوں کا منظر کبھی نہیں بھلایا جاسکتا، دونوں بے تحاشا وہاں سے بھاگے۔ خواجہ سرا کی ہیبت ناک لاش کے پاس سے گزر کر اس کمرے میں داخل ہوئے جہاں منقورع کی ملکہ مدفون تھی، وہ بجلی کی طرح اس کمرے سے نکل گئے اس راہ گزر پر قدم رکھا۔ ہر مقس کو ڈر تھا کہ کہیں اس روح نے مضبوط دروازے بند نہ کر دیئے ہوں جنہیں کھول کر وہ مقبرے کے اندر داخل ہوئے تھے لیکن خوش قسمتی تھی کہ دروازے کھلے تھے، وہ تیزی سے مقبرہ سے باہر آ گئے اور باقی مشکلات بھی دور ہو گئیں۔ ہر مقس نے مقبرہ بند کر دیا۔

ملکہ کے جسم پر کپکپی سی طاری تھی اس نے گھبراتی نظروں سے ہر مقس کو دیکھا اور بولی۔" تم مجھے اس بھیانک جگہ سے صحیح سلامت باہر نکال لائے ہو۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے خوبصورت بازو ہر مقس کی گردن میں ڈال دیئے اور اس کے ہونٹوں کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔" پیارے اب ہم کو اس خوفناک جگہ سے چلنا چاہئے ۔ کیونکہ مجھے سخت پیاس لگ رہی ہے اور میرا جسم بھی تھک کر چور چور ہو گیا ہے، یہ جواہرات کس قدر بھاری ہیں۔ ان کی رگڑ نے مجھے ہلکان کر دیا ہے میرے خیال میں کسی شخص نے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر دولت حاصل نہیں کی ہوگی آؤ اب اس آسیب زدہ ہرم کے سائے سے نکل چلیں دیکھو صبح کے اوزان سے روشنی کس طرح ہماری زندگی میں جھانک رہی ہے دیکھو یہ صبح کتنی خوبصورت اور دل نشیں ہے۔ میں خیال کرتی تھی کہ مجھے اس تاریک ہرم سے طلوع سحر کا منظر دیکھنا کبھی نصیب نہیں ہوگا، مجھے اس مردہ خواجہ سرا کی شکل اب بھی دکھائی دے رہی ہے جس کی ٹھوڑی پر وہ بھیانک چمگادڑ چمٹی ہوئی تھی ذرا خیال کرو کہ وہ ہمیشہ وہیں پڑا رہے گا، آؤ اب اس غیر آباد جگہ میں تھوڑا سا پانی تلاش کریں کیونکہ میں پیاس کے مارے بے دم ہوئی جارہی ہوں اور پانی کے ایک پیالے کے عوض ایک زمرد دینے کو تیار ہوں۔"

ہر مقس نے جواب دیا۔" یہاں سے نزدیک ہی ایک نہر بہتی ہے، وہاں سے پانی دستیاب ہو سکے گا۔ اگر کسی شخص نے دیکھ لیا تو ہم کہہ دیں گے کہ ہم زائر ہیں جو رات کے وقت اس شہر خموشاں میں اپنا راستہ بھول گئے ہیں اب تم اپنے آپ کو اچھی طرح ڈھانپ لو تا کہ کسی کی نظر ان جواہرات پر نہ پڑ جاتے۔"

یہ سن کر ملکہ نے اپنا جسم اچھی طرح ڈھانپ لیا اور دونوں تھکے ماندے ہونے کے سبب ریت پر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے جہاں دیوتا ہورمقو کا مجسمہ ایک پرشکوہ ابوالہول کی صورت میں نصب ہے اس کا رخ مشرق کی طرف ہے اور وہ مصر کا شاہی تاج پہنے ہوئے ارض مصر کو شاہانہ انداز میں دیکھتا ہے۔ تھوڑی دیر میں ابھرتے ہوئے سورج کا پہلا آتشیں تیر فضا کی تاریکی میں سنسناتا ہوا آیا اور دیوتا کے خاموش ہونٹوں سے چھو گیا اس کے بعد روشنی پورے زور سے امڈ آئی اور مصر کے پرشوکت اہراموں پر پھیل گئی۔

جلد ہی سورج کی روشنی ایک سفید طوفان بن کر صحرا کی ریت پر چھا گئی۔ چنچل کرنوں کی صورت میں سرسبز کھیتوں جھاڑیوں اور کھجور کے درختوں کے پتوں کو چیرتی ہوئی جلوہ ریز ہوئی پھر سورج اپنی پوری شاہانہ شان وشوکت کے ساتھ افق سے اٹھا اور تمام دنیا نور اعلیٰ نور ہو گئی۔

ہر مقس اور ملکہ نہر کے پاس پہنچے اور اس کے پانی سے پیاس بجھائی اس وقت نہر کا گدلا پانی بھی انہیں آب حیات کی طرح شیریں معلوم ہوا۔ دونوں نے ہاتھ، چہرہ دھوئے منہ پر پانی چھڑکا۔ کیونکہ ان کے ہاتھوں پر ممی کا مصالحہ اور دھول مٹی لگی تھی ملکہ کے کپڑوں سے ایک زمرد نکل کر پانی میں گر پڑا۔ ہر مقس نے بہ مشکل کیچڑ میں سے ٹٹول ٹٹول کر اس کو باہر نکالا پھر دونوں چلتے ہوئے

ساحل تک پہنچ گئے۔ کشتی کے ملاح لمبی تان کر سوئے تھے ۔ ہرمقس نے ان کو جگایا اور فی الفور روانہ ہونے کا حکم سنایا ۔ ہرمقس نے خواجہ سرا کے بارے میں بتادیا کہ وہ کچھ عرصہ یہاں رہے گا۔ اس کے بعد کشتی روانہ ہوگئی۔"

بوڑھی آواز بند ہوگئی تو رولوکا نے کہا۔" اس کے آگے کی بیان کرو۔"

آواز آئی۔" اب وقت ختم ہورہا ہے مگر آگے بہت کچھ ہے جس طرح مصر کا صحرا لامحدود ہے اسی طرح اس کی تاریخ لامحدود ہے مگر تم اچھے سامع ہو اب آگے کی رات کا انتظار کرنا ہوگا۔" آواز بند ہوگئی۔ کچھ دیر میں آسمان سے سنہری کرنیں سورج کے سوراخوں سے باہر آنے لگیں اور روشنی صحرا کی ریت پر برسنے لگی رولوکا اٹھ کھڑا ہوا گوئل حسب عادت چھولداری سے باہر آ گیا اور سلام کرنے کے بعد بولا۔

"ماسٹر اب آپ آرام کریں میں ناشتہ تیار کرتا ہوں۔"

ناشتہ کے دوران قاسم نے کہا۔" حکیم صاحب کیا ہماری منزل یہی ہے؟"

رولوکا بولا۔" شاید یہی ہو، میں اس مقام پر رک کر کسی کا انتظار کررہا ہوں، تم لوگوں کو اگر کچھ پریشانی ہے تو بتاؤ وہ میں دور کرسکتا ہوں، زندگی بھر یہاں پر قیام نہیں کرنا ہے مگر میری بات یاد رکھو کچھ بیماریاں اس قسم کی ہوتی ہیں جو دوا سے نہیں ٹھیک ہوتیں ان بیماریوں کی وجہ دریافت کرنا ضروری ہوتی ہے اگر وجہ پتہ چل جائے تو علاج ہوجاتا ہے قاسم تمہارا علاج یہ صحرا ہے اس صحرا میں تمہاری بیماری کی وجہ دفن ہے اور میں اس تک جانے کی کوشش کررہا ہوں۔"

"مگر حکیم صاحب آپ رات بھر آرام نہیں کرتے۔" زلیخا بولی۔

"میں ان باتوں کا عادی ہوں، تم لوگ میری فکر نہ کرو اور اس صحرا کو صحرا خیال نہ کرو ایک تفریح گاہ خیال کرو اور اس کے حسن سے لطف اندوز ہو، حسن ہر جگہ ہے تلاش کرو قدرت نے خطہ زمین کو بڑا حسین بنایا ہے۔"

☆......☆......☆

"چار دن سفر کرنے کے بعد ملکہ اور ہرمقس اسکندریہ پہنچے ہرمقس اور ملکہ کی نہایت خوشی کے دن تھے ملکہ ہرمقس پر پوری طرح مہربان تھی اور اس نے اپنے حسن کے جلوے پوری طرح ہرمقس پر وار دیے تھے ہرمقس کا دل ملکہ کے حسن کے جلوؤں سے سرشار تھا وہ پہلے کی طرح بشاش ہوگئی تھی۔ ہرم کے بھیانک واقعات کو بھول گئی تھی اور ہرمقس کے ساتھ ہنسی مذاق کی باتیں کرنے لگی تھی۔ کبھی کبھی وہ نہایت زندہ دل، کبھی نہایت سنجیدہ، کبھی ہمہ تن محبت اور کبھی سرد مہری کی تصویر بن جاتی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ آسمان پر گردش کرتی ہواؤں کی طرح آزاد ہے۔ جب چاہتی ہے اپنی طبیعت کا رخ بدل دیتی ہے اور ہر لمحہ اپنی فطرت کا کوئی نیا اچھوتا پہلو دکھاتی ہے۔

ہرمقس اتفاق سے واپسی پر شارمیاں سے ملا اور اس نے ہرمقس کے رنگین خوابوں کا شیرازہ بکھیر دیا وہ ہرمقس کو دیکھتے ہی بولی۔" کیا تم ملکہ کو لے کر کسی نئی غداری کا ارتکاب کرنے گئے تھے۔ یا محض یہ سفر، سفر عشق تھا۔"

ہرمقس یہ سن کر جل اٹھا اور بولا۔" تمہارے شبہات غلط ہیں، میں ایک سرکاری کام سے باہر گیا تھا۔"

شارمیاں بولی۔" وہ بھی اس قدر خاموشی سے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو یاد رکھو جو لوگ خفیہ طور پر سفر کرتے ہیں ان کا ارادہ کبھی نیک نہیں ہوتا۔ تم خود سیانے ہو اچھی طرح جانتے ہو کہ جو پرندے رات کو پرواز کرتے ہیں انہیں دنیا کس نظر سے دیکھتی ہے۔"

اس کے طعن انگیز الفاظ سن کر ہرمقس کو بہت غصہ آیا کیونکہ وہ اس کے الفاظ برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ وہ اس سے کم درجہ ہو کر اس کو سخت سست الفاظ کہے اس لئے اس نے اس کو خاموش کرنے کو کہا۔" بس چپ رہ تجھے تو ہر چیز میں نقص نظر آتا ہے میرے سفر کا مقصد اس کے سوا اور

کچھ نہ تھا کہ میں مصر کو انتی کے ہاتھ سے بچاؤں۔"

یہ سن کر شارمیاں اور چمک اٹھی اور حقارت آمیز لہجہ میں بولی۔ "مصر کو انتی کے ہاتھوں سے بچانے کی بھی تم نے کیسی کہانی گڑھی، بہت بہتر ہوتا کہ تم اس بے سود سفر کی زحمت گوارہ نہ کرتے کیونکہ تم انتی کو مصر پر قابض ہونے سے باز نہیں رکھ سکتے بھلا تمہارا مصر میں اقتدار ہی کیا ہے جو تم اس کا مقابلہ کرو۔"

ہرمقس نے جواب دیا۔ "ممکن ہے کہ انتی میری خواہش کے خلاف مصر پر قابض ہو جائے لیکن مجھے یقین ہے کہ ملکہ کی مخالفت اسے مصر کا فاتح نہیں بننے دے گی۔"

شارمیاں طنزیہ بولی۔ "اس کے برعکس میری رائے یہ ہے کہ ملکہ خود انتی کے لئے مصر کا دروازہ کھول دے گی جب وہ وہ اپنی شان و شوکت سے اس کے پاس جائے گی تو وہ اس اکھڑ انتی کو اپنی زلف کے شکنجے میں جکڑ کر اسکندریہ لے آئے گی، بیچارہ انتی بظاہر ایک فاتح ہے لیکن درحقیقت وہ بھی تمہاری طرح ملکہ مصر کا ایک ادنیٰ غلام ہوگا۔"

ہرمقس نے کہا۔ "تمہارا خیال سراسر غلط ہے کیونکہ ملکہ کبھی وہاں نہیں جائے گی اور انتی بھی اسکندریہ میں داخل نہیں ہوگا اگر وہ مصر کا رخ کرے گا تو اسے لازماً جنگ و جدل کی آگ میں سے گزرنا ہوگا۔"

شارمیاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہارا دل اس موہوم امید سے خوش ہوتا ہے تو یونہی سہی، جاؤ اور محبت کے خواب دیکھو کیونکہ محبت بہت میٹھی چیز ہے۔"

شارمیاں کی جلی کٹی باتوں نے ہرمقس کی طبیعت پریشان کردی کیونکہ اس کو یقین تھا کہ ملکہ اسی دن اس کے پاس آئے گی اور پہلے کی طرح پیار و محبت کی باتیں کرے گی لیکن جب ایک دن اور ایک رات گزر جانے پر بھی ملکہ اس کے پاس نہ آئی تو ہرمقس کو تعجب کی انتہا نہ رہی جب وہ دوسرے دن ملی تو اس نے دل بستگی کے لیے ایک لفظ بھی نہ بولی۔ یہ دیکھ کر ہرمقس نے خود ہی سلسلہ گفتگو شروع کیا اور مصر کی حفاظت کا ذکر چھیڑا لیکن ملکہ نے ہرمقس کی بات ٹال دی اس نے کہا۔

"تم مجھے ناحق تنگ کرتے ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں کن مخمصوں میں پھنسی ہوئی ہوں۔ جب میں سفیر کو رخصت کردوں گی تو پھر ہم اطمینان سے ان باتوں پر غور کریں گے، میں نے جواہرات کا کچھ حصہ اسکندریہ کے یہودی تاجروں کے ہاتھ فروخت کردیا ہے، گرانقدر رقم ملی ہے ابھی میں نے صرف چند ہیرے فروخت کئے ہیں باقی ہیروں کے متعلق کہا ہے کہ وہ فی الحال ان کی قیمت ادا نہیں کرسکتے تم موجود ہوتے تو دیکھتے کہ ہیروں کو دیکھ کر ان کے منہ میں کس قدر پانی بھر آیا تھا۔ اچھا اب میں خلوت چاہتی ہوں کیونکہ میں بہت تھک گئی ہوں اور اس بھیانک رات کے واقعات اب بھی میرے دل و دماغ پریشان کررہے ہیں۔"

ہرمقس نے سرخم تسلیم کیا اور چلنے کے لئے تیار ہوا لیکن پھر رک کر گیا۔ "ملکہ معاف کرنا میں تم سے شادی کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا تھا۔" یہ سن کر ملکہ نے تعجب سے کہا۔ "کیا ہماری شادی ابھی نہیں ہوئی؟"

ہرمقس نے جواب دیا۔ "شادی تو ہو چکی ہے لیکن لوگوں کے سامنے نہیں ہوئی۔"

ملکہ نے کہا۔ "بیشک میں نے تم سے شادی کا وعدہ کیا ہے، سفیر کو رخصت کرنے کے بعد تمہیں سارے دربار کے سامنے اپنا شوہر تسلیم کرلوں گی، کہو اب بھی تمہاری تسلی ہوئی کہ نہیں۔"

ان الفاظ کے بعد ملکہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا ہرمقس اسے بوسہ دے لیکن اس کی نگاہوں کی اجنبیت صاف بتاتی تھی کہ اس کا دل کشمکش و پیچ میں مبتلا ہے۔

ہرمقس ملکہ سے رخصت ہونے کے بعد اپنے کمرے میں چلا گیا اور اس رات اس سے دوبارہ ملنے کی کوشش کی لیکن پہرے داروں نے جانے کی اجازت نہ دی۔

دوسرے دن ایک گھنٹہ پہلے دربار منعقد ہوا۔

ہرمقس بھی اس میں شرکت کے لئے بڑے دالان

کی طرف روانہ ہوا اور امیدوں سے بھرا دل لے کر اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔ آج رومی سفیر کا مسئلہ طے کرنے کے بعد ملکہ کو تمام دربار کے سامنے اپنا شوہر ہرمقس کو تسلیم کرنا تھا دربار بہت شاندار تھا تمام امیر وزیر نواب سردار اور خواجہ سرا اپنی اپنی جگہ کھڑے تھے اور کنیزیں بھی الگ صف باندھے کھڑی تھیں لیکن شارمیاں ان میں نہیں تھی، اہل دربار دیر تک ملکہ کا انتظار کرتے رہے لیکن مقررہ ساعت گزر جانے پر بھی شارمیاں اور ملکہ دربار میں نہیں پہنچی آخر شارمیاں آہستہ سے دالان میں داخل ہوئی اور تخت کے پاس کنیزوں کے پاس جا کھڑی ہوئی جوں ہی وہ اپنی جگہ کھڑی ہوئی اس نے ہرمقس پر ایک نظر ڈالی، ہرمقس کو اس کی آنکھوں میں فتح مندی کے تبسم کی جھلک دکھائی دی مگر وہ اندازہ نہ کر سکا کہ فاتحانہ مسکراہٹ کا سبب کیا ہے؟

کچھ ہی دیر کے بعد ملکہ کی آمد کی صدا بلند ہوئی ۔ملکہ سر پر تاج رکھے شاہانہ لباس زیب تن کئے نہایت روفر سے دربار میں داخل ہوئی اس کے سینے پر وہی ستارے کی طرح تابناک بھونرے کی شکل کا زمرد چمک رہا تھا جو اس نے فرعون کی چھاتی میں سے نکالا تھا ملکہ کا دل ہل رہا تھا، چہرہ متفکر سا تھا اور اس کی خواب آور آنکھوں سے بھی تفکر کے آثار دکھائی دیتے تھے اگرچہ متجسس نگاہیں یہ معلوم کرنے سے قاصر تھیں کہ اس کا تردد کن واقعات کا آئینہ دار ہے۔ ملکہ بہت طمطراق سے آگے بڑھی اور خاموشی سے اپنے تخت پر جلوہ افروز ہو گئی پھر اس نے اپنے حاجب اعلیٰ سے کہا۔ ''کیا معزز انتی کا سفیر حاضر ہے؟''

حاجب اعلیٰ نے تسلیم خم کی اور کہا۔ ''محترم ملکہ وہ دیر سے آپ کے ارشاد عالی کا منتظر ہے۔''

اس کے بعد حاجبوں نے دروازے کا پردہ اٹھایا اور رومی سفیر سنہری زرہ بکتر اور سرخ چغے میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بلی جیسی آہستہ خرامی سے آگے بڑھا اور تخت کے سامنے پہنچ کر آداب بجالایا۔ پھر اس نے نرم آواز میں کہا۔

''مصر کی عالی نژاد اور خوبصورت ملکہ چونکہ آپ نے اس خاکسار کو نہایت عزت و احترام سے اپنے دربار میں مدعو فرمایا ہے تاکہ میں اپنے آقا کے مکتوب گرامی کا جواب سنوں اس لئے میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا ہوں میں کل اپنے آقا کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے روانہ ہو جاؤں گا اس نے اپنی بے باکی اور جسارت کے لئے معذرت کرتے ہوئے عرض پرداز ہوں کہ آپ جواب دینے سے پہلے اپنے الفاظ پر اچھی طرح غور کرلیں کیونکہ جو لفظ ایک دفعہ آپ کے شیریں ہونٹوں سے نکل جائے گا اس کا واپس ہونا مشکل ہوگا یقین جانئے اگر آپ نے انتی سے لڑائی کی ٹھانی تو وہ آپ کو تباہ کردے گا۔

لیکن اگر آپ محبت کے سمندر کی لہروں سے اوپر ابھریں گی اور اسے اپنے نسوانی جمال کی جھلک دکھائیں گی تو وہ آپ کو بادشاہی سلطنت جاہ وحشم عزت وشہرت تاج وتخت مال وزر اور تمام چیزوں سے مالا مال کردے گا جو کسی ملکہ کے دل کو عزیز ہو سکتی ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ وہ مشرقی دنیا کا مالک و مختار ہے اور اس وقت کے تمام بادشاہوں کی قسمت اس کے ہاتھ میں ہے اگر وہ چاہے تو کسی بادشاہ کو برسر اقتدار رہنے دے اور اگر اس کے جی میں آئے تو وہ ایک پرشوکت بادشاہ کو ذلت کے ساتھ سمندر میں غرق کردے۔'' اس تقریر کے بعد سفیر نے اپنا سر جھکالیا اور ملکہ کے سامنے مجسم عجز و انکسار بن کر کھڑا ہو گیا۔

ملکہ کچھ دیر خاموش رہی اور رومی سفیر کو کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ابوالہول کی طرح سراپا راز بن کر بیٹھی رہی اور کھوئی ہوئی آنکھوں سے اس وسیع دالان پر نظر دوڑاتی رہی آخر وہ نہایت بیٹھے لہجے میں گویا ہوئی اور ہرمقس یہ صدا اضطراب انتی کے خلاف مصر کے اعلان جنگ کا منتظر ہوا۔

ملکہ نے کہا۔ ''معزز سفیر ہم نے اس پیغام پر بہت غور کیا جسے تم جلیل القدر انتی کی طرف سے مجھ ناچیز ملکہ مصر کے پاس لائے ہو یہی نہیں بلکہ ہم نے اس معاملے کی

اہمیت کو سمجھتے ہوئے ہاتف غیب اور ارباب دانش اور خود اپنے دل سے مشورہ کیا ہے جو ہمیشہ ایک مرغ بلند آشیاں کی طرح ہماری رعایا کی بہبود پر سایہ فگن رہتا ہے جو الفاظ تم سمندر پار سے ہمارے پاس لائے ہو وہ بہت تلخ اور ناگوار ہیں شاید وہ کسی کمزور کی عاجز اور غیر مہذب بادشاہ کے مناسب حال ہوں لیکن وہ مصر کی ملکہ کے شایان شان نہیں اسی لئے ہم نے جنگ کے لئے افواج کا اندازہ لگایا ہے اور جہازوں اور سفینوں کا شمار کرلیا ہے جنہیں ہم ضرورت کے وقت کام میں لا سکتے ہیں اس کے باوجود اگر ہمارے سامان جنگ میں کسی چیز کی کمی رہ گئی ہو تو ہمارے پاس اتنی دولت ہے کہ ہم اس کو پورا کر سکیں اس لئے اگر انتی ایک طاقتور شخص ہے تو مصر کو اس کی طاقت کا کوئی خوف نہیں۔'' اس کے بعد ملکہ نے کچھ دیر توقف کیا اور اس کے پر جوش الفاظ پر تمام اہل دربار عش عش کر اٹھے صرف سفیر کے ہاتھ اس طرح پھیلے ہوئے تھے گویا وہ ان الفاظ کا رخ پلٹ دینا چاہتا ہو ملکہ کی تقریر ان الفاظ پر ختم ہوئی۔

''معزز سفیر ہمارا جی تو چاہتا ہے کہ ہم چپ سادھ کر اپنے سنگین قلعوں میں پناہ گزین ہو جائیں اور حال جنگ کے منتظر ہوں لیکن یہ ایک جگر خوں کن بات ہے کہ ہمارے خلاف بیجا الزامات عائد کئے جائیں اس لئے ہم تمہیں جواب کے بغیر واپس نہیں بھیجیں گے تم پر واضح ہے کہ ہم ان الزامات سے بالکل بری ہیں جنہیں ہمارے بدخواہوں نے انتی کے کانوں تک پہنچا اور جنہیں وہ نہایت طیش کے انداز میں چلا چلا کر ہمارے کانوں میں ڈال رہا ہے۔ اس وجہ سے ہم اپنے الزامات کی جواب دہی کے لئے سلیقیہ کا سفر اختیار نہیں کریں گے۔''

ان الفاظ پر ایک بار پھر دربار میں تحسین و آفرین کی صدائیں گونج اٹھیں۔ ہرمقس کا دل خوشی کی ترنگ میں زور زور سے اچھلنے لگا جب اہل دربار کی تعریفوں کا شور کچھ کم ہوا تو سفیر نے دوبارہ کہا۔

''اے محترم ملکہ کیا میں آپ کی تقریر کا مطلب یہ سمجھوں کہ مصر کا جنگ و جدل کا پیغام ہے۔''

ملکہ نے کہا۔ ''نہیں ہمارا پیغام صلح و امن کا پیغام ہے ہم نے تم سے صرف یہی کہا ہے کہ ہم انتی کے الزامات کا جواب دینے کے لئے سلیقیہ کا سفر اختیار نہیں کریں گے اور ہم اب بھی اپنے ارادے پر قائم ہیں۔''

لیکن یہاں پر ملکہ نے پہلی دفعہ تبسم کیا اور کہا۔ ''ہم جلد ہی نہایت شوق اور محبت سے سنڈنس کے ساحل کو زینت بخشیں گے تاکہ تمام دنیا کے سامنے اپنے اخلاص محبت اور دوستانہ یک جہتی کا اعلان کریں۔''

ہرمقس ملکہ کے منہ سے یہ سن کر بھونچکا سا رہ گیا اور اس نے سوچا اس کے حواس تو اس کو دھوکا نہیں دے رہے کیا ملکہ اپنی قسموں کا پاس کرتی ہے ان الفاظ نے ہرمقس کے دل میں اس قدر ہیجان پیدا کر دیا کہ اس نے آپے سے باہر ہو کر اس نے بلند آواز میں کہا۔ ''ملکہ یاد رکھو۔''

ملکہ نے شیرنی کی طرح غضبناک ہو کر اس کی طرف قہر برساتی ہوئی نظر ڈالی اور اپنے خوبصورت سر کو تیزی سے جنبش دیتے ہوئے کہا۔ ''اے غلام خاموش رہ، تجھے کس نے اجازت دی ہے کہ تو ہمارے معاملات میں دخل دے تو صرف ستاروں سے راہ و رسم رکھ اور امور سلطنت کی باگ ارباب حکومت کے ہاتھ میں رہنے دے۔''

ہرمقس نے ملکہ کے تلخ الفاظ سنے اور اپنا سر جھکا لیا۔ عین اسی وقت شارمیاں کے چہرے پر ایک فاتحانہ تبسم رونما ہوا اور اس کے بعد غالباً ہرمقس کے چہرے پر تاسف کی علامات بھی ظاہر ہوئیں۔

سفیر نے ہرمقس کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کیا اور کہا۔ ''پر سطوت ملکہ مصر، اب کہ آپ نے اس زبان دراز کو جھڑک کر خاموش کر دیا ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں تہہ دل سے آپ کی کرم فرمائی کا شکریہ ادا کروں۔''

ملکہ نے ابرو پر بل لا کر کہا۔ ''ہم تمہاری طرف سے شکریہ کے خواہاں نہیں اور نہ یہ تمہارے منہ سے جچتا ہے کہ تم ہمارے مصاحب کی چشم نمائی کرو۔ اب تم اپنے آقا کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہمارا بیڑا تمہارے جہاز کی

لکیر پر رواں ہو جائے گا۔ اسکندریہ سے رخصت ہونے سے قبل تم اپنے جہاز پر ہماری فیاضی سے بہرہ یاب ہو گے ان الفاظ کے ساتھ ہم تمہیں الوداع کہتے ہیں۔"

سفیر تین بار آداب بجالایا اور دربار سے رخصت ہو گیا۔ اہل دربار ملکہ کا حکم سننے کے لئے کھڑے رہے ہر مقس بھی اس رش میں کھڑا رہا کہ ملکہ اپنے قول وقرار کے مطابق مجھے تمام دربار کے سامنے اپنا شوہر قرار دیتی ہے کہ نہیں۔ لیکن اس موضوع کے متعلق ملکہ نے ایک لفظ نہ کہا وہ اپنی جبیں پر شکن ڈالے ہوئے اٹھی اور محافظ سپاہیوں کو عقب میں لئے ہوئے سنگ مرمر کے دالان میں چلی گئی اس کے بعد دربار ختم ہو گیا اور تمام امیر اور نواب ہر مقس کو تمسخر آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے باہر نکل گئے اگرچہ انہیں راز معلوم نہ تھا اور وہ یہ نہ جانتے تھے کہ ہر مقس اور ملکہ کے تعلقات کیا ہیں پھر بھی وہ ہر مقس کو ملکہ کا منظور نظر دیکھ کر جلتے تھے اور ہر مقس کی ذلت ورسوائی پر بہت خوش تھے لیکن اس ناگہانی افتاد اور غم کی شدت نے ہر مقس کو اس قدر سرگراں کر دیا تھا کہ اس نے تمسخر کی کوئی پرواہ نہ کی وہ صرف یہ محسوس کرتا تھا کہ امید کی دنیا اس کے پاؤں کے نیچے سے نکلتی جارہی ہے اور وہ بتدریج ظلمتوں کے ایک پر آشوب طوفان میں گم ہوتا جارہا ہے۔

اے نئی دنیا کے دوست تم نے دیکھا اس حسین فتنہ نے اپنا مطلب نکالنے کے بعد ہر مقس کو ذلیل کرنے کے لئے کیا کیا اور اس کے بعد بھی کرنے والی تھی۔ اہل مصر اس ملکہ سے نفرت کرتے تھے اور ٹھیک نفرت کرتے تھے مگر وہ نہایت چالاک عیار اور عیش پسند تھی۔ کیا عورت آج بھی ایسی ہی ہے۔" بوڑھی آواز نے رولوکا سے پوچھا۔

رولوکا نے کہا۔" عورت ہر دور میں ایک جیسی رہی ہے مگر تم نے عورت کو صرف ملکہ قلوپطرہ دیکھا ہے ہر عورت ملکہ قلوپطرہ نہیں ہوتی عورت وفادار اور جان نچھاور کرنے والی بھی ہوتی ہے عورت ماں بن کر شفقت اور محبت کی پیکر بھی ہوتی ہے۔"

بوڑھی آواز آئی۔" مگر ملکہ نے اپنی اولاد جو کہ ایک لڑکا تھا اور سیزر سے تھا اور شریک سلطنت بھی اس نے مصلحت سے بنایا تھا اس کو بعد میں ایسا غائب کر دیا کہ اس کا نام تک لوگ بھول گئے، صرف اپنے اقتدار کی خاطر۔"

رولوکا نے کہا۔" وہ ملکہ مصر اپنے وقت کی حسین عورت تھی، ہر عورت کو اس ترازو پر نہ رکھو جس پر ملکہ تھی۔"

بوڑھی آواز آئی۔" شاید تم ٹھیک کہتے ہو میری نظر تو صرف ملکہ کے کردار کے گرد گھومتی رہی۔ اس کی گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی طبیعت مطلب پرستی اور عیاش طبیعت نے مجھے عورت ذات سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اب آگے کے لئے کل کا انتظار کرنا ہوگا۔" اور آواز بند ہو گئی۔

دوسری رات آ گئی اور پھر بوڑھی آواز سنائی دی۔

"تمام درباری چلے گئے ان کے جانے کے بعد ہر مقس نے بھی اپنے کمرے کی طرف چلنے کا ارادہ کیا تو ایک خواجہ سرا نے اس کے شانے پر سختی سے ہاتھ رکھا اور نہایت کرخت لہجہ میں کہا۔" ملکہ نے تمہیں اپنے حضور طلب کیا ہے۔" ایک گھنٹہ پہلے یہی شخص ہر مقس کے سامنے گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا آیا تھا لیکن اب اس نے ہر مقس کی بے حرمتی کا ماجرا دیکھ لیا تھا اور جیسا کہ کمینہ خصلت انسانوں کی عادت ہے، ہر مقس کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جو کہ اقتدار باختہ انسانوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔

ہر مقس نے اس خواجہ سرا کی طرف اس قدر خشم ناک ہو کر قدم بڑھایا کہ وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا پھر وہ سنگ سفید کے دالان میں آ گیا اور پہرے داروں نے اس کو اندر جانے کی اجازت دے دی۔

ملکہ اس کی خواصین اور شارمیاں دالان کے وسط میں بیٹھی ہوئی تھیں جب ہر مقس کمرے کے اندر داخل ہوا تو ملکہ کے اشارے پر اس کی خواصین باہر چلی گئیں اور صرف وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل اس کمرے میں رہ گئے ملکہ نے اپنا سر اٹھایا اور ہر مقس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" اب تم مجھ سے دور کھڑے رہو، میرے

نزدیک مت آؤ کیونکہ اب مجھے تم پر کوئی اعتبار نہیں رہا کچھ عجب نہیں کہ تمہیں میرا خون بہانے کے لئے ایک اور خنجر ہاتھ آ گیا ہو۔ اب یہ بتاؤ تم اپنے رویہ کے متعلق کیا عذر پیش کرتے ہو، تمہارا کیا حق تھا کہ تم میرے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرو۔" یہ سن کر ہرمقس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور اس نے غصے میں کہا۔ "پہلے تم یہ بتاؤ تم اپنے طرز عمل کے متعلق کیا عذر پیش کرتی ہو، تمہاری وہ قسم کہاں ہے جو تم نے منقورع کے مرقد میں کھائی تھی، تمہارا انتنی کے ساتھ جنگ آزما ہونے کا ارادہ کیا ہوا اور تمہاری وہ قسم کہاں ہے کہ تم میرے ساتھ تمام مصر کے سامنے شادی کا اعلان کرو گی۔" ہرمقس خاموش ہوا تو ملکہ نے نہایت تلخ پیرائے میں کہا۔ "ان قسموں کا ذکر تمہارے منہ سے بہت ہی زیب دیتا ہے کیونکہ تم نے کبھی کوئی جھوٹی قسم نہیں کھائی۔ اے سچے کاہن، اے باوفا دوست جس نے اپنے دوستوں سے بھی بے اعتنائی نہیں کی اے نیک دل راست باز اور اولوالعزم انسان جس نے اپنے پیدائشی حق وطن کی بہبود ناموس ملت کو ایک عورت کی عارضی محبت کے عوض فروخت نہیں کیا، تو کس بناء پر کہتا ہے کہ میں نے اپنی قسم کا پاس نہیں کیا۔"

ہرمقس نے خود پر صبر کیا اور کہا۔ "میرے پاس تمہارے طعنوں کا کوئی جواب نہیں کیونکہ میں نے ان سب کو بذات خود فراموش کیا ہے اور ان کے لئے تمہارا مرہون منت نہیں چونکہ تم مجھ سے اپنی بے اعتنائی کا ثبوت چاہتی ہو اس لئے سنو! تم اپنے وعدے کے خلاف انتنی سے ملنے جارہی ہو اور وہ بھی اس انداز میں جس کی طرف اس رومی عیار نے اشارہ کیا ہے، تم سلیقیہ جا کر اس شخص سے پیمان محبت باندھو گی کچھ عجب نہیں کہ تم اس خزانے کو بھی عیش وعشرت میں ضائع کر دو جسے تم نے منقورع کے جسم سے نکالا ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہاری بدعہدی مصر کی رسوائی کا باعث نہ بن جائے، تم نے اپنی قسموں کو فراموش کر دیا اور میں سادہ لوح شخص جس نے اپنی محبت کی وجہ سے تم پر اعتماد کیا ایک بار پھر اپنے آپ کو دھوکے میں پاتا ہوں۔ تمہارے بدلے ہوئے تیوروں کا ایک ثبوت یہ ہے کہ کل رات تم نے میرے ساتھ شادی کرنے کا وعدہ کیا اور آج تم مجھ پر طعنوں کی بوچھاڑ کر رہی ہو، ملکہ تم نے اس رومی سفیر کے سامنے بھی میری اعلانیہ تذلیل کی۔"

یہ سن کر ملکہ نے جواب دیا۔ "کیا میں نے تمہارے ساتھ شادی کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اچھا اگر یہی بات ہے تو تم بتاؤ کہ شادی کے معنی کیا ہیں؟ کیا یہ ایک مجبوری کا ساتھ ہے یا دو دلوں کا ارتباط ہے جو مکڑی کے جالے کی طرح خوشنما اور اس سے کہیں زیادہ لطیف ہے یہ ایک نازک رشتہ ہے جو دو دلوں کو اس طرح مربوط کر دیتا ہے کہ محبت کی وہ پہلی راتوں کی خواب آور سطح پر تیرتے پھریں۔ یہ ایک میٹھا رس ہے جو شبنم کی نتھری ہوئی بوندوں سے تیار ہوتا ہے ایک ناگوار گھونٹ نہیں جو دو انسانوں کی زندگی کو تلخ بنا دیتا ہے۔ میرے نزدیک یہ رسمی ازدواج ایک لعنت ہے یہ ایک آہنی زنجیر ہے جس میں بندھ کر ایک انسان کو مجبوراً دوسرے انسان کا ساتھ دینا پڑتا ہے اگر ان میں سے ایک آگے نکل جائے تو دوسرا خواہ مخواہ اس کے پیچھے گھسٹتا چلا جاتا ہے اور اگر ایک پانی میں ڈوب جائے تو دوسرے کو بھی اس کی رفاقت کا حق ادا کرنا پڑتا ہے میں پختہ ارادہ کر چکی ہوں کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گی اور اپنی آزادی سے دستبردار ہو کر صنف نازک کی بدترین لعنت قبول نہیں کروں گی جو مردوں کی خود غرضی کے سبب ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم ان سے بیزار ہو جانے کے باوجود بھی ان کے گلے سے لپٹی رہیں اگر میں ملکہ ہو کر بھی آزادی کی زندگی بسر نہیں کر سکتی تو میرے ملکہ ہونے پر صد حیف عورتوں کو جوان ہو جانے کے بعد دو باتوں کا خدشہ ہوتا ہے شادی اور موت ان دونوں میں شادی زیادہ ناگوار ہے اور ناسازگار ہونے کی صورت میں ایک جہنم بن جاتی ہے چونکہ اس بدنامی کے خوف سے بالاتر ہوں جس کی وجہ سے عام عورتیں اپنی محبت کی زنجیریں توڑنا نہیں چاہتی اس لئے میں محبت کرنے کے لئے تیار ہوں ازدواج کے لئے تیار نہیں۔"

اس کے بعد ہرمقس نے کہا۔ ''اور کل رات تم نے قسم کھائی تھی کہ تم ساری دنیا کے سامنے میرے ساتھ شادی کا اعلان کرو گی اور مجھے اپنا شریک سلطنت قرار دوں گی۔'' یہ سن کر ملکہ طنزیہ ہنسی ہنس کر جواب دیا۔

''کل رات چاند کے گرد سرخ ہالہ بنا ہوا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک شدید طوفان آنے والا ہے لیکن اس کے برعکس آج مطلع بالکل صاف ہے یہ بھی ممکن ہے کہ کل اس نکھرے ہوئے آسمان پر نہایت سیاہ اور کثیف بادل چھا جائیں کون کہہ سکتا ہے میں نے مصر کو رومیوں کے ہاتھ سے بچانے کے لئے بہترین طریقہ اختیار نہیں کیا اور یہ کون کہہ سکتا ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ کبھی شادی کرنے کا وعدہ کیا تھا میں تمہارے ساتھ کبھی شادی نہیں کروں گی۔''

اب ملکہ کی دورخی ہرمقس کے لئے ناقابل برداشت ہو چکی تھی اس نے غصہ میں بھر کر وہ سب باتیں کہہ ڈالیں جو اس کے دل میں تھیں۔ ہرمقس نے کہا۔ ''تم نے قسم کھائی تھی کہ تم مصر کی حفاظت کرو گی اور اب تم مصر کو رومیوں کے ہاتھ میں دے رہی ہو، تم نے قسم کھائی تھی کہ تم منقورع کا خزانہ مصر کی بہبود کے لئے استعمال کرو گی لیکن تمہارے طرز عمل سے ظاہر ہے کہ تم اسے مصر کی بربادی کے لئے استعمال کر رہی ہو، تم نے میرے ساتھ شادی کرنے کا وعدہ کیا لیکن اب تم میرا مذاق اڑا رہی ہو۔ مجھ سے پہلو تہی کرنے کی کوشش کرتی ہو اس لئے میں دیوتاؤں کی خوفناک آواز بن کر کہتا ہوں کہ منقورع کی لعنت تم پر نازل ہو گی کیونکہ تم نے اس کا دفینہ بلاوجہ غارت کیا ہے اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں تا کہ اپنے اعمال کی سزا بھگتوں، اے دروغ مجسم، اے مکار ساحرہ، جس کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے میں نے تباہی مول لی اور اپنے دامن پر ایک نہ مٹنے والا سیاہ دھبہ لگا لیا مجھے اپنا سر کسی تاریک گوشے میں چھپا لینے دے تاکہ میں تیرا منحوس چہرہ پھر کبھی نہ دیکھوں۔''

ملکہ غصے سے چلا اٹھی اور کہا۔ ''خوب! میں تمہیں یہاں سے چلا جانے دوں تا کہ تم میرے خلاف کوئی نیا فتنہ برپا کرو اب میں تمہیں یہ موقعہ نہیں دوں گی کہ تم میرے خلاف کوئی نئی سازش تیار کرو تمہیں میرے ساتھ سلیقیہ جانا پڑے گا اور ممکن ہے کہ میں تمہیں وہاں رہا کر دوں۔''

ہرمقس جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ ملکہ نے نقرئی گھڑیال پر ضرب لگائی جو اس کے نزدیک ہی لٹک رہا تھا ابھی گھڑیال کی سریلی آواز محو نہیں ہوئی تھی کہ دالان کے دروازے پر چند سپاہی داخل ہوئے ان سپاہیوں میں سے چار ملکہ کے محافظ خاص تھے یہ سب بہت جسیم اور قوی ہیکل تھے ان کے سروں پر بڑے بڑے شہیر کے شکل کے خود تھے اور ان کے نیچے ان کے لمبے لمبے خوبصورت بال دکھائی دیتے تھے۔

ملکہ نے ہرمقس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اس غدار کو پکڑ لو۔'' محافظ سپاہیوں کا سردار حکم تسلیم بجالایا اور تلوار سونت کر ہرمقس کی طرف بڑھا لیکن ہرمقس انتہائی غصے کی وجہ سے بالکل آپے سے باہر ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ اس پر دیوانہ وار جھپٹا اور ایسی سخت ضرب رسید کی کہ وہ بھاری تن توش کا آدمی سر کے بل زمین پر گر پڑا اس کی زرہ بکتر سے سنگ مرمر کے فرش پر شور عظیم پیدا ہوا۔ ہرمقس نے لپک کر اس کی تلوار اور ڈھال چھین لی اتنے میں دوسرا آدمی جوش سے اس کی طرف بڑھا تو ہرمقس نے اس کا وار اپنی ڈھال پر لیا اور تلوار کا ایک بھرپور وار کا ہاتھ مارا اور تلوار اس جگہ اتری جہاں گردن کا نچلا حصہ کندھے سے ملتا ہے اور اس کی زرہ بکتر کی گرہوں کو کاٹتے ہوئے اس کی گردن میں دھنس گئی، وہ تیورا کر زمین پر گرا اور سرد ہو گیا یہ دیکھ کر تیسرا آدمی پھر آگے بڑھا۔

لیکن قبل اس کے کہ وہ ہرمقس پر حملہ کرے ہرمقس نے اپنی تلوار اس کے جسم میں پیوست کر دی وہ تڑپ کر فرش پر گر پڑا اور گرتے ہی جان دے دی۔ اب اس کے سامنے صرف ایک رہ گیا وہ نعرہ مار کر اس کی طرف بڑھا لیکن اس وقت ہرمقس کا خون کھول رہا تھا اس نے اس آخری آدمی پر ٹوٹ کر حملہ کیا۔ عورتوں نے

خوف کے سبب ایک چیخ ماری لیکن ملکہ خاموشی سے غیر مساوی جنگ کا نظارہ کرتی رہی کہ اچانک ہرمقس کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور تلوار نیچے گر پڑی اور وہ نہتا ہوگیا تو سپاہی نے اس کی بے بسی دیکھ کر مسرت کا نعرہ لگایا اور اس نے بجلی کی سرعت سے ہرمقس پر وار کیا لیکن سرعت سے ہرمقس نے اس کا وار ڈھال پر روک لیا سپاہی نے پھر وار کیا اور ہرمقس نے پھر روک لیا جب اس نے تیسری بار تلوار اٹھائی تو ہرمقس نے محسوس کیا کہ اب یہ وار کامیاب نہیں رہے گا اس لئے اس نے پورے زور سے ڈھال کو سپاہی کے منہ پر دے مارا ضرب کی شدت کی وجہ سے اس کے پیر لڑکھڑا گئے اور قبل اس کے کہ وہ سنبھل کر وار کرے ہرمقس اس کی طرف تیزی سے لپکا اور گتھم گتھا ہوگیا اور ایک دومنٹ دونوں ریل پیل کرتے رہے ہرمقس کے بازوؤں میں جوانی کا زور تھا اس لئے وہ جلدی سپاہی پر غالب آ گیا اور اسے کھلونے کی طرح اٹھا کر فرش پر اس قدر زور سے پٹخا کہ اس کی ہڈیاں چکنا چور ہوگئیں، اس کے گرنے کی دیر تھی کہ اس پر موت کی خاموشی طاری ہوگئی اس سپاہی کو زور سے نیچے پھینکنے کی وجہ سے ہرمقس خود کو سنبھال نہ سکا اور لڑکھڑا کر نیچے گر پڑا۔ جوں ہی وہ نیچے گرا تو سردار جواب تک اپنے حواس فراہم کر چکا تھا ہرمقس کی طرف بڑھا اور اس نے سپاہیوں میں سے کسی ایک کی تلوار سے ہرمقس کے شانوں پر شدید ضربیں پہنچائیں چونکہ ہرمقس زمین پر گرا پڑا تھا اس لئے اس کی ضربیں مہلک ثابت نہ ہوئیں گھنے بالوں اور دبیز کامدار ٹوپی نے بھی اپنا کام کیا اور جسم میں زندگی کی رمق باقی رہ گئی۔

معلوم نہیں اس کے دل میں کیا خیال آیا کہ اس نے گرا دیکھ کر ہرمقس کا کام تمام نہ کیا۔ اب سنگ دل خواجہ سراؤں کو اپنی مردانگی دکھانے کا موقعہ ہاتھ آیا جو لڑائی کی آواز سن کر دالان میں دبک کر حیوانوں کی طرح ایک گوشے میں سہمے کھڑے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ ہرمقس بہت تھک گیا ہے تو دوسری طرف سے تیزی سے جھپٹے اور ہرمقس کا کام تمام کرنے کے لئے تیار ہوگئے ممکن تھا کہ وہ ہرمقس کو اپنی سفا کی کا شکار بنا لیتے کیونکہ ملکہ بالکل خاموش کھڑی تھی اور اس کے بشرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے خواجہ سراؤں نے ہرمقس کا سر اپنی طرف کھینچا اور اپنے خنجر اس کے گلے میں پیوست کرنے کو ہی تھے کہ شارمیاں تیزی سے آگے بڑھی اور خواجہ سراؤں کے اور ہرمقس کے درمیان آ گئی اور وہ ہرمقس کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر ہٹ گئے۔ سردار بھی آگے بڑھا اور اس نے ان خونخوار بھیڑیوں کو کھینچ کر دور کیا پھر اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں کہا۔

''محترم ملکہ اس نوجوان کا قصور معاف فرما دیجئے مجھے مشتری کی قسم یہ ایک بہادر آدمی ہے اس نے ایک ہی گھونسے میں مجھے نیچے گرا دیا اور پھر نہتا ہونے کے باوجود تین مسلح آدمیوں کو پیغام اجل دیا۔ میری استدعا ہے کہ آپ اس کی جان بخشی فرمائیں اس کا قصور معاف کرنے کے بعد میرے سپرد کر دیجئے۔''

شارمیاں نے بھی اس کی تائید کی اور کانپتے ہوئے کہا ''رحمدل ملکہ، یسوع کے لئے اس بہادر شخص کا قصور معاف فرما دیں۔'' ملکہ ہرمقس کے پاس آئی اس نے پہلے ان سب کو دیکھا جنہیں ہرمقس نے لقمۂ اجل بنایا تھا پھر ہرمقس کی طرف نظر کی جو دو دن پہلے اس کا منظور نظر تھا۔ اس وقت ملکہ کی نظریں ہرمقس کی نظروں سے ملیں ہرمقس نے ایک لمبی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

''ملکہ مصر میں تم سے کوئی امان نہیں چاہتا بہتر ہوگا کہ اس بازی میں بھی تمہاری جیت ہو۔''

یہ الفاظ سن کر ملکہ کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی اور اس نے شارمیاں سے ہنستے ہوئے کہا۔ ''کیا تمہیں واقعی اس شخص سے اتنی محبت ہے کہ تم نے اپنا نازک جسم ان سفاک بھیڑیوں کے پنجوں اور ان کے شکار کے درمیان ڈال دیا۔'' یہ کہہ کر اس نے خواجہ سراؤں پر ایک قہر آلود نظر ڈالی تو وہ سہم کر ایک کونے میں کھڑے ہوگئے۔ شارمیاں نے فوراً جواب دیا۔ ''محترم ملکہ آپ جو چاہیں کہیں میں یہ پسند

نہیں کرتی کہ ایسا دلیر شخص ان بزدل خواجہ سراؤں کے ہاتھوں ہلاک ہو۔"

ملکہ نے کہا۔ "تم سچ کہتی ہو یہ ایک بہادر شخص ہے اور بڑی جوانمردی سے لڑا ہے، میں نے روما کے حربی کھیلوں میں بھی کسی شخص کو اس قدر جانبازی سے لڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اچھا میں اس کی جان بخشی کرتی ہوں اگر چہ یہ فعل میری نسوانی کمزوری کا نتیجہ ہوگا، دیکھو اس کو اٹھا کر اس کے کمرے میں پہنچا دو اور اس کی اچھی طرح نگہداشت کرو۔"

ہرمقس بے ہوش ہو چکا تھا، اس کو دنیا کی کوئی خبر نہ تھی۔

ہرمقس خوابوں کی دنیا میں چلا گیا۔ وہ خواب جو کہ لامتناہی تھے ایسا لگتا تھا کہ وہ سال ہا سال سے کرب واضطراب کے سمندر میں تھپیڑے کھا رہا تھا۔ ان خوابوں میں اس کو بعض اوقات ایک حسین عورت کے ہمدرد چہرے کی جھلک دکھائی دیتی تھی اور بعض اوقات ایک شاہانہ خد وخال کا مادرانہ چہرہ اس کے چہرے پر جھکا ہوا معلوم ہوتا تھا وہ اس نیم بے ہوشی کے عالم میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ کس کا چہرہ ہے وہ اپنے خوابوں میں مقدس دیوی کو پکارتا رہا اگر چہ اس کا ذہن اس کا صحیح تصور نہیں کر سکتا تھا اس کے سامنے نہ تو کوئی بادل قربان گاہ پر اترتا تھا اور نہ مقدس ماں کا نورانی پیکر نمایاں ہوتا تھا لیکن بعض اوقات ایک بلند آواز یہ کہتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔" زمین کے فرزند ہرمقس کا نام مقدس دیوی کے صحیفہ بقا سے محو کر دو چونکہ وہ ابدی طور پر گمراہ ہو چکا ہے۔" پھر ایک آواز جو اس آواز کا جواب دیتی معلوم ہوتی یہ کہتی۔

"نہیں ابھی اس کے نام پر خط تنسیخ مت کھینچو کیونکہ اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے وہ ریاضت شاقہ سے اپنی معصیت کا داغ مٹا سکتا ہے۔"

کچھ عرصہ ہرمقس کی دنیائے حیات پر موت کے گھٹا ٹوپ بادل چھائے رہے اور اس کا دل ظلمتوں کے بحر بے پایاں میں غرق رہا اس کے سینے میں زندگی ایک نیم بسمل فاختہ کی طرح پھڑ پھڑاتی رہی لیکن آہستہ آہستہ اس کا جسم قوت پکڑتا گیا اور پھر اس نے آنکھ کھولی اس کی آنکھیں پھر عالم نور سے دوچار ہوئیں لیکن ابھی ان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ سورج کی شوخ کرنوں کو برداشت کر سکیں اس لئے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ عین اس وقت ایک عورت کے لباس کی سرسراہٹ اور سیڑھیوں پر آہستہ آہستہ چڑھنے کی آواز سنائی دی۔ ہرمقس نے اپنی نقاہت کے باوجود اسے پہچان لیا کہ وہ ملکہ ہے۔ وہ آہستہ سے کمرے میں داخل ہوئی اس کے پاؤں کی آہٹ ہرمقس کے کان تک پہنچی اس نے محسوس کیا کہ وہ اس کی طرف آ رہی ہے اور اس کے ساحرانہ اثر سے کمزور جسم کی ہر رگ تھرتھرا اٹھی ہے ملکہ کی گہری محبت اور شدید نفرت کے جذبات اس کے دل میں متصادم ہوئے اور اس کے جسم ان کی کشمکش سے مضمحل ہو گیا۔ وہ ہرمقس کے اوپر جھکی اور اس کا معطر سانس اس کے چہرے سے مس کرنے لگا۔ ملکہ کے نازک ہونٹ بہت نرمی سے ہرمقس کی پیشانی سے مس ہوئے اور اس نے ان الفاظ میں اپنے خیالات کی ترجمانی کی۔

"اے نحیف وناتواں انسان جو اب موت کی دنیا میں داخل ہو رہا ہے تیرے ساتھ قسمت نے بہت سختی برتی ہے تو میری جیسی خود پرست عورت کا بازیچہ بننے کے لائق نہ تھا بہت بہتر ہوتا کہ اس بازی میں تیری جیت رہتی لیکن افسوس کہ بغاوت کے منصوبے گانٹھنے والے کاہنوں نے تجھے مردم شناسی کی تعلیم نہ دی وہ تجھے انسانوں کے فطری میلانات سے نپٹنے کے طریقے نہ بتا سکے۔ تو میرے ساتھ دل وجان سے محبت کرتا تھا اور ایک بے باک شخص کی طرح ان آنکھوں کو دیکھنا پسند کرتا تھا جو تجھے ایک بحری قزاق کی طرح تباہی کی طرف لے جانا چاہتی تھیں تو ان ہونٹوں پر جان دیتا تھا جو تجھے دھوکے دیتے تھے اور غلام کے تیرے نام سے یاد کرتے تھے یہ بازی ایک بہت بڑی بازی تھی اور میں نے اسے بہت ہوشیاری سے جیت لی پھر بھی میں تیری ناکامی پر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتی اب تو

عالم جاوداں کو سدھار رہا ہے اس لئے تجھے الوداع کہتی ہوں شاید تیری طبعی موت بھی ایک خدا ساز بات ہو کیونکہ میں نہیں کہہ سکتی کہ جب میرے لطف و کرم کے لمحات گزر جاتے تو میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی میرے بوڑھے طبیب کہتے ہیں کہ تو جانبر نہیں ہو سکتا پھر بھی اگر انہوں نے تیرے علاج معالجہ میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت کیا تو میں ان کی اچھی طرح خبر لوں گی۔ اے عدم کو جانے والے ذرا بتا اب ہماری ملاقات کس جگہ ہو گی شاید ہم چند سال بعد یا ممکن ہے کل ہی ایک دوسرے سے ملاقات کریں۔

اس لئے میرا دل یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہے کہ تو وہاں میرے ساتھ کس طرح پیش آئے گا کیا تو مجھے نفرت کی نظر سے دیکھے گا کیونکہ رشتہ محبت دنیا کے عارضی رنجشوں سے منقطع نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف نفرت ہی ہے جو تیزاب کی طرح بلند فطرت انسانوں کو کھا جاتی ہے اور ان کی فطرت کا ناگوار پہلو آشکار کرتی ہے خواہ میرے قصور کتنے ہی زیادہ ہوں پھر بھی میں یقین کرتی ہوں کہ تو میرے ساتھ محبت کرے گا۔

اے کاش کہ میں بھی تیرے ساتھ محبت کر سکتی جس طرح تو میرے ساتھ کرتا تھا۔ جب تو نے میرے محافظ سپاہیوں کو ہلاک کیا تو میں تیرے ساتھ تقریباً ایسی ہی محبت کرتی تھی لیکن پھر بھی یہ تیری طرح ایک جذبہ بے اختیار نہ تھا۔

آہ میرا دل کتنا مضبوط قلعہ ہے کہ کوئی شخص اس پر قبضہ نہیں کر سکتا جب میں اس کے دروازے کھول دیتی ہوں اس وقت بھی کوئی انسان اس پر قابض نہیں ہو سکتا، اے کاش میں یہ خود پرستی ترک کر سکوں اور تیرے جیسے محبت شعار انسان کی روح میں جاذب ہو جاؤں۔

اے کاش میں ایک سال، ایک مہینہ ایک گھنٹہ کے لئے سیاسی بندشوں سے آزاد ہو کر ایک محبت کرنے والی پر خلوص عورت بن جاؤں بہت ممکن ہے کہ میری زندگی کا کھیل ختم ہونے سے پہلے میری شامت اعمال میرے آگے آئے اور میں اپنے آپ کو بھی ایک فریب میں مبتلا پاؤں خیر کچھ ہو میں تجھے آخری بار الوداع کہتی ہوں اور یہ امید کرتی ہوں کہ تو اس دنیا کے واقعات فراموش کر دے گا۔"

ان جذبات کا اظہار کرنے کے بعد ملکہ واپس جانا چاہتی تھی کہ اس اثنا میں ایک اور زنانے لباس کی سراسراہٹ محسوس ہوئی اور سیڑھیوں پر آہستہ آہستہ چڑھنے کی آواز سنائی دی۔ ملکہ نے کہا۔" نثار میاں کیا یہ تم ہو۔ افسوس تمہاری تیمارداری کے باوجود مریض کی حالت ہر لحظہ غیر ہوتی جاتی ہے۔"

نثار میاں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔" نیک نفس ملکہ میں نے بھی ان سن رسیدہ طبیبوں کی زبانی یہی سنا ہے کہ یہ بے چارہ گزشتہ چالیس گھنٹوں سے مخدوش حالت میں ہے اور اس کے سانس میں اتنی توانائی بھی نہیں کہ ایک لفظ بھی روا کر سکے۔ میں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا ہے لیکن مجھے اس کے دل کے دھڑکنے کی آواز سنائی نہیں دی۔ میں پورے دس دن شبانہ روز اس کی نگہداشت کرتی رہی میری آنکھیں بے خوابی کی وجہ سے باہر نکلی پڑتی ہیں۔ میں تھکن کی وجہ سے اپنے آپ کو بمشکل سنبھالتی ہوں لیکن افسوس صرف اتنا ہے کہ میری محنت رائیگاں جائے گی۔ سنگدل سردار کی ضرب اپنا کام کر چکی ہے اور اس کا زندہ رہنا محال ہے۔"

ملکہ نے کہا۔" محبت اپنی خدمات کا حساب نہیں کیا کرتی اور نہ اپنی مہربانیوں کو تاجروں کی طرح میزان میں تولا کرتی ہے وہ اپنی محبت کی قربان گاہ پر ہر قسم کی بھینٹ چڑھاتی ہے اور جان تک قربان کرنے میں دریغ نہیں کرتی یہ تیمارداری کی راتیں تیرے دل کو تمام راتوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ کیونکہ تو اپنے دل کی چاہ سے اپنے منظور نظر کی خدمت میں معروف ہے اس نوجوان کی بڑھتی ہوئی ناتوانی کا دردناک منظر تیری ہمدرد طبیعت پر چوٹ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ تو اس شخص سے محبت کرتی ہے جو تیرے ساتھ محبت نہیں کرتا۔"

نثار میاں نے جواب دیا۔" یہ محض آپ کا خیال

ہے میں اس شخص سے محبت کرتی ہوں کیونکہ جو انسان میری ملکہ کا خیر خواہ نہیں مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی، میں تو صرف اس کی بے چارگی پر رحم کھا کر اس کی نگہداشت کر رہی ہوں۔"

ملکہ نے ہنستے ہوئے کہا۔"رحم بھی تو محبت کا دوسرا نام ہے، معلوم نہیں قدرت نے عورتوں کی فطرت کس قسم کی بنائی ہے کہ وہ اپنی محبت کے اظہار کے لئے عجیب و غریب طریقے اختیار کرتی ہیں۔ لیکن تو نے ان سب کو مات کر دیا کیونکہ تیری محبت کا انداز، ان سب سے نرالا ہے افسوس تو اپنے جذبات کے ہاتھ میں ایک بے جان کھلونا ہے کبھی محبت کی لہر تجھے انتہائی بلندیوں تک لے جاتی ہے کبھی نفرت کے سمندر میں غرق کر دیتی ہے کبھی تو صبح کے نکھرے ہوئے آسمان کی طرح اپنے پہلو میں ایک گداز اور شفیق دل رکھتی ہے کبھی رشک میں مبتلا ہو کر سمندر سے زیادہ بے رحم ہو جاتی ہے آہ ہم عورتوں کی فطرت ہی یہی ہے تھوڑی ہی مدت میں تیرے اشکبائے حسرت تاسف حرماں نصیبی اور عہد الفت کی غم انگیز یاد کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہے گا۔

میرے اس صدی کے دوست عورت کی فطرت کیا تیرے زمانے میں بھی یہی ہے۔" بوڑھی آواز سنائی دی۔

"ہر مقس جیسا ہوشیار کاہن ملکہ قلوپطرہ کے جال میں پھنس گیا تھا اور ملکہ کی بدلتی رنگت نے اس کی حالت خراب سے خراب کر دی تھی وہ ملکہ کو سمجھ کر بھی نہیں سمجھا تھا ہر دفعہ ملکہ کا ایک نیا پہلو اس کے سامنے آ رہا تھا۔"

یہ سن کر رولوکا بولا۔"تم نے درست کہا، میرے قدیم دنیا کے دوست، عورت کی فطرت جو رب کائنات نے بنائی ہے۔ ملکہ مصر اس کی بگڑی ہوئی شکل تھی اس کے ساتھ کچھ ایسا ضرور ہوا ہوگا کہ تصویر الٹ گئی اس کی فطرت بدل گئی وفا اور ایثار ختم ہو گیا اس کی جگہ موقعہ شناسی اور مطلب پرستی نے لے لی۔ تم آگے کی کہو۔"

"میرے دوست باقی باتیں کل کیونکہ آج کا وقت ختم ہونے کو ہے۔" اور پھر بوڑھی آواز بند ہو گئیں۔

گوتل نے بستر چھوڑ دیا اور ناشتہ بنانے کی تیاری کرنے لگا۔ قاسم اور زلیخا اٹھ کر روز کی طرح رولوکا کے پاس آ گئے اور قاسم بولا۔"آج ایک نئی بات ہوئی ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔"بتاؤ کیا نئی بات ہے۔" تو قاسم بولا۔

"میں جب سے یہاں آیا ہوں مجھے خواب کبھی نہیں آیا مگر گزشتہ رات ایک عجیب خواب میں دیکھا ہے۔"

رولوکا بولا۔"بتاؤ تم نے کیا دیکھا ہے؟"

قاسم نے بتایا۔"میں نے دیکھا کہ میں ایک صحرا میں سفر کر رہا ہوں میرے ساتھ میرا ایک راہ بر ہے یہ سفر بڑا دشوار ہے گرم ہوائیں اور تیز ہوا کے ساتھ ریت کے ذرات جسم کو جلائے دے رہے ہیں۔ میں اپنے راہ بر سے پوچھتا ہوں۔"تم مجھے کہاں لئے جا رہے ہو، وہ کہتا ہے جانا تو پڑے گا تو اس نسل کا آخری انسان ہے تو اس ظالم انسان کی نشانی ہے۔ جس نے ہم مصریوں کی زندگی اجیرن کر دی تھی تیرے بڑوں نے جو ستم ڈھائے ہیں ان کو ہماری روحوں نے فراموش نہیں کیا تو خوش نصیب ہے کہ تیری پیدائش مصر سے باہر ہوئی مگر تو ہماری گرفت سے باہر نہیں ہے تو خود آ گیا ہے مگر تیرے ساتھ کچھ ایسا ہے کہ ہم تجھ تک نہیں جا پاتے مگر تو دیکھ لے تجھے آنا ہے تیرا آخری ٹھکانا یہی صحرا ہے کیونکہ تیرے آباؤ اجداد بھی اسی ریت میں دفن ہیں۔" اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنی جگہ پر تھا آپ بتائیں میں کون ہوں اور وہ کون تھا؟"

"دیکھو قاسم اس میں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے میں تم کو اس سرزمین پر لایا ہی اس غرض سے تھا کہ تمہارا تعلق اس سرزمین سے کچھ نہ کچھ ضرور ہے تمہاری بیماری کا علاج بھی اسی جگہ ہے ابھی یہ پتہ نہیں کہ تمہارا تعلق کسی ایسے شخص سے ہے جو کہ مصریوں کے لئے قابل نفرت تھا کیونکہ ماضی میں مصر پر یونانیوں اور رومیوں نے ہزاروں سال حکومت کی ہے اور ان سب نے مصریوں پر ظلم ہی کیا ہے اس جگہ جہاں پر تم موجود ہو ہزاروں مصری قیدی

ہلاک ہوئے ہیں کیونکہ اہرام بنانے کو اس پہاڑی کو کاٹ کر پتھر کے بلاک یہی لوگ اس مقام پر پہنچاتے تھے سیکڑوں من پتھروں کو ریت پر گھسیٹ کر لے جانے میں وہ مر جاتے تھے مگر غیر ملکیوں کو ان کے مرنے کی پرواہ نہیں تھی وہ اپنے مقبرے اور اہرام بنانے میں لگے خود موت سے ڈرنے والے کسی مزدور قیدی کی موت کی فکر نہیں کرتے تھے وہ اتنے خود غرض اور بے حس تھے کہ عورتوں اور بچوں تک سے محنت کرواتے تھے ان حالات میں مصر کے عوام ان سے کس طرح محبت کرتے، یہ ہزاروں سال کی نفرت کے نشانات اب تک موجود ہیں اور اسی نفرت کا نشانہ تم ہو مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں بہت جلد پتہ چل جائے گا کہ تم کسی ایسے شخص کے آخری چشم چراغ ہو جو کہ مصریوں کا ناپسندیدہ تھا۔"

"اس کا مطلب ہوا، میں یہاں پر سخت خطرے میں ہوں۔" قاسم گھبرا کر بولا۔

"اگر تم خطرے میں ہوتے تو وہ خطرہ تمہارے سامنے آ چکا ہوتا، تم یہاں پر محفوظ ہو، تمہاری حفاظت ہو رہی ہے، مجھے صرف اس وقت کا انتظار ہے جب تمہارا دشمن میری نظر میں آئے اور وہ جلد ہی میری نظر میں آنے والا ہے تم بے فکر ہو کر یہاں رہو تم دیکھ رہے ہو کہ اس ویران صحرا میں زندگی رواں دواں ہے، میں بے وجہ قیام پذیر نہیں ہوں کچھ وجہ تو ہے، مجھے کچھ تو نظر آ رہا ہے میں تم کو تمہاری نسل کو یہ بتا رہا ہوں جو کہ مجھے بتانا نہیں چاہئے۔"

گوئل کی آواز آئی وہ ناشتہ کے لئے سب کو آواز دے رہا تھا۔

☆......☆......☆

کون اندازہ کر سکتا ہے کہ ملکہ ہرمقس سے نفرت کرتی تھی یا محبت ملکہ کے جانے کے بعد شار میاں ہرمقس کے پاس آ کھڑی ہوئی اس کی سیاہ آنکھوں سے ایک بوند آنسو کی ہرمقس کے چہرے پر گری جس طرح کالی گھٹا سے بارش کا پہلا قطرہ نیچے گرتا ہے اس نے غم سے بھرے لہجے میں کہا۔

"افسوس تم وہاں جا رہے ہو جہاں میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی، میرے محبوب اگر میں کسی طرح اپنی جان دے کر تمہاری جان بچا سکوں تو یہ بات میرے لئے مسرت کا باعث ہوگی۔

ہرمقس نے اپنی پوری طاقت جمع کی اور آنکھیں کھول کر کہا۔

"عزیز من زیادہ غم نہ کرو کیونکہ میں اپنے جسم میں کچھ توانائی محسوس کرتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ موت میری زندگی پر غالب نہیں آ سکتی۔" شار میاں خوشی کے مارے اچھل پڑی اس کا چہرہ جوش مسرت سے تمتما اٹھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صبح کی ابتدائی شفق گوں روشنی آسمان کے زرد اور غم آلود چہرے پر چھا گئی ہے اس کا خوبصورت چہرہ گلاب کی طرح شگفتہ ہو گیا اور اس کی دھندلی اور غمگین آنکھیں ستاروں کی طرح چمک اٹھیں اس کے آنسوؤں کی بارش سے ایسی دلآویز تابندگی رونما ہوئی جیسی کہ سمندر کی لہروں پر طلوع چاند کے منور ہونے سے رونما ہوتی ہے۔

وہ ہرمقس کے پلنگ کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور کہا۔ "میں سمجھتی تھی کہ تمہاری زندگی کے دن پورے ہو چکے لیکن دیوتاؤں نے میری دعا سن لی اور قبول کر لی، میں تمہیں پھر زندہ دیکھ رہی ہوں میری خوش قسمتی ہے کہ تم موت سے بچ گئے لیکن تمہاری آنکھیں کیوں بند ہوتی جاتی ہیں۔ غالباً یہ زیادہ دیر جاگتے رہنے کا نتیجہ ہے تمہیں ابھی کچھ دیر اور سونا چاہئے۔" یہ کہہ کر ہرمقس کے پاس وہ بیٹھ گئی اور اپنا سرد ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھ دیا تا کہ وہ نیند کی وادی میں کھو جائے۔

جب ہرمقس نے دوبارہ آنکھ کھولی تو روزن دیوار سے طلوع سحر کے آثار نمایاں تھے اور شار میاں اسی طرح گھٹنے ٹیکے اس کے پلنگ کے پاس بیٹھی تھی ہرمقس نے آہستہ سے کہا۔ "کیا میں اتنی دیر سوتا رہا ہوں۔"

وہ فوراً اٹھی اور ہرمقس کو محبت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "ہاں آج تم کافی دیر سوئے ہو۔"

ہرمقس نے پوچھا۔" کتنی دیر۔" شارمیاں بولی۔" نو گھنٹے۔"

ہرمقس بولا۔" کیا تم تمام وقت میرے پاس اسی طرح بیٹھی رہی ہو۔"

وہ بولی۔" تم ان باتوں سے اپنی طبیعت پریشان نہ کرو میں تمہارے پلنگ پر سر رکھ کر سوئی تھی اس لئے کہ مجھے ڈر تھا کہ اگر میں ذرا بھی اپنی جگہ سے سرکی تو تم جاگ اٹھو گے اور پھر تمہیں رات بھر نیند نہیں آئے گی۔"

ہرمقس نے کہا۔" مجھے ڈر ہے، کہیں شب بیداری سے تمہاری صحت خراب نہ ہو جائے۔"

اس نے لاپرواہی سے کہا۔" کوئی بڑی بات نہیں، تم اپنے دماغ پر اس قدر بوجھ نہ ڈالو۔ اب میں برابر کے کمرے میں آرام کرتی ہوں، تمہیں ذرا بھی تکلیف ہو تو خادموں کے ذریعہ مجھے بلا لینا۔"

یہ کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھی لیکن رات بھر بیداری کی وجہ سے وہ اس قدر تھک چکی تھی کہ اٹھتے ہی فرش پر گر پڑی اسے گرتے دیکھ کر ہرمقس کو شرم آئی کیونکہ اس میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ اٹھ کر اس کی مدد کرتا اس نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ " کوئی بات نہیں ہے چلتے وقت میرا پاؤں پھسل گیا تھا۔ دیکھو میں اب پھر سنبھل گئی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ پھر اٹھی اور اٹھتے ہی دوبارہ زمین پر گر پڑی اب کی بار اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

" آج تو میں اس طرح گر رہی ہوں گویا میں کچھ پیئے ہوئے ہوں غالباً یہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے ہے اب میں جا کر سوتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ ایک مدہوش شخص کی مانند اونگھتی اور لڑکھڑاتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی جب وہ چلی گئی تو ہرمقس کو پھر نیند آ گئی کیونکہ ابھی اس کے جسم میں اتنی جان پیدا نہیں ہوئی تھی کہ وہ زیادہ دیر گفتگو کر سکے۔ جب اس نے دوبارہ آنکھ کھولی تو دوپہر ڈھل چکی تھی وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور گردوپیش کی چیزوں پر نظر ڈالنے لگا اب اس کی طبیعت پہلے سے بہت بہتر تھی اس لئے اس نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔

شارمیاں قریب ہی بیٹھی تھی اور اس کا چہرہ جوش مسرت سے رشک آفتاب معلوم ہوتا تھا جب وہ کھا چکا تو بولا۔" یہ صرف تمہاری محنت اور ہمدردی کا نتیجہ ہے کہ میں اپنے آپ کو دوبارہ زندہ انسانوں میں شمار کرتا ہوں۔"

شارمیاں بولی۔" جانے بھی دو تم ان باتوں کا ذکر ہی کیوں کرتے ہو مجھے یہ باتیں سن کر بہت شرم آتی ہے۔"

ہرمقس نے کہا۔" بہتر ہوتا کہ تم مجھے قید ہستی سے آزاد ہو جانے دیتیں کیونکہ اب زندگی میرے لئے لعنت بن چکی ہے، یہ بتاؤ کہ ملکہ اپنے سفر پر کب روانہ ہو گی۔"

اس نے کہا۔" بیس دن میں یہاں سے روانہ ہو جائے گی اور اس قدر شان و شوکت کے ساتھ کہ شاید ہی کسی ملکی حکمران نے ایسا کیا ہو۔ معلوم نہیں کہ اس قدر سونا اسے کہاں سے ہاتھ آیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ساری دنیا کا سونا اس کے پاس آ گیا ہے۔" ہرمقس جانتا تھا کہ ملکہ نے یہ دولت کہاں سے حاصل کی ہے اس لئے اس کی روح کانپ اٹھی اور اس نے خاموشی اختیار کر لی پھر اس نے پوچھا۔" کیا تم بھی اس کے ساتھ جا رہی ہو؟"

شارمیاں بولی۔" میں اور تم سارا دربار اس کے جلو میں روانہ ہوگا۔"

ہرمقس نے پوچھا۔" میں بھی وہ کس لئے۔"

شارمیاں نے جواب دیا۔" اس لئے کہ تم اس کے غلام ہو اور وہ چاہتی ہے کہ اس کے پیچھے سنہری زنجیریں پہن کر چلو، علاوہ ازیں اس کو ڈر ہے کہ اگر تمہیں اسکندریہ میں رہنے دیا گیا تو تم کوئی اور سازش برپا نہ کر دو۔"

ہرمقس نے کہا۔" کیا میں کسی طرح بھاگ نہیں سکتا؟"

شارمیاں بولی۔" تم کمزور ہو نحیف ناتواں ہو تم کس طرح بھاگ سکتے ہو اور پھر اس صورت میں ملکہ نے تم پر سنگین پہرہ بٹھا رکھا ہے اور اگر یہاں سے بھاگ بھی جاؤ تو بھی مصر میں ایسا کون ہوگا جو تمہارا ساتھ دے گا۔" یہ سن کر ہرمقس کے دل کو بہت رنج ہوا اور اس کی آنکھوں

سے بے اختیار آنسو نکل آئے، اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تو شارمیاں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "یہ گریہ زاری بے سود ہے تم بہادر انسانوں کی طرح اپنے مصائب کا مقابلہ کرو تم نے جو کچھ بویا ہے وہی تمہیں کاٹنا ہوگا جب فصل کاٹی جا چکتی ہے تو دریا میں طغیانی آ جاتی ہے اور دریا کا پانی بوسیدہ جڑوں کو بہا کر لے جاتا ہے پھر آدمی کو موقعہ ہاتھ آتا ہے کہ وہ نئی اور بہتر فصل اگائے اور وقت آنے پر اس کو کاٹ کر کھلیان میں جمع کرے اسی طرح ممکن ہے تمہیں اپنی سابقہ ناکامیوں کے بعد کامیابی حاصل ہو اور تم سلیقیہ میں پہنچ کر ملکہ کے پنجے سے آزاد ہو جاؤ، اب میں تم سے رخصت ہوتی ہوں کیونکہ تمہاری حالت اب کافی سدھر چکی ہے، میں اب بھی کبھی کبھی تمہاری مزاج پرسی کے لئے آیا کروں گی اور دیکھوں گی کہ تمہاری ضرورت کو پورا کرنے میں کوئی کوتاہی تو نہیں کی جاتی۔"

شارمیاں چلی گئی اور پھر دو تین ہفتہ ہرمقس کے پاس نہ آئی اور اس کی بجائے ایک طبیب اور دو کنیزیں ہرمقس کی تیمارداری کرتی رہیں جوں جوں ہرمقس کے زخم اچھے ہوتے گئے اس میں زیادہ طاقت آتی گئی۔ وہ اپنے بستر پر اٹھ بیٹھا اور ایک ہفتہ کے بعد تو اس قابل ہو گیا کہ گھنٹہ بھر محل کے باغات میں سیر کرے۔

دوسرا ہفتہ گزر جانے کے بعد غور وفکر کرنے کی اہلیت بھی پیدا ہوگئی اور وہ باہر کے حالات میں دلچسپی لینے لگا لیکن اس کا زیادہ وقت اپنے کمرے میں ہی گزرتا تھا۔

آخر ایک دن شارمیاں اس کے پاس آئی اور کہا۔ "ملکہ نے تمہیں سفر کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا ہے کیونکہ شاہی بیڑا دو دن میں ساحل شام کی طرف روانہ ہو جائے گا، میں نے ملکہ سے استدعا کی کہ تم کو اس ناتوانی کی حالت میں سفر کرنے کی اجازت نہ دے مگر ملکہ نے اپنا حکم قائم رکھا ہے، اب تم تیاری کرو۔"

مدہ کی روانگی کا دن آیا تو چند غلام ہرمقس کو پالکی میں بٹھا کر ساحل تک لے گئے پھر اسے ایک کشتی میں سوار کر کے جہاز تک پہنچایا گیا۔ ملکہ اور شارمیاں دوسرے جہاز پر سوار تھیں جو وضع قطع میں نہایت عظیم الشان محل کی مانند تھا۔ اس کے اندر نہایت خوبصورت سامان اور ریشمی پردے لگے ہوئے تھے یہ جہاز خوبصورت اور بیش قیمت ہونے کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ تھا۔ ملکہ کے عظیم الشان بیڑے کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ سب کے سب کسی بڑی مہم پر جا رہے ہیں۔ اس جہاز میں ملکہ کے حسن کا خیال رکھنے کو ہر قسم کی کنیزیں موجود تھیں کچھ اس کے لباس کا خیال رکھتی تھیں اور کچھ اس کے حسن کو دوچند کرنے پر معمور تھیں ملکہ اپنے ذاتی خیال میں انتنی کو ختم کرنے نکلی تھی لیکن ہرمقس اس بات کو پوری طرح سمجھتا تھا ملکہ انتنی کے کمزور پہلوؤں کو خوب جانتی تھی اس کی سیاست کا پہلا تیر انتنی کو لگنا تھا اس نے اسی لئے خود کو اور زیادہ حسین سے حسین تر بنا کر انتنی کے روبرو پیش کرنا تھا، انتنی پر پہلا وار اتنا گہرا اور کارگر کرنا تھا کہ وہ ملکہ کے حسن کا اسیر ہو جائے۔

ملکہ کا اشارہ پا کر بیڑا اسکندریہ سے روانہ ہوا، بہت خوشگوار ہوا تھی۔ بیڑا فی الحقیقت بہت شاندار تھا۔ جہاز کے عقبی حصہ پر سونے کی چادریں منڈھی ہوئی تھیں اس کے بادبان ترمزی بانات کے بنے ہوئے تھے اور اس کے چاندی کے چپو پانی میں ٹکرا کر نہایت شیریں نغمات پیدا کرتے تھے اس کے وسط میں ملکہ بیٹھی ہوئی تھی اس نے زہرہ کی طرح سفید ریشم کا لباس پہن رکھا تھا جو اس کی چھاتی کے نیچے سنہری کمربند سے بندھا ہوا تھا اس کمربند پر نہایت ہی استادانہ صناعی کے ساتھ محبت کے مناظر کی تصویریں کڑھی ہوئی تھیں اس کے اردگرد چھوٹے چھوٹے پھول جیسی رنگت کے خوبصورت لڑکے کھڑے تھے جو پروں کے بنے ہوئے پنکھے جھل رہے تھے یہ لڑکے ان دو چمکتے ہوئے شہپروں کے سوا جو ان کے شانوں سے آویزاں تھے بالکل برہنہ تھے اور ان کے گلے میں کمانیں ترکشوں سمیت لٹک رہی تھیں۔ کشتی چلانے والے ملاح جفاکش مرد نہ تھے بلکہ نازک بدن عورتیں تھیں جن میں سے بعض نے دیویوں اور بعض نے جل پریوں کا لباس پہن رکھا تھا برہنگی اور عطر آلود بالوں کے سوا ان کی کوئی

پوشش نہ تھی۔ یہ عورتیں چپوؤں کی آواز کے ساتھ ترنم کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر نہایت سریلی آواز میں گیت گاتی جارہی تھیں۔ ملکہ کے تخت کے پیچھے محافظ خاص نہایت شاندار زرہ بکتر اور شہپر کی شکل کا خول پہنے ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے کھڑے تھے۔

ہرمقس نہایت عمدہ زر دوزی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ لیکن اس کے دل میں یہ خیال ضرور تھا کہ وہ ایک غلام سے زیادہ نہیں۔ جہاز کے پچھلے حصہ میں خوشبودار قیمتی مصالحے جلائے گئے تھے جن کی خوشبو سے جہاز کی لیک پر معطر بخارات چھوٹے چھوٹے بادل بن کر اڑتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ اسی شاہانہ انداز میں بیڑا عیش وعشرت کا رنگین خواب دیکھتے ہوئے کوہ فارس کی درختوں سے بھری ہوئی ڈھلوانوں کی طرف چلتا گیا جس کے دامن میں ٹارسس کا قدیم شہر آباد ہے جوں جوں جہاز شہر کے نزدیک پہنچتے جاتے تھے اور آگے آگے دوڑتے ہوئے کہتے جاتے تھے۔ ایسا لگتا ہے جیسے آج زہرہ سمندر کے پہلو سے نمودار ہوگئی ہے۔ آخر بیڑے شہر کے پاس پہنچ گئے اور اس کے تمام باشندے جو چل پھر سکتے تھے یا کاندھوں پر اٹھا کر لائے جاسکتے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوگئے اس انبوہ عظیم میں انتی کی فوج بھی شامل تھی صرف ایک انتی تھا جو ان میں شریک نہ تھا اور ان سب سے علیحدہ کرسی پر بیٹھا تھا۔ سفیر خوشامد سے جھکتا اور ہزار ہا آداب بجالاتا ہوا آگے بڑھا۔

اس نے انتی کی طرف سے ملکہ کو تسلیمات کہی اور دعوت میں مدعو کیا لیکن ملکہ نے بڑی شان بے اعتنائی سے کہا۔ ''نہیں تم اپنے انتی سے کہو وہ آج ہماری ناچیز دعوت میں شامل ہوں۔''

سفیر آداب بجا کر رخصت ہوگیا۔ دعوت کے وقت انتی آیا، وہ اپنے ارغوانی رنگ کے لباس میں بہت خوش وضع اور پرشوکت معلوم ہوتا تھا اس کی آنکھیں نیلگوں بال گھنگریالے اور خدوخال ترشے ہوئے یونانی موتیوں کی طرح تھے۔ اس کے چہرے سے شاہانہ سطوت ٹپکتی تھی اور دل کے تمام خیالات رخ پر اس طرح مرقوم تھے کہ ہر شخص ان کا مطالعہ کرسکتا تھا اس کے تمام سپہ سالار اس کے ساتھ تھے ملکہ کے قریب پہنچا تو اس کی آنکھیں حیرت کے سبب کھلی کی کھلی رہ گئیں ملکہ نے بھی اسے اشتیاق سے دیکھا۔

ہرمقس نے یہ بھی منظر دیکھا اور اس کا دل رشک وحسد سے مل گیا۔ شارمیاں جو اپنی جھکی ہوئی نظروں سے تمام واقعات دیکھ رہی تھی۔ ہرمقس کی اندونی کیفیت بھانپ گئی اور متبسم ہوئی لیکن ملکہ نے منہ سے کوئی لفظ نہ کہا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تا کہ انتی اسے بوسہ دے۔

آخر ملکہ نے اپنی شیریں آواز میں کہا۔ ''معزز انتی دیکھو تم نے مجھے بلایا اور میں تمہارے پاس آگئی ہوں۔'' انتی نے اپنی نظریں ملکہ پر گاڑے رکھیں اور اپنی بھاری آواز میں کہا۔ ''ہاں زہرہ میرے پاس آگئی ہے، میں نے نہ صرف ایک عورت کو بلا بھیجا تھا لیکن تم تو ایک دیوی بن کر سمندر کی گہرائیوں سے آشکار ہوگئی ہو۔'' ملکہ نے تبسم کرتے ہوئے نہایت طراری سے جواب دیا۔ ''ہاں میں ایک دیوی بن کر نمودار ہوئی ہوں اور میری خوش قسمتی دیکھو کہ میں ساحل پر ایک دیوتا سے دوچار ہوگئی ہوں۔ اچھا اب ہمیں ایک دوسرے کی مدح کاشتائش ختم کرنی چاہئے کیونکہ زہرہ بھی زمین پر اتر آنے کے سبب بھوک محسوس کررہی ہے۔ معزز انتی اب تم اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔''

''اے میرے اس زمانے کے دانا انسان اب میرے آقا اور دنیا کے شہنشاہ کی بات ہوگی۔''

رولو کا بولا۔ ''میں جہاں تک اندازہ کرسکا ہوں تم انتی کے نہایت قریبی اور منہ چڑھے کارندے ہو۔''

آواز آئی۔ ''تمہارے اندازے غلط نہیں، اے اس دنیا کے دانا انسان تو واحد آدمی ہے جس کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ تجھ سے انتی کا خاص غلام رومی سفیر ڈیلیس ہمکلام ہے، اس سرزمین پر اپنے آقا کا منتظر ہوں اور اس آخری انسان کا منتظر ہوں جو کہ مصر کے فرعون خاندان کی نشانی ہے یہ بڑی طویل دشمنی کی داستان ہے۔ ملکہ مصر کے

قاتل اور اس کے عاشق کی اولاد وہ ملکہ جو کہ میرے آقا انتی کی محبت تھی اس نے اپنی زندگی اور اقتدار تک ملکہ قلوپطرہ کی خاطر داؤ پر لگا دیا تھا، میں اپنے آقا سے کیا قول پورا کرنے کو اس سرزمین مصر پر موجود ہوں اور قسم کھاتا ہوں اپنے آقا اور مقدس رومی دیوتاؤں کی کہ ہرمقس کی نسل کو ختم کروں گا۔''

رولوکا نے بڑی نرم آواز میں جواب دیا۔''تم بھی غلطی کرنے جا رہے ہو جو رومیوں اور یونانیوں نے مصر کے قدیم لوگوں پر ظلم کئے، ان میں ملکہ مصر اور انتی بھی شامل ہیں۔''

آواز آئی۔''شاید تم درست ہو اور شاید اس زمانے کے اصول اور قاعدے ہم سے الگ ہوں مگر ہم اپنے قول کے پابند ہیں، ہرمقس نے ملکہ مصر کے ساتھ جو کچھ کیا، وہ ابھی تم کو پوری طرح پتہ نہیں ہے میں تم کو آگے بتاؤں گا مگر آج نہیں اور ہاں میرے اجنبی دوست وہ طوفان جو تم نے دیکھا تھا وہ میرا لایا ہوا نہیں تھا شاید تمہارے دل میں میرے بارے میں گرد ہو تو میں نے اپنی صفائی پیش کر دی ہے۔

مگر میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ تم اس صحرا میں ضرور کسی خاص مقصد سے آئے ہو، ہزاروں سال سے یہ صحرا ویران پڑا ہے اور تم نے آ کر آباد کیا ہے، تم زندہ انسانوں کی ضروریات زندگی الگ ہوتی ہے اس صحرا میں زندہ انسانی زندگی کا تصور بھی مشکل ہے۔''

رولوکا نے بھاری آواز میں جواب دیا۔''تم دانش اور عقل رکھتے ہو تمہاری نظر ہزاروں سال کے بعد بھی دور تک دیکھتی ہے مگر میرے دوست تم اب بھی اس زمانے سے آگاہ نہیں ہوئے۔ اس لئے میرے بارے میں زیادہ غور و فکر نہ کرو اور میں بھی غور نہیں کرتا۔''

آواز بند ہو گئی اور دن کے آثار نظر آنے لگے۔

دوسری رات پھر آواز دی۔''تین دن بعد رات کو پھر دعوت کا اہتمام کیا گیا، اس رات دعوت پہلے سے کہیں وہ شاندار تھی میز کے گرد جو بارہ کرسیاں رکھی گئی تھیں وہ سونے سے منڈھی ہوئی تھیں ملکہ اور انتی کی کرسیوں میں بیش قیمت ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ طشتریاں بھی تمام کی تمام جڑاؤ سونے کی تھیں اور دروازوں پر سرخ بانات کے زردوزی پردے آویزاں تھے اور پھولوں کی تو کوئی شمار نہیں تھا۔ جب خادم ان پھولوں پر چلتے تھے تو ان سے خوشبو کی لپٹیں نکلتی تھیں۔

ہرمقس کو ایک بار پھر شارمیاں اور ملکہ کی سہیلیوں کے ساتھ ملکہ کے پیچھے کھڑا ہونے کا حکم دیا گیا۔ چونکہ اس ناگوار فرض سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی اس لئے ہرمقس کے دل کو سخت رنج تھا۔

پینے پلانے کا شغل جاری رہا اور ہرمقس خواصوں او رخواجہ سراؤں کی صف میں ملکہ کی مسند کے پیچھے کھڑا رہا اس دوران میں انتی ملکہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا وقتاً فوقتاً ملکہ کی نگاہ انتی کی نگاہ میں جذب ہو جاتی تھی ان موقعوں پر وہ بالکل خاموش ہو جاتے تھے اور زبان بے زبانی میں گفتگو کرتے تھے۔

بعض اوقات انتی اپنے جنگی معرکوں اور کارناموں کا ذکر بہت طمطراق سے کرتا تھا اور بعض اوقات فحش مذاق پر اتر آتا تھا لیکن ملکہ ان باتوں پر ذرا بھی برا نہیں مناتی تھی۔ آخر پرتکلف دعوت ختم ہو گئی اور انتی نے اپنے گرد و پیش کی شان و شوکت پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''اے مصر کی خوبصورت ملکہ کیا دریائے نیل کی ریت سونے کی بنی ہوئی ہے کہ تم ہر رات اچھے خاصے بادشاہوں کے خراج جتنی بھاری رقم صرف ایک ضیافت پر خرچ کر دیتی ہو۔ مجھے یہ معمہ تو سمجھا دو کہ تم نے اس قدر لامحدود دولت کہاں سے حاصل کی۔''

اس وقت ہرمقس کو مقدس منقورع کا مقبرہ یاد آیا جس کا محنت سے جمع کیا ہوا خزانہ ان بے قاعدہ کاموں میں ضائع کیا جا رہا تھا۔ ہرمقس نے اپنا جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا تو آنکھیں ملکہ کی آنکھوں سے ٹکرائیں اس نے فوراً ہرمقس کی اندر کی کاوش کو بھانپ لیا اور چیں بچیں ہو گئی۔ اس نے کہا۔

"معزز انتی یہ تو بہت معمولی چیز ہے، سرزمین مصر میں بعض ایسے شعبدے ہیں جن سے ہم ضرورت کے وقت جتنی دولت چاہیں فراہم کر سکتے ہیں۔ تمہارے خیال میں میری آج کی دعوت پر کتنا روپیہ خرچ ہوا ہوگا۔" انتی نے سامان ضیافت پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"تقریباً دس لاکھ روپیہ...."

ملکہ نے کہا۔ "نہیں اس پر اس سے دگنی رقم خرچ ہوئی ہے اور میں یہ تمام ساز و سامان تمہیں تحفے کے طور پر پیش کرتی ہوں اور اب میں تمہیں اس سے بڑھ کر ایک کارنامہ دکھاتی ہوں یعنی میں ایک ہی گھونٹ میں دس لاکھ روپے پی جاؤں گی۔"

انتی نے حیران ہو کر کہا۔ "یہ کس طرح ممکن ہے؟"

ملکہ ہنسی اور اس نے خادموں سے کہا۔ "وہ سرکہ سے بھرا ہوا ایک گلاس لائیں۔" جب گلاس آ گیا تو انتی اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے پاس آ گیا تمام لوگ تعجب کرتے ہوئے آگے بڑھے تاکہ دیکھیں کہ ملکہ کونسا نیا کرشمہ دکھاتی ہے ملکہ مصر نے اپنے کانوں سے وہ بڑا آویزہ اتارا جس کو اس نے فرعون کے جسم سے باہر نکالا تھا اور قبل اس کے کوئی شخص اس کا مافی الضمیر سمجھے اس نے وہ موتی سرکہ میں گرا دیا پھر مجلس پر کافی سکوت طاری ہو گیا اور لوگ تعجب سے گلاس کی طرف دیکھنے لگے۔ چند ہی لمحوں میں وہ بے مثال موتی تیزاب میں حل ہو گیا اور ملکہ گلاس کو ہلا کر اس سیال جوہر کا آخری قطرہ تک نوش کر گئی اس کے بعد اس نے کہا۔ "میرا کھانا ابھی آدھا ختم ہوا ہے۔" اور دوسرا موتی اتار کر غلام کو حکم دیا۔ "وہ سرکہ کا ایک اور گلاس لائے۔" انتی نے متعجب ہو کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ "نہیں نہیں دیوتا کی قسم یہ نہیں ہوگا۔ میں پہلے ہی بہت کچھ حیران کن باتیں دیکھ چکا ہوں۔"

اس موقعہ پر ہرمقس نہ معلوم کس باطنی تحریک سے مجبور ہو کر بول پڑا۔

"اے ملکہ! دیکھو منقورع کی لعنت کی ساعت قریب ہے۔"

ملکہ کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ جھلا کر اس کی طرف بڑھی تمام مجلس اس واقعہ پر ششدر رہ گئی کیونکہ کسی شخص کو معلوم نہ تھا کہ ان الفاظ کے معنی کیا ہیں۔

ملکہ نے چلا کر کہا۔ "بدشگون غلام خاموش، اگر تو نے زبان کھولی تو میں تجھے کوڑوں سے پٹواؤں گی۔"

انتی نے حیران ہو کر پوچھا۔ "ملکہ مصر آخر اس بارنجم کا مطلب کیا ہے۔ تم خود ہی بتاؤ اس لعنت کے معنی کیا ہیں۔" ہرمقس کو مخاطب کیا گیا تھا اس لئے وہ بولا......

"معزز انتی میں خداؤں کا ادنٰی غلام ہوں اور جو کچھ وہ مجھے بتاتے ہیں میں اس کی ترجمانی کرتا ہوں ان پر اسرار الفاظ کے معنی مجھے بھی معلوم نہیں ہیں۔"

انتی نے کہا۔ "خوب اگر تم دیوتاؤں کے پرستار ہو تو میں بھی دیویوں کا پرستار ہوں اور ہم میں یہ چیز مشترک ہے کہ وہ جو چیز مجھے بتاتی ہیں میں بھی وہی کہتا ہوں اور ان کے راز سربستہ کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے ملکہ کی طرف نگاہ کی گویا وہ اس سے اپنی بات کی تصدیق چاہتا ہے۔

ملکہ نے کہا۔ "میں کل اس کمینہ سے سمجھوں گی۔" پھر ہرمقس سے کہا۔ "جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔"

ہرمقس نے تعمیل حکم کے لئے اپنا سر خم کیا اور باہر روانہ ہو گیا۔ جب وہ جا رہا تھا تو اس نے انتی کو کہتے سنا۔

"شاید یہ کوئی عیار شخص ہو لیکن اس کی وضع قطع کچھ شاہانہ معلوم ہوتی ہے اور اس میں کچھ کچھ فہم و فراست کے آثار بھی دکھائی دیتے ہیں۔"

ہرمقس دروازے سے باہر نکل کر تھوڑی دیر کے لئے رک گیا کیونکہ شدید پریشانی کے سبب اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے وہ اس غور و فکر میں کھڑا تھا کہ کسی نے اس کا ہاتھ چھوا اس نے آنکھیں اوپر اٹھا کر دیکھا تو وہ شارمیاں تھی اس کو فوراً اندازہ ہوا کہ اس پر کوئی نئی مصیبت نازل ہونے والی ہے کیونکہ شارمیاں عموماً ایسے نازک لمحات میں اس کے پاس آتی تھی۔

اس نے آتے ہی کہا۔ "میرے ساتھ جلدی چلو

کیونکہ تم اس وقت سخت خطرے میں ہو۔"

ہرمقس اس کے ساتھ چل پڑا اور اس سے پوچھا۔

"تم کہاں لے جانا چاہتی ہو۔"

اس نے جواب دیا۔"اپنے کمرے میں۔"

دونوں مہمانوں کے ہجوم سے پہلو کتراتے ہوئے ایک دروازے کے پاس پہنچے جس کے آگے چند سیڑھیاں تھیں اتفاق سے راستے میں کسی نے نہ دیکھا اور سیڑھیوں پر چڑھ کر ایک تاریک کمرے میں جا پہنچے۔ اس کمرے میں داخل ہو کر شارمیاں نے دروازہ اچھی طرح بند کر دیا۔ چراغ جلایا اور جب چراغ اچھی طرح روشن ہو گیا تو ہرمقس نے کمرے کے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔ یہ ایک وسیع کمرہ تھا جس میں صرف ایک دریچہ تھا اور اس پر بھی پردہ پڑا تھا۔ ایک پلنگ پڑا تھا جس پر سفید چاندنی تھی ایک میز پر کنگھیاں تازہ عطر اور نسوانی زیب زینت کے لوازمات قرینے سے رکھے تھے اور پہننے کے کپڑوں کے چند جوڑے کے چند صندوق تھے ان کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

اس نے ہرمقس کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود پلنگ کی پٹی پر بیٹھ گئی پھر اس نے کہا۔"تم کو خبر نہیں جب تم ایوان دعوت سے باہر جا رہے تھے تو ملکہ نے کیا کہا تھا؟"

ہرمقس نے کہا۔"مجھے اس کا علم نہیں۔"

یہ سن کر شارمیاں نے کہا۔"میں نے اسے زیر لب یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھے دیوی کی قسم کل میں اس کا خاتمہ کردوں گی اور اب مزید تاخیر نہیں کروں گی یہ ہر وقت میرے دماغ پر بوجھ بنا رہے گا۔"

ہرمقس بولا۔"ممکن ہے اس نے یہ الفاظ کہے ہوں لیکن جو باتیں میرے اور ملکہ کے درمیان طے پا چکی ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں یقین نہیں کرتا کہ وہ میرے ساتھ اس قسم کا سلوک روا رکھے گی۔"

شارمیاں بولی۔"نادان دوست! تمہیں اس بات کا یقین کیوں نہیں آتا، کیا تم سنگ سفید کے دالان میں تقریباً ہلاک نہیں ہو چکے تھے شاید تمہارا دل نہیں مانتا کہ وہی عورت جو کچھ عرصہ ہوا تمہاری مونس تنہائی رہ چکی ہے وہ اتنی جلدی تمہاری دشمن بن جائے گی اور تمہیں موت کا پیغام دے گی انکار نہ کرو کیونکہ میں تمہارے اور ملکہ کے تعلقات سے اچھی طرح واقف ہوں اگر تمہارا یہ خیال ہے تو تم نے ابھی تک ملکہ کی فطرت درست طور پر نہیں سمجھی اور نہ تم اس کی ذہنیت کا صحیح اندازہ لگا سکے ہو، اسے اب تمہاری ضرورت نہیں رہی لیکن تمہارے دل میں اب بھی اس کی محبت زندہ ہے مگر وہ اب تم سے بیزار ہو چکی ہے اس نے تمہارا موروثی حق چھین لیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے تم سے مقدس خزانہ کا راز بھی معلوم کر لیا ہے۔"

ہرمقس نے حیرت سے کہا۔"کیا تم کو اس بات کا بھی علم ہے؟"

شارمیاں بولی۔"میں سب کچھ جانتی ہوں اور آج رات تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ جس خزانے کا مقصد مصر کی حفاظت تھا وہ کس طرح ملکہ کی عیش و عشرت میں کام آیا اور ملکہ نے تمہارے ساتھ شادی کرنے کا وعدہ کس قدر دیانداری سے پورا کیا۔"

ہرمقس بولا۔"ملکہ نے قسم کھائی تھی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اس لئے میں نے نادانی میں اس کا اعتبار کر لیا۔" شارمیاں نے اپنی سیاہ آنکھیں کھول کر ہرمقس کی طرف دیکھا اور کہا۔"یہ گھر جس میں ہم اب کھڑے ہیں ایک کاہن کی درسگاہ تھا اور کاہن جیسا کہ تم جانتے ہو عجیب قماش کے لوگ ہوتے ہیں آؤ اب تم نہایت خاموشی سے میرے پیچھے چلے آؤ اور اس نے چراغ بجھا دیا۔"

اس خفیف سی روشنی میں جو بند دریچے کے سوراخوں سے آ رہی تھی ہرمقس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے کی دوسری جانب لے گئی وہاں پہنچ کر اس نے دیوار پر دباؤ ڈالا اور ایک دروازہ جو اس میں مخفی طور پر بنا ہوا تھا کھل گیا دونوں اس دروازے میں سے گزر کر اندر داخل ہوئے اور اس نے کمان دبا کر دروازہ بند کر دیا۔

اب وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تھے اس میں نیچے کے کمرے سے تھوڑی سی روشنی آ رہی تھی اور معلوم نہیں کس طرف سے دو انسانوں کی گفتگو کی آوازیں آ رہی

تھیں شار میاں نے ہرمقس سے کہا۔ "وہ بالکل خاموشی سے آگے بڑھے اور دیوار پر نظر ڈالے۔" ہرمقس نے آگے بڑھ کر دیکھا تو دیوار میں چند چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے جو دوسری طرف خوبصورت کندہ کاری سے چھپے ہوئے تھے۔ ہرمقس نے سوراخوں میں سے نیچے کی طرف جھانکا تو اپنے کمرے سے کچھ نیچے ایک اور کمرہ نظر آیا جو بہت تکلف سے آراستہ تھا اور اس میں قندیلیں جل رہی تھیں اس کمرے میں ملکہ ایک سنہری پلنگ پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے پاس انتی بیٹھا ہوا تھا۔

ملکہ نے آہستہ سے کہا۔ "پیارے انتی کیا آج ہماری ناچیز دعوت تمہیں پسند آئی۔"

انتی نے اپنی بھاری آواز میں جواب دیا۔

"خوبصورت! ملکہ مصر میں نے لوگوں کو دعوتیں دی ہیں اور خود بھی ان کی دعوتوں میں شریک ہوا ہوں لیکن میں نے اس شان کی دعوت آج تک نہیں دیکھی اگر چہ میں ایک اکھڑ سپاہی ہوں اور عورتوں کی طرح لوچدار باتیں کرنا نہیں جانتا پھر بھی یہ کہوں گا کہ اس تمام ساز و سامان میں تمہارا حسن سب سے زیادہ دلکش چیز تھا۔ شراب اتنی سرخ نہیں ہوتی جتنے تمہارے خوبصورت رخسار، پھول اتنے خوشبودار نہیں ہوتے۔ جتنے تمہارے سیاہ بھونرا سے بال اور زمرد اپنی بدلتی ہوئی تابندگی کے ساتھ اس قدر دلکش نہیں ہوتے جتنی تمہاری سمندر جیسی نیلگوں آنکھیں۔"

ملکہ نے کہا۔ "واہ!" انتی کے منہ سے یہ تعریف اس شخص کے منہ سے یہ میٹھے بول جس کی تحریر اتنی کرخت ہے پھر تو میں اسے اپنی بہترین تعریف خیال کروں گی۔

انتی بولا۔ "بلا مبالغہ یہ ایک شاندار دعوت تھی اگر چہ مجھے کچھ اس موتی کے ضائع ہو جانے کا بہت افسوس ہے اور میرے کانوں میں اس بدشگون منجم کے چونکا دینے والے الفاظ برابر گونج رہے ہیں معلوم نہیں۔ منقورع کی لعنت سے اس کی کیا مراد تھی۔"

ملکہ کا چمکتا ہوا چہرہ ایک لمحے کو ماند پڑ گیا اور اس نے بات پر پردہ ڈالنے کے لئے کہا۔

"معلوم نہیں اس کا مطلب کیا تھا میں اتنا جانتی ہوں کہ کچھ عرصہ ہوا وہ ایک لڑائی میں زخمی ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے اس کا دماغ چل گیا ہے۔"

انتی نے کہا۔ "مگر اس کی آواز میں کچھ ایسا رعب اور تحکم تھا کہ وہ اب تک میرے کانوں میں صدائے تقدیر بن کر گونج رہی ہے اور پھر اس نے تمہاری طرف اپنی تیز نگاہوں سے اس قدر مجذوبانہ انداز میں دیکھا گویا وہ تم سے محبت کرتا ہے اور اس محبت کے باوجود تم سے نفرت کرتا ہے۔"

ملکہ نے جواب۔ "وہ ایک عجیب شخص ہے وہ ہر بات سے باخبر اور ہر فن میں ماہر ہے اسے مصر کے قدیم فنون میں پوری پوری مہارت ہے اس لئے میں بعض اوقات اس سے خائف ہو جاتی ہوں ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ اس نے میرے قتل کی سازش کی لیکن میں نے اسے سزائے موت نہیں دی کیونکہ اسے ایسی باتوں کا علم تھا جنہیں میں معلوم کرنا چاہتی تھی اب بھی میں اس کی دانش و حکمت کی بہت قدر کرتی ہوں کیونکہ وہ امور غیب کے متعلق بہت گہری واقفیت رکھتا ہے۔"

انتی نے کہا۔ "اب تم اس سے کیا سلوک کرنا چاہتی ہو۔"

ملکہ نے جواب دیا۔ "اب یہ شخص ہمیں اپنی بدشگونی باتوں سے تنگ نہیں کرے گا کیونکہ میں کل صبح اس کی زندگی کا خاتمہ کر دوں گی اور وہ بھی اس قدر پوشیدہ اور سرعت کے ساتھ کہ کسی شخص کو اس کی موت کا علم نہ ہو گا میں نے اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا ہے کیونکہ اس وقت بھی جبکہ میں اس کا ذکر کر رہی ہوں اس کا خوف میرے دل پر چھایا ہوا ہے میں چاہتی ہوں کہ اسی وقت جاؤں اور اس کے قتل کا حکم دے دوں کیونکہ جب تک وہ زندہ ہے میں چین کی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔"

یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھنے ہی والی تھی کہ انتی نے اسے روک لیا اور کہا۔ "اب جبکہ تمام سپاہی شراب پی کر رنگ رلیاں منا رہے ہیں یہ کام کچھ بھلا معلوم نہ ہو گا ویسے

بھی رحم دلی کا تقاضہ ہے کہ لوگوں کو سوتے میں قتل نہ کیا جائے۔" ملکہ نے جواب دیا۔ "ممکن ہے کہ صبح تک یہ شخص ہمارے ہاتھ سے نکل جائے کیونکہ اس کے کان بہت تیز ہیں اور وہ ارواح غیب کی مدد سے تمام باتیں معلوم کر لیتا ہے لیکن اب اس مردود کا ذکر ہی جانے دو کیونکہ میں یہ وقت اس منحوس شخص کا تذکرہ کرنے میں ضائع نہیں کرنا چاہتی معزز انتی ذرا میری مدد کرو یہ تاج میرے سر سے اتار لو کیونکہ یہ میری پیشانی کو بہت گراں معلوم ہوتا ہے دیکھو اسے آہستگی سے اتارنا تاکہ مجھے تکلیف نہ ہو۔"

انتی نے تاج ملکہ کے سر سے اتارا اور اس نے اپنے لمبے لمبے سیاہ بالوں کو جنبش دی جو اس کے جسم پر اس کے تابناک چہرے کے ہالا بن کر اس کے بدن پر پھیل گئے۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ملکہ مصر اب اپنا تاج لے لو کیونکہ میں تمہاری خوبصورت جبیں کو اس سے محروم نہیں کرنا چاہتا بلکہ میری خواہش تو یہ ہے کہ یہ تاج پہلے سے زیادہ استواری کے ساتھ تمہاری پیشانی کی زینت رہے۔"

ملکہ نے ہنستے ہوئے انتی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "اس فقرے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟"

انتی نے جواب دیا۔ "میرا مطلب اس سے تم پہلے ہی واقف ہو تم اسکندریہ سے چند الزامات کی جواب دہی کے لئے آئی ہو یقین جانو کہ اگر تم اس روئے زیبا کے ساتھ نہ آتیں تو تمہیں مصر پر دوبارہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوتا کیونکہ جو الزامات تمہارے خلاف عائد کئے گئے ہیں۔ ان میں غلطی کا کوئی شائبہ نہیں تمہیں قدرت کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس نے اپنی خوبصورت بیٹی کے تمام قصور معاف کر دیئے کیونکہ میں صرف تمہارے حسن کے لئے ان تغیرات سے درگزر کرتا ہوں جنہیں عموماً حب وطن راست بازی کارہائے نمایاں اور کہن سالی کی بنا پر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ خدا جانے عورت کے حسن خوش مزاجی اور سلیقہ شعاری میں کیا جادو مضمر ہے کہ بادشاہ اس کی وجہ سے اپنے فرائض بھول جاتا ہے اور عدل کی بے مہر شمشیر بھی اپنے نشانے سے چوک جاتی ہے۔ اے ملکہ مصر اپنا تاج واپس لے لو اور اسے اپنی خوبصورت پیشانی کی زینت بنا لو۔ میں کوشش کروں گا کہ یہ تاج اپنی گرانی کے باوجود تمہارے لئے تکلیف دہ ثابت نہ ہو۔"

ملکہ نے جواب دیا۔ "عظیم انتی تمہارے الفاظ شاہانہ لطف و کرم بلند فطرتی اور فیاضی کے آئینہ دار ہیں اور ہر حیثیت سے ایک فاتح عالم کے شایان شان ہیں میرے سابقہ قصور اگر وہ فی الحقیقت قصور تھے صرف اس لئے سرزد ہوئے کہ مجھے انتی سے شناسائی نہ تھی۔ کیونکہ انتی سے روشناس ہونے کے بعد کوئی عورت اس کی مخالفت پر آمادہ نہیں ہو سکتی کون عورت ہے اس شخص کے خلاف تلوار اٹھائے گی جو عورتوں کے لئے آقا و مولا کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ایک دفعہ نظریں چار ہونے کے بعد ان کے دلوں کو اسی طرح اپنے ساتھ لئے پھرتا ہے جس طرح مہر عالم تاب سورج مکھی کے پھول کو اب بتاؤ اس اظہار نیاز کے بعد میں نسوانی شرم و حجاب کی حدود میں رہ کر اس کے سوا اور کیا کہہ سکتی ہوں کہ تم یہ تاج میرے سر پر رکھ دو اور میں اسے تم سے ایک ہدیہ گرامی کے طور پر واپس لے لوں محترم انتی تمہارے حسن سلوک نے یہ تاج میری نظروں میں اور بھی عزیز کر دیا ہے اور میں اسے صرف اس لئے محفوظ رکھوں گی کہ وہ تمہارے لئے فائدے اور خیر کا باعث ہو آج سے میں تمہاری ماتحت ملکہ ہوں اور میرے ذریعہ سے تمام مصر تمہارے سامنے اظہار نیاز کرتا ہے۔"

انتی نے تاج ملکہ کے سر پر رکھ دیا اور کچھ دیر نہایت وارفتگی کے ساتھ اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ملکہ کے جانفروز حسن سے مسحور ہو کر اسے اپنی طرف کھینچا اور اس کے ہونٹوں پر تین بار بوسہ دیکر کہا۔

"ملکہ میری پیاری ملکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اس قدر والہانہ محبت کرتا ہوں کہ میں نے ساری عمر کسی عورت سے ایسی محبت نہیں کی۔" ملکہ ایک تبسم کے ساتھ انتی کے آغوش سے نکل گئی اس کے علیحدہ ہونے کی کوشش میں اس کا زرین تاج جس پر مقدس سانپ کی شکل بنی

ہوئی تھی اور جو اس کے سر پر دبا کر نہیں رکھا گیا تھا اس کے سر سے نیچے گر کر لڑھکتا ہوا روشنی کے حلقہ سے پرے تاریکی میں گم ہو گیا۔

ہرمقس نے اس منحوس واقعہ کو دیکھا اور انتہائی کاوش و خواہش کے عالم میں بھی اس نے محسوس کیا کہ یہ ان دونوں کے لئے خال بد ہے لیکن دونوں وارفتگا محبت نے اس کی کوئی پروانہ کی ملکہ نے نہایت شیریں لہجے میں کہا۔" کیا تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو بھلا مجھے اس کا کیسے یقین آئے میں تو یہ خیال کرتی ہوں کہ تمہیں اپنی بیوی سے محبت ہے۔"

انتنی نے کہا۔" نہیں میں اس سے محبت نہیں کرتا میری حقیقی محبت صرف تم ہو مجھے لڑکپن کے زمانے ہی سے بہت سی عورتوں نے محبت کی نظر سے دیکھا ہے لیکن تم جیسی حسینہ جس کی نظر دنیا نے آج تک نہیں دیکھی میں نے جس قدر والہانہ طور پر تم سے محبت کی ہے کسی سے نہیں کی اے ملکہ حسن کیا تم میرے ساتھ ایک صاحب اقتدار شخص کی حیثیت سے نہیں بلکہ صرف صرف ایک جنگ وجدل میں پرورش یافتہ سپہ سالار کی حیثیت سے محبت کرنے کے لئے تیار ہو۔ ایک ایسا سپاہ سالار جو نہایت خوش باش اور لاابالی ارادے کا کمزور ہے لیکن اس نے کبھی اپنے دوستوں سے بے اعتنائی نہیں کی کسی غریب شخص کو نہیں لوٹا اور کسی دشمن پر بے خبری کی حالت میں حملہ نہیں کیا۔

اگر تم مجھ سے محبت کرو تو میں اس سے کہیں زیادہ مسرت محسوس کروں گا جو میں رومتہ الکبیر ٰی کے دیوان میں تمام دنیا کا بادشاہ منتخب ہو کر محسوس کر سکتا ہوں۔"

جب انتنی یہ الفاظ کہہ رہا تھا تو اس وقت ملکہ محبت میں ڈوبی ہوئی نظروں سے انتنی کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے سے بے انتہا خلوص ٹپک رہا تھا جسے دیکھ ہرمقس حیران تھا ملکہ کی بدلتی فطرت یہاں عروج پر تھی۔

ملکہ نے کہا۔" معزز انتنی تم نے بہت صاف الفاظ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے تمہارے الفاظ میرے کانوں کو بہت شیریں معلوم ہوتے ہیں۔ بفرض محال اگر حالات میں کچھ تبدیلی بھی پیدا ہو جائے تو تمہارے الفاظ پھر بھی میرے کانوں کو خوشگوار معلوم ہوں گے کیونکہ کوئی عورت ایسی نہیں جو تمام دنیا کے آقا کو اپنے سامنے سرنگو دیکھ کر شادمان نہ ہو۔ میں نے اس سے پہلے کبھی محبت نہیں کی اور یہ صرف آج ہی کی سرور انگیز رات ہے کہ میں تم سے محبت کر رہی ہوں انتنی تم میرے ساتھ پکی محبت کی پائیدار قسم کھاؤ جو اس وقت تک نہ ٹوٹے جب تک ہم دونوں زندہ ہیں میں آج سے ہمیشہ کے لئے تمہاری محبت اور وفاداری کی قسم کھاتی ہوں۔ میں ہمیشہ کے لئے تمہاری اور صرف تمہاری ہوں۔"

شارمیاں نے ہرمقس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اس کمرے سے باہر لے گئی جب دونوں دوسرے کمرے میں پہنچ گئے تو اس نے دوبارہ چراغ روشن کیا اور کہا۔" بتاؤ یہ شہادت بھی تمہارے لئے کافی ہے یا نہیں۔"

ہرمقس بولا۔" ہاں میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔"

شرم حیا کی تلخی رگ و پے میں سرایت کر گئی اور ہرمقس نے اپنے دل میں کہا۔

" کیا میری وفا شعاریوں کا انجام یہی ہے، کیا میں نے اسی لئے اپنی قسمیں توڑیں؟ کیا میں نے اسی لئے خزانے کا راز فاش کیا؟ کیا میں نے اسی لئے اپنی عزت بلکہ بہشت کی امید بھی گنوائی؟ کیا آج کی رات کوئی انسان مجھ سے زیادہ بدنصیب اور غم زدہ ہو سکتا ہے؟ نہیں یہ تلخ ناکامی صرف میری قسمت ہی میں لکھی تھی تو پھر اب کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟"

اس یاس کے عالم میں بھی اشک کی تلخی آمیز آواز ہرمقس کے سینے سے بلند ہو رہی تھی کیونکہ وہ عورت جس سے وہ محبت کرتا تھا اور جس کے لئے اس نے اپنی ہر چیز قربان کر دی تھی اب ایک اور شخص کی آغوش میں تھی اس بات کا تصور اس کے لئے سوہان روح تھا اس شدید غم کے سبب اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک بے پناہ طوفان ابل پڑا۔ اس رنج و غم کی حالت میں شارمیاں نزدیک آگئی اس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے گویا اسے

ہرمقس کی ناکامی اور شکستہ دلی کا بہت افسوس تھا، وہ سسکیاں بھرتی ہوئی دوزانو ہوکر بیٹھ گئی اور کہا۔" خدا کے لئے گریہ زاری نہ کرو کیونکہ میں تمہارا حزن ملال برداشت نہیں کرسکتی مجھے افسوس ہے کہ تم نے میری باتوں پر توجہ نہ دی ورنہ آج تم ایک پرعظمت اور شادکام انسان ہوتے۔ اب تم نے خود دیکھ لیا کہ یہ جھوٹی عیار اور سفاک عورت اپنے عہد کی کس طرح مٹی پلید کرتی ہے تم نے اپنے کانوں سے سن لیا ہے کہ وہ کل تمہیں جلادوں کے سپرد کردینا چاہتی ہے۔"

ہرمقس بولا۔" زہے قسمت کل صبح میری زندگی کی کاوش کا فیصلہ ہوجائے گا۔"

شارمیاں بولی۔" نہیں ایسا کبھی نہیں ہوگا، تم ملکہ کو یہ موقع نہ دو کہ وہ تم پر آخری فتح بھی حاصل کرلے، تم اپنی زندگی کے سوا اور سب کچھ کھو چکے ہو اور جب تک زندگی باقی ہے تم اس سے اپنا انتقام لے سکتے ہو۔" ہرمقس یہ سن کر اچھل پڑا اور بولا۔" انتقام اوہ! میں نے تو اس بات کا خیال ہی نہیں کیا، یقیناً انتقام سے میرے دل کی تسکین ہوسکے گی۔"

شارمیاں بولی۔" ہاں انتقام بہت دلفریب چیز ہے لیکن یہ ایک ایسا تیر ہے جو گرتے وقت تیرانداز کو بھی مجروح کردیتا ہے آہ مجھے اس کا بہت تلخ تجربہ ہے لیکن اب باتیں بنانے اور اپنی حالت پر افسوس کرنے کا وقت نہیں، رونے دھونے کے لئے ہماری آئندہ مصیبتوں سے بھری ہوئی زندگی کچھ کم نہیں اب تمہیں یہاں سے بھاگنے کی راہ نکالنی چاہئے اس کے لئے میری تجویز سنو، ایک جہاز آج پو پھٹنے سے پہلے اسکندریہ جارہا ہے اس کا کپتان مجھ سے واقف ہے لیکن وہ تم سے شناسا نہیں ہے اس لئے میں تمہیں ایک شامی تاجر کا لباس اور چوغہ پہنا دوں گی اور کپتان کے نام ایک خط دوں گی وہ تمہیں اسکندریہ پہنچادے گا آج رات سپاہیوں کے سردار برمنیس کا پہرہ ہے وہ میرا خیرخواہ ہے شاید اسے تھوڑا بہت بھید معلوم ہوجائے یا وہ تمہیں ایک شامی تاجر ہی خیال کرے پھر بھی اتنی بات یقینی ہے کہ تم ضرور دروازے سے باہر نکل جاؤ گے اب بتاؤ اس تجویز کے متعلق کیا رائے ہے۔"

ہرمقس بولا۔" تجویز بہت معقول ہے اور گر اس میں کچھ خطرہ بھی ہو پھر بھی مجھے کوئی فکر نہیں کیونکہ میں اپنے انجام سے بے پرواہ ہوں۔"

شارمیاں بولی۔" اچھا تم میرا انتظار کرو تاکہ میں تمہارے لئے بھیس بدلنے کی ضروری اشیاء مہیا کرلوں لیکن تم اس قدر پریشان نہ ہو کیونکہ اس دنیا میں بعض ایسی لوگ بھی ہیں جنہیں تم سے زیادہ غم کرنا چاہئے۔" یہ کہنے کے بعد وہ چلی گئی اور ہرمقس کا دل رنج وغم کی شدت سے خون ہوکر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا دل شدید کرب واضطراب کی حالت میں کانٹوں کے بستر پر لیٹا ہوا ہو۔ اگر انتقام کی دھن نہ ہوتی جو وقتاً فوقتاً اس کے مضطرب دل پر اس طرح چھا جاتی تھی جس طرح رات کے وقت سیاہ سمندر پر چمکتی ہوئی بجلی چھا جاتی ہے تو یقین ہے کہ ان تاریک لمحات میں اس کی فہم وفراست بالکل رخصت ہوجاتی دروازے پر شارمیاں کے پاؤں کی آہٹ سنی اور وہ گہرا سانس لیتی ہوئی اندر داخل ہوئی کیونکہ کپڑوں کی ایک بہت بڑی گٹھڑی اٹھائے ہوئے تھی، اس نے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔" تمہارے فرار کا مکمل بندوبست ہوگیا ہے میں برمنیس سے مل آئی ہوں اس سے کہہ دیا ہے کہ آج رات صبح سے پہلے ایک شامی سوداگر یہاں سے گزرے گا تم اسے باہر جانے دینا وہ اس وقت کچھ غنودگی کی حالت میں تھا پھر بھی میرا خیال ہے کہ اس نے میرا مطلب سمجھ لیا ہے اور مجھے یقین دلایا ہے کہ میری خاطر ایک کی جگہ پچاس سوداگر آئیں وہ اتنی کا لفظ کہہ دیں تو وہ ان کے باہر جانے میں رکاوٹ نہ ہوگا، یہ میرا خط جو کپتان کے نام لکھا گیا ہے تم اس کے جہاز کو آسانی سے پہچان لوگے۔ کیونکہ اس کا رنگ سیاہ ہے اور وہ گھاٹ کے بائیں جانب کھڑا ہوگا اب میں باہر جاتی ہوں تم اپنا لباس تبدیل کرلو۔" اور وہ باہر چلی گئی۔

ہرمقس نے اپنے بھڑک دار کپڑے اتارے ان پر تھوکا اور نفرت دم حقارت کی وجہ سے اپنے پاؤں کے نیچے روندا پھر اس نے معمولی تاجر کا لباس پہنا اپنا خنجر کمر سے باندھ لیا چند منٹ کے بعد شار میاں آ گئی اور ہرمقس کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھ کر بولی۔

"تمہاری وضع قطع اب بھی شاہانہ معلوم ہوتی ہے اس میں بہت کچھ تبدیلی کی ضرورت ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے میز سے ایک قینچی اٹھائی اور ہرمقس کو فرش پر بیٹھا کر اس کی مونچھوں اور بالوں کا صفایا کر دیا پھر اس نے سرمہ جیسی باریک پسی ہوئی چیز چہرے اور ہاتھوں پر مل دی اس کے بعد اس نے کہا۔ "اب تو میں بھی تمہیں مشکل سے ہی پہچان سکوں گی لیکن ذرا ٹھہرو ابھی تھوڑی سی کسر باقی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ایک صندوق کے پاس گئی اور اس میں سے اشرفیوں کا ایک توڑا نکال لائی اور کہا۔ "اسے اپنے ساتھ لیتے جاؤ کیونکہ راستے میں روپے کی ضرورت ہوگی۔" یہ کہہ کر اس نے وہ اشرفیوں کا توڑا اسے بقچے میں ٹھونس دیا جو اس کے کاندھے پر لٹک رہا تھا پھر اس نے پہننے کے کپڑوں کا دوسرا بقچہ بھی اس کے گلے میں لٹکا دیا اور اس کے اندر وہ بھیس بدلنے والی چیزیں بھی ڈال دیں جن سے دوبارہ اپنا چہرہ سیاہی مائل کر سکتا تھا۔

آخر جب ہرمقس کی تیاری مکمل ہو چکی تو شار میاں نے پوچھا۔ "اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہے تو بتاؤ۔"

ہرمقس نے جواب دیا۔ "نہیں! بتاؤ کیا میں اب جا سکتا ہوں؟"

وہ بولی۔ "ابھی نہیں صرف ایک گھنٹہ اور میرے پاس بیٹھنا گوارہ کرلو۔"

ہرمقس نے کہا۔ "تمہیں جو کچھ کہنا ہے جلدی کہو یہاں پر زیادہ رکنا ٹھیک نہیں ہے۔"

وہ سامنے کھڑی ہو گئی چراغ کی روشنی اس کے چہرے پر پھیل گئی اس وقت اس کا چہرہ بالکل زرد اور اس کی سیاہ آنکھوں کے حلقے بہت کشادہ معلوم ہوتے تھے۔ اس نے دو دفعہ لب ہلائے اور بولنے کی کوشش کی لیکن اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا جب اس نے تیسری بار بولنے کی کوشش کی تو اس کی آواز کچھ بھرائی ہوئی تھی اس نے کہا۔

"میں تمہیں یہاں سے اس وقت تک نہیں جانے دوں گی جب تک اصل حقیقت سے واقف نہ ہو جاؤ سنو تمہارا راز فاش کرنے کی مجرم میں ہوں۔"

یہ سن کر ہرمقس اچھل پڑا لیکن شار میاں نے ہرمقس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ "بیٹھ جاؤ اور میری بات اچھی طرح سنو! جب تم سارا ماجرہ سن لو تو پھر تم مجھ سے جو سلوک چاہو کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ جب سے میں نے تمہیں اپنے چچا کے ہاں دیکھا تھا میں تم سے محبت کرتی تھی اور وہ بھی اس شدت کے ساتھ کہ تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ تم ملکہ سے اپنی محبت کا اندازہ کرو پھر اس سے دوگنا بلکہ چار گنا کرو، ممکن ہے کہ تم میری محبت کا کچھ اندازہ کر سکو، میں تم سے محبت کرتی تھی اور ہر روز میری محبت گہری ہوتی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ میں یہ خیال کرنے لگی کہ میں صرف تمہارے لئے جیتی ہوں لیکن تم نے میری طرف نظر التفات نہ کی، تمہارا دل میری طرف سے بالکل سرد رہا۔ تم میرے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے تھے جو ایک حساس عورت کے ساتھ کیا جانا چاہئے بلکہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے ایک بے جان آلہ سمجھتے تھے۔ میں نے اسی وقت بھانپ لیا کہ تمہارے دل کا مدو جزر تمہیں اس تباہ کن ساحل کی طرف لے جا رہا ہے جہاں اب تمہاری زندگی تباہ و برباد ہوگی کہ آخر وہ رات آئی وہ مہلک رات جب میں کمرے میں چھپی ہوئی تھی اور میں نے تمہیں اپنا رومال باہر پھینکتے ہوئے دیکھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ تم نے ملکہ کا تحفہ بہت عزت و احترام کے ساتھ محفوظ رکھا۔ میں اس بے توجہی پر جل گئی اور بے تاب ہو کر تمہارے سامنے اپنے دل کی لگی بیان کر دی۔ لیکن تم نے نہایت بے دردی سے میرا مضحکہ اڑایا یہ دیکھ کر میرے دل میں وہ تمام نفرتیں پیدا ہوئیں جو ایک عورت کے دل میں پیدا ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ

میں جان چکی تھی کہ تم ملکہ سے محبت کرتے ہو، میں اس وقت رقابت سے اس قدر دیوانی ہوگئی کہ میں نے اسی رات تمہارا راز فاش کرنے کا ارادہ کرلیا لیکن پھر میں نے سوچا ابھی نہیں ممکن ہے تمہارا دل نرم ہو جائے۔ لیکن جب دوسرا دن ہوا تو تم نے اور بھی زیادہ بے رخی اختیار کی اور تمام اسباب مہیا ہو گئے جن سے تمہاری سازش کا شیرازہ بکھر سکتا تھا، تمہیں یاد ہوگا کہ میں تمہارے پاس آئی اور تمہارے ساتھ کنایۃً اپنی محبت کا اظہار کیا۔ لیکن تم نے میرے ساتھ اس طرح سلوک کیا گویا میں تمہارے نزدیک ایک لمحہ کے لئے بھی قابل التفات نہیں۔ چونکہ میں جانتی تھی کہ اس کی وجہ ملکہ کی محبت ہے اس لئے میں بالکل دیوانی ہوگئی اور میرے دل میں فتنہ شر کی روح پیدا ہوگئی اس خبیث روح نے مجھ پر اس قدر تسلط پیدا کرلیا کہ میں اس کے مقابلے کی تاب نہ لاسکی میرے حواس میرے قابو میں نہ رہے اس لئے میں نے ابدی ذلت اور لعنت مول لیتے ہوئے تمہارا راز فاش کردیا۔ میں نے ملکہ سے کہا۔" مجھے یہ باتیں ایک کاغذ سے معلوم ہوئی ہیں جو اتفاقاً تمہاری جیب سے گر گیا تھا۔"

ہرمقس نے لمبا سانس بھرا اور خاموش بیٹھا رہا تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر گویا ہوئی اور ہرمقس کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے بولی۔

"جب ملکہ کو یہ معلوم ہوا کہ سازش کے شاخ و برگ کتنے وسیع ہیں اور اس کی جڑیں زمین میں کس قدر گہری ہیں تو وہ بہت پریشان ہوئی پہلے اس کا ارادہ تھا کہ وہ مصر سے بھاگ جائے لیکن میں نے اسے بتایا کہ تمام راستے مسدود ہیں اور وہ کہیں بھاگ کر نہیں جاسکتی۔"

یہ سن کر ملکہ نے فیصلہ کیا کہ وہ تمہیں اس کمرے میں قتل کرا دے جب میں ملکہ سے رخصت ہوئی تو اس کا ارادہ یہی تھا کتنی تعجب کی بات ہے کہ میں اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ تم شمشیر اجل کا شکار ہو جاؤ اگرچہ مجھے بعد میں تمہاری قبر پر عمر بھر آنسو بہانا پڑیں۔

مگر جیسا کہ میں نے ابھی کہا تھا انتقام ایسا تیر ہے جو الٹا تیر انداز کو مجروح کر دیتا ہے یہی واقعہ میرے ساتھ پیش آیا کیونکہ میرے واپس آنے اور تمہارے ملکہ کے حضور میں باریاب ہونے کے وقت تک اس نے ایک نہایت گہری چال سوچ لی۔ اسے ڈر تھا کہ اگر تمہیں قتل کیا گیا تو شور زیادہ ہو جائے گا اور شورش میں اضافہ ہوگا اور اس کو پہلے سے بھی زیادہ زبردست بغاوت کا سامنا کرنا پڑے گا اس کے برعکس اگر وہ تمہیں اپنا دوست بنالے اور کچھ دیر بعد اپنا بدخواہ اور غدار قرار دے تو وہ تمہیں بلاخوف نذر اجل کر سکتی ہے ملکہ نے یہ نرالی چال سوچی اور اس کے انجام کی منتظر ہوئی اس کے بعد جو واقعات ہوئے انہیں تو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے تم خود جانتے ہو۔

☆....☆....☆

ملکہ کس طرح اپنی شاطرانہ چالوں میں کامیاب ہوئی وہ انتقام کا تیر جو میں نے چلایا تھا میرے ہی پہلو میں لگا۔ بیچارہ پالس مفت میں میری وجہ سے غداری کا شکار ہوگیا اور وہ نصب العین جس کا میں نے حلف اٹھایا تھا تکمیل کی منزل تک نہ پہنچ سکا۔ یہی نہیں بلکہ وہ شخص بھی جس سے میں محبت کرتی تھی فاسق وفاجر ملکہ مصر کے آغوش میں چلا گیا۔

شارمیاں تھوڑی دیر اپنا سر جھکائے بیٹھی رہی اور پھر ہرمقس کو خاموش دیکھ کر گویا ہوئی۔ "ہماری سازش کا بھانڈہ پھوٹ جانے کے بعد یہ واقعات ہوئے کہ ملکہ نے تمہارے ساتھ تھوڑی سی محبت کرنی شروع کردی۔ ملکہ نے تمہارے ساتھ شادی کا وعدہ کیا اور تم نے نادانی سے اسے مصر کے پوشیدہ خزانے کا راز بتادیا۔ یہی وہ خزانہ ہے جسے وہ آج کل اپنے عیاش دوست انتنی کی خاطر تواضع میں ضائع کررہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ تمہارے ساتھ واقعی شادی کرنے کا ارادہ رکھتی تھی اور اپنا وعدہ پورا کرنے پر آمادہ تھی لیکن جب دوسرے دن رومی سفیر حکومت روما کی طرف سے بعض الزامات کا جواب طلب کرنے کے لئے آیا تو ملکہ نے مجھے اپنے پاس بلا کر ساری کیفیت بیان کی، ملکہ نے مجھے یوں بلایا کہ اس پر

میری فہم فراست کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، اس نے مجھ سے مشورہ طلب کیا کہ آیا وہ تمہارے ساتھ شادی کر کے انتی کے نام پیغام جنگ بھیجے یا تمہیں چھوڑ کر انتی کی آغوش میں چلی جائے۔ میں رشک کے سبب یہ پسند نہیں کرتی تھی کہ تم اس سے شادی کر سکو اس لئے میں نے مشورہ دیا کہ وہ انتی کے پاس چلی جائے کیونکہ میں رومی سفیر سے گفتگو کر کے معلوم کر چکی تھی کہ اگر وہ ہوس پرست اور کمزور دل انتی کے پاس چلی جائے گی تو انتی ایک پکے ہوئے پھل کی طرح ملکہ کی آغوش میں گر پڑے گا میرا خیال غلط ثابت نہیں ہوا کیونکہ انتی واقعی ایک پختہ ثمر کی طرح ملکہ کی آغوش میں گر پڑا، تم دیکھ چکے ہو کہ ان دونوں نے کس قدر جلد محبت کی پینگیں بڑھالی ہیں یعنی انتی ملکہ پر اور ملکہ انتی پر فدا ہے اور تم یہاں پڑے اپنے خسارے کا ماتم کر رہے ہو۔ اگرچہ ان واقعیات کا انجام میرے حسب منشا ہوا ہے پھر بھی میں آج رات دنیا کی تمام عورتوں سے زیادہ ناشاد اور غمزدہ ہوں کیونکہ تمہیں اپنی ناکامی محبت پر ملول دیکھ کر میرا کلیجہ پاش پاش ہو گیا ہے۔ میں نے تمہاری محبت سے مجبور ہو کر غداری کی اور اپنے وطن اور تمہیں تباہی کے غار میں جھونکا ان تمام گناہوں کی سزا موت ہے، اس لئے تم بلا تامل اپنے ہاتھ سے میرا خون بہا دو میں اس میں دلی راحت محسوس کروں گی۔" یہ کہہ کر وہ دوزانو ہو کر بیٹھ گئی اور اپنی خوبصورت چھاتی ہرمقس کے سامنے کر دی تا کہ وہ اپنے خنجر سے ہلاک کرے۔

ہرمقس چاہتا تو یہی تھا کیونکہ اس کو شدید غصہ تھا یہ عورت اس کی ناکامی اور نامرادی کا باعث ہوئی تھی اور خود ہی کوتاہی فرض پر فقرے چست کرتی رہی تھی لیکن ایک خوبصورت عورت کو قتل کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ اس لئے ہرمقس اپنی جگہ سے نہیں ہلا اور اس کو وہ واقعہ یاد آ گیا۔ جب شارمیاں نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر ہرمقس کی جان بچائی تھی۔ آج کی رات ہرمقس کو اس نے پھر ملکہ کی سفاکی سے بچایا تھا۔

ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہرمقس اپنا ہاتھ اس پر کس طرح اٹھا سکتا تھا۔ ہرمقس احسان فراموش نہ تھا مگر پھر بھی غصہ کے عالم میں اسے اپنی زبان پر قابو نہ رہا اور وہ بولا۔

"نابکار عورت اٹھ میں تیرا خون نہیں بہاتا کیونکہ میں خود ایک گنہگار ہوں مجھے کوئی حق نہیں کہ میں اپنے جیسے ایک گنہگار کی لغزش پر اپنا فیصلہ صادر کروں۔ ہمارے گناہوں کی سزا دنیا دنیا کے منصفوں کے بس کی بات نہیں۔"

شارمیاں نے بلبلاتے ہوئے کہا "مجھے ہلاک کر دو، ورنہ میں خودکشی کا ارتکاب کر لوں گی اب میرے گناہوں کا بوجھ ناقابل برداشت ہو گیا ہے اس لئے تم بلا تامل میری زندگی کا خاتمہ کر دو۔"

یہ سن کر ہرمقس بولا۔" تو نے ابھی کہا تھا کہ جیسا میں نے بویا ہے ویسا ہی مجھے کاٹنا بھی ہوگا بعینہ اسی طرح تمہیں بھی اپنے کئے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ میں خود ایک گنہگار ہوں اور تجھے سزا دینے کا حقدار نہیں جیسا تو نے بویا ہے وہی تو نے کاٹا ہے، ذلیل عورت جس کے رشک نے مجھے اور تمام مصر کو رسوا کیا تو زندہ رہ اور ہر سال اپنے گناہوں کے کڑوے پھل کا مزا چکھ تیرے خوابوں میں وہ خوفناک روحیں نمایاں ہوں جن کی تو نے بے حرمتی کی ہے اور جن کا جذبہ انتقام دنیائے فنا میں ہم دونوں کا انتظار کر رہا ہے تیری زندگی پر اس شخص کی خلش انگیز یاد چھائی رہے جسے تو نے ذلت اور تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیا، مصر دیکھے کہ تو ہمیشہ کے لئے اس ہوس کی ملکہ اور عشرت پسند انتی کی باندی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتی رہے۔"

وہ تڑپ کر بولی۔ دیوتا کے لئے ایسا نہ کہو تمہارے الفاظ تمہاری تلوار سے زیادہ تیز ہیں مجھے یقین ہے کہ تمہارے الفاظ مجھے ہلاک کر دیں گے۔

ہرمقس کے دامن کو شارمیاں نے پکڑ کر کہا۔" جب تم پورے جاہ وحشم میں تھے اور تمہیں تمام ذرائع اقتدار بسر تھے تو تم نے میری طرف التفات نہ کیا اب جبکہ ملکہ تمہاری محبت ترک کر چکی ہے اور تم بالکل بے یار و مددگار

رہ گئے ہو کیا تم میرے ساتھ محبت نہیں کرو گے۔ دیکھو میں اب بھی خوبصورت ہوں اور تمہارے پسینے کی جگہ اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہوں اگر تم میری التجا قبول کرو گے تو میں تمہارے ساتھ کسی پرائے دیس میں چلی چلوں گی اور تمہاری محبت سے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کروں گی۔ اگر تم اس طرح میری عزت افزائی نہ کرنا چاہو اور اسے ایک کسر شان خیال کرو تو کم از کم مجھے اپنی خادمہ ہی کی حیثیت سے اپنے ساتھ لے چلو میں ایک ۔۔۔۔ روئی کنیز کی حیثیت سے تمہارے چہرے پر نظر ڈالنے میں راحت تصور کروں گی اور ہر طرح تمہاری خدمت بجالاؤں گی میں خوشی سے ہر تکلیف برداشت کروں گی اور موت کے سوا کوئی چیز مجھے تم سے جدا نہیں کر سکے گی کیونکہ میں محسوس کرتی ہوں کہ جب محبت نے مجھے اس پستی میں گرادیا ہے وہ مجھے تمہارے ذریعہ سے انتہائی بلندیوں تک بھی پہنچا سکتی ہے۔"

ہر مقس نے کہا۔ "کیا تیری یہ خواہش ہے کہ تو مجھے اور زیادہ پستی میں گرائے کیا تو چاہتی ہے کہ میں کسی غار میں بیٹھ کر تیرے حسن نسوانی کا نظارہ کرتا رہوں۔ اور تیرے وجود کی پرستش کروں جس نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا میرے خیال میں یہ کفارہ ادا کرنے کا صحیح طریقہ نہیں اس کے لئے مجھے بہت شدید تنہائی کے دن بسر کرنا پڑیں گے ممکن ہے کہ کبھی ہمارے انتقام کا دن بھی آئے اور تو ہمارے مشترکہ مقصد میں معاون ثابت ہو، تو ابھی ملکہ کے دربار میں ہی وابستہ رہ، اگر میں زندہ رہا تو ہم وقتاً فوقتاً ایک دوسرے کی خیر عافیت پوچھ لیا کریں گے شاید کوئی دن ایسا آئے جب مجھے تیری مدد کی ضرورت محسوس ہو اس لئے تو قسم کھا کہ تو اس دن دوبارہ میرے ساتھ بے اعتنائی نہیں کرے گی۔"

شارمیاں بولی۔ "میں قسم کھاتی ہوں دیوتاؤں کی کہ میں آئندہ تمہارے ساتھ غداری نہیں کروں گی اگر میں نے تمہارے ساتھ ذرا بھی بے اعتنائی کی تو مجھ پر ابدی عذاب سب سے زیادہ گھناؤنی اور ہیبت ناک صورت میں نازل ہو، ایسا عذاب جو میری موجودہ کاوشوں اور الجھنوں سے کہیں زیادہ دردناک ہو، ہاں میں تمہارے حکم کا انتظار کروں گی خواہ اس میں میری عمر ہی کیوں نا گزر جائے۔"

ہر مقس نے کہا۔ "بہت اچھا تو اپنی قسم پر قائم رہ کیونکہ حلف دربار نہیں توڑا جاتا۔ اب میں اپنے کئے کی سزا پانے کے لئے جاتا ہوں اور تو اپنے کئے کی سزا بھگت، ممکن ہے ہمارے ستارے ایک بار پھر آپس میں مل جائیں۔ شارمیاں تو جو میری بے توجہی کے باوجود مجھ سے محبت کرتی رہی اور جس کی لغزش اس کی بے پایاں محبت کا نتیجہ تھی اب میں تجھے الوداع کہتا ہوں۔

شارمیاں نے مسرت اور آشفتگی سے ہر مقس کے چہرے پر نظر ڈالی اور اپنے بازو اس طرح پھیلائے گویا وہ اس سے مصافحہ کرنا چاہتی ہے پھر شدید اس حالت میں وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکی اور اوندھے منہ فرش پر گر پڑی ہر مقس نے کپڑوں کی گٹھری اٹھائی اور اپنا عصا لے کر دروازے کی طرف بڑھا' دروازے سے باہر قدم رکھا تو اس نے شارمیاں پر آخری نظر ڈالی وہ اس طرح زمین پر اوندھے منہ پڑی تھی اس کے بازو جو اس کے سفید لباس سے زیادہ سفید تھے فرش پر پھیلے ہوئے تھے اس کے سیاہ بال ادھر ادھر منتشر تھے اور سفید پیشانی خاک سے اٹی ہوئی تھی۔"

بوڑھی آواز بند ہوگئی تو رولوکا نے پوچھا۔

"اے اتنی کے سفیر اور وفادار کارندے کیا تو موجود ہے؟"

آواز آئی۔ "میں ہوں۔" "اے اس دنیا کے انوکھے انسان تو نے اپنے بارے میں اب تک کچھ نہیں کہا میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"اب جبکہ تیرا زمانہ گزرے ہزاروں سال ہو گئے تو میرے بارے میں جان کر کیا کرے گا اور اگر جان بھی گیا تو تیرا کیا بھلا ہوگا مگر یاد رکھ میں سمجھ چکا ہوں کہ تو وہ روح ہے جو اس دنیا کے ایک انسان پر اثر انداز ہو رہی ہے اور تو نے بہانہ یہ بنایا ہوا ہے کہ یہ مصر کے قدیم فرعون کا

آخری چشم و چراغ ہے ہزاروں سال گزرنے پر بھی تمہارے اندر نفرت و انتقام کا جذبہ موجود ہے۔ میرے دوست میں وہ نہیں جو تم سوچ رہے ہو تم جانتے ہو تمہارا مطلوب شخص میرے پاس ہے مگر تم اس کے قریب نہیں آ پاتے انتی اور ملکہ قلوپطرہ کی ساری فوج بھی زور لگا لے پھر بھی تم اپنی ہوشیاری ملکہ کے ناز انداز سب کچھ آزمالو تم سب اس علاقے میں بند ہو باہر جانے کی کوشش مت کرنا کیونکہ بہت کچھ تم نے بتانا ہے ابھی ملکہ اور انتی کے عشق کا حال اور ان کا انجام باقی ہے اور ہرمقس کی خطاؤں اور شارمیاں کی محبت کی بات باقی ہے۔ تم کو وہ سب بتانا ہے تم یاد رکھو کہ میں سچ اور جھوٹ میں تمیز کر سکتا ہوں۔" ردلوکا نے کہا۔

"تم نے میرے اب تک کے بیان سے اندازہ کر لیا ہوگا کہ میں نے اپنی اور انتی کی وکالت نہیں کی ہے ہر بات اسی طرح بیان کر دی ہے جیسی کہ تھی، میں تمہارے بارے میں کچھ کچھ اندازے قائم کر چکا ہوں۔"

سحر کے طلوع ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا اور کوئی شخص بیدار نہیں ہوا تھا ارباب عشرت نے اپنا آخری دور شراب ختم کر لیا تھا اور رقاصہ عورتیں بھی تھک کر نیند کی آغوش میں کھو گئی تھیں۔ چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہرمقس بڑے دروازے کے قریب پہنچا تو فضاء میں برنیس کی آواز بلند ہوئی اس نے پوچھا۔" کون ہے؟"

ہرمقس نے جواب دیا۔" میں ایک سوداگر ہوں محل کی ایک خاتون کے لئے اسکندریہ سے کچھ تحفے لایا تھا سامان فروخت کرنے کے بعد اپنے جہاز پر واپس جا رہا ہوں۔"

برنیس نے بھاری آواز میں کہا۔" خوب محل کی خواتین اپنے مہمانوں کو بہت دیر سے رخصت کرتی ہیں، خیر کوئی بات نہیں آج کل رنگ رلیوں کے دن ہیں کہو سوداگر مخفی لفظ کیا ہے اگر تم اس سے واقف ہو تو تمہیں جانے کی اجازت مل سکتی ہے اگر نہیں تو واپس لوٹ کر اس خاتون سے مزید مہمان نوازی کی استدعا کرنا پڑے گی۔"

ہرمقس نے فوراً جواب دیا۔" یہ نام کتنا موزوں ہے میں نے دنیا کا گوشہ گوشہ دیکھ چکا ہوں لیکن میں نے انتی سے زیادہ ہنس مکھ اور اس سے بہتر سپہ سالار نہیں دیکھا۔"

برنیس بولا۔" تم نے انتی درست لفظ بولا ہے واقعی وہ اچھا سپہ سالار ہے بشرطیکہ وہ اپنے ہوش میں ہو اور کسی کافر ادا نازنین کا رنگین آنچل اسے گمراہ نہ کر دے۔"

جب تک ہرمقس برنیس سے گفتگو کرتا رہا پہرے دار دروازے کے ادھر ادھر پھرتا رہا لیکن جب وہ اس کے قریب پہنچا تو وہ تھوڑی دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور پہلے جانے کے لئے راستہ دے دیا اور جب ہرمقس دروازے سے باہر نکل گیا تو برنیس نے باہر کی طرف جھک کر کہا۔

"ہرمقس الوداع، یہاں پھر زیادہ دیر نہ ٹھہرنا اور جب تم کسی محفوظ جگہ پہنچ جاؤ تو کبھی کبھی اپنے دوست برنیس کو یاد کر لیا کرنا جس نے تمہاری جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا۔" یہ کہہ کر اس نے منہ موڑ لیا اور ایک گیت گنگنانا شروع کر دیا۔ ہرمقس نے کہا۔" مخلص دوست الوداع۔"

کچھ عرصہ کے بعد ہرمقس نے سنا کہ دوسرے دن اس کا سراغ دشمن نہ پا سکے تو محل میں اس کی گمشدگی پر بہت شور ہوا تو برنیس نے دوستی کا حق ادا کر دیا اس نے قسم کھا کر کہا۔" جب میں آدھی رات کے وقت پہرہ دے رہا تھا تو میں نے ہرمقس کو محل کے بام پر کھڑا دیکھا تھا ناگہاں اس نے اپنا لباس پھیلایا اور پرندوں کی طرح آسمان کی طرف اڑ گیا۔"

دربار کے اکثر لوگوں نے اس کی بات کا یقین کر لیا کیونکہ ہرمقس کی ساحری کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ کہانی تمام مصر میں پھیل گئی اور جن جن لوگوں سے اس نے غداری کی تھی ان میں اس کی نیک نامی کا سبب بنا، جو لوگ زیادہ سادہ لوح تھے وہ خیال کرتے تھے کہ یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیا بلکہ دیوتاؤں کی مرضی سے کیا ہے اور جو ہرمقس کو

آسمان کی طرف اڑا کر لے گئے۔
صرف ملکہ نے اس بات کا یقین نہ کیا اگرچہ وہ بھی اس واقعہ سے خائف تھی۔ اس نے ہرمقس کی تلاش میں ایک جہاز بھیجا لیکن انتہائی تلاش کے باوجود ہرمقس کا کوئی سراغ نہ چل سکا۔
ہرمقس جب جہاز کے پاس پہنچا تو لنگر اٹھانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے بڑھ کر شارمیاں کا مکتوب دیا۔ کپتان نے پڑھ کر ہرمقس پر ایک نظر ڈالی اور جہاز میں سوار ہو کر سفر کرنے کی اجازت دے دی۔ ہرمقس جہاز پر سوار ہو گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد جہاز اپنے سفر پر روانہ ہو گیا اور پھر باد موافق کے ساتھ جو سورج کے غروب ہونے تک تند ہوائیں تبدیل ہو گئیں۔ ملاح طوفان کے آثار دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے اور چاہا کہ پھر ساحل کی طرف لوٹ جائیں لیکن سمندر اس قدر پرآشوب تھا کہ وہ اس کوشش میں ناکام رہے، ساری رات سخت طوفان رہا، صبح جہاز کا مستول ٹوٹ کر پانی میں بہہ گیا اور پھر جہاز موجوں میں بری طرح ڈگمگانے لگا لیکن ہرمقس اپنی جگہ خاموش بیٹھا رہا۔
اس ناگہانی افتاد پر کوئی تشویش ظاہر نہ کی اس کی بے توجہی دیکھ کر ملاحوں نے شور مچایا کہ یہ کوئی جادوگر ہے اس لئے وہ اسے سمندر میں پھینکنے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن جہاز کے کپتان نے انہیں روک دیا۔ صبح کے وقت ہوا کا زور تھم گیا لیکن دوپہر کو ہوا پھر نہایت تیزی سے چلنے لگی۔ دوپہر سے چار گھنٹے بعد انہیں قبرص کے جزیرے سے پرے پتھریلا ساحل نظر آیا تو جہاز تیزی کے ساتھ ساحل کی طرف بڑھا جب ملاحوں نے سنگلاخ چٹانیں دیکھیں اور تند موجوں کو چٹانوں پر ٹکراتے اور جھاگ کے بادل بلند ہوتے دیکھے تو ان کا دل کانپ اٹھا اور خوف کے مارے چلانے لگے۔ ہرمقس اس وقت بھی اپنا چغہ پہنے خاموش بیٹھا تھا اس لئے جہاز کے ملاح برہم ہوئے اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے اسے سمندر میں پھینک دیں اور وہ سب مل کر اس کے پاس آئے تو ہرمقس نے کہا۔
''تم بے شک مجھے سمندر میں پھینک دو لیکن یاد رکھو تمہیں کوئی طاقت تباہی سے نہیں بچا سکتی تمہارا جہاز تباہ ہوگا اور تم میں سے ایک شخص بھی سلامت نہیں رہے گا۔''
حقیقت یہ تھی کہ ہرمقس کو اپنی زندگی کی پرواہ نہ تھی اور وہ خود چاہتا تھا کہ اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے وہ اپنی مصیبتوں کے سبب زندگی سے اس قدر بیزار ہو چکا تھا کہ اس کو مقدس دیوی کے حضور میں پیش ہونے کا بھی خوف نہ تھا اس لئے جب وحشی مزاج ملاح دیوانہ وار اس کی طرف بڑھے اور اس کو سمندر کی تیز و تند موجوں کی نذر کر دیا تو ہرمقس نے دیوی دیوتاؤں سے دعا کی اور اپنی موت کا انتظار کرنے لگا لیکن موت اس کی قسمت میں نہ تھی کیونکہ جب وہ پانی کی سطح پر ابھرا تو اسے قریب ہی ایک شہتیر بہتا ہوا دکھائی دیا اور اس نے لپک کر وہ شہتیر پکڑ لیا جلد ہی ایک پانی کا ریلہ آیا اور اسے اٹھا کر جہاز کے قریب لے گیا جس پر وہ درشت مزاج ملاح جھکے ہوئے تھے اور وہ سب ہرمقس کے غرقاب ہونے کے منتظر تھے، نمکین پانی نے اس کے چہرے کی مصنوعی سیاہی دور کر دی تھی اس کے چہرے کا بدلہ ہوا رنگ دیکھ کر انہوں نے خوف سے چیخنا چلانا شروع کر دیا اور جہاز کے عرشے کی طرف بھاگے، تھوڑی ہی دیر میں پانی کی ایک موج آئی اور جہاز ایک طرف اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے پانی میں غرق ہو گیا۔ اس طوفان میں وہ جہاز بھی غرق ہو گیا جسے ملکہ نے تلاش میں روانہ کیا تھا اور ملکہ یہ سمجھی کہ راہی عدم ہو چکا ہے۔
ہرمقس ہاتھ، پیر مارتا ہوا ساحل کی طرف بڑھتا گیا، ہوا چلا رہی تھی اور سمندر کی نمکین موجیں اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں اور اس کے سر پر بحری پرندے گھوم رہے تھے اور وہ ہاتھ، پاؤں مارتا ہوا ساحل کی طرف چلا جا رہا تھا آخر تھوڑی دور ایک ابھری ہوئی سنگلاخ زمین دکھائی دی وہ شوریدہ سر ہواؤں کے شور و غل کے درمیان موجوں کی اونچی مسند پر بیٹھا ہوا تھا اور نیچے پچاس ہاتھ گہرے اور مضطرب پانی کی سطح تھی اور اس کے سر کے اوپر ایک تیرہ و تار آسمان تھا آخر وہ شہتیر جس سے وہ لپٹا ہوا تھا

اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور وہ اشرفیوں کی تھیلی اور بھیگے ہوئے کپڑوں کی وجہ سے پانی میں ڈوب گیا۔

پانی کے نیچے اسے تھوڑی دیر کے لئے سمندر کی نیلگوں موجوں میں سبزگوں روشنی چھن کر آتی ہوئی دکھائی دی اس کے بعد کامل اندھیرا چھا گیا اور اس اندھیرے میں اسے ماضی کی بہت سی تصویریں دکھائی دیں وہ رفتہ رفتہ خود فراموشی کی دنیا میں کھوتا ہوا ہوش وحواس سے بے گانہ ہوگیا۔ جب اس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو اسے سخت درد اور بے چینی محسوس ہو رہی تھی، اس نے دیکھا کہ ایک کمرے میں لیٹا ہوا ہے اور چند ہمدرد انسانوں کے چہرے اس کے اوپر جھکے ہوئے ہیں۔

اس نے ان سے پوچھا۔ ”میں یہاں کس طرح آیا۔“ ایک شخص نے یونانی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہا۔ ”تم ایک مردہ مچھلی کی طرح ساحل پر پڑے ہوئے تھے ہم تمہیں وہاں سے اٹھا کر اپنے گھر لے آئے ہیں ہم لوگ ماہی گیر ہیں اب تمہاری حالت بہت بہتر ہے پھر بھی تمہیں کچھ عرصہ آرام کرنا پڑے گا کیونکہ موجوں سے ٹکرانے کی وجہ سے تمہاری بائیں ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔“

یہ سن کر اس نے اپنا پاؤں ہلانے کی کوشش کی لیکن بے سود کیونکہ ٹانگ واقعی گھٹنے کے اوپر سے ٹوٹی ہوئی تھی اس کے بعد انہوں نے پوچھا۔ ”اے اجنبی تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا ہے؟“

ہرمقس نے جواب دیا۔ ”میں ایک مصری سیاح ہوں مجھ غریب کا نام اہلس ہے۔“

ہرمقس ان معمولی ماہی گیروں میں تقریباً چھ ماہ رہا اور اس نقد وزر سے خرچ چلاتا رہا جو اس کے پاس محفوظ رہ گیا تھا کیونکہ شکستہ ٹانگ درست ہونے میں دیر لگی اور جب اس کا جوڑ درست ہوگیا تو پھر بھی لنگڑا کر چلتا تھا۔

ایک رات اچانک اس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ وہ ایک بار پھر نیل کا چہرہ دیکھے یہ خواہش اس کے دل میں خود بخود پیدا ہوئی تھی یا اسے دیوتاؤں نے پیدا کیا تھا اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بہرحال صبح ہونے سے پہلے وہ بستر سے اٹھا اور ماہی گیروں کے لباس پہن کر سفر کے لئے تیار ہوگیا چونکہ وہ اپنے سادہ دل میزبانوں کے الٹے سیدھے سوالات سے بچنا چاہتا تھا اس لئے اس سے رخصت ہونے کے لئے ایک نیا طریقہ نکالا ایک صاف ستھری میز پر چند اشرفیاں رکھیں اور ایک آٹے کا برتن لے کر اس ترکیب سے آٹا بکھیرا کہ اس سے تحریر بن گئیں۔

”یہ ہے منجانب اہلس باشندہ مصر جو پھر سمندر کی طرف جارہا ہے۔“

اس کے بعد وہاں سے رخصت ہوگیا اور کچھ دن بعد اسکندریہ کے شہر میں پہنچا۔ جس کے سنہری گنبدوں پر روشنی چمک رہی تھی وہی چہل پہل تھی وہ یہاں زیادہ دیر سکونت نہیں اختیار کرنا چاہتا تھا اس لئے پھر ایک مزدور ملاح کے طور پر جہاز میں سوار ہوا اور دریائے نیل کے بالائی حصہ کی طرف روانہ ہوا۔ ملکہ کے متعلق لوگوں سے سنا کہ ملکہ اپنے دوست انتنی کو ساتھ لے کر اسکندریہ واپس آگئی ہے اور وہ دونوں بہت عیش وعشرت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ شاعروں نے ان کی محبت کے گیت لکھے تھے اور چپو چلانے والے ملاح انہیں بہت شوق سے گاتے تھے۔

ہرمقس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ محل کی چوٹی سے آسمان کی طرف پرواز کرگیا۔

میرے اجنبی دوست ملکہ قلوپطرہ کی اس داستان میں ہرمقس ایک اہم کردار ہے ملکہ اور انتنی کی محبت کی داستان ہرمقس کے بغیر ادھوری ہے۔ ہرمقس اپنے وطن کس طرح پہنچا اور اس پر کیا بیتی اس کا بیان نہ ہوتو تم ہرمقس اور اس کے کردار کے بارے میں پوری طرح اندازے نہیں کرسکتے اگر کہوتو آگے صرف انتنی اور ملکہ کی کہانی بڑھاؤں۔“

رولوکا بولا۔ ”نہیں تم جس ترتیب سے آگے بڑھ رہے ہو وہی ٹھیک ہے ہرمقس ہی اس کہانی کا ہیرو ہے

اس کا کردار واضح ہونا ضروری ہے کہ اس زمانے کے لوگ بھی جان سکیں۔"

"ٹھیک ہے میرے شوقین دوست۔" بوڑھی آواز آئی۔

"چھ دن کے بعد جہاز ہرمقس کے وطن پہنچا ہرمقس جہاز سے نیچے اترا اور ٹوٹے ہوئے دل سے مانوس مقامات اور انسانوں کو دیکھتا ہوا سرسبز کھیتوں میں سے گزرنے لگا چونکہ بھیس بدلے ہوئے تھا اور لنگڑا ہونے کی وجہ سے درست طور پر چل نہیں سکتا تھا۔ اس لئے اس کے گاؤں کا کوئی شخص اس کو نہ پہچان سکا۔ آخر غروب آفتاب کے وقت وہ عبادت خانے کے بیرونی مینار کے پاس پہنچ گیا اور ایک ٹوٹے پھوٹے گھر کے کونے میں چھپ کر بیٹھ کر سوچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اس نے سوچا اگر اس کا باپ اب بھی زندہ ہوا تو مجھے یقیناً منہ نہ لگائے گا میں اس کے سامنے جانے کی جرأت کیسے کرسکوں گا مکان کے شکستہ شہتروں کے درمیان جانے کی جرأت کیسے کرسکوں گا دروازہ کھلا ہونے کے باوجود اسے کوئی صورت آشنا دکھائی نہ دی اس نے دیکھا کہ عمارت کے ان حصوں میں گھاس اگ آئی ہے جن میں پہلے اس کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ شاید عبادت خانہ غیر آباد ہو چکا ہے پھر ایک دم اس کے دل میں خیال آیا نہیں یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں کیونکہ ابدی دیوتاؤں کی عبادت کبھی رک نہیں سکتی ایسے دیوتا جن کی پرستش ہزارہا سال سے ہورہی ہے کیا والد فوت ہو چکا ہے؟ بالفرض محال اگر ایسا ہوا ہو تو پھر عبادت خانہ کے دوسرے کاہن کہاں چلے گئے۔

جب سورج غروب ہوا تو وہ ڈرتے ڈرتے عبادت خانے میں داخل ہوا اور چند قدم چلنے کے بعد ستونوں والے دالان میں پہنچ گیا لیکن وہاں کوئی متنفس دکھائی نہ دیا اور کوئی آواز سنائی نہ دی وہ دھڑکتے دل سے دوسرے دالان میں داخل ہوا جس کے تریسٹھ ستون تھے یہ وہی دالان تھا جہاں ایک عرصہ ہوا تاجپوشی کی رسم ادا کی گئی تھی اور ہرمقس کو فرعون مصر بنایا گیا تھا۔ یہاں پر بھی کوئی شخص موجود نہ تھا اس مقدس جگہ پر اسے اپنی آہٹ سے بھی خوف ہوا۔ کیونکہ اس کی صدائے بازگشت اس سنسان عبادت خانے پر ہول معلوم ہوتی تھی اس کے بعد وہ اس راستے سے گزرا جس میں تمام فراعنہ مصر کے نام مرقوم تھے اور اپنے باپ کے کمرے کی طرف روانہ ہوا اس کے دروازے پر اب بھی پردے لٹکے ہوئے تھے دفعتہً اسے خیال آیا کہ کیا یہ کمرہ اب بھی پہلے کی طرح آباد ہوگا۔ میرے والد کی عدم موجودگی کی وجہ سے خاموش اور سنسان ہوگیا ہوگا اس نے کانپتے ہاتھوں سے پردہ اٹھایا اور آہستہ سے کمرے کے اندر قدم رکھا اس نے دیکھا کہ اس کا باپ حسب سابق کاہنوں کا لباس پہنے اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس قدر بے حس وحرکت بیٹھا ہوا تھا گویا وہ بالکل بے جان ہے۔ لیکن جلد ہی اس نے سر اٹھایا اور ہرمقس کو اس کے چہرے کو دیکھنے کا موقعہ ملا اس نے دیکھا کہ اس کے باپ کی آنکھیں بالکل سفید اور بے نور ہوگئی ہیں اس کا چہرہ بالکل مردوں کی طرح زرد ہوگیا ہے اور اس کا جسم بڑھاپے اور رنج وغم کی وجہ سے بہت اداس ہے۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا ہوا اپنے باپ کی طرف دیکھتا رہا اور اس نے محسوس کیا کہ اس کے باپ کی سفید آنکھیں اس پر ہی جمی ہوئی ہیں اس میں اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ اسے مخاطب کرتا۔ اس لئے اس نے ارادہ کیا کہ وہ اس سے گفتگو کئے بغیر واپس چلا جائے دو قدم اٹھانے کو ہی تھا کہ اس کے باپ نے بھاری آواز میں کہا۔

"ادھر آ! اے انسان جو کبھی میرا فرزند تھا اور اب ایک غدار ہے جس کی ذات پر مصر نے اپنی امیدوں کی عظیم الشان عمارت تعمیر کی، میں تجھے بلاوجہ اتنی دور سے کھینچ کر نہیں لایا، میں نے اپنی روح حیات اس وقت تک بلاوجہ اپنے جسم میں مقید نہیں رکھی میں مدت سے اس وقت کا منتظر تھا جب تو ایک چور کی طرح دبے پاؤں اس مقدس عبادت خانے میں داخل ہوگا۔"

ہرمقس نے حیران ہوکر ایک لمبا سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"لوہ! میرے محترم والد آپ کی آنکھیں تو نور بصارت سے محروم ہیں پھر آپ نے مجھے کس طرح پہچان لیا۔"

تو بوڑھے نے جواب دیا۔

"میں نے تجھے کس طرح پہچانا یہ سوال مجھ سے پوچھتا ہے جو میری طرح مصر کے قدیم علوم وفنون میں ماہر ہے تو تیرے لئے یہی جاننا کافی ہے کہ میں تجھے اتنی دور سے اپنے پاس کھینچ کر لے آیا ہوں۔ اے کاش! میں تجھے نہ جانتا اے کاش! مجھے ہستی غائب تیرے پیکر کو دنیائے وجود میں لانے سے پہلے تباہ کر دیتی تاکہ تو میری اور مصر کی ذلت اور رسوائی کا باعث نہ بنتا۔"

ہرمقس نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"محترم والد میرے حق میں اس طرح بددعا نہ کیجئے کیونکہ میری مصیبتوں کا بوجھ پہلے ہی اتنا زیادہ ہے کہ میں اس کا متحمل نہیں ہوسکتا کیا میں پہلے ہی ذلت کا شکار نہیں، میری حالت پر رحم کیجئے۔"

باپ نے کہا۔" تجھ پر رحم! میں تجھ پر رحم کروں! جس نے ہم پر اس قدر کرم فرمائی کی ہے یہ تیری حرکات کا نتیجہ ہے کہ الوالعزم سیفا عذاب دینے والے موذیوں کے شکنجے میں جکڑا ہوا دنیا سے رخصت ہوگیا۔"

ہرمقس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔"نہیں نہیں اے محترم باپ میں اس بات کا یقین نہیں کرسکتا۔"

باپ نے کہا۔" اے غدار اس کی موت اسی طرح واقع ہوئی بے رحم انسانوں کے پنجہ ستم کا شکار بنا اور کرب واضطراب میں دنیا سے رخصت ہوگیا۔ لیکن اس کی ہمت اور استقلال پر صد آفرین کہ وہ آخری دم تک ہماری بے گناہی کا اعلان کرتا رہا کیا میں تجھ پر نظر کرم کروں جس نے مصر کی امیدوں کے رنگین پھول ایک فاسق عورت کے ہاتھوں میں ڈال دیئے کیا تو خیال کرتا ہے کہ وہ لوگ جو اس وقت صحرا کے تیرہ و تار غاروں میں اپنے مصیبت کے دن پورے کر رہے ہیں تیری التجائے رحم قبول کریں گے۔ کیا ہم تجھ پر رحم کریں جس کی بدولت یہ مقدس عبادت خانہ تباہ و برباد ہوگیا۔ اس کی آمدن کے ذرائع مسدود ہوگئے اور میرے سوا اس کے تمام پجاری منتشر ہوگئے۔ ہاں میں صرف اکیلا خستہ درماندہ انسان باقی رہ گیا ہوں تاکہ اس تباہی کا نظارہ کروں کیا میں تجھ پر رحم کروں جس نے مصر کو اپنی عیار محبوبہ کے دامن میں ڈال دیا وہ محبوبہ جس نے تیری قوم تیرے ملک تیرے پیدائشی حق اور تیرے خداؤں کی جھوٹی قسم کھائی اے ذلیل انسان! ہاں میں تیری التجا کے مطابق تجھ پر رحم کروں گا لیکن ان الفاظ میں، اے میرے فرزند تجھ پر لعنت ہے، تجھے ابدی ذلت نصیب ہو تیرا انجام عبرتناک ہو! تیرا ٹھکانا جہنم کے سوا کہیں نہ ہو! سن جب تیری غداری کی اطلاع دی گئی تو میں اتنا رویا کہ میری آنکھیں اندھی ہوگئیں لوگوں نے اصلی حقیقت چھپانے کی بہت کوشش کی لیکن آخر کار مجھے یہ تلخ حقیقت معلوم ہوگئی، میرے بیٹے آگے آ تاکہ میں شدید نفرت کے اظہار کے لئے تیرے چہرے پر تھوکوں! اے بے غیرت نابکار، مردود آگے آ تاکہ میں عملی طور پر اپنی نفرت کا اظہار کرسکوں۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے عصا کو گھماتا اور لڑکھڑاتا ہوا ہرمقس کی طرف بڑھا عین اس حالت میں جب وہ بازو پھیلائے ہوئے ہرمقس کی طرف بڑھ رہا تھا اسے اجل نے آ دبوچا اور وہ ایک چیخ مار کر زمین پر گر پڑا، ہرمقس نے دوڑ کر اسے اٹھایا اور اس کو زیرلب یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا۔" آہ وہ میرا فرزند تھا اس کی آنکھیں چمکتی ہوئی اور چہرہ شہزادوں کی طرح خوبصورت تھا اس کی جوانی بہار کی طرح امید افزا تھی اور اب میں تہہ دل سے دعا کرتا ہوں کہ وہ بدبخت موت کی نظر ہوجائے۔" اس کے بعد ہرمقس کے باپ نے تھوڑی دیر توقف کیا اور اس کا سانس گلے میں الجھنے لگا اس نے ایک بار پھر بولنے کی کوشش کی اور کہا۔" ہرمقس کیا تو میرے پاس کھڑا ہے؟"

ہرمقس نے جواب دیا۔" ہاں میں آپ کے ارشاد کے لئے ہمہ تن گوش ہوں۔"

باپ نے کہا۔" دیکھ تو اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر اور دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے تلافی کی بات کر اب بھی

تو اس عیار ملکہ سے انتقام لے سکتا ہے ممکن ہے کہ تجھے اس طرح مغفرت حاصل ہو جائے۔ میرے پاس تیری ضرورت کے لئے کچھ روپے جمع ہیں آطو کو معلوم ہے کہ وہ کس جگہ دفن ہے وہ تجھے اس کا پتہ بتادے گی الوداع۔'' اس کے بعد اس کے جسم میں تھوڑی کپکپی طاری ہوئی اور اس کی روح عالم جاوداں کو پرواز کر گئی۔

ہرمقس اپنے باپ کا بے جان جسم دیکھتا رہا جس نے اس پر اپنے آخری سانس تک لعنت بھیجی۔ تاریکی ہر طرف چھا گئی اور مرحوم باپ اور وہ اس سنسان تاریکی میں اکیلے رہ گئے۔

ہرمقس اپنی زندگی سے اس قدر بیزار ہو گیا کہ اس کے دل میں قید جسم سے رہا ہونے کی خواہش پیدا ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے خنجر سے اپنا رشتہ حیات منقطع کر لے اور رنج و غم کے پے چیدہ دام سے آزاد ہو جائے لیکن پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ آزادی میرے کسی کام نہ آئے گی۔ کیونکہ موت کے بعد دیوتاؤں کے غیظ و غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس خیال نے اس کی قوت عمل سلب کر لی اور اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ پھر اس نے سوچا دنیائے عدم کی ناقابل تصور اذیتوں سے جن کا سامنا ہر گنہگار شخص کو ہوگا اس دنیا کی مصیبتوں میں مبتلا ہونا زیادہ آسان ہے وہ اس پریشانی کے عالم میں زمین پر لوٹتا رہا اور اپنے ناقابل تغیر ماضی پر خون کے آنسو بہاتا رہا اس ظلمت کدہ میں اس فریاد صدائے باز گشت کے علاوہ رات کی گہری خاموشی سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ آخر اس نے انتہائی یاس کے عالم میں مقدس دیوی کی جناب میں دعا کی جسے اس نے ایک مدت سے خطاب کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔

اس نے نہایت روتے ہوئے کہا۔'' مقدس ماں اپنا غصہ دور کر دے اور اپنے بے انتہا رحم سے کام لے کر اس راندہ درگاہ کی صدائے دردن جو کبھی تیرا فرزند اور خدمت گار تھا۔ لیکن اب فریب کاری کی وجہ سے تیری بلند نظروں سے نیچے گر پڑا ہے۔ اے جلیل القدر ہستی جو اپنی سند جلال پر متمکن ہے جو تمام اشیاء میں طاری و ساری ہونے کی وجہ سے ان کے تمام اسرار پنہاں سے واقف ہے۔ اپنے لطف و کرم کی متاع بے بہا میری سیاہ کاریوں پر نظر کرم کرتا کہ میری روح کا توازن درست ہو جائے۔ اے مقدس دیوی میرے رنج و غم پر نظر کر اور اس کے شدید بوجھ کا اندازہ فرما توبہ اور استغفار کا وزن کر اور ساتھ ہی رنج و الم کا وہ سیلاب بھی ملاحظہ فرما جس کی تند موجیں میری روح کو اپنی رو میں بہائے لئے جاتی ہیں۔ اے مقدس ماں جس کے جہاں افروز حسن کا نظارہ میری قسمت میں تھا میں تجھے اس مقدس ساعت کا واسطہ دیکر اپنی طرف بلاتا ہوں جب میں تجھ سے ہمکلام ہوا اور وہ حرف مقدس زبان پر لانے کی جرأت کرتا ہوں جس کی تو نے مجھے خاص موقعوں پر استعمال کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے، اے مقدس ماں میری نظروں میں نمایاں ہو اور مجھے اپنی عنایت سے امن و سکون کی نعمت عطا فرما۔ اگر تو مجھے اس لطف و کرم کا مستحق نہ خیال کرے تو پھر اپنی برق عتاب سے میرے مصائب کا خاتمہ کر دے جن کا بوجھ میرے لئے ناقابل برداشت ہو گیا ہے۔''

ہرمقس زمین سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے بازو کشادہ کر کے بلند آواز میں حرف مقدس زبان پر لایا۔ جسے بے ضرورت استعمال کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

اس کی دعا کا جواب جلد ہی موصول ہو گیا کیونکہ اس گہری خاموشی کے عالم میں مقدس دیوی کی آمد کا جھلک نظر آیا اور کمرے کی دوسری جانب سینگ کی شکل کا چاند نمایاں ہوا جو رات کی تاریکی میں ضعیف سا چمک رہا تھا اس چاند کی اور پہلی کناروں کے درمیان ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا بادل تھا اور اس میں سے وہی آتشیں سانپ نکل نکل کر لہرا رہا تھا۔

اس مقدس ہستی کو سامنے دیکھ کر ہرمقس کے پاؤں لڑکھڑا گئے اور وہ اس کے خوف سے زمین پر گر پڑا پھر مقدس دیوی کی مدھم اور سریلی آواز بادل میں سے گویا ہوئی۔ اس نے کہا۔

"تم جو ایک وقت میرے فرزند اور خدمت گزار تھے میں نے تمہاری دعا سنی ہے اور وہ حرف راز بھی سنا ہے جو صرف چند منتخب افراد استعمال کر سکتے ہیں لیکن اب اس کی بدولت ہم دونوں میں وہ گہرا تعلق پیدا نہیں ہو سکتا جو ہم میں پہلے قائم تھا۔ اب میں اور تم رشتہ' محبت میں منسلک نہیں ہو سکتے کیونکہ تم نے اپنے ارادی فعل سے یہ رشتہ منقطع کر دیا ہے میں ایک طویل وقفہ کے بعد تمہارے پاس قہر اور ہیبت کا لباس پہن کر آئی ہوں اس لئے ممکن ہے اس بے ادبی کا انتقام لوں جو تم سے میری شان میں سرزد ہوئی ہے۔"

ہرمقس نے کہا۔" دیوی مجھ پر اپنے قہر کا اظہار کر اور مجھے اپنی برق غضب سے پھونک ڈال کیونکہ یہ جسمانی مصیبتیں میرے لئے نا قابل برداشت ہو گئی ہیں۔"

دیوی نے جواب دیا۔" اگر تو دنیا کی معمولی مصیبتیں برداشت نہیں کر سکتا تو پھر حیات بعد الموت کا عذاب کس طرح برداشت کرے گا۔ میں اس بات پر ناراض نہیں کہ تو نے صرف راز استعمال کر کے مجھے عالم بالا سے بلایا ہے میں تو صرف مشیت ایزدی کے مطابق سزا و جزا تقسیم کرتی ہوں اور ان احکام کی تعمیل کرتی ہوں جو درگاہ الٰہی سے صادر ہوتے ہیں میں حسن خدمت کا صلہ بھی مخفی طور پر عطا کرتی ہوں اور گناہوں کی سزا بھی خاموشی سے دیتی ہوں اس لئے میں تمہاری مصیبتوں کے بار گراں میں اپنے سنگین الفاظ کا اضافہ نہیں کروں گی۔ اگرچہ تمہاری بدولت میرا نام ملک مصر میں ایک افسانہ بن کر رہ جائے گا۔ تم نے گناہوں کا ارتکاب کیا اور اس کی پاداش میں تمہیں دنیا و عقبیٰ میں شدید سزا بھی برداشت کرنی پڑے گی اب تمہاری سعادت اسی میں ہے کہ تم پاکیزگی نفس کے لئے توبہ کا راستہ اختیار کرو اور اس وقت رنج و غم کی تلخیوں پر گزارہ کرو جب تک تقدیر ایزدی تمہیں اپنے آغوش میں نہ لے لے۔"

ہرمقدس بولا۔" اے مقدس ماں کیا میں رحمت ایزدی سے بالکل مایوس ہو جاؤں۔ کیا خالق اکبر کی شان کریمی میرے حال پر رحم نہیں کرے گی۔"

دیوی نے جواب دیا۔" جو کچھ ہونا تھا ہو چکا اور آنے والے واقعات کا کوئی تدارک نہیں کیا جا سکتا اب تمہارا وطن عرصہ دراز تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑا رہے گا اس وقت تک آزاد نہیں ہو گا جب تک اس کے عبادت خانوں کا ذرہ ذرہ صحرا کی ریت کی طرح پریشان نہ ہو جائے۔ ارض مصر پر مستقبل میں نئی نئی قومیں حکومت کریں گی اور اس کی آبادی کو اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالیں گی اس کے اہرام کے سایہ میں نئے نئے مذہب پیدا ہوں گے کیونکہ خدا کا چہرہ مختلف وقتوں قوموں اور سرزمینوں میں مختلف شان سے ظاہر ہوتا ہے یہ درخت جو تمہارے گناہ کے بیج سے پیدا ہو گا اسے دیکھو اور اس کے بعد ذائقہ پھل کی کڑواہٹ کا اندازہ کرو۔"

ہرمقس نے کہا۔" افسوس میری عزت اور وقار خاک میں مل گیا۔"

مقدس دیوی نے کہا۔" ہاں تم اپنا وقار کھو چکے پھر بھی تمہیں یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ تم اس شخص کو تباہ کرو جس نے تمہیں تباہ کیا کیونکہ میرے انصاف کا تقاضہ یہی ہے میں اس کام میں پوری پوری مدد کروں گی۔ اس لئے جب تم مجھ سے اشارہ پاؤ تو تم فوراً ملکہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور میری ہدایت کے مطابق اس سے دیوتاؤں کا انتقام لو۔ اب اپنے متعلق بھی ایک دو باتیں سن لو۔ کیونکہ تم نے اپنی غلطیوں کی وجہ سے پہلا رشتہ توڑ دیا ہے اس لئے اب تم اس وقت تک میرا چہرہ نہیں دیکھو گے جب تک زمانے کی ہزار ہا گردشوں کے بعد تمہارے بدی کے درخت کا آخری ثمر دنیا سے نابود نہ ہو جائے۔ ان بے شمار سالوں کی طوالت کے باوجود یہ یاد رکھو کہ خدا کی محبت جاودانی ہے یہ کسی طرح فنا نہیں ہو سکتی خواہ انسان، ذات باری کو کتنا ہی ناراض کرنے کی کوشش کیوں نہ کرے۔ توبہ کرو کیونکہ معصیت کے داغ صرف توبہ ہی کے پانی سے دھل سکتے ہیں۔ اپنے افعال سے ندامت کا اظہار کرو کیونکہ ابھی تمہارے پاس وقت ہے اور تم تزکیہ نفس سے اپنے آپ کو

اس قابل بنا سکتے ہو کہ جب زمانہ کی صف الٹ جائے تو پھر مجھ میں شامل ہو جاؤ۔ یقین رکھو کہ میں جس کی زندگی لازوال ہے اور جس نے بے شمار دنیاؤں بنتے بگڑتے اور وقت کے آتشیں نفس سے گداز ہوتے دیکھا ہے تا کہ ان کے مجتمع ہو کر ایک نئی صورت اختیار کریں اور خلا کی لامحدود وسعت میں جلوہ پیرا ہوں۔ اس وقت بھی تمہارے ساتھ ہوں گی اگر چہ تم میری موجودگی سے بے خبر ہو گے۔ تم جہاں جاؤ گے اور جس صورت میں بھی زندگی بسر کرو گے میں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ خواہ تم آسمان کے بعید ترین ستارے میں چلے جاؤ خواہ زمین کی عمیق ترین پستیوں میں غرق ہو جاؤ اگر تم مجھے فراموش نہیں کرو گے اور اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرو گے تو میں تمہاری زندگی اور موت نیند اور بیداری یاد اور فراموش کاری ظاہری و باطنی زندگی کے مدوجزر میں تمہارے ساتھ رہوں گی تاوقتیکہ تم نجات کی منزل تک پہنچ جاؤ۔ کیونکہ یہ بات خدا کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ جس چیز میں ذرا بھی اپنی ربانیت کا عکس دیکھتا ہے اس سے دائمی محبت کرتا ہے اب اس وقت تک حرف راز اپنی زبان پر نہ لانا جب تک تم اپنا فرض انجام نہ دے لو تمہیں اس عرصے تک کے لئے میری طرف سے الوداع۔"

جب اس سریلی آواز کی آخری امیدیں ختم ہو گئیں تو آتشیں سانپ پھر بادل میں چھپ گیا۔ بلکہ خود بادل بھی نورانی سینگوں میں سے رخصت ہو کر فضا کی تاریکیوں میں گم ہو گیا۔ ہلال کی روشنی رفتہ رفتہ مدھم پڑتی گئی۔ حتیٰ کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

بالآخر مقدس دیوی بھی رخصت ہو گئی اور مقدس ساز کا ترنم بالکل محو ہو گیا اور ہر طرف گہری خاموشی طاری ہو گئی۔

ہر مقس نے اپنا چہرہ اپنے دامن میں چھپا لیا گو کہ اس کے والد کی لاش اس کے سامنے پڑی تھی پھر بھی اس کے دل میں تھوڑی امید پیدا ہو گئی اور اسے حوصلہ ہو گیا کہ جس جلیل القدر ہستی کے ساتھ میں نے بے اعتنائی کی ہے وہ بدستور اس کی معاون ہے۔ وہ ان ہی خیالات میں گم تھا کہ سخت تھکن کی وجہ سے اس پر نیند غالب آ گئی اور وہ عالم خواب میں گم ہو گیا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر بوڑھی آواز آئی۔ "نئی دنیا کے میرے دوست کیا تم جاگ رہے ہو، کیا تم نے میری باتیں سنیں ہیں۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"تم جانتے ہو کہ نہیں، میں تم کو بتا دوں کہ میں اپنی مرضی سے جب نیند کو بلاتا ہوں تو آتی ہے مجھ پر نیند غالب نہیں آتی تم بھی یہ خیال نہ کرنا کہ میں سن نہیں رہا تمہارے ہر لفظ کو میں غور سے سن رہا ہوں میں ہرمقس کی طرح نیند کا غلام نہیں کہ اس کے باپ کی لاش اس کے قریب پڑی ہے اور وہ سو جاتا ہے ہر دور کے انسانوں میں کچھ نہ کچھ کمزوریاں تو ہیں مگر فرعون خاندان کے لوگوں نے اپنی ان کمزوریوں کا مظاہرہ کچھ زیادہ ہی کیا ہے۔"

بوڑھی آواز آئی۔ "اور انہی کمزوریوں کی وجہ سے وہ ہماری غلامی میں رہے حالانکہ فرعون مصر بہت شاطر اور ہنر مند تھے۔"

رات کا سفر تمام ہوا اور گوئل چھولداری سے باہر آ گیا اور آتے ہی ادب سے بولا۔

"ماسٹر کیا میری زندگی اس ویران جگہ گزر جائے گی۔"

رولو کا مسکرا کر بولا۔ "نہیں ایسا نہیں ہو گا تم آزاد ہو چاہو تو واپس جا سکتے ہو میری طرف سے تم پر پابندی نہیں ہے اور اب تو قاسم بھی ٹھیک ہے اس کے مرض کا علاج ہو چکا ہے۔"

گوئل بولا۔ "تو ماسٹر پھر تو یہاں رکنا بے سود ہی ہے کیوں نا واپس چلیں۔"

"درست کہا جب کام ہو گیا تو رکنا بے کار ہے تم ایسا کرو آج تم واپس روانگی کی تیاری کرو مگر ایک یہ چھولداری نگی رہنے دینا تم تینوں واپس روانہ ہو جاؤ میں ابھی رکوں گا مگر یاد رکھنا تم ان دونوں کا پورا خیال رکھنا اور ان کو گھر تک پہنچا کر آؤ گے جو خرچ ہو گا وہ میں تم کو ادا کر دوں گا۔"

"مگر آپ اکیلے اس ویران جگہ پر کیا کریں گے؟" گوئل بولا۔

"قاسم ٹھیک ہو گیا اس کا کام نہیں رہا مگر میرا کام ابھی کچھ باقی ہے میں جلدی تم سے آ کر ملوں گا۔ تم جانے کی تیاری کرو۔"

"ماسٹر آپ کے کھانے وغیرہ کے کام کون کرے گا۔" گوئل بولا۔

"میں خود کروں گا میری فکر نہ کرو۔" اور گوئل گردن ہلا کر کچھ نہ سمجھتے ہوئے چلا گیا۔

دوپہر کو یہ تینوں واپس روانہ ہوئے ان کے ساتھ رولوکا کا ایک کارندہ بھی تھا۔

آسمان پر ایک بھی تارہ نہ تھا بیابان صحرا میں دور دور زندگی کے آثار نظر نہیں آتے تھے اور رولوکا چھولداری کے باہر کھڑا تھا۔

بوڑھی آواز آئی۔ "آج تم اکیلے نظر آتے ہو دوست۔"

رولوکا بولا۔ "ہاں میں اکیلا ہوں اس لئے کہ مجھے پتہ چل چکا ہے کہ تم ہی قاسم کو اپنا آخری دشمن خیال کرتے ہو اور اس کو ختم کرنے کے خواہش مند ہو مگر اے عیار سفیر تو نہیں جانتا کہ یہ زمانہ وہ نہیں جس میں تو حیات تھا اور تیرا حکم ہزاروں پر چلتا تھا آج زمانہ بدل گیا ہے ہزاروں سال کا انسان نہیں جانتا کہ آج کا انسان کتنی ترقی کر چکا ہے اس کے وسائل کتنے بڑھ چکے ہیں وہ فرعون مصر نہیں ہے کہ صرف اپنی بقا کی جنگ کرتا ہو وہ ملکہ قلوپطرہ کے دور کا انسان نہیں کہ ہرمقس جیسے آدمی تک سے خائف ہو جائے آج مقابلہ کرنے کے ڈھنگ الگ ہیں۔ اس موت کی وادی میں اکیلا کھڑا ہوں بول تو میرا کیا کر سکتا ہے اور تیری ساری ہوشیاری ریاکاری اب کام نہ آئے گی اور تو قاسم کو سزا دینے کا خیال نہ کرے گا اگر تو نے کبھی اس کے قریب جانے کی کوشش کی تو، تو سخت مشکلات میں پھنس جائے گا تیری مدد نہ ملکہ کرے گی نہ تیرا انتی تیرے قریب آئے گا۔"

بوڑھی آواز آئی۔ "میں سمجھ چکا ہوں یہ بات اگر تو نہ کہتا تو بھی میں نے تیرے بارے میں جو اندازے قائم کئے ہیں وہی میرے لئے بہت ہیں، میں وعدہ کرتا ہوں میں قاسم کے قریب نہ جاؤں گا۔"

"تم نے درست فیصلہ کیا اگر زندگی میں بھی ایسے فیصلے کرتے اور انتی کو ٹھیک راہ پر چلاتے تو اس کا نام اچھے الفاظ میں یاد کیا جاتا مگر ایسا نہ ہوا وہ ایک عیش پسند مگر بہادر سپہ سالار کے طور پر ہی یاد رکھا گیا اور ملکہ قلوپطرہ عیش پیشہ ہی مشہور ہوئی۔"

"وہ جیسی تھی ویسی ہی مشہور ہوئی۔" بوڑھی آواز آئی۔

"تم سناؤ ہرمقس کا کیا ہوا؟"

آواز آئی۔ "ہرمقس بیدار ہوا تو روشنی چھت کے سوراخ سے آ رہی تھی۔ سورج کی کرنیں ہرمقس کو اس رہگزر سے جس کی دونوں جانب دیواروں پر فراعنہ مصر کے نام مرقوم تھے۔ ایک چاپ سی محسوس ہوئی اس کے ساتھ ہی ایک جانی پہچانی آواز بھی سنائی دی۔

یہ آطو کی آواز تھی جو اس تاریک گوشے میں گرتی پڑتی والد کے کمرے کی طرف آ رہی تھی اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ راستہ تو راہ عدم کی طرح تاریک ہے۔" اس کے بعد پردہ اٹھا اور آطو ایک ہاتھ میں عصا اور دوسرے ہاتھ میں ٹوکری لئے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر پہلے سے زیادہ جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔

اور اس کے بال برف کی طرح سفید تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنی سیاہ اور تیز آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا کیونکہ کمرے کی تاریکی کی وجہ سے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔

اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "لعنت کہاں چلا گیا ہے۔ شوئی تقدیر دیکھو کہ مصر کے سب سے بڑے کاہن اور موروثی فرمانروا کی خدمت کے لئے مجھ جیسی ضعیف عورت کے سوا کوئی نہیں رہا۔ اے ہرمقس اے

میرے نورِ نظر تو نے ہمارے لئے کتنی مصیبت پیدا کر دی ہے لیکن وائے قسمت! یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ تو زمین پر بھی نہیں سویا کرتا خدا نہ کرے وہ جاں بحق تسلیم ہو گیا ہو مقدس باپ جاگ اٹھو۔"

یہ کہہ کر وہ لاش کی طرف بڑھی اور تشویش آمیز لہجے میں کہا۔" خدا! یہ کیا اسرار ہے دیوتا کی قسم وہ تو بالکل ہی کسمپرسی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔"

آطو کو ہرمقس کے باپ کی وفات کا اتنا قلق ہوا کہ اس کے منہ سے بے اختیار ایک چیخ نکل گئی اور وہ ظلمت کدہ اس کی دردناک آواز سے گونج اٹھا۔

ہرمقس چپکے سے کمرے کے تاریک کونے سے باہر نکلا اور آطو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"بوڑھی اماں خدا کے لئے شور نہ مچاؤ اور خاموش رہو۔"

آطو نے اپنی ٹوکری نیچے پھینکتے ہوئے گھبرا کر کہا۔

"تم کون ہو؟ غالباً تم ہی وہ سنگ دل شخص ہو جس نے مصر کے سب سے مقدس بلکہ آخری مقدس انسان کو ہلاک کیا ہے یقین جانو کہ تم اس مذموم فعل کی لعنت سے کبھی نہیں بچ سکتے اگرچہ دیوتاؤں نے ہر آزمائش کے اس زمانے میں ہم سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے پھر بھی ان کی گرفت بہت زوردار ہے اور وہ تم سے ضرور اس سفاکانہ فعل کا انتقام لے گا۔"

ہرمقس نے کہا۔" آطو یہ کیا کہہ رہی ہو ذرا میری طرف آنکھ اٹھا کر تو دیکھو۔"

آطو نے جواب دیا۔" میں آنکھ اٹھا کر کیا خاک دیکھوں آوارہ گرد اوباش کہیں کے تو نے ہی تو اس قدر بے رحمی سے مصر کا بہترین شخص ہلاک کر دیا۔ افسوس مقدس کاہن راہی عدم ہو گیا ہے اور اس کا غدار فرزند معلوم نہیں کہاں روپوش ہے، اب میں بالکل بے یار و مددگار رہ گئی ہوں۔" ہرمقس بولا۔" نادان عورت چپ رہ کیا تو مجھے نہیں جانتی۔"

آطو نے جواب دیا۔" اے میرے دیوتا یہ تو وہی خد و خال ہیں۔ لیکن کچھ بدلے ہوئے اور ہاں یہ زخم بھی تو وہی ہے اف یہ تو میرا اپنا ہرمقس ہے میری آنکھوں کا نور ہے آؤ بیٹا میں تمہارا منہ چوموں مگر نہیں میں بھول گئی تم ایک غدار اور قاتل ہو یہ دیکھو تمہارا مقدس باپ اسمت مرا پڑا ہے اور اسے تم نے ہلاک کیا ہے، جاؤ مجھے قوم و وطن کے غداروں اور باپ کے قاتل سے کوئی واسطہ نہیں تم اپنی بدچلن محبوبہ کے پاس جاؤ کیونکہ تم اب وہ نہیں رہے جسے میں نے پالا پوسا۔"

ہرمقس نے کہا۔" میں نے اپنے باپ کو قتل نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنی موت سے فوت ہوا ہے۔"

آطو نے جواب دیا۔" ہاں اس نے تمہارے ہاتھوں میں جان دی لیکن اس غضب ناک حالت میں جبکہ اس کی زبان تم پر ہزار ہا لعنتیں بھیج رہی تھی اے ہرمقس تو اس شخص کی موت کا باعث ہوا ہے، جس نے تجھے زندگی دی۔"

ہرمقس بولا۔" بوڑھی ماں مجھے اس طرح لعنت ملامت نہ کر، میری مصیبتوں کا بوجھ پہلے ہی ناقابل برداشت ہے۔"

آطو نے جواب دیا۔" ہاں تم درست کہتے ہو میں یہ بات بھول ہی گئی تھی۔ آخر تمہارا گناہ کیا ہے یہی کہ تمہیں ایک عورت نے گمراہ کر دیا۔ میں نے اسے دیکھا ہے وہ اس قدر حسین تھی گویا شریر خداؤں نے اسے مردوں کی تباہی اور بربادی کے لئے ہی تخلیق کیا تھا۔ اس کے مقابلے میں تم کیا تھے صرف ایک سادہ لوح نوجوان جسے کاہنوں کی راہبانہ زندگی بسر کرائی گئی انصاف تو یہ ہے کہ تمہاری تربیت بہت غلط کی گئی تمہارا اور ملکہ کا جوڑ برابر کا جوڑ نہ تھا اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس نے عبادت خانے کے تمام اراضی اور محاصل چھین لئے اور تمام کاہنوں کو عبادت خانے سے نکال باہر کیا لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس نے تمہارے باپ اسمت کو کچھ نہیں کہا اس کا سب سے زیادہ صبر آزما جرم یہ ہے کہ اس نے ہمارے عبادت خانے میں خداؤں کی پرستش بند کرا دی اب تمہارا

باپ فوت ہو چکا ہے لیکن اس نے تمہیں تہی دست نہیں رکھا کیونکہ جب سے ہماری سازش ناکام رہنے کی خبر موصول ہوئی تو اس نے اپنا تمام خزانہ ایک جگہ چھپا دیا یہ ایک بھاری اثاثہ ہے اور میں تمہیں اس کا پتہ بتا دوں گی کیونکہ تم ہی اس کے جائز وارث ہو۔''

ہرمقس بولا۔ ''خزانے کا تذکرہ چھوڑو مجھے یہ بتاؤ کہ میں کہاں جاؤں اور اپنی شرم وندامت کو کس پردے میں چھپاؤں۔''

آطلو بولی۔ ''تم درست کہتے ہو تمہارا اس جگہ رہنا خطرے سے خالی نہیں کیونکہ لوگوں نے تمہیں یہاں دیکھ لیا تو وہ تمہیں موٹی کپڑے میں لپیٹ کر زندہ دفن کر دیں گے۔ میں تمہیں ان لوگوں کی سنگ دلی کا شکار نہیں ہونے دوں گی اور تمہیں کسی محفوظ جگہ چھپا دوں گی پھر مقدس کاہن کی تدفین و تلقین سے فارغ ہونے کے بعد ہم دونوں یہاں سے بھاگ جائیں گے۔''

آطلو نے ہرمقس کو ایک کمرے میں 8 دن چھپائے رکھا۔ اتنے دن میں حنوط سازوں نے اس کے باپ کی لاش کی مکمل طور پر تیاری کر دی جب تدفین کی رسم ادا ہو چکی تو اس نے اپنے باپ کا خزانہ اس محفوظ جگہ سے باہر نکالا جہاں وہ دفن تھا اور پھر بھیس بدل کر آطلو کے ساتھ دریائے نیل کے شمال کی طرف چلا گیا۔ وہاں اس نے کچھ عرصہ قیام کیا تاکہ اس کے نواح میں کوئی ایسی جگہ تلاش کر لے جہاں لوگوں کی نظر سے چھپ کر زندگی بسر ہو۔

آخر ہرمقس کو ایک ایسی جگہ مل گئی شہر کے شمال کی طرف سنگلاخ کھائیاں اور تمازت آفتاب سے جھلسی ہوئی وادیاں تھیں۔ ان ویران مقامات میں مقدس آباؤ اجداد نے ٹھوس چٹانوں کے اندر اپنے مقبرے اس قدر کاری گری سے بنائے تھے کہ آج بھی ان کا سراغ لگانا مشکل ہے ان مقبروں میں سے بعض کو ایرانیوں اور دوسرے کفن چوروں نے خزانہ تلاش کرنے کے لئے کھود ڈالا تھا ایک رات ہرمقس اپنی جائے پناہ سے باہر نکلا اور اس وادی مرگ کی طرف جا نکلا جس کی مثال اور کہیں دستیاب نہیں ہو سکتی وہ سیر کرتے کرتے ایک مقبرے کے نزدیک پہنچا جو نصف کے قریب ان بڑی بڑی چٹانوں میں چھپا ہوا تھا بعد میں ہرمقس کو پتہ چلا کہ یہ مقبرہ انہیں مقدس کا مقبرہ ہے جو اس نام کا تیسرا بادشاہ تھا اور مدت ہوئی آسودہ خواب ہو چکا تھا ہرمقس صبح کی روشنی میں اس کے دروازے میں سے رینگ کر اندر داخل ہوا اور دیکھا کہ وہ جگہ بہت کشادہ ہے اور اس میں بہت سے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ دوسری رات ہرمقس اس مقبرے میں منتقل ہو گیا اور اس کا طریقہ زندگی یہ طے پایا کہ آطلو ہر دوسرے دن باہر جاتی اور سامان خورد ونوش اور چربی کی بنی ہوئی شمعیں لے آتی۔ طلوع سحر سے ایک گھنٹہ پہلے اور غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ بعد وہ روز وادی میں گھومنے جاتا تاکہ مقبرے کی شدید تاریکی سے اس کی بینائی خراب نہ ہو جائے اور اس کی گھٹی ہوئی ہوا سے اس کی صحت نہ بگڑ جائے باقی تمام وقت وہ عبادت میں گزارتا رفتہ رفتہ اس کے دل سے گناہوں کا کثیف بادل چھٹ گیا ریاضت مجاہدہ اور تنہائی نے اس کی جسمانی کثافت دور کر دی اور اس کی روح کی آنکھیں اشیاء کی تہہ تک پہنچنے لگیں۔ حتیٰ کہ عارف کامل ہونے کی مسرت اس کے دل پر شبنم بن کر برس گئی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام شہر میں افواہ پھیل گئی کہ شہر خموشاں کے مقبروں میں ایک نہایت دانش مند بزرگ آیا ہے جس کا نام اپلس ہے لوگ اس کا شہرہ سن کر اس کے پاس علاج معالجہ کے لئے مریض لانے لگے۔ اس لئے ہرمقس نے ادویہ کی طرف توجہ کی اور اس کا مطالعہ کیا اور وہ بہت جلد فن حکمت میں ماہر ہو گیا ذاتی فہم وفراست او ادویہ کے خواص میں ماہر ہونے کی وجہ سے بہت سے مریضوں نے اس کے ہاتھ سے شفا پائی لوگ جوق در جوق اس کے پاس آنے لگے اور اس کی شہرت ہوا کے پر لگا کر اڑنے لگی یہ بھی مشہور تھا کہ علم سحر بھی اس کی دسترس ہے اور مردہ ارواح سے بھی وہ گفتگو کر سکتا ہے۔ یہ افواہ بے بنیاد نہ تھیں کیونکہ وہ واقعی ارواح غیب سے ہمکلام ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ ہرمقس کی شہرت اتنی بڑھ گئی کہ بوڑھی آ

کے لئے ضروریات کی چیزیں لینے کے لئے شہر جانے کی ضرورت نہ رہی۔ لوگ خود بخود اس کے لئے ضرورت کی چیزیں لانے لگے۔ کیونکہ وہ کسی سے معاوضہ طلب نہیں کرتا تھا اس لئے اس کی شہرت میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا لوگ اسکندریہ سے بھی چل چل کر اس کے پاس آنے لگے۔

ان سے پتہ چلا کہ انتی کچھ عرصہ ملکہ کے ساتھ عیش و عشرت کرنے کے بعد روما واپس چلا گیا اور وہاں اس نے اپنی بیوی کی وفات پر میزر کی بہن آکیٹویا سے شادی کر لی۔

دوسرے سال اس نے آطو کو جڑی بوٹیاں بیچنے والی عورت کے بھیس میں اسکندریہ بھیجا تا کہ وہ شارمیاں سے ملے اور اگر وہ بدستور وفادار ہو تو وہ اس کو نئی پوشیدہ زندگی سے آگاہ کرے آطو سال کے بعد واپس لوٹی اور اس کو شارمیاں کی طرف سے آداب وسلام پہنچائے۔

اس نے کہا۔ ''جب میں نے اس کے سامنے تمہارا ذکر اس طرح کیا گویا تم فوت ہو چکے ہو تو وہ شدت غم کے سبب بے اختیار رو پڑی پھر جب میں نے اس کے دل کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے یہ کہا کہ تم زندہ ہو اور اس کا پیغام میں لائی ہوں تو وہ مسرت کی وجہ سے اور بھی زیادہ روئی اور اپنی بوڑھی پیغام رساں کو بوسہ دیا۔''

اس نے آطو کے ہاتھ بہت سے تحفے دے کر پیغام دیا کہ وہ اپنی قسم پر قائم ہے اور ہرمقس کی آمد کی منتظر ہے تا کہ مل کر ملکہ سے انتقام لیا جاسکے۔

دوسرے سال ہرمقس کے پاس ملکہ کی طرف سے چند قاصد آئے ایک سربمہر مکتوب اور بہت سے تحفے تحائف لے کر مکتوب کا مضمون یہ تھا۔

دانائے مصر کے نام جو وادی مرگ میں اقامت پذیر ہے محترم ہپلس تمہاری شہرت کا غلغلہ ہمارے کانوں تک پہنچا ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری عقل مندی اور تدبیر سے فائدہ اٹھائیں، اے دانائے دہر ہمیں اس سوال کا جواب چاہئے کہ ہم کس طرح از سرِ نو معزز انتی کی محبت حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ عیار آکیٹویا نے اس کو اپنی زلف گرہ گیر میں اسیر کر لیا ہے اور اس کو ہم سے جدا ہوئے بہت مدت گزر گئی ہے اگر تم نے اس سوال کا درست جواب دیا اور ہمیں کوئی معقول تدبیر بتائی تو ہم تمہارے کمالات کا اعتراف کرتے ہوئے تم کو اپنی فیاضی سے مصر کا سب سے متمول شخص بنا دیں گے۔''

ہرمقس نے مضمون پڑھ کر فوراً اندازہ کر لیا کہ اس خط کو لکھوانے میں شارمیاں کا ہاتھ ہے اس نے میری دانشمندی کا فسوں ملکہ کے کان میں پھونکا اور اس سے یہ خط لکھوایا۔

ہرمقس اس رات بڑی دیر تک غور وفکر کرتا رہا اور دوسرے دن ملکہ کو وہ جواب تحریر کیا جو اس کے دل میں ملکہ اور انتی کی تباہی کے لئے غیب سے اٹھا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔

حکیم مصر ہپلس کی طرف سے ملکہ مصر کے نام

سلام و نیاز

''مکتوب گرامی ملا آپ اس شخص کے ساتھ جو آپ کی رہنمائی کے لئے بھیجا جائے ملک شام چلی جائیے اس طرح انتی دوبارہ آپ کے آغوش محبت میں آجائے گا اور آپ کو پہلے سے زیادہ تحائف دے گا۔''

یہ خط دے کر اس نے قاصدوں کو رخصت کر دیا اور ان سے کہا کہ وہ ملکہ کے بھیجے ہوئے تحائف آپس میں بانٹ لیں قاصد ہرمقس کی فیاضی پر تعجب کرتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

ملکہ نے فوراً مشورے پر عمل کیا کیونکہ یہ مشورہ عین اس کی خواہشات کے مطابق تھا وہ شام روانہ ہوگئی اور وہاں بالکل وہی واقعات رونما ہوئے جن کی ہرمقس نے پیشن گوئی کی تھی انتی ملکہ کی آغوش میں آگیا اور اس کو سلیقیہ کا بہت سا حصہ، شام قبرص کا زرخیز جزیرہ عنایت کیا۔ انتی نے اپنے فرزند لیموس اور ان تمام بچوں کو جو ملکہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے ملوک ابنائے ملوک کا خطاب دیا۔

جب ملکہ اسکندریہ واپس آئی تو اس نے ہرمقس کو بہت سے تحائف بھیجے جو اس نے ادب سے واپس بھیج دیئے ملکہ نے اس سے استدعا کی کہ وہ اسکندریہ اس کے پاس آ جائے۔

لیکن چونکہ ابھی مقررہ وقت نہیں آیا تھا اس لئے اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔ اس کے بعد ملکہ اور انتنی نے کئی دفعہ اس سے مشورے طلب کئے اور وہ مشورے دیتا رہا۔ چونکہ اس کی پیشن گوئیاں کبھی غلط ثابت نہیں ہوئیں اس لئے ان کے دل میں قدر و منزلت دن بدن بڑھتی گئی اور اس کا اعتبار زیادہ ہوتا گیا۔ ان باتوں کو کئی سال گزر گئے اور ہرمقس ترک دنیا مقبروں کی سکونت سادہ پانی اور سادہ غذا پر بسر اوقات کرتے کرتے مقدس دیوی کی تائید سے روز بروز زیادہ ذہین ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ سرزمین مصر میں پھر پہلے کی طرح اس کا وقار قائم ہو گیا اس نے اپنی نفسانی خواہشات کو پاؤں تلے روند ڈالا اور اس کا باطن روز بروز روشن ہوتا چلا گیا۔

رفتہ رفتہ پورے آٹھ سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس عرصہ میں پارتھیا اور روما کی جنگوں کا تصفیہ ہو گیا۔ آرمینیہ کا بادشاہ پابہ زنجیر اسکندریہ کے گلی کوچوں میں پھرایا گیا۔ ملکہ کی فتنہ پردازی سے عالی قدر آکیٹویا ایک دھتکاری ہوئی لونڈی کی طرح انتنی کے گھر سے نکال دی گئی۔ انتنی کی بے وقوفی انتہائی درجہ کو پہنچ چکی تھی کیونکہ یہ شخص جو تمام دنیا کا مالک و مختار تھا آخر فہم و فراست سے بالکل بے گانہ ہو چکا تھا وہ ملکہ کی محبت میں اندھا ہو چکا تھا۔ جس طرح ہرمقس ملکہ کی محبت میں اندھا ہو گیا تھا ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ آکیٹوی انیس نے انتنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

ایک رات ہرمقس کو اس کا بوڑھا باپ خواب میں نظر آیا وہ اپنے عصا کے ساتھ اس کے پاس کھڑا تھا وہ بولا۔

''میرے فرزند دیکھو!'' ہرمقس نے اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک بحر بے کنار پر زبردست جنگی بیڑا آپس میں محو کشمکش ہے ان میں سے ایک بیڑا آکیٹوی انیس کے زیر کمان تھا اور دوسرے پر انتنی اور ملکہ کے جھنڈے لہرا رہے تھے انتنی اور ملکہ کے جہازوں نے سیزر کے جہازوں کو پیچھے دھکیل دیا اور قریب تھا کہ فتح ان دونوں کے قدم چومے ہرمقس نے پھر دیکھا تو ایک سبز جہاز میں ملکہ بیٹھی نظر آئی وہ بہت بے تابی سے لڑائی کے انجام کا انتظار کر رہی تھی۔ دفعتہً اس نے اس پر اپنی روح کا پرتو ڈالا اور ملکہ کو یہ محسوس ہوا کہ مرحوم ہرمقس اس کے کانوں میں یہ الفاظ کہہ رہا ہے۔

''ملکہ بھاگ جاؤ ورنہ تم تباہ ہو جاؤ گی۔''

ملکہ یہ سن کر گھبرا گئی اور اس کو پھر آواز سنائی دی۔

اس کے دل پر شدید وحشت سوار ہو گئی اس نے اپنے ملاحوں کو بلند آواز میں حکم دیا کہ وہ بادبان کھول دیں اور میدان سے بھاگ جائیں۔ انہوں نے متعجب ہو کر اس کے حکم کی تعمیل کی اور میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے اس پر دشمن اور دوستوں کی صف میں شور عظیم برپا ہوا کہ ملکہ بھاگ گئی۔ ہرمقس نے انتنی کے بیڑے پر تباہی کی بجلی گرتے ہوئے دیکھی اور اس حالت میں وہ خواب سے بیدار ہوا۔

اس کے بعد دن گزرتے گئے ایک رات پھر اس نے اپنے باپ کو دیکھا۔ اس نے کہا۔

''بیٹا اٹھو اب انتقام کا وقت آ گیا ہے تمہاری تدابیر ناکام نہیں ثابت ہوئیں اور دیوتاؤں نے تمہاری دعائیں قبول کر لی ہیں یہ تمہاری ہی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ ایکٹیم کی لڑائی میں دیوتاؤں نے ملکہ کے دل میں شدید خوف پیدا کر دیا اور وہ اپنے بیڑے کو لے کر میدان سے بھاگ نکلی اب انتنی کی بحری طاقت بالکل زائل ہو چکی ہے اس لئے تم جاؤ جو بات تمہارے دل میں ڈالی جائے اس پر عمل کرو۔''

ہرمقس صبح بیدار ہوا تو اس نے دیکھا ملکہ کے قاصد ایک رومی سپاہی کے ساتھ اس کی طرف آ رہے ہیں ہرمقس نے کرخت لہجے میں ان سے پوچھا۔ ''کہو اب تم میرے پاس کس غرض سے آئے ہو؟''

ان کا سردار نہایت عاجزی سے جھک کر آداب بجالایا کیونکہ تمام لوگ اس کی محیر العقول کرامات کے سبب اس سے ڈرتے تھے۔ پھر اس نے کہا۔ ''محترم حکیم ملکہ اور انتی کا حکم ہے کہ آپ فوراً اسکندریہ آؤ۔ اس نے تمہیں کئی بار بلایا لیکن تم نہیں آئے اب اس کا حکم یہ ہے کہ فی الفور آؤ کیونکہ تمہارے مشورے کی بہت ضرورت ہے۔''

ہرمقس بولا۔ ''اگر میں نہ آؤں؟''

سردار نے جواب دیا۔ ''محترم اہلس اس صورت میں ملکہ کا حکم یہ ہے کہ میں تم کو بزور ملکہ کے پاس لے جاؤں۔'' ہرمقس نے زور سے ایک قہقہہ لگایا اور اس سردار سے ہنستے ہوئے کہا۔

''کیا تو مجھے بزور ملکہ کے پاس لے جانے کی جرأت رکھتا ہے۔ اے نادان اس قسم کے غرور آمیز الفاظ اپنی زبان پر مت لا اور اپنی تباہی مول نہ لے کیونکہ میں انسانوں کو جلا بھی سکتا ہوں اور مار بھی سکتا ہوں۔''

سردار نے جواب دیا۔ ''معاف فرمایئے میں ایک قاصد ہوں اور صرف وہی الفاظ اپنی زبان پر لایا ہوں جن کا حکم مجھے دیا گیا ہے۔''

ہرمقس بولا۔ ''ہاں مجھے اس بات کا پہلے ہی علم ہے تو خوف نہ کھا میں تیرے ساتھ چلوں گا۔''

غرض اسی دن آطو کے ساتھ نہایت خاموشی سے اسکندریہ روانہ ہو گیا اور اس نے اپنے باپ کا خزانہ ساتھ لے لیا تاکہ اسکندریہ میں ایک متمول اور باوقار انسان کی حیثیت سے داخل ہو خالی ہاتھ واپس نہ جائے۔ اثنائے سفر میں ہرمقس کو معلوم ہوا کہ انتی فی الحقیقت میدان جنگ سے بھاگ نکلا ہے اور اس کی تباہی کے دن قریب آ رہے ہیں جیسا کہ اس نے مقبرہ میں پہلے ہی دیکھ لیا تھا اور اس کی تیاری بھی کر لی تھی۔ ان حالات کے ماتحت وہ پھر اسکندریہ میں داخل ہوا اور اس مکان میں سکونت اختیار کی جسے ملکہ نے اس کے لئے آراستہ کیا تھا۔ اس رات اس کے پاس شارمیاں بھی آئی جس کو دیکھے ہوئے پورے نو سال گزر چکے تھے۔

اسکندریہ پہنچ کر ہرمقس نے ایک بار پھر اپنی نئی بساط کی تیاریاں شروع کر دی اور ملکہ کے لئے دشت مقتضا بن کر نازل ہوا۔ اب کی بار وہ ناکام ہونے کے لئے نہیں آیا تھا مگر اب حالات کس قدر تبدیل ہو چکے تھے۔ اس کا دخل اس میں نہ تھا وہ صرف خداؤں کے ہاتھ میں ایک بے جان آلہ تھا۔ اب اس کا مقصد مصر کی آزادی نہ تھا کیونکہ اب مصر پر زوال آ چکا تھا اور زبردست سازش جس کا دارومدار اس پر تھا مدت ہوئی واقعات کے بے پناہ سیلاب میں بہہ چکی تھی۔ ہرمقس قدیم نسل رات کے تاریک پردے میں دفن ہوتی جا رہی تھی اس کے خدا تباہ و برباد ہو کر زمین پر گر رہے تھے۔ چشم تصور سے روما کے عقابوں کو مصر کے ساحل پر اڑتا دیکھ رہا تھا اور ان کے شور و شغب کی روح فرسا آواز کو سن سکتا تھا۔

معلوم نہیں ہرمقس کو کیا خیال آیا کہ اس نے اپنا چہرہ دیکھنے کے لئے ایک آئینہ پر نظر ڈالی اس نے دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد اور اندر کی طرف دھنسا ہوا تھا اس کی آنکھوں کا نور شب و روز تاریکی میں رہنے کے سبب مدھم ہو گیا تھا آنکھوں کے حلقے منڈے ہوئے قلندرانہ سر کے نیچے ایسے معلوم ہوتے تھے گویا بنجر پہاڑی کے نیچے دو تاریک غار ہیں۔ اس کا جسم طویل ریاضت رنج و غم اور فکر فاقہ کی وجہ سے بالکل نحیف اور منحنی ہو گیا تھا اس کی داڑھی لمبی اور میلی سی تھی اس کے اعضا ڈھیلے اور شانے بہت پست تھے گردش زمانہ اور فکر آلام نے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا تھا۔

ہرمقس اپنی حالت دیکھ کر ذرا حیران تو ہوا۔ اس حالت میں اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ میں وہی شہزادہ ہوں جو پرجوش شہ زور اور کشیدہ قامت تھا۔ مگر ہرمقس کے دل میں وہی جذبہ انتقام کا شعلہ بھڑک رہا تھا۔

ہرمقس ان ہی افکار میں سر جھکائے بیٹھا تھا کہ دروازے پر دستک سنائی دی آطو نے دروازہ کھول دیا اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو اس کے سامنے ایک نوجوان عورت

تھی۔ جو کہ یونانی وضع کا لباس پہنے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی یہ شارمیاں تھی جس کی خوبصورتی میں فرق نہیں آیا تھا۔ اس کا چہرہ نمکین تھا لیکن اس میں غضب کی دلکشی نظر آتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی جھکی ہوئی آنکھوں میں خاموش آگ دھیمی سی لو میں جل رہی ہے۔

شارمیاں اکیلی کمرے میں داخل ہوئی اور کچھ کہے بغیر سیدھی ہرمقس کی طرف آئی پاس پہنچ کر اس نے کہا۔ ''معمر بزرگ مجھے فرزانہ اپلس کے پاس پہنچادو کیونکہ میں اس کے لئے ملکہ کا ایک پیغام لائی ہوں۔''

ہرمقس نے آنکھ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس نے ہرمقس کو دیکھا اور ایک ہلکی سی چیخ ماری پھر اس نے کہا۔

''نہیں خدا کی قسم نہیں تم ہرمقس نہیں ہو سکتے۔'' یہ کہہ کر وہ ٹھٹک سی گئی۔

ہرمقس نے اس کے تذبذب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''شارمیاں میں وہی ہوں جس سے تمہارا نادان دل محبت کرتا تھا۔ اگر چہ وہ ہرمقس جس سے تم محبت کرتی تھیں یہاں موجود نہیں بلکہ اب صرف تجربہ کار مصری حکیم اپلس تمہارے الفاظ کا منتظر ہے۔''

شارمیاں بولی۔ ''ایسا نہ کہو ماضی کے لئے صرف ایک لفظ ہی کہہ دینا کافی ہے اور وہ یہ کہ اگر تمہارے خیال میں عورت کی محبت ظاہری شکل و صورت کی تبدیلی سے بدل جاتی ہے تو پھر تم فاضل حکیم ہونے کے باوجود عورت کے دل سے واقف نہیں اگر محبت کا انحصار صرف چہروں کی ظاہری تراش خراش پر ہوتا تو پھر محبت صرف محبوب کی زندگی تک محدود رہتی یاد رکھو میں ان عورتوں میں ہوں جن کی محبت کبھی فنا نہیں ہوتی۔ وہ شروع سے آخر تک محبت کرتی ہیں اور اگر محبوب ان کی طرف التفات نہ کرے تو وہ اس دنیا سے کنواری رخصت ہو جاتی ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگئی۔

اور چونکہ ہرمقس کے پاس اس کی بات کا کوئی جواب نہ تھا اس لئے اس نے تصدیق میں اپنا سر جھکا دیا۔

اگر چہ اس نے اپنی زبان سے کوئی بات نہ کہی پھر بھی وہ اپنے دل میں اس کا گرویدہ احسان ضرور تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی وجہ سے تباہی اور ذلت کا منہ دیکھنا پڑا۔ پھر بھی اس نے ملکہ کے دربار کی سموم فضا میں زندگی بسر کرنے اور ہر بوالہوس کی حریصانہ نظروں کا شکار ہونے کے باوجود نو سال کا طویل عرصہ گزار دیا۔ ہرمقس کے ٹھکرائے ہوئے برگشتہ انسان کی بے سود اور بے کار محبت میں گزار دیا اور اب پھر جب خستہ حال ہو کر اس کے پاس پہنچا تو وہ اس سے اسی تپاک اور گرم جوشی سے پیش آئی اور سچ تو یہ ہے کہ وہ شخص صحیح معنوں میں انسان ہی نہیں جو ایک عورت کی پاکیزہ محبت کی قدر نہ کرے۔ ایسی محبت نقد زر سے نہیں خریدی جا سکتی اور دنیا کی نعمتوں میں سب سے زیادہ گرانقدر اور نایاب ہے۔

اس نے کہا۔ ''میں تمہاری ممنون ہوں کہ تم نے میرے الفاظ کا کوئی جواب نہیں دیا۔''

کیونکہ ان تلخ الفاظ کی اہمیت ابھی تک دور نہیں ہوئی جو تم نے کئی سال پہلے روانگی کے وقت کہے تھے اچھا اب ان باتوں کو جانے دو اگر تم میری محبت کو ناپسند کرتے ہو تو لو آج میں یہ جذبہ اپنے دل سے نکال دیتی ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے اوپر دیکھا اور اس طرح ہاتھ پھیلائے گویا وہ کسی نادیدہ شے کو پیچھے دھکیلنا چاہتی ہے پھر اس نے کہا۔ ''ہاں آج میں اس جذبہ سے دستبردار ہوتی ہوں اگر چہ میں اس کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ اب میں اس سے کلی طور پر سبکدوش ہو چکی ہوں اور آئندہ میری محبت تمہارے لئے پریشانی کا باعث نہیں ہوگی میرے لئے یہی کافی ہے کہ میری آنکھیں ابدی نیند میں کھو جانے سے پہلے تمہیں ایک بار پھر دیکھ رہی ہیں کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے جب میں تمہارے ہاتھوں سے مرنے کی خواہش مند تھی اور تم نے مجھے ہلاک نہیں کیا بلکہ تم نے کہا میں اپنے گناہوں کے تلخ پھل کا ناگوار ذائقہ چکھوں اور اس جرم کی تکلیف دہ خلش کا شکار رہوں جس کا میں نے ارتکاب کیا ہے اور ہاں تم نے یہ بھی کہا کہ میں اس شخص کی غم انگیز یاد میں محو رہوں

جس کو میں نے ذلت کے سمندر میں غرق کر دیا۔"

ہر مقس نے کہا۔ "مجھے وہ باتیں خوب یاد ہیں۔"

اس نے کہا۔ "اب میری سزا پوری ہو چکی۔ اے کاش تم ان مصیبتوں کو جان سکو جو میں نے نو سال کے طویل عرصہ میں برداشت کی ہیں اور جو میرے دل پر ہمیشہ کے لئے ثبت ہو چکی ہیں، میں نے ان کو نہایت خندہ پیشانی سے قبول کیا اور امید کرتی ہوئی کہ میری مصیبتوں کا حال تمہاری آتش غضب کو ٹھنڈا کر دے گا۔"

ہر مقس بولا۔ "ان تمام باتوں کے باوجود لوگوں کی گفتگو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دربار میں تمہارا مرتبہ اور اثر سب سے زیادہ ہے اور خود اکیٹوی اینس بھی اس بات کا معترف ہے کہ وہ انتی یا ملکہ سے جنگ آزما نہیں بلکہ شارمیاں سے نبرد آزما ہے۔"

اس نے کہا۔ "تم درست کہتے ہو لیکن اب یہ بھی سنو کہ اس قدر عالی منزلت اور تمہارا رفیق ہونے کی بدولت مجھے کیا حاصل ہوا ہے یہ تمہاری ہی قسم ہے جس نے مجھے مجبور کیا کہ میں اس عورت کی خدمت کروں اور اس کے رحم وکرم پر گزر اوقات کروں جس سے میں شدید نفرت رکھتی ہوں۔

وہ عورت جس نے تم کو اپنی محبت میں مبتلا کر کے میرا سکون چھین لیا۔ جس نے میرے دل میں رشک پیدا کر کے مجھ کو گناہوں کی پستی میں غرق کر دیا۔ جس نے تم کو رسوائی کے غار میں جھونکا اور مصر کو تباہ و برباد کیا۔ کیا امراء کی تعریفیں اور انعام واکرام مجھ جیسی بدقسمت عورت کو خوش کر سکتے ہیں جو مانگنے والی ذلیل سے ذلیل و کمین عورتوں سے بھی زیادہ بدقسمت ہے۔ نہیں یہ چیزیں میرے دل کو خوش نہیں کر سکتیں کیونکہ میری قسمت میں رنج وغم کے سوا اور کچھ نہیں۔ تم تصور نہیں کر سکتے کہ میں نے اپنی مصیبت کا وقت کس طرح گزارہ ہے جب میں اپنے کمرے میں اکیلی ہوتی تو میں اس قدر رویا کرتی تھی کہ میری آنکھوں کی بینائی مدھم پڑ جاتی اور سنگار کرنے کے بعد ہنسی خوشی انتی اور ملکہ کے احکام بجالاتی۔ اے کاش میں ان دونوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے ہوئے دیکھوں پھر مجھے موت کا کوئی افسوس نہ ہوگا۔ تم نے بھی اپنا وقت مصیبتوں میں بسر کیا ہے لیکن تمہیں کم ازکم اتنا آرام تو تھا کہ تم آزاد تھے اور میں درباری نوکری کے جاںگسل فرائض کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اسی لئے میں بسا اوقات تمہارے آسیب زدہ غار کی پرسکون زندگی پر رشک کیا کرتی تھی۔"

ہر مقس نے کہا۔ "اب کی بار تم نے اپنی قسم کو فراموش نہیں کیا اور یہ ہمارے نصب العین کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا کیونکہ اب انتقام کا وقت قریب آ گیا ہے۔"

شارمیاں بولی۔ "ہاں میں اپنی قسم کو نہیں بھولی اور ہر وقت ملکہ اور اس کے رومی شیدائی کی بربادی اور تمہاری کامیابی کے لئے جدوجہد کرتی رہی ہوں میں نے ایک طرف انتی کی آتش ہوس بھڑکا دی ہے تاکہ وہ اور بھی بے اعتدالیاں کرے اور دوسری طرف ملکہ کے دل میں رشک کی آگ لگا دی ہے تاکہ اس سے اور بھی غلطیاں سرزد ہوں اس پر طرہ یہ کہ میں نے ان سب باتوں کی خبر سیزر کو پہنچا دی جو ان کا جانی دشمن ہے۔

اب یہ سنو کہ موجودہ صورت حال کیا ہے۔ تم نے لڑائی کا حال سنا ہوگا۔ انتی نے ملکہ کو بہت روکا کہ وہ ایکٹم نہ جائے لیکن وہ دھن کی پکی اپنا بیڑا لے کر سیزر سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو ہی گئی۔ اس کی روانگی کے بعد میں نے تمہاری ہدایت کے مطابق انتی کو اس کی مدد کے لئے اکسایا اور اس کو قسمیں کھا کھا کر اس بات کا یقین دلایا کہ اگر اس نے ملکہ کا ساتھ نہ دیا تو وہ غم کے مارے ہلاک ہو جائے گی۔

انتی میری باتوں سے متاثر ہوکر اس کے پاس چلا گیا اور عین اس وقت جب لڑائی پورے زوروں پر تھی ملکہ نے معلوم نہیں کس وجہ سے بیڑے کو اشارہ کیا کہ وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ جائے۔

جب انتی نے دیکھا کہ ملکہ وہاں سے چلی گئی ہے تو

دو بھی پاگلوں کی طرح اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیزر نے اس کے بیڑے کو تباہ و برباد کر دیا اور اس کی عظیم الشان فوج جو ایک لاکھ پیادہ سپاہیوں کے بیس دستوں پر اور بیس ہزار سرداروں پر مشتمل تھی اور یونان میں پڑاؤ ڈالے پڑی تھی بے کمان رہ گئی تھی کوئی شخص یقین نہیں کرتا تھا کہ انتنی اس قدر گر گیا ہے اس لئے اس کی فوج کچھ دیر استقلال سے اپنے پاؤں پر کھڑی رہی آج رات خبر موصول ہوئی ہے کہ فوج نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ انتنی نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے سیزر کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔''

''انتنی اس وقت کہاں ہے۔'' ہرمقس نے پوچھا۔

انتنی نے اسکندریہ کی شاندار بندرگاہ کے چھوٹے سے جزیرے میں گھر بنالیا ہے سنا ہے کہ اب ایک عجیب ذہنی عارضے میں مبتلا ہو گیا ہے اور اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلتا ملکہ چاہتی ہے کہ تم کل اس کے پاس جاؤ اور اس کی بیماری کا علاج کر کے اسے ملکہ کی آغوش میں واپس لاؤ کیونکہ وہ اب ملکہ کے پاس نہیں آنا چاہتا ملکہ کا پہلا حکم یہ ہے کہ میں تمہیں فوراً اس کے پاس حاضر کروں کیونکہ وہ تم سے مشورہ کرنا چاہتی ہے۔'' شارمیاں نے حکم سنا دیا۔

ہرمقس نے جواب دیا۔'' چلو میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں اس کے بعد دونوں محل کے دروازے سے گزر کر سنگ سفید کے دالان میں سے ہوتے ہوئے ملکہ کے کمرے میں پہنچ گئے۔

وہ ایک بار پھر ملکہ کے پاس گئی تاکہ اسے ہرمقس آمد کی خبر کرے۔ چند منٹ میں وہ واپس آ گئی اور کہا۔'' اب اپنا دل مضبوط کر لو اور ملکہ کو موقعہ نہ دو کہ وہ تمہارے بھید سے واقف ہو جائے کیونکہ اب بھی اس کی آنکھیں بہت تیز ہیں۔''

ہرمقس بولا۔'' اگر ملکہ کی آنکھیں اس بھیس میں بھی شناخت کریں تو اس کی آنکھیں واقعی بہت تیز ہیں کیونکہ اگر میں تم پر اپنی شخصیت کو آشکار نہ کرتا تو تم بھی مجھے شاید پہچان سکتیں۔''

ہرمقس اس کمرے میں جس کی یاد اس نے فراموش نہیں کی تھی دوبارہ داخل ہوا اور اسے ایک بار پھر فواروں کے چلنے کی آواز سنائی دی وہ سر جھکائے ہوئے آہستگی سے کمرے میں داخل ہوا اور ملکہ کے پلنگ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ یہ وہی پلنگ تھا جس پر بیٹھے ہوئے اس نے اسے مغلوب کیا تھا۔ ہرمقس نے بہت حوصلے سے آنکھ اٹھا کر ملکہ کی طرف دیکھا۔ اس کے سامنے ملکہ مصر اس شان وشوکت سے بیٹھی تھی لیکن آہ وہ اس رات کے مقابلے میں کتنی بدل گئی تھی جب اسے انتنی کی آغوش میں دیکھا تھا اس کا جسد اب بھی اس کے پوشاک کی طرح زینت دے دیا تھا۔ اس کی آنکھیں اب بھی ایک اتھاہ اور نیلگوں سمندر کی طرح عمیق تھیں اس کا چہرہ اب بھی نہایت مسحور کن تھا پھر بھی اس میں کافی تبدیلی نظر آتی تھی اگرچہ استداد زمانے نے ملکہ کی خوبصورتی زائل نہیں کی تھی پھر بھی اس کے چہرے پر ناقابل بیان پریشانی اور رنج والم کی علامات دکھائی دیتی تھیں عشق نے جو ہمیشہ اس کے جذبات دل میں حرارت انگیز رہتا تھا اس کی پیشانی پر اپنے نقوش ثبت کر دیئے تھے اور اس کی آنکھوں میں غم کی حزینہ روشنی چمک رہی تھی۔

ہرمقس ملکہ کے سامنے جو اس کی محبوبہ اور خانہ برانداز تھی جھک کر آداب بجالایا لیکن اس نے ہرمقس کو نہیں پہچانا کچھ دیر بعد ملکہ نے اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں کہا۔'' آخر تم آ گئے۔''

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''اپلس۔''

''یہ نام کچھ امید افزا معلوم ہوتا ہے اب کے مصر کے خداؤں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اگر اپلس ہماری مدد نہ کرے گا تو اور کون کرے گا تمہاری شکل وصورت سے کچھ دانائی کے آثار نظر آتے ہیں کیونکہ دانائی اور خوبصورتی کبھی یکجا نہیں ہوتیں پھر بھی عجیب بات ہے کہ مجھے تمہاری شکل دیکھ کر معلوم نہیں کسی چیز کی یاد آ رہی ہے کیا اس سے پہلے بھی ہماری ملاقات ہوئی ہے۔''

ہرمقس نے جواب دیا۔"نہیں میں نے اس سے پہلے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔ یہ پہلی بار ہے جب میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلا ہوں۔"

ملکہ نے کہا۔"یہ عجیب بات ہے کہ مجھے تمہاری آواز ایک ایسی چیز کی یاد دلا رہی ہے جس کو میں درست طور پر تعین نہیں کر سکتی میں نے تمہیں بیداری کی حالت میں کبھی نہ دیکھا ہو پھر بھی ممکن ہے کہ میں نے خواب میں تمہاری شکل دیکھی ہو۔"

ہرمقس نے جواب دیا۔"ملکہ ممکن ہے کہ ہم خواب میں ایک دوسرے سے ملے ہوں۔"

ملکہ نے کہا۔"تمہاری زبان سے یہ بات کچھ عجیب سی معلوم ہوتی ہے پھر بھی تمہاری فرزانگی میں کوئی شعبہ نہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے مجھے انتی سے ملاقات کرنے کے لئے شام جانے کا مشورہ دیا اور تمام باتیں اسی طرح واقع ہوئیں جس طرح تم نے پیش گوئی کی تھی واقعی تم، لوگوں کے مستقبل کا حال بتانے اور پیش گوئیاں کرنے کے فن میں کامل مہارت رکھتے ہو، میں نے اپنی ساری عمر میں صرف ایک ایسا منجم دیکھا ہے جس کا نام ہرمقس تھا لیکن آہ مدت ہوئی اس عالم فانی سے رخصت ہو چکا اور بعض اوقات اس کی موت کا بہت افسوس ہوتا ہے۔اے کاش میں بھی اس کی طرح زندگی کی قید سے آزاد ہو جاتی۔"

اس کے بعد ملکہ نے کچھ دیر توقف کیا اور ہرمقس سر جھکائے خاموش کھڑا رہا۔ ملکہ پھر گویا ہوئی۔

"ہپلس اب اس عجیب واقعہ کی تشریح کر دو جو ایکلیم کی لڑائی کے دوران ہوا۔ جب جنگ اپنے پورے زوروں پر تھی اور قریب تھا کہ ہمیں فتح حاصل ہو، تو میرے دل پر دفعتہً دہشت سی چھا گئی میری آنکھوں کے آگے تاریکی چھا گئی اور میرے کانوں میں ہرمقس کی آواز سنائی دی جس کو دنیا سے رخصت ہوئے مدت گزر چکی ہے اس نے چلا کر کہا۔"ملکہ میدان جنگ سے فرار ہو جاؤ ورنہ تم تباہ ہو جاؤ گی۔" یہ سن کر میں میدان جنگ سے بھاگ گئی اور میرے دل کا خوف میرے محبوب کے دل پر بھی طاری ہو گیا اس نے انجام کی کوئی پرواہ نہ کی اور بیڑے کو چھوڑ کر میرے پیچھے چلا آیا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی میں شکست فاش نصیب ہوئی۔ اب یہ بتاؤ کہ وہ کونسا دیوتا تھا جس نے ہمیں یہ شکست دلائی۔"

ہرمقس نے جواب دیا۔"ملکہ اس واقعہ کا دیوتاؤں کے غیض وغضب سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آپ نے ان کو کسی بات پر رنجیدہ نہیں کیا کہ وہ آپ سے ناراض ہوں، آپ خوف نہ کیجئے بہت ممکن ہے کہ جنگ کے دوران کوئی وہم آپ کے دل پر چھا گیا ہو اور آپ کے محبوب کا آپ کے عقب میں چلے آنا تو ایک قدرتی بات تھی۔" یہ سن کر ملکہ کا رنگ زرد پڑ گیا اور اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی اس نے ہرمقس کے چہرے پر گہری نظر ڈالی تاکہ وہ اس کے دلی مفہوم کا اندازہ کرے لیکن وہ جانتا تھا کہ اس نے جو کچھ کہا ہے لسان الغیب کی حیثیت سے کیا ہے کیونکہ وہ انتقام لینے والے دیوتاؤں کے ہاتھ میں بالکل بے جان آلہ تھا۔

ملکہ نے اس کے الفاظ کا کوئی جواب نہ دیا اور اس کی خوشامد کرتے ہوئے کہا۔

"ہپلس میرا محبوب انتی بیمار ہے اور شدت غم کے سبب اس کے حواس پریشان ہو گئے ہیں وہ خستہ انجوا سامنے کے قلعہ میں روپوش ہو گیا ہے اور کسی شخص سے نہیں ملتا بلکہ وہ مجھ سے بھی پہلو تہی کرتا ہے، جس نے اس کے لئے اتنی تکلیفیں برداشت کی ہیں میں چاہتی ہوں تم کل صبح شارمیاں کے ساتھ جو میری کنیز خاص ہے۔ کشتی میں سوار ہو کر اس کے پاس جاؤ اور یہ کہہ کر اندر جانے کی اجازت طلب کرو کہ تم اس کی فوج کی طرف سے ایک خوشخبری لے کر آئے ہو اور جب وہ تمہیں اندر بلا لے تو تم اس کو اس کی فوج کی شکست کی ناگوار خبر سے مطلع کرو اور جب تم دیکھو کہ اس کے اندر ملال کی شدت کچھ کم ہو گئی ہے تو اس کی طبیعت میں ولولہ پیدا کرنے کے لئے کوئی مفرح دوا پلاؤ اور چکنی چپڑی باتوں سے بہلا پھسلا کر میرے پاس

لے آؤ۔اس کے آنے کے بعد میرے سارے کام درست ہو جائیں گے۔حکیم اپلس اگر تم نے یہ خدمت بخوبی انجام دی تو میں تم کو انعام و کرام سے مالا مال کر دوں گی کیونکہ میں ملکہ ہوں اور اپنے دوستوں کو حسن حکومت کا خاطر خواہ صلہ عطا کر سکتی ہے۔"

☆......☆......☆

صبح طلوع ہونے سے پہلے ہی شارمیاں ہرمقس کے پاس آ گئی اور دونوں ایک کشتی میں سوار ہو کر انتی کے جزیرے میں پہنچے اور قلعہ کے پاس پہنچ کر اس کے دروازے پر دستک دی۔اس کے جواب میں ایک خواجہ سرا نے دریچہ سے سر باہر نکال کر آنے کا مقصد پوچھا۔

شارمیاں نے جواب دیا۔" ہمیں معزز انتی سے کچھ کام ہے۔"

خواجہ سرا نے کہا۔" آپ کا کام بنتا نظر نہیں آتا کیونکہ میرا آقا کسی مرد یا عورت کو نہیں دیکھنا چاہتا۔"

شارمیاں نے جواب دیا۔" وہ ہم سے ضرور ملاقات کرے گا۔کیونکہ ہم اس کے لئے ایک دل خوش کن خبر لے کر آئے ہیں اس سے جا کر کہو کہ شارمیاں اس کے لشکر کے متعلق ایک اہم خبر لے کر آئی ہے۔"

خواجہ سرا اندر گیا اور تھوڑی دیر میں واپس آ کر کہا۔
"میرا آقا معلوم کرنا چاہتا ہے کہ خبر اچھی ہے کہ بری اگر بری ہے تو پھر وہ اس کو سننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ وہ بری خبروں سے بیزار ہو چکا ہے۔"

شارمیاں نے کہا۔" خبر اچھی بھی ہے اور بری بھی تم دروازہ کھولو تا کہ میں خود تمہارے آقا کو اس کی اطلاع دوں۔" یہ کہہ کر اس نے سلاخوں میں سے ہاتھ ڈال کر خواجہ سرا کو سونے کی ایک تھیلی دے دی۔

خواجہ سرا نے تھیلی کو لیتے ہوئے کہا۔" کیا کہوں آج کل حالات بہت خراب ہیں اور ممکن ہے آئندہ اور بھی خراب ہو جائیں کیونکہ جب شیری جنگل سے رخصت ہو جائے تو گیدڑ کا پیٹ کون پالے گا اب آپ اندر تشریف لے آیئے اور میرے آقا کو اپنی خبر سے مطلع فرمایئے۔اگر آپ کی خوش خبری میرے آقا کو اس رنج والم کی دنیا سے باہر لے آئے تو پھر کیا چاہئے۔"

وہ دونوں تنگ راستہ سے گزرتے ہوئے ایک کمرے میں پہنچے جہاں پردہ لٹک رہا تھا اس پردے کو ہٹا کر دونوں ایک محراب دار کمرے میں داخل ہوئے جس میں چھت سے بہت کم روشنی آ رہی تھی۔اس بدنما کمرے کی پرلی طرف ایک شخص جس کا چہرہ اس کے لمبے سے چغے میں چھپا ہوا تھا ایک فرشی بستر پر پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔

شارمیاں اس کے نزدیک گئی اور کہا۔" معزز اور عالی وقار آقا مجھے اپنا چہرہ دکھایئے اور میرے الفاظ سنئے کیونکہ میں آپ کے لئے ایک راحت افزا خبر لے کر آئی ہوں۔"

اس نے کہا۔" کیا کوئی معالج اس غم کا علاج کر سکتا ہے،جس کا شکار میں ہوں،کیا اس کی دوا مجھے میرا جنگی بیڑا مری عزت اور میرا سکون قلب عطا کر سکتی ہے۔نہیں مجھے طبیب کی کوئی ضرورت نہیں میں صرف اس خبر کو سننا چاہتا ہوں جس کی اطلاع دینے کے لئے تم میرے پاس آئی ہو۔مجھے جلد بتاؤ کہ کیا میری فوجوں نے سیزر کو شکست دے دی۔اگر تم مجھے یہ خوشخبری سناؤ گی تو میں تمہیں ایک صوبہ انعام میں دوں گا۔پر اچھی خبر ہے یا نہیں۔تم چپ ہی رہو کیونکہ میں تمہارے ہونٹوں کی جنبش سے اس قدر خائف ہوں کہ میں عمر بھر کسی چیز سے خائف نہیں ہوا۔خدارا جلد بتاؤ کیا تقدیر لے کر آئی ہو،ہماری کس نے مدد کی ہے اور ہماری فوجوں نے سیزر کو شکست دے دی ہے۔"

شارمیاں نے جواب دیا۔" معزز آقا اپنے دل کو مضبوط کر کے یہ خبر سنئے جو چارو ناچار نانی پڑے گی آپ کی فوج کو شکست ہو گئی ہے۔"

اس نے کانپتے ہوئے چہرے سے اپنا ہاتھ ہٹایا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"اے سبز قدم کیا تیری کائیں کائیں ختم ہو چکی یا تجھے اپنی بھونڈی آواز میں کچھ اور بھی کہنا ہے۔ہاں اب

مجھے یہ خبر بھی سنا دے کہ ملکہ مصرا اپنے شاہکار حسن کے ساتھ آسودہ عدم ہو چکی ہے میرے دشمن دریائے نیل کے دہانہ میں لنگر انداز ہو گئے ہیں اور جہنم کی تمام روحیں انتی کی تباہی اور بربادی کے نعرے بلند کر رہی ہیں۔ تم ان تمام آلام و مصائب کو جمع کر لو جو ایک آدمی پر نازل ہو سکتی ہیں اور ان کو مجھ بدنصیب اور ستم زدہ شخص کے اوپر ڈال دو۔''

شارمیاں نے جواب دیا۔''محترم آقا آپ خفا نہ ہوں میرا کام ختم ہو چکا۔''

اس نے جواب دیا۔'' بجا ہے اب میرا کام بھی قریب قریب ختم ہو چکا ہے۔ بلکہ یہ اب بالکل ہی ختم ہو جائے گا کیونکہ میں آج اس طرح اپنی زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے کرسی سے اپنی تلوار اٹھائی تاکہ وہ اپنے آپ کو ہلاک کر دے لیکن ہرمقس نے دوڑ کر اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی موت اس قدر جلد واقع ہو اگر وہ انتہائی یاس میں خودکشی کر لیتا تو ملکہ روما کے مختار اعظم سیزر سے صلح کر لیتی کیونکہ وہ مصر کی تباہی کا خواہاں نہیں تھا بلکہ صرف انتی کی موت کا خواہش مند تھا اس صورت میں ہرمقس کی تمام تجویزیں خاک میں مل جاتیں اور برسوں کی محنت ضائع ہو جاتی۔

شارمیاں نے کہا۔''آقا کیا تم دیوانے ہو گئے ہو کیا تم واقعی بزدل ہو کہ اپنے غموں سے اس طرح نجات حاصل کرنا چاہتے ہو اور تمام مصائب کا بوجھ اپنی رفیقہ حیات کے کندھوں پر ڈال کر دنیا سے روپوش ہو جانے کے خواہش مند ہو۔''

انتی بولا۔''اے عورت میری موت سے ملکہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ وہ زیادہ دن تنہا نہیں رہے گی میرے بعد اس کے لئے سیزر موجود ہے ملکہ کی بہار حسن اب بھی زائل نہیں ہوئی۔ اس لئے آکیٹوی انیس اس سے ضرور محبت کرے گا، بوڑھے میاں تم نے میرا ہاتھ روک لیا اس لئے اب مجھے مشورہ دو کیا میں سیزر کی اطاعت قبول کر لوں اور مشرق کا فرمانرواں اور روما کا دو دفعہ با اقتدار حاکم رہنے کے بعد اس کے گلی کوچوں میں جہاں میں بارہا فاتح کی حیثیت سے گامزن ہوا ہوں نئے فاتحین کے پیچھے پابہ زنجیر ہو کر چلنے کی بے عزتی گوارہ کر لوں۔''

ہرمقس نے جواب دیا۔'' نہیں اگر تم سیزر کی اطاعت قبول کر لو گے تو تمہارا اقتدار بالکل زائل ہو جائے گا کل رات میں نے تمہاری قسمت کا ستارہ دیکھا تھا وہ جب سیزر کے ستارے کے قریب آتا تو ماند پڑ جاتا تھا۔ لیکن جب وہ اس سے دور ہو جاتا تو اس میں پھر وہی چمک پیدا ہو جاتی تھی اور وہ سیزر کے ستارے کا ہم چشم بن کر چمکتا تھا ابھی تمہارے جاہ وحشم کے تمام لوازمات ضائع نہیں ہوئے اور جب تک ان کا کچھ حصہ باقی ہے تم اپنا کھویا ہوا اقتدار دوبارہ حاصل کر سکتے ہو تم اب بھی مصر کو اپنے قبضے میں رکھ سکتے ہو اور اپنے لئے نئی فوجیں فراہم کر سکتے ہو سیزر یہاں سے پرے ہٹ گیا ہے اس لئے تم اس سے صلح کی شکل پیدا کر سکتے ہو بات یہ ہے کہ تمہارے دل کی غیر طبعی حرارت نے تمہیں آتش زیر پا کر دیا ہے تمہاری طبیعت ناساز ہے اس لئے تم موجودہ حالات کے متعلق صحیح رائے نہیں قائم کر سکتے۔ دیکھو میرے پاس ایک دوا ہے جس سے تمہاری پریشانی فوراً دور ہو جائے گی کیونکہ دواؤں کے تیار کرنے میں ماہر ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے ایک شیشی انتی کی طرف بڑھائی۔

اس نے جواب دیا۔''اے چارہ ساز مجھے کیا خبر ہے کہ جس چیز کو تو روح حیات کہتا ہے وہ زہر قاتل ہو مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وفا دشمن ملکہ نے تجھے میری ہلاکت کے لئے بھیجا ہے تاکہ وہ میرا سر سیزر کے سامنے پیش کر کے صلح کی طالب ہو۔ افسوس وہ بے مہر ملکہ مصر جس کے لئے میں نے اپنی عزت سلطنت اور جاہ وحشم سب کچھ گنوا دیا اب میری موت کی خواہاں ہے بوڑھے حکیم لا یہ اکسیری دوا میری طرف بڑھا دے اگر یہ شربت مرگ بھی ہو پھر بھی میں اسے نوش کر لوں گا۔''

ہرمقس نے جواب دیا۔''معزز انتی مجھ پر قاتل کا

گمان نہ کرو کیونکہ یہ دوا جو میں تمہیں پیش کر رہا ہوں مفرح عرق ہے زہر نہیں ہے، دیکھو میں خود اسے نوش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے وہ مفرح اکسیر اس کی سامنے پیش کی جسے پیتے ہی انسان کے رگ و پے میں بجلی کی لہر دوڑ جاتی تھی اس نے کہا۔" خواہ تمہارا جوہر کچھ بھی ہو میں اسے ضرور نوش کروں گا۔ کیونکہ مایوس انسان ہمیشہ بے خوف ہوتے ہیں آیا یہ اکسیر کتنی جانفزا ہے اس میں تو جادو کا اثر مضمر ہے اسے پیتے ہی میرے تمام افکار و الام اس طرح رخصت ہو گئے جس طرح تند ہوا کے سامنے بادل اڑ جاتا ہے اور میرے دل کے ویرانے میں امید کی بہار تازہ ہو گئی۔ اب میں پھر وہی الوالعزم انتی ہوں میری فوجوں کے نیزے پھر ہوا میں بلند ہیں اور جب میں ایک ہر دلعزیز قائد کی حیثیت سے گھوڑے پر سوار ہو کر نہایت شان و شوکت سے اپنے لشکر کی طویل اور گنجان صفوں میں چلتا ہوں تو مجھے ہر طرف سے خوش آمدید اور زندہ باد کے فلک گیر نعرے سنائی دیتے ہیں ہاں ابھی کچھ امید باقی ہے میں اب بھی سیزر کو جس کی چالیں کبھی خطا نہیں جاتیں خاک و خون میں لتھڑا ہوا دیکھ سکتا ہوں اور اس کی خنک پیشانی کو فتح و کامرانی کے سہرے سے محروم کر سکتا ہوں۔"

شار میاں نے کہا۔" معزز آقا ہماری امیدوں کا شجر اب بھی کامیابی کا پھل پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے تم ہمارے ساتھ چلو اور ملکہ کی آغوش کو زینت بخش دو وہ ساری رات اپنے سنہری پلنگ پر بیٹھی ہوئی تمہیں یاد کرتی رہتی ہے اور نسیان تاریکی میں نالہ ہائے جانگداز بلند کرتی ہے۔"

انتی بولا۔" ہاں اب میں ضرور جاؤں گا افسوس میں نے ملکہ پر اعتبار نہ کیا۔" اور پھر زور سے بولا۔" خدمت گار میرے لئے منہ ہاتھ دھونے کے لئے پانی لاؤ اور میرا سرخ لباس باہر نکالو۔ کیونکہ اس لباس میں ملکہ مصر کے پاس نہیں جا سکتا۔"

اس قسم کی ترغیبوں سے ہر مقس اور شار میاں انتی کو اس کے قلعہ سے باہر نکال کر ملکہ کے پاس لے آئے تاکہ ان کی تباہی میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے اس کو سیدھا ملکہ کے کمرے میں لے گئے۔ جہاں وہ اپنے چہرے اور چھاتی کو اپنے گھنیرے بالوں میں چھپائے ہوئے بیٹھی تھی اور اس کی نیلگوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

انتی نے کہا۔" اے ملکہ مصر دیکھ میری جبیں اب پھر تیرے قدموں پر سجدہ ریز ہے۔" ملکہ اپنے بستر سے اچھل پڑی اور کہا۔" اے میرے محبوب کیا تم واقعی میرے پاس آ گئے اب مجھے کسی بات کا غم نہیں میری تمام مشکلات رفع ہو گئی ہیں آؤ میرے نزدیک آؤ تاکہ ایک دوسرے کی آغوش میں اپنے غموں کو بھول جائیں اور رنج و غم کے دفتر بے معنی کو حسرت کے دریائے بے پایاں میں غرق کر دیں۔ میرے محبوب جب تک ہمارے پاس محبت ہے ہمارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں۔" یہ کہہ کر ملکہ اپنے محبوب کے سینے سے چمٹ گئی اور نہایت والہانہ ذوق شوق سے بوسے دیئے۔

اس رات ملکہ کی شاندار ضیافت میں ہر مقس کی نشست انتی کے بالکل نزدیک تھی وہ ملکہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب ضیافت شروع ہوئی اور شراب کا دور چلا تو ملکہ نے انتی کو اپنی تجویزیں بتائیں اور کہا کہ اس کے جہاز اب بھی ایک محفوظ جگہ لنگر انداز ہیں ملکہ کی تجویز یہ تھی کہ اگر سیزر انہیں زیادہ پریشان کرے تو وہ اپنا سارا خزانہ لے کر اپنے محبوب کے ساتھ بحیرہ عرب کے راستے سے جہاں سیزر کا کوئی بیڑا نہ تھا ہندوستان کی طرف بھاگ جائے اور وہاں زندگی بسر کریں لیکن ہر مقس ان کے راستے پہلے ہی بند کر چکا تھا اس نے اسکندریہ کے یہودیوں کو جنہیں ملکہ نفرت کی نظر سے دیکھتی تھی ملکہ کے ارادے سے آگاہ کر دیا تھا اور انہوں نے عربوں کو ملکہ کے خلاف کر کے ملکہ کے تمام جہاز جلوا دیئے تھے اور ملکہ کے فرار کی تجویز کو ناکام بنا دیا تھا۔

☆......☆......☆

انتی اور ملکہ پھر عیش و عشرت میں منہمک ہو گئے۔ ہر

رات محل میں رنگ رلیاں منائی جانے لگیں۔ اور رقص و سرور کی محفلیں قائم ہونے لگیں انہوں نے سیزر سے صلح کی کوشش کی لیکن اس نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی انہوں نے سمندر میں مقابلہ کرنے کے لئے جہاز تیار کئے اور خشکی پر جنگ لڑنے کے لئے ایک عظیم الشان لشکر فراہم کیا مگر ہرمقس نے بھی شارمیاں کی مدد سے انتقام کا پورا بندوبست کرلیا۔ وہ ملکہ کو ہر بات میں ایسا مشورہ دیتا جو اس کو تباہی کے غار میں گرا دے۔ اس نے کہا۔ ''وہ اپنے محبوب کو خوش رکھنے کی کوشش کرے تاکہ اس کا دل دوبارہ رنج و غم کا شکار نہ ہو'' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شبانہ روز عیش و عشرت اور شراب نوشی کی وجہ سے اس کی طاقت بالکل زائل ہوگئی ہرمقس انتنی کو ایسے ایسے قیمتی نسخے تیار کر کے دیتا جو اس کو کامرانی اور جاہ و حشم کے بے بنیاد خوابوں میں محو کر دیتے تھے اور وہ ملکہ کو لے کر بند کمرے میں پڑا رہتا تھا اور جب وہ نشے سے بیدار ہوتا تو اس کی پریشانی اور زیادہ ہو جاتی چند دنوں میں ہی اس کا حال یہ ہوگیا کہ اسے مرکبات کے بغیر نیند نہیں آتی تھی اور وہ ہرمقس کے مشورے کے بغیر کوئی بات نہیں کرتا تھا ملکہ بھی شدت سے توہم پرست بن گئی اور ہر بات میں ہرمقس کا سہارا لینے لگی کیونکہ ہرمقس ہر روز اپنی پیشن گوئی سے کامیابی کے سبز باغ دکھاتا تھا۔

ان باتوں کے علاوہ ہرمقس نے اپنا شکار پھانسنے کے لئے اور بھی بہت سے جال پھیلائے۔

ایک ماہر حکیم ہونے کی وجہ سے تمام ملک میں اس کا شہرہ ہو چکا تھا اور اب وہ انتنی کا بھی مصاحب خاص بن گیا تھا اس لئے لوگ جوق در جوق اس کے پاس آنے لگے۔ وہ سب ہرمقس کے اشارات کا اپنے ذہن میں کوئی مفہوم متعین کر لیتے تھے اور روز بروز ملکہ سے بدظن ہوتے جاتے تھے ان لوگوں میں سے بعض حکومت سے بالکل برگشتہ خاطر ہوگئے۔ پھر ہرمقس کی مبہم گفتگو سے کوئی شخص اس کے خلاف کوئی الزام عائد نہیں کرسکتا تھا۔ ملکہ نے مکتوب بھیجا تاکہ وہاں کے کاہنوں اور صوبے داروں کو ترغیب دیا جائے کہ وہ اسکندریہ کی حفاظت کے لئے شمالی مصر میں سپاہی جمع کریں ہرمقس ان کے پاس گیا اور ایسے پیرائے میں باتیں کیں کہ وہ ہرمقس کو ایک زبردست دلی اور رموز معرفت کا شناسا خیال کرنے لگے۔

بعد میں وہ ہرمقس سے خفیہ طور پر ملے تو اس نے انہیں اپنا ہمنوا بنا کر ہدایت کی کہ وہ ملکہ کی کوئی مدد نہ کریں اور سیزر کی مدد کریں کیونکہ ہمارے دیوتاؤں کی عبادت صرف اس کی زیر دست برقرار رہ سکتی ہے غرض دیوتاؤں کا مشورہ لینے کے بعد اہل مصر نے برسر عام ملکہ کی مدد کرنے کا اعلان کر دیا۔ لیکن درحقیقت وہ سیزر کے ساتھ ساز باز کرتے رہے۔

ہرمقس سکندروآیا اور ملکہ کو دل خوش کن خبر سنا کر پھر اپنی خفیہ کارروائیوں میں مشغول ہوگیا اسکندریہ کے لوگ بھی ملکہ کی جفا کاری سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ اس لئے انہیں ملکہ کی مدد پر آمادہ کرنا بہت مشکل تھا۔ چونکہ ملکہ نے ان کو اپنے جور ستم کا تختہ مشق بنایا ہوا تھا اس لئے وہ قدرتی طور پر رومیوں کو اپنا دوست خیال کر کے خوش آمدید کہنے کے لئے تیار تھے۔

اس طرح ملکہ کے حامیوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی گئی۔ اس کے باوجود ملکہ نے انتنی کا ساتھ نہ چھوڑا کیونکہ وہ اس کے ساتھ دل و جان سے محبت کرتی تھی اس کی محبت کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ سیزر نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ اگر وہ انتنی کو قتل کر دے یا کسی طریقہ سے رومیوں کے حوالے کر دے تو وہ مصر کو ملکہ کے پاس رہنے دے گا۔ ہرمقس نے ملکہ کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنے محبوب کا ساتھ نہ چھوڑے کیونکہ اگر وہ مصر سے بھاگ جاتا یا کسی کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تو ممکن تھا کہ ملکہ اس طوفان سے بچ جاتی اور مصر کے تخت پر قائم رہتی۔ آہستہ آہستہ ملکہ کا کھیل بالکل خاتمہ کے قریب آ گیا۔ ایک دن ملکہ اور انتنی دوپہر کے وقت سو رہے تھے کہ شارمیاں اس شکست کی خبر لے کر آئی اور کہا۔ ''معزز آقا اٹھو خواب سے بیدار ہو جاؤ کیونکہ اب سونے کا وقت نہیں رہا۔ پہلوسیم ختم ہو چکا اور دشمن

سیدھا اسکندریہ کی طرف چلا آ رہا ہے۔"

انتی بستر سے اچھل پڑا اور ملکہ کا بازو پکڑ کر کہا۔"دیوتاؤں کی قسم تم نے مجھے دھوکا دیا۔ اب تمہیں اس غداری کی سزا اپنی جان سے ادا کرنی پڑے گی۔" یہ کہہ کر اس نے نیام سے تلوار نکالی اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

ملکہ نے کہا۔"اپنا ہاتھ روکو! تمہارا خیال بالکل غلط ہے میں نے تمہیں دھوکا نہیں دیا۔" اس کے بعد ملکہ نے اپنی باہیں اس کی گردن میں ڈال دیں اور زار و قطار آنسو بہانے لگی پھر اس نے کہا۔"انتی مجھے دیوتاؤں کی قسم مجھے ان باتوں کا مطلقاً علم نہیں کہ کس نے پیلوسیم کو دشمن کے حوالے کیا ہے۔ اس کی بیوی اور بچے میرے پاس ہیں تم ان سے سلوکس کی غداری کا انتقام لے سکتے ہو مجھ پر بلاوجہ شک نہ کرو۔" انتی نے اپنی تلوار سنگ مرمر کے فرش پر پھینک دی اور کرسی پر بیٹھ کر اپنا چہرہ ہاتھوں سے ڈھانپ دیا۔

شارمیاں زیر لب تبسم کرتی رہی کیونکہ سلوکس نے اسی کے اشارے پر قلعہ سیزر کے حوالے کیا تھا۔ یہ قلعہ مصر کا دروازہ تھا اس کے سر ہونے کے بعد اسکندریہ کا فتح ہونا زیادہ مشکل نہ تھا کیونکہ اس شہر میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ حملہ آور کا مقابلہ کر سکے۔ اسی رات ملکہ نے مقتورع کے خزانے کی تمام قیمتی چیزیں ہیرے و جواہر سونے کے زیور ہاتھی دانت آبنوس وغیرہ کی مصنوعات یہ بے بہا خزانہ اس نے کتان کے بستر پر پھیلا دیا تا کہ جب اسے آگ لگائی جائے تو وہ سارے کا سارا جل کر خاک سیاہ ہو جائے اور اس میں سے ایک کوڑی بھی دشمن کے ہاتھ نہ لگے۔ اس کے بعد وہ رات کے وقت اپنے محبوب سے علیحدہ ہو کر ایک مقبرے ہی میں سویا کرتی اور دن محل میں بسر کرتی۔

کچھ مدت کے بعد دشمن اپنی زبردست فوج کے ساتھ دریائے نیل کا جنوبی دہانہ طے کر کے سکندرہ کے نزدیک آ پہنچا تو ملکہ نے ہرمقس کو محل میں بلوایا۔ ملکہ اس وقت شاہانہ لباس زیب تن کئے سنگ سفید کے دالان میں بیٹھی تھی اور اس کی آنکھوں میں ایک عجیب روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ شارمیاں اور بہت سی سہیلیاں اس کے مصاحبت میں تھیں اور سامنے چند محافظ سپاہی تھے ہرمقس نے دیکھا کہ سنگ مرمر کے فرش پر چند مردہ انسانوں کی لاشیں پڑی ہیں جن میں سے ایک سسک سسک کر دم توڑ رہا ہے۔ ملکہ نے کہا۔"ہیلس آؤ اور یہ نظارہ دیکھو جو طبیبوں کے لئے روحانی غذا سے کم نہیں۔ دیکھو ان میں سے بعض آدمی مر چکے ہیں اور بعض جان بلب ہیں۔" ہرمقس نے سراسیمہ ہو کر کہا۔"محترم ملکہ آپ یہ کیا کر رہی ہیں۔" ملکہ نے جواب دیا۔

"ان مجرموں اور غداروں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچا رہی ہوں اور اس طرح عالم سکرات کے کرب و اضطراب کا مطالعہ کر رہی ہوں۔ میں نے چھ غلاموں کو مختلف قسم کے زہر دیئے ہیں اور نہایت توجہ سے ان کا اثر دیکھ رہی ہوں۔ وہ غلام جونوبیا کا باشندہ ہے اور زہر کے اثر سے بالکل پاگل ہو گیا ہے اور اپنی ماں اور ان صحراؤں کا ذکر کرتا ہوا مر گیا جن میں وہ پیدا ہوا تھا۔ وہ اپنے آپ کو ایک طفل شیر خوار خیال کرتا تھا اور اپنی ماں سے کہتا تھا کہ وہ اسے اپنی چھاتی سے لگا کر آنے والی تاریکی سے بچائے۔ اس یونانی نے چیخیں مارتے مارتے جان دی اور اس کے دوسرے ہم قوم نے آنسو بہاتے ہوئے رحم کی درخواست کی اور بزدلوں کی طرح دنیا سے رخصت ہوا یہ مصری بہت ہی سخت جان واقع ہوا ہے ابھی تک زندہ ہے اور درد کی وجہ سے کراہ رہا ہے اس نے اس زہر کا ایک گھونٹ پیا ہے جو تمام زہروں سے زیادہ مہلک ہے پھر بھی مرنے کا نام نہیں لیتا۔ دیکھو وہ کس طرح زہر کو باہر اگلنے کی کوشش کر رہا ہے میں نے اسے دو دفعہ زہر کا جام پلایا۔ وہ پھر بھی تشنہ ہے کتنا بلانوش ہے ارے ناداں تو نہیں جانتا کہ موت میں تیرے لئے کس قدر راحت ہے بس تو اب اپنے ہاتھ پاؤں ہلانا بند کر دے اور خاموشی سے ملک عدم کو رخصت ہو۔"

ملکہ یہ الفاظ کہہ رہی تھی کہ اس تفتہ جان نے ایک چیخ ماری اور اپنی جان دے دی۔

ملکہ نے اچھل کر کہا۔"اس نے بھی اپنا کھیل ختم کر دیا ہے میرے خادموں اب ان غلاموں کی لاشیں

اٹھا کر باہر لے جاؤ جنہیں میں نے مسرت کے دروازے سے باہر دھکیل دیا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے تالی بجائی تو کر لاشیں اٹھا کر لے گئے۔ پھر ملکہ نے ہرمقس کو اپنے پاس بلایا اور آہستہ سے کہا۔"اہلس تمہاری تمام پیش گوئیوں کے باوجود اب ہمارا انجام نزدیک آ گیا ہے سیزر ہم پر فتح پا لے گا اور میں اور میرا محبوب دونوں تباہی کے غار میں گر پڑیں گے۔ اب چونکہ بازی تقریباً پلٹ چکی ہے اس لئے مجھے عزم ہستی سے شاہانہ انداز میں رخصت ہونے کی تیاری کرنا چاہئے میں نے ان چھ زہروں کا تجربہ اس لئے کیا ہے کہ میں بھی جلد ہی موت کی ان تلخیوں کا ذائقہ چکھنے والی ہوں جن کا مزا میں اب دوسرے لوگوں کو چکھا رہی ہوں۔ یہ زہر مجھے پسند نہیں ان میں سے بعض زندگی کو ایک سخت جھٹکا لے کر جسم سے باہر نکالتے ہیں اور بعض اپنا اثر بہت دیر کے بعد دکھاتے ہیں۔ تم دواؤں کے کامل ماہر ہو اس لئے میرے لئے ایک ایسا مرکب تیار کرو جو کسی قسم کی تکلیف دیئے بغیر میری جان کو قید جسم سے آزاد کر دے۔"

ہرمقس کے شکستہ اور غم زدہ دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی کیونکہ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اس عورت کی موت میرے ہاتھ سے واقع ہو گی اور دیوتاؤں کا تقاضائے انصاف پورا ہو جائے گا اس خیال کی بنا پر اس نے ملکہ سے کہا۔

"ملکہ مصر آپ کے پرشوکت الفاظ آپ کی شایان شان ہیں موت آپ کی تمام کاوشیں دور کر دے گی اور آپ کو ایک سکون جاوداں میسر ہو گا۔ میں آپ کے لئے ایسا مرکب تیار کروں گا جو آپ کو نیند کے سمندر میں غرق کر دے گا اور آپ موت سے خائف نہ ہوں کیونکہ موت آپ کی واحد امید ہے اور آپ یقیناً پاکیزہ اور صاف دل کے ساتھ دیوتاؤں کے حضور چلی جائیں گی۔"

ملکہ یہ سن کر کانپ اٹھی اور کہا۔"اگر انسان کا دل اچھی طرح صاف نہ ہو تو پھر سنو! اہلس میں ان دیوتاؤں سے خائف نہیں کیونکہ جہنم میں بھی انسان ہی بستے ہیں تو میں وہاں بھی ملکہ ہی بن کر راج کروں گی کم از کم اتنی بات ضرور ہے کہ اگر میں ایک دفعہ ملکہ بن چکی ہوں تو ابدالآباد تک ملکہ ہی رہوں گی۔"

وہ یہ بات کہہ رہی تھی کہ دفعتہً محل کے باہر شور عظیم برپا ہوا اور ہرمقس کو خوشی کے نعرے سنائی دیئے۔

ملکہ نے اچھل کر کہا۔"یہ نعرہ ہائے مسرت کیسے ہیں؟"

باہر سے آوازیں سنائی دیں۔" انتی، انتی نے میدان مار لیا۔" ملکہ تیزی سے باہر کی جانب بھاگی اور اس کے لمبے بال ہوا میں لہرانے لگے، ہرمقس بھی دالان سے گزر کر اس کے پیچھے بھاگا اور اس نے باہر کے دروازے پر انتی کو دیکھا جو رومی وضع کی زرہ بکتر پہنے گھوڑے پر سوار ہو کر خوشی کے عالم میں ہنستا چلا آ رہا تھا۔

جب اس نے محل کے نزدیک ملکہ کو کھڑا دیکھا تو وہ گھوڑے سے نیچے اتر پڑا اور اس نے اسی طرح زرہ بکتر پہنے ہوئے دوڑ کر اسے اپنی چھاتی سے لگا لیا ملکہ نے اس سے پوچھا۔

"میرے محبوب یہ کیا ماجرہ ہے۔ کیا تم نے سیزر کو شکست دیکر اس کا غرور خاک میں ملا دیا ہے۔"

اس نے کہا۔"نہیں ابھی اچھی طرح مغلوب نہیں ہوا لیکن ہم نے اس تمیں مار خاں کے سواروں کو مار مار کر ان کی خندقوں تک پہنچا دیا ہے چونکہ آغاز اچھا ہے اس لئے امید ہے کہ انجام بھی بہت خوشگوار ہو گا اس کے علاوہ میں نے دشمن کو پیغام بھیجا ہے کہ اگر وہ مجھ سے دست بدست لڑائی کرنا چاہتا ہے تو وہ میدان میں آئے دنیا دیکھ لے گی کہ انتی زیادہ کارآزمودہ شخص ہے یا وہ ہے۔"

ابھی یہ الفاظ اس کے منہ سے نکلے ہی تھے اور لوگ اس کی ہوا باندھ رہے تھے کہ دشمن کی طرف سے ایک قاصد کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا۔ قاصد جھک کر آداب بجا لایا اور خط پیش کرنے کے بعد دوبارہ آداب بجا کر رخصت ہو گیا۔

ملکہ نے انتی کے ہاتھ سے خط چھین لیا اور اس کا

ریشمی فیتہ توڑ کر اس کا مضمون بلند آواز میں پڑھا جو ذیل کے الفاظ پر مشتمل تھا۔

سیزر کی طرف سے انتنی کو آداب۔

''تمہاری دعوت مجادلہ کا جواب یہ ہے، کیا انتنی کو موت کے گھاٹ اترنے کے لئے سیزر کی تلوار سے بہتر اور کوئی ذریعہ دستیاب نہیں ہوتا الوداع۔''

اس کے بعد لوگوں نے انتنی کی تحسین و آفریں کے نعرے بلند کرنے بند کر دیئے۔

پھر شام ہوگئی اور انتنی اپنے احباب کے ساتھ کھانا کے بعد جو آج اس کے مصائب پر افسوس کناں تھے اور کل اس کا ساتھ چھوڑ کر دشمن کے حاشیہ نشین بننے والے تھے اپنے بحری اور بری عصا لے کر سرداروں کی مجلس میں گیا جن میں ہر مقس بھی شامل تھا۔

جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو انتنی چاند کی روشنی میں ننگے سر کھڑا ہو کر پر شوکت انداز میں گویا ہوا۔

''میرے جنگجو دوستو! جواب بھی میرے ساتھ ہو اور جنہیں میں نے کئی دفعہ میدان میں فتح دلائی ہے میرے الفاظ توجہ سے سنو کیونکہ ممکن ہے کل اپنے وقار سلطنت سے محروم ہو کر خاک زبون کے پردے میں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو جاؤں میرا ارادہ یہ ہے کہ ہم جنگ کے طوفان پر بے حس و حرکت پروں سے آسودہ نہ رہیں بلکہ عقابوں کی طرح تیزی سے اڑیں تاکہ ہم یا تو فاتحین کی طرح تاج و تخت حاصل کریں یا شکست کھا کر ذلت کے گڑھے میں غرق ہو جائیں۔ میرے دوستو اگر تم اب بھی میرے وفادار ہو اور اپنی عزت کا پاس کرو تو تم اب بھی روستہ الکبریٰ میں میری دائیں طرف سر بلند اور پر شکوہ انسان بن کر بیٹھ سکتے ہو اگر تم میری رفاقت نہیں کرو گے تو میں بھی تباہ ہو جاؤں گا اور تم بھی تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ کل کی لڑائی خوف شکست سے خالی نہیں لیکن ہم نے بارہا اس سے کہیں زیادہ شدید خطرات کا سامنا کیا ہے اور غروب آفتاب سے پہلے بڑی بڑی فوجوں کو اپنے بہادرانہ حملوں سے ریگ صحرا کی طرح پریشان کر کے عالی وقار بادشاہوں کے مال غنیمت کا جائزہ لیا ہے اس لئے ہمیں کس بات کا ڈر ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ہمارے معاونوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے پھر بھی ہماری صفیں دشمن کی صفوں سے کم مضبوط نہیں اگر ہم پہلے کی طرح حوصلہ اور مردانگی سے کام لیں تو میں اپنے اقتدار شاہی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں کل رات سامنے کے پر شوکت جنوبی دروازے دشمنوں کے سروں سے آراستہ کروں گا۔

تم تمام لوگ تالیاں بجاؤ اور خوب زور سے تالیاں بجاؤ کیونکہ مجھے فوجی ترانوں سے خاص انس ہے بلکہ وہ ترانے جوان انسانوں کے سینوں سے بہہ کر نکلتے ہیں جو مجھ سے جان و مال سے محبت کرتے ہیں اور میرے سوا کسی اور سے تعلق نہیں رکھتے لیکن اگر شومئی قسمت سے تقدیر میری مخالفت کرے اور میں ہتھیاروں کے ہجوم میں خستہ اور پامال ہو کر ایک سپاہی کی موت مروں تو پھر میں تمہیں جو میری موت پر افسوس کناں ہوں گے اس مدھم لہجہ میں جو ہم کسی عزیز کے موقعہ پر فاتحہ خوانی کے وقت اختیار کرتے ہیں۔ ارباب جنگ کے سیدھے سادے پیرایہ میں اپنی وصیت پیش کرتا ہوں۔

تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میرا خزانہ کس جگہ دفن ہے۔

میرے عزیز دوستو! تم میری وفات کے بعد یہ خزانہ لے لینا اور میری یادگار کے طور پر اسے منصفانہ آپس میں تقسیم کر لینا پھر تم سیزر کے پاس جانا اور کہنا کہ متوفی انتنی زندہ سیزر کو سلامی دیتا ہے اور اپنی پرانی یک جہتی اور ہزاروں جنگوں میں باہم مل کر نبرد آزما ہونے کا واسطہ لے کر کہتا ہے کہ جن لوگوں نے میرا ساتھ دیا ان کے قصور سے درگزر کی جائے اور جو چیزیں میں نے انہیں انعام کے طور پر دی ہیں ان سے واپس نہ لی جائیں۔

دیکھو یہ آنسو جو بے اختیار میری آنکھوں سے نکل رہے ہیں کہیں تمہاری آنکھوں سے زائد پڑیں۔ یہ آنسو مردانہ نہیں بلکہ غایت درجہ زنانہ ہیں موت ناگزیر ہے پھر بھی اس میں اتنی اداسی اور تنہائی نہ ہو تو انسان موت کے

اس جہنم کو بھی ایک جنت تصور کر سکتا ہے۔ اگر میں کل میدان جنگ میں مارا جاؤں تو میرے بچے تمہارے سپرد ہوں گے اگر ہو سکے تو انہیں بے کسی کی لعنت سے بچانے کی کوشش کرنا۔ میرے بہادر سپاہیو! مجھ کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا کل صبح ہم سمندر اور خشکی دونوں طرف سے دشمن پر حملہ کریں گے اور غضب ناک ہو کر اس پر لپکیں گے اس لئے تم قسم کھاؤ کہ تم اس معرکہ میں آخری وقت تک میرا ساتھ دو گے۔"

تمام سرداروں نے بیک آواز ہو کر کہا۔" ہم قسم کھاتے ہیں کہ آخری دم تک تمہارا ساتھ دیں گے۔"

انتنی نے کہا۔" میں اپنا ستارہ پھر روشن دیکھتا ہوں اور بہت ممکن ہے کہ کل آسمان کی انتہائی بلندی پر درخشاں ہو کر دشمن کے ستارے کو گہنا دے اس وقت تک تمہیں میری طرف سے الوداع۔"

انتنی اپنی تقریر کے بعد رخصت ہونے کو ہی تھا کہ اس کے سپاہیوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے بوسہ دیا وہ سب اس کے ساحرانہ الفاظ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ بالکل بچوں کی طرح رونے لگے۔ انتنی بھی ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار رونے لگا۔ ہرمقس نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے چند موٹے موٹے آنسو بہہ نکلے اور اس کی فراخ چھاتی پر گر پڑے۔

یہ حالت دیکھ کر ہرمقس بہت مضطرب ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر ان لوگوں نے انتنی کی حمایت کی تو وہ ضرور دشمن کی فوجوں کو پسپا کر دے گا اور ملکہ مصر بدستور اپنی جگہ برقرار رہے گی۔

اس لئے ہرمقس چاہتا تھا کہ انتنی زوال پذیر ہو جب وہ اپنے پایہ عالی سے گر جائے گا تو وہ عورت بھی تباہ و برباد ہو جائے گی جو اس کے تومند جسم کے ساتھ ایک زہریلی بیل کی طرح لپٹی ہوئی ہے اور اس وقت تک اس سے جدا نہ ہو گی جب تک وہ اس کی آغوش میں دم گھٹ کر مر نہ جائے۔

انتنی جلسہ گاہ سے رخصت ہو گیا تو ہرمقس وہیں کھڑا رہا اور نوابوں اور سرداروں کے چہرے غور سے دیکھتا رہا آخر ان میں سے ایک شخص نے جسے بیڑے کی کمان سپرد کی گئی تھی اپنے ہمراہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔" تو پھر یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ ہم انتنی کے لئے جان کی بازی لگا کر لڑیں گے ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہم سب کے سب آخری دم تک انتنی کا ساتھ دیں گے۔"

سب نے بالاتفاق کہا۔" تم بجا کہتے ہو ہم آخری وقت تک اس کا ساتھ دیں گے۔"

ہرمقس نے بھی بلند آواز میں کہا۔" تم اگر اس کا ساتھ دو گے تو جل کا شکار بن جاؤ گے۔" ہجوم نے کہا۔" اس کم بخت کو ہلاک کر دو کیونکہ وہ ہمارے آقا کے ساتھ غداری کر رہا ہے جس کا وہ معالج خاص ہے اور جس سے وہ باقاعدہ تنخواہ پاتا ہے۔"

ہرمقس نے نہایت سنجیدہ لہجہ اختیار کیا اور بولا۔

"میرے دوستو! ذرا ٹھہرو، دیوتاؤں کی عبادت کرنے والے انسانوں پر دست ستم دراز نہ کرو میں غدار نہیں ہوں اور مجھ پر جو آفت بھی نازل ہو گی اسے سکندریہ ہی میں رہ کر برداشت کروں گا لیکن تمہاری بہبودی اسی میں ہے کہ تم سیزر کا ساتھ دو میں انتنی اور ملکہ کا ملازم ہوں لیکن میں ان دونوں کی نسبت خداؤں کا زیادہ پرستار ہوں اور اپنی زبان سے جو الفاظ نکالتا ہوں جو وہ مجھ پر القا کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ انتنی اور ملکہ کی قسمت میں ناکامی لکھی ہے اور فتح سیزر کو حاصل ہو گی۔ چونکہ مجھے تم سب سے اور تمہاری بیوی اور بچوں سے ہمدردی ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو سیزر کی طرف جاؤ انتنی کا ساتھ دینے سے تم ناکامی کا منہ دیکھو گے اور ذلیل غلاموں کی طرح کھینچے جاؤ گے میں یہ باتیں صرف اس لئے کہتا ہوں کہ دیوتاؤں کا حکم یہی ہے۔"

ان سب نے یکبارگی کہا۔" دیوتا کیسے دیوتا اس غدار کا گلا کاٹ دو کہ اس کی منحوس گفتگو ہمارے کانوں میں نہ پہنچے۔"

ایک شخص نے کہا۔ ''اگر اس کے دیوتاؤں کی کوئی ہستی ہے تو وہ ہمیں ان کی کوئی نشانی بتائے ورنہ اسے تلوار کے گھاٹ اتار دو کیونکہ اس شخص سے بوئے فساد آتی ہے۔''

ہرمقس بولا۔ ''اے نادانوں پرے ہٹ جاؤ اور میرے بازو کو چھوڑ دو تاکہ میں تمہیں اپنی صداقت کا نشان دکھاؤں۔'' ہرمقس کے چہرے پر کچھ ایسا جلال تھا کہ وہ سب ڈر کر پیچھے ہٹ گئے ہرمقس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اس قدر خضوع وخشوع کے ساتھ دعا کی کہ اس کی روح مقدس دیوی سے ہم کلام ہوگئی حرف راز زبان پر نہیں لاسکتا تھا کیونکہ مادر مقدس نے اس کی مخالفت کردی تھی مقدس دیوی نے اس کی دعا قبول کرلی اور دامن گیتی پر ایک پراسرار خاموشی کی صورت میں چھا گئی یہ خاموشی لحظہ بہ لحظہ زیادہ شدید ہوتی گئی حتیٰ کہ کتوں نے بھی بھونکنا بند کردیا اور شہر میں لوگ خوف کے مارے گم سم ہوگئے پھر دور سے طلسمی بربط کی آواز سنائی دی پہلے یہ آواز بالکل مدھم تھی لیکن جوں جوں نزدیک آتی گئی اس کی گونج بڑھتی گئی اور ہوا اس کی ہیبت ناک اور غیرارضی آواز سے کانپ اٹھی۔

ہرمقس نے منہ سے کوئی لفظ نہ کہا اور اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اس کے گردوپیش جو لوگ کھڑے تھے انہیں فضا میں ایک عظیم الشان نقاب پوش پیکر دکھائی دیا جس کے جلو میں لاہوتی موسیقی کا طنطنہ بلند تھا۔ یہ موسیقی آہستہ آہستہ لوگوں کے قریب پہنچ گئی اور وہ پیکر لوگوں کے سروں پر سایہ فگن رہا پھر یہ سایہ لوگوں کے سروں سے گزر کر سیزر کے لشکر گاہ کی طرف چلا گیا اس کی موسیقی محو ہوگئی اور وہ پراسرار پیکر رات کی تاریکی میں جذب ہوگیا۔

ایک شخص نے کہا۔ ''یہ دیوتا ہے جس نے ہمارے آقا کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔'' جونہی یہ الفاظ اس نے کہے تمام سپاہیوں نے دہشت کے مارے ایک صدائے اضطراب بلند کی ہرمقس نے آستین سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور دعا کے الفاظ زبان پر لایا جب اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو کوئی نہ تھا سب ڈر کر بھاگ چکے تھے۔

رات گزر گئی آواز بند ہوگئی تو ردلوکا نے انتونی کو مخاطب کیا۔

''تم نے بوڑھی آواز کی روداد سنی یہ آواز ایک غلام کی تھی جو کہ انتی پر جان چھڑکتا تھا اس کی بہادری کو مانتا تھا در کمزوریوں پر کم بولتا تھا۔''

انتونی نے کہا۔ ''سیزر اور ملکہ قلوپطرہ کا زمانہ وہ نہیں تھا جو زمانہ فرعونوں کا تھا۔''

ہزاروں سال کا فرق ہے میں بہت قدیم ہوں اور ملکہ قلوپطرہ بہت جدید آج اس کی کہانی بیان ہورہی ہے مگر اس کے زمانے میں بھی کسی نے اس کی بابت کچھ نہیں لکھا تھا سب کچھ وہ تو نہیں جو تمہارے دور میں کہا گیا۔ مگر ہرمقس کی اس روداد میں کچھ سچائی ہے کیونکہ اس کا بیان لڑنے والا خود اس زمانے کا کردار ہے۔ تم دنیا کے پہلے انسان ہو جو یہ بیان سن رہے ہو، میں نہیں جانتی کہ وہ عیار سفیر اور انتی کا غلام تم کو کیوں یہ سب بتا رہا ہے، میں سمجھتی ہوں شاید کوئی ایسی بات ضرور ہے کہ وہ تم کو بتا رہا ہے ضرور اس کا کوئی مطلب ہے ابھی اس کے بارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا۔''

ردلوکا بولا۔ ''تم نے درست کہا مگر ابھی وہ نہیں کھلے گا کہانی ادھوری ہے۔ انجام تک نہیں پہنچی وہ اس مقام تک اس کو پہنچائے گا جہاں پر میرا تجسس آگے کا احوال پوچھے گا اور پھر وہ اپنا مدعا بیان کرے گا۔ مجھے اس کا انتظار کرنا ہوگا۔''

☆......☆......☆

صبح سویرے انتی نے میدان کارزار میں قدم رکھا اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ سیزر کی رسالہ فوج کے ساتھ سرگرم پیکار ہوں، انتی کا بیڑہ تین قطاریں بنا کر آگے بڑھا اور سیزر کے بیڑے نے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے حرکت کی لیکن جب دونوں بیڑے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تو انتی کے جہاز دشمن کے جہازوں میں جا ملے اور پھر میدان جنگ سے کنارہ کش ہوگئے۔ دوسری طرف خشکی پر انتی کی رسالہ فوج آگے

بڑھی لیکن جب دونوں فوجیں ایک دوسرے سے دو چار ہوئیں تو اتنی کے سواروں نے اپنی تلواریں جھکا لیں اور اتنی کا ساتھ چھوڑ کر سیزر کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اتنی کے غصے کی کوئی حد نہ رہی اور وہ غیظ و غضب سے دیوانہ ہو گیا۔

اس نے پیادہ سپاہیوں کو للکارا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ اپنی جگہ جمے کھڑے رہیں صرف ایک شخص نے جو گزشتہ شب ہرمقس کو قتل کرنا چاہتا تھا بھاگنے کی کوشش کی لیکن اتنی نے لپک کر اسے زمین پر گرا دیا اور فوراً گھوڑے سے نیچے اتر کر اس کی تلوار نیام سے باہر نکال لی تا کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے۔ اتنی نے تلوار ہوا میں بلند کی اور وہ شخص موت کے انتظار میں اپنے چہرے پر ہاتھ رکھے دبک کر نیچے بیٹھ گیا لیکن اتنی نے تلوار زمین پر پھینک دی اور اسے کھڑا ہونے کا حکم دیا پھر اس نے کہا۔ "جاؤ تم بھی سیزر کے پاس چلے جاؤ اور اس کے زیر سایہ آرام و آسائش کی زندگی بسر کرو۔ ہاں تم آخری وقت میں اپنی محبت شعار اتنی کو اکیلا چھوڑ جاؤ ایک وقت تھا جب تم سب میری محبت کا دم بھرتے تھے پھر میں ان تمام غداروں میں سے صرف تمہیں سزا دہی کے لئے کیوں منتخب کروں۔"

یہ سن کر وہ شخص اٹھا اور اتنی پر غم سے بھری ہوئی نگاہیں ڈالیں پھر اس پر اس قدر ندامت طاری ہوئی کہ اس نے ایک چیخ مار کر اپنی زرہ بکتر ٹکڑے ٹکڑے کر دی اور اپنے آقا سے بیوفائی کرنے کے تکلیف دہ احساس سے بیتاب ہو کر اپنی ہی تلوار سینے میں گھونپ کر ہلاک ہو گیا۔

اتنی خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا اور منہ سے یک لفظ نہ بولا۔ اس وقت تک دشمن کی فوجیں اتنی کی صفوں کے بالکل نزدیک پہنچ چکی تھیں اور جوں ہی انہوں نے حملے کے لئے تیر اٹھائے اتنی کے سپاہی پیٹھ دکھا کر رار ہو گئے۔ یہ دیکھ کر سیزر کے سپاہی ان کا مذاق اڑانے لگے اور ان کا تعاقب کرنے کی زحمت بھی گوارہ نہ کی اس بہ سے اس لڑائی میں ایک شخص بھی کام نہ آیا۔

دفعتہً اتنی کا نوکر جو ہرمقس کے ساتھ ہم رکاب تھا گھبرا کر بولا۔ "میرے آقا فی الفور میدان جنگ سے بھاگ جائیے تا کہ دشمن کے سپاہی آپ کو گرفتار نہ کر لیں۔" اتنی ایک آہ افسوس بھر کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا اس وقت ہرمقس بھی اس کے ساتھ تھا اور جب دونوں حیرت زدہ لوگوں کے ہجوم میں بھاگتے ہوئے شہر میں پہنچے تو اس نے کہا۔

"اپلس تم جاؤ اور ملکہ سے کہنا جس نے مجھے دھوکا دیا ہے اسے میرا سلام ہو اور کہو کہ میں تمہیں آخری بار الوداع کہتا ہوں۔" ہرمقس اس کا پیغام پہنچانے کے لئے مقبرے کی طرف گیا اور اتنی سیدھا محل کی طرف چلا جب ہرمقس نے مقبرے کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی تو شارمیاں نے کھڑکی میں سے جھانکا ہرمقس نے دروازہ کھولنے کا کہا۔ اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "کہو کیا خبر لائے ہو؟"

ہرمقس بولا۔ "اب کھیل کا انجام نزدیک ہے اتنی میدان سے بھاگ گیا ہے۔"

وہ بولی۔ "شکر ہے ہماری محنت رائیگاں نہیں گئی ورنہ ان پریشانیوں کی وجہ سے تو میرے لئے جینا دوبھر ہو گیا تھا۔"

ہرمقس جب مقبرے کے اندر داخل ہوا تو ملکہ اپنے شاہی بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے ہرمقس کو دیکھتے ہی کہا۔ "کہو اپلس میدان جنگ کی کیا خبر ہے؟"

ہرمقس نے جواب دیا۔ "معزز اتنی اور اس کی فوجیں بھاگ نکلی ہیں اور دشمن نہایت سرعت سے ہماری طرف بڑھا چلا آ رہا ہے، معزز آقا کا یہ پیغام ہے کہ میری طرف سے ملکہ کو جس نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ سلام عرض کرو اور کہو کہ میں آخری بار الوداع کہتا ہوں۔"

ملکہ نے چلا کر کہا۔ "یہ بالکل غلط ہے اور بے جا ہے۔ میں نے اس کو کوئی دھوکا نہیں دیا۔ حکیم اپلس تم فوراً اس کے پاس جاؤ اور مجھ برگشتہ قسمت کی طرف سے جواب دینا میں دنیا میں زندہ نہیں رہوں گی میرا بہت بہت

سلام اور آخری بار الوداع کہنے کے بعد کہنا میں نے اسے کوئی دھوکا نہیں دیا۔"

ہرمقس ملکہ کی ہدایات کی تکمیل کے لئے انتی کی طرف روانہ ہوا۔ انتی اس وقت سنگ سفید کے فرش پر ٹہل رہا تھا اور اپنے ہاتھ بے بیتابی سے آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے اس کے ساتھ اس کا وفادار ملازم ایرس تھا۔ ہرمقس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"محترم آقا ملکہ مصر کی طرف سے آپ کو الوداعی سلام کیونکہ اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا ہے۔"

اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ "افسوس کیا ملکہ مصر اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔ کیا وہ ہر شکوہ صورت خاک میں مل گئی۔ اللہ اللہ وہ کتنی شاندار عورت تھی اب بھی میرا دل اس کی طرف کھینچا جاتا ہے اور مجھے اس پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ میرے جیسے پر عظمت شخص پر آخری وقت بھی سبقت لے جائے گی۔ کیا میں اتنا ہی بزدل انسان ثابت ہوں گا کہ ایک عورت مجھ سے پہلے اس اس دنیا میں داخل ہوا جس میں قدم دھرتے ہوئے انسان کے دل پر وحشت طاری ہو جاتی ہے۔ ایرس تم نے بچپن سے میری اطاعت کی ہے خوب جانتے ہو کہ تم ایک صحرا میں بھوکے مر رہے تھے اور میں نے تمہیں دولت اور مرتبہ بخشا آؤ اب تم بھی میری خدمت کا حق ادا کرو یہ تلوار جو تم نے پہن رکھی ہے بے نیام کرو اور میرے مصائب کا خاتمہ کرو۔"

ایرس نے جواب دیا۔ "نہیں میں یہ کام نہیں کر سکتا میرا ہاتھ اپنے آقا پر کبھی نہیں اٹھ سکتا۔"

انتی بولا۔ "ایرس اس میں عجلت نہ کرو میں اپنی زندگی کے آخری لمحات میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم میرے کہنے پر عمل کر دیا مجھے اکیلا چھوڑ کر یہاں سے چلے جاؤ دیکھو تمہارا دامن اس آڑے وقت میں نمک حرامی کے داغ سے آلودہ نہ ہو۔" یہ سن کر ایرس نے اپنی تلوار نکالی اور انتی اپنی آنکھیں آسمان کی طرف کیے چھاتی برہنہ کر کے اس کے سامنے بیٹھ گیا لیکن ایرس نے چلاتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا اور تلوار اپنے سینے میں گھونپ لی اور ہلاک ہو گیا۔"

انتی اٹھا اور اس کا خون آلود چہرہ دیکھ کر بولا۔ "ایرس تم نے اپنی وفا و شرافت کے جوہر دکھا دیئے۔ تم مجھ سے زیادہ پر عظمت ہو میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے مجھے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی جرأت کا درس دیا۔" ان تعریف آمیز کلمات کے بعد اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ایرس کو بوسہ دیا اور پھر کھڑے ہو کر دفعتہً اس کے سینے سے تلوار نکالی اور اپنے پیٹ میں گھونپ لی چونکہ ضرب کاری تھی اس لئے وہ تڑپتا ہوا فرش پر گر پڑا اور کہا۔

"اہلس یہ درد ناقابل برداشت ہے خدا کے لئے مجھے فوراً ہلاک کر دو۔"

ہرمقس کو اس کی حالت پر بہت رحم آیا لیکن اس کے حکم کی تکمیل کرنے سے قاصر تھا اس لئے اس نے اس کے جسم سے تلوار باہر نکالی خون کو بہنے سے روکا اور ان لوگوں کے ذریعہ سے جو اس کی موت کا منظر دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے آطو کو بلا بھیجا وہ اپنے مفرح مرکبات اور دوائیں لے کر آئی اور ان میں سے چند اس کو پلائیں اس کے بعد ہرمقس نے آطو کو کہا۔ "وہ ملکہ کے پاس جائے اور اسے اس کے محبوب کی نازک حالت کی خبر کر دے۔"

آطو ملکہ کے پاس گئی اور تھوڑی ہی دیر میں واپس آ کر کہا۔ "ملکہ ابھی زندہ ہے اور اس نے انتی کو اپنے پاس بلا بھیجا ہے تاکہ وہ اس کی آغوش میں داعی اجل کو لبیک کہے۔" جب انتی نے ملکہ کا پیغام سنا تو اس کی گھٹتی ہوئی حالت واپس آ گئی کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ وہ ایک بار پھر ملکہ کا حسین چہرہ دیکھے۔ ہرمقس نے ان غلاموں کو بلایا جو پردوں اور ستونوں کی آڑ میں سے عالی وقار شخص کو مرتے ہوئے دیکھ رہے تھے وہ سب مل کر اپنے جان بلب آقا کو مقبرے کے پاس لے گئے۔

چونکہ ملکہ ڈرتی تھی کہیں کوئی شخص اس سے غداری نہ کرے اس لئے اس نے مقبرے کا دروازہ کھولنے کی بجائے کھڑکی میں سے ایک مضبوط رسی لٹکا دی اور ہرمقس نے انتی کے بازوؤں کے نیچے کس کر باندھ دیا۔

پھر ملکہ نے جو اس وقت زار و قطار رو رہی تھی

شارمیاں اور دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر اس کا بھاری جسم اوپر کھینچا اور سب نے اسے اونچا کرنے میں مدد دی۔ انتی ہوا میں معلق ہو کر شدت درد کی وجہ سے کراہ رہا تھا اور اس کے زخموں سے زیادہ خون کے قطرے نیچے ٹپک رہے تھے دو دفعہ تو وہ تقریباً زمین پر گرہی پڑا لیکن محبت اور یاس کی پریشانی نے ملکہ میں دیوانوں کی سی طاقت پیدا کر دی تھی۔ اس لئے وہ آخر کار اپنے محبوب کے بھاری جسم کو کمرے کے اندر کھینچ کر لے ہی گئی جس شخص نے یہ دردناک منظر دیکھا اس نے بے اختیار اپنی چھاتی پیٹ لی اور اس کے آنسو نکل آئے صرف شارمیاں کا دل نہ پسیجا اور سب خاموشی سے یہ منظر دیکھتے رہے۔

جب انتی مقبرے کے اندر پہنچ گیا تو رسی باہر پھینک دی گئی۔ ہرمقس شارمیاں کی مدد سے مقبرے کے اندر داخل ہوا اور رسی پھر اوپر کھینچ لی۔

ہرمقس نے انتی کو ملکہ کے اطلس بستر پر لیٹے ہوئے دیکھا وہ اپنے بالوں کو نیم عریاں پریشان کئے اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی انتہائے شوق سے اس کے منہ کو چوم رہی تھی اور اس کا خون جو اس کے زخموں سے باہر نکل رہا تھا اپنے شاہانہ ملبوس اور بالوں سے پونچھتی جاتی تھی۔ جب ہرمقس نے ملکہ کو اس وارفتگی کے عالم میں دیکھا تو اس کی قدیم محبت اس کے دل میں بیدار ہو گئی اور دل میں ایک مجنونانہ رشک پیدا ہو گیا اس نے ان دونوں کو تباہ کر دیا تھا لیکن وہ ان کی محبت کو تباہ نہ کر سکا تھا ملکہ نے بلاتے ہوئے کہا۔ ”میرے محبوب انتی تجھے کیسے جرأت ہوئی کہ تو مجھے اس دنیا میں شرم و ذلت برداشت کرنے کے لئے اکیلا چھوڑ جائے میں تیری مفارقت برداشت نہیں کر سکتی اور تیرے بعد جلد ہی ملک عدم کو سدھار جاؤں گی میرے محبوب خدا کے لئے اپنی آنکھیں کھول اور میری طرف دیکھ۔“

انتی نے اپنا سر اٹھایا اور کچھ شراب مانگی۔ ہرمقس نے شراب میں تھوڑی سی دوا ملا کر دی تا کہ اس کے شدید درد میں کچھ افاقہ ہو جائے تب اسے کچھ ہوش آیا تو اس نے ملکہ سے کہا۔ ”وہ اس کے پاس بستر پر لیٹ جائے اور اپنی بانہیں اس کی گردن میں ڈال دے۔“

اب انتی پھر وہی اہم شخص تھا کیونکہ اسے اپنا تمام کرب و اضطراب فراموش ہو گیا تھا اور اس نے ملکہ کو رائے دی کہ وہ اپنی جان تلف نہ کرے لیکن اس نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔

ملکہ نے کہا۔ ”میرے محبوب اب ہمارے پاس بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ اس لئے آؤ ہم اس قلیل فرصت میں اپنی اس لافانی محبت کا ذکر کریں جو موت کے ساحل پر سے گزر کر بھی فنا نہیں ہو سکتی کیا تمہیں وہ رات یاد ہے جب تم نے سب سے پہلے میری گردن میں اپنے بازو ڈالے اور مجھے اپنی محبوبہ کہا۔ آہ وہ رات کتنی سہانی اور مسرت خیز تھی اس ناقابل فراموش رات کے بعد زندگی اپنی خزاں انجامی کے باوجود مستقل بہار رہی ہے۔“

انتی نے جواب دیا۔ ”ہاں وہ رات مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اگرچہ اس وقت سے خوش قسمتی اور بلند اقبالی نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اور میری کامرانی تمہاری محبت کے دریائے بے پایاں میں غرق ہو گئی۔“

یہاں اس نے ایک سسکی بھری اور پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”مجھے یاد ہے تم نے اس رات ہنسی کھیل کے طور پر سرکے میں ایک بیش قیمت موتی گھول کر پیا اور تمہارے غیب داں منجم نے منتو رح کی لعنت کا اعلان کیا۔ اس وقت سے لیکر اب تک اس کے پراسرار الفاظ میرے دل پر چھائے ہوئے ہیں۔ اب بھی میرے آخری لمحات میں اس کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔“

ملکہ نے دھیمی آواز میں کہا۔ ”میرے محبوب اس منجم کو دنیا سے رخصت ہوئے ایک عرصہ گزر چکا ہے۔“

انتی نے کہا۔ ”اگر وہ مر چکا ہے تو وہ ضرور میرے نزدیک ہوگا لیکن یہ بتاؤ اس کے الفاظ کا مطلب کیا تھا؟“

ملکہ نے جواب دیا۔ ”وہ مردود اب مر چکا اس لئے اس کا ذکر ہی جانے دو تمہاری موت کا وقت نزدیک آ رہا ہے

اب تم میری طرف منہ کرو اور میرے ہونٹوں کو بوسہ دو۔"
انتی نے اس کے لب چوم لئے اور کچھ دیر تک محبت کی باتیں کرتا رہا۔ اگر چہ ہر مقس کا دل شدید رشک میں جلتا تھا پھر بھی اسے یہ عشق و محبت کا رنگین منظر نہایت شاندار معلوم ہوتا تھا کچھ دیر کے بعد انتی کے چہرے پر سکرات موت کے آثار پیدا ہوئے اور اس کا دم اکھڑنے لگا اس نے ملکہ سے کہا۔ "ملکہ الوداع اب میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔"
ملکہ اپنی کہنیوں کے سہارے اٹھی اور سراسیمگی سے اس کے زور چہرے پر نظر ڈالی۔ انتی کی موت کا صدمہ اس کے لئے ناقابل برداشت تھا اس سے اس نے ایک چیخ ماری ار غش کھا کر اس کے پہلو میں گر پڑی لیکن انتی ابھی نہیں مرا تھا اور اس کی قوت گفتار سلب ہونے کے باوجود اس میں زندگی کی رمق باقی تھی۔
اس لئے ہر مقس اس کے قریب آ گیا اور رو داد نیے کے بہانے جھک کر اس کے کان میں کہا۔
"انتی میں وہی منجم ہوں جس کو تم نے ابھی یاد کیا تھا میں نے ہی تمہاری اور ملکہ مصر کی تباہی کا جال پھیلایا اب منتو رع کی لعنت نازل ہونے کا وقت آ گیا، اس لئے تم دیوتاؤں کی خواہش کے مطابق ملک عدم روانہ ہو جاؤ۔"
انتی نے اپنا سر اٹھایا اور ہر مقس کے چہرے پر نظر ڈالی اس کے ہونٹ تکلم سے قاصر تھے اس لئے اس نے بڑبڑاتے ہوئے کچھ لفظ کہے اور ہر مقس کی طرف اشارہ کیا۔ پھر زور سے کراہا اور اس کی روح قالب جسم سے پرواز کر گئی۔
اس طرح ہر مقس نے انتی سے انتقام لیا شاید اس کی قسمت میں یہ لکھا تھا کہ وہ اپنا اقتدار کھو کر دنیا سے رخصت ہو جائے۔
اس کے بعد ہر مقس ملکہ کو ہوش میں لایا کیونکہ اس کا ارادہ نہ تھا کہ اس کی ہلاکت میں عجلت کی جائے۔ آطو اور ہر مقس انتی کی لاش اٹھا کر لے گئے اور سیزر کی اجازت لیکر اس کی نہایت عمدہ ممی تیار کرائی اور اس کا چہرہ ایک ایسے طلائی خول سے ڈھانک دیا جو بالکل اس کے خدوخال سے ملتا تھا۔ ہر مقس نے اس کی چھاتی پر اس کا نام اور القاب تحریر کیا اور اس کے تابوت میں اس کا اسم و عرف اور اس کے باپ کا نام ثبت کر دیا۔
جب تمام تیاریاں مکمل ہو چکیں تو ملکہ نے نہایت دھوم دھام سے اسے اس مقبرے میں دفن کیا جو کچھ عرصہ ہوا اس کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔ انتی کا تابوت سنگ سفیر کا بنا ہوا تھا اور اس قدر کشادہ بنایا گیا تھا کہ اس کے پہلو میں ایک اور تابوت رکھا جا سکے۔ کیونکہ ملکہ کی خواہش تھی کہ وہ بھی مرنے کے بعد اسی مرقد میں دفن ہو، جب یہ کام انجام پا چکے تو ایک دن ہر مقس کو معلوم ہوا کہ سیزر تین دن کے اندر اندر ملکہ اور اس کے بچوں کو روما بھیج دے گا تاکہ وہ اس کے جلوس کامرانی کی رونق کو دوبالا کریں۔
جب وہ ملکہ کے پاس پہنچا تو وہ رنج و غم اور پریشانی کے عالم میں وہ خون آلودہ لباس دیکھ رہی تھی جس سے اس نے اپنے محبوب کا خون پونچھا تھا۔ وہ اس لباس کو ایک لمحے کے لئے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتی تھی۔ ملکہ نے کہا۔ "دیکھو اپلس یہ نشان کس قدر جلد مدھم پڑ گئے حالانکہ میرے محبوب کو مرے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا اس قدر جلد تو ایک بے وفا انسان کا احساس تشکر بھی زائل نہیں ہوتا۔ اب تم یہ بتاؤ تم کیا خبر لائے ہو۔ تمہاری شکن آلود پیشانی مجھے کوئی بھولی بسری چیز یاد دلاتی ہے۔"
ہر مقس بولا۔ "ملکہ عالم میں نے یہ ناگوار خبر سنی ہے کہ آپ کو اور آپ کے شہزادے کو اور شہزادی کو آج سے تیسرے دن روما بھیج دیا جائے گا تاکہ وہاں کے تمام لوگ آپ کو دیکھیں اور پھر آپ سب کو اس ایوان عام میں لے جائیں جہاں آپ اپنا تخت نصب کرنے کا ارادہ رکھتی تھیں۔"
ملکہ اچھل کر کھڑی ہو گئی اور کہا۔ "نہیں یہ بات ناممکن ہے میں کبھی پابہ زنجیر ہو کر دشمن کے جلوس کامرانی کی رونق نہیں بڑھاؤں گی۔ شارمیاں بتاؤ اس ذلت سے بچنے کی کیا تدبیر؟"
شارمیاں اس کے سامنے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور اس

پر اپنی جھکی ہوئی آنکھوں کی لمبی پلکوں میں سے نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "محترم ملکہ آپ اس رسوائی سے بچنے کے لئے دامن مرگ میں پناہ لے سکتی ہیں۔"

ملکہ نے کہا۔ "ہاں مجھے یاد آ گیا، موت مجھے اس بے غیرتی سے نجات دلا سکتی ہے۔ حکیم اپلس کیا تمہاری دوا تیار ہے۔" ہرمقس نے جواب دیا۔ "ملکہ میں نے دوا تیار نہیں کی اگر آپ ارشاد فرمائیں تو کل صبح تیار کر دوں گا۔ اس دوا کی یہ خوبی ہوگی کہ جو شخص اسے ایک بار چکھ لے اسے دیوتا بھی خواب عدم سے بیدار نہیں کر سکتے۔"

ملکہ نے کہا۔ "اے فرشتہ مرگ وہ دوا کل صبح تک تیار ہو جائے گی؟"

ہرمقس نے کر تسلیم خم کی اور گھر آ کر آطو کے ساتھ جاگ کر زہر تیار کیا جب وہ تیار ہو گیا تو اس نے ایک شیشی میں ڈال کر آگ کی جھلملاتی ہوئی روشنی میں غور سے دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی سے زیادہ سفید اور شفاف ہے۔

آطو اپنی کامیابی پر بہت خوش ہوئی اور اپنی بھونڈی آواز میں گاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو یہ ایک ملکہ کے لئے شربت مفرح ہے اگر اس کے پچاس قطرے بھی اس کے حلق کے نیچے اتر گئے تو تمہارے انتقام میں کوئی کسر باقی نہیں رہے گی۔ اے کاش مجھے بھی اس تک رسائی ہوتی تا کہ میں اپنی آنکھوں سے تمہیں تباہ کرنے والی حرافہ کو بستر مرگ پر دم توڑتے ہوئے دیکھتی، خدا قسم اس کی موت کا منظر دیکھنے سے قابل ہوگا۔"

ہرمقس نے شارمیاں کے الفاظ یاد کرتے ہوئے کہا۔ "یاد رکھو انتقام ایک ایسا تیر ہے جو بسا اوقات تیر انداز کا جگر مجروح کر دیتا ہے۔"

☆......☆......☆

ملکہ نے سیزر کی اجازت سے اپنے محبوب کے مقبرے کی زیارت کی اور فریاد کی کہ مصر کے دیوتاؤں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اس نے اپنے محبوب کا تابوت کھولا اور اس پر نیلوفر کے پھول ڈال کر واپس چلی آئی پھر اس نے غسل کیا عطر لگایا اور اپنا بہترین لباس پہن کر شارمیاں اور اپنی دوسری سہیلیوں کے ساتھ کھانا تناول کیا کھانا کھاتے وقت اس کی طبیعت اسی طرح چمک اٹھی جس طرح آسمان عذاب آفتاب کے وقت چمک اٹھتا ہے۔ پھر پہلے کی طرح ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگی وہ مزے لے لے کر ان دعوتوں کا ذکر کرتی تھی جس میں وہ اور انتی شریک ہوتے تھے باتوں باتوں میں اس دعوت کا ذکر بھی آ گیا جس میں اس نے موتی سرکہ میں گھول کر پیا تھا۔

ملکہ نے کہا۔ "تعجب کی بات ہے کہ میرے محبوب کو ان تمام اشیائے عشرت میں سے وہی رات یاد آئی اور وہ آخری دم تک مصری ساحر کے الفاظ دہراتا رہا، شارمیاں تمہیں وہ مصری ساحر یاد ہے۔" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔ "ہاں مجھے یاد ہے وہی جو چند سال ہوئے محل سے روپوش ہو گیا تھا۔"

ہرمقس نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ملکہ کے دل میں اب بھی اس کے لئے تھوڑی بہت محبت باقی ہے یا نہیں اس سے پوچھا۔ "وہ شخص کون تھا؟"

ملکہ نے جواب دیا۔ "وہ بہت عجیب شخص تھا اور اس کی داستان حیات بہت دلچسپ ہے وہ قدیم فراعنہ مصر کا حقیقی وارث تھا اور اپنے حامیوں کی ترغیب پر سکندرہ آیا تھا تا کہ وہ ہم جیسوں کو ملک سے باہر نکال دے اور اپنے آباؤ اجداد کے تخت پر قابض ہو کر ایک قومی حکومت کی بنیاد ڈالے وہ میرے دربار میں ایک منجم کی حیثیت سے داخل ہوا کیونکہ اسے تمہاری طرح ساحری کے فن میں کامل مہارت حاصل تھی اور وہ شکل صورت کے لحاظ سے قابل دید تھا اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ مجھے قتل کر کے خود فرعون مصر بن جائے اس کی سازش فی الحقیقت بہت زبردست تھی کیونکہ مصر میں اس کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور میرے مددگار کم تھے۔

لیکن تقدیر کی نیرنگیاں دیکھو کہ جس رات وہ مجھے قتل کرنا چاہتا تھا اس رات شارمیاں میرے پاس آئی اور کہا کہ ملکہ اتفاق سے اس کی سازش کا پتہ چل گیا ہے بعد

میں اس بیان کی درستگی کے متعلق میرے دل میں شبہات پیدا ہوئے لیکن میں نے اپنے دل پر ضبط کر کے ابھی تک تم سے اس بات کا ذکر نہیں کیا اور اب تو میں دیوتاؤں کی قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ تمہیں اس مصری ساحر سے محبت تھی اور تم نے اس کا راز اس لئے فاش کیا کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتا تھا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ تم نے ابھی تک شادی نہیں کی جو ایک عورت کے لئے بالکل غیر فطری شے ہے کہو شارمیاں یہ بات درست ہے یا نہیں۔ کیونکہ اب ان باتو ں کے بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

یہ سن کر وہ کچھ گھبرائی اور دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

"ملکہ آپ کا خیال درست ہے میں بھی اس سازش میں اس کے ساتھ شریک تھی۔ کیونکہ مجھے اس سے گہری محبت تھی۔ اس کی بے اعتنائی نے مجھے مجبور کردیا کہ میں اس کا راز فاش کروں اور یہ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ میں نے ابھی تک شادی نہیں کی۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی آنکھیں اوپر اٹھائیں اور ہرمقس کی طرف ایک غلط انداز سے دیکھ کر حیا کی وجہ سے اپنی نظریں اپنی شرمگیں پلکوں میں چھپا لیں۔ ملکہ نے اس کے الفاظ سن کر کہا۔ "دیکھو میرا خیال کس قدر صحیح نکلا سچ تو یہ ہے کہ ہم عورتوں کے طور طریقے ہی عجب ہیں اور تمہارا محبوب واقعی تمہاری خیر اندیشی کا بہت ممنون ہوگا۔ اپلس کہو تمہاری کیا رائے ہے؟"

"شارمیاں تم نے مجھ سے بھی غداری کی دیکھو تو ہم بادشاہوں کا راستہ بھی کتنا خطرناک ہوتا ہے اچھا میں تمہارا قصور معاف کرتی ہوں۔ کیونکہ تم نے اس کے بعد میری بہت خدمت کی۔"

☆......☆......☆

اس کے آگے اب مصری ساحر کی داستان، ملکہ قلوپطرہ کی زبانی سنو۔"

"مجھے ڈر تھا کہ اگر میں نے ہرمقس کو قتل کردیا تو اس کے حامی ایک طوفان بن کر اٹھیں گے اور مجھے تخت سے اتار دیں گے اس لئے میں نے اس کے قصور سے درگزر کی میں اس کی سازش کا راز فاش ہونے سے پہلے معلوم کر چکی تھی کہ اس کے دل میں میرے لئے تھوڑی بہت محبت ہے اور میں نے اسے اس کی خوش وضعی اور لطیفہ گوئی کی وجہ سے۔ اپنے سے مانوس کرنے کی کوشش کی اور تم جانتے ہو کہ میں مردوں کے دل پر قابو پانے میں کبھی ناکام نہیں ہوئی اس لئے جب وہ اپنے لباس میں خنجر چھپا کر میرے پاس آیا تو میں نے اس کی قوت ارادی کے مقابلہ میں اپنے ناز و ادا کے جادو سے کام لیا اس کشمکش میں جیت کس کی رہی اس کا اندازہ ایک مرد ہونے کی حیثیت سے تم خود لگا سکتے ہو۔

بخدا مجھے اس برگشتہ قسمت شہزادے، اس قسم توڑنے والے کاہن اس بے تاج فرعون کی حواس باختگی کا منظر کبھی فراموش نہیں ہوسکتا۔ میں نے اسے افیون آمیز شراب کا پیالہ دیا اور وہ غفلت کی نیند میں گم ہوگیا جس سے کوئی شخص عزت نفس کے ساتھ بیدار نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد اب تک میرا دل اس عالم فاضل شخص کی اداس طبیعت سے بیزار نہ ہوا میں اس کے ساتھ تھوڑا بہت مانوس رہی اور کسی حد تک بے تکلف ہوگئی لیکن اس کی محبت کا حال کچھ نہ پوچھو کوئی مے خوار جام شراب کا اس قدر متوالا نہیں ہوتا جتنا وہ میرا متوالا تھا اس کا خیال تھا میں اس سے شادی کرلوں گی۔ اس لئے اس نے مجھے پوشیدہ خزانے کا راز بتادیا چونکہ اس وقت مجھے روپے کی بہت ضرورت تھی اس لئے ہم دونوں تن تنہا اس خوفناک مقبرے میں داخل ہوئے وہ بے بہا خزانہ مردہ فرعون کے سینے سے نوچ کھسوٹ کر باہر نکال لائے یہ زمرد جسے تم دیکھ رہے ہو اس خزانے کا ایک زمرد ہے تم یہ سن کر ضرور حیران ہوگے کہ اس خوفناک تحریر کی وجہ سے جو مقبرے میں کندہ تھی اور اس جیسی ڈراؤنی چیز کے خوف سے پناہ بخدا مجھے کسی مکروہ چیز کی یاد آگئی۔

نیز اہل مصر کی نظروں میں عزیز ہونے کے لئے اس شخص سے شادی کرنا چاہتی تھی اور تمام دنیا کے سامنے اس کی مالی اور بلند منصبی کا اعلان کر کے مصر کو رومیوں کے ہاتھ سے بچانا چاہتی تھی۔

کیونکہ ان دنوں انتی کا سفیر میرے پاس بعض الزامات کا جواب طلب کرنے کے لئے آیا ہوا تھا اور میرا

ارادہ تھا کہ میں اسے نہایت سخت الفاظ کہہ کر واپس بھیجوں لیکن دوسرے ہی دن جب میں جانے کی تیاری کر رہی تھی یہ شار میاں میرے پاس آئی اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔ باتوں باتوں میں مجھے خیال آیا کہ دیکھوں یہ میرے ارادے کے متعلق کیا رائے رکھتی ہے۔

ہلس ذرا نسوانی رشک کا اثر دیکھو جس کی ایک ہی ضرب بڑی بڑی سلطنتوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتی ہے اور بادشاہوں تک کو تباہی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس نے میرے ارادے کی سخت مخالفت کی آج رات مجھ پر یہ بات روشن ہوئی کہ اس نے میرے ارادے کی مخالفت کی اس کی وجہ کیا تھی؟

شار میاں تم یہ برداشت نہیں کر سکتیں تھیں کہ تمہارا محبوب میرا شوہر بنے اس لئے تم نے مجھے اپنے ارادے سے باز رکھنے کی انتہائی کوشش کی اور کہا کہ مصری ساحر سے شادی کرنے کی بہ نسبت انتی کے پاس جانا زیادہ مفید ہوگا اب کے جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ہے، میں تمہارے مشورے کا شکریہ ادا کرتی ہوں کیونکہ میں نے تمہاری گفتگو سے متاثر ہو کر مصری ساحر کا خیال چھوڑ دیا اور انتی سے لو لگائی اس کے بعد جتنے واقعیات رونما ہوئے وہ تمہارے رشک اور میرے والہانہ محبت کا نتیجہ ہیں ان ہی کی وجہ سے آج سیزر سکندریہ کا مالک بن گیا۔

میرا محبوب تاج وتخت سے محروم ہو کر کنج مزار میں خوابیدہ ہے اور میں آج رات دائمی اجل کو لبیک کہنے والی ہوں۔

آہ! شار میاں دیکھو تمہارے رشک نے کیا آفت دکھائی ہے۔ تمہاری صرف ایک بات نے دنیا کی تاریخ بدل ڈالی پھر بھی میں پسند نہیں کرتی کہ واقعات کا دھاکسی اور رخ بہتا۔"

ملکہ نے تھوڑی توقف کیا اور آبدیدہ ہو کر اپنی آنکھیں ہاتھوں سے ڈھانپ لیں...... ہرمقس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو شار میاں کی آنکھیں بھی بھیگی ہوئی تھیں۔

ہرمقس بولا۔" وہ ساحر اب کہاں ہے؟"

ملکہ نے کہا۔" یقیناً وہ اقلیم فنا میں مقدس دیوی کی خوشنودی حاصل کر رہا ہوگا۔ جب سے انتی سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے اس سے محبت کرنی شروع کی اس وقت سے ساحر میری نظروں میں کھٹکنے لگا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کی زندگی کا خاتمہ کر دوں۔ ایک دن میں نے سرکہ میں ایک بیش قیمت موتی گھول کر پیا تو اس نے آتش رشک میں جل کر بدشگونی کے الفاظ کہے۔ اس لئے میں چاہتی تھی کہ اسے اسی رات قتل کر دیا جائے لیکن جب اس کا کام تمام کرنے کے لئے محافظ گئے تو وہ کہیں دکھائی نہ دیا۔"

ہرمقس بولا۔" تو پھر کہاں غائب ہو گیا کیا آپ کو اس کا پتہ نہیں چلا۔"

ملکہ نے کہا۔" معلوم نہیں وہ اس قدر جلد کہاں روپوش ہو گیا۔ میرے محافظ سپاہیوں کا سردار قسم کھا کر کہتا تھا کہ وہ اپنی چادر کو پروں کی طرح پھیلا کر آسمان کی طرف پرواز کر گیا لیکن مجھے اس کی بات کا یقین نہیں۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ اس شخص کو ساحر سے عقیدت تھی اور اس نے اسے بچانے کے لئے یہ بات گھڑی۔ غالباً میرا ناکام عاشق کہیں سمندر میں ڈوب کر مرگیا ہوگا شاید شار میاں ہمیں بتا سکے کہ اس کی موت کس طرح واقع ہوئی۔"

شار میاں نے جواب دیا۔" ملکہ عالم مجھے بھی اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ وہ فی الحقیقت جاں بحق تسلیم ہو چکا ہے۔"

ملکہ نے کہا۔" شکر ہے کہ وہ شخص مر کھپ گیا ہے کیونکہ وہ یار شاطر ہونے کی بجائے بار خاطر تھا۔

خیر جو کچھ ہو میں نے اسے خوب اپنا آلہ کار بنایا بہت اچھا ہوا کہ وہ اب نابود ہو چکا ہے کیونکہ مجھے اس سے محبت نہ تھی اور میں اس سے ہمیشہ خوف زدہ رہتی تھی بلکہ اب بھی اس کا خوف میرے دل پر طاری ہے۔"

ہرمقس نے یہ الفاظ سن کر اپنی پوری طاقت جمع کی اور اپنی روحانی طاقتیں استعمال میں لا کر ملکہ کے دل پر اپنی روح کا اثر ڈالا اور اس نے گمشدہ ہرمقس کی موجودگی کا احساس کیا۔

ملکہ نے گھبرا کر کہا۔ "آہ یہ کیا بات ہے دیوتا کی قسم میرے دل پر خوف طاری ہو رہا ہے میں محسوس کرتی ہوں کہ وہ یہیں پر موجود ہے اور اس کی یاد میرے دل پر خوف کی طرح چھائی جاتی ہے اگرچہ اس کو مرے ہوئے کئی برس گزر گئے ہیں۔"

ہرمقس نے کہا۔ "ملکہ عالم آپ خوف نہ کیجئے اگر وہ شخص مر چکا ہے تو اس کی روح ہر جگہ موجود ہے اور کچھ عجب نہیں کہ وہ آپ کی رحلت کے وقت آپ کے قریب آ گئی ہو تاکہ وہ آپ کی روح کا خیر مقدم کرے۔"

ملکہ نے کہا۔ "اپلس یہ نہ کہو میں اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی میرا اور اس کا معاملہ بہت سخت ہے اس کا فیصلہ کسی ایسی دنیا میں ہی ہو سکتا ہے جس میں ہم ایک دوسرے کے برابر ہوں۔ اچھا لو اب میرے دل سے خوف دور ہو گیا ہے۔ غالباً یہ محض واہمہ تھا خیر اس مردہ شخص کی کہانی نے میری زندگی کی سب سے کڑی ساعت آسانی سے گزار دی آؤ۔ شارمیاں تم اپنی میٹھی آواز میں ایک ایسا رقت خیز گیت سناؤ کہ میری روح تحلیل ہو جائے کیونکہ ساحر کی یاد نے میرے دل کو بہت پریشان کر دیا۔ ہاں تمہارے بربط کے تار آخری بار مرتعش ہوں اور تمہارے شیریں ہونٹوں سے ایک غمگین راگنی بلند ہو کر در و دیوار کو تڑپا دے۔"

شارمیاں نے کہا۔ "ملکہ یہ وقت راگ کے لئے موزوں نہیں پھر بھی میں اپنا بربط اٹھاتی ہوں آپ کی خواہش پر میں ایک دلدوز گیت سناتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنا بربط اٹھایا اور درد بھرے لہجہ میں ایک گیت گایا جو اس قدر شیریں اور رقت انگیز تھا کہ دوسری کنیز عیرس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ملکہ کی نیلگوں آنکھوں میں بھی بڑے بڑے آنسو دکھائی دیئے صرف ہرمقس کی آنکھوں میں قطرات اشک نمایاں نہ ہوئے کیونکہ اس کا رونا دل کا رونا تھا اور اس کے آنسو خشک آنسو تھے ملکہ نے گیت سننے کے بعد کہا۔ "شارمیاں تمہارا گیت بہت رقت آمیز ہے تم نے درست کہا تھا کہ یہ وقت راگ کے لئے موزوں نہیں تاہم تمہاری فریاد کی لے اس موقع کے مطابق تھی۔ دیکھو جب میں آغوش مرگ میں ہمیشہ کے لئے سرگرم خواب ہو جاؤں تو تم یہی گیت میری نعش پر ایک بار پھر گانا اب اس موسیقی کو الوداع کیونکہ میرے خاتمہ کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اپلس یہ کاغذ لو اور جو کچھ میں کہوں حوالہ قرطاس کرتے جاؤ۔"

ہرمقس نے کاغذ اٹھایا اور اس پر رومی زبان میں یہ الفاظ تحریر کئے۔

ملکہ مصر کی طرف سے آکٹیوس اینس کو آداب۔

زمانے کی روش یہی ہے ہر شخص کی زندگی میں ایک وقت ایسا آتا ہے جب دنیا کے غم و آلام کے خلاف سینہ سپر ہونے کی بجائے یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے جسم کا بار گراں اپنے شانوں سے اتار دے۔ اور اپنی روح کے پر لگا کر خود فراموش ہو جائے اور اس دنیا میں داخل ہو جائے۔

تم خوبی قسمت سے معرکہ کارزار میں کامیاب رہے ہو اس لئے تمہیں کامیابی کی مسرتیں دیکھنی نصیب ہوں لیکن ملکہ مصر تمہاری شان و شوکت میں اضافہ نہیں کر سکتی وہ تمہارے قافلہ کامرانی کے پیچھے پابہ زنجیر ہو کر گامزن ہونا باعث ننگ خیال کرتی ہے جب ہمارے تمام اسباب کامرانی ضائع ہو جائیں تو ہمیں اپنے آپ کو بھی مٹا دینا چاہئے یہی طریقہ ہے جس سے ارباب ہمت یاس و ناامیدی کے صحرا کو ثابت قدمی سے طے کرتے ہیں۔ ملکہ مصر بھی اتنی ہی پرعظمت ہے جتنا کہ انتنی پرعظمت تھا اس لئے اس کا انجام بھی ایسا نہیں ہوگا۔ جس سے اس کی عظمت میں کوئی کمی رہ جائے غلام اپنی ذلت برداشت کرنے کے لئے زندہ رہنا گوارہ کرتے ہیں لیکن بادشاہ زیادہ مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے مصیبت کاری کے دروازے میں سے نکل کر موت کے شاہی ایوانوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔

میں اپنی موت کے بعد سیزر سے صرف ایک التماس کرتی ہوں کہ وہ میری لاش میرے محبوب کے مقبرے میں دفن ہونے کی اجازت دے الوداع۔" ہرمقس نے یہ خط لکھا اور اس پر مہر لگا دی۔ ملکہ نے کہا۔

"یہ خط ایک قاصد کے حوالے کر دو۔" ہرمقس یہ

سن کر دروازے کے پاس گیا اور ایک قاصد کو بخشش دینے کے بعد اس کو کہا کہ یہ خط سیزر تک پہنچا دے پھر وہ واپس آیا اور دیکھا کہ تینوں عورتیں خاموشی سے کمرے کے وسط میں کھڑی ہیں ملکہ عیر وس کے بازوؤں سے لپٹی ہوئی تھی اور شارمیاں کچھ دور کھڑی ہوئی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی ہرمقس نے کہا۔"اے ملکہ اگر آپ واقعی اپنا رشتہ حیات منقطع کرنا چاہتی ہیں تو اس کے لئے وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے کیونکہ تھوڑے ہی دیر میں سیزر کے آدمی اس جگہ پہنچیں گے۔" یہ کہہ کر اس نے شیشی نکالی جس میں سفید رنگ کا مہلک زہر بھرا ہوا تھا ملکہ نے وہ شیشی اپنے ہاتھ میں لے لی اور بغور دیکھا۔

پھر اس نے کہا۔"دیکھنے میں کتنی مختصر چیز ہے لیکن اس میں موت جیسی پراسرار چیز پوشیدہ ہے۔ اہلس کیا یہ ایک تعجب کی بات نہیں۔"

ہرمقس بولا۔"ہاں اے ملکہ اس زہر سے جو ایک گھونٹ سے زیادہ نہیں کم از کم دس انسان ہلاک ہو سکتے ہیں اسے زیادہ مقدار میں پینے کی ضرورت نہیں۔"

ملکہ نے کہا۔"اہلس میں یہ زہر پینے سے ڈرتی ہوں کیونکہ ممکن ہے یہ مجھے فوراً ہلاک نہ کرے۔ میں نے کتنے ہی آدمیوں کو زہر پیتے ہوئے دیکھا ہے لیکن ان میں سے میں ایک بھی یک لخت فوت نہیں ہوا اور بعض تو اس قدر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرے کہ ان کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔"

ہرمقس بولا۔"آپ ڈریں نہیں کیونکہ میں دواؤں کا ماہر ہوں۔ لیکن اگر آپ کو موت کا بہت زیادہ خوف ہے تو آپ یہ زیر زمین پر پھینک دیں اور بادہ حیات سے لطف اندوز ہوں کیونکہ آپ اب بھی روما میں عیش وعشرت کی زندگی بسر کر سکتی ہیں۔"

آپ اب بھی سیزر کے ساتھ روما روانہ ہو سکتی ہیں تا کہ اس کے جلوس کی شان دوبالا کریں اور پھٹے دیدوں والی اکھڑ رومی عورتوں کی ہنسی آپ کی سنہری زنجیروں کی جھنکار کے ساتھ ہم آواز بن کر موسیقی کے نغمے بسر کرے۔"

ملکہ نے کہا۔"نہیں اہلس میں اس قسم کی ذلت آمیز زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہوں۔ اے کاش کوئی شخص اس نادیدہ راستے پر میری رہنمائی کر سکتا۔"

یہ سن کر کنیز عیر وس آگے بڑھی اور کہا۔"پہلے مجھے اس کا جام دیں تا کہ میں ملکہ کو راستہ دکھاؤں۔"

ہرمقس نے کہا۔"اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ایک زریں جام میں تھوڑا سا زہر ڈالا اور عیر وس کو پیش کیا۔

عیر وس جام لے کر ملکہ کے سامنے جھکی اور آگے بڑھ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا پھر اس نے شارمیاں کو بوسہ دیا اور قدرے توقف کے بعد کسی قسم کی دعا کئے بغیر شربت مرگ نوش کر لیا۔ اس نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا ہی تھا کہ وہ چشم زدن میں بے جان ہو کر زمین پر گر پڑی۔

ہرمقس نے یہ دیکھ کر ملکہ کو کہا۔"اے ملکہ آپ نے دیکھ لیا کہ یہ زہر کس قدر زود اثر ہے۔"

ملکہ نے جواب دیا۔"تمہاری دوا زہریلی ہے اب مجھے بھی کچھ پیاس محسوس ہو رہی ہے اس لئے یہ جام زہر سے بھر کر میرے حوالے کر دو تا کہ عیر وس کو زیادہ دیر میرا انتظار نہ کرنا پڑے۔" ہرمقس نے دوبارہ جام زہر سے بھرا اور بہانے اس میں تھوڑا سا پانی ملا دیا تا کہ ملکہ اسے اچھی طرح پئے بغیر دنیا سے رخصت نہ ہو۔

ملکہ نے جام اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی خوبصورت آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا کر بلند آواز میں کہا۔

"اے مصر کے دیوتاؤ اب میں تمہاری جناب میں کوئی دعا نہیں کروں گی کیونکہ تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تمہارے کان میری فریاد سننے کے لئے بہرے ہو گئے اور تمہاری آنکھیں میرا رنج وغم دیکھنے سے عاری ہو گئیں۔ اب میں اپنے آخری دردخواہ سے التجائے رحم کرتی ہوں جو دیوتاؤں کے بے مہر ثابت ہونے پر مجھ جیسے بے یار ومددگار انسانوں کی دستگیری کرتا ہے۔ اے اجل کے دیوتا اپنے بادل جیسے شہپروں کے ساتھ جو تمام کرہ ارض پر چھایا ہوا ہے میرے پاس آ اور میری فریاد سن۔

اے بادشاہوں کے بادشاہ آ اور مجھے اپنے دامن میں چھپالے۔ اے عالی مقام مجھے اس مقام راحت میں چھپا دے جہاں تند اور پرآشوب ہوائیں نہیں چلتیں اور پانی کا تموج ایک سکون جاوداں میں تبدیل ہو جاتا ہے یا مجھے اس دنیا میں لے جا جہاں سیزر کی فوجیں میرا تعاقب نہیں کر سکتیں تو مجھے اس ملک میں لے جا کر نیند کا تاج پہنا میرے بطن سے ایک نئی روح نمودار ہو رہی ہے اور چشم زدن میں ایک ستارے کی طرح وقت کے افق پر آشکار ہو گی۔ اے نفس جات الوداع اے پیک اجل میرے قریب آ اے ساتھی مجھے بڑھ کر اپنی آغوش میں لے لے۔"

یہ کہہ کر ملکہ نے آسمان کی طرف نظر کرتے ہوئے زہر پیا اور جام زمین پر پھینک دیا۔

آخر کار ہرمقس کا انتقام مصر کے بر[illegible] دیوتاؤں کے انتقام حتورہ کی لعنت کے نازل ہونے کا وقت آ پہنچا۔

ملکہ نے کہا۔ "یہ کیا بات ہے میرا جسم سرد پڑ گیا ہے لیکن میری روح عالم بالا کو پرواز نہیں کرتی۔ اے اولمپس یہ سب تیری فریب کاری ہے۔"

ہرمقس نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ملکہ خاموش تیری ناپاک روح جلدی دنیا سے پرواز کر جائے گی اور تو ان خداؤں کے غضب سے دوچار ہو گی جن کی تو نے توہین کی ہے۔ ابھی تجھ پر جلیل القدر حتورہ کی لعنت نازل ہو گی اور پھر تمام کارروائی ختم ہو جائے گی۔ اے عورت۔ میرا اجڑا ہوا حلیہ میرا غم آلود چہرہ اور میرا ضعیف و مضمحل پیکر دیکھ اور پہچان کہ میں کون ہوں؟"

ملکہ نے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا اور کہا۔

"میں نے تجھے آخر پہچان ہی لیا مجھے دیوتاؤں کی قسم تو ہرمقس ہے۔ جو مردوں کی بستی سے اٹھ کر زندوں کی دنیا میں آ گیا ہے۔"

ہرمقس بولا۔ "ہاں میں ہرمقس ہوں جو دوبارہ عالم حیات میں آ گیا ہے تاکہ وہ تجھے جہنم کے عذاب کا مزا چکھائے دیکھ جس طرح تو نے مجھے خاک میں ملایا اس طرح میں آج تجھے خاک میں ملا رہا ہوں۔

میں اتنی مدت خداؤں کے زیر ہدایت تیری تباہی کے اسباب مہیا کرتا رہا اور میری بدولت تجھ پر پے در پے آفات آسمان نازل ہوئیں میں نے لڑائی میں تیرے دل پر خوف طاری کیا۔ تاکہ تو اپنے جہاز لے کر فرار ہو جائے اور اہل مصر کو تیری مدد سے باز رکھا میں نے گھلا گھلا کر مارنے والی دواؤں سے انتنی کی جسمانی طاقت زائل کی، میں نے تیرے اور انتنی کے فوجی افسروں کو دیوتاؤں کی طرف سے ڈرایا دھمکایا تاکہ وہ وقت پر تیرا ساتھ نہ دیں۔

اب تو میرے ہاتھوں سے اپنے کئے کا پھل پا رہی ہے کیونکہ میں خداؤں کا آلہ انتقام ہوں۔ میں نے تجھے تباہی کے بدلے تباہی فریب کے بدلے فریب اور موت کے بدلے موت دی ہے۔

اے شارمیاں جس نے مجھے ایک دفعہ دھوکہ دیا اور اس کے بعد اپنی غلطی پر پشیمان ہو کر میری تدابیر میں شریک رہی اس نابکار عورت کو مرتے ہوئے دیکھ اور میری کامیابی کی مسرت میں شریک ہو۔"

ملکہ کچھ دیر اسی طرح حیرانی اور سراسیمگی کے عالم میں بیٹھی رہی پھر اس کی سطوت روح بجھنے سے پہلے پوری آب و تاب سے فروزاں ہوئی وہ لڑکھڑاتی ہوئی اپنے بستر سے اٹھی اور اپنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے۔ ہرمقس کے حق میں یہ دعا کی اس نے کہا۔ "اے کاش میں ایک گھنٹہ اور جی سکتی تاکہ تجھے اور تیری شریک کار کو جس نے ہم دونوں کو دھوکا دیا ایسے عجیب طریقہ پر ہلاک کرتی جس کا تصور کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

ہرمقس تو کبھی مجھ سے محبت کرتا تھا بلکہ یہ آگ اب بھی تیرے دل میں سلگ رہی ہے اور میں اس کے شعلے کو سربلند دیکھتی ہوں۔ اے کاہن تو اب بھی میرے دام میں گرفتار ہے اور میرا ہاتھ تجھ پر غالب ہے۔ دیکھ اے چالباز فریب کار کاہن دیکھ۔" یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا شاہی ملبوس چاک کر دیا اور اپنا سینہ عریاں کرتے ہوئے کہا۔

”تیرا سر کئی کئی راتیں اس نرم وگداز سینے کو اپنا تکیہ بنا کر آسودہ ہوا اور تیرا جسم میری آغوش ناز میں عزت گیر ہوا اب اگر تجھ میں جرات ہے تو تو عہد محبت کی ان رنگین یادوں اور بہار رفتہ کے مہکتے ہوئے پھولوں کی نکہت کو اپنے گوشہ دل سے نکال دے، لیکن تو یہ محبوب چیزیں اپنے دل سے نہیں نکال سکتا۔ کیونکہ میں انہیں تیری آنکھوں میں مضطرب بجلیوں کی طرح مہکتے دیکھ رہی ہوں۔ میں جن مصائب سے دوچار ہوئی ہوں وہ سب مل کر اس انبار غم سے زیادہ گراں نہیں ہو سکتیں۔ جس نے تیری روح کو عذاب جہنم میں مبتلا کر رکھا ہے یہ وہ لامحدود غم ہے جس کا سرچشمہ محبت کی تلخیاں ہیں۔

تیری نامرادی تیرے دل پر چرکے لگا رہی ہے اور میرے لئے یہ نشتر زنی جنبش مضراب سے کم نہیں جو ساز کے تاروں سے رنگین نغمے پیدا کرتی ہے۔

اے غلاموں کے غلام میں نے تیری کامرانی کی بلندیوں کے مقابلے میں ایک بلندتر کامیابی حاصل کی ہے اور مغلوب ہونے کے باوجود تجھ پر غالب آگئی ہوں۔ میں تیرے منہ پر تھوکتی ہوں اور مرتے ہوئے بھی تجھے نہ مٹنے والی محبت کے عذاب میں مبتلا کرتی ہوں۔

اے انتی میرے انتی میں تیری محبت بھری آغوش میں آتی ہوں اور دنیائے عدم کی تاریکیوں میں تجھے جلد ہی تلاش کر لوں گی پھر ہماری روحیں محبت کا خوش نما لباس پہن کر ملاء اعلیٰ کی لامحدود وسعتوں میں پرافشاں ہونگی ہم ایک دوسرے کے روبرو اور لب بہ لب ہو کر خوشگوار بادہ نوش کریں گے۔

جس کا ہر جرعہ پہلے جرعوں سے زیادہ شیریں ہے لیکن اگر میں تجھے دنیائے عدم کی بے نور وسعت میں تلاش نہ کر سکوں پھر میں خواب نوشین کی نشہ ریز کیفیتوں میں گم ہو جاؤں گی اور میرے لئے رات کی چھاتی جس پر میں ایک نرم اور لطیف گہوارہ بناؤں گی تیرا فراخ سینہ بن جائے گی آہ میں اب دنیا سے رخصت ہو رہی ہوں اے انتی میرے پاس آ اور مجھے ابدی سکون کی نعمت عطا کر.....“

ہرمقس کو ملکہ کی باتوں پر بہت غصہ آیا لیکن چونکہ جو کچھ اس نے کہا تھا وہ بالکل درست تھا اس لئے ہرمقس اس کے طعنوں کی بے پناہ بوچھاڑ سے دب کر رہ گیا۔ آخر اس کے انتقام کا تیر جھٹ کر اس کے ہی دل پر آ لگا تھا کیونکہ اس کی روح پہلے سے کہیں زیادہ ملکہ کی محبت سے سرشار تھی اس کا دل آتش رشک سے پھنکا جا رہا تھا اس لئے اس نے اس کی زندگی کچھ دیر اور برقرار رکھنے کی قسم کھائی اور وہ جھلا کر بولا۔

”اے ارباب ثلاثہ میری دعا سن......اے دیوتا جہنم کے دروازے کھول دے اور جن لوگوں کا میں نام لوں ان لوگوں کی روحیں زمین پر بھیج دے اے بطلموس جسے تیری بہن نے تجھے زہر دیا۔ عالم حیات میں اے آرسینو جسے تیری بہن قلوپطرہ نے دار لاسن میں قتل کیا آشکار ہو اے سیفا جس کو ملکہ نے آہنی نیزوں سے اذیت دے دے کر ہلاک کیا۔ میرے سامنے آ۔ اے مقدس منقورع جس کا مردہ جسم ملکہ نے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور حرص و طمع کے سبب تیری لعنت کا سامنا کیا۔ اپنے پورے جاہ جلال سے نمایاں ہو! اے مظلوم انسانوں جنہیں ملکہ نے ہلاک کیا، ایک، ایک کر کے میرے سامنے آؤ۔ اے ستم نصیب روحوں! موت کی چھاتی سے باہر نکلو اور اس عورت کا استقبال کرو جس نے تمہیں قتل کیا میں تمہیں قرب الٰہی اور زندگی کے شان کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ تم سب ملکہ کے سامنے آؤ۔“

جب ہرمقس یہ الفاظ کہہ رہا تھا تو شارمیاں دہشت کھا کر اس کے بازو سے چمٹ گئی اور ملکہ جانکنی کی حالت میں اپنے ہاتھوں کا سہارا لے کر آہستگی سے دائیں، بائیں گھومتی ہوئی وحشت زدہ آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ دفعتہً دعا کے جواب میں کھڑکی ایک تڑاخے کے ساتھ کھلی اور اچانک وہ بڑی چمگادڑ جسے آخری دفعہ منقورع کے اہرام میں خواجہ سرا کی ٹھوڑی سے چمٹا ہوا دیکھا تھا پھڑ پھڑاتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے تین چکر لگائے اور ایک دفعہ عیروس کے سر پر گھومی پھر وہ اس طرف گئی جہاں اجل رسیدہ ملکہ کھڑی تھی اور اس کی

چھاتی پر بیٹھ کر اس زمرد میں لٹک گئی جو اس نے منتورع کے سینے سے باہر نکالا تھا یہ خوفناک بلا تین دفعہ چلائی اور تین دفعہ اپنے مہیب پروں کو پھڑ پھڑا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

اس کے بعد کمرہ دفعتہً مردہ انسانوں کی روحوں سے معمور ہو گیا۔

آرمینو اسی حالت میں دبکی ہوئی بیٹھی تھی جس حالت میں اس کی گردن قاتل کے خنجر سے مجروح ہوئی تھی بطلیموس کا چہرہ زہر کے اثر سے بالکل بگڑا ہوا تھا۔ منتورع اپنے پورے جاہ جلال کے ساتھ اپنے افعی نشان والا تاج پہنے کھڑا تھا۔ سیفا کا جسم موذی انسانوں کے آہنی نیزوں کی وجہ سے بری طرح زخمی تھا ان روحوں میں وہ چھ غلام بھی تھے جنہیں ملکہ نے زہر دے کر ہلاک کیا تھا اور ان کے علاوہ سیکڑوں اور لوگ تھے جن کی شکلیں نہایت خوفناک تھیں یہ سب روحیں اس چھوٹے سے کمرے میں جمع ہو گئیں اور چمکتی ہوئی ڈراؤنی آنکھوں سے اس عورت کو دیکھنے لگیں جس نے ان کی طبعی زندگی کا خاتمہ کیا تھا۔

ہرمقس نے کہا۔" ملکہ اب تو اپنے سکون خاطر کا سامان دیکھ لو اور اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔"

شارمیاں نے کہا۔" ہاں اے ملکہ جس نے مجھے عزت و وقار سے اور مصر کو اس کے بادشاہ سے محروم کیا اب یہ نقشہ دیکھ اور ملک عدم کو رخصت ہو جاؤ۔"

ملکہ نے وہ سب ہولناک صورتیں دیکھیں جو اس کے سامنے تھیں۔ غالباً اس کی آمادہ پرواز روح وہ الفاظ سن رہی تھی جس کے سننے سے دوسروں کے کان معذور تھے۔ دفعتہً ملکہ کا چہرہ غلبہ خوف کے سبب زرد پڑ گیا اس کی بڑی بڑی آنکھیں اندر کی طرف دھنس گئیں اور وہ ایک چیخ مار کر زمین پر گر پڑی اس کے ساتھ ہی اس کی روح جسم سے پرواز کر گئی اور وہ ان بھیانک روحوں کے جلو میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئی۔

اس طرح ہرمقس نے اپنے انتقام کی پیاس بجھائی اور دیوتاؤں کا تقاضائے انصاف پورا کیا لیکن اس کے لئے اس انتقام میں کوئی مسرت نہ تھی کیونکہ جس انسان کو کوئی دل سے چاہے اگر وہی تباہی کا باعث ہو پھر بھی چاہنے والے اپنے مصائب بھول جاتے ہیں۔

انسان کی آنکھیں بار بار اپنے یوسف گم گشتہ کو تلاش کرتی ہیں اور وہ اپنے دل کا خون اس خدائے محبت ہی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ محبت ایک روحانی چیز ہے جیسے موت کا سرد ہاتھ نہیں چھو سکتا۔

شارمیاں جو پہلو میں لپٹی ہوئی تھی۔ اب الگ ہو کر بولی۔" اے سنگ دل ہرمقس تیرا انتقام ختم ہو چکا وہ بھیانک انتقام جس کا تصور بھی بھیانک ہے لیکن اے ملکہ تو اپنے تمام گناہوں کے باوجود فی الحقیقت ملکہ تھی۔

اے شہزادہ اب آ اور مجھے اس بے جان پیکر کو شاہانہ انداز میں آراستہ کر کے بستر پر لٹانے میں مدد دے تاکہ جب سیزر کے قاصد آئیں تو وہ انہیں زبان خاموشی میں شرف حضوری بخشے جیسا کہ مصر کی آخری ملکہ کے شایان شان ہے۔"

ہرمقس خاموش رہا مگر ہرمقس نے شارمیاں کا ساتھ دیا اور ملکہ کا مردہ جسم اٹھا کر اس کے زریں پلنگ پر لٹا دیا۔ شارمیاں نے اس کا شاہی تاج اس کی پیشانی پر رکھ دیا اور اس کے سیاہ بال کھول کر اس کے شانوں پر بکھیر دیئے اور وہ نیلگوں آنکھیں جو سمندر کے نیرنگ جمال کا آئینہ دار تھیں ہمیشہ کے لئے بند کر دیں۔

اس کے بعد وہ کھڑی ہو کر بولی۔

"میں تمہیں ہمیشہ کے لئے خیرباد کہتی ہوں اب ممکن نہیں کہ میری بدنصیب نگاہیں تمہارا چہرہ دیکھیں تم مجھ سے محبت نہیں کرتے اور جہاں میں جا رہی ہوں تم کبھی جاؤ گے نہیں تم ابھی تک اس عورت سے محبت کرتے ہو جسے تم نے اپنے انتقام کا نشانہ بنایا۔ اب نہ تم اس سے محبت کر سکتے ہو اور نہ میں تمہارے دل میں جگہ پیدا کرنے کی توقع کر سکتی ہوں۔ اس سے زیادہ نامرادی اور کیا ہو سکتی ہے۔ دیکھو قبل اس کے کہ میں تم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوں اور تمہارے صفحہ خاطر پر ایک بدنما نقش بن کر رہ جاؤں میں تم

سے ایک التجا کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم فراخ دلی سے میرا قصور معاف کرو اور اس کی نشانی کے طور پر محبوب کی طرح نہیں بلکہ عام ہمدرد انسان کی طرح میری پیشانی چوم لو تا کہ میری روح سکون و آرام کے ساتھ جسم خاکی کو چھوڑ کر عالم بالا کی طرف پرواز کر جائے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے بازو پھیلا دیئے اور ہرمقس کے نزدیک آئی اس وقت اس کی صورت قابل رحم تھی اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے اور نگاہیں ہرمقس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

ہرمقس نے کہا۔" ہمیں دنیا میں برائی اور بھلائی کا پورا پورا اختیار دیا گیا ہے۔ پھر بھی میرا خیال ہے کہ ہماری ذاتی قوتوں کے علاوہ ایک اور زبردست قوت ہے جو کسی دور دراز سمندر سے آ کر ہمارے خواہش کی کمزور کشتی کو اس طرف لے جاتی ہے جہاں وہ طوفان حوادث کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی جس طرح میں دیوتاؤں سے اپنے قصور کی معافی کی امید رکھتا ہوں اسی طرح تیرا قصور بھی معاف کرتا ہوں اور اس اولین و آخری بوسہ سے اپنے اور تیرے درمیان امن و صلح کی مہر ثبت کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ہرمقس نے اپنے ہونٹ اس کی پیشانی پر رکھ دیئے۔

اس کے بعد وہ خاموش ہو گئی اور ہرمقس کو دیر تک نہایت مغموم اور مایوس نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر اس نے جام اٹھایا اور کہا۔" شہزادہ میں یہ مرگ آفریں جام پینے سے پہلے تجھے زندہ باد کہتی ہوں کاش میں یہ جام تجھ سے روشناس ہونے سے پہلے پی چکی ہوتی۔ اے فرعون مصر جو اپنے گناہوں سے پاک ہونے کے بعد ان دنیاؤں پر حکومت کرے گا جن میں، میں قدم نہیں رکھ سکتی اور جو اس سے کہیں زیادہ شاندار سلطنت کا مالک ہو گا جس سے میں نے تجھے محروم کیا اب میں تجھے ہمیشہ کے لئے خدا حافظ کہتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے وہ مہلک زہر پیا اور جام زمین پر پھینک کر تھوڑی دیر موت کے انتظار میں ٹکٹکی باندھے کھڑی رہی۔ زہر نے جلد ہی اپنا اثر دکھایا اور وہ بے جان ہو کر زمین پر گر پڑی۔

ہرمقس کچھ دیر ان مردہ انسانوں کے درمیان اکیلا کھڑا رہا۔ اس کے بعد وہ آہستہ سے ملکہ کے پاس گیا اور اس کے بستر پر بیٹھ گیا اور اس کا سر اپنے زانوں پر رکھا جیسا اس نے ایک دفعہ پہلے منقورع کے خزانے کے قریب اس کا سر اپنے زانو پر رکھا تھا پھر اس نے سرد پیشانی پر بوسہ دیا اور موت کے کاشانہ سے ایک دکھا ہوا دل لیکر باہر نکلا۔

جب اس نے مقبرے سے باہر قدم رکھا تو پہرے دار نے پوچھا۔ حکیم اپلس آج کیا ہو رہا ہے مجھے اندر سے کراہنے کی سی آواز سنائی دی تھیں۔

ہرمقس نے جواب دیا۔" کچھ نہیں جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ہے۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے فی الفور رخصت ہو گیا گھر پہنچا تو آطو دروازہ کے پاس بیٹھی انتظار کر رہی تھی اس نے پوچھا۔" کیا تم اپنا کام ختم کر آئے۔" پھر اس نے خود ہی کہا۔" واہ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے میں جانتی ہوں کہ اب تم ناکام نہیں آئے۔"

ہرمقس نے جواب دیا۔" ہاں۔ آج میرا کام اچھی طرح انجام پذیر ہو گیا ہے، کیونکہ ملکہ عیرس اور شارمیاں سب رخصت ہو چکی ہیں اور صرف میں اکیلا باقی رہ گیا ہوں۔

بوڑھی عورت نے اپنا خمیدہ جسم سیدھا کرنے کی کوشش کی اور بلند آواز میں کہا۔" اب میرے آرام کا وقت ہو گیا ہے کیونکہ آج رات میری یہ خواہش پوری ہو گئی کہ میں تمہارے اور مصر کے دشمنوں کو تباہ ہوتے ہوئے دیکھوں میری خوش قسمتی ہے کہ دیوتاؤں نے مجھے اس قدر لمبی عمر عطا کی اور مجھے یہ مبارک دن دیکھنا نصیب ہوا۔

میں نے موت کا زہر تیار کیا اور تمہارے دشمن نے اسے نوش کیا آج غرور کی گردن نیچی ہو گئی اور مصر کو نیچا دکھانے والی جبیں خود خاک میں مل گئی۔ اے کاش میں اس فاسق ملکہ کو مرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتی۔"

ہرمقس نے کہا۔" خاموش رہو موت نے مرنے والوں کو اپنی آغوش میں لے لیا اور موت نے ان کے

ہونٹوں پر ابدی سکرات کی مہر ثبت کردی، مرے ہوئے انسانوں کو برائی سے یاد کرنا تہذیب کے خلاف ہے۔ آطلو اب اٹھو اور میرے ساتھ وطن چلو تا کہ وہاں باقی کام مکمل کئے جائیں۔''

آطلو نے کہا۔''اب میں کہیں نہیں جاؤں گی میں صرف اس کام کے لئے جی رہی تھی۔ اب وہ پورا ہو چکا شہزادے خدا حافظ تو جانتا ہے کہ میں نے تجھے اپنے بچوں کی طرح پالا لیکن افسوس اب میں تیرے رنج وغم میں شریک نہیں ہو سکتی۔ اے موت آ اور میری روح اپنے اندر جذب کرلے۔''

اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ اس کے گھٹنوں میں کپکپی پیدا ہوئی اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑی۔ ہرمقس اس کو سنبھالنے کے لئے دوڑا لیکن اس کی روح عالم بالا کی طرف پرواز کر چکی تھی اور وہ دنیا میں تنہا رہ گیا تھا۔ اب اس کا کوئی غم خوار نہ تھا جو اس کی تسلی کرتا۔

وہ گھر سے نکلا اور سیدھا بندرگاہ کی طرف گیا۔ شہر میں افراتفری تھی اس لئے کسی نے اس کا راستہ نہ روکا وہ سکندریہ سے جہاز میں سوار ہوا۔ آٹھویں دن ساحل پر اترا اور پیادہ وطن کی طرف روانہ ہوا۔

وہاں عبادت خانے میں ازسرنو خداؤں کی پرستش شروع ہوگئی تھی کیونکہ ملکہ نے شارمیاں کی سفارش پر پابندیاں دور کر دی تھیں اور خزانے کے سوا عبادت خانہ کی تمام املاک و آراضی واپس کردی تھی۔ جس وقت ہرمقس اپنی جائے ولادت پر پہنچا تو مصر کے تمام سرکردہ کاہن وہیں جمع تھے تا کہ وہ وہاں مذہبی آزادی کا جشن منائیں۔

ہرمقس مقدس دیوی کے جشن کے ساتویں دن وطن پہنچا تھا۔ جب اس نے شہر میں قدم رکھا تو جلوس گلی کوچوں میں گشت کر رہا تھا۔ وہ بھی اس ہجوم میں شامل ہوگیا اور وہی پرانا گیت گاتا ہوا عبادت خانہ کے لازوال کمروں میں داخل ہوا۔ لوگوں نے اپنے سیاہ لباس چاک کر دیئے اور سفید لباس میں ایک ساتھ خدا کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔

پھر سب لوگ عید منانے کے لئے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ہرمقس عبادت خانے کے صحن میں کھڑا رہا کچھ دیر کے بعد ایک کاہن آیا اور کھڑے رہ جانے کا مقصد دریافت کیا۔

ہرمقس نے جواب دیا۔''میں سکندریہ سے آیا ہوں اور سردار کاہنوں کی مجلس میں جانا چاہتا ہوں۔''

یہ بات اس نے اس لئے کہی کہ وہ جانتا تھا کہ وہ سب ایک جگہ جمع ہو کر ان خبروں کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں جو انہیں سکندریہ سے موصول ہوئی ہیں۔

کاہن یہ بات سن کر اندر گیا اور کاہنوں کو اس کی آمد کی اطلاع دی جب انہوں نے یہ سنا کہ یہ اسکندریہ سے آیا ہوں تو انہوں نے فوراً اندر طلب کرلیا وہ اندر داخل ہوا چونکہ اس وقت لیلائے شب کی آمد سے ہر طرف اندھیرا چھا چکا تھا اس لئے دالان کے بلند ستونوں کے درمیان قندیلیں جل رہی تھیں۔ آج بھی تمام سرکردہ مذہبی پیشوا کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے آپس میں مشورہ کر رہے تھے۔ سارا نقشہ وہی تھا اور وہی بادشاہ اور دیوتا عبادت خانہ کی لازوال دیواروں سے حاضرین مجلس پر سایہ گستر تھے۔

اس مجمع میں پانچ ایسے کاہن بھی تھے جو اس سازش میں شریک تھے اور جنہوں نے ہرمقس کی تاج پوشی کی رسم میں حصہ لیا تھا صرف یہی پانچ شخص تھے جو ملکہ کے دست ستم سے محفوظ رہے اور جنہیں وقت کا سخت گیر ہاتھ بھی کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔

ہرمقس دالان میں داخل ہو کر اسی جگہ کھڑا ہو گیا جہاں اس کے سر پر تاج رکھا گیا تھا اور رنج وغم کی انتہائی تلخی محسوس کرتے ہوئے آخر ندامت سے دوچار ہوا جس کے اظہار سے زبان قاصر ہے۔

ایک شخص نے اس کو دیکھ کر کہا۔''یہ تو حکیم اپلس ہے جو کہ ملکہ سے وابستہ دامن تھا۔ پھر اس نے ہرمقس کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے کہا۔'' حکیم اپلس کیا یہ درست ہے کہ ملکہ اپنے ہاتھوں سے راہی عدم ہو چکی ہے۔''

ہرمقس نے جواب دیا۔''ہاں میں حکیم اپلس ہوں اور یہ خبر لیکر آیا ہوں کہ ملکہ اپنے ہاتھ نہیں بلکہ میرے ہاتھ سے راہی عدم ہوئی ہے۔''

اہل مجلس نے حیران ہو کر پوچھا۔ "تمہارے ہاتھ سے وہ کس طرح۔ خیر کچھ بھی ہو یہ خوشی کیا کم ہے کہ وہ فاحشہ دنیا سے کوچ کر چکی ہے۔"

ہرمقس نے جواب دیا۔ "اگر آپ مجھے معاف فرمائیں تو میں آپ کے سامنے تمام واقعیات بیان کروں کیونکہ میں یہاں اس غرض سے آیا ہوں۔ غالباً اس مجلس میں بعض ایسے اصحاب موجود بھی ہوں گے جو تقریباً گیارہ سال ہوئے اس دالان میں خفیہ طور پر جمع ہوئے تھے تا کہ وہ ہرمقس کو فرعون مصر قرار دیں۔"

انہوں نے کہا۔ "یہ درست ہے لیکن تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا۔"

ہرمقس نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اور کہا۔ "ان 35 افراد میں سے جو اس تقریب میں شامل ہوئے۔ 32 یہاں موجود نہیں کیونکہ ان میں سے بعض فوت ہو چکے۔ بعض سیفا کی طرح ہلاک ہو چکے اور سزا کے خوف سے کسی دور دراز مقام میں چھپے ہوئے ہیں یا غلاموں کی طرح بیگار میں پکڑے ہوئے۔ تیرہ تار کانوں میں کام کر رہے ہیں۔"

انہوں نے کہا۔ "ہاں یہ درست ہے اس ملعون ہرمقس نے ان کا راز فاش کیا اور اپنے آپ کو اوباش ملکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔"

ہرمقس نے اپنا سر اٹھایا اور اراکین مجلس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ہاں اس نے راز فاش کیا اور اپنے آپ کو ملکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اے بزرگان ملت وہ معصیت کار ہرمقس میں ہوں۔

تمام کاہن حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ان میں سے بعض نے زیر لب کچھ الفاظ کہے اور بعض اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہے۔

ہرمقس نے دوبارہ کہا۔ "میں ہی ہرمقس ہوں، میں وہ غدار ہوں جس کے شانوں پر تین گناہوں کا بار ہے میں نے اپنے دیوتاؤں سے غداری کی اپنے وطن کو رسوا کیا اور اپنی قسم سے انحراف کیا اب میں آپ کے سامنے صرف اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کروں اور یہ بتاؤں کہ میں نے اس عورت کو دیوتاؤں کے انتقام کا شکار بنایا ہے جس نے مجھے تباہ کیا اور مصر کو اہل روما کے ہاتھ میں دے دیا۔ اب کہ میں نے سالہا سال کی محنت و مشقت اور صبر آزما انتظار کے بعد منتقم دیوتاؤں کی مدد سے یہ کام انجام دیا ہے میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں تا کہ اپنی غداری کا اعتراف کروں اور جو سزا آپ مقرر کریں بسر و چشم قبول کروں۔"

یہ سن کر اس شخص نے جو سب سے پہلے مخاطب ہوا تھا بھاری آواز میں کہا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ مقدس قسم توڑنے کی سزا کیا ہے۔"

ہرمقس نے جواب دیا۔ "ہاں مجھے اس کا اچھی طرح علم ہے اور میں اسے بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔"

اس کے بعد اراکین ملت نے کہا۔ "اے شخص جو کبھی ہرمقس کہلاتا تھا ہمارے سامنے ان واقعیات کی مزید تفصیلات بیان کر۔"

ہرمقس نے صاف صاف الفاظ میں ان کے سامنے اپنی مکمل داستان شرم بیان کی اور کوئی بات باقی نہ رہنے دی جوں جوں وہ اپنی زندگی کے واقعیات بیان کرتا جاتا تھا ان کے چہروں کی خشونت زیادہ ہوتی جاتی تھی اور وہ محسوس کرتا تھا کہ اس کا قصور معاف ہونا محال ہے اگر وہ ان سے رحم کی درخواست بھی کرتا تو امید نہ تھی کہ اس پر کچھ توجہ دی جائے گی۔

جب وہ اپنی سرگزشت ختم کر چکا تو کاہنوں نے اس کو تھوڑی دیر کے لئے باہر بھیج دیا تا کہ وہ باہم مل کر اس کی قسمت کا فیصلہ کریں۔ کچھ دیر مشورہ کرنے کے بعد انہوں نے اس کو دوبارہ اندر بلایا اور ایک بزرگ نے روکھے لہجے میں کہا۔ "ہم نے تیرے معاملے پر اچھی طرح غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ تجھ سے تین نہایت سنگین جرم سرزد ہوئے ہیں تو نے مصر کو روما کا محکوم بنایا اور اس کی قسم توڑی تو نے مقدس دیوی کی سخت توہین کی اور اس کی مقدس قسم توڑی ان گناہوں کی صرف ایک ہی سزا ہے اور یہ سزا تجھے دی جائے گی یہ بات ہمارے انصاف کی میزان میں کوئی

وزن نہیں رکھتی کہ تو نے اس عورت کو قتل کیا جو تیری لغزش کا باعث ہوئی اور نہ ہم اس بات کو کوئی اہمیت دیتے ہیں کہ تو نے اس مقدس چار دیواری کے اندر اپنے آپ کو خالق اکبر کا سب سے بدترین بندہ قرار دیا ہے۔ اے بے ایمان کاہن اے دغا باز محب وطن اور مغضوب فرعون منقورع کی لعنت بھی تیرے ہی سر پر نازل ہوگی ہم اسی جگہ جہاں پر ہم نے تیرے سر پر مصر کا دوہرا تاج رکھا تھا۔ تیری سزائے واجب کا اعلان کرتے ہیں۔ اب تو تہہ خانے میں جا اور جب تک تیری سزا کا وقت نہ آئے اس بات پر غور کر کہ تو کتنا پرعظمت انسان بن سکتا تھا اور اس وقت تیری حیثیت کیا ہے۔ شاید ہمارے دیوتا جن کی عبادت ارض مصر میں تیری غلط کاری کی وجہ سے بالکل موقوف ہوئی تجھ پر رحم کریں لیکن تیرے حضور سے درگزر نہیں کر سکتے۔"

یہ کہہ کر اس نے حکم دیا کہ فوراً قید خانے میں نظر بند کر دیا جائے چند شخص آئے اور ہرمقس کو پکڑ کر قید خانے میں لے گئے وہ سر جھکائے ہوئے زندان کی طرف روانہ ہو گیا۔

☆......☆......☆

تہہ خانے کے مینار کے سب سے اونچے کمرے میں ہرمقس کو قید کر دیا گیا۔ آج اس بات کو ایک عرصہ گزر چکا ہے اور ہرمقس اکیلا بیٹھا ہوا اپنے انجام کا انتظار کر رہا ہے معلوم نہیں تقدیر کی تلوار کب اس کے سر پر گرے گی اور وہ دنیائے عدم کو رخصت ہو جائے گا۔

ہفتوں پر ہفتے اور مہینوں پر مہینے گزر جاتے ہیں وہ تلوار غائبانہ طور پر اپنے سر پر معلق دیکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ایک نہ ایک دن اس کی گردن پر ضرور چلے گی لیکن کب اور کس وقت اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا وہ ہر روز سوچتا ہے رات کو بیدار ہوں تو قاتلوں سے ملاقات ہو اور وہ دم بھر میں اس کا کام تمام کر دیں۔ اس کے بعد کیا ہوگا ایک خوفناک قبر ایک بے نام "تابوت" اور پھر اے کاش اس اور پھر کے بعد بھی کچھ پتہ ہوتا۔

اب ہرمقس ان نامعلوم اذیتوں اور ہولناک مصیبتوں سے دوچار ہونے کی تیاری کر رہا ہے جو اسے آنے والی دنیاؤں میں پیش آئیں گی۔ میں محفل ہستی سے رخصت ہوتا ہوں لیکن اس کا دل نور امید سے خالی نہیں۔ اے مصر کی سرزمین اس گناہ گار ہرمقس کو خواب کے منظر کی طرح تیری آئندہ حالت دکھا رہی ہے تجھ پر نئی نئی قومیں اپنے پرچم لہرا رہی ہیں اور تیری گردن ان کے جوئے کے نیچے دبی جا رہی ہے۔ دیکھتا ہوں کہ نیل کے کنارے پر لاتعداد مذاہب اور ان کے داعی اہل مصر کو اپنی اپنی طرف پکار پکار کر بلا رہے ہیں اس کی چشم تصور میں تیرے عبادت خانوں کی تباہ حالی کا منظر دیکھ رہا ہوں جو رفتہ رفتہ مصر خاک میں مل رہا ہے اور آنے والے انسانوں کے لئے مصر سامان حیرت ہوگا مگر تیری جلیل القدر ہستیوں کی بے حرمتی ہوگی اور تو ایک تماشہ بن جائے گا۔

میرے اس زمانے کے زندہ دوست ہرمقس اور ملکہ قلوپطرہ کی داستان ختم ہوئی مگر یہ داستان اتنی پرانی نہیں جتنا مصر ہے۔ مصر پر پہلے بھی بادشاہوں نے حکومت کی اور سیکڑوں بادشاہ فرعون کے لقب سے حکومت کرتے رہے انہوں نے کچھ فن میں بے حساب ترقی کی مگر فنا کی گود میں چلے گئے۔ ہر بقا کی فنا موجود ہے میں بھی کسی ایسے انسان کے انتظار میں تھا جو میرا ایک کام کر دے اور میں بھی سکون سے رخصت ہو جاؤں۔ ہزاروں سال سے میں انتظار کرتا ہوں بہت آئے اور پھر دم دبا کر بھاگ گئے۔ اس علاقے کی ہیبت اور میری آواز نے ان کے حوصلے پست کر دیے مگر تم واحد نئی دنیا کے زندہ انسان ہو جو اکیلا اب تک اس ویران صحرا میں موجود ہے میں تم سے بہت متاثر ہوں بولو میرے دوست تم میرا ایک کام کرو گے۔"

رولو کا زور سے ہنس پڑا اور پھر بولا۔

"اے انتھی کے ہوشیار سفیر ڈیلیس تو نے اپنا مدعا بیان کرتے میں بہت وقت لیا اور ملکہ کی پوری روداد بیان کر دی مگر تو نے ہرمقس کی تعریف کہیں نہیں کی کسی جگہ پر تو نے ہرمقس کو سیزر کا قاتل بھی ثابت کرنے کی کوشش کی مگر تیرے ہی بیان سے ثابت ہوا کہ ہرمقس کا سامنا بھی

سیزر سے نہیں ہوا پھر بھلا وہ اس کا قاتل کیونکر ہوا۔ تیرے بیان میں کئی جگہ جھول ہے تو اس کی وجہ بتائے گا۔

آواز آئی۔ ''اے زندہ انسان تیری نگاہیں بہت دور تک دیکھتی ہیں مگر تو مصر کی ہزاروں سال پر پھیلی تاریخ سے واقف نہیں تو ہی کیا کوئی واقف نہیں ہوسکتا ان ہزاروں سال میں کتنے ہرمقس آئے اور چلے گئے کتنے سیزر آئے اور وہ عدم کو روانہ ہو گئے کس نے ان کی تاریخ کو محفوظ رکھا کس نے ان کی باتوں کو یاد رکھا سیزر جو ملکہ قلوپطرہ کے زمانے میں تھا اور انتی کے جان کا دشمن تھا ان کی لڑائی پرانی تھی میں نے ان کے بارے میں ایسا ہی سنا ہے ملکہ قلوپطرہ تو درمیان میں آ گئی اگر وہ نہ ہوتی تو بھی وہ لڑتے۔ اب رہا، ہرمقس تو یہ فرعون خاندان کا چشمہ چراغ تھا اور ان کی حکومت سیتی اول سے شروع ہوتی ہے اور بہت عروج ان کو دیا تھا بڑی بڑی فتوحات ان کے نام ہیں بہت سے کارنامہ انہوں نے انجام دیئے اس زمانے میں ممی بنانے کے فن نے انتہائی ترقی کی تھی وہ لوگ اس فن میں اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ زندہ انسانوں کی ممی بنانے کے بارے میں سوچنے لگے۔ انہوں نے کچھ تجربات ضرور کئے مگر ان کی کامیابی کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ میں جو بتا رہا ہوں یہ تہذیب سے پہلے کی بات ہے مگر مصر کے گمشدہ ماضی کو ہر دور میں الگ الگ رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ مصر کا گمشدہ ماضی اپنے دامن میں ہزاروں انجمنیں لئے ہوئے ہے اس کی تفصیل کسی تاریخ دان کے پاس نہیں ہے مصر کا ہر گوشہ اور ہر گوشے میں پھیلا ہوا ہر پتھر ایک تاریخ رکھتا ہے اس تاریخ کا میں بھی مکمل مورخ نہیں ہوں۔ مگر پھر بھی میں آج کے انسانوں سے زیادہ اس لئے جانتا ہوں کہ میں مصر کی تاریخ کا ایک پرزہ ہوں گو کہ بہت معمولی پرزہ ہوں میرے بیان میں اگر کچھ کمی ہے تو اس کی وجہ میری وفاداری اور میرے آقا کی محبت ہے انتی میرا آقا مجھ پر اعتبار کرتا تھا اور میری بات غور سے سنتا تھا میری وفاداری اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ میں اس کے لئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھتا تھا جہاں اس قدر محبت کارفرما ہو تو آپ خود اندازہ کریں گے کہ میرے بیان میں کچھ نہ کچھ جھکاؤ تو اس کی طرف آئے گا حالانکہ میں یہ سمجھتا تھا کہ میں آج کے ذہین ترین انسان کے سامنے ہوں میری کوششیں ناکام ہو گئی ہیں۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے کہیں کہیں انتی کی پوزیشن کو سہارا دیا ہے مگر تم یہ تو مانو گے کہ ملکہ کو صرف اقتدار پیارا تھا، میں اس کی محبت کو بھی سیاسی چال سمجھتا تھا اس نے ہرمقس سے محبت کی اس کا انجام آپ نے سن لیا۔ اس سے پہلے سیزر کے آغوش میں رہی اور پھر اس کو چھوڑا آخر میں انتی پر اس نے اپنے حسن کا وار کیا اور انتی کو ڈبو کر چھوڑا۔ میرے دوست اس سے پیشتر بھی مصر کی سرزمین پر اس قسم کی سیاسی بازیاں کھیلی گئی ہیں اور اس کے نتیجے میں باہر کے لوگوں نے مصر کو خوب لوٹا کبھی ایرانی دوڑے کبھی رومی فائدہ اٹھا گئے اور کبھی یونانیوں نے کنٹرول حاصل کرلیا مصر کی تاریخ ان سے داغدار تو ضرور ہوئی مگر اہمیت کم نہ ہوئی۔''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''بے شک یہ درست ہے تم اپنا کام بتاؤ۔''

آواز آئی۔ ''مقدس دیوتاؤں کی قسم جو قابل احترام عبادت خانوں میں محو خواب ہیں میں کہ ڈیلیس سفیر عظیم انتی جو کہ پوری دنیا پر حکومت کرتا تھا اور بادشاہوں کا بادشاہ تھا۔ جو کچھ بیان کر رہا ہوں وہی درست ہے اور اس حقیقت میں جھوٹ کی کوئی آمیزش نہیں ہے میں اس دنیا میں آج تک صرف اور صرف اس لئے موجود ہوں کہ اپنی وہ خواہش پوری کروں میرے ساتھ یہ ظلم ہوا کہ مجھے انتی سے اس کی موت کے وقت بہت دور رکھا گیا۔

اور اس کی تدفین نہایت خاموشی بلکہ ایک طرح پوشیدہ طریقہ پر اس مقبرے میں کردی گئی جو کہ اس کے لئے ملکہ نے پہلے سے ہموار رکھا تھا۔

اس مقبرے کے بارے میں صرف چند لوگوں کو پتہ تھا ملکہ قلوپطرہ بھی اسی مقبرے میں دفن ہوئی ان دونوں کی نہایت ہی پائیدار ممیاں بنائی گئیں۔

میری بدقسمتی یہ ہوئی کہ میں جس آقا کا زندگی بھر

غلام رہا جس کی میں نے زندگی بھر خدمت کی اس کا آخری دیدار نہ کر سکا اور مرتے دم تک اس حسرت میں تڑپتا رہا اور آخر میری روح نے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا اور میرا جسم ایک گمنام قبر میں فنا ہو گیا مگر میں آج تک اس حسرت میں ہوں اور میری روح اوپر جانے پر راضی نہیں وہ مقبرہ اس مصر کی سرزمین پر موجود ہے مگر میری پہنچ سے دور ہے سنا ہے کہ وہ اس طرح اور اتنی پائیداری سے بنایا گیا ہے کہ وہ آج بھی موجود ہے مگر اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا میں بھی نہیں جانتا اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں نے جاننے کی کوشش نہیں۔ کئی دفعہ تو مجھے ایسا لگا کہ میں اس کے قریب ہوں مگر پھر بھٹک گیا اس کے اطراف میں شاید کچھ پابندیاں کھڑی ہیں۔ میں قریب ہو کر بھی دور ہوں میں چاہتا ہوں میں اپنے آقا کے قریب ہو جاؤں اس کا آخری دیدار کروں اور پھر سکون سے ابدی دنیا کے گمنام گوشوں میں گم ہو جاؤں۔"

رولوکا بولا۔" تم نے بتایا تھا کہ منقورع کے خزانے کو ملکہ نے خود خرچ کیا تھا مگر پھر بھی اس کے پاس بہت کچھ اور بچا تھا اور پورا خرچ نہیں ہوا تھا تو وہ خزانہ جو باقی بچا تھا کیا ہر مقس نے حاصل کر لیا۔"

آواز آئی۔" نہیں ہر مقس اس خزانے سے دور تھا وہ اس کو استعمال کرنا گناہ عظیم خیال کرتا تھا اس نے وہ خزانہ ملکہ کے ساتھ ہی دفن کر دیا ہوگا یہ میرا خیال ہے ٹھیک ٹھیک بات مجھے پتہ نہیں ہے۔"

رولوکا نے پوچھا۔" اگر یہ درست ہے تو کیا تم اس خزانے میں دلچسپی رکھتے ہو یا کسی اور تک اس کو پہنچانا چاہتے ہو۔"

آواز آئی۔" میں ہزاروں سال پہلے مر چکا ہوں میری نسل کے کسی انسان کا وجود بھی نہیں ہے اور مردوں کو دنیا کی دولت سے کیا سروکار اس لئے میرے لئے وہ خزانہ بے کار ہے ہاں اگر تم اس کو لینا چاہو تو میں تمہاری مدد کروں گا تم زندہ انسان ہو تم کو اس کی ضرورت ہو سکتی ہے مگر یہ بات یاد رہے کہ اس خزانے کے ساتھ ایک منحوس لعنت بھی ہے۔"

رولوکا جو بولا۔" میں دولت کا پجاری نہیں اور مجھے کسی حکومت کو چلانے کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان کو زندہ رہنے کو صرف روٹی کی ضرورت ہے اور وہ مجھے میرا رب وقت پر ضرور دے دیتا ہے دنیا میں جن لوگوں نے دولت جمع کی وہ ان کے کیا کام آئی۔"

" تم بہت عقل مند انسان ہو تم نے درست کہا مگر تم نے بتایا نہیں کہ کیا تم میرا ساتھ دو گے اور میں انتی کا مقبرہ دیکھ سکوں گا اس کا آخری دیدار کر سکوں گا۔

دنیا میں کچھ لوگ آتے ہیں اپنے لئے وہ زندگی بھر صرف اپنی خدمت کرتے ہیں جو کچھ کماتے ہیں خود پر خرچ کرتے ہیں اور دنیا سے چلے جاتے ہیں ان پر کسی کا دکھ اثر نہیں کرتا وہ صرف اپنی طرف دیکھتے ہیں۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو دنیا کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کی زندگی دوسروں کی خدمت کرتے گزرتی ہے وہ بے غرض بھی دوسروں کی بگڑی بنانے میں لگ جاتے ہیں۔ میں نے زندگی بھر انتی کی طرف دیکھا اس کے حکم کو دیوتاؤں کے حکم کا درجہ دیا اور عیش کی زندگی گزاری میں مانتا ہوں میں نے صرف اپنی طرف ہی دیکھا کسی کا دکھ مجھے پریشان نہ کر سکا میں بڑا خود غرض انسان رہا میری ذات سے صرف اور صرف انتی کو فائدہ ہوا اس لئے کہ اس کے فائدے میں ہی میرا فائدہ تھا۔ آج میں اپنی فطری کمزوری کا اعتراف جدید دور کے انسان تیرے سامنے کر رہا ہوں شاید اس لئے کہ اس میں بھی میرا فائدہ ہے۔"

بوڑھی آواز بند ہو گئی تو رولوکا بولا۔" دنیا میں یہ چلن آج بھی ہے رب کائنات نے دونوں رخ انسان کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ برائی کے مقابلے میں بھلائی ہے کالے کی ضد سفید ہے۔ انسان کی ضد شیطان ہے اور انسان کو اس کے اوپری حصہ میں عقل رکھ دی ہے انسان پیدا ہوتا ہے اور پھر خود اپنا راستہ بناتا ہے اور یہاں سے اس کو تجربات حاصل ہوتے ہیں کچھ برائی کی طرف چلے جاتے ہیں کیونکہ انہوں نے اس ماحول میں آنکھ کھولی ہوتی ہے مگر ہر انسان کی زندگی میں ایک وقت ایسا ضرور آتا ہے کہ اس کو اپنی خرابیاں کمزوریاں نظر آنے لگتی ہیں ان کے لئے میرے

رب نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے وہ معاف کرنے والا ہے معاف کرتا ہے اگر انسان اس زریں وقت سے فائدہ نہیں اٹھاتا تو پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہی بنتا ہے تم نے زندگی میں احساس نہیں کیا ہے۔ مرنے کے ہزاروں سال کے بعد بھی تم اپنے اس دنیاوی آقا کے لئے زمین پر موجود ہو مگر میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا ساتھ دوں گا مگر تم کو ایک وعدہ کرنا ہوگا بولو سودا منظور ہے۔"

بوڑھی آواز آئی۔ "میں ہر قسم کا وعدہ کرنے کو تیار ہوں۔"

رولو کا بولا۔ "جب تم اپنے دنیاوی آقا کا دیدار کرلو تو پھر اس آقا کی طرف چلے جاؤ گے جس نے یہ دنیا بنائی جس نے اس کائنات میں حسین ترین چیزیں پیدا کیں اور انسان کو دیں۔"

آواز آئی۔ "مجھے منظور ہے تم نے میرے سامنے بہت انوکھی چیز رکھی اس پر میں نے کبھی غور نہیں کیا تھا۔"

رولو کا بولا۔ "جبکہ غور کرنا تھا۔ مصر کو ایک بڑا اور حسین ملک کس نے بنایا اس میں اناج کس نے پیدا کیا۔ دریائے نیل کہاں سے آ گیا اس کا زرخیز پانی کس نے مصر تک پہنچایا۔ فرعون جو کہ خدائی کا دعویٰ کرتے رہے ایک، ایک کر کے کہاں چلے گئے۔ انہوں نے اپنی واپسی کے انتظامات کئے لاشوں کو محفوظ کیا تم بتاؤ کیا ایک بھی واپس آیا یہ سب کھیل تماشے ہیں۔ انسان کی ایک عمر ہے اس کے ختم ہوتے ہی سارے کھیل ختم ہو جاتے ہیں نہ دولت اس کو روک سکتی ہے نہ اقتدار نہ کسی حکیم کی دوا اس پر اثر کرتی ہے تو پھر سمجھ لینا چاہئے کہ فیصلے کہیں اور ہو رہے ہیں ہزاروں سال سے یہ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا مگر انسان ہر دور میں اپنے خول میں بند ہے نظریں کھول کر نہیں دیکھتا کہ وقت کی حقیقت کیا ہے؟"

آواز آئی۔ "میں تمہاری دانائی کا قائل ہو گیا ہوں، میرے دوست تم ہی وہ انسان ہو جو میری مدد کر سکتا ہے۔"

"میں تم سے تمہاری مدد کا وعدہ کرتا ہوں مگر یہ وعدہ نہیں کرتا کہ تم اپنے آقا کا آخری دیدار کر سکو گے اس لئے کہ ہزاروں سال درمیان میں حائل ہیں حوادث زمانے نے اس مقبرے اور ان ممیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔"

"اس صورت میں، میں اپنی بدنصیبی خیال کروں گا تم سے شکایت نہیں کروں گا۔" آواز آئی۔

"تو پھر بتاؤ کس سمت سفر کرنا ہے اور کب کرنا ہے؟" رولو کا بولا۔

آواز آئی۔ "دریائے نیل کے کنارے جنوب کی طرف سے ہمارے سفر کا آغاز ہوگا کیونکہ اس طرف کئی دفعہ مجھے احساس ہوا تھا کہ میں مقبرے کے قریب ہوں پھر بھی اس تک نہ جا سکا ہوں۔"

رولو کا بولا۔ "ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

"تم زندہ انسان ہو سفر طویل ہے زندگی کو قائم رکھنے کے لئے کچھ ضروریات ہوتی ہیں ان کے بغیر زندہ رہنا دشوار ہوتا ہے تم اپنی زندگی کی ضروریات کو جمع کرلو اور پھر سفر اختیار کرو۔" آواز آئی۔

"تم نے ٹھیک کہا مگر تم بھول گئے کہ میں اس صحرا میں جہاں دور تک پانی نہیں انسانی وجود نہیں ریت کے سوا کچھ کھانے کو نہیں اور میں زندہ ہوں اے میرے ہزاروں سال پرانے نادان دوست تم نے کچھ اندازے نہیں کئے اور اگر کئے تو وہ غلط کئے مجھے ان سب چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو زندگی کے لئے ضروری ہیں مگر وہ سب میری مجبوری نہیں اس لئے تم میرے بارے میں تردد نہ کرو اور سفر کی تیاری کرو۔"

آواز آئی۔ "واقعی میرے اندازے درست نہ تھے میں بھول گیا تھا کہ میرے سامنے اس دنیا کا انوکھا انسان ہے میں سفر کا آغاز کل رات کرنا چاہوں گا کیونکہ کل رات چاند پورا ہوگا اور میرے لئے یہ اچھا شگون ہے اب میں جاتا ہوں اور کل رات سفر کا آغاز ہوگا۔" آواز بند ہو گئی۔

دوسری رات آئی آسمان پر چاند نکل آیا پورا گول چاند اس کی ٹھنڈی اور دودھیا روشنی ریگستان پر پھیل گئی اور ریگستان کا حسن نکھر گیا۔

بوڑھی آواز سنائی دی۔" میرے دوست میں حاضر ہوں اور سفر کے لئے تیار ہوں مگر سنو! کہ ہمارے لازوال دیوتا جو کہ اس دنیا کے نظام کو چلاتے ہیں وہ جو کام انجام دینا چاہتے ہیں تو اس کو انسانی مدد سے انجام دیتے ہیں جس طرح ایک بہادر سپاہی لڑائی میں تلوار سے مدد لیتا ہے اس طرح دیوتا انسان کو ایک اوزار کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں وہ اس کو طاقت بخشتے ہیں تاکہ وہ اپنا کام احسن طریقہ پر انجام دے۔ اگر تلوار میدان کارزار میں سپاہی کو دھوکا دے تو ایسی تلوار پر لعنت ہے۔ میرے دوست میرے ان چند جملوں کا مطلب صرف یہ ہے کہ تم زندہ ہو اور میں صرف ہوا ہوں تم ایک بار پھر غور کرلو زندہ انسان میں جذبوں کا ڈھیر ہوتا ہے تم نے جذبات میں میرا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا ہے تو اس پر نظر ثانی کرلو میری بات کو غلط رخ پر نہ لے جانا بلکہ میرا مطلب سمجھنا۔"

رولوکا بولا۔" تیرے اندازے اب بھی درست نہیں۔"

آواز آئی۔" دیوتاؤں کی قسم مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ میرے اندازے درست نہ تھے۔ ہمارے سفر کا آغاز جنوب کی طرف سے ہوگا پہلے ہم دریائے نیل کا کنارہ پکڑیں گے اور چلتے جائیں گے۔ آؤ میرے رفیق کیا تم میری موجودگی محسوس کرسکو گے۔"

رولوکا بولا۔" ہاں میں محسوس کرتا ہوں۔" اور وہ جنوب کی طرف چل پڑے ان کے روانہ ہوتے ہی انتونی کی روح بھی رولوکا کے ساتھ چل پڑی۔

آسمان پر چاند موجود تھا اور اس کی چاندنی زمین پر پھیلی ہوئی تھی ریت کی چادر چمک رہی تھی اس پر ریگ ماہی دوڑتی نظر آرہی تھیں کہیں کہیں ان کے تعاقب میں سانپ بھاگ رہے تھے۔ زندگی اس ویران صحرا میں بھی تھی اور اس زندگی کو قائم رکھنے کے وسائل بھی قدرت نے پیدا کئے تھے۔

روحوں کے لئے اس چاندنی رات میں پتہ نہیں دلکشی تھی کہ نہیں مگر رولوکا ایک زندہ انسان تھا اور اس کی تمام حسیں بھی زندہ تھیں وہ اس چاندنی کے حسن سے لطف اندوز ہوسکتا تھا حسن تو انسان کے اندر ہوتا ہے اگر انسان کے جذبات پاکیزہ ہیں تو وہ دنیا کے چپے چپے پر حسن تلاش کرلیتا ہے اور اس سے لطف اندوز ہوتا ہے اگر انسان کے اندر میل بھرا ہو تو وہ کیا حسن تلاش کرے گا۔

ریگستان کی پراسرار اور خاموش فضا میں بھی دلکشی اور رومان تھا۔ احساس کرنے والے دلوں پر ایک لطیف اور نشاط انگیز کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور جام وصبوح کو ہاتھ لگائے بغیر مستی اور مدہوشی سی لگتی ہے اور انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ یہ دنیا بہت حسین ہے۔

رولوکا کی نگاہوں کے سامنے بھی بڑا حسین منظر تھا۔ دور تک پھیلا ہوا۔ ریگستان اور آسمان سے برستی ہوئی چاند کی دودھیا ٹھنڈی روشنی اور خواب آلود خاموشی ریگستانوں کی اپنی ایک روایت ہے ایک حسن ہے۔

سفر جاری رہا اور رات ختم ہوگئی صبح کے آثار نظر آنے لگے آسمان پر پرندے نظر آنے لگے اور ریت کے سمندر میں ایک تنہا شخص ایک طرف جاتا نظر آنے لگا۔ رات کی سرد ہوائیں گرم ہوتی گئیں اور سورج کا قہر ریگستان پر چھاتا گیا ریت کے ذرات گرم ہونے لگے اور ہوا میں تیزی آتی گئی اور پھر یہ ہوا آندھی کی شکل اختیار کرتی گئی اور رولوکا ریت کے جس ٹیلے پر کھڑا تھا وہ کم ہوتے ہوتے ختم ہوا اور تمام ریت بگولوں کی شکل میں کسی اور جگہ منتقل ہوگئی۔

ساری ریت اڑ جانے کے بعد نئی ریت آنے لگی اور رولوکا اپنی جگہ کھڑا ہی رہا اور ریت میں دبتا گیا اور ریت اس کے اوپر ایک ٹیلا بناتی گئی جہاں رولوکا کھڑا تھا اب وہاں پر ایک ریت کا ٹیلا تھا۔ وقت کی گردش صدیوں سے جاری وساری ہے اجالے اور اندھیرے کی آمد ورفت ایک میکانکی عمل ہے ہر روز دن نکلتا ہے اور پھر رات آجاتی ہے۔

رات ہوئی اور رولوکا ریت کا سینہ چیر کر ٹیلے سے باہر آگیا اور جنوب کی طرف چل پڑا وہ جانتا تھا کہ اس کے ساتھ بوڑھی روح اور قدیم انتونی اس کے قریب ہیں۔ دریائے نیل تک پہنچنا اس کے لئے زیادہ مشکل نہ تھا مگر انتی کے سفیر ڈیلیس پر وہ خود کو پوری طرح آشکار کرنا

نہیں چاہتا تھا جس قدر وہ جان چکا تھا وہ بہت تھا وہ خود کو انسانوں کے زمرے میں ہی رکھنا چاہتا تھا۔ چاندنی پھر پھیل گئی اور سفر پھر جاری ہوا اور اس کا آخری پڑاؤ ایک ایسی جگہ ہوا جہاں پر ایک چھوٹا سا نخلستان تھا چند درخت کھجور کے اور ایک حوض جیسا تالاب تھا اور حیرت تھی کہ اس ریگستان کے عین درمیان یہ پانی کہاں سے آ رہا تھا اس ریگستان کے برابر ہی ایک خستہ دیوار نظر آتی تھی اس دیوار کے علاوہ کوئی چیز ایسی نہ تھی جس سے یہاں پر انسانی وجود کے ہونے کا گمان ہو سکتا تھا۔ رولوکا نے انتونی سے پوچھا۔ "یہ کیا ہے قدیم انتونی یہ پانی اور دیوار دونوں عجیب چیز ہیں؟"

انتونی بولی۔ "میرے لئے دونوں چیزیں نئی ہیں کیونکہ یہ جگہ ریگستان کے اس قدر اندر واقع ہے کہ انسان اس طرف آ ہی نہیں سکتا اور مردہ انسان اس طرف کیوں آئے گا؟"

رولوکا نے ڈیلیس اختی کے سفیر سے سوال کیا۔" اے بوڑھی روح تو بتا یہ کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "میرا گزر اس طرف نہیں ہوا اور اگر ہوا تو میری روح ہوا میں سفر کرتی گزر گئی میرے خیال میں یہ کسی ساحر کا کمال ہے تم یہاں نہ رکو یہ پانی استعمال نہ کرو یہ پانی نہیں اور یہ درخت بھی کچھ اور ہیں۔"

رولوکا نے یہ سن کر کہا۔ "اور یہ دیوار جو کہ انسانوں کے ہاتھ کی بنائی لگتی ہے۔"

آواز آئی۔ "یہ بھی نظر کا دھوکا ہو سکتی ہے۔"

رولوکا ہنس کر بولا۔ "اگر تیری بات درست ہے تو یہاں قیام کرنا دلچسپ ہوگا۔ میں یہاں پر رکنا چاہوں گا۔"

بوڑھی آواز آئی۔ "میرا یہ مشورہ نہیں۔"

رولوکا پانی کے کنارے بیٹھ گیا اور پانی میں ہاتھ ڈالا۔ مگر وہ پانی نہ تھا ٹھوس ریت تھی اس پر چمک ایسی تھی جیسے پانی پر ہوتی ہے اس کو بوڑھی آواز پر اعتبار آ گیا کہ سحر ہے، اس ویرانے میں وہی ہو سکتا ہے وہ کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے بولا۔ "اے اس جگہ کو نخلستان بنانے والے ساحر سامنے آ تو نے مخلوق خدا کو فریب دینے کو یہ منظر بنایا ہے مگر تو ناکام ہوا میں نے سمجھ لیا کہ یہ جادو ہے اگر تو سامنے نہ آیا تو میں اس منظر کو ختم کر دوں گا اور تجھے سزا دوں گا۔"

چند منٹ گھمبیر خاموشی رہی اور پھر دیوار اوپر آنے لگی اور پھر اس دیوار میں ایک دروازہ نظر آیا دروازہ بند تھا اس کے دونوں کیواڑ بند تھے پھر وہ دونوں کیواڑ چوپٹ کھل گئے اور ایک برہنہ شخص باہر آیا اس کے سر پر بالوں کا جنگل تھا اور شکل سر اور داڑھی کے بالوں سے پوری طرح ڈھکی ہوئی تھی۔ اس کا قد لمبا تھا، وہ دروازے پر کھڑا رہا اور اس کی آواز رولوکا کے کان میں آئی۔

"اوہو! مہمان آیا ہے، آج صدیوں کے بعد مہمان آیا ہے، آج میں صدیوں کی نیند سے بیدار ہوا ہوں بول میں تیری کیا خدمت کروں۔"

رولوکا بولا۔ "تو اپنی خدمت کر، تیری حالت ایسی نہیں کہ تو میری خدمت کرے۔"

وہ عجیب خلقت انسان جس کے منہ کا پتہ نہیں چلتا تھا اتنی زور سے ہنسا کہ اس کی ہنسی اور کھردری آواز صحرا میں دور تک پھیل گئی۔ اس کی اس بھیانک آواز میں کچھ ایسا تاثر تھا کہ بوڑھی روح اور انتونی بھی جھجک کر چار قدم پیچھے ہٹ گئے مگر رولوکا اپنی جگہ موجود تھا۔

اس ہنسی کے بعد وہ بولا۔ "میرے بارے میں تو نہیں جانتا شاید بھٹک کر اس طرف آ گیا ہے مگر آدمی نڈر لگتا ہے جا پانی پی لے اور آرام کر کھجوریں کھا میری اجازت ہے۔"

"تیری کھجوریں اور پانی پی کر میں کیا کروں گا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" رولوکا بولا۔

"نادان انسان تو خوش نصیب ہے کہ تو یہاں پہنچا اور تجھے یہ نصیب ہوا۔ تو نہیں جانتا کہ تو کہاں پر ہے تو اس صحرا اعظم کے درمیان ہے جس کا کنارہ بہت دور ہے تو اس جگہ کھڑا ہے جہاں پر اس صحرا کے ساحر اعظم کا مدفن

ہے اس دیوار کے نیچے ایک عظیم الشان ساحر اپنی قبر میں سویا ہے اور میں اس کا آخری خادم تیرے سامنے موجود ہوں اور آج تیری آواز پر کئی صدیوں کے بعد کھلے آسمان کے نیچے آیا ہوں تو خود اندازہ کر کہ میں کون ہوں؟''

رولو کا بولا۔'' تو ضرور شیطان کا بہت بڑا چیلا ہے کیونکہ وہی یہ کرتا ہے اس کے فریب کاری کا کوئی ٹھکانا نہیں انسان کو کتنے بڑے بڑے فریب دو دیتا ہے تجھے صدیوں اس قید خانے میں بند کر دیا اور فریب یہ دیا کہ تو بہت بڑا ساحر بن رہا ہے یا بن گیا ہے مگر ذرا سوچ تو اگر صدیوں پرانا ہے تو تجھے کیا ملا ہے یہ ویران صحرا اور زمین دوز قبر جہاں تو رہا۔ تو نے زندگی کی کونسی دلکشی پائی تو کسی کے کام آیا کسی نے تجھ سے فیض پایا اگر ہوا ہوگا تو نقصان ہی ہوا ہوگا۔''

'' تیرے مقبرے اور میرے عقیدے میں فرق لگتا ہے میں چاہوں تو اس دنیا پر جس کا تو پرزہ ہے راج کروں مگر ابھی وہ حقیقت نہیں آیا ابھی اس صحرا پر میرا راج ہے اور ابھی صدیوں مجھے یہاں پر گزارنی ہیں مصر کی سرزمین پر رہنا، ان فرعونوں کو واپس لانا ہیں جو کہ اس زمین کے خدا ہیں وہ سب اپنے اہراموں میں اپنی اپنی روحوں کا انتظار کر رہے ہیں، میں ان سب کی روحوں کو واپس ان کے جسموں میں پہنچاؤں گا۔''

رولو کا بولا۔''ایسا ہرگز ہرگز تو نہیں کر سکے گا کیونکہ یہ دنیا رب کائنات نے سجائی ہے اس کے قانون اٹل ہیں خدائی کا دعویٰ کرنے والے سب جھوٹے ہیں، تجھ کو شیطان نے ایک ناممکن مشن پر لگا دیا ہے اور تیرا حلیہ بگاڑ دیا ہے یاد رکھ تیری صدیوں کی زندگی دینے والا بھی وہی ہے جس نے یہ دنیا بنائی ہے جس کے اشارے پر ہر چیز حرکت کرتی ہے تیری زبان کو الفاظ وہی دے رہا ہے اور یہ الفاظ اس کے ہی خلاف تو تراش رہا ہے اگر وہ چاہے تو تیری یہ زبان بند ہو سکتی ہے مگر وہ تیری رسی دراز کر رہا ہے موقعہ دے رہا ہے شاید کبھی تیرے منہ سے کوئی لفظ ایسا نکل جائے جو تیری زندگی کا دھارا بدل دے۔''

وہ پھر ہنسا اور بولا۔''میرا خدا الگ ہے مجھے اس سے ہدایات ملتی ہیں وہ میری راہنمائی کرتا ہے اس کے اشارے پر ہی میں تجھ کو مہمان کہہ رہا ہوں، تجھ سے نرم لہجے میں بات کر رہا ہوں اور تو میرے امتحان پر آ گیا ہے ورنہ یہاں سے سیکڑوں میل تک کسی کا گزر نہیں ہو سکتا، یہ ریت کے طوفان بڑے بڑوں کو نگل جاتے ہیں اور ان کا گوشت ریگستانی گدھ چٹ کر جاتے ہیں، بے نام مزے کی بات، مجھ پر کوئی الزام نہیں آتا۔ تو جس کی تلاش میں جا رہا ہے وہ شاید تو نہ پا سکے۔ اس کے گرد بہت مضبوط پہرہ ہے دنیا کے سیکڑوں زندہ انسانوں نے اس تک جانے کی کوشش کی ہے مگر ناکام ہوئے اس کا خزانہ بڑا پرکشش ہے مگر آج تک ویسا ہی پڑا ہے جیسا کہ اس نے رکھا تھا تو اس کا دھیان چھوڑ دے۔''

رولو کا نے جواب دیا۔''تیرا علم ادھورا ہے تجھے یہ پتہ ہے کہ میں کہاں جا رہا ہوں مگر یہ پتہ نہیں کہ کیوں جا رہا ہوں ابھی تجھے تیری قبر میں اور وقت گزارنا ہوگا اور اپنے گرو سے اور سبق پڑھنا ہوگا۔ میں تجھے بتا دوں کہ مجھے کسی خزانے کا لالچ نہیں ہے میں اپنا خزانہ اپنے ساتھ رکھ کر چلتا ہوں یہ وہ خزانہ ہے۔ جو کبھی چوری نہیں ہوتا جس کے کھو جانے کا ڈر نہیں ہوتا۔ تو محتاج ہے تجھے ناپ ناپ دیا جا رہا ہے مگر مجھے دینے والا کنجوس نہیں ہے۔ میرا خدا مجھے بے حساب دیتا ہے تیرا دینے والا تجھ پر اعتبار نہیں کرتا اس لئے ہاتھ روک کر دیتا ہے اور دینے کے بعد تجھ پر احسان جتاتا ہے کہ میں نے تجھے یہ دیا ہے۔ مگر میرا خدا بے حساب دیکر بھی نہیں پوچھتا یہ فرق ہے، اس پر غور کر اور سوچ کہ صدیوں کے بعد تجھے جو ملا یا تجھ سے پہلے والے سامری کو جو ملا کیا اس کے کام آیا سوائے اس کے کہ ہزاروں سال گزرنے پر بھی اس کے نام لوگ برے الفاظ میں لیتے ہیں۔ یاد ہے تجھے تیرے گرو سامری کا حشر۔ اور اس فرعون ملعون کا حشر جو خود کو خدا کہتا تھا اور وہ خود محتاج تھا۔''

کیا تو دقیانوس کو بھول گیا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور چار قدم زمین پر نہیں چل سکتا تھا اس کو پیسے کی بیماری

تھی آخر وہ اتنا موٹا ہوا کہ خود سے اس کی کھال نے اور زیادہ گوشت کا وزن دکھانے سے انکار کردیا اور پھٹ کر مرگیا۔ ارے بے وقوفوں، خدا وہ ہے جس کو کسی نے جنم نہیں دیا جس کے ماں، باپ نہیں، وہ کائنات کے ذرے ذرے میں نظر آتا ہے، ہر جاندار کو رزق پہنچا تا ہے، پتھر کے اندر جو کیڑا ہے اس کو بھی اس کا غذا پہنچاتا ہے، اس کائنات میں نہ معلوم کتنی مخلوق ہے اور کس کس سیاروں پر رہتی ہے، سب ہی کو وہ پالتا ہے، تو کس خدا کی بات کرتا ہے، ارے اس نے تو تجھے اس زمین دوز قبر میں بند کر کے تیرے دماغ میں پھونک دیا ہے کہ تو دنیا پر راج کرنے والا ہے مالک بننے والا ہے، اس دنیا پر ہزاروں نے حکومت کی مگر پھر کیا ہوا سکندر کا کیا ہوا؟ آخر میں صرف خدا کا نام رہتا ہے، تیری ہستی اور میری ہستی کیا ہے، آخر فنا ہے اور اس فنا کے بعد دنیا کے مالک کے سامنے پیش ہونا ہے، اس وقت سب برابر ہوں گے سب کو حساب دینا ہوگا اس وقت تیرا گرو دور دور نہ ہوگا سب کچھ تجھے بھگتنا پڑے گا، میں نے اپنا کام کردیا، اس کے بعد تیرا کام شروع ہے، میری بات پر غور کر فکر کر اور اس قبر سے دور ہو جا، اس کی گرفت سے نکل جا جس کے شکنجے میں صدیوں سے گرفتار ہے، یہ زندگی نقلی زندگی ہے، اصلی زندگی کی طرف دیکھ اور میرا راستہ مت روک کیونکہ میں کسی ذاتی لالچ کے لئے نہیں آیا ہوں۔‘‘

وہ سر جھکائے رولوکا کی بات سنتا رہا اور پھر بولا۔

’’تیری باتیں عجیب ہیں اور تو بات کرنے کے فن سے واقف ہے میری جگہ کوئی اور ہوتا تو تیرا چیلا بن جاتا مگر میں اپنی جگہ ایک پہاڑ ہوں اور پہاڑ جگہ نہیں بدلتے، میں تیری بات پر صرف اتنا اعتبار کرتا ہوں کہ تو خزانے کے لئے نہیں جارہا مگر جانے کی کوئی دوسری بڑی وجہ ضرور ہے مجھے وہ وجہ بتائے گا تو آگے جائے گا نہیں تو یہ صحرا تجھے کھا جائے گا۔‘‘

رولوکا بولا۔ ’’کسی کا راز ظاہر کرنا امانت میں خیانت کے مترادف ہے۔ میں کسی کے راز کو تجھ پر ظاہر نہیں کروں گا، میں اس صحرا سے اور تجھ سے نہیں ڈرتا میرا خدا میری مدد کرے گا۔‘‘

وہ ہنسا اور بولا۔ ’’لمبے چکر میں کیوں پڑتا ہے میں تجھے اس مقام پر پہنچائے دیتا ہوں جہاں پر تجھے جانا ہے۔‘‘

رولوکا بولا۔ ’’میں شوقین ہوں تفریح کرنے کا، دنیا کا نظارہ کرنے کا میں کوزے میں بند نہیں ہوں خدا کی بنائی دنیا کو دیکھنے کا، اس کے بندوں سے ملنے کا ان کے دکھ سکھ میں ساتھ رہنے کا تو میری مدد نہ کر اپنی مدد کر تو سیکڑوں سال سے قید ہے اور مزے کی بات ہے کہ اپنی خوشی سے قید تنہائی برداشت کر رہا ہے۔‘‘

’’تو جس کو قید تنہائی کہتا ہے وہ ریاضت ہے کچھ پانے کو دینا بھی پڑتا ہے۔‘‘ وہ بولا۔

رولوکا نے جواب دیا۔ ’’تو نے سینکڑوں سال میں کچھ نہیں پایا وہ دیکھ تیرے درخت ہوا میں اڑ رہے ہیں اور تیرا جادوئی پانی ریت بن کر ہوا میں اڑ گیا ہے اور تیری دیوار ہل رہی ہے جلدی اندر جا ورنہ دروازہ بند ہو جائے گا اور پھر تجھے تیری قبر میں جانے کا راستہ نہیں ملے گا۔‘‘

اس نے دیوار کو پکڑا اور بولا۔ ’’رک جا کیوں ہلتی ہے اور اے پاپی انسانوں تو نے میری مہمان نوازی کا یہ صلہ دیا کہ میرے بنائے امتحان کو ختم کرنے کی کوشش کی اب تیرا اس صحرا سے باہر جانا مشکل ہے۔‘‘ اس کے ساتھ ہی تیز ہوائیں چلنے لگیں اور ریت کے طوفان چاروں طرف سے اٹھنے لگے آسمان سے باتیں کرتے ریت کے بگولے زمین سے اٹھنے لگے۔ صحرا میں بڑی بھیانک آوازیں پیدا ہو گئیں یہ سب اتنا اچانک ہوا کہ کچھ دیر کو رولوکا بھی حیران ہوا مگر پھر سنبھل کر اپنی جگہ جم گیا اس کے سارے کارندے اپنی اپنی جگہ موجود تھے مگر رولوکا نے کوئی جوابی کارروائی نہیں کی وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر اس مردود کی کتنی طاقت ہے وہ کب تک اس کھیل کو جاری رکھ سکتا ہے۔

رولوکا کی طرف سے کوئی جوابی ردعمل نہیں ہوا تو وہ پریشان ہوا اور اس نے سوچا مہمان بھاگ گیا۔

ایک رات یہ طوفان جاری رہا اور پھر اچانک یہ رک گیا جیسے کسی نے پنکھے کا سوئچ بند کر دیا ہو۔

رولوکا اپنی جگہ کھڑا تھا اور کمر تک ریت میں دبا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں حیرت انگیز چمک موجود تھی دیوار کے پاس وہ شیطان کا چیلا کھڑا تھا اس نے حیرت سے رولوکا کو دیکھا اور بولا۔ "بڑا ڈھیٹ ہے بڑا ضدی ہے۔ دیکھا تو نے یہ صحرائی ریت اور ہوا میری غلام ہے۔"

رولوکا ریت سے باہر آیا اور بولا۔ "ہاں میں نے یہی دیکھنے کو اس کو نہیں روکا اور جاری رہنے دیا یہ تو بھی جانتا ہوگا کہ غلام بھی ایک حد تک غلامی کرتا اور جب وہ اس غلامی کی زنجیر توڑ کر باہر آتا ہے تو سب سے پہلے اپنے آقا کی خیریت پوچھتا ہے پھر اس آقا کو بھاگنے کا راستہ نہیں ملتا۔ میں جانتا تھا کہ یہ ریت اور ہوا سب نقلی ہے اس کو بند ہونا ہے اگر تو نے بند نہ کی تو وہ طوفان خود تیری طرف آ جائے گا وہ وقت تجھ پر بہت بھاری ہوگا ٹھیک میرے انداز کے مطابق تو نے اپنے غلاموں کو روک دیا اچھا کیا۔"

"تو ہمالیہ کی گھپاؤں سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے مگر میں تجھے مجبور کر دوں گا تو اپنے خول سے باہر آئے اور میں تیرے بارے میں کچھ اندازے لگاؤں۔"

رولوکا بولا۔ "تیری یہ حسرت کبھی پوری نہیں ہوگی کیونکہ میں خدا کا سپاہی ہوں اس کے حکم سے کام کرتا ہوں تیرے پاس جو ہے وہ باہر نکال میں اپنی جگہ کھڑا ہوں۔"

سورج نکل رہا تھا اور اس کے ساتھ صحرائی ریت پر اس نے دیکھا کہ اونٹ ہزاروں کی تعداد میں چلے آ رہے ہیں ان کے پیروں سے ریت فضاء میں اڑ رہی ہے اور دھند پیدا ہوگئی ہے۔ وہ دھند رولوکا کے گرد پھیل جاتی ہے اور وہ اس میں چھپ جاتا ہے اور روپوشی کی حالت میں دیوار کے قریب چلا جاتا ہے حیرت انگیز طور پر اس طرف دھند نہیں ہے اور وہ شیطان کھڑا ہے رولوکا اس کے بہت قریب جاتا ہے اور دیوار کا دروازہ بند کر دیتا ہے یہ دروازہ ایسا نہیں تھا جس کو کوئی بند کر دے مگر رولوکا اس کو بند کر دیتا ہے اور پھر اپنی جگہ روپوشی کی حالت میں آ جاتا ہے ہزاروں اونٹ اس کے قریب سے گزر جاتے ہیں۔

مگر کسی ایک کی بھی نظر اس پر نہیں پڑتی سارے دن اونٹ خوفناک بلبلاہٹ پیدا کرتے گزرتے ہیں مگر رولوکا اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ آخر اس طوفان کا آخری اونٹ بھی گزر جاتا ہے اور ریت کا بادل پھر زمین پر آ جاتا ہے اور دھند چھٹ جاتی ہے اور رولوکا اپنی روپوشی ختم کرتا ہے شیطان کا چیلا اپنی جگہ کھڑا تھا، وہ رولوکا کو اپنی جگہ دیکھ کر چونک پڑتا ہے اور کہتا ہے۔

"شاید تیری قسمت میں ابھی مرنا نہیں لکھا۔"

رولوکا بولا۔ "میری قسمت لکھنے والا میرا خدا ہے اور تیری قسمت بھی اس نے ہی لکھی ہے اب تو مان لے مجھے سبق نہ پڑھا اور آگے کی سوچ۔ میں تو سوچ ہی لوں گا تو اپنی سوچ تیری قسمت کا دروازہ بند ہو گیا تیری قبر نے تجھے دربدر کر دیا اب بتا کیا کرے گا اس صحرا میں اور قبر بنائے گا۔"

اس نے پلٹ کر دروازے کو دیکھا اور بولا۔ "یہ تو نے بند کیا ہے میرا بنایا ہوا دروازہ مجھ پر ہی بند کر دیا۔"

رولوکا بولا۔ "ایسا ہوتا ہے حد سے زیادہ بڑھا ہوا اعتماد کبھی کبھی خود کے گلے میں پھنس جاتا ہے۔ یہ دروازہ تو بند ہوا اب تو اور میں اس کھلے آسمان میں سورج کی روشنی میں اکیلے ہیں۔"

وہ بولا۔ "میں کب اکیلا ہوں میرے ساتھ میرے گرو کی لازوال طاقت میرے ساتھ ہے میں دن اور رات دونوں میں طاقت کا مالک ہوں اور تیرے لئے بہت بھاری ہوں۔"

وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ دفعتہً ایک ریت کا بگولا چکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا اور اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس کو لے کر آسمان کی طرف پرواز کر گیا اور زمین سے اتنی اوپر لے گیا کہ ریت کا سمندر اس کو پانی کا سمندر نظر آنے لگا۔ اس نے ہر جتن کیا کہ وہ بگولے کی گرفت سے باہر ہو جائے اس کی ہر ترکیب بے کار گئی اور وہ اتنی تیزی سے گردش کرتا رہا کہ بے دم ہو کر خود کو اس بگولے کے سپرد کر دیا۔ پھر بگولے کے گھومنے کی رفتار کم ہوئی اور ہوتے ہوتے ایک

دم رک گئی اور ریت کا ایک مینار زمین پر کھڑا ہو گیا اور رولوکا کی آواز اس کے کان میں آئی۔

"اب بلالے اپنے گرد کو آواز دے اس کو جس کی قبر میں تو سیکڑوں سال قید رہا اور اس کی خدمت کرتا رہا، تو زمین سے اس قدر اوپر ہے کہ تیری بولتی بھی بند ہے اور تیری بات صرف میرا خدا سن سکتا ہے، زمین پر کوئی نہیں سن سکتا اور رہا شیطان تو وہ فریبی ہے مصیبت کے وقت وہ کسی کے کام نہیں آتا تو اگر اس کا چیلا ہے تو وہ بھی تیرے کام نہیں آئے گا، یہ فرق ہے تیرے خدا اور میرے خدا میں، میرا خدا ہر وقت میرا ساتھ دیتا ہے ہمت دیتا ہے طاقت دیتا ہے اور تیرا تجھے برے وقت میں تنہا چھوڑ دیتا ہے۔"

"مگر میں اس کو چھوڑ نہیں سکتا، میں نے سیکڑوں سال اس کی پرستش کی ہے اس کو پوجا ہے اس سے شکتی لی ہے۔"

رولوکا نے کہا۔"اچھا میں جاتا ہوں، میں نے حجت تمام کردی۔" رولوکا کی آواز بند ہونے کے ساتھ ہی ریت زمین پر گر پڑی اور ریت کا مینارہ فضا میں بکھر گیا اور وہ ہزاروں فٹ اوپر سے زمین پر آ کر بکھر گیا۔

اب نہ نخلستان تھا اور نہ دیوار کا وجود تھا۔ رولوکا زمین کے جس حصہ پر کھڑا تھا اس کے سامنے ایک کالا دھبہ ضرور تھا اور اس میں سے سخت بدبو آرہی تھی سڑے گلے گوشت کی بدبو۔

رولوکا نے آواز دی۔"اے بوڑھی روح تو ہے ابھی میرے ساتھ۔"

انتی کے سفیر ڈیلیس کی آواز آئی۔"میرے اندازے اور سوچ سے زیادہ بلند مرتبہ انسان میں ہر دم تیرے ساتھ رہا ہوں۔ تیرا اعتماد حیرت انگیز ہے تو جس خدا کو مانتا ہے اس نے تجھے خوب نوازہ ہے تیرا خدا سچائیوں کا خدا ہے۔"

"میری تعریف نہ کرنا، میں اس قابل نہیں، میں جو کرتا ہوں انسان کی بھلائی کے لئے کرتا ہوں اس لئے خدا میری مدد کرتا ہے بات صرف اتنی سی ہے۔ اب آگے چل۔" اور سفر پھر جاری رہا۔

چاند کی روشنی مدھم تھی آسمان پر ستاروں کا جال تھا اور گہرا سکوت ریگستان پر مساط تھا اور ایک اکیلا انسان اس چمکتی ریت پر پیدل چلا جا رہا تھا۔ انتونی کی مدھم مگر سریلی آواز اس کے کان میں آئی۔"تمہارے خدا کو اگر کوئی دیکھنا چاہے تو کیا کرے میں تم کو دیکھ کر اس کی شیدائی ہو گئی ہوں۔"

رولوکا بولا۔"میرے خدا کو کس نے دیکھا ہے اس کو دیکھنا ہے تو سورج کو دیکھو چاند کو دیکھو اس سرزمین کو دیکھو وہ ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہے وہ پھول کی خوبصورتی میں نظر آئے گا اس کو بھینی بھینی خوشبو میں محسوس ہوگا۔ زمین کا سینہ چیر کر اگتی ہوئی غذا میں تم کو مل جائے گا درختوں پر لگے شیریں پھلوں میں مل جائے گا۔ ذرا سوچو ایک ہی زمین پر ہزاروں قسم کے درخت ہیں اور الگ الگ قسم کے پھل پیدا کرتے ہیں زمین وہی پانی وہی پھر یہ کس کی کاریگری ہے کہ ایک جگہ وہ پانی میٹھا شیریں ہے دوسری جگہ میں خار ہے۔ خدا تو ہر جگہ ہے انسان کی آنکھ اس کو دیکھنے کی کوشش نہیں کرتی اور جو آنکھ محسوس کرتی ہے اس کا درجہ بہت بلند ہو جاتا ہے اس کا قدر بڑھ جاتا ہے اور کاندھے ذمہ داری کے بوجھ سے جھک جاتے ہیں زبانوں پر تالے پڑ جاتے ہیں اور جسم کے اندر روشنی ہو جاتی ہے اور وہ اس روشنی میں مگن رہتا ہے اس کو کسی کا ڈر خوف نہیں رہتا وہ دنیا کی برائیوں سے دور ہو جاتا ہے۔"

انتونی بولی۔"تم نے درست کہا، اس صحرائی ساحر کا غرور تم نے خاک میں ملا دیا، میں جانتی ہوں یہ آسان کام نہ تھا، یہ ساحر اگر اور سال اس زمین کے اندر گزار لیتا تو بہت خطرناک ہو جاتا کیا تم جانتے ہو کہ دیوار کے نیچے ایک فرعون کا مقبرہ تھا اور یہ وہی فرعون تھا جس نے اہرام بنانے کا فارمولا بنایا تھا، اس فارمولے میں یہ خرابی تھی کہ پتھر کے بڑے بڑے ٹکڑے شمال کی پہاڑیوں سے کاٹ کر اس مقام پر پہنچا، جہاں پر اہراموں کو بنانا تھا، یہ ایک بہت مشکل اور ناممکن سا کام تھا؟ ٹنوں وزن کے ان پتھروں کو ذرا سا ہلانا بھی مشکل تھا اس ظالم اوناسس 2 نے اس کام پر انسانوں کو لگا دیا ہزاروں قیدی اور غلام ان پتھروں کو ریت پر گھسیٹ کر لانے لگے اور اس کڑی محنت کے بعد ان کو کھانا بھی پورا

نہیں دیا گیا اور وہ مرنے لگے زیادہ تر تو کام کے دوران ہی کسی پتھر کے نیچے دب کر مر گئے مگر اوناسس 2 نے کام بند نہ کیا اور انسانی خون سے تربتر پتھر اہراموں پر لگتے رہے اور اہرام بلند ہوتے گئے مگر اس کے نصیب میں اہراموں میں دفن ہونا نہیں تھا اس کی دوسو کے قریب عورتیں تھیں اور زیادہ کی اولاد نہیں تھی مگر اس کے باوجود بھی اس کے چالیس لڑکے تھے جو کہ ایک سے بڑھ کر ایک تھا، کچھ ایسے تھے جو برابر کے تھے اور اوناسس 2 کے تخت پر بیٹھنا چاہتے تھے، انہوں نے باپ کے مرنے کا انتظار نہ کیا اور باپ کو اس ریگستان کے اس مقام پر قید کر دیا جو کہ اس کا مقبرہ بھی بنا، اس ساحر کو بھی کسی ایسے مقام کی تلاش تھی۔ اوناسس 2 کے مرنے کے بعد پانچ سو سال گزر گئے اس کے بعد یہ ساحر اس کے مقبرے پر آیا اور اندر بیٹھ گیا اس نے لوگوں کو بھٹکانے کو یہ نقلی نخلستان بنایا، جو یہاں آتا وہ ان کا شکار کرتا رہا مگر آج وہ ریت میں مل گیا۔“

”انتونی تم کو اس ساحر کے بارے میں اتنی معلومات کس طرح ہیں۔“ رولوکا نے پوچھا۔

”یہ ساحر اس ساحر کا شاگرد تھا جس نے مجھے زمین کی سات پرتوں میں زندہ رکھا تھا۔ اس کے عزائم بھی وہی تھے جو اس کے تھے یہ بھی مصر اور پوری دنیا کو اپنا غلام بنانا چاہتا تھا۔“ انتونی کی آواز سنائی دی۔

سفر مسلسل جاری رہا اور آخر ریگستان پار گیا اور دور دریائے نیل کا گہرا نیلا پانی نظر آنے لگا، رولوکا چلتا رہا سورج نے کئی چکر اس کے سر پر پورے کئے۔

دریائے نیل کے کنارے ایک عمارت نظر آئی، رولوکا نے سمجھ لیا کہ یہ عمارت ضرور کوئی عبادت خانہ رہی ہوگی رات بڑی خاموش تھی اور عبادت خانے میں ہر جانب سکوت کا عالم تھا وہ اس کے مختلف حصوں میں سے تیزی کے ساتھ گزرا اور مینار کے دروازے کے پاس پہنچا جو کہ عبادت خانے کے باہر واقع تھا، وہ مصر کے بلند مینار پر چڑھ گیا۔ اور وہاں کی دنیا کا نظارہ کرنے لگا وہ محویت کے عالم میں بیٹھا تھا کہ ماہ کامل کا بجر اعرب کی پہاڑیوں پر تیرتا نکلا اور اس کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اس کی مدھم سی کرنیں اس مینار پر بھی نور پاش ہوئیں جس پر وہ تھا۔ عبادت خانے کی دیواروں پر منتشر ہو کر ان تراشے ہوئے دیوتاؤں کے چہروں کو جگمگا دیا جو ان پر کندہ تھے پھر آہستہ آہستہ چاند کی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی کھیتوں کی پہنائیوں پر پھیل گئی۔ فصلیں پختگی کے باعث سفیدی مائل تھیں اور چاند کی روشنی میں بہار دکھا رہی تھیں، جب یہ جنت الفردوس کی شمع کا نوری آہستہ آہستہ آسمانی راستہ طے کرنے لگی تو اس کی شبنم ریز شعاعیں سرک سرک کر ان دیواروں کی طرف بڑھنے لگی جن میں دریائے نیل سمندر کی طرف بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ بحر بیکراں اس کی دلفریب صورت کو دیکھنے کے لئے چشم انتظار وا کئے ہوئے تھا۔ اس وقت پہاڑ، وادیاں شجر حجر، شہر کے درودیوار ہیکل عبادت خانے اور صحرا اور دریا سب اس کی برف نما روشنی سے معمور تھے۔ قدرت نے اپنی سفید چادر تمام روئے زمین پر پھیلا دی اور اس کا عالم خموشی موت کے بعد کی اداس ساعت کے سکوت کامل کا جواب تھا۔ تمام عبادت خانہ رات کی سنسان فضا میں نہایت شان وشوکت کے ساتھ بلند نظر آتا تھا اور پھر سورج کا پھیرا دنیا کی طرف ہوا سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی دریائے نیل کا پانی جاگ گیا اور اس کے عکس نے عبادت خانے کو روشن کر دیا تھا جس مینار پر رولوکا موجود تھا اس کے چاروں طرف ہریالی تھی اور بڑا دلکش منظر تھا مگر ابھی تک اس نے کسی انسان کو نہیں دیکھا تھا۔

رولوکا نیچے اتر آیا اور کھیتوں کے درمیان سے گزرتا ہوا دریا کی طرف چلا۔ اس عبادت خانے سے دریا زیادہ دور نہ تھا مگر پھر بھی ایک انسان کا پیدل سفر تو ضرور تھا ایک جگہ ایک چھوٹی سی نہر کے کنارے اس کو دو بچے نظر آئے۔ رولوکا ان کے قریب چلا گیا اور ان سے بولا۔ ”میں مسافر ہوں تم میری مدد کر سکتے ہو؟“

لڑکا بولا۔ ”تم مسافر ہو تو ضرور بھوکے ہو گے، میں اپنے باپ کے لئے روٹی لایا ہوں ابھی میرا باپ کھیت

سے آئے گا تم اس کے ساتھ روٹی کھالینا۔"
لڑکی بولی۔"میرا باپ بڑا مہمان نواز ہے تم کو اپنے ساتھ ضرور کھلائے گا۔"
اتنے میں کھیت کی طرف سے ایک ادھیڑ عمر آدمی برآمد ہوا اور بولا۔"اے اجنبی انسان تو کون ہے؟"
رولوکا بولا۔"میں مسافر ہوں تمہارے بچے بہت اچھے ہیں۔"
کسان نے جواب دیا۔"سب اللہ کی امانت ہیں، میرا کیا ہے، تم بھوکے ہو گے آؤ، پہلے کھاؤ پھر باتیں کرنا۔"
لڑکے نے فوراً زمین پر ایک دری نما کپڑا ڈال دیا اور دونوں کے ہاتھ دھلائے اور پھر کھانا اس کے سامنے آ گیا۔
موٹی موٹی مکئی کی روٹیاں اور نہ معلوم کونسا ساگ مگر اس مکئی کی سادہ روٹی اور ساگ میں اس بچے اور کسان کی محبت پنہاں تھی ایک نیا مزا تھا نئی لذت تھی ایسی لذت کسی کسی مقام پر اور کبھی کبھی ہی حاصل ہوتی ہے دو روٹیاں تھیں مگر رولوکا کو ایسا لگا کہ اس نے سیر ہو کر کھانا کھایا ہے کھانے کے بعد دونوں نے اونٹ کا ٹھنڈا دودھ پیا اور لڑکے نے دسترخوان اٹھالیا۔
کسان بولا۔"اجنبی اب اپنا تعارف تو کرادو۔"
رولوکا بولا۔"میں مسافر ہوں تمہارے لئے اتنا ہی بہت ہے تم نے میری جو خاطر کی ہے میں اس کو یاد رکھوں گا، تم یہ بتاؤ کیا یہ کھیت تمہارے ہیں یہ تو بہت زرخیز ہیں۔"
کسان نے ٹھنڈی آہ بھری اور کہا۔"کبھی یہ سب میرے ہی تھے مگر حالات نے اور میری بدقسمتی نے مجھے اس کا خدمتگار بنادیا ہے۔"
رولوکا بولا۔"اگر میں کہوں کہ مجھے کچھ اور بتاؤ تو تم بتانا پسند کرو گے۔"
کسان بولا۔"میری کہانی کوئی نئی کہانی نہیں ہے وہی پرانی بات ہے ہر بڑی مچھلی چھوٹی کی دشمن ہوتی ہے ہر چھوٹی مچھلی کو ایک دن اس کے پیٹ میں جانا پڑتا ہے۔ یہ علاقہ بڑا زرخیز علاقہ ہے اور میرے باپ دادا کے پاس رہا تھا۔ دادا کے بعد باپ کی ذرا سی غلطی سے اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور اس کا مالک دوسرا ہو گیا۔"
"اس نے ایسی کیا غلطی کردی تھی۔" رولوکا نے پوچھا۔
"مرد سے عورت غلط کام کرواتی ہے اور وہی میرے باپ سے ہوا۔"
"میں تمہاری مدد کرنا چاہوں کیا تم قبول کرو گے؟" رولوکا بولا۔
"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا مدد کرو گے تم خود اجنبی ہو یہاں کی بابت کچھ نہیں جانتے اور پھر میں اس زمین کا مالک بن کر کیا کروں گا میری دولت زمین نہیں یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ ذرا بڑا ہو جائے تو میں اس سرزمین سے دور جانے کی سوچ رہا ہوں میں اس جادوئی سرزمین پر خود رہنا نہیں چاہتا یہاں پر ہر طرف سحر ہے، یہاں کی ہواؤں میں روحیں تیرتی پھرتی ہیں۔"
رولوکا بولا۔"تم کسی قریبی شہر میں اپنا قیام کرلو یہ جگہ واقعی آسیبی سی لگتی ہے، تم یہاں کے پرانے باشندے ہو تم بتا سکتے ہو کہ یہ عمارت کیا ہے اور کس نے اس کو کیوں بنایا تھا؟"
"میرے مسافر دوست میں کوئی تاریخ دان نہیں مگر میرے بزرگوں نے جو بتایا ہے وہ تم کو بتا سکتا ہوں میرے بزرگوں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہوگا اور یہ سلسلہ دور تک جاتا ہے۔
کہتے ہیں کہ مصر میں دنیا کی پہلی عورت مطلق العنان ملکہ ھلشں پیدا ہوئی جس نے پورے بائیس سال تک دنیا کے سب سے زیادہ خوشحال مہذب اور طاقتور ملک پر بڑی شان سے حکومت کی۔ اسی مصر میں دنیا کا پہلا بین الاقوامی فاتح پیدا ہوا۔ جس نے موجودہ مشرقی وسطیٰ پر تقریباً تیس حملے کئے اور مصر کو ایک نئی تہذیب نئی دولت اور زندگی کی ایک نئی کروٹ سے روشناس کرادیا۔ اس مصر نے تاریخ انسانی کے پہلے موحد فلسفی شاعر اور بادشاہ اخناتون کو پیدا کیا جس نے دنیا کو توحید کا درس دیا اور بت پرستی کی اعلانیہ مخالفت کی مصر کا ہر گوشہ اور زمین پر پڑا ہوا ہر پتھر ایک تاریخ اپنے اندر رکھتا ہے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے یہی سنا ہے کچھ باتیں

تاریخ میں نہیں ملتیں پرانے کتبوں میں نہیں ملتیں اہرام کے نقش نگار میں نہیں ملتیں صرف سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہیں۔

نیل کے مغربی کنارے پر یہ میر البحر نام کا یہ مندر موجود ہے جس کے بارے میں مورخ صرف یہ جانتے ہیں کہ اس کو مصر کی پہلی ملکہ ھتشپ نے اپنی یادگار کے بطور بنوایا تھا آج کے سیاح اس کے طرز تعمیر اور دل نشیں نقاش اور مصوری دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ ملکہ نے عظیم الشان مندر کیوں تعمیر کرایا تھا جبکہ مصر میں اس وقت بھی آمن دیوتا کے لاتعداد مندر موجود تھے اور ان میں عبادت ہوتی تھی اس عمارت پر زر کثیر خرچ کرنا کیا معنی رکھتا تھا۔"

رولوکا بولا۔" اس طرح کے مندر اور مقبرے اور بھی ویران پڑے ہوں گے۔"

"بہت ہیں، چوروں اور لٹیروں نے ان کو اکھاڑ دیا ہے وہ نہیں جانتے کہ ہر مقبرے میں سونا اور دولت نہیں ہوتی صرف شاہوں کے مقبرے ہیں جن میں وہ اپنے دوبارہ زندہ ہونے کا خرچ رکھا کرتے تھے جو جس قدر دولت مند ہوتا تھا اسی قدر اپنی قبر کے نزدیک دولت رکھتا تھا اور جو بہت بڑا بادشاہ ہوتا تھا وہ لونڈی اور غلام بھی اہرام میں رکھتا تھا تا کہ جب وہ دوبارہ زندہ ہو تو لونڈی اور غلام بھی زندہ ہوں اور اس کا کام کریں۔"

رولوکا مسکرا کر بولا۔" کبھی کوئی واقعہ کسی کے دوبارہ زندہ ہونے کا کسی دور میں ہوا۔"

کسان بھی زور سے ہنس پڑا اور بولا۔" یہ ان کا عقیدہ تھا جو کہ غلط تھا۔"

رولوکا بولا۔" اچھا میرے دوست تمہاری محبت اور کھانے کا شکریہ، میں دریا کے اس پار جانا چاہتا ہوں۔"

کسان بولا۔" آسان ہے کنارے پر تم کو کشتیاں مل جائیں گی مگر ایسی جلدی کیا ہے دو چار دن میرے پاس قیام کرو اور سیر کرو، میں تمہاری خدمت کروں گا، میری بیوی مہمانوں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔"

رولوکا نے جواب دیا۔" اگر زندگی رہی تو واپس میں ضرور رکوں گا تمہارا نام کیا ہے۔"

کسان بولا۔" میرا نام ہاشم ہے ذرا دور پر میرا گاؤں ہے میں انتظار کروں گا آنا ضرور۔"

رولوکا نے ہاتھ ملایا۔ بچوں کو پیار کیا اور دریا کی طرف چل پڑا۔ کچھ قدم چلنے کے بعد وہ اتنی کے سفیر سے مخاطب ہوا۔" تم نے کسان کی بات سنی اس کی بات درست تھی۔"

آواز آئی۔" جس زمانے کی بات اس نے کی ہے وہ زمانہ میرے زمانے سے بہت پہلے کا ہے اس لئے میں اس کی بابت کیا رائے دوں مگر جو بات سینہ بہ سینہ چلتی ہے اس میں صداقت تو ہوتی ہے یہ دوسری بات ہے کہ وقت کی دھول ان واقعیات کی شکل بگاڑ دیتی ہے اور ہر زمانے میں اس کے بیان کرنے والے کا انداز و بدل جاتا ہے اور واقعہ اپنی اصل شکل میں ہمارے سامنے نہیں آتا۔"

رولوکا بولا۔" تم نے درست کہا، تھوڑا سا مورخ کا بھی عمل دخل ضرور ہوتا ہے اگر مورخ غیر جانب دار ہے اور ہر بات اسی طرح پیش کر دیتا ہے اس میں اس کے اپنے جذبات شامل نہیں تو تاریخ درست ہوگی اگر مذہب یا عقیدت کی بنا پر وہ کسی طرف جھکاؤ رکھتا ہے تو اس کا لکھا بھی شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جائے گا۔

کسان کا بیان مجھے درست لگا ہے صرف اتنی کی مجھے لگی کہ وہ اپنے وطن مصر سے محبت رکھتا ہے اور اسی وجہ سے مصر کی تاریخ کی تعریف کرتا ہے، کمزوری یا غلطی شاید وہ بیان نہ کرے۔"

آواز آئی۔" مگر سچا مورخ جذبات سے دور ہوتا ہے اور واقعیات وحالات کو اسی طرح پیش کرتا ہے جیسے رونما ہوئے کسی کی طرف داری نہیں کرتا۔"

دریائے نیل اپنی بہار پر تھا اور اس کے کنارے رنگ برنگی کشتیاں لائن سے کھڑی تھیں۔ لوگ ان میں سوار ہو رہے تھے جانور بھی سوار کرائے جا رہے تھے بھیڑ اور بکریاں زیادہ تھیں بڑے جانوروں کے لئے الگ سے کشتیاں دور کھڑی تھیں یہ کشتیاں زیادہ تر بادبان والی تھیں اور ملاح عربی میں اپنے اپنے ٹھکانے کے لیے آواز لگا رہے

تھے۔ رولوکا ایک کشتی میں سوار ہو گیا، کشتی زیادہ بڑی نہ تھی جلد مسافروں سے بھر گئی، ملاح نے بادبان کھول دیئے، رولوکا نے کرایہ ادا کر دیا اور دریا کے پار پہلے پڑاؤ پر اتر گیا۔

دور نظر آنے والے ایک گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ کچا راستہ تھا اس راستہ پر جانور بھی جا رہے تھے۔ کچھ عورتیں چہروں پر نقاب ڈالے جا رہی تھیں راستے کے دونوں طرف جنگلی جھاڑیاں کھڑی تھیں اس راستہ کے آخری سرے پر ایک گاؤں تھا گاؤں کے چاروں طرف اونٹ چرتے نظر آ رہے تھے مصری لباس اور رولوکا کے لباس میں فرق تھا اس لئے وہ دور سے اجنبی نظر آتا تھا۔

گاؤں کے آنے سے پہلے ہی ایک گول چبوترا بنا ہوا تھا اور اس پر دو تین آدمی بیٹھے تھے ان میں ایک عمر رسیدہ تھا چبوترا سطح زمین سے اونچا تھا اور اس میں سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ رولوکا سیڑھیوں کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اس بزرگ شخص کی آواز آئی۔ "یار فیق اوپر آجا۔"

رولوکا اوپر چلا گیا، تینوں آدمیوں نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور دری پر بیٹھنے کی دعوت دی رولوکا اس پر بیٹھ گیا تو بزرگ آدمی نے کہا۔ "تم کون ہو اور ہمارے گاؤں میں کیوں آئے ہو؟"

رولوکا بولا۔ "میں مسافر ہوں اور تم مجھے ایک آوارہ گرد سیاح بھی کہہ سکتے ہو کیونکہ میں سیاحت کرتا ہوں اور بے سروسامانی سے کرتا ہوں اور میرا خدا میری غذا مجھے پہنچا دیتا ہے۔"

بوڑھا بولا۔ "حیرت ہے میں نے تم جیسا سیاح نہیں دیکھا جس کے پاس کچھ نہیں ہے اور سفر کر رہا ہے۔"

دوسرا نوجوان بولا۔ "ہم کو اطمینان کرنا ہوگا کہ اس کا بیان کہاں تک درست ہے۔"

رولوکا بولا۔ "تم آدمی ہوشیار ہو نئے آدمی پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔"

بوڑھا آدمی بولا۔ "یہ میرا لڑکا ہے اور شہر میں پڑھتا ہے کل ہی شہر سے آیا ہے اس کا نام بشر بن اسلام ہے میرا نام اسلام ہے اور یہ میرا بھتیجا سلیمان ہے تم بتاؤ تمہارا کیا تعارف ہے۔"

رولوکا بولا۔ "میں حکیم کامل ہوں اور ہندوستان سے سیاحت کی غرض سے آیا ہوں۔"

بوڑھا اسلام بولا۔ "تم خالی ہاتھ ہندوستان سے سیاحت کو نکل پڑے یہ کچھ حیرت کی بات نہیں ہے؟"

رولوکا بولا۔ "میری یہ عادت ہے اور میں اسی طرح دنیا میں گھومتا رہتا ہوں میرے بارے میں آپ فکر نہ کریں اس پار آمن دیوتا کا مندر تم نے دیکھا ہوگا اس طرف بہت دور پرے کچھ کھنڈرات ہیں مگر وہاں پر کوئی آدمی نہیں جاتا، ایک تو وہ بہت دور ہے وہ راستہ ہے نہیں ریگستان ہے اور ریت اڑتی رہتی ہے۔ سیاح بھی ادھر نہیں جاتے کیونکہ ان کے گائڈ وہاں پر جانے سے انکار کر دیتے ہیں۔"

رولوکا بولا۔ "اس کی وجہ تو ہوگی کیوں کوئی نہیں جاتا؟"

اسلام نے کہا۔ "وہ جگہ آسیب زدہ مشہور ہے، قدیم زمانے کی روحیں منڈلاتی رہتی ہیں۔"

"یہ سب سنی سنائی بات ہے یا کسی نے ان قدیم روحوں کو دیکھا بھی ہے۔"

بوڑھا اسلام بولا۔ "شاید کسی نے دیکھا ہو مگر محسوس تو بہت سوں نے کیا ہے کوئی بات بلاوجہ تو مشہور نہیں ہوتی میرے باپ نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں کبھی اس طرف نہ جاؤں کیونکہ اس نے وہاں پر کچھ دیکھا تھا۔"

رولوکا بولا۔ "میرے نوجوان دوستو! تم بتاؤ کیا رائے ہے۔"

بشر نے کہا۔ "پشت ہا پشت سے یہ روایت چلی آ رہی ہے میں اس پر یقین نہ بھی کروں تو بھی وہاں نہیں جاؤں گا کیونکہ یہ میرے دادا کا حکم ہے۔"

رولوکا بولا۔ "سلیمان کیا کہتے ہو؟"

سلیمان بولا۔ "سچ بات تو یہ ہے کہ مصر میں جو عجائبات ہیں اور ان میں جو پراسراریت ہیں ان سے کسی نے انکار نہیں کیا ہے تو پھر بتائیں پراسرار قدیم روحیں اگر ان کھنڈرات میں ہیں تو نئی بات کیا ہوگی، میں کہتا ہوں

ضرور ہوں گی کیونکہ اگر نہ ہوتیں تو لوگ اس کھنڈر کی ایک، ایک اینٹ لندن لے جا کر فروخت کر چکے ہوتے۔"

رولوکا ہنس کر بولا۔"تمہاری بات میں بھی وزن لگتا ہے۔"

اسلام بولا۔"میرا مشورہ تو یہ ہے کہ تم ادھر نہ جاؤ اور ہزاروں مقبرے اور اہرام پڑے ہیں سیر کرو اور واپس ہندوستان جاؤ، یہاں پر قدم قدم پر تم کو حیرت انگیز خطرے ملیں گے، آج کی دنیا کا آدمی جن کو مانے گا نہیں اور تم کو جھوٹا قرار دے دیا جائے گا۔"

رولوکا بولا۔"میں اپنے شوق سے یہ سیاحت نہیں کرتا، یہ میری ضرورت ہے، میرا وعدہ ہے اور رہا خطرہ تو وہ زندگی کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے مگر تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ موت ایک دفعہ جس طرح اور جن حالات میں لکھی ہے آئے گی ضرور......"

☆......☆......☆

اسلام بولا۔"میں تم کو پھر کہوں گا کہ ان کھنڈرات میں نہ جاؤ میں، میں کیا یہاں کے سب لوگ تم کو یہی مشورہ دیں گے۔"

سلیمان بولا۔"تم اس ماڈرن زمانے کے آدمی ہو، میں بھی ہوں، مگر اس زمانے کا آدمی ان باتوں پر مشکل سے یقین کرتا ہے۔ تم بھی دل میں ہماری باتوں پر ہنس رہے ہو گے۔ مگر پھر بھی میرا مشورہ یہی ہے کہ آدمی کو اپنے بارے میں سوچنا چاہئے جان بوجھ کر خطروں میں نہیں پڑنا چاہئے۔"

رولوکا نے جواب دیا۔"تمہاری ہمدردی اور مشورہ کا میں مشکور ہوں مگر دوست آخر کچھ پتہ تو چلے کہ کیا چیز ہے؟ میرے دوستو! میری ایک بات یاد رکھو ڈر اور خوف کوئی بیرونی چیز نہیں ہے یہ انسان کے اندر ہے اگر کسی کے دل میں خوف نہیں تو ڈر و خوف اس کے لئے بے معنی لفظ ہے۔ دوسری بات یہ کہ زندہ انسان سے زیادہ طاقتور مردہ انسان نہیں ہوتا۔ انسان ایک ٹھوس جسم رکھتا ہے جبکہ روح صرف ایک ہوا ہے وہ بہت سے کام نہیں کر سکتی اس لئے کہ وہ ٹھوس جسم سے محروم ہے وہ مجبور ہے مگر زندہ انسان مجبور نہیں ہے اگر میرے اندر پہلے سے خوف موجود ہے تو میں اپنے سائے سے اور اپنی آواز سے بھی ڈر سکتا ہوں، میری بات کا برا نہیں ماننا تم نے جو مشورے دیئے، میں جانتا ہوں کہ تم نے میری ہمدردی میں میری بھلائی کے لئے دیئے ہیں مگر میری ضرورت ایسی ہے کہ مجھے وہاں پر ضرور جانا ہے۔"

اسلام بولا۔"چلو ٹھیک ہے مگر دو چار دن ہمارے ساتھ رہو، تم ہمارے مہمان ہو ہماری روایتی مہمان نوازی کہتی ہے کہ ہم تمہاری کچھ خدمت کریں۔"

رولوکا بولا۔"یہ آپ نے درست کہا مگر میرے پاس زیادہ، وقت نہیں ہے میں آج رات رہ سکتا ہوں اور کل صبح روانہ ہو جاؤں گا۔"

سلیمان بولا۔"چلو یہ بھی بہت ہے تم ہمارے ساتھ رات کا کھانا تو کھاؤ گے۔"

اسلام نے بشر کو کہا۔"جاؤ بیٹا مہمان کی خاطر کا کچھ بندوبست کرو۔"

رات کھانا کھانے کے بعد سلیمان اور بشر چلے گئے۔ اسلام نے کہا۔"اگر تم اکیلے اس کمرے میں رات گزار سکتے ہو تو ٹھیک ہے نہیں تو کچھ اور انتظام کروں۔"

رولوکا نے کہا۔"اس کی ضرورت میرے مہربان دوست نہیں ہے۔" اور اسلام بھی گھر چلا گیا۔

ان کے جانے کے بعد رولوکا نے بوڑھی آواز کو آواز دی اور کہا۔

"تم کیا محسوس کرتے ہو؟" آواز آئی۔"شاید ہم قریب آ گئے ہیں۔"

پھر اس نے انتونی سے سوال کیا۔"تم بتاؤ انتونی وہ کھنڈرات کیسے ہیں؟"

انتونی کی آواز آئی۔"شاید ملکہ قلوپطرہ اور رانتی کے مقبرے کے ہوں اس لئے کہ اس علاقے پر رانتی اور ملکہ کا راج رہا ہے وہ کسی بھی جگہ اپنی آخری آرام گاہ بنا سکتے تھے یہ علاقہ نہایت دور دراز تھا اور انسانی گزر کم ہوتا تھا ملکہ نے

اپنے خزانہ کو محفوظ کرنے کو یہ ویرانہ پسند کیا ہو اور اس کی حفاظت کو کچھ اور انتظام کر دیا ہو یا شاید ہرمقس نے منقورع کے بچے ہوئے خزانے کی حفاظت کے لئے کچھ انتظام کر دیا ہو، تم کو پتہ ہے کہ ہرمقس ایک بہت بڑا منجم اور ساحر بھی تھا اس زمانے کا سحر بہت پائیدار اور دیرپا ہوتا تھا اس کی مثال میں خود ہوں تم نے دیکھا تھا کہ میں ہزاروں سال زمین کی سات پرتوں میں زندہ رہی میرا جسم کس طرح ترو تازہ رکھا گیا۔''

رولوکا نے جواب دیا۔''تم نے بھی ٹھیک کہا ہے۔ تم جانتی ہو کہ میں اس ویران صحرا میں انتی کے سفیر کی داستان سنتا رہا تھا اس داستان کے سننے سے مجھے کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہوا تھا، ملکہ قلوپطرہ کی داستان میں پہلے بھی سن چکا تھا صرف ہرمقس کے کردار نے مجھے چونکایا ہے میرا اس صحرا میں مہینوں رہنے کا مقصد صرف اتنا تھا کہ میں اس ماحول اور اس طریقہ کار سے واقف ہو جاؤں۔

اجنبی سرزمین پر بڑے سے بڑا ساحر بھی اپنی مرضی کے نتائج حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ وہاں کے حالات اور مزاجوں کو سمجھے اگر وہ اس ماحول سے واقف نہیں تو وہ چوک سکتا ہے میں صحرا میں صرف اپنی معلومات اور ان طریقوں کو سمجھ رہا تھا اور میں نے اپنے تجربے کو آزما بھی لیا اگر اچانک میرا واسطہ اس دیوار والے ساحر سے ہو جاتا تو شاید میں اپنی مرضی نہ چلا پاتا۔ تم نے دیکھا کتنی آسانی سے وہ زیر ہوا۔''

''بے شک تم نے درست کہا اگر میرا جسم ہوتا یا میں تمہارے زمانے میں پیدا ہوتی تو تمہاری عاشق ہوتی تم میرے محبوب ہوتے۔'' یہ سن کر رولوکا زور سے ہنس پڑا اور بولا۔

''اور تمہارا وہ عاشق جس کی تلاش میں تم ہو، اس کا کیا ہوتا؟''

''میرا خیال ہے وہ دنیا کی فضاؤں سے دور ہے اس کا ملنا زمین پر ناممکن ہے۔'' آواز بند ہو گئی۔ رولوکا لیٹ گیا اور صبح تک سکون سے سوتا رہا۔

اسلام سویرے اس کا ناشتہ لے آیا اور ایک کیتلی میں قہوہ بھر لایا۔

ناشتہ کے بعد رولوکا نے کہا۔''اچھا میرے مہربان دوست اب مجھے اجازت دو پھر زندگی رہی تو ملاقات ہو گی میں تمہاری ہمدردی اور اس مہمان نوازی کو ضرور یاد رکھوں گا۔''

اسلام بولا۔''اچھا میرے اجنبی دوست..... اللہ تم کو خیریت سے واپس لائے، میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔'' اور رولوکا روانہ ہوا۔

دریائے نیل بہت دور ہو گیا اور وہ جنوب کی طرف چلتا گیا۔ ریت کے میدانوں کو عبور کرتے کرتے وہ بہت دور آ گیا اب ریت کے میدانوں کے درمیان پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹیلے بھی نظر آ رہے تھے اور زمین کے سینے پر اونٹ کے کوہانوں کی طرح ابھرے ہوئے تھے کسی کسی ٹیلے پر جھاڑیاں بھی نظر آ رہی تھیں اور جھاڑیوں میں پیلے کلر کے چھوٹے چھوٹے پھول کھل رہے تھے۔ رولوکا نے چند پھول توڑے ان کو سونگھا ہتھیلی پر رکھ کر دوسرے ہاتھ سے رگڑا اور پھر سونگھا اور پھر گردن ہلا کر بہت سے پھول اپنی جیب میں توڑ کر بھر لئے۔ رولوکا کی یہ عادت تھی کہ وہ کسی بھی نئے پودے اور درخت کو دیکھ کر گزر نہیں جاتا تھا وہ اس پر غور کرتا اور وقت آنے پر تجربہ بھی کرتا تھا۔

اب ریت ختم ہو گئی تھی اور پتھریلا علاقہ آ گیا تھا۔ پتھروں کا رنگ سفید تھا اور وہ چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کی شکل میں تھا ایسا لگتا تھا کہ وہ کبھی چونا ہو گا اور وقت کی مشینری نے اس کو ٹھوس شکل میں بدل دیا اور وہ پتھر بن گیا۔ قدرت کے کارخانے میں زمین کے اندر کام جاری رہتا ہے، پتھر تانبہ ہو جاتا ہے اور ہزاروں سال کی گردش اس تانبہ کو سونا بنا دیتی ہے اور پھر ہزاروں سال اس سونے کو پانی بنا دیتے ہیں۔ زمین کے اندر قدرت کی کاریگری جاری و ساری رہتی ہے۔ ماہرین معدنیات کا یہ کمال ہے کہ وہ ان کو بروقت باہر لاتے ہیں اور انسان ان سے فائدے حاصل کرتا ہے۔ انسان اپنی عقل سے دنیا پر راج کرتا ہے۔

سفید پتھر زمین پر جابجا بکھرے ہوئے تھے۔ کسی کسی پتھر پر انسانی ہاتھ کے بنائے ہوئے نقش نگار بھی تھے، رولوکا نے ایک پتھر اٹھا کر دیکھا اس پر قدیم زبان میں کوئی لفظ کندہ تھا۔ رولوکا اس زبان کو نہیں پڑھ سکتا تھا اس نے انتی کے سفیر ڈیلس کو کہا کہ وہ بتاتے کہ اس پر کیا کندہ ہے؟

آواز آئی۔" اس پر صرف ایک لفظ ہے۔ اس کا مطلب ہے، میں ہوں۔ شاید اس پتھر کے ساتھ اور بھی پتھر ہوں گے تب پوری تحریر سمجھ آسکتی ہے۔"

رولوکا نے پتھر زمین پر ڈال دیا اور آگے بڑھا۔ اب بعض پتھروں پر رنگ روغن بھی نظر آرہا تھا۔

رولوکا آگے بڑھتا گیا سارا دن سفر کرنے کے بعد وہ ایک مقام پر پہنچ گیا۔ یہاں بھی پتھروں کا ڈھیر تھا اور اس ڈھیر میں کئی پتھر رنگ دار نظر آرہے تھے۔ سورج کا سفر ختم ہونے کو تھا اور رات کی آمد آمد تھی اور کچھ ہی دیر میں ہر طرف تاریکی نے اپنی چادر ڈال دی اس ویران اور اجاڑ علاقے میں پراسرار خاموشی نے اپنا جال پھیلا دیا۔ رات ہوتے ہی پراسرار سرسراہٹیں ہونے لگیں۔ ڈیلس کی آواز آئی۔

"اب تم کو ہوشیاری کی ضرورت ہے میں کچھ ہلچل فضا میں پاتا ہوں۔"

رولوکا بولا۔" کیا یہ وہی خطرہ ہے جو کہ تم محسوس کرتے رہے ہو۔"

آواز آئی۔"میں نے دور سے کچھ محسوس کیا تھا مگر یہ تو بہت قریب ہے۔"

رات ہوتے ہی سپاہیوں کے پریڈ کرنے کی آوازیں آنے لگیں ان کے کمانڈر کی زوردار آواز اور حکم دینے کا انداز سمجھ میں آنے لگا مگر بظاہر ہر طرف ویرانہ تھا اور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ پھر ایک آواز آئی۔

" یہ نیا آدمی کون ہے یہ شاید کوئی چور ہے۔ پکڑو اس کو۔" بہت سے قدموں کی آوازیں رولوکا کی طرف آنے لگیں مگر کچھ فاصلے پر رک گئیں رولوکا نے بلند آواز سے کہا۔

"رک جاؤ! میں چور نہیں ہوں یاد رکھو میں تم سب کو نہ ختم ہونے والے عذاب میں مبتلا کردوں گا تم مردہ ہو اور میں زندہ ہوں تم میرا مقابلہ نہ کرسکو گے۔ مجھے بتاؤ یہ کس کا مقبرہ تھا۔"

ایک آواز آئی۔"مقبرہ ہے زمین کے اندر اوپر سے وقت نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا مگر تم اندر نہیں جاسکتے۔ اس لئے کہ ملکہ کا یہ حکم ہے۔"

رولوکا بولا۔"تم یاد رکھو کہ تم مجھے روک نہیں سکتے میں کسی بری نیت سے نہیں آیا ہوں، میرے ساتھ ایک تم جیسی روح ہے وہ انتی کے غلام کی روح ہے، انتی کے انتقال کے وقت وہ اس سے دور تھا اس نے اپنے آقا کا آخری دیدار نہیں کیا اور وہ اس مد میں ہزاروں سال سے سرگرداں ہے اس کو تو اپنے آقا کے مقبرے کے بارے میں بھی کچھ پتہ نہیں میرا کام صرف اتنا ہے کہ اس کو دیدار کرادوں یہ میرا اس سے وعدہ ہے اور میں اس کو ضرور پورا کروں گا رہا خزانہ یا کوئی اور چیز تو اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں کیونکہ میں منقورع کی لعنت کا شکار ہونا نہیں چاہتا۔"

آواز آئی۔" تم منقورع کے خزانے کے بارے میں بھی جانتے ہو اور اس کی بددعا کے بارے میں بھی جانتے ہو یہ سب تم کو کس طرح پتہ چلا۔"

رولوکا بولا۔" مجھے یہ سب اس بے چین روح نے بتایا ہے اور وہ میرے ساتھ ہے۔"

"میں کس طرح تمہاری بات کا اعتبار کروں تم اس کا نام اور عہدہ بتاؤ۔"

رولوکا بولا۔" انتی کے اس مشہور سفیر کا نام ڈیلس تھا۔"

آواز آئی۔" ہاں وہ انتی کا بہت وفادار ملازم تھا میں نے مان لیا اب تم بتاؤ کیا چاہتے ہو۔"

"مجھے مقبرے کے اندر کا راستہ بتاؤ۔" رولوکا بولا۔

آواز آئی۔" ٹھیک ہے یاد رکھو میں صرف باہر کا چوکیدار ہوں اندر نہیں جاؤں گا اندر تم پر جو گزرے میں تمہاری مدد بھی نہیں کرسکوں گا اور صرف رات میں تم کو

محسوس ہوں گا، سورج کی روشنی میری دشمن ہے۔"
رولوکا بولا۔" تم راستہ بتاؤ آگے میں خود جاؤں گا۔"

آواز آئی۔" میں نے تمہاری بات پر اعتبار کرلیا ہے راستہ بھی بتاؤں گا مگر تم اندر جاکر ضرور کسی مصیبت میں گرفتار ہوجاؤ گے اس لئے اندر نہ جاؤ۔ یہ مقبرہ انتی اور اس کی محبوبہ ملکہ قلوپطرہ کا ہے ملکہ کے پہلو میں منقورع کا وہ خزانہ رکھا ہے جو اس نے مقدس منقورع کے سینے کو چیر کر نکالا تھا اور وہ اس کی لعنت کا شکار ہوگئی اب بھی وقت ہے سوچ لو ملکہ قلوپطرہ بڑی ذہین عورت تھی اس نے پورا اور پکا بندوبست اس خزانے کی حفاظت کا کیا ہے۔"

رولوکا بولا۔" مجھے اس خزانے کی ضرورت نہیں یہ میں نے پہلے بھی کہا ہے۔"

آواز آئی۔" آؤ میرے ساتھ اگر تم محسوس کرسکو تو۔"

رولوکا ایک سمت چل پڑا اب وہ اس طرف جارہا تھا جدھر پتھروں کا ڈھیر نہیں تھا۔ کافی دور چلنے کے بعد ایک سفید رنگ کی چھوٹی سی پہاڑی تھی۔ آواز آئی۔" یہ پہاڑی کے دامن میں وہ راستہ ہے تم اس پہاڑی کے نیچے ذرا کھدائی کروگے تو تم کو سیڑھیاں مل جائیں گی اور پھر سرنگ کتنی لمبی ہے پتہ نہیں کیونکہ میں اس کے اندر کبھی نہیں گیا۔ اب تم نے راستہ دیکھ لیا۔" اور آواز بند ہوگئی۔

رات کے اندھیرے میں یہ سفید چٹان سا نظر آرہی تھی۔ رولوکا نے پورا نقشہ ذہن نشین کرلیا اور صبح کا انتظار کرنے لگا۔ اس چٹان کے سامنے ہی ایک بہت اونچی چٹان تھی ان دونوں کے درمیان تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ تو تھا بڑی چٹان کا رنگ بھی سفید تھا اور وہ رات کے اندھیرے میں بھی حالت میں نظر آرہی تھی۔

صبح کی روشنی ہوتے ہی رولوکا کام میں لگ گیا اور چھوٹی چٹان کے دامن میں سے مٹی ہٹانے لگا مگر یہ کام اتنا آسان نہ تھا زمین سخت تھی اور بغیر کسی اوزار کے اس کی کھدائی کرنا آسان نہ تھا۔ اس لئے اس کو اپنے ایک کارندے کو اس کام پر لگانا پڑا اور اس نے پورا دن کام کرنے کے بعد کام مکمل کردیا۔

زمین سے پندرہ، بیس گز اندر ایک زینہ صاف نظر آرہا تھا مگر اس میں اس اتنا اندھیرا تھا کہ کچھ نظر نہیں آتا تھا رولوکا نے اندازہ کرلیا کہ اندر ہوا اور روشنی کا گزر نہ ہونے کی وجہ سے زہریلی گیس ہوگی۔ لہٰذا ایک دم اندر جانا مناسب نہیں ساری رات وہ، اس زینہ کے پاس بیٹھا رہا اور رات گزرتی گئی۔

صبح ہونے پر اس نے اندر جانے کا ارادہ کیا اور گڑھے میں کود پڑا اور پھر پہلی سیڑھی پر قدم رکھا۔
اور پھر دوسری پر تو پتہ چلا کہ ایک سیڑھی دوسری سے دوڑھائی فٹ بلند ہے اور وہ ٹھوس پتھر کی سیڑھیاں ہیں ان کو چٹان کاٹ کر بنایا گیا ہے۔ زینہ نیچے کی طرف جاتا تھا اور زیادہ چوڑا نہ تھا ایک وقت میں صرف ایک آدمی اس پر چل سکتا تھا رولوکا اس سے نیچے اترتا رہا اندھیرا گہرا ہوتا گیا مگر اس نے محسوس کیا کہ اندر گندی ہوا نہ تھی سانس لینے میں دقت نہیں تھی مگر ایک عجیب قسم کی بدبو ضرور تھی اندازہ نہیں ہورہا تھا کہ وہ بدبو کیسی ہے۔ پچاس، ساٹھ سیڑھیوں کے بعد زمین ہموار ہوگئی مگر گلی اتنی ہی چوڑی رہی دونوں طرف سنگ سفید کی تراشیدہ دیوار میں اندھیرا گھپ تھا مگر رولوکا نہایت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ اس اندھیری گلی کا خاتمہ ایک چوکور کمرے میں ہوا۔ مگر تعجب اس بات کا تھا کہ اس کمرے میں زیادہ تاریکی نہ تھی اور ہلکی ہلکی روشنی دیوار اور چھت سے پھوٹ رہی تھی کمرہ زیادہ بڑا نہ تھا بہت ہوگا تو پندرہ فٹ چوڑا اور اتنا ہی لمبا تھا اور یہ بھی تراش کر پتھر میں بنایا گیا تھا اس کا مطلب ہے یہ کوئی بڑا پہاڑ زمین کے اندر ہے اور اس کو تراش کر یہ سب بنایا گیا ہے۔

رولوکا اس دیوار کے پاس گیا جہاں سے کچھ روشنی آرہی تھی۔ روشنی کی جگہ اس نے اپنا ہاتھ رکھ دیا مگر وہاں کچھ نہ تھا دیوار کے اس حصہ میں پتھر خود روشنی دے رہا تھا دیوار سپاٹ تھی اس طرح چھت بھی سپاٹ تھی اور کہیں کہیں روشن تھی چھت زیادہ اونچی نہ تھی کہیں کہیں چھوٹے

چھوٹے سوراخ بھی نظر آ رہے تھے اور ان سوراخوں سے ہوا آ رہی تھی۔ اس کمرے کے دو دروازے تھے ایک تو وہی جس میں سے رولوکا آیا تھا ایک اور اس کے بالکل سامنے تھا۔

ابھی تک رولوکا کے سفر میں اندر اور زینہ پر کسی قسم کی رکاوٹ یا پریشانی نہیں ہوئی تھی۔ رولوکا کے لئے یہ حیرانی کی بات ضرور تھی مگر اس سے وہ لاپرواہ نہیں ہو گیا تھا وہ پوری طرح ہوشیار تھا اور اس کے کارندے اس کے اردگرد موجود تھے اب وہ دوسرے دروازے کی طرف بڑھا اور اندر چلا گیا یہ راستہ پہلے والے راستے سے کشادہ تھا اور فرش بھی چکنا محسوس ہوتا تھا اس راستہ پر روشنی بھی قدرے زیادہ تھی دیواروں پر نقش نگار کھودے ہوئے تھے۔ مگر زیادہ واضح نظر نہیں آ رہے تھے اس کی وجہ کم روشنی تھی۔

رولوکا کا اندازہ تھا کہ وہ زمین کے نیچے کم از کم سو فٹ ہے اور اتنی نیچے پتھر کی چٹان کو کاٹ کر تراش کر یہ مقبرہ بنایا گیا ہے یہ ایک حیرت انگیز بات تھی۔ سنگ سفید کی اس چٹان کو تراشنا اور اس کو کسی قبر کی شکل دینا بہت مشکل اور محنت طلب کام ہوگا۔ اس کشادہ راستہ پر رولوکا چلتا رہا پندرہ، بیس منٹ کے بعد اچانک وہ راستہ بند ہو گیا اور سامنے کی سنگی دیوار پر کچھ نقش نگار اور کچھ تحریریں نظر آنے لگیں اس دیوار پر کئی پتھر روشنی دے رہے تھے مگر رولوکا اس تحریر کو پڑھنے سے قاصر تھا اس نے پھر انتنی کے سفیر کو آواز دی اور کہا۔ ’’وہ بتائے کہ کیا لکھا ہے؟‘‘

ڈیلس کی آواز آئی۔ ’’اس پر واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ بس حد ختم ہوئی اب آگے کوئی نہ آئے جو آئے گا اپنی موت کا ذمہ دار ہوگا۔ میں ہوں بادشاہوں کا بادشاہ انتنی۔‘‘ اس کے ساتھ میں انتنی اور ملکہ کی تصویر پتھر پر کھدی ہوئی تھی ملکہ کی تصویر میں رنگ کا استعمال بھی کیا گیا تھا اور اس کے سر پر جو تاج تھا اس پر سنہری رنگ تھا اور درمیان میں ایک بڑا سا زمرد بنا تھا اور اس پر نہ معلوم کون سا رنگ استعمال ہوا تھا کہ وہ چمک رہا تھا اس اندھیرے غار نما راستہ پر اس کی روشنی میں رولوکا نے دیکھا کہ دائیں طرف ایک بہت چھوٹا سا راستہ ہے اس راستے سے کسی انسان کا گزر جانا آسان نہیں تھا۔ رولوکا نے اس کے قریب کھڑا ہو کر خود کو ایک بونے میں تبدیل کیا اور اس سوراخ کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک مشکل سفر تھا مگر رولوکا نے خود کو اس سوراخ کے مطابق مختصر کر لیا تھا اس لئے وہ چلا جا رہا تھا یہ ایک سرنگ تھی اور شاید ہوا وغیرہ کے لئے بنائی گئی تھی اس سے کسی کے اندر آنے کا تو تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

اس سرنگ کا اختتام ایک بڑے اور گول کمرے پر ہوا۔ اس کمرے کی دیواریں روشن تھیں اور چھت بہت اونچی اور گول تھی اور سنگ سفید کو تراش کر بنائی گئی تھی اس پر بے شمار نقش ونگار بنائے گئے تھے۔ لڑائی کے مناظر آلات حرب کے نقش ونگار اور گھوڑے، گھوڑوں کے رنگ بھی الگ۔ انتنی کو ایک گھوڑے پر سوار دکھایا گیا تھا جو کہ اپنی فوج کے درمیان حکم دے رہا تھا۔

دوسری طرف ملکہ قلوپطرہ اپنے شاہی بجرے پر بڑے کروفر سے سر پر تاج رکھے اور شاہانہ لباس پہنے سنہری کرسی پر بیٹھی مسکرا رہی ہے اس کے چاروں طرف اس کی فوج کے جوان ننگی تلواریں لئے کھڑے ہیں۔

ہر طرف ملکہ اور انتنی کے علاوہ کسی کی تصویر نہ تھی اور اس نقش ونگاری میں ایسی مہارت کی گئی تھی کہ اس پر ہزاروں سال گزر جانے پر بھی کوئی خرابی نظر نہیں آئی تھی۔ یہ گول کمرہ بہت بڑا تھا اس کے درمیان ایک تین چار فٹ اونچا چبوترا تراشا گیا تھا اور اس کے بھی چاروں طرف نقش ونگار ابھارے گئے تھے اور کنارے کنارے کچھ تحریر تھا۔

رولوکا اس کے قریب گیا تو اس نے دیکھا کہ یہ ایک بہت چوڑا اور لمبا چبوترا تھا اس کے اوپر ایک پتھر کا ہی تراشیدہ صندوق نما تابوت رکھا تھا اور اس کے اطراف میں بھی تحریریں موجود تھیں۔

رولوکا نے اندازہ کیا یہی تابوت ملکہ قلوپطرہ اور اس کے عاشق انتنی کا ہے۔

رولوکا نے انتنی کے غلام کی روح کو طلب کیا اور حکم دیا۔ ’’بتائے انتنی کے سفیر یہ تحریریں کیسی ہیں؟‘‘

کچھ دیر خاموشی رہی پھر آواز آئی۔ ''تم ٹھیک مقام پر آئے ہو میرے دوست اس پتھر کے تابوت میں شہنشاہ اعظم معزز انتنی اور ملکہ قلوپطرہ کے اجسام موجود ہیں اور تحریر کہتی ہیں کہ ان کو نہ چھیڑا جائے اگر چھیڑا گیا تو چھیڑنے والا بھی اسی مدفن میں دفن ہو جائے گا کیونکہ یہ پہاڑ زمین کے اندر ہے اور چھت کا کچھ حصہ زمین پر ابھرا ہے اور اس پر ایسا سحر ہے کہ یہ کسی بھی وقت گر سکتا ہے یہ سحر اس ساحر اعظم کا ہے جس کا نام ہرمقس تھا جو کہ مر کر زندہ ہوا تھا اور اس نے انتنی اور ملکہ کی حکومت کو فنا کر دیا تھا۔ ملکہ کی آخری خواہش کے جواب میں اس نے اپنا وہ سحر اس مقبرے کی حفاظت کو قائم کیا ہے اس کو چھیڑنے والے خود اپنی موت کو دعوت دیں گے۔''

آواز بند ہو گئی اور رولوکا گہری سوچ میں غرق ہو گیا اور پھر بڑی دیر کے بعد رولوکا کی گونجتی تیز آواز اس گول کمرے میں سنائی دی۔ ''اے ملکہ مصر میں تجھ سے مخاطب ہوں، میں رولوکا ہوں میں جانتا ہوں تیری روح اس مقبرے میں ہے اور شاید تابوت کے اندر اطمینان سے پڑی ہے تیرے پہلو میں تیرا لوٹا ہوا خزانہ موجود ہے اور ہرمقس بے وقوف کا سحر تیری حفاظت کر رہا ہے تو نے اس بے وقوف کو مرنے کے بعد بھی خوب استعمال کیا اور وہ تیرے عشق میں دیوانہ، پھر تیرے کام آیا۔ مگر میں ہرمقس نہیں ہوں اور نہ انتنی ہوں جو تیری اداؤں پر جان دیتا تھا۔ میں ہزاروں سال بعد کا زندہ انسان ہوں میرے سامنے آ اور جواب دے، میں تجھ سے بات کرنا چاہتا ہوں اگر تو اب تک خود کو ملکہ مصر خیال کرتے ہوئے مجھ سے ہم کلام نہ ہوئی تو تیری ممی کو میں نشان عبرت بنا دوں گا اور تیرے پہلو میں لیٹا ہوا یہ بہادر جنرل تیرا ساتھ نہیں دے گا اس کی وجہ بھی تجھے پتہ چل جائے گی۔''

رولوکا خاموش ہو گیا اور مقبرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ کچھ دیر کے بعد رولوکا پھر بولا۔

''ملکہ بول نہیں بولے گی تو تیرا یہ مقبرہ اجڑ جائے گا اور تو مصر کے ریگستانوں میں بھٹکتی پھرے گی تیرے ساتھ تیرا یہ بادشاہوں کا بادشاہ بھی بدروحوں کی طرح پیدل پھرتا رہے گا۔ نہ تیرا ساتھ تیری فوج دے گی نہ تیرا کوئی دیوتا تیرے نزدیک آئے گا اور ہرمقس کا سحر تیرے لئے قیامت کا عذاب ثابت ہوگا۔ میں تیری طرح ظالم نہیں ہوں کہ انسانوں پر بے وجہ ظلم کروں ان کو زہر کا پیالہ پیش کروں۔''

رولوکا خاموش ہوا اور چند منٹ کے بعد ایک نسوانی آواز لرزتی سنائی دی۔ ''اے سوتوں کو اٹھانے والے، اس عہد کے انسان تو کیا چاہتا ہے؟''

رولوکا بولا۔ ''اے مصر کی ملکہ قلوپطرہ میں تجھ سے ہمکلام ہونا چاہتا ہوں۔ اس خیال سے نہیں کہ میں اس سے اپنا رتبہ بڑھانا چاہتا ہوں۔''

''میں اپنا رتبہ بھول کر تجھ سے مخاطب ہوں کہ میں ملکہ مصر تھی کبھی۔'' آواز آئی۔

رولوکا بولا۔ ''تو جو اس وقت ملکہ قلوپطرہ تھی اور ملک شام بھاگ گئی تھی اور پھر وہاں سے نہایت شان و شوکت کے ساتھ واپس آ گئی تھی اور تم نے ایک لشکر جرار بنایا تھا اور پیم میں پڑاؤ ڈالا تھا اس نازک موقعہ پر روما کا مشہور جانباز اور فاتح اعظم سیزر سکندرہ میں داخل ہوا تھا۔ حالانکہ سکندریہ کے لوگ سیزر سے بہت تنگ تھے۔

سکندریہ میں اکیلا تم نے سیزر پر حملہ کر دیا اور اس کو سکندریہ کے قلعہ بروشیم میں گھیر لیا۔ سب لوگ منتظر تھے کہ دیکھیں ان واقعات کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اور مصر کا تاجدار کون بنتا ہے اس وقت تم نے اس چالاکی سے پانسہ پھینکا کہ بازی تمہارے ہاتھ آ گئی تم نے اس وقت جرأت سے کام لیکر اپنی فوج کو پیسم میں چھوڑا اور شام کے دھند میں اکیلی سکندریہ کی بندرگاہ میں داخل ہوئی۔ وہاں سے تم نے اپالو ڈورس کی مدد سے خشکی پر قدم رکھا پھر تم کو اپالوڈورس نے بڑے قیمتی غالیچوں میں اس ترکیب سے باندھا کہ کسی کو تمہاری موجودگی کا علم نہ ہوا۔

یہ غالیچے تحفہ کے طور پر سیزر کے پاس بھیج دیئے گئے جب شاہی محل میں سیزر کے سامنے تمام تحفے تحائف پیش

کیئے گئے تو ان غالیچوں میں سے دنیا کی حسین خوبصورت بزلہ سنج اور شگفتہ مزاج لڑکی یعنی تم برآمد ہوگئیں۔

تم کو دیکھ کر سیزر حیران رہ گیا تم نے اپنے حسن وجمال کے جادو سے سیزر کو ایسا مسحور کیا وہ تمہارا بے دام غلام بن گیا اور اس کی عمر کے متعدد تجربے اور برسوں کی جہاں آزمائی کچھ سودمند ثابت نہ ہوئی اس نے اپنی بیوقوفی کے سبب عمر بھر کی حاصل کی ہوئی شان وشوکت بلکہ اپنی زندگی بھی تمہارے حوالے کردی۔ تمہارے حسن اور چال بازیوں نے اس کی عقل پر پردے ڈال دیئے وہ ایک نہایت احمق شخص کی طرح تمہارے پلنگ کے گرد منڈلانے لگا، وہ شخص تھا جس کو لوگ سیزر اعظم جانتے ہیں، جس میں ایک عورت کے حملہ کو برداشت کرنے اور اس کا جواب دینے کی طاقت نہ تھی کہ یہ وہی سیزر تھا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے ایک لفظ سے تمام دنیا زیر وزبر ہوجاتی تھی اور جس سیزر پر کوئی جادو اثر نہیں کرتا تھا وہ حزم واحتیاط کا پتلا وہ شجاعت کا مجسم پیکر وہ روم کا بطل اعظم وہ شہرہ آفاق مرد اور آخر میں وہ جس کو دیکھ لوگوں کے کلیجے دہل جاتے تھے وہ نامور شجاع، ایک دغاباز عورت کی آغوش میں بے بس ہوکر گر پڑا کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ روما کا یہ سپوت یہ سیزر معمولی مٹی کا بنا ہوا معمول انسان تھا اور میرے خیال میں ادنئے سے ادنئے آدمی سے بھی کمتر تھا اگر وہ ایسا نہ تھا تو تم بتاؤ کہ آخر وہ تمہارے سامنے آکر اتنا ہیچ کیوں ثابت ہوا۔''

ملکہ قلوپطرہ کی لرزتی ہوئی آواز آئی۔ ''سن اے اس دور کے دانا انسان، تو بھی سیزر اور انتنی کی طرح نادان ہے ہر دور میں مرد عورت کے مقابلے میں کمزور ثابت ہوا ہے۔ سن عورت کمزور ہونے کے باوجود روئے زمین پر وہ زبردست طاقت ہے جس کے حملے کا کوئی جواب مرد کے پاس نہیں ہے، وہ انسان پر غالب آجاتی ہے۔ وہ ہزاروں صورتوں میں جلوہ گر ہوکر ہزاروں گھروں کو تباہ کرسکتی ہے وہ نہایت ہوشیار اور تیز ہے مگر ساتھ ہی بڑی صابر بھی ہے۔

جنس مخالف کی طرح اس کے جذبات اس قدر بے پناہ نہیں کہ ان پر اس کا کچھ قابو نہ ہو وہ شریف نسل گھوڑے کی طرح اپنی راہ تلاش کرتی ہے لیکن جب کوئی نازک موقع آتا ہے تو وہ فوراً باگ توڑ کر کہیں کی کہیں نکل جاتی ہے وہ ایک جرنیل کی سی دوررس نگاہ رکھتی ہے اور کوئی مضبوط سے مضبوط قلعہ ایسا نہیں جس میں وہ اپنی کامیابی کا راستہ نہ پیدا کرلے اور اس کی ایک، ایک دیوار کو مسمار نہ کردے اگر مرد کی رگوں میں عالم شباب کا بیتاب خون موجزن ہے تو عورت کی رگوں میں خون مرد کی رگوں کے خون سے زیادہ تیز حرکت کرتا ہے اگر مرد عالی ہمت اور بلند خیال ہے اور اس کے سامنے کوئی شاندار نصب العین ہے تو عورت مرد کے دل کی چھپی ہوئی طاقتوں کو بیدار کردے گی اور انہیں زندگی کی پوشیدہ راہوں سے گزار کر بام ترقی پر لے جائے گی اگر مرد تھکا ماندہ ہے تو وہ اس کو ایک نئی زندگی سے روشناس کرے گی۔ اگر وہ عظمت کے بام بلندی سے پستی میں گر پڑا ہے تو وہ اس کو اوپر اٹھا کرلے جائے گی اور اس کے خوابوں کو ایک کامیاب صورت میں جلوہ گر کرے گی عورت سب کچھ انجام دے سکتی ہے کیونکہ کشمکش حیات میں قدرت اس کی مددگار ہے چونکہ عورت یہ سب کام کرسکتی ہے اس لئے وہ لوگوں کو دھوکا بھی دے سکتی ہے وہ بہت سے معاملات میں ایسی فریب کاری سے کام لیتی ہے کہ مرد کی عقل وہاں تک کبھی رسائی نہیں پیدا کرسکتی یہی وہ راز ہے جس کی بدولت عورت دنیا پر حکومت کرتی ہے اس کے لئے جنگیں ہوتی ہیں اسی کے لئے لوگ زر ومال جمع کرتے ہیں اس کے آرام وآسائش کے لئے دماغ سوزی اور جگر کاری سے کام لیتے ہیں اسی کے لئے ہر قسم کی نیکی اور بدی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ اس کی نگاہ میں مرتبہ اور عزت حاصل کرنے کے لئے اپنی جانیں دیتے ہیں لیکن عورت کی طرف سے ہمیشہ فراموشی اور تغافل کا انعام پاتے ہیں۔ عورت مرد کی تمام کاوشوں کے جواب میں بہت بے پروائی اور بے نیازی سے کام لیتی ہے وہ دور بیٹھ کر ایک بے جان مجسمہ کی مانند مرد کی

محنتوں پر مسکراتی ہے آج تک کسی نے اس کی ذات کا اول معمہ حل نہیں کیا اور نہ کسی نے اس کے مخفی رازوں سے واقفیت حاصل کی ہے یہ حقیقت ہے کہ عورت کے زبردست حملے کو روکنے کے لئے بڑی ہمت درکار ہے اس کے لئے پناہ غلبہ کا مخفی اثر محسوس کرنا ہی مشکل ہے جیسے ہوا کے دباؤ کا آنکھوں سے مشاہدہ کرنا۔"

رولوکا نے مسکرا کر کہا۔"اے بے وقوف عورت تو نے اپنی تعریف کرنے کے لئے عورت ذات کو شامل کرلیا تو نے اپنی فریب کاری کی داستان کو عورت کی فطرت اور ہوشیاری ثابت کردیا۔ میری نظر میں تو بے قصور نہیں ہے مگر سیزر کی بے وقوفی کو بھی میں نظرانداز نہیں کرتا۔

اب میں پھر سیاسی باتوں پر آتا ہوں بطلیموس کی موت کے بعد اس کا دوسرا بھائی تخت نشین ہوا اس کے ساتھ تو یعنی اس کی بہن شریک سلطنت ہوئی لیکن اب وہ اس کی محض بہن ہی نہ تھی بلکہ برائے نام زوجہ بھی تھی۔ سیزر کے جانے کے بعد تو نے اپنے بھائی یا برائے نام شوہر کو زہر دے کر ہلاک کردیا اور سیزر کا بیٹا جو کہ تیری کوکھ کا تھا شریک سلطنت بنا کر مصر کے تاج پر قابض ہوگئی کیا یہ جھوٹ ہے؟"

ملکہ کی آواز آئی۔"میں اب اس مقام پر ہوں کہ جھوٹ نہیں کہہ سکتی میں نے مصر کی حکومت حاصل کرنے کو یہ کیا تھا۔"

رولوکا بولا۔"دیکھ لیا تو نے اقتدار کا مزہ تو زندگی بھر اس اقتدار کو طول دینے کی خاطر جدوجہد کرتی رہی اس ناپائیدار کرسی کی خاطر لوگوں پر ظلم ستم توڑتی رہی سچ کو جھوٹ، دھوکہ اور فریب کو سچ ثابت کرتی ہیں اور قدرت کے عطا کردہ حسین جسم کو کاروباری مقصد سے استعمال کرتی رہی اب بتا تیرے پاس کیا ہے تیرا وہ لوگوں کو دیوانہ کردینے والا حسین جسم کہاں ہے تیری مکاری اور لوگوں کو تباہ کرنے والی مسکراہٹ کہاں گئی تو نے دیکھ لیا کہ اصل کیا ہے مگر تو اپنی خوبصورت ممی بنا کر اور خزانہ پہلو میں رکھ کر پھر دنیا میں آنے کا انتظار کررہی ہے۔

ارے بے وقوف عورت! تیرے لئے ایک دفعہ کا تجربہ کیا کافی نہیں ہے۔ تو نے نہیں دیکھا کہ ہزاروں سال کی ممیاں اہراموں میں گل رہی ہیں وہ اب تو مٹی کا ڈھیر ہی ہوں گی ان فرعونوں کو دوبارہ دنیا میں آنا نصیب نہ ہوا وہ لوگ بہت بے وقوف تھے اور تم بھی ان میں سے ہے ارے بے وقوف زندگی کا کھیل صرف ایک بار ہے بار بار موقعہ نہیں ملتا۔"

آواز آئی۔"شاید تم ہی درست ہو اب تو وقت کی لگام میرے ہاتھ نہیں ہے میں اس مقام پر رہنے پر مجبور ہوں میں اگر کچھ چاہوں تو بھی وہ نہیں کرسکتی۔"

"تو جانتی ہے میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں؟"

آواز آئی۔"تیرا مقصد خزانے کا حصول ہوگا اس دنیا کے لوگ اس غرض سے آتے ہی مگر تو نہیں جانتا کہ میری بربادی کا سبب بھی یہی خزانہ ہے۔ جو کہ تھوڑی تعداد میں میرے پہلو میں رکھا ہے اس کو خرچ کرنے والے پر ایک منحوس لعنت نازل ہوجاتی ہے تو اس کا خیال لے کر آیا تو میں کہتی ہوں اس کو بھول جا۔"

رولوکا بولا۔"تو نے میرے متعلق وہی سوچا جو کہ تیری فطرت ہے میں منتورع کی لعنت کے بارے میں خوب جانتا ہوں تجھ پر جو تباہی اور بدنامی کا داغ لگا اس میں منتورع کی لعنت کے علاوہ تیرے اور تیرے عاشق کے کرتوت خراب تھے تم دونوں نے اپنے اعمالوں کی سزا پائی ذلیل وخوار ہوئے۔

قدرت کی پکڑ سب کے لئے ہے اس کے لئے بادشاہ یا فقیر سب برابر ہیں تم زمین کی گہرائی میں شاندار مقبرہ بنا کر دولت پہلو میں رکھ کر تابوت میں پڑی ہو یا کسی ویران قبرستان کی ہزاروں قبروں کے درمیان بے کفن پڑی ہو کوئی فرق نہیں پڑتا ہوگا وہی جو تم نے اوروں کے ساتھ کیا ہوگا۔

اگر اچھا کیا ہے تو اچھا ہوگا اور برا کیا ہوگا تو برا ہوگا یہ قدرت کا انصاف ہے یہ تمہارا یا اقتی کا انصاف نہیں ہے

اب تم بتاؤ انتی کی روح تمہارا ساتھ چھوڑ کر اپنے ابدی ٹھکانے پر چلی گئی ہے۔"

آواز آئی۔ "نہیں وہ میرا دیوانہ، اس کی روح میری دیوانی مجھے چھوڑ کر کہا جائے گی۔"

رولو کا بولا۔ "تیری بات ختم ہوئی اب میں انتی سے مخاطب ہوں۔"

"اے انتی تو دنیا میں ایک عظیم بادشاہ تھا تیرے بازوؤں کو تلوار چلانے کی طاقت دی گئی تھی اور تجھے ہر مقام پر فتح یاب کیا گیا تھا تو بہادر سپاہی اور جری سپہ سالار تھا تو نے جہاں قدم بڑھائے فتح حاصل کر لی اور تو ایک عورت سے مقابلہ نہ کر سکا۔"

ایک بھاری آواز آئی۔ "اے نئی دنیا کے نئے انسان آج مجھ پر ایسا وقت آ گیا ہے کہ مجھے تیرے سوالات کا جواب دینا پڑ رہا ہے میری قسمت نے ساتھ نہیں دیا اور مرنے کے بعد بھی مجھے تیرے سامنے جواب دینا ہے۔ تو اس دور کا دانا انسان ہے کیا تو کہہ سکتا ہے کہ تجھ سے کبھی غلطی نہیں ہوئی یا نہ ہوگی۔

انسان کی فطرت میں سارے عناصر موجود ہیں اچھے اور برے اور اس کے ساتھ ایک شیطانی عنصر بھی ہے بہت مقام پر وہ خود قابو پا کر بدی کے عنصر کو مات دے دیتا ہے مگر وہ بدی کا عنصر پھر بھی اس سے دور نہیں ہوتا اس کے دنیاوی چکر بھی ہوتے ہیں حالات اس کو اس مقام پر لاتے ہیں جہاں وہ غلطی کرے میں بھی آخر انسان تھا مجھ میں بھی انسانی صفات تو تھیں جو شخص حسن جہاں سوز سے متاثر نہ ہو تم اس کو انسان نہیں کہہ سکتے اس لئے انسان وہی ہے جو قدرت کے کارناموں سے متاثر ہو حسن بھی قدرت کا کارنامہ ہے۔ میری کمزوری ملکہ کا حسن بن گیا تو کیا نئی بات ہوئی۔"

رولو کا بولا۔ "انسان کے پاس عقل ہے اور اس عقل کے ذریعہ وہ بڑی بڑی تاویلات گھڑتا رہتا ہے تم نے بھی اپنے بچاؤ کے لئے جواب دیا ہے۔

ملکہ قلوپطرہ مانا کہ حسین عورت تھی اور اس کو اپنے حسن کو بنانے اور سنوارنے کا ہنر بھی خوب آتا تھا مگر میں تم سے پوچھتا ہوں کیا قدرت کا حسن صرف جنس مخالف میں ہی ہوتا ہے تم نے قدرت کی صناعی کسی پھول میں نہیں دیکھی کسی پھل کو چکھ کر محسوس نہیں کی کوئلے کی کان سے نکلے کسی ہیرے میں نہیں دیکھی تم ان کو دیکھ کر متاثر نہ ہوئے اور ملکہ کو دیکھ کر اس کے گرد دیوانہ وار بھوکے بھیڑیے کی طرح منڈلانے لگے۔

اگر تم میں حسن کے پرکھنے کی اور اس کی قدر کرنے کی صلاحیت تھی تو پھر دنیا حسین نظاروں سے بھری پڑی ہے تم اس طرف کیوں نہ آئے تم صرف ملکہ کے بستر کے رسیا کیوں ہوئے اس لئے کہ وہ تمہاری دسترس میں تھی اور تمہاری طرف کسی بھی وجہ سے مائل تھی تم نے نظر بھر کر اس کی کم عمر کنیزوں کو دیکھا ہوتا تو تم شاید ملکہ کو بھول جاتے لیکن تم صرف ایک طرف دیکھنے کے عادی تھے دوسرے ملکہ نے بھی احتیاط کی تھی کہ تم صرف اس کی طرف نظر رکھو وہ تم کو معروف رکھتی تھی میری نظر میں تم ایک احمق ترین انسان تھے۔"

آواز آئی۔ "شاید تم درست کہہ رہے ہو میں بھی اب ایسا ہی محسوس کرنے لگا ہوں۔"

رولو کا نے جواب دیا۔ "تو پھر اپنی ابدی دنیا کو چھوڑ کر اس ناپائیدار دنیا میں کیا کرتے ہو۔ اب جہاں کچھ ملنے والا نہیں ہے جو تمہارا تھا وہ تم لے چکے زندہ انسانوں کے لئے یہ دنیا ہے تم بے وجہ یہاں موجود ہو اگر کچھ غرض ہے کچھ تمہارا باقی ہے تو بتاؤ۔ آج کے زمانے میں تمہاری بہادری بے معنی چیز ہے تم گھوڑے پر سوار ہو کر دنیا فتح نہیں کر سکتے آج جنگ اس طرح نہیں ہوتی جس طرح تم کرتے تھے تم آج کی جنگ کا تصور نہیں کر سکتے صرف ایک بٹن دبانے سے پورے کے پورے شہر منٹ میں اڑ جاتے ہیں۔

آج کا زمانہ عقل کا زمانہ ہے نئی نئی ایجادات کا زمانہ ہے آج کا آدمی ہزاروں میل کا سفر کچھ دیر میں کر لیتا ہے جبکہ تم اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے اب کی

امید پر یہاں ہو، اب تمہارا کچھ نہیں ہے۔''
اتنی کی تھکی ہوئی آواز آئی۔'' تمہاری کسی بات کا جواب میرے پاس نہیں ہے میں چھوڑ دوں ملکہ کو میری اس ملکہ کو جس نے میری خاطر بڑے دکھ اٹھائے اور ہر مقس کے زہر کو خوشی خوشی میری خاطر پی گئی۔ اس وقت میں بے وفائی کروں کچھ سمجھ نہیں آتا میں کیا کروں؟''
''پہلے تم یہ کرو کہ میرے ساتھ تمہارا ایک غلام اور وفادار ہے اس کا نام ڈیلیس ہے وہ تمہارا سفیر تھا وہ وفادار تھا اور آج بھی اس کی روح صرف اس لئے بے چین ہے کہ تم نے اس کو خود سے دور کر دیا تھا۔ وہ تمہارا آخری دیدار نہیں کر سکا تھا وہ آج بھی تمہارے دشمنوں کا دشمن ہے وہ آج بھی قدیم فرعونوں کی نسل کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ہندوستان تک ان کا پیچھا کرتا ہے۔
آواز آئی۔'' ہائے میرا سچا رفیق میرا وفادار ساتھی میں دیوتاؤں کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے اس کو خود سے جدا نہیں کیا تھا میرے حالات اس وقت میرے قابو میں کب تھے میں تو کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔''
رولوکا بولا۔'' وہ تیرے تابوت کے قریب موجود ہے میں اس کو تیرا دیدار کرانا چاہتا ہوں۔''
آواز آئی۔'' ہاں تم کو اجازت ہے تم ضرور ایسا کرو۔''
رولوکا اس پتھر کے تراشیدہ چبوترے پر چڑھ گیا اور اس نے پتھر کی اس بھاری سل کو ہٹانے کی کوشش کی جو تابوت کے اوپر رکھی تھی۔ چبوترے اور تابوت میں ملکہ پورے مقبرے میں یہی ایک سل ایسی تھی جو کہ علیحدہ سے بنائی گئی تھی اور تابوت پر رکھ دی گئی تھی۔
رولوکا کی مسلسل کوشش سے پتھر کی اس سل میں اتنی جگہ بن گئی کہ اندر دیکھا جا سکے۔
رولوکا نے تابوت میں دیکھا تابوت میں دو ممیاں قریب قریب رکھی تھیں ایک ممی ملکہ قلوپطرہ کی تھی اس کے سر پر تاج رکھا تھا اور اس میں وہ زمرد جو کہ ملکہ نے منقورع کے سینے کو چیر کر حاصل کیا تھا تاج کے عین درمیان چمک رہا تھا اس کی آب و تاب میں ذرا فرق نہ تھا مگر ملکہ کا چہرہ بری طرح بگڑ چکا تھا کھال تھی سرکا رنگ روپ اس قابل نہ تھا کہ دیکھا جائے آنکھوں کی جگہ صرف سوراخ تھے وہ حسین نیلگوں آنکھیں جن کو دیکھ کر انسان بے خود ہو جایا کرتے تھے۔ کمر سے نیچے تک آتے بال کہاں گئے جن سے وہ اپنا پورا سراپا ڈھانپ لیا کرتی تھی۔
ملکہ کے باقی جسم کا کیا حال تھا وہ رولوکا کی نظروں میں نہ تھا مگر عبرت کے لئے صرف چہرہ ہی بہت تھا۔ اس کے پہلو میں وہ بہادر سپہ سالار موجود تھا۔ اس کے چہرے کی سب ہڈیاں نمایاں تھیں آنکھیں اور منہ ایک بھیانک غار نظر آتے تھے اب اس میں دیکھنے والی کوئی چیز نہیں تھی رولوکا نے آواز دی۔
''اے وفادار اتنی کے سفیر دیکھ اپنے آقا کو جو کہ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر تلوار چلاتا تھا اور دشمن فوج کے سپاہیوں کے سروں کے ڈھیر لگا دیا کرتا تھا۔ جس کے اشارے پر بڑے بڑے بادشاہ سر تسلیم خم کر دیا کرتے تھے۔ جو کہ ملکہ قلوپطرہ کا غلام تھا اور اس کے حسن جہاں سوز کی خاطر برباد و رسوا ہوا اور مر گیا مرنے کے بعد کیا ہوا دیکھ اتنی کے غلام انسان کا یہ آخر ہے مگر یہ اب تک آخر تک نہیں پہنچا یہ بھی اس کی سزا ہے مٹی کو مٹی میں مل جانا ہے مگر یہ دونوں اب اس کے لئے بھی ترس رہے ہیں اور پتہ نہیں کب تک ان کی یہ سزا جاری رہے۔''
ڈیلیس کی آواز آئی۔'' اوہ! میرے آقا میں نے آخری دیدار کی خواہش ہزاروں سال اپنے اندر رکھی مگر میں کیا دیکھ رہا ہوں، میرے آقا یہ کیا ہے؟ وہ کروفر وہ شان و شوکت سے بھرپور جسم اور چہرہ کیا ہوا؟ ہائے میں نے بڑی غلطی کی اور دیدار کی خواہش کو اپنے اندر پالا اس سے بہتر تھا کہ میں ابدی سکون حاصل کر لیتا۔ میرے عظیم آقا! اے بہادر سپہ سالار! کاش تو نے ممی بنا کر اس زمین دوز مقبرے میں نہ پڑا ہوتا تیری مٹی زمین کی مٹی بن چکی ہوتی۔ اے کاش میں نے ایسا عبرت انگیز منظر نہ دیکھا ہوتا۔

اے ظالم عورت تو جو کہ مصر کی سرزمین کی ملکہ تھی تو خود تو رسوا ہوئی اور تو نے میرے آقا کو بھی خوب رسوا کر دیا۔ تیری رسوائیاں صدیوں عظیم اخنتی کو رسوا کریں گی تیرے بدنام نام کے ساتھ اخنتی کا نام آتا رہے گا اور یہ صدمہ رومیوں کے لئے قائم ہوگا اور عظیم اخنتی ایک عیش پرست حاکم کے طور پر مشہور ہوگا آج میرے لئے بہت غم کا دن ہے جبکہ میں سمجھتا تھا کہ خوشی کا ہوگا۔

اے میرے ہمدرد دنیا کے دانا انسان اس دردناک نظارے کو اب بند کر دے اور اگر ہو سکے تو میرے آقا کی مٹی کو مٹی میں جانے کی کوئی تدبیر کر۔"

رولوکا نے جواب دیا۔" انسان کا آخری انجام یہی ہے وہ مٹی کا پتلہ ہے۔ اس کو مٹی ہونا ضروری ہے۔ مگر فرعونوں نے قدرت کے اس اصول کی خلاف ورزی کی اور نشان عبرت بن گئے۔

ان کی عقل و دانش نے ان کو بھٹکا دیا اور وہ دوبارہ بادشاہ بننے کی ترکیبیں کرنے لگے پھر خدائی کا دعویٰ کرنے کا سوچنے لگے ان کے دانش داروں نے ان کو نہیں بتایا کہ زندگی صرف ایک موقعہ ہے انسان صرف ایک دفعہ سفر کی حالت میں آتا ہے اور ہر مسافر کا سفر ایک نا ایک دن تمام ضرور ہوتا ہے اور اس کی منزل آجاتی ہے مگر فرعونوں نے اتنی صاف اور سیدھی سی بات تک نہ سمجھی اور چلے خدائی کا دعویٰ کرنے ڈیلیس تیری حسرت پوری ہوئی اب تو اپنے سفر پر روانہ ہو جا تیرا میرا ساتھ چھوٹا میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اب اخنتی اور ملکہ کا معاملہ ہے یہ دونوں تو نشان عبرت ہیں۔"

ڈیلیس کی آواز آئی۔" اے میرے مہربان دوست میں تم کو اور اپنے آقا کو آخری سلام کرتا ہوں اور اس رنگ و بو کی دنیا سے ابدی سکون کی خاطر اپنے حقیقی آقا کی طرف روانہ ہوتا ہوں۔"

کچھ دیر کے بعد رولوکا کی آواز آئی۔" اے ملکہ تو بغیر کنیزوں کے نہیں ہوتی تھی مگر تیری پیاری کنیز شارمیاں نہیں ہے تیرے ساتھ۔" چند منٹ خاموشی رہی پھر ملکہ کی لرزتی آواز سنائی دی۔

"ہاں وہ میری پیاری کنیز تھی مگر اصل میں وہ کچھ اور تھی۔ میں اس کو اپنا وفادار ہی خیال کرتی تھی۔ مگر اصلیت کچھ اور تھی وہ ایک عجیب لڑکی تھی اس کی طبیعت کچھ عجیب واقع ہوئی تھی وہ ایک عورت کا دل رکھتی تھی اور عورت کی ہر بات اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی وہ صحیح معنوں میں ایک عورت تھی اور سرکش گھوڑے کی طرح جس طرف جی چاہے اسی طرف چل نکلتی تھی وہ صاحب فہم تھی لیکن اس کے دل میں جسم و جان کو جلا دینے والی جوانی کی آگ بھری ہوئی تھی وہ اپنے وطن کی آزادی سے محبت کرتی تھی مگر اس کے دل کی امنگیں اس کی محبت سے ٹکرا گئیں اس کی طبیعت کا میلان جس طرف ہوتا وہ اس کو ضرور انجام دیتی تھی۔ اس کی محبت پر اعتبار کرنا بھی درست نہ تھا اور نفرت بھی درست نہ تھی۔"

رولوکا بولا۔" عورتیں صرف اس کام میں قابل اعتبار ہوتی ہیں جس کام میں محبت کار فرما ہو۔ جب وہ دل کی چاہ سے کسی کام میں مشغول ہوتی ہیں تو ان کی بے وفائی بھی وفاداری میں تبدیل ہو جاتی ہے عورت مرد کی طرح مستقل مزاج نہیں جب وہ بلندی کا رخ کرتی ہے تو آسمان کے ستارے توڑ لاتی ہے اور جب نشیب کی طرف مائل ہوتی ہے تو پاتال سے بھی کہیں نیچے چلی جاتی ہے عورتیں سمندر کی طرح مضبوط اور متلون مزاج ہوتی ہیں۔"

"تم نے عورتوں کے متعلق اپنے تجربات کی روشنی میں اندازے لگائے ہیں مگر ان کو بھی مکمل تھیوری کے طور پر نہیں مانا جائے گا۔ حالات اور ماحول ہر چیز پر اثر انداز ہوتا ہے شارمیاں کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ اس نے ہرمقس کو چاہا اور اس کے ساتھ مل کر میرے خلاف ایک بڑی زبردست سازش تیار کی اور اس سازش کی کامیابی کے بعد قریب پہنچ کر اس کا دماغ پلٹ گیا اور اس نے اپنے وطن سے اپنے محبوب سے غداری کر دی اور اپنے محبوب کو مصر کا غدار کروا دیا اور وطن بھی آزادی سے محروم رہا۔

ہرمقس کی زندگی کا رخ بدل گیا اس سے مصر کے دیوتا ناراض ہو گئے اور وہ دربدر پھرنے لگا۔ غداری

شارمیاں نے کی اور سزا دار ہرمقس ہوا، پورا مصر اس کے خلاف ہوگیا اس کا باپ اس کے لئے بددعائیں کرنے لگا۔

اس کے جیالے ساتھی اس سے شدید نفرت کرنے لگے اور وہ دنیا سے روپوش ہوگیا اور ایک زمانے تک غائب رہا دنیا اس کو مردہ خیال کرتی رہی میں بھی یہی خیال کرتی تھی۔ مگر عیار شارمیاں جانتی تھی کہ ہرمقس زندہ ہے جس عورت نے اپنے محبوب سے غداری کی اس کی زندگی اجیرن کردی بدنام زمانہ کردیا وہی عورت اس کی رازدار بھی تھی وہی عورت میری وفادار بھی تھی۔ مجھے مفید مشورے بھی دیا کرتی تھی اس عورت نے ہی مجھے انتنی کے نزدیک اور ہرمقس سے دور ہونے کا مشورہ دیا اور میں دور ہوتے ہوتے اتنی دور ہوگئی کہ مجھے ہرمقس کے نام سے چڑ ہونے لگی۔ اس نے ایسا اس لئے کہا کہ وہ خود ہرمقس پر مرتی تھی اگر میں ہرمقس کو اپنا لیتی تو اس کی محبت کا کیا ہوتا۔

حالانکہ وہ جانتی تھی کہ ہرمقس اس سے ذرا سی بھی محبت نہیں کرتا تھا ان دونوں کا ساتھ صرف سازش کی تکمیل تھا۔ میری نفرت ہرمقس کے لئے اتنی بڑھ گئی کہ میں نے اس کو ختم کرنا چاہا تو اسی شارمیاں نے اس کو فرار کردیا اور سازش کو دوبارہ نئے سرے سے منظم کیا دیکھو تو وہ میری کتنی وفادار تھی مجھے مفید مشوروں کے ساتھ ساتھ میرے قتل کی سازش میں پھر سرگرم عمل ہوگئی۔

اس محبت اور نفرت کو تم کیا نام دوگے عورت کے ہزاروں پرت ہیں تم نے بہت پرت دیکھے ہوں گے مگر ہزاروں پرت دیکھنے والے دانا بھی اس کے ہزاروں پرت چھوڑ جاتے ہیں نئے نئے پرت عمر کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں وقت اور حالات بھی پرت پیدا کرتے ہیں۔

میں ایک عام عورت نہ تھی مگر کچھ بنیادی ضروریات اور خصوصیات تو عورتوں والی تھیں۔

میں بظاہر ایک حکمران اور اقتدار کے تخت پر تھی مگر کیا سارے کام جو ملک میں ہوتے تھے میرے حکم سے ہوتے تھے کچھ کے بارے میں تو مجھے پتہ بھی نہیں ہوتا تھا مگر نام میرا بدنام ہوتا تھا۔

درباریوں کی اپنی ضروریات تھیں ان کے عزیزوں کے فائدے تھے وہ اس کے مطابق مشورے دیا کرتے تھے۔ ان کو خوش کرنا بھی ضروری تھا ان کی ناراضگی ایوان میں میرے لئے خطرناک تھی میرا جھکاؤ ان حالات میں کسی توانا مرد کی طرف ہوا تو بتاؤ کیا یہ قدرتی امر تھا میں اندرونی اور بیرونی دونوں طرف جنگ نہیں کرسکتی تھی۔ میرے لئے انتنی سے بڑھ کر کون سہارا ہوسکتا تھا پھر وقت کے ساتھ ساتھ یہ سہارا میری محبت بن گیا اور میں دیوانہ وار اس جواں مرد کو چاہنے لگی مگر پھر ہرمقس درمیان میں ہلپس بن کر وارد ہوا اور اس نے نہایت نئی چال چلتے ہوئے انتنی کا علاج کرنا شروع کردیا اور انتنی کی صحت گرتی گئی اس نے مجھے میرے آخری وقت میں بتایا کہ وہ انتنی کو آہستہ آہستہ مار رہا تھا اس دفعہ اس کی سازش نہایت کامیاب تھی اس کا بہروپ مکمل تھا میں آخری وقت تک اس کو نہ پہچان سکی۔

انتنی ختم ہوگیا میں نے اپنے حالات سے مجبور ہوکر زہر پینا پسند کیا اور زہر پی بھی لیا۔ تب اس نے دماغ میں دھماکہ کیا کہ وہ ہرمقس ہے اور اس نے مجھ سے اپنا انتقام لیا ہے۔

تم نے دیکھا عورت کے کتنے روپ ہیں وہ کیا کیا کرسکتی ہے مگر یہ بھی مکمل روپ نہیں ہے ہر عورت کے الگ الگ پرت ہوتے ہیں ان پرتوں کو سمجھنے کا کوئی فارمولا نہیں ہے۔"

"یہ سب باتیں اس وقت کی ہوتی ہیں جب انسان کے جسم میں روح موجود ہوتی ہے ایک دفعہ روح جسم سے نکل جائے تو جسم مٹی ہوجاتا ہے اس مٹی کو جتنی جلدی ہوسکے مٹی میں ملانا ہی بہتر ہوتا ہے۔ مگر تم نے ایسا نہیں کیا اس مٹی کے ڈھیر پر بیٹھی ہو اور اپنے محبوب کو بھی بیٹھا رکھا ہے چھوڑ دو اس ڈھیر کو اور جانے دو انتنی کو اس کی منزل پر اور خود بھی اس مقبرے کو چھوڑ دو اب کچھ اور ہونے والا

نہیں ہے تم نے دیکھ لیا کہ مردہ زندہ سے زیادہ طاقتور نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو میں یہاں نہ آتا۔"

"میرے ہمدرد میں نے دور اقتدار میں اپنے کانوں سے بڑی بڑی ہمدردی کے الفاظ سنے ہیں جان نچھاور کرنے والے دیکھے ہیں مگر تمہاری یہ پرخلوص ہمدردی ان سب سے بڑھ کر ہے اب کچھ نہیں ہونے والا۔ اب جانا ضروری ہے جو گزر رہی ہے گزر جائے جو بویا ہے وہ فصل تیار کھڑی ہے اس کو کاٹنا ہے۔ میرے پیارے انتی تو یہ نہ سمجھنا کہ میں تیرا ساتھ چھوڑ کر جا رہی ہوں میں تجھے بھی ساتھ چلنے کا مشورہ دوں گی کیونکہ اس مقبرے میں کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے آخری منزل پر ملے گا اور اس کے دربار میں پیش ہونا ہے جو پوری کائنات کا بنانے والا ہے۔ اے کاش مجھے یہ زندگی میں پتہ چل جاتا۔"

انتی کی آواز آئی۔" اے عورت تو نے میرے ہزاروں سال بھی برباد کئے اب اس مقبرے کی قید سے آزادی ہی میری خوشی ہے اے ہمارے اجنبی دوست تیرا شکریہ کہ تو نے ہمیں ایک بہترین راستہ بتایا۔ ورنہ اور نہ جانے کتنے ہزار سال ہم یہاں پڑے رہتے۔"

ملکہ کی آواز آئی۔" اے اجنبی میں تیرا احسان اتار نہیں سکتی لیکن اگر تو چاہے تو منقورع کا خزانہ تیرا ہے۔"

رولوکا بولا۔" میرا خزانہ میرے ساتھ رہتا ہے اس کو کوئی نہ چھین سکتا ہے نہ چرا سکتا ہے۔ مجھے مزید کسی خزانے کی ضرورت نہیں ہوتی یہ اسی زمین کی گہرائی میں پڑا رہے گا۔"

انتی کی آواز آئی۔" اب الوداع اے عظیم انسان میرا اور ملکہ قلوپطرہ کا آخری سلام قبول کر۔"

☆......☆......☆

رولوکا اس چبوترے پر بیٹھا تھا اور اس کے سامنے اسلام اور لڑکا بشیر اور بھتیجا سلیمان بیٹھے تھے۔ اسلام نے کہا۔" جب سے تم گئے تھے میں تمہاری فکر میں تھا اصل بات یہ ہے کہ مجھے قطعی امید نہ تھی کہ تم وہاں سے واپس آ ؤ گے۔"

سلیمان بولا۔" ہاں دوست چچا نے درست کہا ہے اس مقام سے کبھی کوئی جا کر واپس نہیں آیا یہی ایک زمانے سے ہو رہا ہے تم پہلے آدمی ہو جو زندہ سلامت واپس آئے ہو۔"

رولوکا مسکرا کر بولا۔" میں نے شاید پہلے بھی کہا تھا کہ زندہ انسان بہت طاقتور ہے ڈر و خوف اس کی طاقت کے دشمن ہیں اگر انسان ڈر اور خوف سے بے نیاز ہو جائے تو کوئی کام مشکل نہیں ہوتا۔"

بشر نے کہا۔" آپ اپنے تجربات کچھ بیان تو کریں۔"

"بات دراصل یہ تھی میرے دوستو کہ ان کھنڈرات کے اندر ایک بھیانک سرنگ ہے وہ زمین کے بہت نیچے ہے اس سرنگ کے آخر میں ایک سفید پتھر کا پہاڑ ہے مگر زمین کے اوپر زیادہ نہیں ہے۔ اس پہاڑ کو کاٹ کر ایک مقبرہ بڑی ہنرمندی سے بنایا گیا ہے اور تم کو سن کر حیرت ہوگی کہ وہ مقبرہ ملکہ قلوپطرہ اور انتی کا ہے ان دونوں کی ممیاں ایک سنگی چبوترے پر ایک ہی تابوت میں رکھی ہیں۔

ان کی بے چین روحیں اس تابوت پر موجود تھیں مگر اب وہ وہاں نہیں ہیں وہ اپنے خالق حقیقی کے پاس روانہ ہو گئیں ہیں ان کے ساتھ ساتھ کھنڈرات میں جو روحیں پہرے پر تھیں وہ بھی آزاد ہو کر کوچ کر گئی ہیں اب وہاں پر کوئی خطرہ نہیں ہے مقبرے میں سوائے پتھروں کے کچھ نہیں ہے۔ ہاں خوفناک چمگادڑیں اور زہریلے سانپ بچھو مقبرے کے اندر ضرور موجود ہیں۔ میں تم کو اس لئے بتا رہا ہوں کہ انسان لالچ میں آ جاتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔ ملکہ اور انتی نے اپنا خزانہ دفن تو کیا ہے مگر کہاں پر یہ کسی کو پتہ نہیں ہے۔"

اسلام بولا۔" آپ اس مقبرے کے اندر گئے تھے۔"

رولوکا بولا۔" ہاں میں اس کے اندر گیا تھا۔"

سلیمان بولا۔" آج تک میں نے نہیں سنا تھا کہ کوئی ان کھنڈرات کے قریب بھی گیا ہو۔"

رولوکا بولا۔'' جو کچھ مشہور تھا وہ غلط نہ تھا مگر انسان اگر چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔''

بشر نے کہا۔'' اب آپ کچھ دن ہمارے ساتھ رہیں ہم آپ کے تجربات اور سنیں گے۔''

رولوکا نے جواب دیا۔'' ایسا ہونا ممکن نہیں میرے دوستو! میں نے وعدہ کیا تھا اس لئے حاضر ہوا ہوں اگر وعدہ نہ کرتا تو ہندوستان چلا جاتا۔''

سلمان بولا۔'' آپ ضرور جائیں دو تین روز سے کیا فرق پڑے گا۔''

'' میرے نوجوان دوست میرا کام حکمت ہے شاید کسی مریض کو میری ضرورت ہو اور وہ میرا منتظر ہو اس صورت میں فرق تو پڑے گا۔''

بشر نے کہا۔'' میں شہر میں بہت حکیم دیکھے ہیں وہ قدرتی جڑی بوٹیوں سے علاج کرتے ہیں۔''

رولوکا بولا۔'' وہ بھی حکمت ہے مگر میرا علاج روحانی ہے میں جڑی بوٹیاں استعمال نہیں کرتا۔''

'' میں سفر شوق سے کرتا ہوں ان سفروں سے کسی کا فائدہ ہو جاتا ہے تو میرا کیا نقصان ہے مگر مجھے خود بھی تو فائدہ ہوتا ہے۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

بشر بولا۔'' آپ کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟''

'' دیکھو نوجوان دوستو! یہ دنیا ایک بہت بڑی درس گاہ ہے اس درس گاہ میں ہر علوم پڑھائے جاتے ہیں مگر ڈگری نہیں دی جاتی اس درس گاہ کے استاد اس کے حالات ہیں نت نئے تجربے ہیں ان کے ذریعہ انسان اپنی قابلیت کو بڑھا سکتا ہے تم نے دیکھا ہو گا اکثر بے پڑھے لکھے آدمی بڑے اچھے ہنر مند ہوتے ہیں ان کو اسکول جانے کا موقعہ نہیں ملا مگر انہوں نے دنیا کی درس گاہ سے بہت کچھ سیکھ لیا اور کامیاب زندگی گزاری ، کچھ لوگ اور بھی ملیں گے وہ اس درس گاہ سے کچھ حاصل نہ کر سکے اور زندگی بھر اپنی مجبوری اور بے بسی کا رونا روتے مر گئے کچھ پانے کے لئے ضروری ہے کہ انسان محنت کرے، جستجو کرے، ہنر مندی تو ہر گلی کوچے میں بکھری پڑی ہے آنکھیں کھول کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔''

اسلام بولا۔'' واہ میرے دوست کتنی اچھی اور کام کی بات کی میں بے پڑھا آدمی ہوں مگر میرے باپ نے مجھے زمین کے بارے میں اتنا بتایا ہے کہ میں زمین سونگھ کر اس کی پیداواری صلاحیت معلوم کر لیتا ہوں آسمان دیکھ کر وقت پتہ کر لیتا ہوں بارش کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کر لیتا ہوں۔''

رولوکا بولا۔'' کسان کا بیٹا ہونا بڑی بات ہے کسان نہ صرف اپنے لئے اناج پیدا کرتا ہے بلکہ اور بھی بہت لوگ اس کی محنت کا کھاتے ہیں وہ موسم کی سختیاں برداشت کرتا ہے اور لوگوں کے پیٹ بھرتا ہے۔ کسان ہونا فخر کی بات ہے اس کی محنت شہر آباد کرتی ہے ملک اور قوم کو ترقی کی راہ پر لگاتی ہے۔''

سلیمان بولا۔'' میں شہر جانے کی سوچ رہا تھا مگر اب نہیں جاؤں گا میں یہاں پر رہ کر ہی اپنا کام کروں گا۔''

بشر نے کہا۔'' میرا بھی آخری سال ہے میں بھی واپس آ کر باپ کا ہاتھ بٹاؤں گا۔''

☆......☆......☆

رولوکا واپس روانہ ہوا پروفیسر رولوکا کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بولا۔'' کہو میرے دوست کیسی گزری، تم نے مصر کو کیسا پایا۔''

رولوکا نے جواب دیا۔'' پروفیسر مصر کی سرزمین پر صرف اہرام ہی عجب نہیں ہیں اس زمین پر پڑا ہوا ہر پتھر ایک تاریخ رکھتا ہے ضرورت صرف نظر کی ہے۔''

پروفیسر نے کہا۔'' میں جانتا تھا کہ تم صاحب نظر انسان ہو تم جو دیکھ سکو گے وہ یہاں زندگی گزارنے والا آدمی بھی نہیں دیکھ سکے گا تم یہ بتاؤ تمہارے مریض کا کیا ہوا؟''

رولوکا بولا۔'' وہ تو بہت دن پہلے ہی ٹھیک ہو گیا اور میں نے اس کو ہندوستان روانہ کر دیا تھا۔ آپ کو گوئل نے نہیں بتایا تھا۔''

"نہیں گوئل میرے پاس نہیں آیا میں تو سمجھ رہا تھا وہ تمہارے ہی ساتھ ہے۔"

"میں نے اس کے ساتھ قاسم کو بھیج دیا تھا تا کہ وہ ہندوستان روانہ ہو جائے۔ گوئل کو آپ کے پاس آنا چاہئے تھا۔" رولوکا نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ وہ ایک ذمہ دار اور قابل اعتماد آدمی ہے میں پتہ کرتا ہوں تم میرے پاس رکو کچھ آرام کرو اور مصر کو دیکھو۔"

دو دن کے بعد گوئل آ گیا اور رولوکا کے قریب کھڑا ہو گیا۔ رولوکا نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ گوئل۔"

گوئل نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "نہیں...... سر میں آپ کے مقابل نہیں بیٹھ سکتا میری یہ مجال ہرگز نہیں ہو سکتی۔"

رولوکا نے پوچھا۔ "تم کو کیا ہوا گوئل تم تو مجھ سے بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتے تھے اب کیا ہوا۔"

"میں آپ سے اور آپ کی عظیم شخصیت سے واقف نہ تھا اگر مجھ سے کوئی گستاخی ہوگئی ہو تو معاف کر دینا۔"

"تم شاید کسی بڑی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو۔"

"نہیں سر...... میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں میں قاسم اور اس کی بیوی زلیخا کو لے کر قاہرہ روانہ ہوا۔ قاہرہ میں آ کر پتہ چلا کہ چند لوگ ہمارا پیچھا کرتے آئے ہیں ان کا شاید خیال تھا کہ ہم کسی مقبرے کا کوئی خزانہ چرا کر لے جا رہے ہیں ان میں سے ایک دو کو میں پہچانتا تھا وہ مانے ہوئے رہزن اور ریگستان ڈاکو تھے اور نہایت خطرناک تھے میں جلد از جلد قاسم کو روانہ کرنا چاہتا تھا مگر جہاز نہیں مل رہا تھا۔ آخر ایک رات انہوں نے قاسم کے کمرے میں دھاوا بول دیا اور ان کے سامان کو کھول ڈالا مگر ان کو کچھ نہ ملا وہ بہت تاؤ میں میرے کمرے میں آ گئے اور بولے۔

"تو ہی ان کو ریگستان لے کر گیا تھا تو جانتا ہے کہ وہ مال کہاں ہے جو تم لوگ وہاں سے لائے ہو بتاؤ۔"

"میں نے بہت کہا کہ ہم وہاں پر کسی خزانے کی تلاش میں نہیں گئے تھے مگر ان کو یقین نہیں آیا اور ان میں سے ایک مجھے مارنے میرے قریب آیا مگر پھر اچانک اس نے اپنے سردار کو مارنا شروع کر دیا میں حیرت سے اس کو دیکھنے لگا اور سردار نے اس کو ڈانٹ کر کہا۔ "کیا کرتا ہے بے وقوف مگر اس پر جنون سوار تھا وہ سردار سے زیادہ بھاری تھا۔"

سردار بولا۔ "تو گدھا ہے یہ جو کہہ رہا ہے کیوں نہیں مانتا نہیں مانے گا تو میں تیرا خون کر دوں گا یہ جو کہہ رہا ہے وہی درست ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔"

اس کے اچانک بدل جانے سے سردار حواس باختہ ہو گیا اور بولا۔ "ٹھیک ہے میں مانتا ہوں۔"

اور وہ سب چلے گئے میرے لئے یہ ایک حیرت انگیز بات تھی۔

رات کے اندھیرے میں سردار میرے پاس پھر آ گیا اور وہی سوال کیا جو دن میں کرتا رہا تھا۔ مگر میرے جواب دینے سے بیشتر آدمی کے منہ پر ایک طوفانی گھونسا لگا اور وہ الٹ کر زمین پر گر پڑا۔ میں نے اور اس نے حیرت سے دیکھا تو اس کا وہی ساتھی سردار کے سر پر کھڑا تھا اس کی آنکھیں غصہ کی وجہ سے سرخ تھیں اور اس کے ہاتھ میں تیز دھار خنجر تھا سردار نے گھونسا کھا کر اٹھنے کی کوشش کی مگر اس نے سردار کو کھڑا ہونے کی مہلت نہ دی اور پورا خنجر اس کے سینے میں اتار دیا۔

سردار کے منہ سے ایک خوفناک چیخ برآمد ہوئی تو اطراف کے کمروں کے لوگ دوڑ کر میرے کمرے میں آ گئے قاسم اور زلیخا بھی دوڑ کر آ گئے انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی خون آلود خنجر لئے کھڑا ہے اور نیچے گرا ہوا سردار زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے تمام ہی لوگوں نے یہ منظر دیکھا حیرت اس بات پر تھی کہ خنجر بردار نے بھاگنے کی ذرا کوشش نہ کی اور نہ کسی اور پر حملہ کرنا چاہا۔

کچھ ہی دیر میں سرکاری اہلکار آ گئے اور خنجر بردار کو پکڑ کر لے گئے۔ اس نے قتل کا نہ صرف اقرار کیا بلکہ اپنے اور سردار کے بارے میں پوری کہانی بھی سنا دی۔

ان لوگوں کی تلاش تو ان کو پہلے ہی تھی دو، تین روز کے بعد میں نے قاسم اور اس کی بیوی کو ہندوستان روانہ کر دیا اور میں اپنے گھر چلا گیا۔ یہ سب تماشہ میری نظروں کے سامنے ہوا وہ شخص اچانک اپنے سردار سے کیوں باغی ہوا میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ میری سمجھ میں صرف اتنا آیا کہ جو شخص ہزاروں میل دور ویران ریگستان میں ہے اس کو نہ پانی کی ضرورت ہے نا کھانے کی فکر ہے اس کے کام کون کرتا ہے اس کا کھانا اور پانی کم نہیں ہوتا جو راتوں کو جاگتا ہے اور دن میں ذرا نہیں سوتا سب کا خیال رکھتا ہے اور کسی پر احسان نہیں جتاتا اس نے ہی ہماری حفاظت کا انتظام کیا ہوگا میرا یہ خیال روز بروز پختہ ہوتا گیا ہے تو ماسٹر پھر میں تو بہت معمولی سا گائڈ ہوں سب کی خدمت کر کے روزی کماتا ہوں آپ جیسے عظیم انسان کے سامنے بیٹھنے کی جرأت کیونکر کر سکتا ہوں۔"

ردلوکا زور سے ہنس پڑا اور بولا۔" جو کچھ ہوا اسے میری ذات سے منسلک کر ڈالا ایسا نہیں ہے میرے دوست اس کائنات کو بنانے والے کو بھول گئے جو کچھ اس دنیا میں ہوتا ہے وہ اس کے حکم سے ہوتا ہے۔ انسان کیا ہے اس کا غلام، جو بھی ہوتا ہے اس کی مرضی سے ہوتا ہے میری طرف سے دھیان ہٹاؤ اور اس کی طرف دھیان لگاؤ وہ جو کرتا ہے بہتر ہوتا ہے اس کی مرضی تھی کہ سردار قتل ہو اس کے گناہوں نے اس کو یہ دن دکھایا بس یہ یاد رکھو۔"

گوئل بولا۔" آپ واقعی ایک عظیم الشان ہیں آپ کی ہر بات میں عظمت ہے۔"

"عظیم وہ ہے جو ہر جگہ ہے اور نظر نہیں آتا۔ وہ سب کی دستگیری کرتا ہے سب کو اس کی ضرورت کا دیتا ہے۔ میں کیا ہوں۔ بہت معمولی سا اس کا سپاہی ہوں۔ میں وہ کرتا ہوں جو وہ چاہتا ہے۔"

پروفیسر بولا۔" تم نے درست کہا میرے دوست وہی کائنات کا مختار ہے۔"

ردلوکا نے کہا۔" پروفیسر صاحب مجھے اجازت دیں اگر میری ضرورت بھی پڑ جائے تو ضرور یاد کریں۔" پھر گوئل کی طرف مخاطب ہوا اور کہا۔" تم نے ایمانداری سے اپنا کام انجام دیا۔ میں ہندوستان کے شہر دہلی میں ہوں تم کو کوئی ضرورت ہو مجھے خط لکھ دینا اب میں تم سے رخصت چاہتا ہوں۔" اور ردلوکا کا مصر کا یہ سفر تمام ہوا اور وہ ہندوستان اپنی سواری پر روانہ ہوا۔ حکیم وقار اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ حکیم وقار ردلوکا کو اچانک دیکھ کر حیران ہوئے اور دوڑ کر اس سے لپٹ گئے اور بولے۔

"تم پہلی بار تین مہینہ بیس دن مجھ سے دور ہوئے ہو ایسا لگتا ہے سالوں کے بعد ملے ہو۔ میں تو تمہارا اس قدر عادی ہو گیا ہوں کہ دو چار دن نہ دیکھوں تو طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔"

ردلوکا مسکرایا اور بولا۔" اس کا نام محبت ہے حکیم صاحب۔"

"درست کہا تم نے انسان بھی کتنا عجیب جانور ہے عمر کے کسی دور میں بھی محبت کی بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔" یہ سن کر ردلوکا زور سے ہنس پڑا اور بولا۔

"محبت کے ساتھ بیماری کو آپ نے خوب جوڑا۔"

"اس لیے جوڑا کہ تمہاری جدائی نے مجھے احساس دلا دیا کہ محبت انسان کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے اور انسان محبت کی خاطر کیا نہیں کرتا جس طرح میں مصر آنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ آنے کی ضرورت کیا تھی آپ یاد کرتے تو میں حاضر تھا۔" ردلوکا بولا۔

"کئی دفعہ میں نے ارادہ کیا تھا مگر عمل نہ کیا وجہ یہ تھی کہ تم بڑے نازک معاملے کو لے کر گئے تھے۔ میں تم کو اپنی طرف سے پریشان کرنا نہیں چاہتا تھا۔ تم اپنی روداد سناؤ۔"

"قاسم اور زلیخا کا کیا حال ہے۔" ردلوکا نے پوچھا۔

"وہ لوگ اپنے گھر بیکانیر میں ہیں اور خوش ہیں ان کا خط آیا تھا۔ قاسم نے لکھا تھا کہ جب تم آ جاؤ تو اس کو اطلاع دی جائے وہ تمہارے پاس آئے گا۔"

"تو آپ اس کو کہہ دیں آ جائے۔"

"اس کی کہانی کیا تھی یہ تو بتاؤ۔" حکیم وقار نے پوچھا۔

''اس کی کہانی بڑی طویل ہے ہزاروں سالوں پر پھیلی ہوئی۔ آپ کو ضرور سناؤں گا۔'' رولو کا بولا۔

''اور تمہاری پرانی روح انتونی کہاں ہے؟'' حکیم بولے۔

''ارے حکیم صاحب وہ تو میرے ساتھ ہے مگر میں اب سوچ رہا ہوں اس کو اس کے ٹھکانے پر روانہ کردوں کیونکہ اس کے محبوب کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلا آخر وہ کب تک اس کا انتظار کرے گی۔''

رولو کا نے جواب دیا تو حکیم صاحب بولے۔ ''تم نے درست فیصلہ کیا ہے ہمیشہ کی طرح۔''

رولو کا ہنس کر بولا۔ ''حکیم صاحب آپ میرے دوست ہیں برابری کی بنیاد پر آپ مجھے شرمندہ نہ کیا کریں۔'' اور پھر دونوں ہنس کر مطلب جاننے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

☆......☆......☆

انسان کا چہرہ ایک اسکرین ہے جس پر ہر وقت اس کے اعمالوں کی فلم چلتی رہتی ہے۔ مگر شاید اس دور میں کسی بات پر غور کرنے کا رواج ختم ہوتا جارہا ہے۔ غور صرف اپنے بارے میں کیا جاتا ہے صرف اپنے مفاد کے بارے میں غور ہوتا ہے۔ آپ نے ضرور دیکھا ہوگا کہ ایک پریشان حال مصیبت کا مارا اور پریشانیوں میں گھرے ہوئے آدمی کے چہرے پر کیا ہورہا ہوتا ہے اس کے چہرے پر گہری نظر ڈالیں اس کے چہرے پر آپ کو غم اور آلام کے پورے پورے تاثرات نظر آئیں گے۔

اور ایسے چہرے بھی آپ دیکھ سکتے ہیں جن کو دیکھ کر آپ خوشی محسوس کریں گے ایسے پاکیزہ نفس حضرات کے وجود سے خوشی مسرت سکون قلب کا احساس ہوتا ہے۔

انسان کے کردار کی پوری جھلک چہرے پر عیاں ہوتی ہے میں انسان کہہ رہا ہوں اس میں مرد عورت کی تمیز نہیں ہے عورت اپنے چہرے کو نقلی طریقوں سے چھپانے کی کوشش ضرور کرتی ہے مگر میرے خیال میں وہ کامیاب نہیں ہے۔

کولہا پور کی جانکی بائی ایک مشہور عورت گزری ہے۔ جوانی میں اس کے ٹھاٹ کسی بہت بڑے راجہ مہاراجہ سے کم نہ تھے اس کے در پر بڑے سے بڑا آدمی سر جھکا کر آتا تھا اور جو ایسا نہیں کرتا تھا وہ دوبارہ اس کے محل نما کوٹھے پر نہیں آسکتا تھا۔ بڑے بڑے زمیندار جاگیردار اور نواب اس نک چڑھی عورت کے اسیر تھے ہر کوئی اس کے قریب رہنا چاہتا تھا ہر کوئی زیادہ سے زیادہ اس پر خرچ کرتا تھا مگر اس عورت کی فطرت کو کوئی نہیں سمجھ سکا تھا جو اس پر جتنا زیادہ خرچ کرتا تھا وہ اس سے اتنی ہی دور ہوتی تھی اس دوری کو قریب کرنے کو وہ اور خرچ کرتا اور پھر ایک وقت ایسا آتا تھا کہ اس کی سانس پھول جاتی اور وہ ہانپ کر جانکی کے قدموں میں آجاتا اور جانکی اس کو بڑی عزت سے باہر پھنکوا دیتی۔'' کیسا پاگل آدمی ہے۔ گنڈیری چوس کر پھوک کو کون منہ میں رکھتا ہے۔''

نہ جانے کتنے دیوانے آئے اور برباد ہوئے مگر کسی نئے آنے والے نے پچھلے والوں سے سبق نہ لیا۔ سبق لینے کا معاملہ بھی بڑا ٹیڑھا ہے ایک ہی طرح کے واقعات انسانی حیات میں ہوتے آرہے ہیں اور آگے بھی ہوتے رہیں گے مگر کوئی نہیں جو گزشتہ کی گئی غلطیوں سے سبق حاصل کرلے۔

''زر، زمین، زن۔'' کے جھگڑے آپ کے سامنے ہیں ان کی خاطر ہزاروں جھگڑے ہوئے ہیں۔

بھائی نے بھائی کو قتل کردیا، بیٹا، باپ کا دشمن بن گیا، یہ سارے کھیل ہمارے سامنے ہیں۔

مگر واہ رے انسان آج بھی یہ وہی کررہا ہے جو ہوتا آرہا ہے ذرا سا بھی سبق اس نے نہیں لیا اس کی وجہ شاید اس کی فطرت کی ضد ہے۔

موتی نگر کے نواب جہانگیر مرزا جانکی بائی کے پرانے قدردانوں میں سے تھے انہوں نے اس پر اپنی بہت دولت اڑائی تھی باپ کے مرنے کے بعد وہ خود مختار ہوئے تو انہوں نے جانکی کو اپنی رکھیل بنانا بھی چاہا اس کے بدلے اس کی مرضی کی ہر چیز مہیا کرنے کی پیش کش

بھی کی مگر جانکی بائی کے جسم میں خاندانی خون بھرا تھا وہ کسی ایک کی پابند کیوں ہوتی، تمام قدر دانوں کو لوٹنے والی ایک پر تکیہ کیسے کرتی۔

آزاد فضاؤں میں پرواز کرنے والی سونے کے پنجرے میں قید کیوں ہوتی اس نے صاف انکار کر دیا اور بولی۔ ''نواب صاحب آپ کو میں روک نہیں سکتی مگر مجھ سے یہ امید ہرگز نہ کرنا کہ میں کسی پابندی کو قبول کروں گی پابندی وہ عورتیں کرتی ہیں جو تمہاری حویلی میں بیگم کہلاتی ہیں میں تو بازار کی رونق ہوں میری ماں اور نانی بھی ایسی ہی تھیں آپ آتے ہو، میں آپ کی ہوں، نہ آؤ کسی اور کی ہوں اس گھر کی یہی ریت ہے۔''

نواب جہانگیر مرزا ذرا مایوس تو ہوئے مگر آتے رہے وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھے جو چیز ان کو اس چار دیواری میں ملتی تھی ان کی حویلی میں نہ تھی ان کی بیگم اتنی بری نہ تھیں مگر جو ادائیں ناز و انداز اور بانکپن جانکی میں تھا وہ اس کے اسیر تھے اور اپنی دولت جانکی پر یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ وہ ان کی نہیں ہے اس پر نچھاور کر رہے تھے۔ زمینیں سکڑ رہی تھیں آمدنی کے ذرائع کم ہو رہے تھے مگر ان کو صرف جانکی کی خوشنودی کی فکر تھی اور پھر وہی ہوا کہ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ خالی ہاتھ جانکی کے سامنے کھڑے تھے اور جانکی ان کو کہہ رہی تھی۔ ''بس نواب صاحب اب شام ہوگئی آپ کا وقت ختم ہوا اور دوسروں کے لئے راستہ دیں، ہر دوکاندار اس گاہک کی قدر کرتا ہے جس کے پاس جیب میں رقم ہوتی ہے ہماری دوکان میں ادھار کا رواج نہیں ہے۔''

یہ وقت تو آنا تھا، یہ نواب صاحب بھی جانتے تھے مگر دوڑے چلے جا رہے تھے یہ جانتے ہوئے کہ آگے کچھ نہیں ہے اس سے پہلے والوں کو کیا ملا تھا جو مجھے ملے گا مگر سبق انہوں نے نہیں لیا اور قلاش ہوگئے۔ جانکی بائی کے کوٹھے کی رونق کم نہ ہوئی نواب کی جگہ کسی اور نے لے لی۔ موتی نگر کی جاگیر ٹکڑوں میں بٹ کر ختم ہوگئی اور جہانگیر مرزا کولہا پور میں جانکی بائی کے پاس آپڑے ان کا مقام یہاں پر ملازمین میں تھا وہ دوڑ دوڑ کر کام کرتے تھے وہ عاشق تھے صرف جانکی بائی کو دیکھ کر دل خوش کر لیا کرتے تھے کوئی لفظ شکایت ان کی زبان پر نہیں آتا تھا کبھی انہوں نے اپنی دولت کا ذکر نہیں کیا۔

انہوں نے پلٹ کر خبر نہ لی اولاد کوئی تھی ہی نہیں بیگم ان کے کارنامے جانتی تھی وہ اپنے باپ کے گھر چلی گئی اور وقت گزرتا رہا اور پھر ایک وقت آیا کہ جہانگیر مرزا صرف مرزا بن کر رہ گئے لوگ بھول گئے کہ یہ بھی کبھی اس کوٹھے پر شان سے آتے تھے ان کے آگے بھی جانکی بائی آنکھیں بچھاتی تھی اب تو مرزا صرف ایک گھریلو ملازم تھا جو مصالحہ پیسنے کے علاوہ پورے گھر کے کپڑے بھی دھویا کرتا تھا بازار سے سودا سلف بھی خریدتا تھا۔

جانکی بائی کا زمانہ گزر چکا تھا اس کے پرانے چاہنے والوں نے آنکھیں پھیر لی تھیں وہ جانتی تھی کہ طوائف کی زندگی میں بڑھاپا سخت اذیت ناک ہوتا ہے جسم ساتھ چھوڑ جاتا ہے چاہنے والے نظریں چراتے ہیں اور طوائف کو پڑی جوانی کی عادتیں خون کے آنسو رلاتی ہیں۔

پہلوان اور طوائف کا بڑھاپا ایک جیسا ہوتا ہے دونوں پرانی یادوں سے چھٹکارا نہیں پاتے...... دونوں کی عادتیں بگڑی ہوئی ہوتی ہیں۔

مگر جانکی کو ایک سہارا اب بھی تھا اور وہ سہارا مرزا کا تھا مرزا جانکی کا سچا عاشق تھا۔ جانکی کی جگہ اس کی دو لڑکیوں نے لے لی تھی۔ جانکی مجرے کے وقت لڑکیوں کے پاس بیٹھی رہتی تھی ان پر واری صدقہ بھی جاتی تھی۔ مگر اس کے اپنے دل پر آرے چلتے تھے کیا زمانہ آگیا ہے اس کی طرف کوئی بھول کر نہیں دیکھتا پرانے قدردان بھی ان لڑکیوں پر نوٹ نچھاور کرتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں کہ یہ میری لڑکیاں ہیں ان کو میری طرف دیکھنا چاہئے میں ان کی پرانی پسند ہوں مگر کوئی اس کی طرف نہیں دیکھتا ایک لے دیکے مرزا ہے جو آج بھی میرا قدردان ہے اس کی نظروں میں آج بھی وہی جذبے ہیں جو تیس سال پہلے تھے اس کی نظروں میں ذرا فرق نہیں آیا۔

مرزا کے ملازم ہونے کے بعد وہ اس پر حکم چلاتی تھی اور اکثر ذلیل بھی کر دیا کرتی تھی مگر مرزا کی زبان پر حرف شکایت نہیں آتا تھا آج وہ پرانی باتوں کو یاد کر کے خود شرمندہ ہو جاتی تھی۔

''میں نے بڑی زیادتی مرزا سے کی ہے اس کی پوری جاگیر میں نے ہڑپ کر لی میں نے اس کو رسوا کر دیا در بدر کر دیا ذلیل کر دیا مگر اس کی زبان پر حرف شکایت نہ آیا۔ یہ کیسا آدمی ہے کہیں پر تو بھڑ کے، کہیں پر تو ناراض ہو کبھی زبان کھولے۔'' مگر مرزا خاموشی سے مصالحہ پیس رہا تھا کپڑے دھو رہا تھا مرزا کے وہ قریب آنا چاہ رہی تھی مگر ندامت اور انا کی دیوار بڑی موٹی تھی۔

مرزا کے ہاتھ پیر بھی جواب دے رہے تھے اس پر بھی بڑھاپا پیر پھیلا رہا تھا۔ جانکی کا وزن بھی بہت بڑھ گیا تھا۔ وہ بھی زیادہ چلنے پھرنے کے قابل نہ تھی۔ مرزا اس کی خدمت کو حاضر تھا لڑکیوں کے اپنے کام تھے وہ گھڑی دو گھڑی کو جانکی کے پاس آتی تھیں مگر مرزا اس کے قریب رہا کرتا تھا آخر جانکی نے انا کی دیوار میں شگاف ڈال دیا اور بولی۔

''مرزا میں نے تمہارا بہت دل دکھایا ہے میں تمہاری مجرم ہوں تم کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ پتہ نہیں کسی طوائف کو کبھی ایسا احساس ہوا ہے کہ نہیں مگر میں خود کو تمہارا مجرم پاتی ہوں۔'' مرزا نے حیرت سے جانکی کی بات سنی اور بہت دن کے بعد زبان کھولی۔

''اس دنیا میں بہت کچھ ہوتا ہے، میں نواب سے غلام بن گیا تم نے مجھے غلام نہیں بنایا میرے نصیب نے بنایا انسان سب سے لڑتا ہے مگر نصیب سے لڑنا اس کے بس سے باہر ہے۔ میں تم کو الزام نہیں دیتا اس لئے کہ تم نے تو نہیں کہا تھا کہ میں جاگیر برباد کر دوں یہ سب تو پہلے ہی لکھا جا چکا تھا ایسا تو ہونا ہی تھا شاید میرے باپ دادا نے کوئی غلطی کی ہو اور بربادی لکھ دی گئی ہو وہ میرے ہاتھ ہوئی اور تم اس کی وجہ بن گئیں میں نے تم سے محبت کی ہے اس محبت میں تم کو پانے کی آرزو شامل نہیں ہے میں جانتا تھا کہ تم پیشہ ور طوائف ہو تم کسی ایک کی نہیں ہو مگر میرے دل میں بھی پانے کی خواہش نہیں تھی صرف چاہے جانے کی تھی، نہ مجھے تمہارا خوبصورت جسم سے غرض تھی نہ تم سے قربت کی خواہش تھی یہ تمنا تھی کہ میں تمہارے قریب رہوں تم میری نظروں میں رہو میں تمہارا ادنیٰ غلام بنا رہا ہوں یا نواب جہانگیر مرزا اس سے فرق نہیں ہے۔''

''ہاں تم نے سچ کہا ہے تمہارے کردار نے تم کو سچا ثابت کر دیا ہے۔ مگر میں آج شرمندہ ہوں آج میں سوچتی ہوں کاش میں اپنی آنکھیں پہلے کھول پاتی تو شاید آج کا پچھتاوا میرے دل پر نہ ہوتا اب تو بہت کم وقت ہے بہت دیر ہو چکی ہے اب تو ندامت کے آنسو ہی میرے پاس بچے ہیں۔'' جانکی بائی اپنی لڑکیوں پر بوجھ بنتی جا رہی تھی اس کا اٹھنا بیٹھنا دشوار تھا اس کے قریب صرف ایک مرزا تھا جو اس کی خدمت کر رہا تھا اس کی دوا دارو کا خیال کر رہا تھا حالانکہ وقت نے اس کی حالت بھی خراب کر دی تھی اس کے بھی جوڑ جوڑ میں سخت درد تھا خوراک کم سے کم ہوتی جا رہی تھی مگر وہ پھر بھی جانکی کی خدمت کئے جا رہا تھا جانکی پچھتاوے کی آگ میں اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔

آواز بھی جواب دے گئی تھی صرف آنکھیں بولتی تھیں مرزا کو وہ اپنی خدمت کرتے دیکھتی تھی جبکہ اس کی لڑکیاں اس کے قریب نہیں آتی تھیں وہ تو اس کے مرنے کا انتظار کر رہی تھیں۔

ڈاکٹر نے جواب دے دیا۔ اب صرف مرزا جانکی کے پاس تھا جانکی جسمانی اور روحانی دونوں تکلیفیں برداشت کر رہی تھی اس کو اپنی جوانی کا دور یاد آتا تھا اس عروج کے زمانے میں کبھی اس نے اسے بھیانک زوال کا خیال نہ کیا ہزاروں دیوانے اس کے تھے وہ سب کہاں گئے مگر پھر بھی وہ نصیب دار تھی کہ ایک مرزا خود کو مٹا کر اس کے پاس تھا وہ غرور سے مرزا کو دیکھتی مرزا ان آنکھوں کا مطلب خوب سمجھتا تھا وہ کہتا۔'' تم کیوں فکر کرتی ہو میں ہوں نا تم کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے میری زندگی بھر کی محنت کا یہ صلہ بہت ہے کہ تم نے مجھے اپنے دل میں جگہ

دے دی میری بھی کچھ اہمیت ہوگئی میری زندگی بے مصرف نہیں رہی میں خوش ہوں تم بھی خوش ہو جاؤ کہ اس آخری دور میں ہم دونوں قریب ہیں اور شاید ہماری روحیں بھی دور نہیں ہوں گی۔''

اور پھر ایک رات خاموشی سے جانکی بائی مرگئی۔

جانکی کے مرنے کے بعد جہانگیر مرزا کہاں زندہ رہتے وہ تو شاید جانکی کی خدمت کے لیے ہی موت کو ٹالے ہوئے تھے۔ تین دن کے بعد ان کو بھی دفن کردیا گیا۔ جانکی کی لڑکیوں نے سکھ کا سانس لیا اور پورے گھر کی اچھی طرح صفائی کروائی گئی جانکی کے کمرے کو زیادہ توجہ سے دھلوایا گیا اس میں گھر کی بڑی نے رہائش اختیار کرلی۔

مگر وہ دو دن سے زیادہ اس میں نہ رہ سکی کسی رات جانکی اس کو نظر آئی وہ ڈر کر کمرے سے باہر آگئی اور پھر اس کمرے میں نہ گئی کچھ دن گزرے کہ جہانگیر مرزا اپنی نوابی شان سے حویلی میں رات کو نظر آنے لگے پھر جانکی کمرے سے باہر آگئی۔ اپنے عروج کے زمانے کی شان کے ساتھ اور مجرے کے بعد بڑے کمرے میں اس کا مجرا ہونے لگا اور نواب جہانگیر مرزا گاؤ تکیئے پر اکیلے دیکھتے رہتے۔ یہ بات کب تک چھپ سکتی تھی اس ڈیرے کی یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہی سازندے ایک، ایک کرکے جانے لگے۔ کاروبار ٹھپ ہوگیا شوقین دور سے گزرنے لگے اور لڑکیاں گھر چھوڑ کر دوسرے شہروں میں چلی گئیں۔ کولہا پور کی جانکی بائی کی مشہور حویلی ویران ہوگئی پورے بازار میں یہ بات مشہور تھی کہ جانکی بائی اور نواب جہانگیر مرزا کی آتمائیں حویلی میں رہتی ہیں اس کے قریب بھی کوئی نہیں آتا تھا۔

کچھ لوگوں نے ان کو بھگانے کو جتن کیے ضرور مگر کامیاب نہ ہوئے۔ رات میں خاص کمرے میں روز مجرا ہوتا تھا دور سے روشنی نظر آتی تھی اور جانکی بائی کی پرسوز آواز میں اس کے گائے گیت اور نظمیں اب بھی رات کے اندھیرے میں لوگ سنتے تھے باہر کا دروازہ بند تھا لڑکیاں ڈر کر جا چکی تھیں مگر رات کو کوٹھے پر محفلیں ہو رہی تھیں تماشائی صرف مرزا تھا۔ یہ بات پورے شہر میں مشہور تھی بہت موقعہ کی جگہ تھی کئی لوگوں نے اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر جانکی اور مرزا نے ان سب کو ڈرا کر بھگا دیا۔ زندگی میں جانکی بائی بہت مشہور عورت تھی پورا شہر اس کو مانتا تھا اس پر اس کے عاشق دولت نچھاور کرتے تھے اس کے قریب آنے کی کوشش کرتے تھے۔

جانکی بائی کا کوٹھا آج بھی مشہور تھا پہلے اس کی سیڑھیوں پر چڑھنے والے اپنی جیب کو دیکھ لیا کرتے تھے پھر ہمت کرتے تھے زیادہ لوگ تو حسرت سے آہیں بھرتے گزر جاتے تھے۔

کتنی عجیب بات ہے وقت نے جانکی بائی کی شہرت کو اور بڑھا دیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے دیوانہ وار لوگ جانکی کی طرف دوڑتے تھے اور آج اس کا نام سن کر دور بھاگتے ہیں۔

دن کے وقت اس گلی میں سناٹا رہتا تھا یوں تو رات کے دن بازاروں میں دن سوتے ہی ہوتے ہیں اور راتیں جاگتی ہیں مگر اس گلی میں تو لوگ گزرتے ہوئے گھبراتے تھے۔

گوپی ناتھ اس بازار کا مشہور دلال تھا وہ نہ صرف اس بازار کا بلکہ اس کا کاروبار بمبئی کے بازار میں اور کلکتہ کے بازار میں بھی تھا۔ اس نے باقاعدہ ڈیرے بنائے ہوئے تھے پورے ہندوستان سے لڑکیاں وہاں آتی تھیں پھر ان کے سودے ہوتے اور وہ دوسرے شہروں میں فروخت کردی جاتی تھیں۔ گوپی کے آدمی ہر اڈے پر موجود تھے وہ گوپی کی اوپر تک کی پہنچ سے واقف تھے اس لئے اس سے ڈرتے تھے گوپی ہر سرکاری آفیسر کی خدمت کرتا تھا ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی ان کی خدمت میں پیش کرتا اور اس کے ساتھ خرچ بھی دیتا اس کی بات کو کون ٹال سکتا تھا اس کا طریقہ کار بڑا سادہ اور آسان تھا وہ کہتا تھا سرکاری آفیسر اور سانپ کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا کب ڈنک مار دے اس لئے کسی ایک پر بھروسہ نہ کرو۔

کولہا پور میں بھی اس کا کاروبار تھا مگر کوئی ایسا ٹھکانا

اس کے پاس نہیں تھا جہاں پر وہ مال اسٹاک کر سکے جانکی بائی کے کوٹھے پر اس کی نظر تھی مگر اس کے بارے میں اتنی کہانیاں مشہور تھیں کہ وہ ہاتھ ڈالتے ڈرتا تھا اگر معاملہ انسانوں سے ہوتا تو بات مشکل نہ تھی مگر مرے ہوئے لوگوں سے کون لڑے گا۔

کسی نے اس کو مشورہ دیا کہ کسی سیانے سے رابطہ کرے وہ ان روحوں کو وہاں سے بھگائے اور پھر وہ کوٹھا خریدے مگر گوپی ایک کائیاں اگر جانکی کی دونوں لڑکیاں اڑ گئیں اور کوئی فروخت کرنے پر راضی نہ ہوئیں تو پھر ایک نیا چکر شروع ہو جائے گا تو اس نے پہلے جانکی کی بڑی لڑکی گلابو سے رابطہ کیا وہ دلی میں تھی گلابو نے کہا۔ ”ارے گوپی سیٹھ میرے لئے تو وہ کوٹھا بیکار ہی ہے مگر میری بہن بھی برابر کی مالک ہے تم اس سے بات کر لو اگر وہ راضی ہے تو مجھے بھی انکار نہ ہوگا وہ تم کو آگرہ کے کناری بازار میں ملے گی اس کا نام سہاگن ہے۔ بہت مشہور گانے والی ہے سب جانتے ہیں۔“

گوپی آگرہ سہاگن کے پاس پہنچ گیا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ تو وہ بولی۔ ”بات یہ ہے کہ وہ میری ماں کی نشانی ہے اور میری ماں کی آتما اس میں رہتی ہے وہ جگہ اس کو اتنی پسند تھی کہ مرنے کے بعد بھی اس نے اس کو نہیں چھوڑا ہے اب بتاؤ میں اس کو کس طرح فروخت کر دوں میری ماں نے مجھے پالا پوسا ہے اپنا ہنر دیا۔ آج میں اس کی بدولت ہزاروں کماتی ہوں اب میں اس قابل ہوں کہ اس جیسے دو چار کوٹھے اور خرید لوں پھر فروخت کیوں کروں گی آپ کوئی اور جگہ ڈھونڈیں میں تو نہیں بیچوں گی۔“

گوپی ناتھ اس کی بات سن کر بولا۔ ”دیکھو بائی جی مانا کہ آگرہ میں تمہاری بات ہے۔ بڑے بڑے لوگ تمہارے قدر دان ہیں مگر تم نے میرا نام نہیں سنا میں بھی تمہاری لائن کا آدمی ہوں تمہارے اور میرے کام کرنے کے انداز بھی الگ الگ نہیں ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں بھی میرے ڈیرے ہیں۔ میں شہروں پھرتا ہوں اور مال کی خریداری کرتا ہوں شاید تمہارے پاس بھی کوئی میری فروخت شدہ چیز ہو ذرا غور کرو وہ جگہ تمہارے لئے تو بے کار ہی ہے اور اب تو وہ ویران پڑی ہے لوگ بتاتے ہیں کہ رات کو ناچ گانے کی آوازیں آتی ہیں اس کوٹھے کو آسیب زدہ قرار دیا جا چکا ہے اس کے قریب سے کوئی نہیں گزرتا۔ کچھ دن جاتے ہیں کہ وہ ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گا میں اگر خرید رہا ہوں تو یہ بھی کچھ خطرے کی بات نہیں ہے ان آتماؤں کو پتہ نہیں بھگا پاؤں گا کہ نہیں اگر نہ بھگا پایا تو میرا سرمایہ تو ڈوب ہی جائے گا۔“

سہاگن بولی۔ ”تو پھر تم یہ خطرے والا کام نہ کرو کوئی اور جگہ تلاش کرو۔“

گوپی بولا۔ ”ایک تو وہ جگہ بازار میں ہے شوقین سب ادھر ہی آتے ہیں دوسری مجھے چاہئے بڑی جگہ کیونکہ میرا کام صرف گانا بجانا نہیں ہے مال اسٹاک کرنے کو بھی کمرے اور کھلی جگہ چاہئے اس لئے وہ جگہ میرے لئے مناسب ہے۔“

سہاگن نے جواب دیا۔ ”تو پھر میری دو شرط ہیں ایک تو یہ کہ سودا ہونے کے بعد تم جانو اور وہ کوٹھا جانے پھر پلٹ کر میرے پاس نہ آنا آتمائیں جائیں نہ جائیں جو رقم ادا کرو گے واپس نہیں ملے گی یہ بات کاغذ پر لکھی جائے گی۔“

گوپی ناتھ بولا۔ ”یہ شرط میں نے مان لی۔ آگے بولو۔“

سہاگن بولا۔ ”تم گلابو کو جو چاہے کچھ دو مگر میں پورے دس ہزار لوں گی۔“

گوپی ناتھ نے دل میں کہا، ہے بڑی گھاگ، مول تول کر رہی ہے۔ مگر تھا وہ بھی اسی میدان کا کھلاڑی ہنس کر بولا۔ ”اب اس کی مکانیت تو کچھ رہی نہیں بہت مرمت کرانا ہوگی اس پر پتہ نہیں کتنا خرچ ہو اور پھر کوئی سیانہ ملے نہ ملے اور اگر مل بھی گیا تو پتہ نہیں کتنے دن میں وہ کام کرے اور خرچ کا بھی ٹھکانا نہیں کہ کتنا ہو، یہ اندھا سودا ہے ہو سکتا ہے میں کامیاب ہو جاؤں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرا روپیہ ڈوب جائے اس لئے میری پوزیشن پر نظر

کرواور مناسب دام بتاؤ تا کہ بات آگے بڑھے۔"

سہاگن جانتی تھی کہ یہ دس ہزار نہیں دے گا مگر اس نے اس کی ضرورت کے نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے دس ہزار مانگتے تھے بولی۔"تم بھی وہی کرو گے جو وہاں ہوتا رہا ہے چلو تم اس اجڑے کوٹھے کو آباد کرو گے اس لئے آٹھ ہزار دے دینا۔"

گوپی بولا۔" اب ایسا نہ کرو میں تو بڑی جوکھم کا کام کر رہا ہوں اس لئے پانچ ہزار دے سکتا ہوں۔" اور اس طرح دونوں داؤ پیچ کرتے کرتے چھ ہزار پر ٹک گئے۔

جانکی بائی کا کوٹھا گوپی ناتھ نے خرید لیا۔ دن کی روشنی میں وہ ایک دو آدمیوں کے ساتھ پہلی بار اندر گیا اور دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے اندازے سے زیادہ بڑی جگہ تھی اور صرف رنگ روغن کی ضرورت تھی کمرے بڑے بڑے اور مجرا ہال بہت بڑا تھا رہائشی علاقہ الگ تھا اور اس کا راستہ بھی الگ سے تھا۔

مگر پورے مکان پر نحوست چھائی ہوئی کمروں میں گھٹن ہو رہی تھی کیونکہ ایک عرصہ سے بند پڑے تھے۔ ویرانی نے پورے مکان کو خوفناک بنا ڈالا تھا۔ دن میں بھی خوف آتا تھا۔ پورے بازار کو پتہ چل گیا کہ جانکی بائی کا کوٹھا گوپی ناتھ سیٹھ نے خرید لیا ہے۔

اب گوپی ناتھ کو تلاش ہوئی کسی ایسے آدمی کی جو جانکی اور مرزا کی آتماؤں کو اس مکان سے بھگا سکے اور وہ اس سلسلے میں ہری دوار روانہ ہوا۔ کیونکہ ہری دوار کا ہی رہنے والا تھا اس کا بڑا بھائی کیدار ناتھ ابھی تک وہیں تھا اور ایک بہت بڑے مندر کے زیر سایہ جوا خانہ چلاتا تھا بظاہر وہ بڑا نیک نام اور بھگوان شیو کا پرستار تھا مگر اس کا بھی اصل کام جوا کھلانا اور اس کی نال وصول کرنا تھا اس کے ساتھ ساتھ اس کے دوسرے بھی دھندے تھے مگر عام آدمی کی نظر میں وہ بھگوان شیو کا بھگت تھا۔

وہ گوپی کے اچانک آنے پر حیران ہوا اور بولا۔

"ارے گوپی کیا بات ہے آج گھر کیسے یاد آ گیا۔"

"بھیا میں کہیں پر رہوں پر تم کو اور بھابھی کو کب بھولتا ہوں۔"

"یہ تو مجھے پتہ ہے پر آتا جب ہے جب کچھ ضرورت ہوتی ہے۔" کیدار ناتھ بولا۔

"ضرورت کے وقت تو اپنے ہی یاد آتے ہیں۔"

"بتا کیا بات ہے سویرے کے وقت میرے کام بہت ہیں؟"

"تو پھر ایسا کرو تم جاؤ میں بھی تھک گیا ہوں بھابی نہیں کیا گھر میں۔" گوپی بولا۔

"تیری بھابی اندر ہے ٹھہر بلاتا ہوں، او بھاگ بھری دیکھ تیرا دیور آیا ہے ذرا اس کو ناشتہ کرا دے اور میں چلا مندر ذرا کام دیکھوں۔"

اندر سے بھاگ بھری کی آواز آئی۔"کون گوپی آیا ہے؟"

"ارے اور تیرے کتنے دیور ہیں ایک ہی تو ہے۔" کیدار ناتھ نے جواب دیا۔

چند لمحوں میں ساڑھی سنبھالتی بھاگ بھری کمرے میں آ گئی اور بولی۔" آج بھیا بھابی کیسے یاد آ گئے دیور راجہ۔"

"ارے بھابی میری زندگی تو پنچھی کی زندگی ہے کبھی اس ڈال پر کبھی اس ڈال پر۔" گوپی بولا۔

"اچھا تم باتیں کرو۔ میں جاتا ہوں۔ دوپہر کو آؤں گا، گوپی پھر باتیں کریں گے۔"

دو بجے دوپہر کو کیدار ناتھ گیا اور بولا۔"ہاں بھئی۔ اب بول کیسے آنا ہوا؟"

"بات یہ ہے بھیا کہ میں نے کولہاپور میں ایک کوٹھا خریدا ہے بہت اچھی موقعہ کی جگہ ہے اور بازار کے درمیان ہے کسی زمانے میں اس شہر کی مشہور طوائف جانکی بائی بڑے کروفر سے رہا کرتی تھی اور شہر کے بڑے رئیس اور نواب اس کی چوکھٹ پر حاضری دیا کرتے تھے بڑے گردوں کی عورت تھی کسی کو گھاس نہیں ڈالتی تھی بڑی حسین اور ناچ گانے کی ماہر عورت تھی مگر وقت نے اس کے یہ ٹھا

ٹ باٹ چھین لیے اور اس کی عمر ڈھل گئی اور وہ اپنی لڑکیوں کے رحم وکرم پر ہوگئی جوانی کے اس کے ایک عاشق تھے۔نواب مرزا ان کی پوری نوابی جانکی کے نخروں کی نذر ہوگئی اور وہ آخری وقت میں جانکی کے در پر نوکر بن کر پڑ گئے جانکی کے سچے عاشق تھے آخری وقت تک ساتھ رہے اور دونوں مر گئے مرنے کے بعد ان کی آتمائیں اس کوٹھے پر منڈلاتی رہیں اور اس کی لڑکیاں ڈر کے مارے چلی گئیں اور کوٹھا ویران ہوگیا رات کے وقت لوگ بتاتے ہیں کہ اس کوٹھے پر سے جانکی بائی کے گانے کی آواز آتی ہے اور نواب مرزا کو بھی لوگوں نے دیکھا ہے جبکہ دونوں عرصہ ہوا مر چکے ہیں میں اس امید پر اس کوٹھے کو خرید لیا کہ جگہ موقعہ کی ہے دھندہ بھی ہوسکتا ہے اور اچھے داموں بک بھی سکتی ہے۔مگر پہلے ان دونوں آتماؤں کو وہاں سے بھگانا ہوگا پھر جا کے وہ جگہ آباد ہوگی دوبارہ۔''

کیدار ناتھ تو پوری بات سن کر بولا۔''اس کے لئے تو کسی سیانے کو تلاش کرنا ہوگا۔''

''میں اسی لئے تو آیا ہوں ہری دوار میں تو بہت ہیں جھو چھک کرنے والے۔''

''دور کے ڈھول سہانے ہیں، اندر سب پول ہی پول ہے۔'' کیدار ناتھ بولے۔

''مگر بھیا یہ کام تو کرنا ہے ورنہ میری رقم تو ڈوب جائے گی۔''

''اتنی آسانی سے تو نہیں ڈوبنے دیں گے تو فکر نہ کر میں کچھ کرتا ہوں میرے ایک متر ہیں بڑے ہنومان مندر کے پجاری ہیں میں ان سے بات کرتا ہوں۔''

کیدار ناتھ نے جواب دیا۔

''تو بھیا آج ہی بات کرو میں چلوں تمہارے ساتھ۔'' گوپی نے پوچھا۔

''یہ تو اور بڑھیا بات ہوگی تو خود یہ سب ان کو بتا دینا۔''

اور شام کو دونوں بھائی ہنومان مندر کے بڑے پجاری رام کشن کے سامنے بیٹھے تھے۔گوپی نے پوری روداد ان کو سنا کر کہا۔''بس پجاری جی وہ آتمائیں چلی جائیں اور وہ کوٹھا دوبارہ آباد ہوجائے یہ اچھا ہے میری۔''

پجاری رام کشن نے گردن ہلائی اور بولے۔

''بات یہ ہے کیدار ناتھ، اس کام کو وہ کرسکتا ہے جو فرصت میں ہو اور یہی کام کرتا ہو کیونکہ گھر بیٹھ کر یہ کام نہیں ہوگا......اس مکان میں جاپ کرنا ہوگی اور آتماؤں سے بات کرنا ہوگی اگر وہ خوشی سے نہ جائیں تو بھی ان کو بھگانا ہوگا یہ ایک لمبا چکر ہے اور تم جانو میں ہنومان کا بھگت ہوں ان کے دوار سے کب جاسکوں گا اس لئے میں تو نہیں کروں گا پرنتو تم کو نراش بھی نہیں کرتا تم کچھ سمجھ کر ہی میرے پاس آئے ہو کالی کے مندر میں ایک کالی کا بھگت ہے اس کا نام چرن کالی ہے میرا نام بتا دینا وہ کردے گا یہ کام بڑا ماہر کاریگر ہے اور کالی اس کی سہائتا کرتی ہے۔''

اور دونوں کالی کے مندر کو چل پڑے۔

چرن کالی شکل صورت سے ہی جادوگر نظر آتا تھا جسم پر گوشت نہ تھا چہرا لمبوترا سوکھا ہوا اور آنکھیں الو کی طرح گول گول جسم پر صرف ایک لنگوٹی اور ہاتھ میں ایک ٹیڑھی میڑھی لکڑی اس لکڑی پر لال اور پیلا رنگ کیا ہوا گوپی تو اس کی شکل دیکھ کر ہی ڈر گیا۔

چرن کالی پوری بات سن کر بولا۔''ہوجائے گا۔چنتا کی بات نہیں ہے۔پر ہماری مانگ پوری کرنا ہوگی۔''

کیدار ناتھ بولا۔''آپ کی مانگ تو بتا دیں۔''

چرن کالی نے کالی کے مندر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔''ہم تو کالی کے بھگت ہیں پہلے اس کو خوش کرتے ہیں۔ایک کالا بکرا اس کے چرنوں میں بھینٹ کرو اس کے بعد ہماری مانگ یہ ہے کہ خرچ پانی کے علاوہ پورے ایک ہزار دان کرو اور اس مکان پر لے جاؤ ہمارے جاتے ہی آتمائیں خود بخود فو چکر ہوجائیں گی اور پھر نہیں آئیں گی اگر یہ منظور نہ ہو تو پھر ہمارے پاس دوبارہ ہرگز نہ آنا۔''

گوپی ہاتھ جوڑ کر بولا۔''مہاراج آپ کی سب مانگیں پوری کروں گا کام پکا ہو۔''

''اس کی چنتا نہ کر، ہم نے بڑی بڑی ضدی

آتماؤں کو لٹیا میں بند کر دیا ہے۔" اور چرن کالی کو لے کر گوپی ناتھ کولہاپور آ گیا اور دن میں ان کو کوٹھے پر لے گیا۔

چرن کالی نے دروازے سے اندر آتے ہی کالی کا ایک نعرہ مارا اور بولا۔ "بس تو جا اب ہماری تو یہاں گزرے گی ذرا جانکی بائی کا مجرا ہم بھی تو دیکھیں۔" گوپی ناتھ کے ساتھ تین آدمی اور تھے گوپی ان کو لے کر واپس چلا آیا۔ ان کے جانے کے بعد چرن کالی نے پورے گھر کا چکر لگایا اور ایک نرنجن کا نعرہ لگا کر مجرے والے کمرے میں آسن لگا کر بیٹھ گیا اور لکڑی کے سہارے دائیں ہاتھ کو لگا کر آنکھیں بند کر لیں اور کسی جاپ کا ورد کرنے لگا۔

شام ہوئی اور پھر رات ہوئی پورا گھر اندھیرے کی چادر میں لپٹ گیا جھینگروں کی آوازیں آنے لگیں اور ویران کمروں میں خوفناک سناٹا چھا گیا۔

رات کے ٹھیک بارہ بجے ہال کمرے میں روشنی ہوگئی اور پھر چرن کالی زمین سے اٹھ کر چھت پر لٹک گیا اس کی گردن میں ایک پھندہ پڑا تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے اس کو بڑے طریقہ پر چھت کی لکڑی میں لٹکا کر پھانسی دی گئی ہے اس رات جانکی بائی کے گانے کی آواز نہ آئی صرف چند منٹ روشنی ضرور دیکھی گئی۔

دس بجے دن میں گوپی دو تین آدمیوں کے ساتھ گھر کے اندر گیا تو ان کو چرن کالی چھت سے لٹکا ہوا مل گیا اور اس نے فوراً پولیس کو اطلاع کر دی اور پورا واقعہ بیان کر دیا بات تھانہ کچہری تک گئی ضرور مگر چونکہ اس کوٹھے کے متعلق سب جانتے تھے اس لئے بات داخل دفتر ہوگئی۔

اس واقعہ کے بعد اس کوٹھے کے متعلق اور زیادہ ہیبت ہوگئی۔ گوپی خود پریشان ہوا اب کیا کرے کئی اور سے اس نے مشورہ کیا مگر کوئی ایسا نہ ملا کہ جانکی بائی اور مرزا کی آتماؤں کو اس گھر سے بے دخل کرے کیدار ناتھ نے بھی کوشش کی مگر ناکام ہوا تو بولا۔

"گوپی تیری رقم تو سمجھ لے ڈوب گئی اب اور رقم اس پر مت لگا اور صبر کر لے۔"

"بھیا ایسا ہی لگتا ہے پر میں ہوں ذرا ضدی آدمی اتنی آسانی سے ہار تو نہیں مانوں گا۔" گوپی بولا۔

"یہ تو مجھے خبر ہے کہ تو ضدی ہے پر اب تو بچہ نہیں ہے کہ تیری ضد باپو پورا کر دیں گے اب تو خود یہ دیکھنا ہوگا کہ کس کام میں فائدہ ہے اور کس میں نقصان ہے۔"

"بھیا اب بات ہے میری ضد کی میں اس کوٹھے کو آباد کر کے ہی چھوڑوں گا۔ چاہے مجھے کتنا ہی خرچ کرنا پڑے۔" گوپی نے جواب دیا۔

"میری مان تو اس خیال کو دل سے نکال دے تیرا اس میں ہی فائدہ ہے کیونکہ تو دیکھ رہا ہے کہ کوئی اس کام میں ہاتھ نہیں ڈال رہا چرن کالی جیسا آدمی چوہے کی طرح مارا گیا کسی نے اس کی آواز تک نہیں سنی جبکہ کالی کے مندر کے لوگ بتاتے ہیں کہ کالی دیوی کا ہاتھ اس پر تھا اور وہ اس کا سیوک بھی تھا۔"

"اچھا اب میں دلی جا رہا ہوں بڑا شہر ہے وہاں ضرور کوئی ایسا مل جائے گا جو یہ کام کر دے گا۔"

اور گوپی ناتھ دلی آ گیا یہاں پر بھی اس کے آدمی تھے اس نے ان سے مشورہ کیا تو باس دیو شرما نے کہا۔

"آدمی تو ہے گرو، اگر کام کرنے پر راضی ہو جائے۔"

گوپی بولا۔ "نہ ماننے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔"

باس دیو شرما بولا۔ "بہت سی ہو سکتی ہیں گرو۔"

"کچھ بتائے گا بھی کہ گول گول بات کرے گا۔"

"مثلاً یہ کہ وہ کسی غلط کام میں ہاتھ نہیں ڈالتا اور کسی غیر قانونی کام کا سن کر بات نہیں کرے گا اور استاد برا نہ مانا ہمارا تمہارا کام تو سارا ہی غلط ہے اور تم اس مکان کو کوٹھا بناؤ گے۔ وہ شاید یہی اعتراض کر دے کہ تم کوٹھا نہ بناؤ۔" باس دیو بولا۔

"کیسا آدمی ہے۔ ارے اس کی کیا غرض کہ میں اس میں کیا کروں گا وہ کام کرے اور اپنا محنتانہ وصول کرے میں اس کو جو کہے گا دے دوں گا۔"

"تو پھر ایسا کرو کل سویرے اس کے دواخانے پر چلتے ہیں تم خود بات کر لو۔" باس دیو بولا۔

''دواخانے پر میں کوئی بیمار ہوں کہ دواخانے لے جارہا ہے۔'' گوپی بولا۔

''وہ آدمی وہیں پر ملتا ہے وہ حکیم بھی ہے۔'' باس دیو بولا۔

''اچھا اب حکیم بھی یہ کام کرنے لگے ہیں۔'' گوپی حیرت سے بولا۔

دوسرے دن وہ حکیم وقار کے سامنے موجود تھے۔ ردلوکا بھی حکیم کامل کے روپ میں ان کے سامنے موجود تھے۔ ردلوکا نے کہا۔

''آپ پوری بات بتائیں ہمارا کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی مشکل پوری ایمانداری سے بیان کریں اس میں اگر آپ کی کمزوریاں بھی ہوں غلطیاں بھی ہوں تو بیان کریں اس کے بعد ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ کام ہوگا کہ نہیں۔

اگر آپ غلط بیانی سے کام لیں گے تو آپ کو فائدے کے بجائے نقصان بھی ہوسکتا ہے یہ بات غور سے سن لیں۔'' گوپی نے ایسی عجیب بات پہلے نہیں سنی تھی بولا۔

''اچھا جی میں بتلائے دیتا ہوں۔'' اور اس نے مکان خریدنے سے لے کر چرن کالی کے مرنے تک پوری بات بتادی۔

ردلوکا نے پوچھا۔'' اب یہ بتائیں وہ مکان کس غرض سے آپ نے خریدا ہے۔''

''بات یہ ہے کہ میرا دھندہ ہی یہ ہے کہ شہر شہر ناچ گانے کے اڈے بناتا ہوں آپ یہ بتائیں کیا لیں گے میں آپ کی پوری فیس ادا کروں گا اس کی آپ فکر نہ کریں۔''

ردلوکا بولا۔'' تم غلط جگہ آگئے ہو ہندوستان میں اس قسم کا کام کرنے والے اور بہت آپ کو مل جائیں گے آپ ان کے پاس جائیں ہمارے پاس یہ کام نہیں ہوگا۔''

''آپ کو اس سے کیا کہ میں اس مکان کو کس مصرف میں لاؤں گا۔'' گوپی بولا۔

''غرض تو ہے آپ اس مکان کو ایک غلط کام کے لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں ہم آپ کے اس غلط کام کو جاری کرنے کے لئے معاونت نہیں کریں گے اس لئے کہ ہم کسی لالچ یا روپیہ کمانے کو یہ کام نہیں کرتے نہ ہم تم سے کچھ طلب کرر ہے ہیں۔'' ردلوکا نے تلخی سے جواب دیا۔

''اور اگر میں یہ کہوں کہ میں اس مکان کو اڈا نہیں بناؤں گا غیر قانونی اس میں نہیں کروں گا تو پھر آپ کا جواب کیا ہوگا۔''

''تو پھر ہم ان آتماؤں کو وہاں سے بھگادیں گے مگر آپ ایک بات یاد رکھیں کہ آپ کو اپنے وعدے کا پاس کرنا ہوگا اور کبھی بھی کوئی ایسا کام وہاں نہیں ہوگا اور اگر آپ نے اپنا وعدہ توڑا تو نقصان کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے حکیم صاحب آپ میرا کام کردیں، میں کوئی غلط کام وہاں نہیں کروں گا۔'' گوپی بولا۔

ردلوکا نے کہا۔'' ٹھیک ہے تم لوگ کولہاپور جاؤ میں آجاؤں گا۔''

گوپی اور باس دیو کے جانے کے بعد حکیم وقار بولے۔'' یہ تم نے غلط کام کرنے والے کا کیس کیوں لے لیا۔ مجھے یہ ماننے والا آدمی نظر نہیں آتا۔''

''آپ کا خیال درست ہے یہ مکان حاصل کرنے کو وعدہ کر گیا ہے مگر اس کے دل میں یہی خیال ہے کہ مکان مل جائے پھر دیکھا جائے گا مگر وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہوگا نہیں۔''

''تو تم جانتے ہو کہ وہ باز نہیں آئے گا۔'' حکیم صاحب بولے۔

''بات یہ ہے کہ کسی آبادی والی جگہ میں کوئی مکان اگر ایسا آسیب زدہ ہو تو اس سے مخلوق خدا کو خوف رہتا ہے اور لوگ اس سے متاثر ہوتے ہیں میں ہرگز یہ نہ چاہوں گا کہ مخلوق خدا کسی خوف میں مبتلا رہے ان روحوں کو وہاں رہنا زندہ انسانوں کے لئے کسی طرح مناسب بات نہیں ہے اور اس کے بعد اس سیاہ کار شخص کا معاملہ ہے تو وہ

صرف ایک جھٹکے میں باز آ جائے گا۔"

گوپی کے واپس آنے کے بعد باس دیو نے گوپی کو کہا۔ "گرو آپ نے کیسا وعدہ کرلیا۔ ہمارا تو دھندا ہی ایسا ہے کہ دنیا والے پسند نہیں کرتے کیا آپ دھندہ بند کرو گے۔"

گوپی مسکرا کر بولا۔ "تم بھی احمق آدمی ہو، ہر وعدہ وفا کرنے کو تو نہیں کیا جاتا۔ ارے بے وقوف پہلے کام ہو جائے پھر کیسا وعدہ، میرا نام گوپی ناتھ ہے گھاٹ گھاٹ کا پانی پی رکھا ہے میں نے شہر شہر پھرتا ہوں بھانت بھانت کے آدمی دیکھے ہیں۔ یہ حکیم دلی میں رہتا ہے روز کولہا پور تو نہیں آئے گا کہ دیکھے کہ مکان میں کیا ہو رہا ہے ابھی میرا ہاتھ چول میں پھنسا ہوا ہے نکل جائے پھر پوچھوں گا سو میں کتنی بیسی ہوتے ہیں۔"

"واہ گرو خوب کہی اور سمجھ میں بھی آتی ہے۔"

ان کے دلی سے واپس آنے کے دو روز کے بعد رولو کا کولہا پور آ گیا مگر وہ گوپی سے نہیں ملا اور سیدھا جانکی بائی کے کوٹھے کی طرف چلا گیا اور سارے دن اس بدنام بازار میں پھرتا رہا۔ وہاں پر پتہ چلا کہ جانکی بائی اور اس عاشق نواب کی آواز لوگوں نے سنی ہے اور ایک عورت نے بتایا کہ اس نے اکثر رات کے وقت جانکی اور اس کے عاشق نواب مرزا کو دیکھا ہے دونوں اپنی جوانی کے دور کے نظر آتے تھے۔ جانکی بائی اپنے دور کے مشہور گیت گاتی نظر آتی تھی اور مجرے والا کمرہ روشن نظر آتا تھا۔ گوپی ناتھ کی بات جہاں تک درست تھی لوگ اس کوٹھے سے ٹھیک دور رہتے تھے۔ دن کے وقت ایک دفعہ رولو کا مکان کے اندر بھی چلا گیا مکان میں گندگی تھی کاٹھ کباڑ بھرا تھا ویرانی تھی اور کمروں میں چمگادڑیں بھری تھیں در و دیوار پر وحشت برس رہی تھی مگر اس کے باوجود بھی مکان کی حالت خراب نہ تھی ہاں کہیں کہیں پر مرمت طلب ضرور تھا اور رنگ روغن اڑ چکا تھا اور اس بازار کے قلب میں تھا جو دھندہ یہاں ہوتا تھا اس کے لئے یہ مناسب ترین جگہ تھی تین دن تک حالات کا پوری طرح اندازہ کرنے کے بعد رات کو خاموشی سے وہ مکان کے اندر چلا گیا۔ پورا مکان اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا

۔ چمگادڑیں ہر کمرے دالان میں اڑ رہی تھیں اور جھینگروں کی ڈرا دینے والی آوازیں آ رہی تھیں اطراف کے کوٹھوں سے کسی گانے والی کی آواز آ جاتی تھی۔

اس کو پتہ تھا کہ رات کو محفل کس کمرے میں جمتی ہے وہ مجرے کے کمرے میں نہیں گیا اور رات بارہ بجے کا انتظار کرتا رہا۔ رات بارہ بجے اس نے دیکھا کہ بجرا ہال روشن ہو گیا اور سازندوں کی آوازیں آنے لگیں اور پھر جانکی کی پیار بھری آواز سنائی دی۔

"نواب صاحب اب آ جائیے اور نہ انتظار کرائیے دیکھئے سب آ گئے ہیں۔"

پھر نواب مرزا کی آواز آئی۔ "آ رہا ہوں آپ استاد سے کہیں وہی کل والی غزل ہو گی۔"

اور پھر ہال کمرے سے بڑی سریلی آواز ابھری یہ آواز جانکی بائی کی تھی وہ بڑی مہارت سے غزل گا رہی تھی اور سازندے اس کا ساتھ دے رہے مرزا کی آواز بار بار آ رہی تھی اور وہ واہ واہ کر رہے تھے رات کے سناٹے میں یہ غزل اور مرزا دے رہی تھی جانکی بائی کی آواز اور فن گائیکی کی مہارت سننے والے کو بے خود کئے دے رہی تھی رولو کا نے پوری غزل کمرے کے باہر کھڑے ہو کر سنی اور وہ داد دیئے بنا نہ رہا اور کمرے کے اندر چلا گیا اور با آواز بلند جانکی بائی سے بولا۔

"تم واقعی ایک لاجواب فنکارہ ہو، بہت خوب تم نے غزل گائی اگر غزل کے شاعر زندہ سنتے تو وہ بھی تم کو ضرور داد دیتے۔ اس کے آخری جملے کے ساتھ ہی جانکی کھڑی ہو گئی اور اس کا شفاف بدن ہوا میں لہرانے لگا اور اس کی پشواج (ناچنے کا لباس) ہوا میں اڑنے لگی حالانکہ وہاں پر ہوا کا گزر نہ تھا۔

نواب مرزا کی قہر آلود آواز آئی۔ "یہ کون بے ادب ہے اس طرح کسی کی خلوت میں آ گیا ہے۔"

جانکی بائی نے کہا۔ "اے بے ادب تو کون ہے تجھے اپنی زندگی عزیز نہیں تو نہیں جانتا کہ میں جانکی ہوں جو زندگی میں بڑے بڑوں کو منہ نہیں لگاتی تھی۔"

رولوکا نے اطمینان سے جواب دیا۔ ''اے گناہ گار عورت تو نے زندگی گناہ آلود گزاری زندگی بھر رزق حرام سے اپنے پیٹ کا دوزخ بھرا زندگی بھر لوگوں کے دلوں کو دکھایا ان کو تڑپایا اور خود سکون پاتی رہی لوگوں کی دولت لوٹتی رہی اور پھر بھی ان کے ساتھ بے اعتنائی برتتی رہی۔ تجھے اندازہ ہے کہ تجھے کبھی نہ کبھی اپنے پیدا کرنے والے کے پاس جانا ہوگا یہ دنیا دائمی ٹھکانا نہیں ہے جانا تو پڑے گا کس منہ سے جائے گی۔ کیا جواب دے گی کون تیری سفارش کرے گا کون سا تیرا کام تیرے اور پیدا کرنے کے درمیان تیرا بچاؤ کرے گا۔ یہ تیرا کوٹھا ہے گا نہ یہ دنیا اس وقت کیا ہوگا۔''

''اور تو کہ تجھے اللہ نے نوازا تھا۔'' رولوکا نواب سے مخاطب ہوا ''تجھے دولت دی اقتدار دیا اور ایک عورت دی جو کہ تیری بیوی تھی تیری خدمت گزار تھی تو نے اس کو کیا دیا تو نے اللہ کی دی ہوئی دولت سے کسی ضرورت مند کی کیا مدد کی تو نے خود اپنی ذات کی خوشی کی خاطر وہ ساری دولت ایک ایسی عورت پر لٹا دی جو زندگی بھر تجھے بے وقوف بناتی رہی تیری دنیا اس نے خراب کردی اور تجھے ذلیل کرتی رہی۔ ارے بے وقوف تو نے زندگی بھر اس کی تجوری بھری اور وہ وفادار نہ ہوئی تو اب کیا ہوگی۔''

پھر رولوکا زور سے بولا۔ ''رک جا جانکی کہاں ہے میری بات ختم نہیں ہوئی میں کوئی جادوگر یا بہروپیہ نہیں ہوں کہ تو مجھے جل دیکر بھاگ جائے اس گھر کے چاروں طرف روح کے شکاری موجود ہیں تجھے اس اذیت میں مبتلا کردیں گے کہ تو اوپر جانے کو ترسے گی تیری ساری ادائیں اور فنکاری ان کو متاثر نہیں کرے گی۔ تیرا وقت ختم ہوا تو مر گئی پھر زمین سے اپنا رشتہ ختم کر تیرا کچھ یہاں پر نہیں ہے۔''

جانکی کی خوف میں ڈوبی آواز آئی۔ ''میری زندگی بھر کی کمائی اس مکان میں دفن ہے میں اس کو کیسے چھوڑ دوں گی اس کی خاطر تو میں اب تک ہوں وہ میں نے اپنی لڑکیوں تک کو نہیں دی۔''

رولوکا بولا۔ ''یوں بول کہ نواب مرزا کی جاگیر اس مکان میں دفن ہے اور تو اس پر پہرہ دے رہی ہے مگر یہ تو بتا وہ تیرے کس کام کی ہے تو اس کا کیا کرے گی دنیا کی دولت زندہ انسانوں کے کام آتی ہے تیرا حق اس پر مرنے کے بعد نہیں رہا تیرا خیال خام ہے کہ وہ تیری ہے مجھے بتا کہ وہ کس مقام پر ہے تا کہ اس کو کسی نیک مقصد سے استعمال کیا جائے شاید کہ تیرے اس نیک قدم سے تیرے لئے کچھ گنجائش نکل آئے کیونکہ تیرے اعمال تو اس قابل نہیں ہیں۔''

نواب مرزا کی آواز آئی۔ ''بتا دے جانکی یہ شخص ہمارا ہمدرد معلوم ہوتا ہے۔''

جانکی کی آواز آئی۔ ''زینے کے نیچے ایک اور زینہ ہے اور وہاں ایک کمرہ ہے اس میں ہے۔''

رولوکا بولا۔ ''تو نے بڑی عقل مندی کی شاید تیری زندگی کا یہ پہلا نیک قدم ہے اب تو اپنے رب کی طرف پرواز کر جا تجھے کوئی نہیں روکے گا پہرہ ختم ہوا۔''

''او مرزا تو بھی اب جا، تیری محبوبہ چلی گئی اب تیرا یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔''

''تم نے درست کہا میرے ہمدرد میں بھی جاتا ہوں۔'' اور ہر طرف خاموشی چھا گئی اور رولوکا واپس ہوا۔

سویرے وہ گوپی کے سامنے تھا گوپی کے اڈے کے سب نامی گرامی بدمعاش اس کے ارد گرد تھے گوپی رولوکا کو دیکھ کر بولا۔ ''آؤ حکیم صاحب بولو کب سے کام کر رہے ہو۔''

رولوکا نے ان تمام لوگوں پر نظر ڈالی اور کہا۔ ''تم ان سب کو رخصت کردو پھر بات کرو پردے کی بات اس طرح نہیں کی جاتی۔''

گوپی ناتھ بولا۔ ''یہ سب اپنے ہی ہیں ان سے کیا پردہ آپ بات کریں۔''

رولوکا بولا۔ ''تم غلط انداز میں سوچتے ہو یہ سب روپے کے غلام ہیں تمہارے دوست نہیں ہیں۔''

سب کے چہرے بگڑ گئے ایک گرج کر بولا۔''

ارے تو کون ہے؟ ہم جان نچھاور کرنے والے لوگ ہیں۔ ذرا زبان سنبھال کر بات کرنا۔"

رولوکا بولا۔ "تم وہ ہو جو گوپی کے نام پر ان عورتوں سے وصول کرتے ہو جو گوپی کی خریدی ہوئی ہوتی ہیں اور اس رقم میں سے آدھی گوپی کو دیتے ہو اور آدھی خود رکھتے ہو۔"

وہ چیخ کر بولا۔ "تم جھوٹے ہو میں پوری رقم دیتا ہوں تمہارے پاس اس کا ثبوت کیا ہے۔"

"اس کا ثبوت گوپی خود حاصل کرے گا کل تم نے رقم وصول کی ہے جو کہ ڈھائی ہزار بنتی ہے اور تم نے صرف ایک ہزار روپے گوپی کو بتائی ہے۔ گوپی ان عورتوں سے پتہ کرے گا اور میزان لگائے گا۔"

اب گوپی کے کان کھڑے ہوئے۔ بولا۔ "تم کو یہ بات کس طرح پتہ چلی۔"

"تمہارے آدمیوں میں میرے جاسوس ہیں میں کئی روز سے کولہا پور میں ہوں اور تمہاری نگرانی کر رہا ہوں، مجھے ہر ایک کے بارے میں پتہ چل چکا ہے۔"

گوپی بولا۔ "میں اس بات کو نہیں مانتا تم یہ بتاؤ تم کو کس نے یہ سب کچھ بتایا ہے۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "میرے جاننے کے ذرائع اس نوعیت کے ہیں کہ تم نہیں سمجھ سکتے تم میری بات کو سچ مان لو اور اگر نہ مانو تو اپنے طور پر تحقیقات کرو۔"

گوپی بولا۔ "وہ تو میں کروں گا مگر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کالی بھیڑ کون ہے۔"

"تم اس بھیڑ تک نہیں جا پاؤ گے یہ بات تمہاری سمجھ میں آ جائے گی، یہ بات اپنے ذہن سے نکال دو اس دنیا میں ہزاروں باتیں ایسی ہیں کہ جن کو آدمی کا ذہن قبول نہیں کرتا مگر وہ ہیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"ہاں یہ تم نے درست کہا۔ اب یہ بتاؤ کام کب شروع کر رہے ہو۔"

رولوکا نے کہا۔ "اپنے آدمیوں کو باہر کرو اور پھر بات کرو۔"

گوپی چند منٹ خاموش رہا اور پھر اس نے سب کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور سب باہر چلے گئے ان کے جانے کے بعد رولوکا بولا۔ "گوپی انسان جب پیدا ہوتا ہے تو وہ پوتر ہوتا ہے اس کا اعمال نامہ صاف ہوتا ہے اس پر کوئی دھبہ نہیں ہوتا مگر عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اعمال نامے کے کاغذ پر اس کے بارے میں رپورٹ درج ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اچھے کام کرتا ہے تو اچھی رپورٹ اور اگر برے کرتا ہے تو بری رپورٹ، اس کا تحریر کرنے والا ذرا سی غلطی نہیں کرتا مرنے کے بعد وہ رپورٹ اس کے روبرو آ جاتی ہے جو اس جہان کا مالک مختار ہے تم اس کو بھگوان کہو ایشور کہو خدا کہو گرو کہو اس کے بہت نام ہیں اس کو بہت طریقوں پر مانا جاتا ہے مگر ہر راستہ اس کی طرف ہی جاتا ہے کوئی سیدھا اور آسان راستہ اختیار کرتا ہے کوئی دشوار سب وہیں پر جاتے ہیں یہ انسان کی اپنی سمجھ پر ہے کہ وہ کون سا راستہ اختیار کرے اس کے لئے مہلت دی گئی ہے راستہ دکھانے والے بھی موجود ہیں مگر وہ ان سے رجوع نہیں کرتا جو کرتا ہے فائدے میں رہتا ہے۔"

گوپی بولا۔ "حکیم صاحب آپ کی بات سمجھ میں تو آتی ہے مگر میرے کیس سے اس کا کیا تعلق ہے یہ سمجھ میں نہیں آیا۔"

رولوکا بولا۔ "ذرا غور کرو تعلق تو بنتا ہے میں جانتا ہوں کہ تم اس مکان کا کیا مصرف کرو گے اور اس لئے کرو گے کہ تم اس کے ذریعہ اپنے گھناؤنے کاروبار کو وسعت دو اور دولت کماؤ دولت کسی کے کام آنے والی چیز نہیں ہے زندگی میں دولت کی طلب بڑھتی جاتی ہے جتنی بھی آ جائے مگر طلب پھر بھی رہتی ہے اور وہ سب دولت مرنے کے بعد دنیا میں رہ جاتی ہے اور پھر وہی دولت آتما کو اوپر جانے سے روکتی ہے اور آتما زمین پر رک جاتی ہے آتما زمین پر ہو تو تم جانتے ہو کتنی اذیت میں رہتی ہے۔ ان بھٹکتی ہوئی آتماؤں کو کالی شکتی کے ماہرین اپنا غلام بنا لیتے ہیں اور ان سے اپنے گھناؤنے کام کرواتی ہیں۔ نرک کا ایندھن تو وہ پہلے ہی ہوتی ہیں۔ اس پر ایک اور نئی

آفت آجاتی ہے۔ جس طرح جانکی بائی کے ساتھ ہوا۔"

گوپی ناتھ نے جواب دیا۔ "اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "جانکی بائی نواب مرزا کی۔ پوری جاگیر کھا گئی اور نواب مرزا اس کا عاشق پھر بھی اس کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوا، اس کے پاس ذلیل ہوتا رہا اس کی جھڑکیاں برداشت کرتا رہا۔

جانکی نے اس جاگیر کو اس مکان میں دفن کردی وہ دولت اسی مکان میں دفن ہے پھر بھلا وہ اس کو چھوڑ کر کہاں جانے والی تھی اور نواب مرزا تو اس کا عاشق وہ بھی اس کے ساتھ رہا اور اس مکان کو رات میں آباد رکھا مخلوق خدا کو ڈر وخوف میں مبتلا کردیا اور تم نے دولت کے لالچ میں حالانکہ تم کو پتہ نہیں کہ نواب کی دولت اس مکان میں ہے اس مکان کو خرید لیا وہ دولت کس مقام پر ہے یہ صرف میں جانتا ہوں۔"

گوپی ناتھ نے رولوکا کی باتیں حیرت سے سنیں اور بولا۔ "حکیم صاحب آپ نے تو بہت سی نئی باتیں اس مکان کے بارے میں بتلا دیں۔ آپ کو کس طرح پتہ چلا۔"

"تم نے پھر وہی سوال کردیا میرے اپنے ذرائع ہیں۔ اپنا طریقہ ہے ایک بات اور نئی تم کو بتاتا ہوں۔ نواب مرزا کی جو دولت جانکی بائی نے اپنی چالاکیوں سے حاصل کی تھی وہ اس کے کسی کام نہ آئی اور نہ اس کی اولاد کو ملی وہ دولت نواب مرزا کے صرف اتنی کام آئی کہ انہوں نے جانکی کے ساتھ کچھ روز عیش کر لئے اور جانکی کی توجہ اپنی طرف کر لی میرا خیال ہے شاید وہ دولت نواب مرزا کے آباؤ اجداد نے کسی کا دل دکھا کر یا کسی غلط طریقہ پر حاصل کی تھی یہ میرا خیال ہے غلط بھی ہوسکتا ہے۔ انسان کے کام صرف وہ روپیہ آتا ہے جو جائز طریقہ پر حاصل کیا جائے حرام کی دولت سانپ کے مانند ہوتی ہے۔"

"حکیم صاحب آپ بڑی ہیبت ناک باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے یہ بتائیں وہ آتمائیں کب جائیں گی۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "وہ دونوں تو جاچکی ہیں اب اس وقت مکان صاف ہے کوئی ڈر نہیں ہے مگر ایک دنیا کی خطرناک ترین چیز موجود ہے۔"

گوپی بولا۔ "وہ کیا ہے؟"

رولوکا نے کہا۔ "وہ ہے نواب مرزا کی دولت۔ وہ اتنی خطرناک ہے کہ اس نے نواب کی زندگی برباد کردی اس کو نواب سے غلام بناڈالا اس نے جانکی کو بدروح بناڈالا۔ اس نے اس مکان کو ویران کردیا اور وہاں کے رہنے والوں کو خوف میں مبتلا کردیا اس دولت کی طلب کرنے والے کا بھی وہی حشر ہوگا جو کہ نواب کا ہوا۔" رولوکا نے بات ختم کی۔

"تو پھر اس کا کیا کریں آپ نے تو عجیب باتیں بتائیں ہیں۔"

"اس کا آسان حل ہے اور وہی تم کو کرنا بھی ہے اگر نہ کروگے تو چند دن میں تمہاری ہوا نکل جائے گی تمہارے سارے دھندے ختم ہوجائیں گے۔ بمبئی اور کلکتہ اور کولہاپور کے تمہارے ساتھی سب ہوا ہوجائیں گے۔" رولوکا نے کہا۔ گوپی ناتھ ڈر کر بولا۔ "آسان حل تو بتائیں۔"

"وہ آسان حل یہ ہے کہ تم ان سب کاموں کو چھوڑ دو جواب تک کرتے رہے ہو تم خود محسوس کروگے کہ تم کتنے سکون میں ہو تمہارا دل سکون محسوس کرے گا تم اپنا گھر بساؤ گے جہاں پر تمہارے پیارے پیارے بچے ہوں گے محبت کرنے والی بیوی ہوگی تم اپنا جائز کام کر کے جب گھر آؤ گے تو وہ تم کو دیکھ کر مسکرائے گی اور تمہاری دن بھر کی تھکن اس کی یہ مسکراہٹ اتار دے گی۔ یہی زندگی ہے۔"

"آپ نے حکیم صاحب مجھے کتنا سندر سپنا دکھایا ہے کاش ایسا ہوجائے۔" گوپی ناتھ بولا۔

"یہ مشکل نہیں ہے صرف تمہاری توبہ کی ضرورت ہے۔ ختم کردو سب دھندے اور اپنی حرام کی دولت ان ہی لوگوں کو دے دو جن کے ذریعہ تم نے کمائی ہے اپنے پرانے اڈوں سے رشتہ ختم کردو اور اپنے من کو شانتی دو شاید کچھ

وقتی پریشانیاں تم کو ہوں مگر کچھ نہیں ہوگا تمہاری مدد تمہاری توبہ کرے گی اور تم تمام مشکلات سے جیت جاؤ گے تم نیکی کی طرف قدم بڑھاؤ گے تو نیکی بھی تمہاری طرف آئے گی۔" ردلوکا نے جواب دیا۔

"آپ بتائیں میں کیا کروں۔" گوپی ناتھ نے پوچھا۔

"تم اپنے سب آدمیوں کو بلا کر ان کو خود سے الگ کردو اور ان کا حساب کردو وہ سب تمہاری بات مان لیں گے۔"

گوپی سوچتے ہوئے بولا۔ "ان میں ایک سے بڑھ کر ایک کائیاں ہے اور سب جرائم کی دنیا کے ہیں وہ اتنی آسانی سے ماننے والے نہیں ہیں وہ میرے دشمن ہو جائیں گے اور وہ پولیس افسران جو ہم سے وصولی کرتے ہیں وہ بھی میرے خلاف میدان میں اتر آئیں گے کس کس سے میں لڑوں گا، بڑا مشکل راستہ آپ نے بتایا ہے۔"

ردلوکا نے جواب دیا۔ "گوپی ناتھ مشکل تو ہر جگہ ہے مگر تم کو ہمت کرنا ہوگی پھر تم خود اندازہ کرو گے کہ کتنی آسانی سے تم نے فتح پائی ہے۔"

"حکیم صاحب میرے دل میں آپ کی بات بیٹھ گئی ہے، میں وہی کروں گا جو آپ نے کہی ہے اگر میری جان بھی اس راہ میں کام آ جائے تو بھی، میں اندھیرے میں سفر کر رہا تھا اب روشنی کی کرن نظر آ رہی ہے۔ میں اس کرن تک جاؤں گا۔"

دوسرے ہی دن گوپی نے کولہا پور کے تمام کارندوں کو بلا کر اعلان کر دیا کہ وہ اب اس کاروبار کو بند کرتا ہے اور جو کچھ سرمایہ ہے وہ تم کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہو آپس میں تقسیم کر لو میرا حصہ بھی تم رکھ لو۔"

گوپی حیران رہ گیا کہ اس کے کسی آدمی نے اعتراض نہیں کیا ردلوکا کے کارندے ان کے سروں پر تھے۔ اس طرح اس نے سب اڈے بند کر دیئے اور غیر قانونی اور حرام کام سب چھوڑ دیئے۔

وہ مکان اب بھی بند تھا۔ ہر کام ردلوکا کی مرضی سے ہو گیا تو ردلوکا نے کہا۔ "دیکھا تم نے کتنی آسانی سے یہ سب کر لیا تم نے قدم نیکی کی طرف بڑھایا ہے اور آگے جانا ہے اس لئے آؤ میرے ساتھ وہ نواب مرزا کی دولت تمہارا انتظار کر رہی ہے تم اس کے مالک ہو وہ مکان تمہارا ہے مگر اس دولت سے نیک کام کرنا فلاحی ادارے بنانا غریبوں کے لئے اسکول بنانا اور اس قسم کے کام کرنا۔ تم دیکھو گے کہ تم کتنے سکون میں رہتے ہو روشنی کی کرن تم تک خود آ جائے گی۔"

اور گوپی ناتھ کی کایا پلٹ ہو گئی۔ آج گوپی ناتھ کولہا پور کا بہت بڑا آدمی ہے ہر شخص اس کا نام عزت سے لیتا ہے۔ پوری روداد سننے کے بعد حکیم وقار بولے۔

"تم نے نواب کی دولت کی خوفناک کہانی کیوں سنائی۔"

ردلوکا مسکرا کر بولا۔ "اس لئے کہ گوپی اس کے لالچ میں نہ آ جائے۔"

"اس کا مطلب ہوا گوپی ناتھ تو آسانی سے تمہاری بات سمجھ گیا تھا۔" حکیم وقار نے کہا۔

"برے آدمی کے اندر بھی نیکی تو ہوتی ہے یہ دوسری بات ہے کہ اس کے ماحول نے یا حالات نے اس کو غلط راہ پر ڈالا ہوا ہوتا ہے اور وہ اس پر چلتا رہتا ہے اس کی اس نیکی کو ابھارنے اور باہر لانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے کوشش کی اور وہ سمجھ گیا۔"

☆......☆......☆

"انسان بہت کچھ جان گیا ہے اور بہت کچھ جاننا باقی ہے، یہی ہزاروں سال سے ہوتا آ رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ بہت بڑے بڑے سائنسدان اور نئی نئی ایجادات کرنے والے دنیا کو نئی باتیں بتانے والے بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ سب کچھ جانتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کائنات اتنی بڑی ہے کہ انسانی ذہن اس کے آخری سرے تک نہیں پہنچ پاتا۔"

ردلوکا نے حکیم وقار کو جواب دیا۔

حکیم وقار بولے۔ "تم نے ہزاروں قسم کے تجربات کئے۔ نئے نئے اور بھانت بھانت کے لوگوں سے واسطہ

پڑا،تمہارے تجربے کے خزانے میں اضافہ ہوا۔کیا ابھی بھی کوئی گوشہ زندگی ایسا ہے جو تمہاری نظر سے دور ہو؟"

رولوکا نے جواب دیا۔"کسی کی عقل اور دماغ کی کمزوری کا یہ ثبوت ہے کہ وہ قدرت کی کاریگری کا انکار کرتے ہیں۔ان کو یہ احساس نہیں کہ دنیا میں بہت کچھ ہے ناممکن نظر آنے والا معاملہ بھی ناممکن نہیں ہوتا سنگ پارس دیکھنے پر ایک بے کار پتھر نظر آتا ہے مگر ایسا نہیں ہے۔کیمیا گری کو ناممکن قرار دینے والے بھی آخر میں مان گئے کہ لوہے کو سونا بنایا جاسکتا ہے۔صاحب علم اور پوری دسترس رکھنے والے لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ کیمیا گری اور سنگ پارس کی کیا صفات ہیں۔اسی طرح زندہ انسانوں کی خصوصیات ہیں لوگ پیدا ہوتے ہیں ان کے بچے ہوتے ہیں اور مر جاتے ہیں نہ انہوں نے دنیا کی اور اس میں بسنے والی مخلوق کی کچھ بھلائی کی بلکہ اپنی زندگی جئے اور مر گئے۔بات یہاں تک بھی درست ہے نہ کسی کو زحمت دی نہ خود کسی کے کام آئے یہ لوگ وہ ہیں جو کسی کو یاد نہیں رہتے روزانہ ہزاروں مرتے ہیں اور دفن ہو جاتے ہیں۔یاد ان کو رکھا جاتا ہے جو کچھ کر کے جاتے ہیں جو غیر معمولی ہوتے ہیں۔"

حکیم وقار بولے۔"درست کہا۔ایک کہیں تمہارا انتظار کر رہا ہے پنجاب کے لوگ ہیں ان سے ملاقات کرلو۔"

"آپ حکم کریں گے تو ضرور ملاقات کروں گا۔" رولوکا بولا۔

"کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ تمہارا تعلق اودھ کے شہر لکھنو سے ضرور رہا ہے۔" حکیم وقار ہنس کر بولے۔

"افریقہ میں یوگنڈا سے سو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔اس کا نام چوگی ہے۔یہاں کے لوگ دوسرے علاقوں کے لوگوں سے زیادہ پسماندہ ہیں مگر ان میں تکلف کرنے کی روایات بہت قدیم ہیں۔خود بھوکے ہوں گے مگر کھانے میں تکلف کریں گے اور دوسروں کو کھلا دیں گے۔میرا وہاں جانا ہوا ہے۔"

"اسی لئے تم میں وہاں کے اثرات ہیں، ہم دلی والے لوگ تکلف کہاں کرتے ہیں اور میں سہارن پور کا ہوں اکھڑ اور بے تکلف۔" حکیم وقار نے کہا۔

"ایسا لگتا ہے۔وہاں پھر بھی پنجاب کے اثرات پائے جاتے ہیں۔" رولوکا بولا۔

"ہاں، پنجاب کے لوگ دو اور دو چار جانتے ہیں کسی تکلف میں نہیں پڑتے ان کی بعض باتیں تکلیف دہ لگتی ہیں مگر ان کا کلچر وہی ہے۔" حکیم وقار نے کہا۔

"وہ کھانے اور کھلانے کے بھی شوقین ہوتے ہیں ہر مقام پر کھاتے ہیں اس معاملہ میں ذرا نہیں شرماتے اور نہ تکلف کرتے ہیں اور اہتمام کی ضرورت بھی نہیں جہاں بھوک لگی کھانے لگے۔" رولوکا نے کہا۔

"بھوک کے وقت جو کچھ کھایا جائے وہی بدن کو لگتا ہے۔" حکیم وقار نے کہا۔

"آپ اپنے مریض کو تو بلائیے۔" رولوکا نے کہا۔

حکیم وقار نے اشارہ کیا اور چند منٹ کے بعد ایک شخص ان کے سامنے آکر بیٹھ گیا وہ ایک نہایت تندرست آدمی تھا، چہرے پر کالی داڑھی اور سر پر بڑی سی پگڑی تھی۔ جسم توانا اور مضبوط عمر چالیس کے لگ بھگ تھی۔

حکیم وقار کے سوال پر اس نے اپنا تعارف کرا دیا۔

"میرا نام جوگندر سنگھ ہے جی اور میں بھٹنڈر کے قریب ایک گاؤں ہے گھوڑے والی مگر اب اس کا نام پنڈ سورن سنگھ ہے،سورن سنگھ میرے باپ کا نام ہوا کرتا تھا ان کے نام پر ہی گاؤں کا نام ہے۔

میرا باپ فوجی تھا۔اس نے انگریز فوج کی بڑی خدمت کی، برما کے محاذ پر بڑی بہادری دکھائی میری ماں سمجھدار عورت تھی اس نے میرے باپ کی کمائی سے گاؤں میں زمین خریدی،اس زمانے میں زمین مہنگی نہ تھی،بس وہ خریدتی رہی اور پھر میرا باپ اپنی ایک ٹانگ برما میں گنواں کر آ گیا اس کو بھی انعام کے طور پر زمین ملی کچھ میری ماں پہلے ہی خرید چکی تھی تو، بس یہ سمجھ لو کہ میرا باپ اس گاؤں کا زمیندار بن گیا اس نے اپنی زندگی میں بڑی

ایمانداری اور محنت سے زمینداری کی کسی غریب کو دکھ نہیں دیا۔ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا، ہمارے گاؤں کی پیداوار بڑے بڑے گاؤں سے زیادہ ہوتی تھی۔

ہاری کسان دل لگا کر محنت کرتے تھے میرا باپ ان کے دکھ سکھ میں ہر وقت شامل ہوتا تھا، میری ماں پورے گاؤں کی بھرجائی تھی ہر عورت مرد اس کی عزت کرتے تھے اور وہ بھی سب کے کام آتی تھی۔ شادی اگر ایک کی ہوتی تو سب اس میں شریک ہوتے اور سب مل جل کر ہر کام کرتے پورا گاؤں ایک خاندان کی طرح تھا کبھی کوئی جھگڑا نہ پریشانی۔

لو جی پھر میرے باپ کا بلاوہ آ گیا اور وہ اوپر والے کے پاس چلا گیا۔

میں چاروں بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں۔

باپ کی ذمہ داری میرے سر آ گئی۔

میں نے اپنے باپ سے جو سیکھا تھا وہی میں نے کیا، میرا باپ اور ماں ہر ایک سے محبت کرتے تھے میں نے بھی ان سے سیکھا تھا اس لئے میرا دستور بھی وہی رہا۔

بے بے زندہ تھی نام تو میرا تھا مگر حکم اس کا ہی ہوتا تھا۔

مگر پھر اس کا بھی وقت آ گیا اور وہ بھی چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد ساری ذمہ داری مجھ پر آ گئی۔

میری ماں نے اپنے بیٹوں کی ایسی تربیت کی تھی کہ میرے بھائی مجھے باپ کا درجہ دیتے تھے اور دیتے ہیں، ان کی بیویاں بھی کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کرتیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ بے بے نے ان سب کے لئے ایک جیسے اور ساتھ ساتھ ایسے گھر بنائے تھے کہ وہ الگ الگ ہونے پر بھی ایک ساتھ تھے اور سب سے بڑا رشتہ جو کہ ماں نے ان کے دلوں میں ڈالا تھا وہ محبت کا رشتہ تھا۔ میری ماں نے پورے خاندان کو ایک نظر نہ آنے والی رسی میں باندھ دیا تھا اور وہ رسی محبت کی رسی تھی جی۔''

رولو کا بولا۔ ''واہ کتنی پیاری بات تم نے کر دی۔''

حکیم وقار نے کہا۔ ''تمہاری ماں ایک عظیم عورت تھی جس نے اپنی ڈیوٹی پوری کی۔''

جوگندر سنگھ نے جواب دیا۔ ''میرے باپ کو زمیندار بنانے میں میری ماں کی ذہانت کا دخل تھا۔''

رولو کا نے کہا۔ ''سردار صاحب آپ اپنی روداد سنائیں اور اپنا مقصد بھی بتائیں۔''

سردار جوگندر سنگھ نے اپنی بات شروع کی۔

''دولت اور اس کا حصول ہر زمانے میں انسان کو انسانیت محبت اور بھائی چارے سے دور کرتا رہا ہے ہر علاقے میں ایک ہی طرح کے حالات رہے ہیں پورے ہندوستان میں کسی علاقے پر نظر ڈالیں دولت کی خاطر بھائی نے بھائی کو مارا ہے یوں تو کہا یہ جاتا ہے کہ زن، زر، زمین فساد کی بنیادی وجوہات ہیں مگر میں کہتا ہوں ان تینوں وجوہات میں سب کی سردار وجہ زر ہے۔

زر سے عورت اور زمین دونوں کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح دنیا میں فساد کی جڑ دولت ہے، نیلے پیلے نوٹ انسان کے دماغ کو الٹ دیتے ہیں، وہ ان کی طرف دوڑتا ہے، راہ میں کون ہے؟ اس کو نظر نہیں آتا۔ وہ بھائی، بہن اور ماں، باپ تک کو روندتا کچلتا گزر جاتا ہے، اسی دولت کی خاطر انسان اپنے ضمیر کا سودا کر لیتا ہے ایمان کا سودا کر لیتا ہے، انسانیت کے سارے رشتے ناطے وہ بھول جاتا ہے، ساری عمر وہ دوڑتا رہتا ہے اور اگر کبھی وہ اس کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کو دی گئی مہلت ختم ہو چکی ہوتی ہے، موت کا فرشتہ کہتا ہے۔ ''چل تیرا وقت تمام ہوا۔'' پھر وہ پوچھتا ہے کہ ساری عمر جس چیز کو حاصل کرنے کے لئے بھاگتا رہا، وہ تو یہاں رہ گئی وہ میرے کس کام آئی کاش میں نے اس کی خواہش نہ کی ہوتی۔

ہر شخص جانتا ہے کہ موت برحق ہے، مرنا تو ہے مگر اس کے باوجود وہ دولت کے لئے دیوانہ ہوتا ہے، ہر دور میں ایسا ہی ہوا ہے، ہر دور کے بزرگ کہتے آئے ہیں کہ زمانہ بہت برا آ گیا ہے۔

انسان بہت بگڑ گیا ہے، بے حیائی بڑھ گئی ہے۔ شرم حیا ختم ہو رہی ہے اور انسانی کرتوتوں کی بدولت پیداوار گھٹ رہی ہے۔

ہزاروں لاکھوں سال پہلے کے زمانے میں بھی اور آج کے زمانے میں بھی دولت کی خاطر قتل ہو رہے ہیں مگر دولت کو دنیا میں چھوڑ کر سب کے سب مر گئے۔ دولت ان کے کچھ کام نہ آئی پھر بھی اس سے کسی نے کوئی سبق نہیں لیا اور یہ دوڑ آج بھی جاری ہے۔''

پنجاب میں ایک قدیم شہر بٹھنڈا ہے اس کے اطراف میں کئی دیہات ہیں، زمین زرخیز ہے اور لوگ محنتی ہیں، گھوڑے والی ایک دیہات میں سردار سورن سنگھ کا مکان ہے یہ مکان ان کے دادا کے زمانے کا ہے بہت بڑا کھلا کھلا رہائشی جگہ ہے سورن سنگھ اپنے باپ کی اکلوتی اولاد تھے۔ ان کے باپ بھی اکلوتے تھے۔ مگر سردار سورن سنگھ کے چار لڑکے تھے۔ بچے چھوٹے تھے اور جنگ کا زمانہ تھا۔ گاؤں، گاؤں بھرتی ہو رہی تھی اور نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کیا جا رہا تھا۔ اس زمانے کے لحاظ سے کھانا کپڑے کے علاوہ تنخواہ بھی معقول تھی۔ سورن سنگھ اکیلا بندہ تھا اس نے بیوی سے مشورہ کیا۔

''پتہ نہیں آگے حالات کیسے ہوں تھوڑی زمین ہم کو روٹی نہیں دے رہی آگے چار بچے ہیں کیوں نا کچھ ان کے لئے کما لیا جائے سرکاری نوکری ہے۔'' بیوی راضی ہوگئی اور سردار سورن سنگھ فوج میں بھرتی ہو گیا اور برما چلا گیا۔

سورن سنگھ کی بیوی بڑی ہوشیار عورت تھی اور اس کا باپ نہایت ایماندار آدمی تھا، وہ رہتا تو بیٹی کے پاس تھا مگر کھانا اپنا تھا وہ کہتا۔'' میں تیری اور بچوں کی دیکھ بھال کو دیتا ہوں مگر ہوں تو تیرا باپ، بیٹی کا کھاؤں گا نہیں بلکہ کھلا دوں گا۔'' اس زمانے کے بزرگ ایسے ہی ہوا کرتے تھے۔ سورن سنگھ تین، چار مہینے کے بعد رقم بھیجتا تھا اور وہ رقم پورے سو روپے ہوا کرتی تھی اس زمانے میں ہزاروں لوگوں نے سو روپے کا نوٹ نہیں دیکھا تھا۔ لوگ دور دور سے اس کے دیدار کو آتے تھے۔ بیوی جانتی تھی کہ یہ خرچ وہ کہاں کرے گی۔ لہٰذا اس نے باپ سے مشورہ کر کے زمین خریدنا شروع کر دی۔ جنگ کا زمانہ تھا ہر طرف افراتفری تھی، پیداوار ہو نہیں رہی تھی، زمینیں ویران پڑی تھیں، محنت کرنے والے لڑائی پر جا چکے تھے۔ نہایت کم قیمت پر کلدیپ کور نے زمین خریدنا شروع کر دیں اور سورن کے نام پر چڑھاتی گئی اس کے باپ نے بھی اس کی خوب مدد کی، گاؤں کے اطراف کی ساری زمین کلدیپ کور نے خرید ڈالی۔ جنگ جاری تھی سو روپے کی بھاری رقم آ رہی تھی۔ سورن سنگھ بہادری سے میدان جنگ میں ڈٹا ہوا تھا اور بیوی اس کی کمائی سے اس کی بنیادوں کو مضبوط کر رہی تھی پھر اس نے ایک بہت بڑا پلاٹ خرید کر چار مکانات بنوائے جگہ بڑی تھی ہر بیٹے کے لئے الگ الگ ہر چیز رکھی تا کہ ان میں آپس میں جھگڑا نہ ہو آخر بچوں کو بڑے تو ہونا تھا ان کی شادی بیاہ بھی کرنی تھی اور آباد بھی کرنا تھا، ہر بیٹے کا مکان ایک جیسا بنایا گیا برابر جگہ رکھی گئی کلدیپ کور بڑی ہوشیار عورت تھی۔ آنے والے وقت کو سمجھ رہی تھی دنیا کے بدلتے چلن کو بوجھ رہی تھی اس سلسلے میں اس کا مشیر صرف اس کا باپ تھا اس نے کئی باغات خریدے ان کو آباد کیا۔ اب اس کے پاس اتنی زمین تھی کہ سورن سنگھ جاگیردار کہلا سکتا تھا۔

سو روپے اس زمانے میں بڑی حیثیت رکھتے تھے آج کے لاکھ روپے اس سو روپے سے کم تھے۔ لاکھوں جوان فوج میں بھرتی ہو کر گئے تھے مگر واپس سیکڑوں کی تعداد میں آئے واپس آنے والوں میں سورن سنگھ بھی تھا مگر ایک ٹانگ میدان جنگ میں چھوڑ آیا تھا۔

انگریز سرکار نے بہادری کے بدلے اس کو اس کے علاقے میں بہت بڑی زمین اور مڈل بھی دیا۔ سورن سنگھ بڑی عزت اور احترام سے گھر آ گیا۔ گھر آ کر پتہ چلا کہ کلدیپ کور نے کمال کر دیا ہے اور گاؤں بھر کی زمین خرید ڈالی ہے۔ سرکار نے سو ایکڑ زمین دی تھی۔ فوجی سردار سورن سنگھ پورے زمیندار بن گئے۔ جنگ ختم ہوگئی مگر کاروبار اور روزگار نہ ہونے کے برابر۔ سورن سنگھ نے زمین آباد کرنا شروع کر دی۔ ہاری بڑی آسانی سے آ گئے اور زور و شور سے زمینوں پر محنت ہونے لگی۔

سورن سنگھ ریٹائرڈ فوجی اور پھر اس کے پاس اس کی بہادری کا مڈل تھا۔ اس کی سنی بھی زیادہ جاتی تھی، ہر سرکاری دفتر والا اس کو کرسی پیش کرتا تھا، اب وہ بڑی شان سے رہتا تھا۔ سیکڑوں لوگ اس کے ملازم تھے، زمینوں پر محنت کی گئی تو اوپر والے نے بھی مہربانی کی اور بروقت بارش ہوئی اور زمین جو بنجر تھی ہری ہوگئی۔ کسان کی خوشی بارش ہے۔ سورن سنگھ کے کسان خوش تھے کیونکہ ان کی محنت رنگ لا رہی تھی، پورا گاؤں خوش تھا۔ کلدیپ ان کی خوشیوں میں شریک تھی۔ سورن سنگھ ان کے دکھ سکھ میں ساتھ تھا، سارے گاؤں کا وہ پسندیدہ آدمی تھا جو بڑا آدمی بننے کے بعد بھی برا نہیں لگتا تھا۔

سورن سنگھ کی زمینیں سونا اگلتی تھیں اور اس سونے میں ان کسانوں کا حصہ ہوتا تھا جو ان پر محنت کرتا تھا۔ سورن سنگھ کسان کو اس کا پورا حصہ دیا کرتا تھا۔ سورن سنگھ کو پنڈ کے ہر گھر کے حالات پتہ تھے وہ شادی بیاہ کے موقعہ پر خود ان کے پاس جاتا۔

''ہور سنا بھئی گنڈ سنگھ کی حال ہے۔'' وہ کہتا۔

''چنگا ہے سردار جی تسی تو آپ سمجھدار ہو، کڑی کی منگن کا پربند کر رہا ہوں۔'' وہ کہتا۔

''اوئے تو فکر نہ کر اپنی بھرجائی نو کہہ دے سب کر دے گی۔'' وہ کلدیپ کی طرف اشارہ کرتا۔

''آ ہو جی ہور کون کرے گا۔ گنڈا۔'' سنگھ کہتا۔

اور کلدیپ شادی کے لئے زیادہ سے زیادہ خرچ دے دیتی۔

سورن سنگھ کی ان باتوں نے اس کی عزت دور دراز تک بڑھا دی تھی۔ لوگ بڑی عزت سے اس سے ملتے تھے اور اس کی بات کا احترام کرتے تھے۔ کلدیپ پورے پنڈ کی بھرجائی تھی۔ گھوڑے والی پنڈ کا نام اب پنڈ سورن سنگھ ہوگیا، اس پنڈ میں کبھی جھگڑا فساد نہیں ہوا۔

سورن سنگھ نے محبت کا جو پودا لگایا تھا وہ تناور درخت بن چکا تھا۔

کسی کا کوئی مسئلہ ہوا، وہ دوڑا زمیندار کے پاس اور اس نے بڑی آسانی اور محبت سے اس کو حل کر دیا، اس میں اگر زمیندار کو نقصان بھی ہوا تو اس نے کر لیا، لو جی معاملہ ختم معاشی طور پر بھی کسان پریشان نہ تھا اس کی ضرورت سے زیادہ اس کو اناج مل جاتا تھا، دودھ کے لئے سب کے پاس جانور تھے رہنے کو مکان تھے اور شادی بیاہ کا خرچ کلدیپ کر دیا کرتی تھی پھر باقی کیا بچا۔

کلدیپ سب کی مدد کرتی تھی، ضروری نہیں تھا کہ اس کا ہاری ہو ملازم ہو جو کسان اپنی زمین پر کام کرتے تھے وہ ان کے کام بھی آتی تھی، اس کی نظر میں پنڈ کا ہر آدمی برابر تھا۔

یہ خوبیاں اطراف کے علاقے میں زمینداروں کے لئے خرابی کا باعث تھیں وہ کہتے۔ ''سورن نے اپنے کسان کے دماغ خراب کر دیئے ہیں۔'' ان کے علاقے کے لوگ اتنے خوش حال بھی نہیں تھے اور ان کے ساتھ زمیندار انصاف بھی نہیں کرتے۔

سورن سنگھ کے پاس جو آ گیا وہ اس کی مدد کر دیا کرتا تھا، یہ بات دوسرے زمینداروں کے لئے بڑی پریشانی کی تھی، وہ کہتے۔ ''یہ لنگڑا فوجی ہمارا ساتھ دینے کی بجائے ہاری اور کسانوں کا ساتھ دیتا ہے اگر ہمارا ساتھ نہ دے تو کچھ نہ کرے وہ تو کورٹ کچہری تک کسانوں کے ساتھ چلا جاتا ہے اور ان کو سرکار سے انصاف دلا دیتا ہے۔'' اس کا مڈل سرکار کے بڑے سے بڑے افسر کو متاثر کرتا تھا اور اس کی بات مانی جاتی تھی یہاں پر بڑے بڑے زمیندار اس کا کچھ نہیں کر پاتے تھے وہ سب کی مدد کرتا تھا سب کو برابر سمجھتا تھا کسی ذات کا ہو کسی مذہب کا ہو سورن سنگھ کے پاس آ جائے۔ بس اتنا کافی تھا، اسی طرح اس کی نیک بیوی نے نام کمایا تھا دونوں کے نام نہایت عزت و احترام سے لئے جاتے تھے۔ اس کا گاؤں خوش حال گاؤں تھا۔ اس زمانے کے لحاظ سے جو ترقی ہو سکتی تھی اس نے کی تھی۔

دو بڑے تالاب اس نے خود بنوائے تھے، صاف پانی کا تالاب پکا تھا اس کے پانی کو صرف پینے کو استعمال کیا جاتا تھا، دوسرا اس سے بڑا تالاب کچا تھا اس کو ہر کام

کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ کچے تالاب کا استعمال زیادہ تھا، یہ تھا بھی بہت بڑا اس کے کناروں پر بڑے بڑے درخت تھے اور پانی پر سایہ کرتے تھے، مچھلی کے شوقین مچھلی شکار کرتے تھے۔ نہانے والے دن بھر نہاتے رہتے، گرمیوں میں تو یہاں پر بھیڑ رہتی تھی۔ اس تالاب سے کھیتوں میں پانی بھی دے دیا جاتا تھا۔ اس تالاب میں برسات کا پانی اتنا بھر جاتا تھا کہ سارے سال ختم نہیں ہوتا تھا۔ گاؤں کے درمیان میں ایک بہت بڑی چوپال تھی جہاں پر شادی بیاہ اور دوسری تقریبات کے انتظام ہوتے تھے۔ اسی چوپال کے میدان میں کشتیاں بھی ہوتی تھیں اور کبڈی کے مقابلے بھی ہوتے تھے اور رات میں منچلے اپنی پاٹ دار آواز میں ہیر گاتے تھے اور رات کے سنسانے میں ان کی آواز دور دور تک سنی جاتی تھی۔

وقت گزر رہا تھا نئی پود آ رہی تھی بچے بڑے ہو رہے تھے جوان ادھیڑ ہو گئے تھے اور بوڑھے آخری سفر کی تیاریوں پر تھے۔ یہی دنیا کا دستور ہے سب کو جگہ خالی کرنا پڑتی ہے۔ سورن سنگھ کی اب وہ چال پھرت نہیں تھی ان کا بیٹا جس کا نام جوگندر سنگھ تھا وہ باپ کی جگہ دوڑ بھاگ کرتا تھا، یوں تو چاروں جوانی کی دہلیز پر آ گئے تھے۔ جوگندر کے بعد مہندر سنگھ تھا اس کے بعد نوجوت سنگھ تھا۔ آخری اور سب سے چھوٹا تارا سنگھ تھا۔ نئے مکان میں ایک حویلی نما گھر اس نے بنالیا تھا اس میں سب رہتے تھے نگران کے لئے الگ الگ مکانات کلدیپ نے پہلے سے سنوار کھے تھے سب سے پہلے جوگندر کی شادی ہوئی۔ دلہن جالندھر سے آئی بڑی دھوم کی شادی ہوئی اب تک لوگوں نے اس شادی کو یاد رکھا۔

جوگندر نے باپ کا طریقہ کار دیکھا تھا لوگوں کے ساتھ باپ کا رویہ دیکھا ان کی محبت میں ڈوبی باتیں لوگ پسند کرتے تھے ان باتوں کے نتائج اس کے سامنے تھے دوست تو دوست دشمن بھی کیا کرتے تھے۔ ''سورن سنگھ تو کلہ ہی ہے اس کا کوئی جوڑ نہیں۔'' جوگندر باپ کے ساتھ بھی زیادہ رہا تھا اس لئے ہندی، اردو ہی پڑھ سکا تھا، اس سے تعلیم زیادہ نہ تھی مگر ہوشیاری اور سمجھ بوجھ باپ کی اس میں تھی۔ سورن سنگھ کبھی کسی معاملے میں جلد بازی نہیں کرتا تھا سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتا تھا اور جب قدم آگے چلا جاتا تھا تو پھر پیچھے نہیں آتا تھا یہ سورن سنگھ کی شان تھی۔ سب جانتے تھے کہ سورن سنگھ اڑ جائے تو پھر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتا جوگندر میں یہ سب تھا سورن سنگھ اکیلا تھا اس کے معاملے میں مداخلت کرنے والا کوئی نہیں تھا مگر جوگندر کی پوزیشن دوسری تھی بے شک وہ بڑا تھا بات اس کی وزن رکھتی تھی، چھوٹے اس کی عزت کرتے تھے۔ کلدیپ نے ان کو بتایا تھا کہ بڑے بھائی کا رتبہ باپ کے بعد سب سے بڑا ہوتا ہے اس کے سامنے اونچی آواز میں بات نہ کرنا اور سب ماں کی تربیت کو مانتے تھے سب اس کی بات کو پتھر کی لکیر سمجھتے تھے۔

سورن سنگھ کا گھرانا ہر طرح مکمل تھا کلدیپ نے اولاد کو ایسے سانچے میں ڈھالا تھا کہ سورن سنگھ فوجی ڈسپلن پر چلنے والا آدمی بھی کلدیپ کی تعریف کرتا تھا وہ شوہر کے ہر اشارے پر ضرورت اور ہر بات کو زبان سے کہے بنا سمجھ جاتی تھی۔ سورن سنگھ بعض اوقات حیران ہو کر کہتا۔ ''اوئے میں تو اکیلا ہی نہیں۔''

کلدیپ ایک مکمل عورت تھی مکمل بیوی تھی اور اس نے مکمل ماں بن کر بھی دکھایا۔ سورن نے فوج میں بہادری دکھائی انعام اکرام پائے مگر اس کے پیسے کو کلدیپ نے ٹھیک جگہ پر خرچ کیا ٹھیک وقت پر خرچ کیا اور سورن سنگھ کو کسان سے زمیندار بنا دیا۔

وقت اور آگے چلا اور مہندر سنگھ کی شادی ہو گئی۔

شادی کے بعد ماں نے کہا۔ ''پتر اب تم دونوں اپنے اپنے گھروں میں رہو، کھانا، پینا سب تمہارا حویلی میں ہے مگر میں نے تم لوگوں کے لئے الگ بھی گھر بنا دیئے ہیں ان کو آباد کرو۔''

اور دونوں بھائی اپنے اپنے گھروں میں آ گئے یہ گھر بھی حویلی کے قریب بلکہ ملے ہوئے تھے نگران کو اس طرح بنایا گیا تھا کہ ساتھ ہونے پر بھی الگ تھے۔

حویلی کی رونق بڑھ گئی تھی دوسری بہو امرتسر کے شہری علاقے کی تھی اور کچھ پڑھی لکھی بھی تھی اس کے طور طریقوں سے مہندر سنگھ بھی پریشان تھا۔

بڑی بہو کلدیپ کی طرح تھی اور کلدیپ کے نقش قدم پر چل رہی تھی اس کا نام گیتا کور تھا۔

مہندر کی بیوی سوہنی کور تھی اس کے انداز شہری تھے۔

وقت نے پھر انگڑائی لی اور سورن سنگھ کا بلاوہ آ گیا ایک دور ختم ہوا، جنگ کے میدان میں موت سے لڑنے والا سورن سنگھ نہایت آسانی سے ہتھیار ڈال بیٹھا اور دنیا سے رخت سفر باندھ بیٹھا۔

کچھ عرصہ رنج وغم کی فضاء رہی اور پھر حالات معمول پر آ گئے۔ کلدیپ پر ابھی ذمہ داری تھی اب تو جو کرنا تھا خود کرنا تھا۔ نوجوت کی شادی کرنا تھی بہو کی تلاش ہوئی اور نگاہ سروج کور پر رک گئی اور بات پکی کر کے بارات پٹیالے لے گئی اور دلہن لے آئی اور اس کو اس کے گھر میں آباد کر دیا۔ الگ الگ ہونے کی وجہ سے وہ بہت سی چھوٹی چھوٹی باتوں کی پریشانیوں سے بچ گئی۔ سب کا کھانا ایک جگہ پر رسوئیا پکاتی تھی کسی بہو کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تھی کلدیپ خود گھر بھر کی نگہداشت کرتی تھی ہر ضرورت پوری کرتی تھی دودھ، گھی اناج کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ روپے، پیسے کے لئے کسی پر پابندی نہیں تھی وہ سب کو برابر دیتی تھی۔ زمینداری کے سارے کام جوگندر کرتا تھا مگر روپے کی لین دین کلدیپ کے پاس تھا۔

تارا سنگھ کی باری آ گئی اور کلدیپ نے اس کو بھی بڑی آسانی سے پورا کر دیا۔ سورن سنگھ کا نام بہت بڑا تھا اس کو لڑکی دینا ہر ایک اپنی شان سمجھتا تھا فیروز پور کی گنگا کور اس نے پسند کر لی اور لوجی شادی ہو گئی کوئی الجھن نہیں کوئی پریشانی نہیں کلدیپ کے بنائے چاروں گھر آباد ہو گئے۔

حویلی کی رونق بہت بڑھ گئی جوگندر کی بیوی نے ایک بچی کو جنم دیا تو بڑی خوشیاں منائی گئیں۔

اس کے بعد مہندر کی بیوی سوہنی کور کو بھی لڑکا پیدا ہوا اور اس کے بعد گھر بھرتا گیا بچے پر بچے آتے رہے جوگندر پر ذمہ داری زیادہ تھی، باقی بھائی تو اس کے حکم کے منتظر رہا کرتے تھے جو بڑے نے کہا کر دیا۔ کسی قسم کی شکایت کا موقعہ ہی نہیں دیا گیا جب اور جس وقت جو ضرورت ہوئی پوری کر دی گئی۔

بڑے بھائی کو ماں نے باپ کا درجہ دلوا دیا تھا کلدیپ اب بہت بوڑھی تھی اس کے لئے چلنا پھرنا دشوار تھا مگر وہ خوش تھی اس نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر اس کے سامنے تھی اس کے لگائے ہر بوٹے پر پھول پھل آ رہے تھے اس کے سوا اور کیا چاہئے اب سورن سنگھ اس کو شدت سے یاد آتا تھا اور کھاٹ پر پڑے پڑے رونے لگتی تھی کوئی بیٹا دیکھ لیتا تو دوڑ کر اس کے پاس آ جاتا۔ ''کی گل ہے بے بے روندی کیوں ہے؟''

وہ اداسی سے جواب دیتی۔ ''کوئی گل نہیں پتر! بس کبھی کبھی تیرا پیو یاد آ جاندا ہے خود تو چلا گیا اور مینوں نال نہ لے گیا۔''

بیٹا کیا جواب دیتا خاموش اٹھ کر اپنی بیوی کو بتاتا تو وہ حیران ہو کر کہتی۔ ''مرن بعد انی محبت۔'' اور وہ وقت آ گیا جب باغ کے مالی کا آخری وقت آ گیا۔

کلدیپ پلنگ پر خاموش پڑی ہے اس کے چاروں طرف بیٹے، بہوئیں اور پوتے، پوتیاں خاموش بیٹھی ہیں۔ کچھ دیر کے بعد کلدیپ کے جسم میں ذرا سی زندگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں اور وہ آنکھیں کھول دیتی ہے بھرے پڑے وہ اپنے گلدستے پر نظر ڈالتی ہے اور اس کے ہونٹوں پر بڑی آسودہ مسکراہٹ آ جاتی ہے اور وہی آسودہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر منجمد ہو جاتی ہے اور آنکھیں خود بخود بند ہو جاتی ہیں۔ جوگندر اس کی نبض پر ہاتھ رکھتا ہے۔ دل کی دھڑکن تلاش کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے۔ ''بے بے چلی گئی۔'' اور سارے کنبے پر غم ٹوٹ پڑتا ہے حالانکہ سب جانتے تھے کہ اب بے بے زندہ نہیں رہے گی مگر سانس کی ڈوری کے ساتھ آس کی ڈوری جڑی ہوئی تھی وہ ٹوٹ گئی اور بے بے مر گئی۔ آخری کریا کرم کے بعد سب فارغ ہو گئے اور زندگی کی گاڑی پھر اسٹارٹ ہو گئی۔

وقت ایک ایسا مرہم ہے جو بڑے بڑے زخم بھر دیتا ہے زندگی پھر اپنے محور پر آ جاتی ہے کاروبار زندگی از سر نو شروع ہو جاتا ہے مرنے والے کی جگہ خالی نہیں رہتی، کوئی نہ کوئی اس خلاء کو پر کرتا ہے۔ کلدیپ کی جگہ بڑی بہو گیتا آ گئی اس نے ساس کو بہت قریب سے دیکھا تھا اس کی خدمت بھی سب سے زیادہ اس۔ نے کی تھی اس کے گھر چلانے کے انداز اور سب کے درمیان محبت قائم کرنے کے طریقے بھی دیکھے تھے۔

قوت برداشت بھی اس میں تھی اور پھر اس گھرانے کا سب سے بڑا دستور تو محبت تھی۔ کلدیپ کور نے بڑی محنت اور قربانی کے بعد اس کو لاگو کیا تھا ہر کام اچھے انداز میں ہو رہا تھا ہر بھائی اپنا اپنا کام کر رہا تھا اور اپنے اپنے آشیانے میں خوش تھا۔ کلدیپ عورت کی فطرت جانتی تھی اس لئے اس نے سب کے لئے الگ الگ مکانات بنائے تھے سب ساتھ بھی تھے اور الگ الگ بھی تھے کوئی بہو کسی کی پابند نہیں تھی سب کے بچے اپنے اپنے گھروں میں کھیلتے آپس میں لڑتے جھگڑتے بھی تھے مگر یہ سب تو بہت معمولی بات تھی کوئی اس پر توجہ نہ دیتا۔

مگر کچھ لوگ تھے جو اس انتظار میں تھے کہ کب ان میں ان بن ہوتی ہے کب بھائی لڑتے ہیں۔ مگر ایسا نہیں ہو رہا تھا مگر یہ ناامید نہیں تھے۔ مہندر کی بیوی سوہنی کا بھائی اکثر بہن کے پاس آیا کرتا تھا اور وہ یہاں کا ماحول دیکھ کر کڑھتا تھا کیونکہ اس کے گھر میں تو روز عدالت لگی تھی اور جھگڑے ہوتے تھے گالی گلوچ مار پیٹ سب ہوتا تھا یہ کیسا گھرانا تھا سب گردن جھکا کر بڑے بھائی کی بات سنتے ہیں اور عمل کرتے ہیں وہ سوہنی کو کہتا۔ ”پتری کی کر رہی ہے کچھ سوچ، مہندر تو بے وقوف ہے گردن جھکائے وڈے بھا کے پیچھے چل پڑا ہے وہ جو کرے اس کو پتہ نہیں ہے، ارے سارا مال اور آمدنی ایک طرف جا رہی ہے کچھ خیال کر۔“

”میں کی خیال کراں مینوں جو ضرورت ہوندی ہے مل جاندا ہے بھا جی منع نہیں کردی اے۔“

”تو نہیں جاندی بھولی یہ بھی چالبازی ہے جو وہ نہ دے تو تیرے دل وچ شک ہووے گا اس لئے دے دیندی اے۔“

”میں کچھ نہیں کہہ سکتی بھابی بڑی چنگی ہے اوہدے نال میں جھگڑا تو نہیں کر سکتی۔“

جھگڑا کرن تو کون آکھدا ہے بس اپنا حصہ پورا مانگ، مہندر نوں بھی یہ گل سمجھا کر بھائی دی گل سب مانے پر حصہ پورا ملنا چاہئے، میں ہتاڑے فائدے کی گل کر رہا ہوں۔“

اب ہر روز پورن سنگھ بہن کو پٹی پڑھانے لگا روز روز چابی بھری جائے تو ایک نہ ایک دن کاٹھ کا گھوڑا بھی چل پڑتا ہے۔ سوہنی مہندر کو چابی دے رہی تھی وہ ہر روز بھائی سے بات کرنے کا وعدہ کرتا تھا مگر بھائی کے سامنے جا کر سب بھول جاتا تھا بھائی کی شفقت اس کو سب بھلا دیتی تھی۔ پورن اس پرسکون تالاب میں ہلچل پیدا کرنے میں ابھی تک ناکام تھا مگر ناامید نہیں تھا۔ سوہنی کو تو وہ اپنی لائن پر لے آ رہا تھا وہ ذرا ذرا بات پر منہ بگاڑ کر بات کرنے لگی تھی بچوں کے معاملے پر بھی لڑنے آ جاتی تھی مگر بھابی نے اس کی پرواہ نہیں کی تھی اور نہ اپنے رویئے میں فرق آنے دیا تھا مگر سوہنی کے بارے میں وہ فکر مند ضرور تھی۔

پورن کی ہمت اور بڑھ گئی تھی اس نے مہندر سے بات کرنے کی ٹھان لی اور ایک دن کھانے کے بعد بولا۔

”اوے مہندر تو کب تک وڈے بھا کی غلامی کرے گا۔“

”غلامی کی کہہ رہے ہو بھا جوگندر وڈا ہے اس کا کہنا تو ماننا پڑے گا۔“ مہندر بولا۔

”تو کہنا مان خوب مان پر اپنی طرف بھی دیکھ تیرے بھی خیر نال تین بچے ہیں۔“

”میں توں خبر ہے بھا توں نہ بول، اے ساڈے گھر دا معاملہ ہے۔“ مہندر نے جواب دیا۔

”ارے پھر کون بولے گا میری بہن اس گھر میں ہے اودی اچھائی برائی تو دیکھنا میرا کام ہے۔“ پورن بولا۔

”دیکھ بھئی پورن توں وڈا ہے پر ساڈے گھر دے معاملے میں گل نہ کر۔“ مہندر نے جواب دیا۔

”میں تیرے فائدے کی گل کر رہا ساں۔“ پورن بولا۔

”میرا فائدہ اس میں ہے کہ میں وڈے بھائی کے نال رہوں تو اوکھی گل نہ کر اور بہت دن ہو گئے اب تو اپنے گھر جا اپنے گھر دں بھی خبر لے ہور سن اب میرے نال ایسی گل بھی نہ کرنا۔“ مہندر اٹھ کر چلا گیا۔

پورن کا جادو مہندر پر نہیں چلا۔ بھن مہندر سے مجبور تھی۔ پورن ناراض ہو کر چلا گیا اور مہندر نے سکھ کا سانس لیا۔

اس کے جاتے ہی سوہنی کا رویہ تبدیل ہو گیا اور وہ سب میں گھل مل گئی جوگندر اور مہندر کی سمجھ میں آ گیا کہ ساری خرابی کی جڑ پورن سنگھ تھا اور پورن سنگھ کا آنے کا دروازہ بند ہو گیا۔

گاڑی پھر پٹری پر آ گئی اگر عمارت کی بنیاد مضبوط ہو تو عمارت گرتی نہیں کھڑی رہتی ہے اوپری طور پر اگر مرمت کی ضرورت ہو رنگ روغن کی ضرورت ہو تو یہ کام آسانی سے ہو جاتا ہے مگر بنیادی خرابی کو دور کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ کلدیپ نے اس خاندان کی بنیاد بڑی ٹھوس رکھی تھی اس لئے پورن سنگھ اس کو ہلانے میں کامیاب نہیں ہوا اور ناامید ہو کر چلا گیا۔

سورن سنگھ زندہ نہیں تھا مگر اس کا نام زندہ تھا اس کی عزت گاؤں کے لوگوں کے دلوں میں آج بھی تھی، اس نے گاؤں کے لئے جو کیا وہ اس کے نام کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

اپنی ذات اور اپنے بچوں کے لئے سب کرتے ہیں مگر اس نے گاؤں کے غریب لوگوں اور کسانوں کے لئے کیا اس نے کسی کسان کو قرض نہیں دیا مگر اس کی ہر ضرورت پوری ہو گئی۔ وہ خاندانی زمیندار نہ تھا اس نے غربت کا مزا چکھا تھا وہ جانتا تھا کہ بھوک کیسی ہوتی ہے انسان کب اور کیسے مجبوری میں غلط کام کرتا ہے وہ گاؤں کے بڑے ادب کرتا تھا کسی کو چاچا تو کسی کو ماموں کہتا تھا ہر بوڑھی عورت اس کی نانی، ممانی تھی اور جوان بہن بھر جائی تھی سردار کا کردار بے داغ تھا کردار کی سربلندی ہی اس کی عزت کا باعث بھی تھی اس کے اس کردار کا اثر اس کی اولاد پر تھا۔

جوگندر کے زمیندار بننے کے بعد اس نے اپنی لائن وہی رکھی جو کہ باپ کی تھی وہ جانتا تھا کہ میرے ہر کام کا موازنہ میرے باپ سے کیا جائے گا، میری اچھائیوں کو بھی سورن کی ترازو میں تولا جائے گا کیونکہ سردار سورن سنگھ کو بھول نہیں سکتے۔ اس کی وجہ سے اور باپ کے نام کی وجہ سے تینوں بھائی بھی اس کا کہا مانتے تھے اور یہی تعلیم ان کی ماں نے ان کو دی تھی۔

”حکیم صاحب زندگی بڑی پیاری اور محبت بھری گزر رہی تھی زمین خوب پیداواری کر رہی تھی میری کوشش یہ تھی کہ میں باپ سے بڑھ کر ثابت ہوں اس میں میرے بھائی میری مدد کرتے تھے۔ مگر پھر حالات نے اچانک پلٹا کھایا اور حالات بگڑنے لگے۔ ایک سال ہوا یہ کہ اچھی زمین اچھا بیج اور ساری محنت بے کار ہو گئی اور ایک دانہ اناج پیدا نہ ہوا۔ کھیت تیار فصل بھی نکلنے لگی کہ اچانک راتوں رات نہ جانے جانوروں کے ریوڑ کہاں سے آ گئے اور ساری فصل برباد کر گئے یہ کام صرف ایک رات میں ہوا۔ پہرے داروں نے بتایا کہ ہزاروں جانور تھے اور ہر طرح کے جانور تھے وہ کھیت کھا نہیں رہے تھے روندا ہے تھے سارے پودے زمین بوس ہو گئے ایک پودا بھی زمین پر کھڑا رہا تو وہ اچانک غائب ہو گئے پہرہ دار کچھ نہ کر سکے اس کے بعد باغات کو برباد کرنے کا نمبر آ گیا اور آموں کو برباد کر دیا۔

جانوروں کی عجیب عجیب بیماریاں آنے لگیں اور وہ مرنے لگے تالابوں میں بڑے بڑے شگاف خود بخود پیدا ہونے لگے اور پانی گاؤں تک آنے لگا۔

میں نے اور بھائیوں نے حالات کو قابو کرنے کی بڑی کوشش کی مگر ان دیکھی بلاؤں سے جان نہ چھوٹی پانچ

سال میں میرا گاؤں اجڑ گیا۔ اناج کا ذخیرہ کب تک چلتا آخر ختم ہو گیا۔ کسان تو کسان میں خود پریشان ہو گیا کسانوں نے ہر سال ہر فصل پر محنت کی مگر کچھ نہ ملا لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ نحوست ہے بھگوان اس گاؤں سے ناراض ہو گیا ہے لوگ ہجرت کرنے لگے اور اب تو آدھی آبادی گاؤں چھوڑ کر جا چکی ہے میں خود سے اور اپنے بزرگوں کی آتماؤں سے شرمندہ ہوں۔

لوگوں نے کہا یہ مصیبت میرے کسی دشمن کی لائی ہوئی ہے اس کا توڑ کرو۔

میں نے کئی آدمی بلائے مگر وہ چند روز میں یہ کہہ کر بھاگ گئے کہ معاملہ بڑا ٹیڑھا ہے اب تو میں خود گاؤں چھوڑ کر شہر کی طرف یا کسی اور گاؤں میں جانے کے بارے میں سوچ رہا ہوں میرے بھائی بھی بہت پریشان ہیں ان کے بچے بھی بیمار رہنے لگے ہیں۔

حکیم وقار نے جوگندر کی روداد سننے کے بعد کہا۔

''یہ صرف آپ کے گاؤں میں ہی ہو رہا ہے اور گاؤں میں بھی ایسا ہو رہا ہے۔''

''نہیں حکیم صاحب کسی گاؤں میں نہیں ہو رہا صرف پنڈ سورن سنگھ ہی نشانہ ہے۔''

رولو کا بولا۔''اس صورت میں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ آفات قدرتی نہیں ہیں۔''

''تو پھر ان کا کوئی اپائے بھی ہو گا۔'' جوگندر بولا۔

''ضرور ہو گا، آپ جائیں میں آپ کے پاس عنقریب آ جاؤں گا اور حالات کا جائزہ لوں گا۔'' رولو کا نے کہا۔ جوگندر نے کہا۔''حکیم صاحب میں آپ کا انتظار کروں گا۔'' اور جوگندر چلا گیا اس کے جانے کے بعد حکیم وقار بولے۔

''یہ تو نئی قسم کی بات سامنے آئی ہے۔''

رولو کا بولا۔''میرے خیال میں کوئی دشمن ضرور ہے۔''

''تو تمہارے خیال میں یہ کوئی کر رہا ہے۔''

''قدرتی آفات آتی رہتی ہیں مگر ایک تسلسل کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا مگر جیسا ہو رہا ہے دوسرے گاؤں محفوظ ہیں صرف ایک مخصوص جگہ پر آفت آ رہی ہیں گندے کام کرنے والے اپنے بیروں کے ذریعہ یہ کراتے ہیں آپ کو پتہ ہے کہ ارواح خبیثہ جادو اور سفلی علوم تو دنیا میں اپنا کام کر رہے ہیں ان کا کام ہی مخلوق خدا کو پریشان کرنا ہے اور دنیا میں شیطان صفت لوگ بھی موجود ہیں۔''

''تو پھر کب جانے کا ارادہ ہے۔'' حکیم وقار بولے۔

''یہ معاملہ بڑا نازک اور خطرناک ہے کہ ہزاروں انسانوں کی روٹی روزی کا سوال ہے مجھے جلد ہی جانا ہو گا۔''

دوسرے ہی دن رولو کا ٹھنڈا روانہ ہو گیا اور وہاں سے پنڈ سورن سنگھ پہنچ گیا۔

جوگندر سنگھ اس کو اتنی جلدی دیکھ کر ذرا حیران تو ہوا پھر بولا۔''حیرت ہے حکیم صاحب میں بھی آج ہی پہنچا ہوں۔''

رولو کا نے کہا۔'' گاؤں کے چاروں طرف ویرانی ہے دور دور تک ہریالی نظر نہیں آ رہی۔''

جوگندر غم آمیز ٹھنڈی آہ بھر کر بولا۔''حکیم صاحب اس گاؤں کا چپہ چپہ ہرا بھرا تھا لوگ خوش حال تھے مگر نہ جانے اس کو کس کی نظر لگ گئی کہ یہ زمین بنجر ہوتی جا رہی ہے ہر طرف خوف و ہراس پھیل گیا ہے۔''

رولو کا نے کہا۔''تم یہ بتاؤ تمہاری یا تمہارے باپ کی کسی سے دشمنی تھی۔''

جوگندر نے جواب دیا۔''میرے باپ کی دور دور تک کسی سے دشمنی نہیں تھی وہ تو بڑا خدمت گار قسم کا آدمی تھا ہر ایک کے کام آتا تھا ہر کسی کی مدد کر دیا کرتا تھا اور رہا میرا معاملہ تو میں نے بھی وہی راستہ اپنایا ہوا ہے جو میرے باپ کا تھا مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میرا بھی کوئی دشمن ہو سکتا ہے۔''

رولو کا بولا۔''ایسا ہی ہو گا مگر دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہیں تمہاری نیک نامی اور اچھے کام کے بھی تو دشمن ہو سکتے

ہیں وہ نہیں چاہتے ہوں گے کہ تم نیک نام رہو خوش حال رہو۔"

جوگندر بولا۔" آپ نے درست کہا مگر میری نظر کسی طرف نہیں جاتی۔"

"میں خود پتہ کرلوں گا تم میرے رہنے کا جہاں بندوبست کرو اس بات کا خیال رکھنا کہ میرے پاس کوئی نہ آئے جب بلاؤں تو آئے تم اور تمہارے سب بھائیوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔"

جوگندر بولا۔" ٹھیک ہے حکیم صاحب میں ایسا انتظام کردیتا ہوں۔"

رات کے ٹھیک بارہ بجے رولوکا روپوشی کی حالت میں جوگندر کے حویلی نما مکان سے نکل کر باہر آ گیا اور گاؤں کی گلیوں میں پھرنے لگا۔ ایک جگہ اس کو سرسراہٹ کا احساس ہوا اور وہ اس طرف متوجہ ہو گیا ایک نالی کے کنارے ایک عورت بیٹھی تھی اس کے جھاڑ جھنکار کی طرح بال تھے اور وہ بکھرے ہوئے تھے اس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اور اس کے ایک سرے پر لال کپڑا باندھا ہوا تھا اس بوڑھیا کا چہرہ نہایت بھیانک، دانت باہر تھے اور دہانہ بہت بڑا تھا اور پورا جسم ننگا تھا اس کے جسم سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے پورے بدن پر غلاظت پھیلی ہوئی تھی۔

رولوکا اس کو دیکھ رہا تھا جبکہ اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا مگر وہ رولوکا کی موجودگی سے بے خبر تھی۔

رولوکا اس کے اور قریب چلا گیا اور اس نے ایک زوردار لات اس کی کمر پر دے ماری وہ لات کھا کر نالی میں گر گئی۔ اور پھر کھڑی ہو کر گرج کر بولی۔" ارے کون ہے سامنے تو آ۔"

رولوکا بولا۔" میں جو کوئی بھی ہوں تو یہ بتا تو کون ہے اور کیا کر رہی ہے؟"

"اپنا کام کر رہی ہوں تجھے کیوں بتاؤں۔" وہ کڑک بولی۔

"نہیں بتائے گی تو زیادہ دکھ اٹھائے گی۔" رولوکا بولا۔

"ارے جا بڑا آیا دکھ دینے والا۔ ارے میں تو خود سب کو دکھ دینے آئی ہوں۔" وہ بولی۔

"تو پھر دیکھ۔" رولوکا کے اشارے پر ایک آہنی پنجوں والا گدھ اس کے سر پر بیٹھ گیا اور وہ اس کے وزن سے ایک دم زمین پر بیٹھ گئی مگر گدھ پھر بھی اپنے پنجے جمائے اس کے سر پر موجود رہا اور اس کے پنجے اس کے سر میں اس طرح پیوست ہو گئے کہ وہ تکلیف سے بلبلانے لگی بولی۔

"ارے تو کون ہے؟ چھوڑ دے میں جاتی ہوں۔ ارے پاپی تیرا بہت برا حشر ہو گا تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں؟"

رولوکا نے پھر پوچھا۔" بتا تو کون ہے؟"

"بتاتی ہوں میرا سر تو چھوڑ۔" وہ بلبلاتی ہوئی بولی۔

رولوکا نے کہا۔" میں جانتا ہوں تو فریب کر رہی ہے مگر تو اسی حالت میں بتائے گی۔"

"میں! میں، وہ اٹک اٹک کر بولی۔ میں گرو کی باندی ہوں میں اس گاؤں کو ویران کردوں گی۔ یہاں پر بھوت پریت بسیرا کریں گے۔"

رولوکا بولا۔ تو نے جو کرنا تھا کرلیا۔" یہ بتا تو کیوں اس گاؤں میں آئی ہے؟"

وہ بولی۔" گرو کی پابند ہوں اس نے حکم دیا تو آئی ہوں۔"

"مگر اب تو گرو کے پاس نہیں جاسکے گی۔" رولوکا بولا۔

ارے جا! بڑا آیا روکنے والا میں اتنی آسانی سے کسی کا کام نہیں کرتی، مجھ سے وہی کام کرواسکتا ہے جس کی شکتی اپرم پار ہوتی ہے، میرا گرو بہت بڑا شکتی دان ہے اس کو پتہ چلے گا تو وہ میرے پاس ضرور آجائے گا۔"

رولوکا بولا۔"تو اس جودھا کا نام تو بتا۔"

"یہ اس کا حکم نہیں ہے، میں ہرگز نہیں بتاؤں گی۔" وہ کڑک کر بولی۔

''نام تو بتانا ہوگا نہیں بتائے گی تو رہائی نہیں ملے گی۔''

''بڑا بہادر نہ بن دھوکے سے پکڑ لیا تو سمجھ رہا ہے میں پکڑی گئی۔''

''تو پھر رہائی کی کوشش کر لے۔'' ردلوکا بولا۔

مگر اس کے ساتھ ہی اس کی بھیانک آوازیں آنے لگیں۔ ''میں مری مجھے چھوڑ دے، چھوڑ دے بتاتی ہوں، بتاتی ہوں۔ ذرا سانس تو آنے دے۔''

ردلوکا بولا۔'' بولا وہ کون درندہ ہے؟ جو اس آباد زمین کو ویران کرنا چاہتا ہے۔''

وہ رعونت سے بولی۔ ''اس کا نام پنڈت گردھاری لال ہے، بول چوکڑی بھول گیا نا، نام سن کے۔''

''چوکڑی تو پنڈت کی خراب ہوگی اور تو اب تیرا بھی آخر آ گیا۔'' اور ردلوکا کے اشارے پر وہ ہوا میں معلق ہوگئی اور ردلوکا کا کارندہ اس کو لے کر آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔

ردلوکا نے صبح کے وقت جوگندر کو کہا'' اب کس چیز کی اگائی کا موسم ہے؟''

جوگندر بولا۔'' ابھی تو چنا بویا جا سکتا ہے۔''

''تو پھر تیاری کرو کھیت میں ہل وغیرہ چلاؤ اور بیج ڈالو۔''

جوگندر نے تیاری شروع کر دی اور کھیت میں بیج بھی ڈال دیا گیا۔

اور ردلوکا کھیت میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اکیلی نہیں تھی بلکہ اس کے اور بھی ساتھی ہوں گے۔ لہٰذا ان کو بھی پکڑنا ہے۔ ردلوکا کے کارندے اس کے چاروں طرف موجود تھے۔

دوسری رات بارہ بجے کے بعد اونٹوں کا ایک ٹولہ آ گیا اور اس نے کھیت میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر یہ کیا جو اندر آتا وہ بلبلا کر باہر دوڑ جاتا اور پھر پلٹ کر نہ دیکھا۔ ساری رات یہ تماشہ ہوا اور ہر دوسرے روز بھی یہ ہوا کہ ہاتھی آ گئے کبھی نیل گائے آ گئیں کبھی گیدڑ آئے مگر کھیت کے اندر کوئی نہ آیا اور پودے بڑے ہوتے گئے جو گندر بڑا حیران تھا ایک مدت کے بعد اس نے کھیتوں کو ہرا بھرا دیکھا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ فصل تیار ہوگئی۔

ردلوکا نے کہا۔'' لو تمہاری فصل تیار ہے اب تم ساری زمین آباد کرو میں آگے جاتا ہوں۔ مرض ختم نہیں ہوا، ابھی ہے مگر تم فکر نہ کرو آگے بھی سب ٹھیک ہوگا۔''

اور ردلوکا پنڈت کی تلاش میں روانہ ہوا۔

پنڈت گردھاری لال فیروز پور میں رہتا تھا۔ نہایت شریف اور خدمت گزار مشہور تھا مگر ظاہری باتوں کے باوجود اس کے کارنامے بہت گندے تھے سفلی اور کالے جادو کے منتر اس کے پاس تھے اور بڑی بھاری فیس لے کر وہ کام کرتا تھا اور کبھی خود کسی کے سامنے نہیں آتا تھا اس کا ایک کارندہ تھا وہی معاملات طے کرتا تھا اور رقم وصول کرتا تھا۔

ردلوکا کی ملاقات بھی اس سے ہوئی۔

ردلوکا ایک پریشان حال آدمی کی شکل میں اس سے ملا اور بولا۔

''پنڈت جی سے کام ہے، شکلا جی ملاقات کرا دو تو مہربانی ہوگی۔''

شکلا نے اوپر سے نیچے تک اس کو دیکھا اور پھر بولا۔

''بہت مشکل ہے ان کو فرصت نہیں ہے۔''

''بات کو سمجھ لو شکلا جی میں ہوں ضرورت مند رقم لے کر آیا ہوں۔''

''تو پھر ایسا کرو۔ رقم مجھے دے دو، میں رات کو بات کرلوں گا کام بھی بتلائے دو۔''

''نہیں شکلا جی میں رقم پنڈت جی کے ہاتھ میں دوں گا اور کام بھی ان کو ہی بتلاؤں گا۔'' ردلوکا بولا۔

''اچھا تو پھر شام کو آنے کا کشٹ اٹھانا ہوگا۔'' شکلا بولا۔

''شام کو آ جاؤں گا۔'' ردلوکا بولا اور باہر آ کر روپوش ہوگیا اور پھر اندر چلا گیا۔ شکلا نے دروازے سے باہر آ کر اطمینان کیا کہ ردلوکا چلا گیا کہ نہیں اور پھر اندر چلا گیا اور

اندر جا کر ایک دروازے سے گزر کر آنگن میں آ گیا اور پھر آخری سرے کے دروازے پر آ کر آواز دی۔

"گرو جی میں ہوں شکلا اندر آ جاؤں۔"

چند منٹ کے بعد جواب دیا۔ "آ جا کیا کام ہے؟"

پنڈت اندر ایک نوجوان عورت کے ساتھ موجود تھا۔ شکلا اندر گیا اور نظریں نیچی رکھیں کیونکہ گرو کو وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے اس عورت پر ذرا بھی نظر ڈالی تو گرو کا پارہ چڑھ جائے گا۔

اس کے اندر جاتے ہی پنڈت بولا۔ "بول کیا بات ہے سویرے سویرے؟"

"گرو ایک آدمی آیا تھا کچھ پریشان سا لگتا تھا رقم بھی لایا تھا کچھ کام تھا اس کو۔"

"کتنی رقم لایا تھا، لے لی ہوتی۔" پنڈت بولا۔

"میں نے رقم دیکھی کہاں کہ بتاؤں کتنی تھی کہتا تھا گرو کو میں ہی رقم دوں گا اور کام بتاؤں گا شام کو پھر آئے گا۔"

شکلا بولا۔ تو گرو نے ماتھے پر بل ڈال کر کہا۔

"ابے تو کب تک گھامڑ رہے گا رقم تو پہلے پکڑ لینی چاہیے۔"

"پر گرو اس نے دی کب مجھے۔" شکلا بولا۔

عورت نے کہا۔ "پنڈت جی آئی لکشمی اس کی بے وقوفی سے لوٹ گئی۔"

پنڈت نے جواب دیا۔ "تو فکر نہ کر اجنبی اگر ضرورت مند ہے تو ضرور آئے گا۔"

رولوکا ان کی باتیں سن رہا تھا اور اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ عورت پنڈت کی بیوی ہرگز نہ تھی اس کے بناؤ سنگھار اور بات کرنے کے انداز بازاری سے لگتے تھے۔

رولوکا شام کو پھر چلا گیا پنڈت موجود تھا بولا۔ "تم صبح بھی آئے تھے۔"

رولوکا بولا۔ "ہاں جی آیا تھا، پر تمہارے آدمی نے واپس پھیر دیا۔"

"اب تم بتاؤ کیا کام ہے اور پہلے سن لو کہ میں مفت میں کام نہیں کرتا میری فیس تین ہزار روپے ہے اور پہلے لیتا ہوں اگر رقم ہے تو کام بتاؤ۔" پنڈت بولا۔

"رقم تو میں دے دوں گا پر اطمینان تو ہو کہ کام ہو جائے گا۔" رولوکا بولا۔

"میں رقم لیتا ہوں تو کام بھی کر کے دیتا ہوں مگر آئی رقم واپس نہیں کرتا۔"

"ٹھیک ہے پنڈت جی یہ رقم ہے گن لو پورے تین ہزار ہیں۔" رولوکا نے روپے پنڈت کے ہاتھ پر رکھ دیئے اور پھر بولا۔

"میرا کام یہ ہے کہ میں بھنڈا کے گاؤں سورن سنگھ سے آیا ہوں وہاں کی زمین بنجر ہو گئی ہے رات کو نہ معلوم کہاں سے جانور آ کر سب کھیت برباد کر جاتے ہیں ان کو روکنا ہے۔"

پنڈت نے رقم ایک صندوق میں رکھی اور بولا۔

"تیرا کام نہیں ہو گا کیونکہ اس گاؤں کو برباد کرنے کا ٹھیکا بھی میرا ہی ہے۔" رولوکا نے حیرت کا اظہار کیا۔ "تو پھر میری رقم واپس کر دو۔"

"میں نے کہہ دیا تھا کہ رقم واپس نہیں ہوتی، میں پنڈت گردھاری لال ہوں کوئی اٹھائی گیرو نہیں ہوں۔

"دس سال کے بعد وہ پنڈ دوبارہ آباد ہو جائے گا۔" پنڈت رعب سے بولا۔

"دس سال میں تو اس پنڈ میں ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔ کون آباد کرے گا؟"

"سورن سنگھ کی زمینداری تو ختم ہو جائے گی۔ مجھے کیا کوئی آباد کرے نا کرے۔"

"سورن سنگھ سے تمہاری دشمنی چلی آ رہی ہے کیوں برباد کرو گے؟" رولوکا نے پوچھا۔

"دوستی دشمنی ہم کیا جانیں ہمیں تو اس کی بربادی کی رقم ملی ہے ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔"

"پر یہ کام تو بہت برا ہے کہ کسی آباد گاؤں کو برباد کر دو۔" رولوکا بولا۔

''اچھا برا ہم نہیں جانتے آخر ہمارے بھی اخراجات ہیں وہ بھی تو پورا کرنا ہیں۔''

''درست کہا تم نے پنڈت! تم کو بھی تو ہر روز نئی نئی عورتوں کی ضرورت ہے ان کے نخرے اٹھانے کو ان کی فرمائش پوری کرنا ہیں تم واقعی روپے کے ضرورت مند ہو مگر تم کو سن کر شاید یقین نہ آئے کہ اب پنڈ سورن سنگھ میں کھیتی ہو رہی ہے جو جانور رات کو آتے تھے بھاگ گئے ہیں اور وہاں کے تالاب پھر پانی سے بھر چکے ہیں اور جو لوگ چلے گئے تھے پھر اپنے کھیت آباد کرنے آ گئے ہیں۔''

''ارے جا بکواس کرتا ہے ایسا کبھی نا ہو سکے گا دس سال تک نہیں ہوگا۔'' پنڈت چیخ کر بولا۔

''زیادہ زور سے نہ بول پنڈت اور میری رقم واپس کر دے، میں صرف یہ دیکھنے آیا تھا کہ واقعی تو نے یہ کام کیا ہے تو نے قبول کر لیا اب تو ٹھیک ہو جا اور حرام کی کمائی سے عیاشیاں مت کر، لوگوں کی نظر میں جیسا ہے ویسا ہی بن جا تیرے یہ چند جنتر منتر تیرے کام نہ آئیں گے تیری سب سے خطرناک ڈومنی اب کہاں ہے تجھے پتہ ہے۔''

''وہ اپنا کام کر رہی ہے۔'' پنڈت بولا۔

''تو نہایت بے وقوف آدمی ہے تو کیا سمجھتا ہے کہ تو بہت بڑا جادوگر ہے، تیرے بیر نرالے ہیں۔ ارے بے وقوف تیرا اسفلی علم اور اس کے بیر بھی تیری طرح بے وقوف ہیں تو ان کو لگا کر عیاشی کرتا ہے ذرا سی کامیابی کو سمجھتا ہے تو کامیاب ہو گیا، سن تیرے سارے بیر ختم ہو چکے تو نے ان کی خبر نہ لی اب گاؤں میں تیرا کچھ نہیں، گاؤں پھر سے آباد ہو رہا ہے اور اب آگے کچھ کرنے کی کوشش نہ کرنا اب بتا تو نے اس گاؤں کو برباد کرنے کی کیوں ٹھانی تھی۔''

پنڈت غصہ سے بولا۔ ''ارے جا بڑا آیا حکم چلانے والا تو ہے کون چرکٹھ ذرا بتلا تو؟''

''میں کون ہوں اس بات کو جانے دے میں تیرے منہ سے سننا چاہتا تھا کہ تو اس کا نام بتائے جس کے کہنے پر تو نے یہ کام کیا تھا تو نہیں بتاتا تو پھر سن میں بتاتا ہوں تو نے یہ گندہ کام زمیندار ہرنام سنگھ کے کہنے سے کیا تھا۔ تجھے پتہ نہیں کہ ہرنام سنگھ کیسا آدمی ہے تو نے تو رقم جیب میں رکھی اور لگ گیا عیاشی میں۔''

''سن میں بتاتا ہوں۔''

''پنڈ سورن سنگھ کے بہت قریب ایک بہت بڑا پنڈ ہے اس کا زمیندار ہرنام سنگھ ہے اس کی زمینداری سورن سنگھ کی زمینداری سے بڑی ہے اس کا دبدبہ اور رعب بھی اس علاقے پر بہت ہے اس کے کسان اور ہاری اس کے سامنے آنے سے گھبراتے ہیں کیونکہ وہ ہر وقت غصہ میں رہتا ہے۔ کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ وہ بڑا ضدی اور منہ پھٹ آدمی ہے اپنے سامنے کسی کو کچھ خیال نہیں کرتا چھوٹے زمیندار اور اس کے کارندے اس سے خوف زدہ رہتے ہیں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس کے خلاف کیا کر گزرے وہ ایسا سانپ ہے جو بل میں بھی سیدھا نہیں چلتا۔ وہ غیروں کو اور اپنوں کو سب کو ایک ہی فن سے ڈستا ہے اور ڈس کر خوش ہوتا ہے اور عدالتوں میں جانا اس کا شوق ہے۔ ہزاروں کیس اس کے چل رہے ہیں کسی پر اس نے کیس کیا ہے تو کسی نے اس پر کیس کر رکھا ہے۔

پورا گاؤں اس کا قرض دار ہے اس کا قرض چڑھانے کا انداز یہ ہے کہ کسی بھی کسان ہاری کو شادی بیاہ یا کسی اور موقعہ پر دو چار سو روپے دے دیئے اور پھر اس کو لال کتاب میں درج کرا دیا بطور قرض اور پھر وہ قرض سود در سود بڑھتا رہا اور بندہ اس کے جال میں پھنسا گیا۔ اس کی حویلی بہت بڑی اور بڑی شاندار بنی ہوئی ہے اس کے علاوہ اس کا ایک بھائی بھی ہے اور اس کی بیوی بھی ہے۔

ہرنام سنگھ کی مصروفیت اتنی زیادہ ہیں کہ وہ دن بھر گھر سے باہر ہی رہتا اور اس کا بھائی منوہر سنگھ پوری آزادی سے بھوکے بھیڑیئے کی طرح گاؤں میں پھرتا رہتا ہر شخص جانتا تھا کہ وہ کیسا آدمی ہے اس کے کارندے ہر گھر کی خبر رکھتے تھے کوئی گھر اس کی دسترس سے محفوظ نہ تھا اس کے کارندے اس سے بڑھ کر تھے غریب ہاری اور کسان کی کون سنتا ہرنام سنگھ کو کون بتاتا اور بتاتا تو کیا بتاتا ہرنام

سنگھ کیا کم تھا۔ جوان لڑکیاں کب تک پردے میں رہیں گی گاؤں کی زندگی تو ایسی ہوتی ہے کہ گھر کے ہر فرد کو کام کرنا پڑتا ہے یہاں پر ہرنام سنگھ کی حویلی کا کام بھی تھا۔

منوہر کی بیوی ایک غلط عورت تھی منوہر گاؤں کی نالیوں میں منہ مارتا رہتا تھا تو وہ گھر میں کسی آنے جانے کو نہیں چھوڑتی تھی اس کے اندر کے کام کرنے والے سب اس سے ڈرتے تھے ان کا ڈر دوطرفہ تھا۔ ایک تو اگر کوئی منوہر کی بیوی کو راضی نہ کیا اور اس نے منوہر سے شکایت کردی تو پھر کیا ہوگا اور اگر ذرا سی بے احتیاطی سے منوہر کو خود خبر ہوگئی تو بھی زندگی گئی مگر اب تک ایسا نہیں ہوا تھا اندر کی عورتیں اپنی اپنی پسند سے انتخاب کر کے عیش کرتی تھیں سردار ہرنام سنگھ بڑا آدمی تھا لوگ اس کا نام سن کر کانوں کو ہاتھ لگاتے مگر اس کی گھریلو زندگی اچھی نہ تھی بیوی کی نظر میں اس کی عزت دوکوڑی کی تھی وہ کہتی ”جا اوئے دور ہٹ تینوں گھر کی کھیر کیا جائے گی توں تو باہر کا بندہ ہے مینو ہاتھ نہ لا۔“

ہرنام سنگھ اس کے مقابلے میں ذرا دبتا بھی تھا بستر پر اس کی ساری ہیکڑی دم توڑ دیتی تھی اور وہ اندھیرے میں چپ کر کے سو جاتا تھا اس کمزوری کا احساس اس کو تھا باہر تو اس کا رعب خوب چلتا تھا مگر اندر وہ کمزور تھا اس کا فائدہ اس کی بیوی خوب اٹھاتی تھی دل کھول کر اپنے پیاروں پر خرچ کرتی اور ان کے ساتھ عیش کرتی اور زمیندار اس کو کچھ نہ کہہ پاتا۔

یہ ایک قدرتی سزا تھی جو کہ سردار ہرنام سنگھ کو مسلسل عذاب میں رکھتی تھی۔ دوسری سزا اس کا بھائی منوہر تھا۔ ہرنام سنگھ کے آدمی بتاتے تھے کہ منوہر اپنا رعب اور دبدبہ گاؤں پر بڑھا رہا ہے اور کوئی وقت جاتا ہے کہ وہ اپنا مقصد الگ طلب کرے گا۔ ایک اور سزا سردار ہرنام سنگھ کے لئے سورن سنگھ کی نیک نامی اور پھر جوگندر کی نیک نامی نے پیدا کردی جس قدر وہ بدنام تھا اس سے زیادہ جوگندر نیک نام تھا اس کا نام لوگ عزت سے لیتے تھے اور ہرنام کے نام کے ساتھ گالیاں لگا کر اس کا نام لیتے تھے۔

یہ دونوں کے کردار کا فرق تھا اگر ہرنام ذرا بھی عقل مند ہوتا تو خود کو سنبھالتا اپنے کردار پر نظر کرتا اور اس کو درست کرتا۔

کسانوں نے نئے سرے سے محنت کرنی شروع کردی اور گاؤں کی رونق پھر بڑھتی گئی اور ایک وقت آیا کہ پنڈ سورن سنگھ پھر سے ویسا ہی ہوگیا گاؤں پر چھائی نحوست ختم ہوگئی۔

ادھر ہرنام کے بھائی منوہر پر کیس کردیا اور پھر ایک دن کسی نے بتایا کہ ہرنام سنگھ کو کسی نے اس کی حویلی میں قتل کردیا ہے۔ منوہر سنگھ اور اس کی بیوی پر الزام آیا اور دونوں کو گرفتار کرلیا گیا اور پھر دونوں کو سزا ہوگئی اس نے پنڈ سورن سنگھ کو اجاڑنے کی کوشش کی اور خود اجڑ گیا۔

پنڈت پھر پلٹ کر نہیں آیا، رولو کا نے فیروز پور جا کر اس کا پتہ کیا مگر وہ لاپتہ تھا۔

انسان کتنا بھولا ہے خود کانچ کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں کے گھروں میں پتھر پھینکتا ہے۔

حکیم وقار بولے۔ ”درست کہا تم نے انسان اگر ذرا سا بھی اپنے کردار پر نظر ڈال لیا کرے اور اندر جو ایک ضمیر نام کی چیز قدرت نے رکھی ہے اس کے اشارے سمجھ لیا کرے تو بہت سی خرابیوں سے بچ جا سکتا ہے۔“

☆.....☆.....☆

کان پور اور الہ آباد کے درمیان بہت سے گاؤں ہیں۔ ایک گاؤں کان پور سے دور اور الہ آباد کے قریب واقع ہے۔ اس کا نام رام نگر ہے اس گاؤں میں ہندو زیادہ اور مسلمان کم ہیں یہ گاؤں میں سڑک سے دور ہے کم از کم ایک کوس کا فاصلہ تو ہوگا۔ پرانی آبادی ہے سب لوگ مل جل کر رہتے ہیں ہندو، مسلمان کا آپس میں میل جول بھی اچھا ہے۔ سب ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شامل ہوتے ہیں اس آبادی میں ایک حکیم صاحب کا بھی گھرانہ ہے حکیم نواب علی گھر کے بڑے ہیں اور وہی مطب کرتے ہیں اور ان سے چھوٹے بھائی کسان ہیں حکیم نواب علی کے پاس دور دور سے مریض آتے ہیں اور چند آنے کی دوائیں

کھا کر ٹھیک ہو جاتے ہیں، ان کے ہاتھ میں اللہ نے شفا دی ہے وہ بھی کبھی کسی سے زیادہ طلب نہیں کرتے، گاؤں میں مسلمان کم ہیں مگر وہ پورے مسلمان ہیں روزہ نماز اور اسلام کے بارے میں معلومات بھی رکھتے ہیں شہر سے کتابیں لے آتے ہیں خود پڑھتے ہیں بلکہ اپنے سب گھر والوں کو پڑھ کر سناتے ہیں اس طرح ان کا گھرانہ پکا مسلمان ہے ان کا مطب گاؤں کے چھوٹے سے بازار میں ہے شام کے وقت کچھ لوگ ان کے مطب میں گپ شپ کرنے آ جاتے ہیں ان میں ہندو اور مسلمان سب ہی ہیں ان کے اخلاق کے سب گرویدہ ہیں اور ان کے علاج کو بھی سب پسند کرتے ہیں وہ سب کا علاج کرتے ہیں کوئی پیسہ دیتا ہے کوئی اناج دیتا ہے کوئی صرف وعدہ کرتا ہے مگر حکیم نواب علاج ضرور کرتے ہیں کسی کو دوا دینے سے انکار نہیں کرتے۔ چونکہ خود غریب ہیں اس لئے غریبوں کا دکھ درد خوب جانتے ہیں اور اپنی جانب سے ان کا دکھ دور کرنے کی کوشش اپنی بساط کے مطابق کرتے بھی ہیں۔

حکیم صاحب کے دوستوں میں ہر قسم کے لوگ ہیں۔ ان کے کچھ دوست مغرب کے بعد آتے ہیں، کچھ عشاء کے بعد آتے ہیں۔ حکیم نواب سب کے دوست ہیں ان کے ایک دوست ہیں وہ مغرب کے بعد آتے ہیں ان کا نام شاکل ہے۔ لمبے قد کے یہ صاحب حکیم صاحب کی دوکان پر خاموشی سے بیٹھے رہتے ہیں، بہت کم بات کرتے ہیں آواز نہایت باریک مگر ان کے الفاظ میں محبت کی چاشنی محسوس ہوتی ہے، ان کے کمزور اور پتلے جسم میں آنکھیں ہی قابل ذکر ہیں ان کی طرف دیکھنے والا آدمی خود پر طاری بے خودی سی محسوس کرتا ہے وہ ان آنکھوں کی گہرائی میں ڈوبتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ ایک دفعہ ان سے آنکھیں دوچار کرنے کے بعد دوبارہ ان سے دور رہتا ہے، ایک نہ معلوم سا خوف، ایک انجانا سا ڈر، اس کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ ان کے بارے میں حکیم صاحب جانتے ہوں تو شاید جانتے ہوں کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے ان کے پاس آتے ہیں؟ اور پھر وقت مقررہ پر کہاں چلے جاتے ہیں؟ ایک دو نے ان کے بارے میں حکیم صاحب سے کھوج کی ضرور مگر حکیم صاحب نے بڑا گول جواب دیا۔ ”میاں تم اپنے کام سے کام رکھو، وہ ہمارے دوست ہیں اور ہمارے پاس آتے ہیں، تم ان کے بارے میں فکر نہ کرو اگر کچھ کام ہے تو بتاؤ۔“

”ارے نا ہی حکیم صاحب ہم تو بس ایسے ہی پوچھ رہے تھے۔“ کھوج کرنے والا بولا۔

یہ سلسلہ سالہا سال سے جاری تھا۔ عاشق علی کسان تھا اس کے پاس اپنی زمین تو نہ تھی مگر آدمی محنتی تھا اور پورا کسان تھا کسی زمین پر بھی محنت کر کے سال بھر کا اناج پیدا کر لیا کرتا تھا اس کی دو لڑکیاں تھیں، بیوی اس کے ساتھ برابری سے محنت کرتی تھی اور لڑکیاں گھر دیکھتی تھیں دو بکری اور کچھ مرغیاں ان کے پاس تھیں دانے پورے سال کے ان کے گھر میں ہوتے تھے۔ دودھ، انڈے گھر کے تھے بڑے آرام سے گزر رہی تھی مگر لڑکیوں کی طرف سے عاشق فکر مند ضرور تھا گاؤں کی کھلی فضاء اور اصلی غذا نے ان کو جلد ہوشیار کر دیا تھا۔

عاشق کی بیوی زینب ہر دوسرے تیسرے روز عاشق کے کان میں یہ بات ڈالتی تھی کہ ”زینب کے ابا ذرا لڑکیوں کی طرف بھی دیکھو میرے سینے پر تو دو پہاڑ رکھے ہیں کچھ کرو۔“

عاشق روز یہ سنتا تھا اور ٹھنڈی سانس بھر کر رہ جاتا تھا۔ آخر وہ کیا کرتا اس کی محنت کے بدلے اس کو رقم کب ملتی تھی دو چار من منڈی میں بیچ کر وہ کپڑا اور کچھ ضروری اشیاء خریدا کرتا تھا۔

شادی بیاہ کے لئے نقد رقم کی ضرورت ہوتی ہے کپڑا برتن بھانڈے اور نہ جانے کیا کیا سب کے لئے نقد رقم ضروری ہوتی ہے اور وہی اس غریب کے پاس نہ تھی۔

وہ ان ہی فکروں میں تھا کہ بیمار ہو گیا اور کھیت میں کام کرنے کے قابل بھی نہ رہا اس کی چھوٹی بیٹی اس کی دوا حکیم صاحب سے لینے روز آتی تھی اس کے آنے کا وقت

وہی تھا جو کہ شائل کے آنے کا وقت تھا۔
ایک دن اچانک اس کی نظر شائل پر پڑ گئی اور وہ ان کی آنکھیں دیکھ کر ڈر گئی حکیم صاحب سمجھ گئے کہ یہ ڈر گئی ہے۔ "بولے بیٹی زینب کیا بات ہے کیوں ڈر رہی ہو؟"
مگر زینب کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا مگر چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ خوف زدہ ہے۔ حکیم صاحب پھر بولے۔
"ارے ان سے نہ ڈرو یہ تو بچوں سے بہت محبت کرتے ہیں تم یہ بتاؤ تمہارے ابا کا کیا حال ہے؟"
زینب ڈرتے ڈرتے بولی۔" بہت کمزور ہو گئے ہیں کھیت پر بھی نہیں جاتے اماں کہہ رہی تھی کام پر نہیں جائیں گے تو اناج بھی نہیں ملے گا۔"
"ہاں۔ بیٹی یہ تو ہے مگر تم فکر نہ کرو، یہ دوا لے جاؤ۔ انشاءاللہ بخار اتر جائے گا، بخار اتر جائے تو ایک دو دن دوائی اور کھائیں۔ دودھ، دلیا کھالیا کریں۔ روٹی سے بخار دوبارہ آجاتا ہے۔"
لڑکی نے دوائی اور شائل کی طرف دیکھے بنا نظریں جھکا کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد شائل نے کہا۔
"بہت غریب کی لڑکی لگتی ہے کون ہے؟"
حکیم صاحب بولے۔" ایک غریب کسان ہے عاشق، ایک اس سے بڑی ہے۔ لڑکا کوئی نہیں ہے۔ بڑی تو جوان ہے اور عاشق اتنا غریب ہے کہ شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"
شائل نے پوچھا۔" اب تو اس کا کام بھی بند ہے آخر اس کی بیماری کیا ہے؟"
"بخار ہے؟ میں دو چار دوائیں بدل بدل کر دے چکا ہوں مگر اتر نہیں رہا۔" حکیم صاحب بولے۔
"بخار اتر بھی گیا اور وہ کام پر لگ بھی گیا تو بھی کیا ہوگا؟ وہی روٹی کمائے گا حکیم صاحب اس کی مدد کرنا چاہئے صرف تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آتا ہوں، میں نے اب تک کسی کا نہ دل دکھایا ہے نہ کسی کی مدد کی ہے اب مجھے خیال آتا ہے کہ یہ زندگی آخر کس کام کی ہے۔ آپ کی محبت نے اور رازداری نے مجھ پر بڑا اثر ڈالا ہے آپ بتائیں میں اس خاندان کی مدد کس طرح کر سکتا ہوں۔" شائل نے پوچھا۔
"مدد کرنے کے تو بہت طریقے ہیں مگر مدد اس طرح کی جائے کہ کسی کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔" حکیم صاحب بولے۔
"آپ بتائیں، وہ طریقہ۔" شائل نے پوچھا۔
"اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ میں اور تم اس کے گھر چلتے ہیں بہانہ اس کے دیکھنے کا ہی ہوگا۔ پھر میں اس سے بات کرلوں گا تم خاموش رہنا۔"
شائل بولا۔" ٹھیک ہے میں تیار ہوں کب چلیں گے۔"
شائل کو اندازہ تھا کہ اس کی آنکھیں لوگوں کو ڈرا دیتی ہیں۔ اس لئے وہ دوسرے دن آنکھوں پر کالا چشمہ لگا کر آیا، حکیم نواب اس کو دیکھ کر بولے۔" یہ تم نے درست کیا، آؤ چلیں۔"
گاؤں میں مغرب ہوتے ہی اندھیرا ہو جاتا ہے گلیوں میں کتے آزادی سے پھرتے ہیں گاؤں کے کتے بڑے خطرناک ہوتے ہیں کسی اجنبی کو تو پھاڑ کھاتے ہیں۔
عاشق علی کا مکان کچا تھا اور نیچی چھتیں تھیں دروازے پر پھونس کا چھپر پڑا تھا گھر کے اندر اندھیرا تھا مگر دروازہ بند نہ تھا دروازے پر ایک کتا اونگھ رہا تھا مگر وہ قدموں کی چاپ سن کر کھڑا ہو گیا اور بجائے بھونکنے کے کیاؤں کیاؤں کرتا ایک طرف دوڑ گیا۔
حکیم نواب نے عاشق کو آواز دی اندر سے اس کی بیوی زرینہ کی آواز آئی۔" کون ہے؟"
حکیم صاحب بولے۔" ارے ہم ہیں حکیم نواب، عاشق کو دیکھنے آئے ہیں۔"
زرینہ تیز قدموں سے دروازے پر آگئی اور بولی۔
"اندر آجاؤ حکیم صاحب، پڑے ہیں بخار کچھ کم تو ہوا ہے۔"
آنگن کے کنارے بھی ایک چھپر پڑا تھا اس میں ایک کھاٹ پڑی تھی اس کھاٹ پر عاشق لیٹا تھا۔

حکیم صاحب اور شائل کو دیکھ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر حکیم صاحب نے اس کو لیٹے رہنے دیا اور کھاٹ کی پٹی پر بیٹھ کر بولے۔"اب طبیعت کیسی ہے کچھ فرق پڑا۔"

عاشق بولا۔"بخار تو اتر گیا ہے مگر کمزوری کا یہ حال ہے کہ کھڑا ہونے پر چکر آتے ہیں۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو ایک دو روز میں ٹھیک ہو جاؤ گے میں شربت دوں گا، طاقت آ جائے گی۔"

عاشق نے بیوی سے کہا۔"اری نیک بخت دیکھو حکیم صاحب خود آئے ہیں اور یہ تمہارے ساتھ اور کون ہے؟"

حکیم صاحب بولے۔"یہ میرے بہت عزیز دوست ہیں تم کو دیکھنے آئے ہیں۔"

عاشق بولا۔"حکیم صاحب آپ کی اور ان کی بڑی مہربانی میں غریب آدمی آپ کی کیا خدمت کروں۔"

حکیم صاحب مسکرا کر بولے۔"تندرست ہو جاؤ تو خدمت کرنا اس وقت تو ہم تم سے کچھ بات کرنے آئے ہیں۔"

زرینہ شوہر کا حکم پاتے ہیں اندر چلی گئی تھی عاشق نے پوچھا۔"کیا بات کرنی ہے حکیم صاحب؟"

حکیم صاحب بولے۔"میاں مجھے تمہاری حالت کا پتہ ہے اور تم کیا سب کی حالت کا اندازہ ہے مگر میں زیادہ تر مسلمانوں کی طرف دیکھتا ہوں تم مزدور آدمی ہو اللہ نے تم کو اولاد نرینہ نہیں دی تمہاری بیٹیاں اب شادی کے لائق ہو رہی ہیں ان کی شادی بیاہ کا تم نے کیا سوچا ہے؟ میرے یہ دوست ان کا نام شائل ہے اس سلسلے میں تمہاری مدد کریں گے، تم کوئی لڑکا دیکھ لو اور شادی کی بات کرو۔ انشاء اللہ سب ہو جائے گا۔"

عاشق علی یہ سن کر ایک دم اداس ہو گیا کوئی جواب نہ دے سکا۔

حکیم صاحب حیرت سے بولے۔"یہ تو خوشی کی بات تھی تم اداس ہو گئے۔"

عاشق علی گلو گیر آواز میں بولا۔"حکیم صاحب میں بڑا بدنصیب آدمی ہوں۔ میرے نصیب میں خوشیاں نہیں ہیں۔ آپ نے خوشی کی بات کی ہے مگر میں اس پر بھی خوش نہیں ہو سکتا۔"

شائل نے پہلی دفعہ گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"آخر کچھ بتائیں تو؟"

"غریب آدمی کا سب سے بڑا گناہ اس کی غربت ہوتی ہے۔ اس کا ہنر اس کی قابلیت سب کچھ غربت برباد کر دیتی ہے غریب عورت اگر خوبصورت ہو تو وہ لوٹ کا مال ہوتی ہے ہر کوئی اسے کٹی پتنگ کی طرح لوٹنا چاہتا ہے۔"

حکیم صاحب بولے۔"بھئی صاف صاف بتاؤ۔"

"آپ تو جانتے ہیں میں جس زمیندار کی زمین پر کام کرتا ہوں اس کی آنکھ میں کتنا میل ہے وہ بڑا عیاش ہے اس کی زبان بہت خراب ہے اس نے میری بیٹی زینب کو کہیں دیکھ لیا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس کو اس کی حویلی میں کام کرنے بھیجوں۔ جس دن سے اس نے یہ حکم دیا ہے میں بیمار ہوں سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں اگر منع کرتا ہوں تو کام سے گیا اور اس شیطان کی دشمن بھی ہو گیا اس سے لڑ بھی نہیں سکتا۔"

"یہ تو تم نے درست کہا اس شیطان سے کون لڑے گا اس نے تو نہ جانے کتنے گھر برباد کر دیئے ہیں۔"

شائل بولا۔"حکیم صاحب! ظلم جب حد سے گزر جاتا ہے تو اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔"

حکیم صاحب بولے۔"وہ دولت مند ہے، زمینوں کا مالک ہے اور اوپر تک اس کا اثر ورسوخ بھی ہے۔"

شائل نے جواب دیا۔"مگر اس کے باوجود اس پر بھی برا وقت آ سکتا ہے ان دیکھی لاٹھی اس کے سر پر بھی پڑ سکتی ہے۔"

حکیم صاحب بولے۔"اللہ کرے کہ تمہاری بات درست ہو جائے۔"

حکیم صاحب کچھ دیر خاموش رہے اور پھر بولے۔

"یہ بتاؤ اب کیا کریں؟"

"میری رائے میں عاشق علی کہہ دے کہ اس کی لڑکی کسی کے گھر کام نہیں کرے گی چاہے وہ زمیندار ہو؟"

"اس طرح تو وہ بدمعاش اس کا دشمن ہو جائے گا اور روزی سے بھی جائے گا۔" حکیم صاحب نے کہا۔

"ہاں، بظاہر ایسا ہی نظر آتا ہے کمینہ آدمی اپنی فطرت تو دکھائے گا مگر یہ صرف وقتی تکلیف ہوگی اس کو کچھ برداشت کرنا ہوگا اور ان دیکھی لاٹھی کا انتظار کرنا ہوگا جو زمیندار کے سر پر پڑنے والی ہے۔"

حکیم صاحب کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا مگر وہ اس پر بھی راضی نہ تھے کہ زینب ٹھاکر کی حویلی میں کام کرے ایک تو یہ مناسب نہ تھا کہ کوئی مسلمان لڑکی کسی ہندو کی چاکری کرے اور ہندو بھی ایک نمبر کا بدنظر مگر کچھ بولے نہیں۔

عاشق علی اٹھ کر چارپائی پر بیٹھ گیا اور بولا۔ "میری تو سمجھ میں کچھ آتا نہیں آپ ہی رائے دو کہ کیا کروں؟"

حکیم صاحب بولے۔ "ان حالات میں تو منع کرنا بھی خطرناک ہو جائے گا مگر میری حس مسلمانی اور غیرت کہتی ہے کہ تم منع کر دو۔"

شائل نے کہا۔ "تم بے فکر ہو کر اس بے غیرت کو جواب دے دو آگے جو ہوگا دیکھا جائے گا ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

عاشق بولا۔ "آپ دونوں کا مشورہ ہے تو میری ہمت ہو رہی ہے جو برا وقت آئے گا برداشت کروں گا مگر بچی کو جہنم میں نہیں جانے دوں گا۔"

حکیم صاحب بولے۔ "دوا وقت پر کھاؤ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

"ارے حکیم صاحب میری بیماری تو یہی تھی میں کچھ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا اب میں جلدی کھڑا ہو جاؤں گا۔"

تین، چار روز کے بعد عاشق علی شام کو حکیم صاحب کے پاس آ گیا، اب وہ ٹھیک تھا۔

خیر خیریت کے بعد حکیم صاحب نے پوچھا۔ "کہو اب ٹھیک تو ہو؟"

شائل نے بھی اس کی خیریت پوچھی اور کہا۔ "کام پر جا رہے ہو کہ نہیں۔"

عاشق علی بولا۔ "آج گیا تھا مگر زمیندار کے کارندوں نے کام پر نہیں لگایا کہا کہ پہلے زمیندار سے ملاقات کروں کیونکہ اس نے منع کر دیا ہے تو میں زمیندار کے پاس چلا گیا۔ زمیندار مجھے دیکھ کر غصے سے بولا۔

"تجھے بڑی روٹیاں لگ گئی ہیں گھر میں پڑا حرام کی روٹیاں توڑ رہا تھا اب کیوں آیا ہے جا گھر تیرے لئے کام نہیں ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "سرکار میں تو بیمار تھا کام پر کیسے آتا؟"

وہ غصے سے بولا۔ "میں جانتا ہوں نمک حرام تو بہانہ کر کے پڑا تھا، اب تو پڑا تھا تو پڑا رہتا چھوری کو تو حویلی میں بھیج دیتا ہوں، مگر تیری آنکھوں پر تو چربی چڑھی ہے گھر میں دانے پڑے ہیں، ارے کب تک تو ان کو کھائے گا آنا تو تجھے میرے پاس ہے۔"

میں نے گڑگڑا کر کہا۔ "آپ کے پاس تو آنا ہے اور گاؤں میں کون ہے جس کے پاس جاؤں گا۔"

"تو پھر چھوری کو صندوق میں بند کر کے کاہے رکھا ہے اور کب تک بند کرے گا ایک اشارے پر حویلی آ جائے گی، ارے میں نے رعایت دی کہ تو خود بھیج دے گا مگر تیرے تو نخرے ہو گئے خود بھی غائب ہو گیا۔"

میں نے بہت خوشامد کی مگر اس نے ایک نہیں سنی بولا۔ "پہلے چھوری کو خود لے کر حویلی آئے گا تو کام ملے گا اور اگر نہ آیا تو تین دن کے بعد سن لے غور سے چھوری تو حویلی میں آ جائے گی اور تو گاؤں سے باہر ہوگا پھر میں تیرے اس ہمدرد کو بھی دیکھ لوں گا جو تیرے اندر ہوا بھر رہا ہے مجھے سب پتہ ہے۔"

حکیم صاحب بولے۔ "تو اس نے مجھے بھی اپنا دشمن قرار دے دیا۔"

شائل نے کہا۔ "حکیم صاحب یہ سب گیدڑ بھبکیاں

ہیں وہ کیا کرے گا آپ فکر نہ کریں اور تم عاشق علی بے فکر رہو جس نے پیدا کیا ہے وہ کھانے کو بھی ضرور دیتا ہے۔"

تین دن نہیں گزرے تھے کہ حالات نے اپنا رخ بدلا اور زمیندار کی حویلی میں ایک سنگین واقعہ ہو گیا، زمیندار کے اکلوتے لڑکے کو کسی بہت زہریلے سانپ نے کاٹ کھایا اور وہ چند منٹ میں نیلا پیلا ہو کر مر گیا۔ زمیندار کے سر پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا دو لڑکیوں کے بعد اس کا یہ لڑکا تھا اور وہی اس کا وارث تھا بڑے لاڈ پیار سے اس کی پرورش ہو رہی تھی۔

پورے گاؤں میں اس کا غم چھایا ہوا تھا ہر شخص اسی موضوع پر بات کر رہا تھا کوئی زمیندار کے کرتوتوں کا کہہ رہا تھا کوئی اس کی عیاشی کا ذکر کر رہا تھا۔

شائل حکیم صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ حکیم صاحب بولے۔ "ایسا لگتا ہے۔ پکڑ شروع ہو گئی۔"

"پکڑ تو ہوتی ہے حکیم صاحب میں نے کہا تھا نا کہ ظلم حد سے جب بڑھ جاتا ہے تو اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔"

زمیندار کے سارے کام بند ہو گئے زمیندار اس کے سوگ میں حویلی کے اندر ہی پڑا رہا۔

اس نے دور دور سے مشہور سپیروں کو اس سانپ کو پکڑنے کو بلایا جس نے اس کے لڑکے کو ڈسا تھا مگر حویلی میں سانپ ہوتا تو ملتا سب نے اس کو کہہ دیا کہ حویلی میں سانپ نہیں ہے اگر تھا تو اب نہیں ہے پورے ایک ماہ سپیرے کھوج لگاتے رہے آخر میں ان کے سردار اور بہت بوڑھے ایک سپیرے نے بتایا کہ "مجھے کچھ خوشبو سے اندازہ ہوتا ہے کہ سانپ تھا تو اور وہ شیش ناگ تھا وہ بہت خطرناک ناگ ہوتا ہے اور ایک مقررہ مدت کے بعد وہ اپنا روپ تبدیل کرنے پر قادر ہو جاتا ہے مگر اس کے لئے وہ بہت محنت کرتا ہے سالوں صندل کے درخت پر اس کی خوشبو میں مست لٹکا رہتا ہے شاید وہ بھگوان سے پراتھنا کرتا ہے اور پھر بھگوان اس کی اس پراتھنا کو سویکار کرتے ہیں اور اس کو روپ بدلنے کی شکتی کے ساتھ ساتھ اور بھی شکتی دے دیتے ہیں اس ناگ کو کوئی نہیں پکڑ سکتا ہاں اس کو شکتی نہ ملی ہو تو اس کے پکڑنے کا منتر ہے مگر شکتی ملنے کے بعد اس کو پکڑنا ناممکن ہے مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" ٹھاکر کے سوال پر بوڑھا سپیرا پھر بولا۔

"شیش ناگ جب روپ بدلنے کی شکتی پالیتا ہے تو وہ کسی کو بے وجہ دکھ نہیں دیتا۔ وہ مدد تو کرتا ہے مگر کسی انسان کو تکلیف نہیں دیتا۔"

"یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو۔" زمیندار نے پوچھا۔

"ایک تو میری زندگی سانپوں کے درمیان میں گزری ہے میں سب سانپوں کی عادت اور ان کی خصوصیات سے واقف ہوں شیش ناگ انسانی آبادیوں سے دور رہتا ہے اس کا یہاں پر ہونا تعجب کی بات ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے شکتی پالی ہو اور وہ انسانی چولے میں یہاں آتا ہو۔" بوڑھے سپیرے نے بتایا۔

"تو تم میرے پاس رہو شاید وہ پھر ادھر آ جائے یا تم چاروں طرف نظریں دوڑاؤ شاید تم قریب میں پا جاؤ تم اس کو پکڑ کر لو۔ میں تم کو خوش کر دوں گا۔"

سپیرا بولا۔ "اگر شیش ناگ کو میں پکڑ لیا تو پھر مجھے کسی انعام کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ ایک خواب ہے جو ہر سپیرا دیکھتا ہے مگر میں نے آج تک شیش ناگ نہیں دیکھا اور وہ ناگ جو شکتی پا چکا ہو اس کو تو دیکھنا بھی بڑی بات ہے اس پر ہاتھ ڈالنے کا منتر بھی اس پر کام نہیں کرتا کیونکہ وہ پہلے ہی اس کی کاٹ کر لیتا ہے۔"

"تم تو پہلے ہی ڈرے جا رہے ہو کوشش تو کرو شاید کچھ کر سکو۔" زمیندار بولا۔

"ٹھاکر صاحب میرے ساتھ میرے دو بیٹے اور دوسرے میرے رشتہ دار ہیں۔ یہ لوگ ماہر سپیرے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ شیش ناگ ان کے بس کا نہیں ہے میں ان کی جانیں خطرے میں نہیں ڈالوں گا ہاں میں اپنے شوق کی خاطر کسی انعام کے لالچ میں نہیں رک جاؤں گا شاید کہ میں اس ناگ کے درشن کر لوں جس کو دیکھنے کی خواہش ہر سپیرے کو ہوتی ہے۔" بوڑھا سپیرا بولا۔

"تم نے تو اس ناگ کو نہ جانے کیا بنا ڈالا ہے۔ ارے سانپ ہے اور بس۔" ٹھاکر بولا۔

"تم نے درست کہا ٹھاکر صاحب سانپوں کی بھی ایک الگ ہی دنیا ہے ان کے بھی طور طریقے ہیں جس طرح شہد کی مکھی کے رہنے کے انداز ہیں ان کی ایک ملکہ ہوتی ہے کچھ مزدور مکھیاں ہوتی ہیں وہ شہد جمع کرتی ہیں کچھ پولیس مکھیاں ہوتی ہیں جو چھتے کی حفاظت کرتی ہیں کچھ ڈاکٹر مکھیاں ہوتی ہیں وہ زہریلے شہد کو چھتے میں نہیں آنے دیتیں یہ سب بھگوان کی لیلا ہے، انہی سے ملتا جلتا ہوا نظام دیمک کا بھی ہے یہ زمین کے اندر ہے۔ اسی طرح سانپوں کی بھی ہزاروں قسمیں پائی جاتی ہیں اور ان کے نظام میں بھی بڑی سختی ہے سب اس پر چلتے ہیں ان کا سردار کہہ لو بادشاہ کہہ لو یہ شیش ناگ ہوتا ہے۔"

"اچھا تم نے خوب ہوا باندھ لی اپنی یہ راگ مالا بند کرو اور بتاؤ تم رکو گے یا نہیں۔" ٹھاکر بولا۔

"میں اکیلا رک سکتا ہوں وہ بھی آپ کے حکم سے یا ڈر سے نہیں اپنے شوق کی خاطر۔" بوڑھا بولا۔

"چل ٹھیک ہے تو اپنی ٹانگ ہی اوپر رکھ لے۔" ٹھاکر بولا۔

تین ماہ گزر گئے ان تین ماہ میں شائل بھی حکیم صاحب کے پاس نہ آیا۔ ٹھاکر کے اسرار پر بھی بوڑھا نہ رکا اور تین ماہ کے بعد چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی دوسری واردات حویلی میں ہوئی اور ٹھاکر کی بیوی کو ناگ نے ڈس لیا اور وہ جھٹ پٹ ہو گئی۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری ہو گیا اور اس کا گھر خالی ہو گیا۔ بیوی کے بعد بیٹیاں بھی چلی گئیں۔ ٹھاکر دیوانہ سا ہو گیا اس کے سامنے کوئی نہیں جاتا وہ سب کو شک کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا اس کی زبان پر ہر وقت گالیاں اور برے الفاظ رہتے تھے، ذہنی طور پر وہ سخت پریشان تھا۔ اس وجہ سے اس کے کھیتوں میں بھی کام پورا نہیں ہو رہا تھا اور پیداوار کم ہوتی جا رہی تھی۔ انہی دنوں گاؤں میں ایک سادھو آ نکلا اور وہ سیدھا ٹھاکر کے پاس پہنچ گیا۔ ٹھاکر بولا۔ "کیا بات ہے سادھو مہاراج کیسے آنا ہوا؟"

سادھو بولا۔ "دھرتی پر جب جب منش پر برا وقت آتا ہے بھگوان اس کے سدھار کا راستہ بناتے ہیں میں نے دیکھ لیا ہے کہ اس دھرتی پر تیری وجہ سے تیرے کالے کرتوت کی وجہ سے برا وقت آیا ہے یاد رکھ آگے اور برا ہونے کو ہے زمین بنجر ہو جائیں گی درخت سوکھ جائیں گے پھل نہیں دیں گے۔ ڈھور ڈنگر دودھ نہیں دیں گے صرف اس لئے کہ تیرے گاؤں میں ایک ایسا آ گیا ہے جو تجھے برباد کر دے گا اور تو اس کا کچھ نہ کرے گا، تیرے خاندان کو ختم کرنے کے بعد بھی وہ خاموش نہیں رہے گا اس کا کوئی کچھ نہ کرے گا کیونکہ تیرے کرتوت خراب تھے تو نے منش پر ظلم کیا۔ بس یہی بتانے آئے تھے۔" اور سادھو لاکھ روکنے پر بھی نہ رکا اور چلا گیا مگر جاتے جاتے یہ بتا گیا کہ۔ "تیری کچھ مدد ہوگی تو دلی میں ہوگی۔"

سادھو کی بات ٹھاکر کے دل کو لگ گئی اور وہ دلی جانے کے بارے میں سوچنے لگا۔ مگر حالات تو گاؤں کے درست نہ تھے وہ کس پر بھروسہ کرے وہ اپنے کارندوں کو جانتا تھا لگام ذرا ڈھیلی ہوئی کہ وہ بربادی میں لگ جائیں گے سال بھر کا کام تین مہینے میں ہو جائے گا۔

کسانوں میں سب سے ہوشیار آدمی عاشق علی ہی تھا اور اس کو اس نے گھر بٹھا رکھا تھا۔

وہ اس کے پاس خود چل کر گیا اور کہا۔ "مجھے معاف کر دو عاشق علی، تمہاری ضرورت پڑ گئی ہے۔ کام پر آ جاؤ، میں دلی جا رہا ہوں ضروری کام ہے اگر نہ گیا تو یہ گاؤں میرے گھر کی طرح اجڑ جائے گا، میں جانتا ہوں کہ تم ایماندار اور قابل بھروسہ آدمی ہو تم ہی سارا کام سنبھال سکتے ہو۔ تمہاری مدد کو میں نے اپنے سالے کو بلوایا ہے ایک دو روز میں وہ آ جائے گا اندر کے کام وہ کرے گا۔"

عاشق علی یہ سن کر ذرا حیران تو ہوا مگر جو حالات حویلی کے تھے اس کو وہ بھی پتہ تھے اس نے کہا۔ "ٹھیک

ہے ٹھاکر صاحب آپ نے مجھ پر بھروسہ کیا ہے تو میں ضرور کروں گا۔"

ایک ہفتہ کے بعد ضروری انتظامات کے بعد ٹھاکر دلی روانہ ہو گیا۔ دلی میں اس کے بہت عزیز تھے برادری تھی مگر وہ لوگ ٹھاکر کے حالات سے پوری طرح واقف نہ تھے وہ یہ ضرور مانتے تھے کہ ٹھاکر ایک بڑا زمیندار ہے ان لوگوں نے اس کی بڑی خاطریں کیں اور دلی کی سیر کراتے رہے۔ اس کی دعوتیں کرتے رہے۔ ٹھاکر جیون اس کے رشتہ میں ماموں لگتے تھے بڑے زندہ دل اور دلی کے مشہور و معروف تھے۔ ایک روز بولے۔

"میاں تم رشتہ میں بھانجے ہو مگر میں کیا کروں اپنی عادت سے مجبور ہوں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ تم کچھ اداس اداس سے ہو تمہاری طبیعت کہیں جم نہیں رہی میرے خیال میں تم ضرور کسی فکر میں ہو۔"

ٹھاکر یہ سن کر اور اداس ہو گیا بولا۔ "ماموں مجھ پر قیامت گزر گئی ہے میرا پریوار سب ختم ہو گیا۔"

ٹھاکر جیون بولے۔ "بتاؤ تو کیا ہوا؟ شاید میں تمہارے کچھ کام آ سکوں۔"

ٹھاکر بولا۔ "ضرور بتاؤں گا میں دلی آیا ہی اس غرض سے ہوں۔"

"ہاں تو بتاؤ۔" ٹھاکر جیون سنبھل کر بیٹھ گئے۔

اور ٹھاکر نے اپنی بربادی کی داستان سنا ڈالی اور آخر میں بولا۔ "ایک سادھو نے کہا تھا کہ شاید میری مشکل دلی میں دور ہو جائے۔ اس لئے آیا ہوں۔"

"حیرت اس بات پر ہے کہ وہ سانپ اگر حویلی میں ہے تو اس نے کسی کو نہیں ڈسا صرف تمہارے پریوار کو ڈستا رہا اور وہ سپیرا جو کہ اتنا ہوشیار تھا تھک کر بھاگ گیا۔ یہ معاملہ کچھ اور لگتا ہے۔ اس میں کچھ اور بھی راز ہے جو شاید تم کو پتہ نہ ہو۔"

ٹھاکر بولا۔ "تم نے درست کہا مجھے جو پتہ تھا میں نے بیان کر دیا۔"

مگر ٹھاکر نے بہت سی باتیں بیان نہیں کیں تھیں اس نے خود پر پڑی آفت تو بیان کر دی تھی مگر اپنے کالے کرتوت کا نہیں بتایا تھا۔

ٹھاکر جیون بولے۔ "دیکھو ٹھاکر انسان غلطیاں کرتا ہے تم زمیندار آدمی ہو میں تو نہیں کہہ سکتا کہ تم نے کسی پر ظلم کیا ہو گا کسی کا دل دکھایا ہو گا مگر تم خود ہی یاد کرو میرا اندازہ ہے وہ سانپ تم کو سزا دینے ہی آیا تھا۔"

ٹھاکر بولا۔ "گناہ گار تو میں ہوں اب بتاؤ میں کیا کروں اس حویلی میں رہتے ہوئے مجھے ڈر لگتا ہے وہ سانپ تو اندھیرے کا تیر ہے میری زندگی ہر وقت خطرے میں ہے۔"

"دلی میں ہر قسم کے لوگ ہیں میں تم کو کل ایک آدمی سے ملواؤں گا وہ ضرور تمہاری مشکل کا حل تلاش کرے گا۔" اور اس طرح وہ حکیم وقار کے مطب تک پہنچ گیا۔

اور اس نے اپنی بربادی اور سانپ کی حویلی میں موجودگی کی کہانی بیان کر دی مگر اس میں بھی اپنی بہت سی غلطیاں بیان نہیں کیں اس کی بات ختم ہونے کے بعد رولو کا نے کہا۔

"تمہاری بیان کردہ کہانی میں بہت جھول ہے کہیں پر پتہ نہیں چلتا کہ تمہارا خاندان کیوں تباہ ہوا؟ کوئی بات ہے۔ جس کو بتانا بھول گئے وہ بھی تو بتاؤ۔"

ٹھاکر بولا۔ "کچھ لوگ دنیا میں کسی کو ترقی کرتے پھولتے پھلتے نہیں دیکھ سکتے شاید میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔"

"شاید آپ درست کہہ رہے ہوں یہ تو پتہ چل جائے گا۔ آپ کب تک دلی میں رہیں گے۔" رولو کا بولا۔

"میں تو اسی کام سے آیا تھا کل ہی چلا جاؤں گا۔ اب آپ کا جو حکم ہو۔"

"میں آپ کے جانے کے بعد آ جاؤں گا آپ جائیں اور میرا انتظار کریں۔" رولو کا نے جواب دیا۔

ٹھاکر کے جانے کے بعد حکیم وقار بولے۔ "معاملہ کچھ اور نظر آتا ہے۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "زمیندار لوگ جو کچھ کرتے ہیں اس کو وہ حق بجانب خیال کرتے ہیں ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ جو کر رہے وہ کسی دوسرے کے لئے ظلم کے برابر ہے اور وہ یہ ظلم روا رکھتے ہیں آخر اس کی کوئی حد تو ہوتی ہے اور پھر ان کا خود حساب کتاب شروع ہو جاتا ہے تب بھی ان کو احساس نہیں ہوتا۔ کچھ ایسا ہی معاملہ ہے شاید۔"

ٹھاکر واپس آ گیا اس کا کاروبار ٹھیک تھا۔ عاشق علی اپنا کام خوب کر رہا تھا اور دوسروں سے بھی کروا رہا تھا۔ ٹھاکر کے واپس آتے ہی اس نے پورا حساب ٹھاکر کو بتا دیا۔ حویلی میں کوئی نئی واردات نہیں ہوئی تھی۔

شائل اب تک حکیم صاحب کے پاس نہیں آیا تھا۔

ٹھاکر کے آنے کے بعد رولوکا بھی گاؤں آ گیا۔ مگر وہ حویلی نہیں گیا اور نہ ہی ٹھاکر سے ملا۔ وہ ایک مزدور کے بھیس میں پھرتے پھرتے حکیم صاحب کی دوکان پر آ گیا۔

حکیم صاحب نے نئے آدمی کو دیکھ کر کہا۔

"کہو میاں کیسے آنا ہوا مجھ سے کچھ کام ہے؟"

رولوکا یہ سن کر ان کے قریب چلا گیا اور بولا۔

"غریب آدمی ہوں کام کی تلاش میں آیا ہوں آپ کیا کرتے ہیں۔"

حکیم صاحب بولے۔ "ارے میاں دوا دارو کرتے ہیں دو چار آنے کما لیتے ہیں۔"

"ان سے آپ کا گزارہ ہو جاتا ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"ہو ہی جاتا ہے کچھ اناج بھی مل جاتا ہے زیادہ خرچ ہمارا نہیں ہے مگر سب زمینوں کی پیداوار کم ہوتی جا رہی ہے۔ ٹھاکر کی نیت خراب ہے اس کی وجہ سے غریب بھی پس رہا ہے۔ حکیم صاحب بولے۔

"زمیندار کی نیت کی آپ نے کیا بات کی۔" رولوکا بولا۔

"ارے بھائی اثر تو سب پر پڑتا ہے نا اس نے لوگوں پر ظلم کا پہاڑ توڑا، قدرت نے اس کو پکڑ لیا۔" حکیم صاحب بولے۔

"ہوا کیا؟" رولوکا نے پوچھا۔

"اس کا پورا خاندان ختم ہو گیا، بیٹا مرا بیوی مری اور دونوں لڑکیاں بھی مر گئیں اب ذرا سیدھا ہوا ہے دوسروں کی بہن، بیٹیوں کو بری نظر سے دیکھنے والے کے ساتھ اور کیا ہوگا۔"

"اس کا خاندان کیا بیماری سے مر گیا یا کسی اور وجہ سے۔" رولوکا نے مرا ہوا۔

"ارے میاں اس کی حویلی میں ایک سانپ گھس آیا ہے وہی سب کو ڈس رہا ہے۔ اب زمیندار کا نمبر ہے۔" حکیم صاحب بولے۔

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔" رولوکا نے پوچھا۔

"وہی اکیلا بچا ہے کیونکہ وہ سانپ بھی خوب ہے پورے گاؤں میں کسی کو کچھ نہیں کہتا کسی کو نظر نہیں آتا اس لئے کہہ رہا ہوں۔" حکیم صاحب بولے۔

رولوکا بولا۔ "میں تو روزگار کی تلاش میں آیا تھا، آپ بتا رہے ہیں کہ یہاں کے حالات پہلے ہی خراب ہیں پھر بھلا مجھے کیا کام ملے گا۔ میں تو بے کار ہی ادھر آیا۔"

حکیم صاحب بولے۔ "ان حالات میں تو زمیندار کو آدمیوں کی ضرورت ہے کام تو تم کو مل جائے گا مگر کام ذرا سوچ سمجھ کر کرنا، میں نے تم کو بتا دیا ہے کہ وہ سانپ جس کا ڈسا پانی نہیں مانگتا۔"

رولوکا بولا۔ "آپ بھی تو یہاں پر رہتے ہو آپ کو ڈر نہیں لگتا۔"

"ارے بھائی ہم تو مجبوری سے پڑے ہیں کہاں جائیں ہمیشہ سے یہاں آباد ہیں۔"

"تو میں کام کے لئے زمیندار سے ملاقات کروں" رولوکا بولا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے، زمینوں کے کام کی

نگرانی عاشق علی کرتا ہے۔وہی آدمی رکھتا ہے، اس سے ملاقات کرلو شام کو وہ گھر آجاتا ہے چلے جاؤ اس کے پاس۔''

''اس کا گھر گاؤں میں ہے۔'' رولوکا انجان بن کر بولا۔

''تم بھی کمال کے آدمی ہو۔ ارے اور کہاں ہوگا، اچھا تم ایسا کرو ذرا رکو، میں دوکان بند کرتا ہوں۔ شام ہونے کو ہے۔ عاشق علی بھی آتا ہی ہوگا۔ میرے ساتھ چلنا۔''

کچھ ہی دیر میں حکیم صاحب دوکان بند کر کے بولے۔''آؤ میاں اب تو آ گیا ہوگا۔''

چند گلیاں پار کرتے ہوئے وہ ایک مکان کے سامنے کھڑے تھے یہ مکان گارے مٹی کا کچا بنا ہوا تھا دروازے پر نیچا پھونس کا چھپر پڑا تھا اور اس میں دو بکریاں اور دو ان کے بچے بندھے ہوئے تھے۔ حکیم صاحب نے، وہیں سے آواز دی۔''عاشق علی گھر پر ہیں کیا۔''

ایک بارہ تیرا سال کی لڑکی دوڑتی باہر آئی اور بولی۔

''حکیم صاحب سلام علیکم۔''

حکیم صاحب بولے۔''تیرے ابا آ گئے۔''

''ابھی آئے ہیں۔ منہ، ہاتھ دھو رہے ہیں آپ اندر آ جاؤ میں ابا کو بتاتی ہوں۔''

حکیم صاحب رولوکا سے بولے۔''آؤ میاں اندر آ جاؤ۔''

دونوں اندر چلے آئے، اندر صحن میں بھی ایک چھپر پڑا تھا اور اس کے نیچے ایک کھاٹ پڑی تھی اور ایک چراغ کڑوے تیل کا جل رہا تھا اس تیل کی خوشبو صاف محسوس ہوتی تھی لڑکی بولی حکیم صاحب۔''بیٹھو میں ابا کو بتاتی ہوں اور لڑکی چلی گئی۔''

چند منٹ کے بعد عاشق علی آ گیا اور حکیم صاحب سے گلے ملا پھر بولا۔''یہ صاحب کون ہیں؟''

حکیم صاحب بولے۔''میاں مجھے خود پتہ نہیں کہ کون ہیں پر یہ جانتا ہوں کہ ضرورت مند ہیں اور کام کی تلاش میں ہمارے گاؤں آئے ہیں انسانی ہمدردی کے طور پر میں تمہارے پاس لے آیا ہوں کیونکہ تم آجکل زمیندار کے کارندے ہو اگر تمہارے پاس کام ہے تو ان کو لگا دو روٹی کما ئیں گے۔''

''حکیم صاحب آپ مجھے شرمندہ تو نہ کرو، میں تو آج بھی مزدور ہوں، کارندہ کیسا، ہاں بس ذرا کام کی نوعیت بدل گئی ہے اور رہے کارندے تو ان کی حالت اس سانپ نے خراب کردی ہے کیونکہ لوگوں میں یہ بات پھیل رہی ہے کہ جس نے لوگوں کو تنگ کیا ہے ان کو سانپ نہیں چھوڑے گا۔'' عاشق علی نے بتایا۔

''یہ تو تم نے نئی بات بتائی اس سے تو کھلبلی مچ گئی ہوگی۔'' حکیم صاحب بولے۔

''ارے اب تو زمیندار کے بہت قریب کے لوگ بھی فرار ہو رہے ہیں ان کے اوسان خطا ہو گئے ہیں کئی تو بھاگ گئے اور کئی تیاری کر رہے ہیں۔'' عاشق نے بتایا۔

''اور مزدور تو ہوں گے۔''

''ارے ہاری اور کسان کو کیا غم موج سے کام کر رہے ہیں اور زمیندار کا دماغ بھی ٹھکانے آ گیا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کے قریب جو مطلبی اور اس کو غلط راہ پر چلانے والے تھے۔ اب نہیں ہیں یا پھر اللہ کی لاٹھی نے اس کا دماغ درست کر دیا ہے۔'' عاشق علی نے بتایا۔

''تم یہ بتاؤ اس غریب کو کام مل جائے گا۔'' حکیم صاحب بولے۔

''ارے ہاں بھائی تم بتاؤ تمہارا کیا نام ہے اور کہاں سے آئے ہو اور کیا کسانی کی ہے، کبھی محنت کا کام کیا ہے۔'' رولوکا کا مطلب حل ہو چکا تھا اب خود کو چھپانا بے کار تھا وہ بولا۔

''میں دلی سے آ رہا ہوں، میرا نام کامل ہے، کام میں بھی یہی کرتا ہوں جو حکیم صاحب کرتے ہیں، میں مزدوری کے لئے نہیں آیا تھا، میں اس بھیس میں اس گاؤں کے حالات پرکھ رہا تھا۔ میرے پاس زمیندار دلی آیا تھا۔ اس نے سانپ کے بارے میں بتایا تھا مگر اپنے کارنامے چھپا گیا تھا۔

یہاں آ کر یہاں کے حالات دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ساری خرابی کی جڑ تو وہ خود ہی تھا۔ یہاں پر بہت خطرناک ناگ ہے تو مگر وہ ناگ خود زمیندار ہے اس نے ہی اپنے بیٹے کو ڈسا ہے اس نے اپنے پورے خاندان کو ڈسا ہے اس سے پہلے وہ غریب کسانوں اور ہاریوں کو ڈستا رہا ہے مگر اس کے پاپ کا گڑھا بھر چکا ہے اب جبکہ اس پر پڑی ہے تو وہ نیک بن رہا ہے حکیم صاحب آپ اور بھائی عاشق علی آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ لوگوں نے میری مدد کی اب میرا کام آسان ہو گیا ہے، ضرورت اس سانپ کے گاؤں سے جانے کی نہیں ہے اس سانپ کو اس گاؤں میں رہنا چاہئے بلکہ ہر گاؤں میں ایسا سانپ ہونا چاہئے۔"

رولوکا کے خاموش ہونے پر حکیم صاحب بولے۔

"واہ میاں بات آپ نے خوب کی ہے۔ بس مزا آ گیا۔"

عاشق علی بولا۔ "واقعی حکیم صاحب اس سانپ نے بہت سے بگڑوں کو سیدھا کر دیا ہے۔"

رولوکا نے کہا۔ "اللہ کی لاٹھی بے آواز اور نظر نہ آنے والی ہوتی ہے اس کے سزا دینے اور جزا دینے کے انداز نرالے ہوتے ہیں انسان سوچ نہیں سکتا اور کام ہو جاتا ہے۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں، بھلا بتاؤ کون سوچ سکتا ہے کہ اس گاؤں کی کایا پلٹ ایک سانپ نے کر دی اور اب تک اس کو کسی نے دیکھا بھی نہیں ہے۔" حکیم صاحب نے کہا۔

"گاؤں آنے کے بعد آپ زمیندار سے نہیں ملے۔" عاشق علی نے پوچھا۔

"ابھی تک نہیں ملا ہوں مگر آج ہی اس سے ملاقات کروں گا۔" رولوکا بولا۔

"ہاں ضرور ملاقات کریں اور اس کو ذرا شرمندہ تو کریں اس کے جھوٹ پر۔" حکیم صاحب بولے۔

"تو پھر آیئے آپ بھی میرے ساتھ حویلی چلتے ہیں۔" رولوکا نے کہا۔

عاشق علی نے کھڑا ہو کر کہا۔ "ایسا کیسے ہوگا کہ آپ غریب خانے پر آئے ہیں بغیر کچھ کھائے پئے نہیں جانے دوں گا۔"

رولوکا نے کہا۔ "بھائی آپ کا خلوص اور محبت میرے لئے بہت ہے میں کھانے سے زیادہ اس کا طالب ہوتا ہوں اپنے دل میں ذرا ملال نہ کرو اور اجازت دو۔"

اور دونوں زمیندار کی حویلی کی طرف روانہ ہوئے۔

کئی اندھیری گلیاں پار کرنے کے بعد وہ ایک بڑے سے مکان کے سامنے پہنچے۔ حکیم صاحب بولے۔

"یہی مکان ہے۔" بڑے اونچے دروازے پر ایک لٹھ بردار آدمی کھڑا تھا اور اس کے پاس ہی لالٹین جل رہی تھی۔

رولوکا اس کے قریب گیا اور اس سے پوچھا۔

"زمیندار صاحب اندر ہیں۔"

اس لٹھ بردار نے اوپر سے نیچے تک رولوکا کو دیکھا اور بولا۔ "تم کون ہو اور کیا کام ہے؟"

رولوکا کے کچھ کہنے سے پہلے ہی حکیم صاحب بولے۔ "گوپی چند یہ صاحب دلی سے آئے ہیں ان کو زمیندار نے بلایا تھا۔" گوپی چند یہ سن کر فوراً بولا۔ "اچھا، اچھا سمجھ گیا۔ زمیندار جی کتنی دفعہ پوچھ چکے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔" اور وہ دونوں اس کے ساتھ اندر چلے، کئی برآمدوں کو پار کر کے وہ ایک کمرے کے سامنے کھڑے تھے گوپی چند نے باہر سے ہی آواز دی۔ "سرکار دلی کے مہمان آ گئے ہیں۔"

چند منٹ کے بعد زمیندار ان کے سامنے کھڑا تھا۔ بولا۔ "آیئے حکیم صاحب اوہو! ہمارے گاؤں کے حکیم صاحب بھی ساتھ ہیں۔" دونوں کمرے میں آ گئے کمرہ بہت بڑا تھا اور قدیم طرز کے ساز و سامان سے بھرا ہوا تھا۔ بڑے بڑے دو، تین لیمپ جل رہے تھے ایک بہت بڑی مسہری درمیان میں پڑی تھی اس پر پیلے کلر کی چادر بچھی تھی اور کئی بڑے بڑے تکئے قاعدے سے رکھے تھے۔

رولوکا نے ایک نظر میں پورا جائزہ لے لیا۔

زمیندار بولا۔ "میں آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

رولوکا نے کہا۔ ''کہوں کیا کوئی نئی واردات ہوگئی ہے؟''

زمیندار بولا۔ ''نہیں ایسا کچھ نہیں ہوا مگر ڈر تو لگا ہوا ہے۔''

رولوکا بولا۔ ''زمیندار صاحب آپ میری باتوں کا برا نہ ماننا اور برا مانو گے تو بھی کچھ فرق نہیں پڑے گا میں آپ کو بتاؤں کہ وہ سانپ اس کمرے میں ہے۔''

زمیندار یہ سن کر چونک کر کھڑا ہوگیا اور بولا۔ ''یہ تو آپ نے بڑی خطرناک بات بتائی ہے۔''

رولوکا نے اطمینان سے کہا۔ ''آپ بیٹھ جاؤ اس کا ارادہ آپ کو ڈسنے کا نہیں ہے۔''

انسان کے اندر بھی ایک سانپ ہوتا ہے بہت خطرناک اور زہریلا اگر وہ انسانوں کو نقصان پہنچانے کے در پے ہوجائے تو انسان سانپ بن جاتا ہے۔ اس کو کسی کی عزت نظر نہیں آتی کسی کی بہن بیٹی نظر نہیں آتی اس کی نظر ایک سانپ کی نظر ہوجاتی ہے غریب کی غربت مجبور کی مجبوری نظر نہیں آتی وہ صرف اپنے نفس کے سانپ کا غلام بن جاتا ہے صرف اپنی طرف دیکھتا ہے۔

اس کمرے میں سانپ ہے اور وہ آپ کی شکل میں کیا آپ اس بات سے انکار کرسکتے ہیں کہ آپ کا کردار ایک زہریلے سانپ کا سا نہیں رہا ہے، آپ نے جو کچھ زمیندار ہونے کے ناطے کیا کیا وہ درست تھا؟ اس گاؤں کی عورتیں آپ کی ماں، بہن، بیٹی تھیں۔ آپ نے ان پر میلی نظر ڈالی کیونکہ آپ کے اندر کا سانپ باہر آگیا تھا اس سانپ نے آپ کے پریوار کو ڈس لیا آپ کے جان نثار کارندے بھی آپ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اپنے اندر جھانک کر دیکھیں آپ کو وہ سانپ نظر آجائے گا۔ سانپ آپ کے اندر ہے باہر کا سانپ تو نہایت رحم دل ہے اس نے اب تک کسی کو نہیں ڈسا آپ کو سزا دی ہے سبق دیا ہے اگر اب بھی آپ کی آنکھیں نہ کھلیں تو وہ سانپ پھر بیدار ہوجائے گا اور اگر آپ انسان بن جائیں تو وہ آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔ میری باتیں کڑوی ہیں مگر دوا تو کڑوی ہی ہوتی ہے مگر پلانا تو پڑتی ہے۔''

زمیندار سر جھکا کر رولوکا کی باتیں سن رہا تھا اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھی اور آواز کپکپا رہی تھی۔

''میں بہت شرمندہ ہوں، آپ نے مجھے میری مشکل دکھا کر ڈرا دیا ہے، میں واقعی برا آدمی تھا میں نے کوئی اچھا کام نہیں کیا میں سخت گناہ گار ہوں میرا ٹھکانا تو نرک میں ہی ہوگا، بتایئے میں اب کیا کروں کہ پراشچت ہوجائے۔'' رولوکا بولا۔ ''انسان گناہ کرتا ہے اور اس کی سزا پاتا ہے، تم نے اب تک جو کیا اس کی سزا پالی، اب تم وہ کام کرو جس سے انسانوں کو فائدہ ہو ان کے دکھ درد میں ان کا ساتھ دو اور گاؤں کے لوگوں کو اپنی اولاد خیال کرو، تم خود کچھ دن میں اندازہ کرلو گے کہ تم کو یہ سب کرکے کتنی دلی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ انسان نیک کام کرکے جو خوشی حاصل کرتا ہے اس کا بدل کچھ نہیں ہے۔ تم اطمینان رکھو تمہارے گاؤں میں سانپ نہیں ہے۔''

اور رولوکا رات کو ہی واپس دلی روانہ ہوا۔

☆......☆......☆

بھوپال، تالابوں کا شہر ہے اور مسلمانوں کا شہر ہے۔ یہاں کی آبادی میں مسلمان زیادہ ہیں۔ نوابی اسٹیٹ ہے شہر کے چاروں طرف باغات اور کھیت ہیں۔ یہاں کے لوگ بہادر ہیں اور مزاج کے بھی اکھڑ ہیں، ذرا سی بات پر ان کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں اور وہ لڑنے مرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔

مجو میاں کا نام تو مجید خان تھا مگر وہ مشہور مجو میاں کے نام سے تھے، یہ محلہ روشن کرن میں رہتے تھے۔ باپ نے ایک دوکان پرچون کی ڈالی تھی اس پر مجو میاں اور ان کے چھوٹے بھائی شکو میاں بیٹھتے تھے، شکو میاں کا نام شکور خان تھا۔ لیکن وہ شکو میاں کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

باپ کے انتقال کے بعد اس دوکان کے مالک دونوں بھائی قرار پائے، مجو میاں کی شادی تو باپ نے زندگی میں کردی تھی۔ یہ شادی اس وقت ہوئی تھی جبکہ مجو

میاں شادی کا مطلب بھی نہیں جانتے تھے۔

جس رات ان کا نکاح ہوا تھا اس رات اور دلہن بیاہ کر وہ اپنے گھر لائے تھے اس رات ان کی دلہن ان کی اماں کے پاس سوئی تھی مگر شکو میاں کی شادی باپ کی زندگی میں نہ ہوسکی وہ چار سال کے تھے کہ ابا کا انتقال ہوگیا۔ مجو میاں بھی زیادہ ہوشیار نہ تھے مگر باپ کے ساتھ لگے رہتے تھے، دوکان چلانے کے ڈھنگ سے واقف تھے اور پھر محلے کی دوکانداری تھی سارے گاہک اس محلے کے تھے ایمانداری سے ادھاری واپس آجاتی تھی اور بڑے بازار سے مال آجاتا تھا اماں نے بھی سہارا دیا ہوا تھا۔ اس طرح مجو میاں نے دوکان سنبھال لی اور شکو میاں ان کا ہاتھ بٹانے لگے اس طرح آہستہ آہستہ اور تجربہ بڑھتا گیا اور پھر مجو میاں خریداری کرنے لگے اور شکو میاں دوکان پر بیٹھنے لگے۔

شکو میاں جوان ہوگئے، دونوں بھائی آپس میں بہت محبت کرتے تھے، اماں نے بھی تربیت اس انداز میں کی تھی کہ دونوں میں بہت محبت تھی، مجو میاں کی دلہن بھی جوان تھی مگر اولاد اس کو نہیں ہوئی تھی۔

اماں نے بہت علاج کروایا مگر درخت ہرا نہ ہوا اور اماں اسی حسرت میں مرگئیں۔ مجو میاں کی دکان زوروں پر چل رہی تھی۔ دونوں بھائیوں نے ہر قسم کا مال دوکان میں رکھنا شروع کردیا تھا، تہواروں کے موقعہ پر ان کے پاس تہوار کی نسبت سے ہر چیز ملتی تھی، پرانی دوکان تھی بچہ بچہ جانتا تھا اور دوڑا دوڑا آتا تھا۔ وہ بڑے مناسب ریٹ پر مال فروخت کرتے تھے، یہ بات مشہور تھی کہ مجو میاں کی دوکان پر زیادہ دام نہیں لئے جاتے خریدنے والا بچہ ہو بوڑھا ہو کوئی بھی ہو۔

باپ کے زمانے کا مکان بہت بڑا تھا اور رہنے والے تین فرد اس کے باوجود مجو میاں نے اس کو اور بہتر کرالیا تھا اور وہ شکو میاں کے لئے لڑکی کی تلاش میں تھے آخر شکو میاں کا بھی گھر بسانا تھا۔

بھابھی اور بھیا لڑکی کی تلاش میں تھے آخر ان کی نظر بڑے تالاب کے قریب محلہ نوابی میں حیدر خان کی لڑکی پر ٹھہر گئی اور ایک روز مجو میاں شام کو ان کے ہاں چلے گئے۔

حیدر خان نے ان کا بہت اچھا استقبال کیا بولے۔
”ارے آؤ خان، آج اس غریب کو خوب یاد کیا۔“
مجو بولے۔ ”بھئی ضرورت پڑی تو آگئے۔“
”خوب رہی خان! بتاؤ کیا حکم ہے؟“ حیدر خان بولے۔

”ابا ہوتے تو وہ کرتے یہ کام مگر اب وہ تو ہیں نہیں، اماں نے بھی زیادہ ساتھ نہ دیا اور چلی گئیں اب میں ہی بڑا ہوں مجھے ہی کرنا ہے، بات یہ ہے کہ ماشاءاللہ شکو میاں شادی کے قابل ہیں ان کا گھر بسانا ہے اب رہی خاندانی شرافت کی بات تو تم سب جانتے ہو لڑکا خوب کماتا ہے۔ خاندانی گھر بھی ہے اور ساس، نند کا جھگڑا بھی نہیں ہے۔“ مجو ذرا رکے تو حیدر خان بولے۔

”سمجھ گیا تم رشتہ کرنے آئے ہو تم کو کون نہیں جانتا پورے بھوپال میں ایک ہی تو ہو، ارے یہ تو بتاؤ کونسی لڑکی کے لئے آئے ہو میری تو چار، چار ہیں۔“

مجو بولے۔ ”یوں تو چاروں ہی ماشاءاللہ اچھی ہیں پر تمہاری بھابھی نے بتایا ہے کہ شکو میاں کا جوڑ ارا حیلہ سے بنتا ہے میں تو کچھ جانتا نہیں یہ عورتوں کی باتیں ہیں مگر اس نے یہی بتایا ہے۔“

حیدر بولے۔ ”جو بتایا ہے ٹھیک بتایا ہے۔“ اور ہنس کر بولے۔ ”لو میاں خان بات پکی بھابھی صاحبہ سے کہہ دیں جو رسم کرنی ہے بتا کر آجائیں اور کر جائیں۔“

مجو میاں کھڑے ہوکر گلے ملے اور بولے۔ ”تم نے میری بات رکھ لی اور مردوں والی بات کی ہے۔“

”اماں تم کو اور تمہارے خاندان کو کون نہیں جانتا لڑکا شریفوں کا خون ہے۔ شریف ہی ہوگا اور رہا کاروبار تو میاں نصیب کی بات ہے بھرے گھر میں لڑکی جاتی ہے اور خالی کردیتی ہے کبھی خالی گھر بھی اس کے نصیب سے بھر جاتا ہے اولاد مرد کے نصیب کی اور روزگار عورت کے

نصیب سے ملتا ہے۔" حیدر بولے۔

اور پھر ایک دن راحیلہ دلہن بن کر شکو میاں کے گھر آ گئی۔

مجو میاں کی بیوی جمیلہ نے اس کا استقبال کیا، جمیلہ قبول صورت اور جوان عورت تھی مگر راحیلہ شکل وصورت میں جمیلہ سے بڑھ کر تھی عمر بھی زیادہ نہ تھی اور ہاتھ، پیر کی بھی اچھی تھی۔

جمیلہ نے اس کی سج دھج دیکھی تو وہ ذرا بجھ سی گئی۔ عورت بڑی نہ سمجھ میں آنے والی چیز ہے۔ خود اس نے ہی راحیلہ کو پسند کیا مگر وہ اپنی فطرت کو کیا کرتی۔

رسومات کے بعد دولہا، دلہن ملے اور دولہا نے بھابھی کی پسند کی داد دی اور خوشی خوشی رات گزر گئی۔ اب مجو میاں سویرے دوکان کھولنے لگے اور شکو میاں خریداری کرنے لگے دونوں بھائی میں اتنی محبت تھی کہ وہ زبان سے کچھ کہے بغیر بھی دل کی بات سمجھ لیا کرتے تھے۔

وقت گزرتا رہا۔ جمیلہ بظاہر بہت خوش تھی مگر اندر کچھ ضرور تھا اس کو بے چین رکھتا تھا۔

شادی کے تین ماہ کے بعد اس کو اندازہ ہوا کہ راحیلہ کے کچھ ہے۔ جمیلہ نے پوچھا۔ "کیا بات ہے دلہن طبیعت خراب ہے کیا، کچھ کچھ ایسا لگتا ہے؟"

راحیلہ بولی۔ "بھابھی ہاں دو روز سے ایسا ہو رہا ہے کوئی چیز ہضم نہیں ہو رہی۔"

جمیلہ چونک پڑی۔ "ہیں ارے تم نے بتایا نہیں چل حکیم سے دوا لے دوں۔"

راحیلہ نے کہا۔ "تمہارے دیور کو پتہ ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ سب ٹھیک ہے خود ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

"سب ٹھیک ہے مگر جمیلہ کے پیر سے زمین کھسک گئی۔ یہ کیا ہوا؟ چار دن کی آئی مجھ سے بازی لے گئی۔"

مگر وہ بولی کچھ نہیں۔ اپنے کمرے میں آ کر سوچوں میں گم ہو گئی۔

شام کو وہ مجو میاں سے بولی۔

"تم یہ بتاؤ ہماری شادی کو کتنا عرصہ گزر گیا ہے اور میری گود اب تک خالی ہے۔"

"یہ تو اولاد دینے والے کی مرضی ہے اس میں بندہ کیا کر سکتا ہے؟" مجو میاں نے جواب دیا۔

"کچھ کمی انسان میں بھی تو ہو سکتی ہے۔" جمیلہ بولی۔

"ہو سکتی ہے تم نے اور تمہاری اماں نے تم کو کتنی دائیوں کو دکھایا ہے پھر کیا ہوا۔" مجو بولے۔

"کسی بڑھیا ڈاکٹر کو تو نہیں دکھایا بس تم مجھے لے کر چلو ڈاکٹر کے پاس۔" جمیلہ نے ضد کی۔

مجو میاں نے بھی سوچا چلو یہ ضد کرتی ہے دکھانے میں کیا خرج ہے۔

ڈاکٹرنی نے بڑی دیر تک معائنہ کیا اور پھر بولی۔

"بی بی مجھے کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ تم ٹھیک ہو، اللہ پر بھروسہ رکھو وقت آنے پر تم کو اولاد ہو گی۔" مگر جمیلہ کو چین کہاں وہ کئی ڈاکٹروں کے پاس گئی مگر کسی نے کوئی خرابی کا ذکر نہ کیا مگر جمیلہ تو بے چین تھی ادھر اس کو یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ راحیلہ اس کے بعد اس گھر میں آئی اور وہ اس سے بازی لے جا رہی تھی۔ بچہ ہونے کے بعد اس کی اہمیت بڑھ جائے گی۔

اب اس کی دوڑ دھوپ بڑھ گئی وہ روز اپنے میکے جانے لگی۔ مجو میاں نے محسوس تو کیا مگر روک ٹوک اس لئے نہیں کی کہ عورت ہے ضرور اپنے علاج پر لگی ہو گی مگر وہ اپنے علاج کے ساتھ راحیلہ کے راستے روکنے پر زیادہ لگی تھی اور پھر ایک دن راحیلہ کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ شکو میاں اس کو لے کر اسپتال گئے مگر ڈاکٹرنی نے بتایا کہ آپ دیر سے آئے ہوئے بچے کا نقصان ہو گیا ہے اور اس نے صفائی کر دی۔ دونوں میاں، بیوی بڑے اداس گھر آ گئے۔ جمیلہ نے بھی بہت افسوس کیا اور بات آئی گئی ہو گئی۔

انسان کتنا نادان ہے دوسروں کی خوشی کو برداشت نہیں کر سکتا مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ خوشی اور غم ہر ایک کے ساتھ ہیں نہ کوئی ہمیشہ غم اٹھاتا ہے نہ خوشی۔

اب کی بار جمیلہ کا پاؤں بھاری ہوا تو وہ دوڑی ڈاکٹر کے پاس اور پھر مارے خوشی کے ہوا میں اڑنے لگی۔

مجو میاں بھی خوش خوش نظر آنے لگے ایک عرصہ کے بعد سوکھے درخت پر ہری کونپلیں جو نظر آ رہی تھیں دونوں میاں، بیوی تیاریوں میں لگ گئے پروگرام بنائے جانے لگے۔ جمیلہ بیگم بڑی احتیاط کرنے لگیں ان کی اماں اور بہنوں کی آمد ورفت بھی بڑھ گئی۔ تین ماہ گزر گئے مگر اس کے بعد اچانک جمیلہ کی طبیعت بگڑی اور ساری ہری کونپلیں مرجھا گئیں گھر میں موت کا سا سناٹا چھا گیا ساری تیاریاں دھری کی دھری رہ گئیں۔ مجو میاں بجھ سے گئے اور جمیلہ کی حالت مردوں سے بدتر ہوگئی اس وقت راحیلہ آگے بڑھی اور جمیلہ کا اس نے حوصلہ بڑھایا۔

ایک ہفتہ کے بعد جمیلہ کچھ سنبھلا لیا اس دوران راحیلہ نے پورے گھر کا بوجھ اپنے کندھے پر اٹھائے رکھا جمیلہ کو کسی کام میں ہاتھ نہ لگانے دیا اور اس کی خدمت بھی کرتی رہی وقت پر کھانا اور دوسرے کام کرتی رہی اب جمیلہ کو احساس ہوا کہ اس نے جو راحیلہ کے ساتھ کیا تھا دیا ہی اس کے ساتھ ہوا ہے۔ جمیلہ بری عورت نہ تھی مگر عورت تو تھی وہ یہ ہرگز برداشت نہ کرسکتی تھی کہ راحیلہ اس سے آگے نکل جائے۔

کہتے ہیں۔ ”مرد، عورت کا دشمن نہیں ہے مگر عورت، عورت کی دشمن ہے رقابت اور جلیسی عورت میں بہت ہے، عورت تو ایک خوبصورت عورت کو خوبصورت تسلیم بھی نہیں کرتی پھر اس کی خوشی کیسے برداشت کرے گی اور یہاں پر تو معاملہ اور زیادہ سنگین تھا۔

اب کے پھر راحیلہ امید سے ہوگئی مگر اس نے ہوشیاری یہ کی کہ یہ بات چھپا گئی اور شکو میاں بھی خاموش رہے اور تین ماہ گزار دیئے مگر اس کے بعد جمیلہ کی تیز نگاہوں نے بھانپ لیا کہ معاملہ کیا ہے۔ مگر اس دفعہ راحیلہ ہوشیار تھی وہ بہانہ کرکے اپنی ماں کے پاس چلی گئی اور شکو میاں نے کہہ دیا کہ ”تم یہیں پر رہو جب فارغ ہو جاؤ گی تو لے جاؤں گا۔“ بھابھی بھیا کو انہوں نے بتا دیا۔

بھابھی بولی۔ ”ارے لو میاں یہ کیا بات ہوئی پہلا بچہ ہے اپنے گھر ہوتا ہے تم دلہن کو لے آؤ۔“

”بھابھی یہ کوئی لکھی بات تو ہے نہیں کہ بچہ کہاں ہوگا وہ وہاں پر خوش ہے تو اس میں برائی کیا ہے۔“

مجو میاں بولے۔ ”ٹھیک تو ہے رہنے دو اس سے کیا فرق پڑتا ہے ہاتھی پھرے گاؤں گاؤں جس کا ہاتھی اس کا نام۔“

جمیلہ چنک کر بولی۔ ”تم تو خاموشی ہی رہو تم کو پتہ نہیں ہے عورتیں دس باتیں بنائیں گی۔“

مجو میاں بولے۔ ”بنانے دو اور وہ کون عورتیں ہیں ذرا بتاؤ تو۔“

”ارے میں کس کس کا نام لوں، بدنامی تو میری ہوگی کہ جٹھانی نے جان چھڑانے کو ایسا کیا ہے اور دس خرچے ہوتے ہیں، بچے کی پیدائش سے پہلے اور بعد کے، ہم اتنے گئے گزرے نہیں کہ نہ کرسکیں لوگ اس پر بھی باتیں بنالیں گے، تم اپنا کام کرو اور میاں شکو تم دلہن کو گھر لے آؤ۔“ جمیلہ نے اپنا فیصلہ سنا ڈالا۔

شکو میاں نے کوئی جواب نہ دیا بھائی کے سامنے کیا بولتے۔

شام کو وہ سسرال چلے گئے اور راحیلہ سے مشورہ کیا۔

راحیلہ نے اپنی ماں سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا۔

”شکو میاں آپ کی چیز ہے۔ آپ جہاں چاہیں لے جائیں مگر میرا مشورہ یہ ہے کہ بچے کی پیدائش تک اس کو یہیں پر رہنے دیں تو اچھا ہے تم نے ایک دفعہ ویسے دیکھ لیا کہ اچانک اس کی حالت بگڑ گئی تھی بعض جگہیں بھاری ہوتی ہیں۔ دوسرے کی نظر بھی لگتی ہے، تم شاید نہ جانتے ہو کہ نظر پتھر کو بھی داغ دیتی ہے۔ نہ معلوم کون عورت، مرد ایسا ہو جس کی نظر لگ جائے یہاں پر تو سب بال بچے دار ہیں کسی کے لئے یہ نئی بات نہیں ہے کسی کو اس سے نفع نقصان نہیں ہے اس لئے بے فکری ہے۔“ ساس نے

دبے الفاظ میں پوری کہانی بیان کردی اور اس کہانی کا مفہوم بھی پوری طرح شکو میاں کی سمجھ میں آ گیا۔ وہ گردن ہلا کر بولے۔

"ٹھیک ہے امی آپ جس میں خوش ہیں میں بھی خوش ہوں۔" اور اکیلے واپس چلے آئے۔ جمیلہ نے آتے ہی پوچھا۔ "کیا ہوا دلہن کو نہیں لائے؟"

شکو میاں بات بنا کر بولے۔ "دو چار روز میں لے آؤں گا اس کی طبیعت ذرا خراب تھی میں نے سوچا تانگے میں اور دھکے لگتے ہیں اس لئے چھوڑ آیا دو چار دن کے بعد لے آؤں گا۔"

دو چار دن کے بعد پھر جمیلہ بولی۔ "آج لے آنا گھر سونا سونا لگ رہا ہے۔"

شکو میاں نے گردن ہلائی اور چلے گئے شام تک بازار میں پھرتے رہے اور پھر دوکان پر آ گئے ان کے آتے ہی بجو میاں اور وہ حساب کتاب کرتے رہے اور پھر بجو میاں کہیں چلے گئے اور شکو میاں دوکان چلاتے رہے اور رات کو دوکان بند کر کے گھر آ گئے جمیلہ بولی۔ "ارے پھر اکیلے آ گئے۔"

شکو میاں بولے۔ "میں نہیں جا سکا کام زیادہ تھا فرصت نہ ملی۔"

اس طرح شکو میاں کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے بات ٹالتے رہے اور سسرال نہ گئے۔

اب جمیلہ کے کان کھڑے ہوئے اس نے سوچا شکو میاں، بیوی کو لانا نہیں چاہتے۔ کیا ان کو کوئی شک ہے اور اس کے چکر پھر شروع ہو گئے آج اماں کے گھر گئی ہے تو کل پھر کسی کے گھر مگر وقت گزر گیا اور جمیلہ کے پھیرے ختم نہ ہوئے اور نو ماہ کے بعد راحیلہ کے ایک لڑکی پیدا ہو گئی۔

شکو میاں سسرال دوڑے راحیلہ اور لڑکی دونوں ٹھیک تھیں۔ دایا نے بتایا۔ "میاں لڑکی تندرست ہے اور وزن بھی ٹھیک ہے۔" ساس نے مبارک باد دی اور وہ خوشی خوشی گھر آئے اور یہ خوشخبری بھائی کو سنائی۔

جمیلہ یہ سن کر بظاہر بڑی خوش ہوئی مگر اندر، اندر اس کے ذہن میں اندھیرا چھا گیا۔ "آخر میں ہار گئی۔" اس نے سوچا۔ بجو میاں بہت خوش ہوئے اور بولے۔ "سوا مہینے کے بعد دلہن کو گھر لے آؤ بس۔"

شکو میاں بولے۔ "ہاں بھیا میرا ارادہ بھی ایسا ہی ہے۔ بس اب کام تو ختم ہوا۔"

"ہاں۔ میاں بڑے ارمانوں سے یہ دن آیا ہے۔ ذرا زوردار خوشی کریں گے۔"

مگر جمیلہ کے دل پر اوس پڑ گئی تھی اس کے اندر ایک بے چینی سی ہو رہی تھی۔ لو ابھی سے تیاریاں ہو رہی ہیں دونوں بھائی خوشی کی تیاریاں کر رہے ہیں، اس کی اہمیت اتنی بڑھ گئی ابھی سے آنے کے بعد کیا ہو گا مجھے تو کونے میں بیٹھا دیا جائے گا۔ اس کے اندر سوچ کر ایک آگ جل پڑی تھی۔ میں اب کیا کروں؟" اور پھر اس کی دوڑ دھوپ شروع ہو گئی۔

وہ ایک گمنام سے آدمی کے پاس بیٹھی تھی دو چار عورتیں اور تھیں مگر ذرا فاصلے پر نہیں۔

وہ آدمی زمین پر ایک دری پر بیٹھا تھا اس کا چہرہ کریہہ اور کپڑے گندے تھے۔ کمرے میں نامعلوم سی بدبو بھری تھی۔

جمیلہ بولی۔ "تم نے کہا تھا کچھ نہیں ہو گا مگر اس نے لڑکی پیدا کر دی ہے۔"

آدمی بولا۔ "مجھے پتہ ہے اس سے پہلے کیوں نہ پیدا کر سکی بات یہ ہے کہ میری چیز تم نے اس تک پہنچائی ہی نہیں پہلے پہنچائی تھی تو کامیاب نہیں ہوئی اب میں کیا کروں غلطی تمہاری ہے۔"

"کچھ تو کرو نہیں تو میری اہمیت گھر میں ختم ہو جائے گی۔"

"تو چاہتی کیا ہے یہ بتا۔" آدمی بولا۔

"مجھے لڑکا ہو جائے یا اس کی لڑکی بھی نہ رہے میں یہ چاہتی ہوں۔" جمیلہ بولی۔

"دونوں کام مشکل ہیں۔ اس لئے کہ کسی کو مارنا آسان نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ تیرا مرد کمزور ہے۔ بتا

اب میں تیرے لئے کیا کروں؟"

"مگر میرا مرد تو کمزور نہیں ہے۔" جمیلہ بولی۔

"اری پاگل کمزوری اس کے کرم میں ہے جسم میں نہیں کرم تگڑے ہوں تو لڑکا ہوتا ہے۔"

جمیلہ کی سمجھ میں یہ بات پوری طرح نہ آئی آدمی عیار تھا اس لئے بات ہی ایسی کی کہ سمجھ میں نہ آئے اور عورت چکر میں پھنس جائے۔ جمیلہ بولی۔ "تو پھر اس کو مار دو میرے اندر کی جلن تو کم ہوگی۔"

"میں کسی کو مار نہیں سکتا یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ تم جاؤ وقت ختم ہوا۔"

"کچھ تو کرو۔" جمیلہ بولی۔

آدمی مکاری سے مسکرایا اور بولا۔ "اپنے آدمی پر بھروسہ کرے گی تو ناامید رہے گی بس اب جا میرے پاس تیرا کچھ علاج نہیں ہے۔"

عورت کے بارے میں ہندی کی ایک کہاوت مشہور ہے وہ یہ ہے کہ "اگر عورت کی ناک نہ ہو تو وہ گندگی میں منہ مارے دے۔"

جمیلہ کی حالت بھی ایسی ہی ہو رہی تھی اس کا بس چلتا تو وہ ایک دن میں لڑکا پیدا کر دیتی مگر یہ اس کے بس سے باہر تھا اس کے دل کو اس گندے پلید آدمی کی بات لگ گئی تھی۔

"تیرا آدمی کمزور ہے اس کے کرم کمزور ہیں تو میں کس طرح اس کے کرم کو طاقتور بناؤں۔"

"ہائے۔ اس تقدیر کی۔ یہ بات پتہ چلی، پہلے سے پتہ ہوتا تو کچھ کرتی۔" سارا دن بے چینی میں گزر گیا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے ہنستے کھلکھلاتے بچے آرہے تھے وہ ان کی طرف دوڑ رہی تھی اور وہ اس سے دور ہو رہے تھے۔

رات کو وہ مجو میاں سے بولی۔ "ایک بات بولوں برا تو نہیں مانو گے۔"

مجو میاں دن بھر کے تھکے ماندے تھے بولے۔ "پر تو ایسی بات بول ہی مت جو بری لگے۔"

"بولنا بھی ضروری ہے۔" وہ ان کے قریب ہو کر بولی۔

مجو میاں نے کہا۔ "تو بولے گی ضرور اگر نہ بولا تو تیرے پیٹ میں درد ہو جائے گا۔"

"بیوی ہوں تمہاری تم سے نہ بولوں گی تو کیا پڑوسیوں سے بولوں گی۔" وہ اٹھلا کر بولی۔

"اچھا تو نیک بخت اب بول بھی دے۔" مجو میاں بولے۔

جمیلہ بولی۔ "تم نے میرا معائنہ تو ڈاکٹر سے کرا دیا اور میں ٹھیک ہوں تم بھی اپنا معائنہ کرا لو تو کیا برائی ہے۔" مجو میاں یہ سن کر سناٹے میں رہ گئے اور بولے۔ "اری کیا دیوانی ہوگئی ہے میں تندرست آدمی ہوں کیوں کر یہ بات تیرے دماغ میں آئی۔ بس اب چپ ہو جا بہت بکواس کر لی۔"

مجو میاں غصے سے بولے۔ جمیلہ نے کہا۔ "میں نے پہلے پوچھ لیا تھا کہ غصہ تو نہیں کرو گے مگر تم ناراض ہو گئے۔"

"اچھا۔ اب چپ ہو جا اور سن! آئندہ ایسی بات نہ کرنا، اللہ کی مرضی میں کسی کا دخل نہیں ہے اگر تیری اور میری قسمت میں اولاد ہے تو ضرور ہوگی اور اگر نہیں ہے تو کچھ کرنا بے کار ہوگا۔" جمیلہ نے کوئی جواب نہ دیا مگر اس کے اندر کی آگ اور تیزی پکڑ گئی۔

وقت گزرتا رہا اور وہ جلتی رہی مجو میاں اپنی سی کوشش کرتے رہے اور وہ بھی اپنی طرف سے تعاون کرتی رہی مگر زمین پر ایک پودے کے آثار نظر نہ آئے۔

جمیلہ کو اس گندے آدمی کی بات یاد آگئی۔ "اپنے آدمی پر بھروسہ کرے گی تو ناامید رہے گی۔"

راحیلہ بھی آگئی تھی اس کی لڑکی بڑی خوبصورت گڑیا سی تھی راحیلہ بہت خوش تھی لڑکی کی پیدائش کے بعد اس کا رنگ روپ اور نکھر گیا تھا۔ شکو میاں، بیوی کے اور قریب ہو گئے تھے۔ دونوں میاں، بیوی بچی کے ساتھ رات گئے تک کھیلتے رہتے ان کے ہنسنے کی آواز رات تک آتی رہتی اور جمیلہ ان کی آواز سن کر جلتی کڑھتی رہتی۔

"میں کب تک جلوں گی میں ٹھیک ہوں میرا حق بھی

ہے کہ اپنی اولاد کو کھلاؤں اس کے ناز اٹھاؤں میں کیا کروں؟ مجو میاں تو کچھ نہ کر پائیں گے وہ تو خود کو نہ جانے کیا سمجھ رہے ہیں۔"

اور وہ پھر بولائی بولائی اس گندے بہروپیہ کے پاس پہنچ گئی۔

اس گندے آدمی نے اس کو دیکھا اور بولا۔ "بول اب کیسے آ گئی؟"

جمیلہ بولی۔ "میں تو اب تک نا امید ہوں۔ کچھ دوا دارو دو۔"

"میں حکیم ڈاکٹر نہیں ہوں کہ دوا دارو دوں علاج کرتا ہوں مگر میرا طریقہ دوسرا ہے میں نے کہہ دیا تھا کہ اپنے آدمی پر بھروسہ کرے گی تو نا امید رہے گی تیری سمجھ میں نہیں آیا۔" وہ عیاری سے منہ بنا کر بولا۔

"تو اب کیا کروں یہ بتاؤ؟" جمیلہ بولی۔

"ایک دوکان سے سودا نہ ملے تو دوسری دوکان پر جانا پڑتا ہے دوسری سے نہ ملے تو اور دوکان دیکھنا پڑتی ہے اور سودا مل جاتا ہے دوڑ دھوپ تو ضروری ہے تیری امید پوری ہوگی مگر تیرا مرد پوری نہیں کرے گا اگر تیری سمجھ میں میری بات آ گئی ہے تو پھر شام کو آ جانا اور نہ آئی ہو تو نہ آنا تیری مرضی ہے۔" وہ زیر لب مسکرا کر بولا۔

جمیلہ ایک دم کھڑی ہو گئی اس کی سمجھ میں پوری بات آ گئی ایک لمحے تو وہ سن ہو گئی اور اس کی زبان سے ایک لفظ نہ نکلا اور وہ دروازے سے باہر آ گئی۔

گھر آ کر بھی اس کے کان میں اس کے الفاظ گونجتے رہے اس نے اس طرح اولاد پیدا کرنے کے بارے میں کب سوچا تھا اس نے مجو میاں کے علاوہ کسی مرد پر نظر نہ ڈالی تھی۔

"میں تو اس پر ہی بھروسہ کروں گی اور میرے نزدیک کون ہے؟ میں کس پر بھروسہ کروں۔" بات ایسی تھی کہ وہ کسی سے مشورہ بھی نہیں کر سکتی۔ مجو میاں سے تو اب اس سلسلے میں بات کرنا بھی مشکل تھا۔

"تو پھر کیا کروں؟ میں اپنے اندر کی آگ کو کیا کروں؟" سوچ سوچ کر وہ نڈھال ہو گئی اور اپنی ماں کے پاس چلی گئی شاید جگہ بدلنے سے کچھ سکون مل جائے۔ مگر یہاں پر اس کی ساتھی لڑکیوں کے بچے تھے۔ کسی کے دو کسی کے تین ان کو دیکھ کر اس کے دل میں اور احساس کی آگ تیز ہو گئی۔

وہ اپنی ایک بچپن کی سہیلی کے گھر تالے والے تالاب چلی گئی۔ مگر وہ گھر پر نہ تھی بازار گئی تھی اس کا شوہر ظفر خان گھر پر تھا وہ بولا۔ "نور تو بازار گئی ہے بس آتی ہوگی تم رکو بہت دن کے بعد آئی ہو سناؤ کیسی ہو؟ بچے نہیں آئے۔"

وہ کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "میرے بچے نہیں ہیں کس کو لاتی۔"

ظفر بولا۔ "ہیں! بچے نہیں ہیں تمہاری شادی تو ہم سے بھی پہلے ہوئی تھی۔"

"اللہ کی مرضی ہے میں کیا کروں۔" جمیلہ بولی۔

"اللہ کی مرضی تو ہے انسان بھی تو کوشش کرتا ہے۔" ظفر بولا۔

جمیلہ نے جواب نہیں دیا تو ظفر پھر بولا۔ "کوئی گڑبڑ ہے تو بتاؤ ایک ڈاکٹر میری نظر میں ہے دکھا دوں گا علاج ہو جائے گا فکر کی ضرورت نہیں ہے۔"

اب جمیلہ کو بولنا پڑا۔ "میں تو ٹھیک ہوں چیک کرا چکی ہوں۔"

"تو پھر مجو میاں کو بھی اپنا چیک اپ کرانا چاہئے۔" ظفر بولا۔

"میں نے کہا تھا مگر وہ نہیں مانتے۔" جمیلہ گردن جھکا کر بولی۔

"یہ تو غلط ہے یہ معاملہ تو دو طرفہ ہے۔ دونوں کو فٹ ہونا چاہئے۔" ظفر بولا۔

"وہ نہیں مانتے۔ میں خود پریشان ہوں۔" جمیلہ بولی۔

تو پھر مشکل ہے۔ ظفر بولا۔

"کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا ہے۔" جمیلہ بولی۔

''ہو تو سکتا ہے۔'' ظفر للچائی نظر ڈال کر بولا۔
''وہ بتاؤ۔'' جمیلہ نے پوچھا۔
ظفر اٹھ کر اس کے قریب چلا گیا اور اس کے قریب بیٹھ کر ہاتھ پکڑ کر بولا۔ ''یہی طریقہ ہے۔'' جمیلہ کے جذبات اور سوچوں نے نڈھال کر رکھا تھا اس نے ہاتھ نہیں چھڑایا۔
وہ آٹھ دن ماں کے پاس رہی اس دوران ہر روز بہانے بہانے سے وہ ظفر سے ملتی رہی اور پھر واپس آ گئی۔ واپس آئی تو مجو میاں نے پیار سے پوچھا۔ ''اب ٹھیک تو ہو ہم تو اکیلے سو سو کر بیزار تھے۔''
ایک ہفتہ کے بعد جمیلہ کی طبیعت بوجھل سی ہو گئی اور اس کے بدن میں ٹھنڈک سی پڑ گئی۔ مجو میاں بھی نہال ہو گئے، سوکھے درخت میں ہری کونپلیں جو نظر آ رہی تھیں۔
اور ٹھیک نو ماہ کے بعد مجو میاں بھی ایک لڑکے کے باپ بن گئے۔ پورا گھر خوشیوں سے بھر گیا۔ تین دن تک موتی چور کے لڈو پورے محلے میں تقسیم ہوتے رہے۔ جمیلہ بیگم کے وقار اور رتبہ میں اضافہ ہو گیا۔ شکو میاں اور راحیلہ بھی ان کی خوشیوں میں برابر کے شریک تھے۔
وقت گزرتا رہا شکو میاں کے ایک لڑکی اور پیدا ہو گئی، اس کے بعد جمیلہ نے بھی ایک اور بیٹے کو جنم دیا۔
مجو میاں کا گھرانا مکمل ہوا اور دونوں میاں، بیوی سر اٹھا کر چلنے لگے، پہلے جو شرمندگی سی دونوں پر طاری تھی دور ہو گئی، دونوں کی محبت میں بھی اضافہ ہو گیا۔ جمیلہ کی بات میں مجو میاں کو وزن نظر آنے لگا اور وہ بھی اس سے مشورہ کرنے لگے حالانکہ بھوپال کے مردوں کے مزاج اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ خود کو ہی سب کچھ خیال کرتے ہیں، ان کے مزاج میں انا بہت زیادہ ہوتی ہے مگر مجو میاں میں اولاد ہوتے ہی لچک پیدا ہو گئی۔
دونوں بھائیوں کے حالات بھی بہت بہتر تھے۔ شکو میاں نے بھی اپنی الگ دوکان بنالی تھی اور وہ اپنا الگ کاروبار کر رہا تھا۔ دونوں کے بچے بڑے ہو رہے تھے۔ الگ الگ مکان بھی ضروری تھا۔ مجو میاں نے نہایت ایمانداری سے اس کا حصہ الگ کر کے مکان بھی دلوا دیا تھا۔ یہ مجو میاں کی عقل مندی تھی کیونکہ یہ تو آخر ہونا ہی تھا۔ ہر عورت اپنی ایک آزاد سلطنت قائم کرنا چاہتی ہے اگر یہ کام وقت پر اور محبت سے ہو جائے تو آپس کی محبت قائم رہتی ہے اگر وقت پر نہ ہو تو دلوں میں بال آ جاتا ہے۔
اب دونوں بھائی الگ الگ رہتے تھے الگ الگ کاروبار کرتے تھے مجو میاں کے لڑکے پڑھنے جانے لگے تھے اور شکو میاں کی لڑکیاں بھی عربی پڑھ رہی تھیں۔

☆......☆......☆

مجو میاں کے ایک بہت قریبی اور بچپن کے دوست مہتاب خان ہیں۔ ان کی بیماری نے ان کے سب گھر والوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ مجو میاں بھی پریشان تھے بھوپال میں علاج کروا کروا کر وہ تنگ تھے کوئی حکیم ڈاکٹر ایسا نہ تھا جس کے پاس مہتاب خان نہ گئے ہوں ایک مرض ہو تو کوئی علاج کرے بقول ان کے ان کا جسم مرض کا مجموعہ بن گیا تھا، واہمی آدمی تھے ذرا سی بات کو بڑا بنا دیا کرتے تھے۔
مجو میاں ان کے پاس گئے تو وہ بولے۔ ''لو میاں خان! اب ہمارے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔''
مجو میاں بولے۔ ''کہاں جا رہے ہو؟''
''جہاں سے آئے تھے وہیں جائیں گے ارے یہ کوئی زندگی ہے ہر روز ایک نئی بیماری آ موجود ہوتی ہے۔''
مجو میاں بولے۔ ''یہاں تم میل کا بیل بنانے میں ماہر ہو بتاؤ کیا ہوا؟''
''ارے لو اب کھانا کھاتے ہیں تو ساری رات سینے کی طرف وہ کھایا پیا چڑھتا ہے۔ اور جلن ہوتی ہے کہ توبہ۔''
''کچھ نہیں ہے بدہضمی ہو گئی ہے معمولی بات ہے بھاری غذا مت کھایا کرو رات کو ہلکی پھلکی غذا لیا کرو۔'' مجو بولے۔
''اے لو تم نے اس کو معمولی بات کہہ دیا، میاں تکلیف مجھے ہوتی ہے تم کو کیا معلوم۔''

"تو پھر آؤ حکیم صاحب سے کوئی چورن وغیرہ دلوادیتا ہوں۔" مجو میاں بولے۔

"ارے یار تم کو اندازہ ہی نہیں ہے یہ کیا مرض ہے؟" وہ بولے۔

"تم مریض بھی ہو اور ڈاکٹر بھی تم ہی بتاؤ کیا مرض ہے۔" مجو میاں نے زچ ہوکر پوچھا۔

"تم بھی مذاق اڑانے لگے اڑالو میاں، دکھ میں کون ساتھ دیتا ہے۔" مہتاب خان اداسی سے بولے۔

ان کی یہ بات مجو میاں پر اثر کرگئی۔ بولے۔

"ارے بھائی میرا مطلب تم نہیں سمجھے میرا مطلب تھا انسان خود بھی ہمت کرتا ہے بیماری آزاری تو آتی ہی رہتی ہے مگر میں بھوپال کے حکیم ڈاکٹروں پر بھروسہ نہیں کرتا۔"

"تو پھر کہاں علاج کراؤ گے۔" مجو میاں بولے۔

یار میں نے سنا ہے دلی میں ایک حکیم ہیں ان کا نام حکیم وقار ہے بہت بڑا ان کا مطب ہے اور دور دور سے لوگ ان کے پاس آتے ہیں۔ میرے خیال میں ان کو دکھالو یہ روز روز کے نت نئے مرض سے جان چھوٹے۔" مہتاب خان نے کہا۔

"اگر تم ان سے مطمئن ہو تو چلو، دلی کونسی دور ہے دونوں چلتے ہیں۔" مجو میاں بولے۔

"دل خوش کردیا تم نے میری سسرال کے بہت قریبی عزیز چتلی قبر محلہ میں رہتے ہیں دو چار دن ان کے پاس قیام کرلیں گے وہ جب بھی آتے ہیں آنے کا کہہ جاتے ہیں۔" مہتاب خان بولے۔

"ٹھیک ہے دو چار دن رک جاؤ میں شکو میاں کو اپنی دکان کے بارے میں سمجھادوں پھر چلتے ہیں۔" مجو میاں بولے۔

"ٹھیک ہے میں بھی ان کو اطلاع کردیتا ہوں۔" مہتاب خان بولے۔

دو چار دن تیاری میں گزرے اور پھر دونوں دلی روانہ ہوگئے۔

انسان بہت دور کی سوچ سکتا ہے اپنے اور اپنے عزیزوں کے لئے پلان کرسکتا ہے اور کرتا بھی ہے مگر آنے والے وقت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اگر وہ آنے والے وقت کے بارے میں جان سکتا تو مجو میاں بھی دلی نہ جاتے۔

دلی میں ان کی ملاقات حکیم وقار سے ہوئی۔

مہتاب خان ذہنی مریض زیادہ تھے یوں شکل صورت سے وہ مریض نظر نہیں آتے تھے اور جسمانی صحت بھی اتنی خراب نہ تھی کہ مریض نظر آئیں۔

مجو خان حکیم وقار کے مطب اکیلے گئے تھے اور کسی ارادے سے نہیں گئے کیونکہ مہتاب خان سفر کی تھکن کے بہانے گھر پر تھے مجو میاں بازاروں کی سیر کرتے حکیم وقار کا بورڈ دیکھ کر چلے آئے تھے اور اتفاق سے حکیم صاحب بھی مل گئے حکیم وقار نے حسب عادت ان کا ہاتھ پکڑ کر نبض دیکھنا شروع کردی اور گردن ہلاتے رہے اور پھر بولے۔

"علاج تو ہوجائے گا آپ کو ذرا احتیاط کرنا پڑے گی۔"

اب تک مجو میاں خاموشی سے بیٹھے تھے ان کی بات سن کر چونک پڑے اور بولے۔ "میں مریض نہیں ہوں حکیم صاحب میں تو ذرا تفریحاً خاموش بیٹھا تھا آپ نے مجھے مریض بنا ڈالا میں ایک دوست کو دکھانے آیا تھا۔"

حکیم وقار نے سنجیدہ انداز میں کہا۔ "مگر تمہارے حق میں یہ اچھا ہوا کہ تمہاری نبض میں نے دیکھ لی۔"

"مگر میں تو ٹھیک ہوں کل مریض کو لاؤں گا۔" مجو میاں بولے۔

"اس مریض کو بھی دیکھ لیں گے مگر صحت مند تم بھی نہیں ہو تمہارا مرض ایسا ہے کہ تم زندگی بھر اس کے بارے میں نہ جان پاتے خود کو صحت مند خیال کرتے مگر ایک چیز سے محروم رہتے۔"

"کس چیز سے محروم رہتا۔" مجو میاں جلدی سے بولے۔

"حکیم وقار نے جواب دیا۔" تم اولاد سے محروم رہتے کیونکہ تمہارے اندر یہی بیماری ہے۔"

مجو میاں یہ سن کر حیرانی سے بولے۔ ''حکیم صاحب آپ کا خیال غلط ہے آپ مجھے حکیم نہیں لگتے۔ آپ میری بات غور سے سنیں میں تو صاحب اولاد ہوں میرے دو بچے ہیں۔''

اب حکیم صاحب چونکے اور پھر بولے۔ ''میرا زندگی بھر کا تجربہ بتاتا ہے کہ تم غلط کہہ رہے ہو۔''

''اور میری زندگی میرے سامنے ہے آپ میرے گھر بھوپال چلیں میں آپ کو اپنی بیوی بچوں سے ملوائے دیتا ہوں۔ پھر آپ اپنے تجربے کو پرکھیں۔'' مجو میاں بولے۔

''میاں آپ نے میرے تجربے کو چیلنج کر دیا ہے اب میں آپ کا تفصیلی معائنہ کروں گا اور میرے دوست حکیم ہیں وہ بھی معائنہ کریں گے یہ اپنی نوعیت کا نیا کیس ہے میں ایسے کیس کرنے کا شوقین ہوں جو نرالے ہوں۔''

اور پھر رولوکا بھی ان کے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے بھی مجو میاں کو دیکھا اور بولا۔

''دیکھو دوست انسان جو کچھ دیکھتا ہے کبھی کبھی وہ بھی سچ نہیں ہوتا جو سنتا ہے وہ بھی جھوٹ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ انسان سمجھ نہیں پاتا اوپر سے سطح زمین صاف نظر آتی ہے مگر قدم رکھتے ہی آدمی اس میں دھنس جاتا ہے بہت محبت کرنے اور قربانیاں دینے والوں کے اندر کتنا میل بھرا ہوتا ہے انسان کی سمجھ میں نہیں آتا اور زندگی بھر سمجھ نہیں پاتا زندگی گزر جاتی ہے اور کبھی کبھی راز راز نہیں رہتا وہ اس وقت انسان پر سخت ہوتا ہے اس کو برداشت کرنے والا ہی بہادر کہلاتا ہے تم بہادر بنو اور حکیم صاحب کی بات کا اعتبار کرو۔''

''آپ کی بات میں کس طرح مان لوں میں پوری طرح صحت مند آدمی ہوں آپ مجھے مریض بتائے دے رہے ہیں۔''

رلوکا نے کہا۔ ''ایسی بات نہیں ہے تم صحت مند تو ہو مگر قدرتی طور پر تم میں وہ صلاحیت نہیں ہے مگر یہ کوئی زیادہ فکر کی بات نہیں ہے ہر مرض کا علاج قدرت نے رکھا ہے ضرورت صرف علاج کی ہے۔ تم ہی نہیں بہت لوگ ہیں جو اپنی بعض کمزوریوں سے ناواقف رہتے ہیں مگر اتفاق سے واقف ہو گئے ہو تو علاج بھی کرالو۔'' رولوکا نے سمجھایا۔

مجو میاں کے اندر تو ایک بھونچال آیا ہوا تھا۔ بولے۔ ''اور میں اپنے دو بچوں کو کس خانے میں ڈالوں۔''

اب حکیم وقار کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اگر پہلے سے پتہ کر لیا ہوتا تو مریض اس قدر پریشان نہ ہوتا۔ ان کا تجربہ صاف بتا رہا تھا کہ مجو میاں میں کمی ہے مگر وہ اس کمی کے باوجود باپ ہیں تو پھر کوئی اور طریقہ ان کو بتانے کا اختیار کیا جاتا مگر اب تو تیر نکل چکا تھا مجو میاں کی بے چینی اپنی جگہ درست تھی ان کے خیالات کی ڈوری لمحہ بہ لمحہ دراز ہو رہی تھی اور اس ڈوری کے آخری سرے پر ان کے بچے ان کو نظر آ رہے تھے اور وہ خود کو ان سے بہت دور پاتے تھے۔ ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے صاف اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کس ذہنی خلفشار میں مبتلا ہیں۔

حکیم وقار کو پورا پورا اندازہ تھا اس لئے وہ اپنی بات کی شدت کو کم کرنے کو بولے۔

''حکیم ڈاکٹر بھی انسان ہوتے ہیں اور غلطی کا امکان تو ہر انسان سے ہوتا ہے عقل و دانش مندی اپنی جگہ تجربہ بھی اہم ہوتا ہے مگر ان سب کے اوپر بھی کچھ ہے ہم سب اس کو تسلیم کرتے ہیں۔''

یہ سن کر مجو میاں کے دل میں جلتے الاؤ میں کچھ کمی سی آ گئی اور وہ بولے۔

''میں نے کبھی اپنے اندر کسی قسم کی کمزوری نہیں پائی۔''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''تم میں کمی تو اب بھی نہیں ہے۔ تم ہزاروں سے زیادہ صحت مند ہو۔''

''اچھا اجازت دیں کل میں مریض کو لے کر آؤں گا۔'' اور مجو میاں واپس چلے گئے ان کے جانے کے بعد حکیم وقار بولے۔

''آج بہت بڑی بھول ہو گئی میں نے مریض کو اس کا مرض بتا دیا۔''

''آپ شاید سمجھ رہے ہوں گے کہ وہ اس غرض سے آیا ہے۔'' رولوکا نے کہا۔

''میں نے دوسری غلطی یہ کی کہ اس کے بارے میں کچھ پوچھا نہیں اور وہ اپنے مرض سے لاعلم نکلا پھر غضب یہ ہوا کہ وہ شادی شدہ اور دو بچوں کا باپ خود کو بتاتا ہے کتنی حیرت کی بات ہے۔''

''ان حالات میں ایسا ہوتا ہے آدمی زندگی بھر اپنے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا رہتا ہے اور ازدواجی زندگی گزارتا ہے اور حقیقت سے بے خبر رہتا ہے یہ بے خبری ہی اس کی خوشی کو قائم رکھتی ہے۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

''اب ہمارے لئے دوہرا کام ہے ایک تو اس کا علاج اور دوسرے اس کے دل سے میری اپنی کہی بات کی شدت کو کم کرنا ورنہ تم جانتے ہو انسان ان حالات میں کتنی جلدی بے قابو ہو جاتا ہے اور بڑے سے بڑا قدم اٹھالیتا ہے اپنا گھر اجاڑ لیتا ہے خاندانوں میں بدنام اور معاشرے کا برا آدمی بن جاتا ہے غلطی ہماری ہے اس لئے ہم کو ان حالات سے اس کو بچانا ہے۔'' حکیم وقار نے کہا۔

''درست کہا آپ نے یہی کرنا ہوگا آپ کی طرح اگر ہر شخص اپنی غلطی کو محسوس کرنے اور اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرے تو بہت سی خرابیاں از خود ختم ہو سکتی ہیں ضرورت صرف احساس کی ہے۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

مجو میاں دوسرے دن مہتاب خان کو لے کر آ گئے۔

حکیم وقار نے پوری توجہ سے ان کا معائنہ کیا اور کہا۔ ''میاں تم تو تندرست آدمی ہو چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان مت ہوا کرو یہ تو ہر آدمی کے ساتھ ہوتا ہے ہمارے جسم کے اندر بھی قدرت نے ایسا نظام رکھا ہے جو ہماری بیماریوں سے لڑتا ہے اور ان کو بھگاتا ہے ہماری ہمت اس نظام کو مضبوط کرتی ہے اگر تم ذرا ذرا سی باتوں پر ہاتھ پیر ڈال دو گے تو وہ نظام کمزور پڑ جائے گا اور بیماری زور پکڑ جائے گی اس لئے خود میں یہ سوچ پیدا کرو کہ تم ٹھیک ہو میں تم کو کسی بیماری کی دوا نہیں دے رہا صرف تمہارے جسم کو مضبوط کرنے کی دوا دے رہا ہوں ایک ماہ اس کا استعمال کرو اور پھر آسکو تو ٹھیک ہے نہ آؤ تو بھی دوا کی ضرورت تم کو نہیں ہوگی انشاءاللہ۔''

اب رولوکا بولا۔ ''آپ فکر نہ کریں آپ ٹھیک ہیں۔'' اور پھر مجو میاں سے بولا۔

''میں نے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں آیئے میرے کمرے میں۔''

کمرے میں آ کر رولوکا بولا...... ''آپ حکیم صاحب کی بات کو درست خیال نہ کریں اس لئے کہ غلطی کا امکان تو انسان سے ہوتا ہی ہے شاید ان سے مشاہدے کی غلطی ہو رہی ہو آپ بے فکر ہو کر گھر جائیں اور بھول جائیں کہ آپ کو کسی نے کچھ کہا تھا میرا خیال ہے آپ قطعی طور پر ٹھیک ہیں۔''

یہ سن کر مجو میاں کے اندر الاؤ میں جو کچھ چنگاریاں چمک رہی تھیں وہ بھی مرجھا گئیں اور ان کے چہرے پر رونق آ گئی اور وہ بولے۔ ''آپ نے میری بہت بڑی الجھن دور کر دی ورنہ میرا تو جینا دشوار تھا۔''

''یہ میرا فرض تھا یہاں پر ہم لوگ علاج کرتے ہیں بیمار نہیں کرتے۔'' رولوکا بولا۔

مجو میاں کے سر پر جو اچانک وزن آن پڑا تھا وہ اتر گیا اور وہ مہتاب خان کے ساتھ بھوپال واپس آ گئے۔

رولوکا جانتا تھا کہ حکیم وقار نے درست کہا تھا مجو میاں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم تھے یہ کسی بیرونی یا پیدائش کے بعد کی خرابی نہیں تھی مگر اس کا علاج ہو سکتا تھا مگر ان کا علاج کرنے پر زور دیا جاتا تو ان کو یقین ہو جاتا کہ ان میں خرابی ہے اور اس خرابی کی موجودگی میں ان کو اولاد ہونے کا مقصد ان کے گھر کی بربادی اور رسوائی تھی اس لئے رولوکا نے ان کو یقین دلا دیا کہ وہ ٹھیک ہیں۔ مگر رولوکا نے بات کو یہیں پر ختم نہیں کیا اور وہ بھوپال روانہ ہوا۔

بھوپال میں وہ حکیم کامل کے روپ میں نہ تھا۔ وہ تھیلا لے کر گلی گلی پھرتا تھا اور دکانوں پر کچھ مال سپلائی کرتا تھا اس طرح اس کا آنا جانا مجوں میاں کی دکان پر بھی

ہوگیا۔ وہ ان کے روز کے معمولات دیکھنے لگا ان کی حالت کا اندازہ کرنے لگا مجو میاں کچھ دن اس کو کچھ پریشان نظر آئے پھر آہستہ آہستہ بہتر ہوئے اور اب دلی کی بات بھول گئے اور رد لوکا یہی دیکھنا چاہتا تھا۔

اب وہ ان کے ساتھ روپوشی کی حالت میں ان کے گھر جانے لگا ان کی بیوی جمیلہ سے ان کے تعلقات ٹھیک تھے دونوں خوش تھے اور بچے بھی ماں باپ کے ساتھ خوش تھے مجو میاں دونوں بچوں سے محبت کرتے تھے بیوی ان کی خدمت کرتی تھی ان کی زندگی میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ان کو دیکھ کر اس کو اپنے اور حکیم وقار کے تجربے پر شک ہونے لگتا تھا اتنی محبت کرنے والی بیوی اور بچوں پر جان چھڑکنے والی ماں کے کردار پر وہ کس طرح شک کرے کہاں پر انگلی رکھے کوئی تو جگہ ہو کوئی تو موقعہ ہو مگر ردلوکا جانتا تھا کہ کچھ ہے ضرور اور وہ اس کی ہی تلاش میں تھا۔ آخر اس کی تلاش رنگ لائی۔

ناشتہ سے پہلے ہی ردلوکا ان کے گھر میں تھا۔ ناشتہ پر دونوں بچوں کے ساتھ وہ دونوں بھی تھے بچے اسکول جانے کو تیار تھے اور ناشتے کے بعد مجو میاں ان کو لے کر چلے گئے۔ اور ردلوکا گھر کے اندر ہی رہا۔ آدھے گھنٹے کے بعد دروازے پر دستک ہوئی اور ایک مرد گھر کے اندر آ گیا۔

جمیلہ نے کہا۔ ’’ظفر تم کیسے آئے ہو؟‘‘

ظفر بولا۔ ’’بھوپال آتا ہوں تو تمہاری یاد آ جاتی ہے۔ اس لئے آیا ہوں۔‘‘

جمیلہ بولی۔ ’’اب تم ان پرانی باتوں کو بھول جاؤ۔‘‘

ظفر بولا۔ ’’بھول تو میں گیا ہوں اسی لئے میں نے بھوپال چھوڑ دیا کہ یہاں رہوں گا تو تم اور میں دونوں کو خطرہ رہے گا تمہارا گھر اور میرا گھر دونوں کو خطرہ رہے گا مگر کیا کروں دل سے مجبور ہوں اپنی اولاد کو بھی اپنی نہیں کہہ سکتا دیکھ تو لوں۔‘‘

’’تم جانتے ہو یہ کتنی خطرناک بات ہے۔ تم گھر نہ آیا کرو۔‘‘ جمیلہ بولی۔

’’بچوں کے ساتھ تم بھی تو یاد آتی ہو۔ اگر میری بیوی کے اولاد ہو جاتی تو شاید میں تم کو بھول جاتا مگر وہ تو بنجر زمین ہے حکیم ڈاکٹروں نے مجھے بتادیا ہے میں کتنا بدنصیب آدمی ہوں کہ اپنی اولاد کو بھی اپنی نہیں کہہ سکتا کیسی ستم ظریفی ہے۔‘‘

جمیلہ بولی۔ ’’جو بھی ہے اس کو برداشت کرنا ہی پڑے گا اب تم جاؤ تمہارا زیادہ رکنا مناسب نہیں ہے میری اور میرے گھر کی عزت کا خیال کرو۔‘‘

اور ظفر گردن جھکا کر واپس چلا گیا۔ ردلوکا اس کے ساتھ رہا اور جب وہ اپنے گھر چلا تو وہ واپس مجو میاں کے دروازے پر آ گیا۔ جمیلہ گھر میں اکیلی تھی اس لئے وہ اندر نہ گیا اور کچھ سوچ کر پھر ظفر کے پاس چلا گیا اور دروازے پر دستک دی۔

ظفر نے باہر آ کر پوچھا۔ ’’کیا بات ہے بابا میں آپ کی کیا خدمت کروں؟‘‘

ردلوکا جو ایک فقیر کے بھیس میں تھا بولا۔ ’’تو پہلے اپنی خدمت کر۔‘‘

’’ظفر تعجب سے بولا۔ ’’کیا بات ہے بابا میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا؟‘‘

ردلوکا نے کہا۔ ’’دوسروں کی زمین پر درخت لگانے والے تیری سمجھ میں کیا آئے گا۔‘‘

ظفر اور حیرت زدہ رہ گیا۔ ’’بابا صاف صاف بات کرو۔‘‘

’’قدرت کا انصاف دیکھ کتنا صاف ہے آنکھیں کھول شاید کچھ نظر آ جائے تو نے جو کیا تھا آج کیوں پچھتا رہا ہے تیرے نصیب میں جو تھا تو نے کسی اور کو دے دیا اب اس پر تیرا کیا اختیار ہے کیوں دوڑ دوڑ کر جاتا ہے جا چلا جا چھوڑ دے اس شہر کو اس کو چے کو جس پر زمین پر درخت بویا تھا اس درخت کا کیا قصور ہے اس زمین کے مالک کا کیا قصور ہے زمین تو بیج کی متلاشی تھی پھر تیرا کیا رہا۔‘‘ ظفر نے گردن جھکا کر سب کچھ سن لیا اور بولا۔

’’میں گناہ گار ہوں میرا کوئی حق نہیں ہے میری کوئی اولاد نہیں میں بے اولاد ہوں۔‘‘ اور پھر ظفر کبھی بھوپال نہیں آیا۔

مگر رولو کا دلی روانہ نہ ہوا۔ ابھی کام پورا نہ ہوا تھا اب اس کو جمیلہ سے ملاقات کرنا تھی۔ ابھی ایک پھانس اور تھی جمیلہ لڑکوں کی پیدائش سے پہلے بھی حمل سے رہی تھی جو کہ پیدائش سے پہلے نقصان ہو گیا تھا یہ بات حکیم وقار اور اس کے تجربے کے خلاف تھی۔ ظفر تو اس کی زندگی میں بعد میں آیا تھا۔

وہ موقعہ کی تلاش میں رہا اور ایک دن فقیر کے بھیس میں اس کے دروازے پر چلا گیا اور صدا لگائی جمیلہ دروازے پر آئی تو رولو کا نے کہا۔

"اب اور غلطی نہ کرنا اگر کرے گی تو یاد رکھ بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

جمیلہ حیرت سے بولی۔ "کیا کہہ رہے ہو سائیں بابا کیسی غلطی؟"

"تو جانتی ہے تفصیل مجھ سے نہ پوچھ شرمندگی ہوگی۔"

جمیلہ ذرا جھجک گئی اور بولی۔ "آپ کون ہیں اور میری غلطی کا آپ کو کس طرح پتہ ہے۔"

"یہ جاننا تیرے لئے ضروری نہیں ہے مگر تو نے ایک غلطی نہیں کئی کی ہیں دونوں اولادیں تو نے ادھار لی ہیں بول یہ درست ہے۔" رولو کا فقیری رعب سے بولا۔

وہ اس کے قریب آ کر بولی۔ "میں کیا کرتی میرے اندر کی ماتا نے میرے بدن میں آگ بھر دی تھی مگر اس کے بعد میں نے غلطی نہیں کی تم جانتے ہو میں اپنی جگہ مجبور تھی۔"

"اور پہلی غلطی تو نے اور بھی کی تھی۔" رولو کا بولا۔

"میں اس غلطی پر آج تک شرمندہ ہوں اپنے آپ سے شرمندہ ہوں۔ اس گندے آدمی کی باتوں میں آ گئی تھی اس نے مجھ پر نہ معلوم کیا کر دیا تھا کہ میں اس کے پاس چلی گئی تھی مگر اچھا ہوا کہ اس کا لگایا پودا درخت نہ بنا ورنہ میں زندگی بھر اس کو دیکھ دیکھ کر جلتی رہتی۔" جمیلہ نے رو کر جواب دیا۔

تیری شرمندگی اور پچھتاوا شاید تیرے لئے بارگاہ الٰہی میں کوئی نرم گوشہ پیدا کر دے مگر آئندہ کے لئے توبہ ضروری ہے۔"

اب رولو کا پوری طرح حالات سے واقف تھا حکیم وقار کے تجربے اور اس کے تجربے کا ثبوت اس کو مل چکا تھا۔ اب بھوپال میں اس کا کوئی کام نہ تھا۔ اس لئے وہ دلی روانہ ہو گیا۔

☆......☆......☆

رستم خان بڑے کروفر آدمی تھے وہ اپنے نام کی طرح ہی تھے ہندوؤں کے درمیان رہ کر بھی ان کی مسلمانیت برقرار تھی پورے محلے میں صرف چند گھرانے مسلمانوں کے تھے مگر وہ پھر بھی نمایاں حیثیت رکھتے تھے رستم خان کی بات اہمیت رکھتی تھی یہ محلہ موہن نگر تھا اور یہ جون پور کا محلہ تھا موہن نگر اچھا علاقہ تھا جہاں شرفاؤں کے مکانات تھے۔

رستم خان کے والد نے گاؤں چھوڑ کر یہاں پر سکونت اختیار کی اس وقت رستم خان کی عمر صرف بارہ سال تھی گاؤں میں ان کو بڑا آرام تھا بڑا سکون تھا مگر رستم خان کی والدہ شہری تھیں ان کے لئے گاؤں میں رہنا مشکل تھا تیرہ سال انہوں نے بڑی مشکلوں سے گزارے اور وہ یہی مطالبہ کرتی رہیں کہ میں شہر میں رہوں گی مگر گلزار خان رستم خان کے والد نے ان کی ایک نہ سنی اور وہ گاؤں میں رہے۔

مگر بیٹے کے پیدا ہوتے ہی ان کو بھی احساس ہونے لگا کہ گاؤں میں اس کی تعلیم و تربیت اچھی نہیں ہوگی۔ رستم خان کے بعد ایک لڑکا ان کو اور ہوا اس کا نام مہتاب خان رکھا گیا۔

اب ان کو بیوی کی بات پر غور کرنا پڑا اور جون پور میں مکان بنانا پڑا اور جب رستم خان بارہ سال کے ہوئے تو وہ جون پور شفٹ ہو گئے بیوی کی دلی خواہش پوری ہو گئی ایک بڑا بڑھیا تانگہ گھوڑا خرید لیا اور ایک آدمی مقرر کر دیا وہ اپنے جون پور کے موہن نگر میں تھے مگر روزانہ بیس میل گاؤں جاتے ضرور تھے وہاں ان کے کھیت تھے اور ان پر

ان کے آدمی کام کرتے تھے ان کی نگہداشت کرنا بھی ضروری تھا اپنے پرانے مکان میں اپنے بھروسے کے منشی کو رکھ دیا تھا کیونکہ ان کے جانور بھی تھے ان کو لے کر وہ شہر نہیں گئے تھے روزانہ دودھ گھی تانگے میں رکھ کر وہ لے آتے تھے اور اگر نہ گئے تو کوچوان گاؤں جاتا تھا ان کی مصروفیت بہت زیادہ تھی روزانہ ان کو بیس میل تانگے میں سفر بھی کرنا پڑتا تھا اس لئے گھر کی ساری ذمہ داری بیوی پر آ گئی تھی۔

رستم خان اور مہتاب کو اسکول میں داخل کر دیا تھا گھر پر پڑھانے کو ماسٹر رکھ دیا تھا اور مولوی صاحب رات کو عربی پڑھانے بھی آتے تھے گھر میں کئی ملازمائیں کام کرتی تھیں۔

رستم خان نے میٹرک کر لیا اور کالج میں داخلے کا سوچ ہی رہے تھے کہ ایک حادثہ گلزار خان کے ساتھ ہوا اور ان کو گاؤں سے واپس آتے ہوئے کسی نے قتل کر دیا کوچوان بھی زخمی ہوا مگر مرا نہیں، اس نے ہوش میں آنے کے بعد بتایا کہ ڈاکو منہ پر ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے اس نے کسی کی شکل نہیں دیکھی گلزار خان کے پاس کئی ہزار کی رقم تھی وہ اس کو لے کر کھیتوں کی طرف بھاگ گئے۔

رستم خان کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا اور ان کو کم عمری سے ذمہ داریاں اٹھانا پڑیں۔

مگر باپ کی زندگی کے ساتھی اور منشی سب ایماندار اور وفادار تھے اس کی وجہ گلزار خان کا ان کے ساتھ برتاؤ تھا وہ کسی کے کام آتے تھے اور ملازمین کو اپنا بازو کہا کرتے تھے باپ کے اس سلوک کی وجہ سے رستم خان کا کام آسان ہو گیا مگر ان کی پڑھائی آگے نہ ہو سکی۔

اب وہ گاؤں جانے لگے اور اسی طرح کام کرنے لگے جس طرح باپ نے کیا تھا۔ مہتاب خان نے میٹرک کر لیا تو اس کو انہوں نے الہ آباد کے ہوسٹل میں داخل کرا دیا اور وہ وہیں پر رہنے لگا۔

باپ کے انتقال کے بعد اماں بھی زیادہ دن زندہ نہ رہیں اور اچانک باپ کے پاس چلی گئیں۔

رستم خان کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں مگر ان کا طریقہ کار وہی رہا جو باپ کا تھا۔ ان کے کارندے پرانے تھے گلزار خان کا زمانہ دیکھے ہوئے تھے انہوں نے بھی رستم خان کی بہت مدد کی اور رستم خان بڑی کامیابی سے باپ کی لائن پر کام کرتے رہے باپ کے زمانے کے ملازمین ان کے ساتھ تھے اور وہ ان کو تاؤ اور چچا کہہ کر بلاتے تھے۔

"باپ کے زمانے کے منشی اللہ بخش نے ایک دن رستم خان سے کہا۔

"بیٹا رستم میں تم سے ایک بات کہوں مانو گے۔"

رستم خان بولے۔ "ارے آپ دس بات کہو ضرور مانوں گا۔"

اللہ بخش منشی بولے۔ "تمہارے ابا زندہ ہوتے تو تمہاری شادی ہو چکی ہوتی اماں بھی ہوتیں تو بھی تم کنوارے نہ ہوتے مگر دونوں نہ رہے تمہارے سر پر کوئی بزرگ کا سایہ نہیں ہے اور تمہاری عمر ایسی ہے کہ اس عمر میں اچھائی اور برائی میں فرق ذرا مشکل سے سمجھ آتا ہے دنیا میں ہر قسم کے انسان میں بہکانے اور غلط مشورہ دینے والے زیادہ اور اچھی راہ دکھانے والے کم ہیں۔ اپنے مطلب کی خاطر وہ کچھ بھی کرتے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اب شادی کر لو گھر بسا لو بے لگام گھوڑا کسی طرف بھی دوڑ سکتا ہے مگر لگام پڑا گھوڑا اس کی مرضی پر چلتا ہے جس کے ہاتھ میں لگام ہوتی ہے۔"

رستم خان نے بڑے دھیان سے منشی اللہ بخش کی بات سنی وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ اس کے ہمدرد ہیں ان کی آنکھوں میں شرم ہے یہ کبھی غلط مشورہ نہیں دیں گے۔ چند منٹ وہ خاموش رہا اور پھر گردن جھکا کر بولا۔

"تاؤ آپ ابا کے زمانے کے ہیں میرے رشتہ داروں سے بڑھ کر قریب ہیں آپ نے جو مشورہ دیا ہے وہ آپ نے اپنے تجربے اور وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے دیا ہے مگر میری مجبوری یہ ہے کہ میں گھر میں اکیلا رہ گیا ہوں مہتاب خان الہ آباد میں پڑھتا ہے میرے سر پر کوئی بڑا نہیں رہا میں خود کیا کروں میرے بارے میں کون

سوچ مجھے آپ کی بات سے انکار نہیں ہے مگر میں خود کیا کروں۔"

منشی اللہ بخش بولے۔ "بیٹا میں تم کو اپنا بیٹا نہ سمجھتا تو یہ بات چھیڑتا ہی کیوں۔ تم نیک باپ کی اولاد ہو۔ گلزار خان کا نام تو اب بھی زندہ ہے تم مجھے اپنا بزرگ خیال کرو اور اجازت دو میں تمہاری بات چلاؤں۔"

رستم خان بولے۔ "تاؤ آپ میرے بزرگ ابا کے زمانے میں بھی تھے اور آج بھی ہیں آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں صرف حکم کریں۔"

"دل خوش کر دیا تم نے اب تم فکر نہ کرو میں دیکھ بھال کرتا ہوں تمہارے معیار کے خاندانوں پر نظر ڈالتا ہوں انشاء اللہ سب کام ٹھیک ہی ہوگا۔"

رستم خان سارے دن گاؤں میں رہتے تھے ایک کام تو نہ تھا سارا دن گزر جاتا اور شام کو ایک گھنٹہ سفر کر کے گھر آتے تو تھکے ہوتے ان کے آتے ہی ان کے دو چار دوست آ جاتے وہ ان کے ساتھ کھانا کھاتے اور گپ شپ کرتے ایک دو بازی شطرنج کی کھیلتے اور سو جاتے ان کو کسی اور طرف نظر ڈالنے کی فرصت ہی کب تھی گھر میں انہوں نے جو ملازم عورتیں رکھی تھیں وہ وہی تھیں جو اماں کے زمانے کی تھیں اور اماں نے ایک بھی جوان عورت نہیں رکھی تھی ان سے اس کی بات چیت بھی ضرورت کے وقت ہوتی تھی ہاں وہ اپنے دوستوں میں مذاق دل لگی ضرور کر لیا کرتے تھے مگر اس میں بھی ایک حد تک۔

منشی اللہ بخش پرانے وضعدار اور خاندانی آدمی تھے ان پر گلزار خان کے بہت احسانات تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا وزن وہ کم کریں اور گلزار خان کے کام آئیں زیادہ سے زیادہ وفاداری کریں اب ان کو ایک کام ملا تھا ان کو رستم نے اختیار دے دیا تھا کہ وہ اس کا رشتہ تلاش کریں اور ان کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا وہ اڑے اڑے پھر رہے تھے۔

آخر ان کی دوڑ دھوپ کام آئی اور ان کی ملاقات صغیر خان سے ہوگئی۔

صغیر خان کا جون پور میں کاروبار تھا ایک ورکشاپ تھا بہت بڑی حویلی تھی اوپر ان کا خاندان رہتا تھا اور نیچے کارخانہ تھا اور یہ لوگ لوہے کی الماریاں اور تجوریاں بنایا کرتے تھے۔

کئی کاریگر کام کرتے تھے صغیر خان خود تو بوڑھے ہو گئے تھے مگر ان کے چار بیٹے بھی ماہر کاریگر تھے اور یہ سب باپ کے شاگرد تھے چلتا ہوا کاروبار تھا کھاتا پیتا گھرانا تھا۔

صغیر خان بولے۔ "اماں منشی جی بہت عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی ٹھیک تو ہو۔"

"ہاں خان صاحب ٹھیک ہوں آپ شہر میں اور میں گاؤں میں۔"

"یہ بات تو درست ہے ہماری تمہاری آخری ملاقات گوہر کی لڑکی کی برات میں ہوئی تھی اب وہ دو بچوں کی ماں ہے اب بولو کتنے دن گزر گئے۔" صغیر خان بولے۔

"خان صاحب بات یہ ہے کہ میں اب بھی ضرورت کے لئے ہی آیا ہوں۔" منشی نے کہا۔

"ارے تو بیان کرو بے دھڑک دور رہتے ہوئے بھی دور نہیں ہو۔" صغیر بولے۔

"تم نے گلزار خان کا نام تو سنا ہوگا میری پوری زندگی ان کے ساتھ گزری ہے۔"

"ارے لو وہ تو بہت مشہور آدمی تھے سنا ہے ان کو کسی نے قتل کر دیا تھا۔"

"ہاں وہی گلزار خان، میں نے پوری زندگی ان کی خدمت کرتے گزاری ہے۔ نہایت خدا ترس اور ایماندار آدمی تھے انہوں نے کبھی کسی کا حق نہیں مارا اور ملازمین کو ملازم نہ سمجھا ان کا قتل ہو گیا اور اس کے بعد ان کی زوجہ بھی جلدی ان کے پاس چلی گئیں۔ ان کے دولڑکے ہیں ایک ہوگا چوبیس سال کا اس پر ہی ساری ذمہ داری ہے اور وہ باپ کے نقش قدم پر چل رہا ہے میں نے اس میں کوئی چھچھوری عادت نہیں پائی پانی پیڑی سے بھی دور ہے بس

یہ سمجھ لو کہ ہو بہو باپ کی کاپی ہے۔ چھوٹا الہ آباد میں پڑھتا ہے کبھی کبھی بھائی کے پاس آ جاتا ہے۔ اس نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں اس کا رشتہ تلاش کروں۔ خان صاحب ہزاروں میں ایک لڑکا ہے باپ کے مرنے کے بعد زمینوں کی دیکھ بھال جس خوبی سے اس نے کی ہے کہ اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ گلزار خان دنیا میں نہیں ہیں نہایت ذمہ دار اور سب کا خیال کرنے والا لڑکا ہے میری بات کا آپ یقین نہ کریں اس کے بارے میں خود معلومات کریں اور پھر فیصلہ کریں۔''

منشی جی نے بات آگے بڑھائی صغیر خان نے غور سے منشی کی بات سنی اور پھر بولے۔''منشی جی آپ کی بات کا کون اعتبار نہیں کرے گا۔ مگر تم جانو لڑکی کا معاملہ ذرا نازک ہوتا ہے مجھے اس کی ماں سے اور بھائیوں سے بھی مشورہ کرنا ہوگا اس کے بعد ہی جواب دے سکتا ہوں، میں آپ کی ہر بات کا یقین کرتا ہوں مگر فیصلہ اکیلے نہیں کرسکتا۔''

منشی جی بولے۔''ضرور مشورہ کریں اور میری ہر بات کی تحقیقات بھی کریں میں بھی اولاد والا ہوں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں جب آپ یہ سب کرلیں تو جواب دے دیں۔''

صغیر خان جون پور کے جانے پہچانے آدمی تھے کاروباری آدمی تھے اور لوہے کا کام تھا ان کی الماریاں اور تجوریاں پورے ہندوستان میں جاتی تھیں۔

اسی طرح گلزار خان بھی کم نہ تھے باپ کے بعد رستم خان بھی مشہور ہو گئے اور ان کے بارے میں لوگ اچھی رائے رکھتے تھے۔

وہ رستم خان کے رشتہ آنے پر خوش تھے کیونکہ پروین ان کی آنکھ کا تارا تھی چار بھائیوں میں وہ اکیلی تھی اور سب سے چھوٹی تھی اس کے لئے ان کو خود بھی کسی ایسے رشتہ کی تلاش تھی جہاں اس پر کوئی نہ ہو رستم خان کے گھر کون تھا ماں باپ مر چکے تھے بھائی الہ آباد میں رہتا تھا۔ گھر میں صرف رستم خان اور نوکر تھے۔ انہوں نے بیوی سے ذکر کیا۔

''بیگم ایک بہت اچھا! رشتہ پروین کے لئے آیا ہے۔''

بیگم خوش ہو کر بولیں۔''اچھا کون لوگ ہیں؟''

صغیر خان نے پوری تفصیل بتا کر کہا۔''منشی جی نے جو بتایا تھا میں نے تم کو بتا دیا اب تم بتاؤ کیا کرنا ہے۔''

بیگم نے کہا۔''میں منشی جی کی بات کو غلط نہیں کہتی مگر یہ ضرور کہتی ہوں کہ معلومات تم کو بھی پوری کرنا ہوں گی۔''

''تم نے درست کہا وہ تو میں کرتا ہی، تم لڑکوں کے کان میں بھی یہ بات ڈال دو اور دونوں بہوؤں کو بھی بتلا دو تا کہ ان کو بھی کسی شکایت کا موقع نہ ملے۔''

اس کے بعد یہ سلسلہ چل پڑا۔ منشی اللہ بخش نے رستم خان کو بھی بتا دیا کہ انہوں نے بات کہاں ڈالی ہے رستم خان نے صغیر خان کا نام سنا ہوا تھا۔

اندر اندر صغیر خان اور ان کے لڑکے رستم خان کے بارے میں معلومات کرتے رہے اور انہوں نے رستم خان کے حق میں فیصلہ سنا دیا اور صغیر خان نے منشی اللہ بخش کو دعوت دے دی۔

پروین چار بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی زیادہ پڑھی نہ تھی بس خط خطابت اور دینی تعلیم تھی قبول صورت تھی رنگ صاف تھا اور قد قامت مناسب تھا اگر یہ کہا جائے کہ رستم خان کا جوڑ تھا تو بھی ٹھیک ہے۔ صغیر خان نے اپنی رضامندی کا اعلان کر دیا اور منشی جی نے خوش خوش رستم خان کو بتا دیا اور ضروری رسومات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اور ایک دن پروین دلہن بن کر رستم خان کے گھر آ گئیں۔

مہتاب خان بہت خوش تھے پہلے آتے تھے تو گھر میں سونا پن ان کو الہ آباد بھگا دیتا تھا۔

اب گھر بھرا بھرا سا لگتا تھا۔ آٹھ روز کے بعد مہتاب خان الہ آباد جانے لگا تو ناشتہ پر بولا۔

''بھیا آج میں الہ آباد چلا جاؤں گا۔''

پروین نے کہا۔''اب تم الہ آباد کو چھوڑ و اور یہاں رہو کیوں اکیلے پڑے ہو۔''

"بھابی میرا آخری سال ہے دوسرے میں نے ایک بہت بڑے وکیل کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا ہے۔"

"ارے تم کو کام کرنے کی ضرورت کیا ہے؟" پروین بولی۔

"بھابی صرف تجربے کی خاطر کر رہا ہوں وکالت میں تجربہ بہت ضروری ہے۔"

رستم نے کہا۔ "چلو ٹھیک ہے، ہر ماہ آ جایا کرو اب تو تمہیں سونا پن نہیں ستائے گا۔"

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ پہلے اپنے بارے میں سوچتا ہے پھر اپنے سے قریب کے بارے میں اس کا خیال جاتا ہے اور اس طرح محبت اور پیار کی درجہ بندی سے اپنوں کے بارے میں خیال کرتا ہے جو لوگ اس طرح نہیں سوچتے ان کا درجہ بہت بلند نہیں ہوتا ہے۔ صغیر خان نے بھی اسی انداز میں سوچا تھا انہوں نے رستم خان کے بارے میں مکمل معلومات کیں تھیں اور منشی کی ہر بات پر غور کیا تھا اور اس کو سچ پایا تھا اور اسی وجہ سے وہ شادی پر راضی ہوئے تھے اور خوش تھے کہ ان کی اکلوتی لڑکی ایک اچھے گھر اور نیک آدمی کی بیوی بن گئی۔

مگر وہ شریف اور خاندانی ہونے کے باوجود بہت کچھ لڑکی کے بارے میں چھپا گئے۔

اگر اس حقیقت کو وہ منشی کو بتا دیتے تو شاید منشی رستم خان کو ان کا داماد نہ بننے دیتے۔

پروین کو ایک عجیب بیماری تھی اس بیماری کا پتہ صرف اس کی ماں کو تھا اور اس نے ہی صغیر خان کو بتایا تھا بات اتنی خفیہ تھی کہ اس کے بہن بھائی بھی اس سے واقف نہ تھے۔

پروین ہر ماہ کی چودہ تاریخ کو رات میں بے قابو ہو جاتی تھی اور کھلے آسمان کے نیچے رات گزارتی تھی۔

اس کو کسی طرح روکا نہیں جا سکتا تھا وہ ہر طرح کھلے آسمان کے نیچے چلی جاتی تھی یہ سلسلہ اس وقت سے تھا جب اس کی عمر چودہ سال ہوئی تھی اس کی ماں نے اس کو ہر طرح روکنا چاہا باپ کو بتایا مگر کچھ نہ ہوا۔ وہ نہ رکی دروازے بند کر دیئے تالے ڈال دیئے مگر وہ ہر دروازے ہر تالے کو کھول کر چھت پر چلی گئی، کئی دفعہ اس کی ماں بھی اس کے ساتھ گئی مگر وہ وہاں جا کر بے ہوش ہو گئی اور اس نے کچھ نہیں دیکھا کہ پروین وہاں کیوں جاتی ہے، کون ہے جو اس کو بلاتا ہے اور وہ اتنی طاقت کہاں سے پاتی ہے کہ ہر دروازہ اور تالہ اس کو نہیں روک پاتا۔

ایک ماہ گزرا اور چودھویں کی رات آ گئی مگر حالات کچھ اس طرح ہوئے کہ رستم خان کو گاؤں میں رکنا پڑا اور رات گزر گئی اور رستم خان کو اس راز سے واقفیت نہ ہو سکی۔

مہتاب خان جون پور آ گیا بھائی بھاوج اس کو دیکھ کر خوش ہوئے۔

رات کے کھانے پر وہ بولا۔ "بھابی مجھے کچھ ضرورت ہے آپ اس ضرورت کو پورا کریں۔"

رستم خان بولے۔ "ارے بے وقوف جو کچھ یہاں ہے وہ تیرا ہے بول کیا چاہیے۔"

مہتاب بولا۔ "مجھے ایک جیتا جاگتا کھلونا چاہیے کہ جب آؤں تو اس سے کھیلوں اس سونے آنگن میں بہار آ جائے۔"

رستم خان بولے۔ "تو نے ایسی چیز مانگی ہے جو صرف قدرت دے سکتی ہے ہمارے بس میں نہیں ہے۔"

پروین بولی۔ "اس کے علاوہ کچھ اور مانگ لو۔"

"کیوں مانگوں مجھے تو آپ چچا کہنے والا دیں بس۔"

پروین بولی۔ "تم اس چیز کو مانگ رہے ہو جو تم کو نہیں مل سکتی۔"

رستم خان چونک کر بولے۔ "یہ کیا بات آپ نے کی اللہ کو جب منظور ہو گا تو بچہ ہو جائے گا۔"

پروین اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی۔ "مجھ سے یہ امید نہ رکھنا۔"

"تو پھر کس سے امید رکھوں۔" رستم خان بولے۔

پروین نے جواب نہیں دیا اور اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد مہتاب خان بولے۔ ''یہ تو نئی بات ہوگئی۔''

''ہر عورت شادی کے بعد اولاد کی خواہش مند ہوتی ہے بلکہ اولاد کے لئے ہر جتن کرتی ہے اور بھابی کو اس کی کوئی خواہش ہی نہیں۔'' مہتاب نے کہا۔

''ہاں یہ حیرت کی بات ہے شاید کوئی خوف ذرا اس کے اندر پرورش پا گیا ہو اس کا علاج کرنا ہوگا۔''

مہتاب خان نے کہا۔ ''بھیا اس معاملے کو جلدی حل کرنا ہوگا۔''

رستم خان نے کہا۔ ''میں کچھ کرتا ہوں۔''

اپنے کمرے میں جا کر انہوں نے پروین سے پوچھا۔ ''تم مہتاب کی بات کا برا مان گئیں۔''

پروین بولی۔ ''اس نے مجھ سے ایسا مطالبہ کر دیا جو کہ میرے لئے ناممکن تھا۔''

''دیکھو پروین انسان شادی اس لئے کرتا ہے کہ اس کی اولاد ہو اس کا کوئی وارث ہو اس کے نام کو آگے بڑھائے مہتاب کی اور میری خواہش اگر یہ ہے تو اس میں کیا برائی ہے تم کو بھی یہ خواہش ہونی چاہئے۔'' پروین کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا اور بولی۔

''تم کو اولاد کی خواہش ہے تو تم اور شادی کر لو میں تمہاری اولاد پیدا نہیں کروں گی اگر تم ضد کرو گے تو پھر تم میرے کمرے میں سو بھی نہ سکو گے اور سنو! میری بات اس کمرے کے باہر گئی تو رستم خان تم بہت پچھتاؤ گے۔''

پروین کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بہت غصے میں تھی اور خود پر قابو رکھ کر بات کر رہی تھی رستم خان اس کے لب و لہجے اور چہرے کے تاثرات کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے اس سے پہلے اس نے کبھی اس انداز سے بات نہیں کی تھی اور نہایت خوبصورتی سے رشتہ ازدواج کو نبھا رہی تھی۔ مگر آج اس کے انداز اور ہی تھے۔

رستم خان بولے۔ ''میں نے کوئی غیر قدرتی یا انسانی فطرت کے خلاف کوئی مطالبہ تو نہیں کیا۔ اولاد تو میرا حق ہے اور ہر بیوی اپنے شوہر کو اولاد کا تحفہ دیتی ہے تم سے کیا ناجائز بات کی گئی ہے جو تم چراغ پا ہو۔''

''تم بے قصور ہو تمہارا مطالبہ بھی اپنی جگہ درست ہے مگر میں تمہاری اولاد پیدا نہیں کر سکتی اور تم کو بتا بھی نہیں سکتی کہ کیوں پیدا نہیں کر سکتی یہ ایک راز ہے بس اس راز کو افشاں نہیں کر سکتی کیونکہ میری زبان پر تالہ ہے تم زور زبردستی کرو گے تو تم کو اس کی سزا ملے گی..... میں جو نظر آتی ہوں وہ نہیں ہوں۔ تم بس سمجھ لو اور میرے بارے میں زیادہ کرید نہ کرو کچھ تم کو نہیں ملے گا بلکہ اپنا نقصان اٹھاؤ گے۔'' یہ سن کر رستم خان پریشان ہو گئے اور پھر کوئی سوال نہ کیا۔

سویرے وہ گاؤں چلے گئے منشی اللہ بخش نے ان کو پریشان دیکھا تو بولے۔

''کیا بات ہے میاں کچھ پریشان نظر آتے ہو؟''

ہاں منشی چچا۔ ''پریشان تو ہوں میری پریشانی میں آپ کا بھی ہاتھ ہے۔'' رستم نے کہا۔

''میرا ہاتھ۔'' منشی نے حیرت سے کہا۔

''ہاں اس لئے آپ نے ہی میرے لئے لڑکی تلاش کی تھی اور شادی کرائی تھی۔'' رستم نے کہا۔

''یہ تو درست ہے مگر ہوا کیا ہے؟'' منشی حیرت سے بولے۔

رستم نے پوری کہانی بیان کر دی اور پھر بولے۔ ''بتاؤ میں کیا کروں؟''

''بات بڑی حیرت کی ہے اور انہونی سی لگتی ہے میں تحقیقات کروں گا تم فکر نہ کرو۔

منشی اللہ بخش رستم کی کہانی سننے کے بعد حیرت کا شکار تھے ان کی عقل رستم کی بات کو تسلیم کرنے پر راضی نہ تھی رستم نے مذاق کیا ہے انہوں نے سوچا۔ مگر خیال آیا رستم نے تو کبھی ہلکا پھلکا بھی مذاق نہیں کیا پھر اتنا سنجیدہ اور خوفناک مذاق وہ کس طرح کرے گا۔ منشی کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ ارے پروین صغیر خان کی لڑکی نہیں تو پھر کون ہے؟ صغیر خان نے اس کو پالا پوسا اور شادی کر دی

پھر وہ کوئی اور کہاں سے نکل آئی۔ منشی اللہ بخش کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا مگر وہ ہانپتے کانپتے فقیر خان کے پاس پہنچ گئے۔ صغیر خان نے ان کی پریشان صورت دیکھی تو بولے۔

''منشی جی خیریت تو ہے یہ آپ کا چہرہ اس قدر پریشان کیوں لگ رہا ہے؟''

منشی نے ایک گلاس پانی پیا اور کمزور آواز میں بولے۔ ''بھائی بات ہی ایسی ہے کہ میں کیا میرے بڑے بھی ہوتے تو ان کی حالت بھی ایسی ہی ہوتی۔''

صغیر خان بولے۔ ''اماں کچھ بتلاؤ تو۔''

''سوچ رہا ہوں کہاں سے شروع کروں اور تم کو کیا بتاؤں تم بھی سن کر حیرت کے سمندر میں ڈوب جاؤ گے۔'' منشی جی بات کا سرا پکڑنے کو ہاتھ پیر مارنے لگے۔

''تم تو ہولائے دے رہے ہو بتاتے کچھ نہیں۔'' صغیر خان بے چینی سے بولے۔

''بات یہ ہے کہ تم یہ بتاؤ پروین تمہاری سگی بیٹی ہے۔'' منشی بولے۔

''ارے منشی جی کیا سٹھیا گئے ہو اور کس کی بیٹی ہوگی۔ میں نے ہی پالا پوسا ہے۔'' صغیر خان بولے۔

''آگے کی کہانی اور حیرت انگیز ہے ذرا غور سے سنو۔'' اور منشی نے جو کچھ رستم سے سنا تھا بیان کیا اور پھر پوچھا۔ ''اب بتاؤ پروین تمہاری بیٹی ہے؟''

''بھئی اس میں شک نہیں کہ وہ میری بیٹی ہے مگر یہ کیا چکر ہے میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ تمہاری باتیں مجھے تو تمہارے باؤلے پن کو ظاہر کرتی ہیں۔'' صغیر خان جھنجھوڑ کر بولے۔

''تو پھر تم خود رستم خان کو بلا کر پوچھ لو میری نہ مانو اور پھر فیصلہ کرو۔'' منشی جی بولے۔

''وہ تو میں کروں گا ہی میں تمہاری اوٹ پٹانگ باتوں پر اعتبار نہیں کرتا۔'' صغیر خان بولے۔

''ہرگز نہ کرو میں بھی یہی چاہتا ہوں۔'' منشی جی بولے۔

اب صغیر خان کے دل کو پنکھے لگ گئے اور بولائے ہوئے رات کو ہی رستم کے پاس چلے گئے پروین ان کو دیکھ کر خوش ہوئی...... رستم نے بھی خوشی کا اظہار کیا مگر اس کے چہرے پر آتے جاتے سوالات صغیر خان کو صاف نظر آ رہے تھے کھانے کے بعد صغیر خان بولے۔

''آؤ رستم تم کو کسی سے ملوانا ہے میرے ساتھ چلو۔''

گھر سے باہر آ کر وہ بولے۔ ''میں جو بات کرنا چاہتا تھا وہ پروین کے سامنے نہیں ہو سکتی تھی اس لئے تم کو باہر لایا ہوں۔''

رستم نے کہا۔ ''آپ منشی چچا سے مل چکے ہیں۔''

صغیر خان بولے۔ ''انہوں نے تو پھلجڑی چھوڑی ہے اور مجھے بےکل کر دیا ہے۔''

''انہوں نے آپ کو کیا بتایا ہے یہ بتائیں۔'' رستم نے کہا۔

صغیر خان نے منشی کی بتائی پوری بات دہرا دی۔

رستم خان بولے۔ ''انہوں نے جو کہا وہ درست ہے میں نے ان کو یہی بتایا تھا آپ تو ابھی پریشان ہوئے ہیں میں آپ سے بھی پہلے سے پریشان ہوں میرا بھی سوال آپ سے یہی ہے کہ پروین آپ کی اولاد ہے کیونکہ وہ کہتی ہے وہ جو نظر آتی ہے وہ نہیں ہے تو آپ بتائیں وہ کون ہے؟''

صغیر خان حیرتوں کے نقطہ عروج پر تھے ان کے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور ان کو اپنے قدموں پر کھڑے ہونا دشوار ہو رہا تھا وہ خود کو سمجھانے کی کوشش میں تھے مگر خیالات کے کبوتر آسمانوں پر تھے ہر طرح کے خیالات اللہ اللہ کر آ رہے تھے کبھی بیوی شک کے غبار میں لپٹی نظر آتی کبھی اولاد دور جاتی نظر آتی وہ خود کو جلتے ہوئے پانی کے سمندر میں محسوس کرتے۔ رستم خان ان کی پل پل بدلتی کیفیت کو خوب محسوس کر رہا تھا ان سے ہمدردی بھی محسوس کر رہا تھا۔ مگر وہ خود اس مقام پر کھڑا تھا جہاں اس کے چاروں طرف کئی خوفناک سوال منہ کھولے کھڑے تھے اور اس کے پاس کسی ایک کا بھی

جواب نہ تھا اور جس کے پاس جواب ہونا چاہئے تھا وہ خود سیلاب میں تنکے کی طرح بہہ رہا تھا دونوں گو مگوں کی حالت میں تھے دونوں کے اندر سوالات تھے جواب نہیں تھا دونوں کافی دیر خاموش کھڑے رہے بڑی مشکل سے صغیر خان بولے۔

''بیٹا میں اور تم دونوں ایک بند گلی میں پھنس گئے ہیں، میں کوئی راستہ تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ شاید بات اتنی بڑی نہ ہو جتنی ہم دونوں نے اس کو محسوس کیا ہے بعض اوقات تل کی اوٹ پہاڑ ہوتا ہے اس طرح جو پہاڑ ہمارے سامنے ہے وہ پہاڑ نہ ہو تل ہو ہمت کرنا ہوگی مگر میری ایک درخواست ہے یہ راز ہے اس میں میری اور تمہاری دونوں کی عزت ہے۔''

''میں نے صرف منشی چچا کو راز دار بنایا ہے حالانکہ پروین نے کہا تھا کہ اس کا راز صرف مجھ تک رہنا چاہئے ورنہ مجھے نقصان ہو سکتا ہے میں کیا کرتا کسی کو تو اس راز میں شریک کرنا تھا اب جو نقصان ہوگا بھگت لوں گا۔'' رستم نے جواب دیا۔

''میں کچھ کرتا ہوں اب تم کچھ نہ کرنا۔'' صغیر خان بولے۔

اور وہ نڈھال قدموں سے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

بیوی نے کھانا دیا تو وہ بولے۔'' کھانا رہنے دو بیگم تمہارے ہاتھ کا بہت دن کھالیا۔''

بیگم نے حیرت سے ان کو دیکھا اور بولیں۔'' کیا کہہ رہے ہو طبیعت تو ٹھیک ہے۔''

'' کتنے تعجب کی بات ہے ہم تم بیالیس سال سے ایک چھت کے نیچے ساتھ ساتھ ہیں میں نے تمہاری ہر ضرورت کا خیال کیا مگر ان بیالیس سال میں بھی ہم اجنبی ہیں تم کون ہو میں نہیں جانتا اس لئے کہ تم نے مجھ پر اعتبار نہ کیا اور اپنے رازوں کو مجھ پر نہیں کھولا۔'' صغیر خان اداس لہجے میں بولے۔

بیگم نے منہ کھولے حیرت سے ان کے نئے اور اجنبی الفاظ سنے اور حیرت زدہ آواز میں بولیں۔

'' آج تم کیسی باتیں کر رہے ہو میں تمہاری بیوی ہوں بیوی کے سب راز شوہر پر عیاں ہوتے ہیں۔ میرے سارے راز سب خوبیاں اور کمزوریاں تم کو پتہ ہیں میں نے تم سے کچھ نہیں چھپایا پھر بیالیس سال کے بعد تم کو یہ خیال کس طرح آیا کہ میں نے تم سے کچھ چھپایا ہے۔''

'' تو پھر بتاؤ کہ پروین کون ہے؟''

بیگم کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں یہ سوال سن کر تو حواس باختہ ہو گئیں ماتھے پر ہاتھ مار کر بولیں۔'' میرا خدا گواہ ہے وہ تمہاری ہی بیٹی ہے تمہارے دل میں میرے پاکی کے بارے میں یہ خیال کیوں آیا اس لئے آیا کہ پروین وہ نہیں ہے جو تم لو اور مجھے اور سب کو نظر آتی ہے۔''

اور پھر صغیر خان نے پوری کہانی جو کہ رستم خان نے بتائی تھی سنا دی اور بولے۔'' اب بتاؤ وہ کون ہے؟''

'' جب پروین پیدا ہوئی اس وقت دائی شکورن میرے پاس تھی اس۔ نے ہی بتایا تھا کہ لڑکی ہوئی ہے پھر اس نے غسل دینے کے بعد اس کو میرے پہلو میں لٹا دیا تھا۔ آپ شکورن دائی سے پوچھ لیں بچی کی پیدائش نارمل تھی اور تندرست پیدا ہوئی تھی کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی اس کے بعد اس کی پرورش آپ کی نظروں کے سامنے ہوئی تھی جب وہ چودہ سال کی ہوئی تو میں نے ایک رات محسوس کیا کہ وہ اپنے بستر پر نہیں تھی مگر صبح وہ تھی اور اس میں ذرا تبدیلی نہیں تھی پھر میں اس پر نظر رکھنے لگی تو پتہ چلا کہ وہ چاند کی چودہویں کی رات چاندنی میں کھلی جگہ چلی جاتی ہے میں نے اس کا پیچھا کیا مگر خود بے ہوش ہو گئی یہ بات بھی آپ کے علم میں ہے۔ میں نے تو آپ سے کچھ نہیں چھپایا ہاں دنیا سے ضرور چھپایا تھا تا کہ لڑکی بدنام نہ ہو جائے۔ اس کی شادی بیاہ بھی کرنی تھی جتنا تم جانتے ہو اتنا ہی میں جانتی ہوں اور کیا راز ہے میں کیا جانوں اگر جانتی تو تم کو ضرور بتاتی۔''

یہ تو درست تھا کہ صغیر خان اور ان کی بیگم کے سامنے سارے حالات تھے اور بیگم کا کردار بھی وہ خوب

جانتے تھے کہیں کوئی بھول کوئی داغ اس میں نظر نہیں آتا وہ خود شرمندہ ہو گئے اپنے خیالات پر اور بولے۔

"بیگم معاف کردو میں کچھ دیوانہ سا ہو گیا اور اس دیوانہ پن میں نہ معلوم کیسے کیسے خیالات آتے رہے۔ میں جانتا ہوں تم میری وفادار اور پاکباز بیوی ہو مگر حالات نے میرے دماغ کو چکرا دیا ہے۔"

بیگم بولیں۔"اب آگے کی سوچو پروین کے بارے میں کہ اگر وہ ہماری لڑکی نہیں تو پھر کون ہے؟"

"ہاں یہ تو سوچنا ہے میرے ہاتھوں میں کھیل کر وہ بڑی ہوئی ہے میں نے کبھی محسوس نہ کیا کہ یہ میری نہیں ہے میری محبت آج بھی اس کے لئے ویسی ہی ہے مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ میری نہیں ہے۔" صغیر خان بولے۔

"اپنے بچوں سے ہر باپ محبت کرتا ہے تم بھی کرتے ہو تم پروین سے اس یقین کے ساتھ محبت کرتے ہو کہ وہ تمہاری ہے نئی بات تو اب سامنے آئی ہے مگر تم اپنی محبت کم یا ختم نہیں کر سکتے۔" بیگم نے کہا۔

"ہاں یہ درست ہے۔ اگر وہ میری بیٹی نہ بھی ہوئی تو بھی میں اس کو اپنی بیٹی ہی سمجھتا رہوں گا۔" صغیر خان بولے۔

"مگر اب سوال یہ ہے کہ یہ راز کیا ہے؟" بیگم بولیں۔

"یہ بڑا اہم سوال ہے اور اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔" صغیر خان بولے۔

"میرے خیال میں یہ کوئی ماورائی چیز ہے ہم اس کو نہیں سمجھ سکتے۔" بیگم نے کہا۔

"یہ ہو سکتا ہے اتنی بڑی دنیا میں ہزار ہا قسم کی مخلوق رہتی ہے ہم تو صرف چند کے بارے میں جانتے ہیں۔ زیادہ تو وہ ہیں جن کے بارے میں ہم کو پتہ نہیں ہے۔" صغیر خان بولے۔

"تو پھر ہمارا دماغ سوزی کرنا بے کار ہے کسی ماہر کو تلاش کریں۔" بیگم بولیں۔

صغیر خان کے دل کو یہ بات لگ گئی مگر جون پور میں ان کو کوئی ایسا نہ ملا جو ان کے سوال کا جواب تسلی بخش ان کو دے سکتا مگر انہوں نے ہار نہ مانی اور وہ تلاش کرتے رہے۔

اور وہ آخر دلی تک آ گئے یہاں پر ایک دور کے رشتہ دار رہتے تھے صغیر خان نے ان سے کہا۔"بھائی حمید میں ایک بڑی الجھن میں مبتلا ہوں اور دلی بھی اس لئے آیا ہوں شاید دلی میں میرا مسئلہ حل ہو جائے تم میری کچھ مدد کرو گے؟"

حمید خان بولے۔"معاملہ کیا ہے یہ تو بتاؤ؟"

"برا مت ماننا میں تفصیل تو نہیں بتا سکوں گا مگر یہ بتا دوں کہ معاملہ کچھ ہوائی ہے اس کا علاج کسی حکیم ڈاکٹر کے پاس نہیں ہے۔" صغیر خان بولے۔

"تو پھر یوں کہو کہ کچھ اوپری آسیب وغیرہ کا چکر ہے۔" حمید خان بولے۔

"یوں ہی سمجھ لو۔" صغیر خان نے جواب دیا۔

"میری نظر میں تو ایک ہی آدمی ہے پوری دلی میں" حمید خان نے کہا۔

"تو پھر چلو ان سے ملاقات کرتے ہیں۔" صغیر خان نے فوراً کہا۔

"وہ دن کے نو بجے مطب آ جاتے ہیں ان کا نام حکیم وقار ہے کل چلیں گے۔"

"حکیم ہیں وہ ارے بھائی میرا معاملہ طب سے تعلق نہیں رکھتا پھر حکیم کے پاس جانا تو لا حاصل ہوگا۔" صغیر خان بولے۔

"وہ ہیں تو حکیم مگر نرے حکیم نہیں ہیں تم ملاقات تو کرو ان کو اپنی پریشانی بیان تو کرو۔" حمید خان نے کہا۔

"چلو تم کہتے ہو تو بتانے میں حرج ہی کیا ہے۔" صغیر بے دلی سے بولے۔

اور اس طرح صغیر خان حکیم وقار کے پاس پہنچ گئے۔

"فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کروں۔" حکیم وقار نے پوچھا۔

صغیر خان نے کہا۔ ”حکیم صاحب میری بیماری جسمانی نہیں ہے اور یہ بھی راز کی بات یہ میرے عزیز ہیں یہ دلی میں رہتے ہیں ان کے پاس میں جون پور سے آیا ہوں مگر میں نے ان کو بھی نہیں بتایا کہ معاملہ کیا ہے۔ یہ میرا خاندانی اور عزت کا معاملہ ہے۔“

حکیم وقار بولے۔ ”بے دھڑک آپ بیان کریں ہمارے سینوں میں راز دفن ہو جاتے ہیں مگر آپ کو میرے شریک حکیم کامل کے سامنے اپنا بیان دینا ہوگا ان کو میں بلاتا ہوں۔“ چند منٹ میں رولو کا ان کے پاس تھا۔

”اب آپ اپنا معاملہ بیان کریں۔“ حکیم وقار بولے۔

”بات یہ ہے حکیم صاحب اب سے بیس سال پہلے میرے گھر ایک لڑکی کی ولادت ہوئی تھی وہ لڑکی آج جوان ہے اور شادی شدہ ہے۔“ اور پھر اس نے پورے حالات جو اس کو رستم خان نے بتائے تھے بیان کر دیئے۔ ”اب آپ بتائیے میں نے باپ بن کر اس کی پرورش کی اس کو بیٹی کی محبت دی اور نہایت شریف لڑکے سے اس کی شادی کر دی اب وہ کہتی ہے میں وہ نہیں ہوں اور اولاد پیدا نہیں کر سکتی انسان شادی کس لئے کرتا ہے۔ اگر وہ پروین نہیں تو کون ہے اور وہ لڑکی جو میری زوجہ کو پیدا ہوئی وہ کہاں ہے؟“ رولو کا نے گردن ہلائی اور بولا۔

”کئی سوال ہیں، آپ کی بے چینی اپنی جگہ درست ہے مگر ہر سوال کا جواب ضرور ہوتا ہے آپ فکر نہ کریں اور بے فکر ہو کر جون پور جائیں میں آپ سے وہیں پر ملاقات کروں گا۔“

”آپ آئیں گے جون پور۔“ صغیر خان نے پوچھا۔

”اس قسم کے معاملات میں موقعہ واردات پر ہونا ضروری ہوتا ہے میں بہت جلد آپ سے ملوں گا آپ اپنا پتہ دے جائیں۔“ اور صغیر خان واپس جون پور روانہ ہو گئے۔

حکیم وقار نے کہا۔ ”میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آیا تم بتاؤ۔“

رولو کا نے جواب دیا۔ ”حکیم صاحب ابھی میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا کیس الجھا ہوا لگتا ہے۔“

”تو پھر کب جانے کا ارادہ ہے۔“ حکیم وقار نے پوچھا۔

”آج چاند کی گیارہ ہے اور پروین چودہویں کو چاندنی میں رات گزارتی ہے میں چودہویں کو وہاں پر رہوں گا۔“

رولو کا صغیر خان کے پاس نہیں گیا اور روپوشی کی حالت میں رستم خان کے گھر چلا گیا۔

رستم خان اور پروین کھانا کھا رہے تھے رولو کا خاموشی سے ان کے قریب بیٹھ گیا۔

رستم خان بولے۔ ”پروین تم نے اپنے باپ کو پریشان کر دیا جب میں نے ان کو بتایا کہ تم پروین نہیں ہو تو وہ بہت حیران و پریشان ہو گئے تم نے بڑا سنگین مذاق کیا ہے۔“

”اچھا تو تم میری بات کو مذاق سمجھ رہے ہو۔“ پروین بولی۔

”اور کیا سمجھوں! عقل سے بعید بات تم نے کی ہے۔“ رستم خان بولے۔

”پروین کا لہجہ بدل کر ایک دم غصیلہ ہو گیا تم بھی غور سے سن لو، میں پروین نہیں ہوں۔ اگر میں تمہارے ساتھ رہتی ہوں تو اس میں کچھ مجبوری ہے بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتی اور تم بھی سوال نہ کرنا۔“ اور وہ کھانا ادھورا چھوڑ کر چلی گئی۔

رستم نے اس کو جاتے دیکھا مگر کچھ نہیں کہا اور وہ بھی کھانے سے اٹھ گیا۔

رستم خان گھر سے باہر چلا گیا اور رولو کا پروین کے کمرے میں، پروین بستر پر لیٹی تھی اس کے پاس کوئی نہیں تھا رولو کا نے ہر طرف نظر کی مگر کچھ نہیں تھا وہ باہر آ گیا اور صغیر خان کی طرف چلا گیا۔

صغیر خان اس کو دیکھ کر بولے۔ ''آپ آنے کی اطلاع کر دیتے میں اسٹیشن پر آ جاتا۔''

''اس کی ضرورت نہیں خان صاحب آپ کا وقت برباد ہوتا آپ کو پتہ ہے آج چودھویں رات ہے اور بقول آپ کے پروین یہ رات چاندنی میں گزارتی ہے مجھے تو آنا تھا اور دیکھنا تھا کہ وہ کہاں گزارتی ہے۔'' رولوکا بولا۔

''میں نے آپ کو بتایا تھا ناں کہ ایک دو دفعہ اس کی ماں نے اس کا پیچھا کیا تھا مگر وہ خود بے ہوش ہوگئی اور کچھ پتہ نہ چلا آپ بھی ذرا ہوشیار رہیں۔'' صغیر خان بولے۔

رولوکا ٹھیک بارہ بجے رستم کے دروازے پر تھا چند منٹ کے بعد دروازہ کھلا اور دروازے پر پروین نظر آئی رولوکا کو وہ نہ دیکھ سکی کیونکہ رولوکا روپوشی کی حالت میں تھا۔

وہ دروازے سے باہر آئی اور رولوکا دروازے کے اندر گیا رستم خان بے خبر سو رہا تھا۔ سرہانے خالی گلاس رکھا تھا رولوکا فوراً واپس آ گیا اور پروین کے پیچھے چلا پروین زینہ چڑھنے لگی مکان دو منزلہ تھا اوپری منزل خالی تھی زینہ چھت تک جاتا تھا پروین نے چھت پر جانے کا دروازہ کھولا اور چھت پر چلی گئی مگر یہ کیا چھت پر پہنچتے ہی اس کی ہیئت تبدیل ہوگئی اور انسانی شکل کی خوب صورت عورت اچانک ایک ایسی شکل اختیار کر گئی جو کسی طرح سے انسانی نہ لگتی تھی اس کی شکل دیکھ کر کمزور دل انسان تو بے ہوش ہو سکتا تھا۔ رولوکا اس کے بہت قریب تھا۔

چند منٹ گزرنے کے بعد چھت پر ایک زناٹے سرائے کی آواز گونجی اور نہایت تیز سیٹی نما آواز آئی۔

رولوکا نے اس طرف دیکھا تو ایک نہایت طویل قد کا سایہ سا اس کو نظر آیا۔

پروین نے اس سائے کو آواز دی اور کہا مگر یہ آواز پروین کی نہیں تھی۔ ''آؤ میرے قریب آؤ کیا بات ہے آج تم میرے قریب آتے کیوں نہیں؟''

سایہ کی آواز آئی۔ ''تمہارے نزدیک مجھے ایک بدبو آ رہی ہے انسان کی بدبو۔''

''انسان کی بدبو کیا کہہ رہے ہو میرے پیدائشی شوہر میرے محبوب گلوشی۔''

''میں محسوس کر رہا ہوں آج ہماری تنہائی میں کچھ ہے ضرور مگر کیا ہے یہ سمجھ نہیں آ رہا۔'' گلوشی بولا۔

''تمہارا وہم ہے دیکھ لو میں اپنے اصلی رنگ روپ میں تمہارے سامنے ہوں انسانی جسم میں نے اتار دیا ہے پھر انسانی بدبو تم کو کیوں آ رہی ہے۔'' پروین نے کہا۔

''پتہ نہیں میں خود حیران ہوں میں کتنی بے چینی سے اس رات کا انتظار کرتا ہوں اور کتنا لمبا سفر طے کر کے تم سے ملاقات کرنے کو آتا ہوں مگر آج میرے جذبات اس بدبو کو سونگھ کر ٹھنڈے ہو گئے ہیں تم بھی ناامید ہو رہی ہوگی۔'' گلوشی نے کہا۔

''ہاں گلوشی پورے ایک چاند میں تمہارا انتظار کرتی ہوں۔'' پروین بولی۔

''ابھی اور انتظار کرنا ہوگا پروین یہی حکم تمہارے باپ کا ہے۔''

''یہ کیسی پابندی ہے میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔''

''پروین کو زندہ رکھنا ہے اس لئے اس کی زندگی سے تمہاری سلامتی ہے۔'' گلوشی بولا۔

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔'' پروین بولی۔

''سمجھ میں تو میرے بھی نہیں آتا بڑے انتظار کے بعد تم سے ملاقات کرنے کی اجازت ملی ہے اور وہ بھی ایک رات کے لئے پورے ماہ اس رات کا انتظار کرنا پڑتا ہے پتہ نہیں کیا راز ہے کہ میں تمہارے پاس اپنی مرضی سے نہیں آ سکتا اور تم اپنا اصلی روپ اختیار نہیں کر سکتیں اور اب رات میں یہ انسانی بدبو برداشت نہیں کر سکتا مگر کوئی ہے تو نظر کیوں نہیں آیا۔'' گلوشی پریشانی سے بولا۔

''تم ناامید نہ ہو انتظار کرو ابھی بہت رات پڑی ہے۔'' پروین بولی۔

رولوکا کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی اس نے سوچا میں دو محبت کرنے والوں کے درمیان آ گیا ہوں۔ یہ کوئی ہوں کیسے ہوں اس کا فیصلہ تو بعد میں ہو جائے گا مجھے ان

کے وصال میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے اور وہ زینہ اتر کر نیچے آ گیا۔ رستم بے خبر سو رہا تھا اور کمرے میں مدھم روشنی کا لیمپ جل رہا تھا۔ رولوکا صبح تک رستم کے گھر میں رہا۔ سویرے پروین فریش تھی وہ نہا کر آئی اور ناشتہ پر آ گئی رولوکا ان کے قریب ہی تھا مگر دونوں اس سے بے خبر تھے۔

''رات کو میں اتنا بے خبر سویا کہ صبح آنکھ کھلی بڑی گہری نیند آئی۔'' رستم نے کہا۔

''تھکن ہو گئی ہو گی اور کیا وجہ ہو سکتی ہے۔'' پروین بولی۔

رستم خان بولے۔ ''شاید ایسا ہی ہوا ہو۔ مگر ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔''

اور رستم خان گاؤں روانہ ہو گئے۔ اب گھر میں پروین کے علاوہ دو کام والی عورتیں تھیں۔ رولوکا سارے دن رہا مگر ان عورتوں کے علاوہ کوئی پروین کے پاس نہیں آیا۔

دو تین دن رولوکا نے خاموشی سے پروین پر نظر رکھی مگر کوئی غیر معمولی بات نظر نہ آئی وہ ایک گھریلو عورت کی طرح گھر کے کام کاج میں مصروف رہی اور رات کو رستم کے کمرے میں رات گزارتی رہی۔ اب رولوکا نے رستم سے گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا۔

''رستم خان پروین میں تم کس قسم کی تبدیلی یا کمی زیادتی محسوس کرتے ہو۔'' رولوکا نے پوچھا۔

رستم نے چند منٹ غور کیا اور پھر بولا۔ ''پروین میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی مگر میں نے خود اپنے آپ میں ذرا تبدیلی ضرور پائی ہے۔''

''تم نے خود میں کیا محسوس کیا؟'' رولوکا نے پوچھا۔

''میں رات کو سونے کے بعد ایک دو دفعہ ضرور اٹھتا ہوں پیشاب کرتا ہوں پانی پیتا ہوں اور پھر سو جاتا ہوں یہ میری بچپن کی عادت ہے مگر شادی کے بعد اس میں تبدیلی آ گئی ہے میں ہر روز عادت کے مطابق اٹھتا ہوں لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صبح آنکھ کھلتی ہے اور میں ساری رات بے خبر سوتا ہوں۔'' رستم نے بتایا۔

''ایسا کچھ مخصوص راتوں میں ہوتا ہے یا اس کا اندازہ تم کو نہیں کہ کب ایسا ہوتا ہے۔'' رولوکا بولا۔

''میں نے اس پر غور نہیں کیا۔'' رستم نے جواب دیا۔

''مگر میں نے غور کیا ہے یہ تمہارے ساتھ چاند کی چودھویں رات کو ہوتا ہے غور کرو۔'' رولوکا بولا۔

رستم نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر چند منٹ غور کیا اور پھر کہا۔ ''شاید آپ درست کہہ رہے ہیں گزشتہ رات بھی چودھویں رات تھی اور میں گھوڑے بیچ کر بے خبر سو گیا تھا۔'' رستم خان نے کہا۔

رولوکا بولا۔ ''تم فکر نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا مگر میری ایک بات یاد رکھو پروین سے تمہاری کوئی اولاد ہرگز نہ ہو گی اگر تم اولاد چاہتے ہو تو اور شادی کر لو مگر دو ماہ کے بعد پروگرام رکھنا تب تک تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا اور میری بات کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔'' رولوکا بولا۔

''دوسری شادی آپ کیا فرما رہے ہیں پروین کب برداشت کرے گی۔'' رستم بولے۔

رولوکا نے کہا۔ ''وہ کرے گی برداشت تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی دلی جا رہا ہوں کیونکہ تمہارا معاملہ طے ہونے میں یا اس سلسلے کو آگے بڑھانے میں ایک ماہ باقی ہے میں گیارہ بارہ کو آ جاؤں گا۔''

حکیم وقار نے پوچھا۔ ''کیا ہوا طے ہو گیا سب؟''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''حکیم صاحب ابھی تو کچھ نہیں ہوا مگر کافی حد تک بات میری سمجھ میں آ گئی ہے۔ مگر اب بھی بہت کچھ پردے میں ہے یہ سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ پروین کے پاس اپنی پوری طاقت ہے اور وہ عورت کے روپ میں رستم کی بیوی بن کر رہ رہی ہے اور اس کے ساتھ وہ اپنے پیدائشی شوہر سے بھی چودھویں رات کو والہانہ انداز میں اپنی اصل شکل اور جسم کے ساتھ ملتی ہے۔''

''یہ تم نے پیدائشی شوہر کیا کہا۔ وضاحت تو کرو۔'' حکیم صاحب بولے۔

"وہ یہی کہتی ہے اس نے وضاحت نہیں کی تو میں کیا کروں جب وہ کرے گی تو آپ کو بتاؤں گا۔" رولوکا بولا۔

"یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ تم کام ادھورا چھوڑ کر دلی آئے ہو۔" حکیم صاحب بولے۔

چودھویں رات سے اس کام کا آغاز ہوگا۔ پورے ماہ کچھ نہیں ہوسکتا۔" رولوکا بولا۔

مگر اس ماہ کے درمیان میں بھی رولوکا رستم اور پروین کی طرف سے غافل نہ تھا اس نے ایک کارندہ مقرر کردیا تھا وہ ہرروز وہاں کے حالات اس کو بتادیا کرتا تھا۔ مگر جو امید رولوکا کو تھی کہ پورے ماہ پروین میں تبدیلی نہیں ہوگی ویسا ہی ہوا۔

تیرہ تاریخ کو رولوکا دن میں رستم کے پاس گاؤں میں پہنچ گیا اور بولا۔

"چودھویں کی رات آگئی ہے میری بات تم کو یاد ہے۔"

"یاد تو ہے حکیم صاحب مگر میں نیند پر کس طرح قابو پاؤں گا سویا تو سوگیا۔" رستم بولا۔

رولوکا بولا۔ "میں بھی یہی چاہتا ہوں نہ تم سوتے رہو۔" رولوکا بولا۔

"آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟" رستم نے پوچھا۔

میں تم کو ایک بڑے صدمہ سے بچانا چاہتا ہوں۔

"صدمہ کیسا صدمہ۔" رستم بےچینی سے بولا۔

"تم بےخبر سوتے نہیں تم کو سلایا جاتا ہے یہ کیوں ایسا ہوتا ہے مجھے اس کا اندازہ نہیں ہے مگر ایسا ہی ہوتا ہے اس کا یقین ہے کیونکہ اس رات پروینا کمرے میں نہیں ہوتی۔" رولوکا بولا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" رستم نے کہا۔

"ابھی بہت کچھ پردے میں ہے میں اس پوزیشن میں نہیں کہ تم کو کچھ بتاسکوں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"حکیم صاحب پروین میں ایک خرابی تو ہے اس نے صاف صاف جو کہہ دیا ہے کہ مگر اس کے کردار کے بارے میں میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ نہایت پاک باز اور گرہستی چلانے والی عورت ہے۔" رستم بولا۔

"رستم یہاں تم اپنی جگہ درست ہو اس کی تربیت جس انداز میں ہوئی ہے اسی انداز کی وہ عورت بنی ہے۔ مگر بعض اوقات وہ نہیں ہوتا جو نظر آتا ہے ابھی میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں تم انتظار کرو۔ بہت جلد تم کو اصلیت کا پتہ چل جائے گا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"حکیم صاحب میری بےقراری تو اور بڑھ گئی ہے۔" رستم خان بولے۔

"تم نے مجھ پر اعتبار کیا ہے اب تم بےفکر ہوجاؤ اور ہاں شاید میں تم کو دو چار روز نہ ملوں تم فکر نہ کرنا میں اب تم سے اس وقت ملوں گا جب تمہارا کام پورا ہوجائے گا۔"

رات کو رولوکا پروین کے کمرے کے باہر رہا کیونکہ اندر رستم بھی تھا۔

رات بارہ بجے دروازہ کھلا اور پروین نے دروازہ کھولا اور زینے کی طرف چلی۔ رولوکا کمرے کے اندر گیا اندر رستم بےخبر سو رہا تھا اور دودھ کا خالی گلاس قریب رکھا تھا رولوکا جانتا تھا کہ پروین کہاں گئی ہے۔ اس نے اوپر جانے کی جلدی نہیں کی اور ان کے وصال میں رکاوٹ نہ بنا اور رات گزرتی رہی جب اس کو اندازہ ہوگیا کہ اب اس کا اوپر جانا مناسب ہوگا تو وہ اوپر چلا گیا۔ مگر وہ ان دونوں سے اتنی دور رہا کہ اس کی بدبو گلوشی محسوس نہ کرسکے وہ اپنی ترکیب میں کامیاب ہوا۔ آخر ان کی جدائی کا وقت آگیا اور گلوشی ہوا میں ایک طرف پرواز کرنے لگا مگر رولوکا اس سے کچھ فاصلے پر موجود تھا۔ گلوشی کی رفتار بہت تیز تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ سفر طویل ہے اور وہ وقت مقررہ پر منزل پر پہنچنا چاہتا ہے۔ سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی ان کا یہ سفر تمام ہوا۔ دن کی روشنی پھیلنے لگی۔ رولوکا نے دیکھا۔ یہ ایک ویران علاقہ تھا دور آبادی کا نام ونشان نہیں تھا رولوکا کو یہ اندازہ تو تھا کہ اس کی منزل ایسی ہی ہوگی اس کے سامنے گلوشی جارہا تھا۔ وہ ایک پہاڑ کے اوپر گیا اور اس کے گول دہانے میں اتر گیا رولوکا نے اوپر سے دہانے میں

جھانک کر دیکھا تو پسینہ آ گیا یہ کنواں نما دہانہ بہت چوڑا تھا اور گہرہ تھا اور گہرائی میں آگ جلتی نظر آ رہی تھی اور اس آگ کی گرمی اس قدر زیادہ تھی کہ انسان اس کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

رولوکا وہیں پر ایک ٹھکانا تلاش کر کے بیٹھ گیا ضروری تھا کہ وہ اس مقام کا ماحول اور حالات یہاں کے باشندوں کا طرز رہائش اور ان کے بارے میں جانے کیونکہ یہ نئے طرز کے لوگ تھے پہاڑی پر دور دور سبزے کا نشان نہیں تھا کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ اپنی روپوشی کی حالت میں اطراف کی پہاڑیوں میں پھرنے لگا اس نے کئی ایسے دہانے دیکھے جن کے اندر اس کو آگ جلتی نظر آئی یہ علاقہ آتش فشانی کا تھا ان آتش فشاؤں کی وجہ سے دور دور انسانی آبادی کا وجود مٹ گیا تھا۔ کسی درخت کا نام نشان نہیں تھا ہر طرف آتش فشاؤں سے نکلا ہوا کالا کالا لاوہ بکھرا پڑا تھا۔ مگر زندگی کے آثار اس لاوے میں بھی نظر آتے تھے چھوٹے بڑے کیڑے مکوڑے موجود تھے۔ ان کی بناوٹ اور رنگ بھی اس ماحول کے مطابق تھا رات ہوگئی تو ان دہانوں سے روشنی باہر آتی نظر آتی تھی اور چنگاریاں بھی اڑتی نظر آتی تھیں اور آوازیں بھی آ رہی تھیں۔

کئی پہاڑیوں کے درمیان ایک کھلا میدان تھا اس میدان میں ہو کا عالم تھا کسی کی آواز نہیں تھی۔ صرف آتش فشانی کی چنگاریاں چٹخنے کی آوازیں آ رہی تھیں گرمی کا یہ عالم تھا کہ زمین سرخ معلوم ہوتی تھی گلوشی کے بارے میں رولوکا کو کچھ پتہ نہ تھا۔

رات دس گیارہ کا وقت ہوگا کہ رولوکا نے دیکھا کہ کچھ سائے اس میدان میں آنے لگے اور کچھ ہی دیر میں میدان ان سایوں سے بھر گیا ان سب کی شکلیں تقریباً ایک جیسی تھیں سب کے چہرے سرخ اور آنکھوں کی جگہ دو چمکدار پتھر سے محسوس ہوتے تھے۔ قد لمبے اور ٹانگیں پتلی تھیں مگر حیرت انگیز طور پر ان کے سر بڑے اور جسم فربہ تھے اور رنگ سرخ اور کالے تھے ان میں مونث اور مذکر دونوں نظر آتے تھے۔ مونث زیادہ بھیانک نظر آتی تھیں ان کے جسم پر کسی قسم کا لباس نہ تھا ان کی آواز پھٹے ڈھول کی مانند تھی اور اس کے صوتی اثرات دل خراش تھے آہستہ آہستہ ان کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی اور وہ سب ایک قطار میں بیٹھتے جا رہے تھے دس پندرہ منٹ میں وہ میدان ان سے بھر گیا پھر کسی نے اپنی ڈھول جیسی آواز کے ذریعہ اعلان کیا اور میدان میں خاموشی چھا گئی۔ اس خاموشی کے بعد ایک طرف سے ایک ڈولی نما سواری نمودار ہوئی اور ان سب کے آگے اونچی جگہ پر رکھ دی گئی اور اس کا دروازہ کھول دیا گیا اس ڈولی نما گاڑی میں سے ایک ان کی طرح کی مخلوق نکلی فرق صرف اتنا تھا کہ یہ مخلوق سفید رنگ کی تھی اس کے جھاڑ جھنکار بال بھی سفید تھے اس کو دیکھ کر سب شریک محفل اس کے سامنے جھک گئے اس بوڑھی مخلوق نے ان پر نظر ڈالی اور بادلوں کی طرح گرجتی آواز میں بولا۔ "یہ اجنبی کون ہے سامنے آ جا؟"

ایک آگے بڑھا اور بولا۔ "کوئی نہیں سردار۔"

"تم کو وہ نظر نہیں آئے گا ابھی تم اس منزل سے دور ہو مگر میں دھوکا نہیں کھا سکتا اور اجنبی تو نے ہماری محفل میں آ کر سخت بھول کی ہے تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں تو پردے میں ہے مگر میں محسوس کر سکتا ہوں۔" رولوکا جانتا تھا کہ اس کو ہی مخاطب کیا گیا ہے۔ اس کا اب خاموش رہنا بے کار تھا۔

رولوکا کی پاٹ دار تیز آواز میدان کے ایک کونے میں سنائی دی۔ "اے اس مخلوق کے معزز سردار میں نہیں جانتا کہ تمہاری دنیا کے طور طریقہ کیا ہیں اس لئے شاید میں نے غلطی کر لی ہے مگر یہ غلطی میں نے جان کر نہیں کی اے سردار تیری حس اور عقل مندی اپنی جگہ مسلم ہے تو قابل احترام ہے مگر تجھے یہ بھی پتہ ہوگا کہ دنیا کے بنانے والے نے سب مخلوقات میں سے ایک مخلوق کو اشرف بنایا ہے۔ میں وہی ہوں میں کسی غرض سے آیا ہوں کچھ سوالات ہیں ان کے جواب مجھے درکار ہیں۔"

سفید سردار بولا۔ "اشرف مخلوق کو میں جانتا ہوں مگر

وہ ہماری عظمت اور طاقت کو نہیں جانتی اور اپنی بڑائی کی بات کرتی ہے میں حکم دیتا ہوں کہ تو سامنے آ کر بات کر۔'' رولوکا کی آواز گونجی۔ ''میں تیرا حکم ماننے کا پابند نہیں ہوں اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہاری سرزمین پر تم لوگوں کے درمیان ہوں تمہاری بات مانوں گا تو اے سردار میری بات غور سے سن میں تیرے کسی اور کی تحقیقات کرنے آیا ہوں تم سے لڑنے یا دشمنی کرنے نہیں آیا اس لئے کہ تم جو ہو وہ ہی رہو گے انسانوں کی برابری نہیں کر سکتے میں نہ تم سے خوف زدہ ہوں نا بغیر جواب لئے جاؤں گا اور اگر مجھے میرے سوالات کے جواب نہ ملے تو میں مجرم کو پکڑ کر اپنی دنیا میں لے جاؤں گا اور سزا دوں گا۔'' رولوکا کا لہجہ نہایت سخت اور آواز متوازن تھی اور اس کی آواز میں اعتماد پوری طرح موجود تھا۔

''اتنی بلند آواز اور پر اعتماد لب و لہجہ کسی معمولی انسان کا نہیں ہو سکتا اور ہماری آبادی میں جو کہ دنیا کا خطرناک ترین علاقہ ہے جہاں کسی بھی وقت آگ کی بارش ہو سکتی ہے آگ زمین پر پانی کی طرح بہہ سکتی ہے۔'' سفید سردار نے چند سیکنڈ میں بہت سے اندازے لگا لئے اور اپنے لہجے میں نرمی پیدا کر کے بولا۔ ''ہمارا طرز زندگی تم سے الگ ہے مگر پھر بھی گھر آئے پر رحم کرتے ہیں اگر وہ سوالی ہے تو بھی اس کی ضرورت کا خیال کرتے ہیں۔ تم بھی اپنی ضرورت بیان کرو۔''

''میرا ایک سوال نہیں اور میں ان تمام کے سامنے اپنے سوال نہیں کروں گا اس کے لئے تمہیں میرے ساتھ تنہائی میں گفتگو کرنا ہوگی۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

''اجنبی تیری بات ہمارے نقطہ نظر سے مناسب نہیں ہے تم بیان کرو۔'' سردار نے کہا۔

''میں نے کہا ہے میں آپ کے نقطہ نظر کو نہیں جانتا میں اپنی بات کو تماشہ بنانا نہیں چاہتا تم کو میری بات تنہائی میں ہی سننا ہوگی۔'' رولوکا بولا۔

''اجنبی تمہارا لہجہ جارحانہ اور دشمن جیسا محسوس ہوتا ہے تم ذرا غور کرو تم کہاں پر ہو۔'' سردار بولا۔

''بات کچھ اس قسم کی ہے کہ میرے الفاظ آپ کو سخت لگ رہے ہیں مگر میرے خیال میں میں جہاں پر ہوں وہ جگہ اور مخلوق اس کا تقاضہ کرتی ہے۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

سردار نے کہا۔ ''ٹھیک ہے اجنبی میں اپنی ریت رواج سے ہٹ کر تم سے تنہائی میں ملاقات کروں گا مگر یہ یاد رکھنا کہ تم میرے بارے میں کوئی غلط اندازہ نہ لگا لینا میری عمر اور تجربہ میری راہنمائی کرتے ہیں اور قدرتی طور پر ہماری مخلوق کو بہت طاقتور پیدا کیا گیا ہے۔''

رولوکا بولا۔ ''میں جانتا ہوں تم آتشی لوگ ہو اسی لئے جاوا کے گرم ترین علاقے میں رہتے ہو آگ تمہارا اوڑھنا بچھونا ہے۔''

سردار بولا۔ ''یہ اجلاس صبح تک ختم ہو جائے گا اس کے ختم ہونے کے بعد تم میرے ساتھ چلو گے۔ میں تم کو ٹھنڈے علاقے میں لے جاؤں گا تا کہ یہاں کی گرمی تمہارے دماغ کو نہ گرمائے۔''

رولوکا اپنی پہلی کامیابی پر مسکرایا اور بولا۔ ''میں انتظار کرتا ہوں۔''

اجلاس ختم ہوا اور میدان خالی ہو گیا سردار اپنی ڈولی نما سواری میں سوار ہوا اور بولا۔ ''میں جانتا ہوں تم میرے قریب ہو آؤ میرے ساتھ۔'' اور ڈولی ہوا کے گھوڑے پر سوار تیزی سے ایک طرف سفر کرنے لگی اور رولوکا اس کے ساتھ رہا۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد ڈولی زمین پر اتر گئی یہ جگہ کوئی بہت بڑا باغ تھا ایک بہت عظیم الشان عمارت نظر آ رہی تھی اس عمارت کے اندر کسی آدمی کا وجود نہ تھا مگر نہایت شاندار عمارت بنی ہوئی تھی دروازے پر سردار کا استقبال ایک اس کی مخلوق نے کیا اور بولا۔

''سردار آج آپ نے میری عزت بڑھا دی میں آپ کا خادم، فرمائیں کیا خدمت کروں۔''

سفید سردار بولا۔ ''ایک ضرورت تھی کچھ دیر کو میں تمہارے آشیانہ میں رہنا چاہتا ہوں میں اکیلا نہیں ہوں

میرے ساتھ ایک انسان ہے تم اس کو نہیں دیکھ سکتے مجھے اس کے کچھ سوالات کے جوابات دینا ہیں۔

دوسرا بولا۔ ''معزز سردار آپ اتنے بڑے سردار اتنی شان و شوکت کے مالک ایک انسان کے سوالات کے جوابات دینے اور اس کی تشفی کرنے اتنی دور سے آئے ہیں حیرت ہے۔''

''اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ انسان خود میرے آشیانہ تک آ گیا تھا۔'' سردار بولا۔

'''انسان اور آپ کے دروازے پر بہت حیرت کی بات ہے۔'' وہ بولا۔

''اس سے اندازہ کرلو کہ وہ کیا انسان ہوگا علم والا علم والے کی قدر کرتا ہے میں اس سے متاثر ہوا ہوں اور بتانے میں بھی ذرا جھجک نہیں ہے۔'' سردار بولا۔

''یہ آپ کی بڑائی کی دلیل ہے آپ جب تک اس مقام پر قیام کرنا چاہیں میں خوش ہوں گا۔'' وہ بولا۔

سردار نے کہا۔ ''اندر آ جاؤ اجنبی اور اس ٹھنڈی جگہ پر سکون سے سوالات کرو۔''

یہ مقبرے نما عمارت بہت بڑی تھی بڑے بڑے کمرے دالان تخت اور نہ جانے کیا کیا اس کے اندر موجود تھا وہ ایک تخت پر بیٹھ گیا یہ تخت کالے پتھر کا بنایا گیا تھا اس کے چاروں طرف بڑی نفیس کاریگری سے نقش نگار بنائے گئے تھے۔ رولو کا سردار کے قریب تھا۔ بولا۔

''ہندوستان کے شہر جون پور میں ایک لڑکی پیدا ہوتی ہے وہ لڑکی ماں باپ کی اکلوتی لڑکی تھی اس کا نام ماں باپ نے پروین رکھا اور بڑی محبت سے اس کی پرورش کرتے رہے ان کی محبت اس لڑکی کے لئے لڑکوں سے زیادہ تھی اس کی بڑی سے بڑی فرمائش وہ پورا کرتے تھے بھائی اس پر جان نچھاور کرنے کو تیار تھے۔

لڑکی بھی سب سے محبت کرتی تھی اور بہت خوش تھی پروین کی عمر بڑھتی گئی اور وہ چودہ سال کی ہوگئی اس مقام پر ایک عجیب بات ہوئی اور وہ چودھویں کی رات کو بستر سے اٹھ کر چلی گئی اور پھر ہر چودھویں کی رات وہ رات بھر چاندنی رات میں کھلی چھت پر رہنے لگی۔

یہ بات پوشیدہ رہنے والی نہ تھی۔ اس کی ماں کو پتہ چل گیا مگر اس نے اپنی بدنامی اور خاندانی رسوائی کے ڈر سے صرف اس کے باپ کو یہ بات بتائی اور ایک رات وہ چھت پر چلی گئی کہ دیکھے کہ وہ وہاں پر کیا کرتی ہے چھت پر اس نے جو دیکھا اس کو دیکھ کر وہ بے ہوش ہوگئی پروین کی جو شکل صورت اور اس کے ساتھ جو تھا اس کی ہیئت اور شکل دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے۔

صبح بستر پر پروین موجود تھی اور اسی طرح تھی جس طرح کی ہوا کرتی تھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ وہ اسی طرح والہانہ پن سے سب خاندان کے ساتھ تھی ذرا سا شبہ نہیں ہوتا تھا مگر ماں باپ کی حیرانی اپنی جگہ تو تھی۔

اس طرح کئی سال گزر گئے مگر کچھ نہ ہوا پروین ہر چودھویں رات جاتی رہی ماں باپ کڑھتے رہے مگر شرم حیا کی وجہ سے اور کچھ خوف کی وجہ سے پروین سے کوئی سوال نہ کر سکے اور پھر ان کی سمجھ میں یہی آیا کہ پروین کی شادی کر دی جائے اور اس کے لئے انہوں نے لڑکا تلاش کیا اور شادی کر دی شادی نہایت دھوم دھام سے کی گئی اور اس شادی میں کسی قسم کی رکاوٹ یا پریشانی نہ ہوئی پروین رخصت ہو کر شوہر کے گھر آ گئی۔

میں نہیں جانتا کہ آپ لوگوں کے کیا دستور ہیں مگر انسانوں میں جو شادی کرتا ہے وہ اولاد کی خاطر کرتا ہے وہ اپنا وارث پیدا کرنا چاہتا ہے نام لیوا پیدا کرنا چاہتا ہے اپنے نام کو آگے بڑھانا چاہتا ہے۔ مگر پروین نے صاف انکار کر دیا کہ وہ ماں نہیں بن سکتی اور ہر چودھویں کی رات یہاں پر بھی وہ چاندنی میں کسی کے ساتھ رات گزارتی رہی۔

اس کے شوہر کو پتہ ہے کہ وہ رات کہاں گزرتی ہے مگر وہ کیا کرے کس کو کہے اس کی اپنی عزت کا سوال ہے انسانوں میں کوئی عورت ہو کسی نسل کی رنگ روپ کی ہو وہ اپنے شوہر کے ساتھ صرف اپنی خوشی سے رہتی ہے زبردستی سے اس کو نہیں رکھا جا سکتا اور جب وہ اپنی خوشی سے رہتی

ہے پھر اس کا کسی اور سے ملنا نہیں ہوتا۔ آپ کی دنیا کا کیا دستور ہے میں نہیں جانتا۔" رولوکا نے اپنا بیان پورا کیا۔

سفید سردار نے بڑے غور سے رولوکا کی بات سنی کچھ دیر گردن جھکائے خاموش رہا اور پھر بولا۔

"میرے اجنبی مہمان تیری کہانی درست ہے اس میں ذرا کھوٹ نہیں ہے میں جو کہ ہزاروں سال کا تجربہ رکھتا ہوں میں نے نہ معلوم کتنی انسانی نسلوں کو پیدا ہوتے اور ختم ہوتے دیکھا ہے، میں بھی دھوکا کھا گیا مجھے ذرا اندازہ نہ تھا کہ مجھ پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ ایک مٹی کا پتلا مجھے شرمندہ کردے گا۔ میرے مقابل آ کر مجھ سے ایسے سوال کرے گا جس کے جواب میرے پاس نہیں ہوں گے مگر میں تم کو ایک کہانی سناتا ہوں تمہارے سوالات کے جواب مل جائیں گے۔"

رولوکا نے صاف گوئی سے کہا۔ "میری کہانی میں آپ نے کسی غلط بیانی یا کسی واقعہ کو بڑھانے گھٹانے کا عنصر نہیں پایا معزز سردار آپ بھی اس کا خیال رکھنا میری آنکھ بھی حقیقت پرکھ لیتی ہے۔"

"میں جانتا ہوں تم عام انسان نہیں ہو تم ہزاروں بلکہ لاکھوں میں سے ایک ہو میں جو بیان کروں گا وہی حقیقت ہوگی۔ تم نے ایمانداری کی ہے تو میں بھی ایسا ہی کروں گا۔

بہت دن ہوئے میرے گھر میں اولاد پیدا ہونے کے آثار ہوئے میری اور بیوی کی یہ خواہش تھی یہ اولاد مونث ہو کیونکہ مذکر اولاد تو میری بے حساب تھی مگر میرے ساتھ ایک بڑی مشکل تھی میری مونث اولاد زندہ نہیں رہتی تھی میں نے اس کے بارے میں تحقیقات کی تو پتہ چلا کہ ایک بددعا میرا پیچھا کر رہی ہے میرے بزرگوں نے کسی زمانے میں کوئی ایسی غلطی کی تھی کہ ان کی پیدائشی بیوی ان کو نہیں ملتی تھی تم کو پتہ نہیں ہوگا کہ ہمارے ہاں ہر مونث ایک وقت میں کم از کم دو بچے دیتی ہے۔ کبھی زیادہ بھی ہو جاتے ہیں مگر اکثر دو ہوتے ہیں ان دو میں ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہوتا ہے وہ جوڑا ہی میاں بیوی ہوتا ہے یہ پیدائشی میاں بیوی ہوتے ہیں ان کا رشتہ بہت مضبوط ہوتا ہے یہ اگر ہزاروں میل بھی دور ہوں تو ان کو ایک دوسرے کے بارے میں پتہ ہوتا ہے یہ پیدائشی بندھن کی بات ہے۔

میری جتنی اولادیں ہوئیں جوڑا جوڑا ہوئیں مگر مونث زندہ نہ رہی اس صورت میں جوڑا بنانے کو مونث تلاش کرنا آسان نہیں ہوتا میری مذکر اولادیں آج بھی بیوی سے محروم ہیں چند نے اپنی مونث تلاش کرلی ہے مگر ان میں وہ ذہنی ہم آہنگی نہیں جو کہ پیدائشی بیوی کے ساتھ ہوتی ہے۔

میں اپنی مونث اولادوں کو مرتا ہوا دیکھ چکا تھا اور اس عمر کے آخری دور میں اپنی مونث اولاد کو زندہ رکھنا چاہتا تھا اور اس بددعا کو ختم کرنا چاہتا تھا ورنہ میرے بعد میرے خاندان میں یہی ریت قائم رہتی اس کے لئے میں نے سوچا کہ ولادت کی جگہ تبدیل کردی جائے اور میں بیوی کو لے کر اس مقام سے نکل گیا اور جس شہر میں رکا وہ شہر ہندوستان کا تھا اس کا نام جون پور تھا پھر اس شہر میں میں نے ایسی عورت تلاش کی جس کے ہاں ولادت ہونے والی تھی اور آثار مونث کی پیدائش کے ہوں ان میں وہی عورت میرے سامنے آئی جس کے بارے میں تم نے ذکر کیا ہے میری بیوی کے ہاں جس روز ولادت ہوئی تھی اسی روز اس عورت کے ولادت ہوئی اور میں نے بڑی آسانی سے دونوں بچوں کو تبدیل کردیا میری بچی اس عورت کے پہلو میں انسانی بچی کے روپ میں پہنچ گئی اور اس کی بچی کو میں لے آیا میری بچی انسانی روپ میں تھی اور اس کو اسی روپ میں پرورش ہونا تھا اس کے پاس اپنی کوئی طاقت نہ تھی وہ عام انسانی بچے جیسا تھی اس کو اسی رنگ میں رنگنا تھا جو انسانوں کا ہے ہماری کوئی مداخلت اس میں نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ ہم نے اس کو اپنے سے الگ کردیا تھا اگر ایسا نہ کرتے تو ہوسکتا تھا کہ وہ بددعا اس پر اثر انداز ہو جاتی۔

مگر اس کی اصلیت اپنی جگہ تھی اس لڑکی کے ساتھ جو نر پیدا ہوا تھا وہ اس کا پیدائشی شوہر تھا۔ وہ اپنی مونث کے بارے میں جانتا تھا مگر وہ پابند تھا اس سے ملاقات

نہیں کرسکتا تھا۔ یہ پابندی چودہ سال تک برقرار رکھنا تھی اس کے بعد اس کو اپنی بیوی سے ملنے پر اعتراض نہ تھا۔ پروین کی شادی ہوگئی تم حیران ہو گے کہ اس کے شوہر یا میں نے اس میں رکاوٹ نہ ڈالی منع نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پروین کو انسانی جسم دیا گیا تھا وہ عارضی تھا اس کے اس جسم سے کسی کو دلچسپی نہ تھی۔ یہ جسم ختم ہو جانے والا تھا اور پروین کو اپنے اصلی پیکر میں پچیس سال کے بعد آنا تھا اس کا اولاد پیدا کرنے کا کہنا درست تھا کیونکہ اس کا جو جسم انسانوں کو نظر آتا تھا اصل میں وہ نہ تھا۔

پھر وہ انسانی اولاد کس طرح پیدا کرسکتی تھی۔ اس کا راز اب راز نہ تھا۔ چودہ سال گزارنے کے بعد وہ اپنے پیدائشی شوہر سے ملتی تھی یہ اس کا حق تھا ہمارے رسم ورواج کے مطابق یہ ضروری بھی تھا۔ مگر اس کو اپنا مقررہ وقت اسی گھر اور اسی مقام پر گزارنا تھا۔

رولو کا بڑے غور سے سفید سردار کا بیان سن رہا تھا اور ساتھ ساتھ کہانی کی کڑیاں جوڑتا جا رہا تھا بولا۔ ''سردار آپ نے جو کچھ کہا مجھے اس میں ابھی تک کوئی غلط بیان نظر نہیں آیا مگر اس کہانی کے ایک ضروری کردار کو آپ نے اس کہانی سے غائب کردیا آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور میرا اشارہ کس طرف ہے۔''

سفید سردار نے نرم آواز میں گردن جھکا کر شرمندگی سے کہا۔

''مجھے اسی بات کا ڈر تھا میں اپنی خودغرضی میں بھول گیا تھا ایک دن کوئی ایسا ہوگا جب یہ سوال میرے سامنے آئے گا اور اس سوال کے کرنے والا ایک انسان ہوگا میں اپنی طاقت اور برتری کے زعم میں تھا۔ اس دردناک پہلو کے بارے میں، میں نے کبھی غور نہیں کیا تھا۔''

رولو کا بولا۔ ''تو اب غور کرلو اور اس لڑکی کو میرے حوالے کردو جو کہ تم اس کی ماں کے پہلو سے اٹھا لائے تھے اس معصوم عورت نے تمہاری بچی کو اپنی مامتا کے سائے میں ناز ونعم سے پرورش کردیا اور اب تم اس کو بھی چھیننے والے ہو تم نے اس عورت پر ظلم کیا اس خاندان پر ظلم کیا اب ان کو جب پتہ ہوگا کہ پروین اصل میں وہ نہیں جو وہ سمجھتے رہے اور یہ دوسری لڑکی ان کی ہے ایک شوہر کو پتہ ہوگا کہ اصل پروین تو یہ ہے تو اس کی کیا حالت ہوگی اے سردار تم نے ایک نہیں کئی گناہ کئے ہیں تم شاید یہ خیال کرتے تھے کہ تمہارے ان گناہوں کا حساب کوئی نہیں کرے گا مگر تم بھول گئے جو تم کو اتنی طاقت دے سکتا ہے کہ تم آتش فشاں پہاڑوں میں رہو اور آگ تمہاری حفاظت کرے وہ تمہارے ان گناہوں کا حساب نہیں لے گا تم ہزاروں سال کی زندگی پاکر بھی آخر اس کے پاس جاؤ گے تو تم کو ہزاروں سال دنیا میں رہنے کا حساب دینا ہوگا کیا انسان تم سے برتر نہیں کہ ساٹھ ستر سال کا حساب دے گا۔ مگر تم نے انسان کو کمتر خیال کیا اور اس کو اپنی غرض کے لئے استعمال کرلیا میں تمہاری چھت کے نیچے تمہارے لوگوں کے درمیان موجود ہوں تم مجھے استعمال کرو کسی معصوم انسانی بچی کو تم استعمال کرکے خوش ہو وہ بچی میرے حوالے کردو۔'' رولو کا خاموش ہوا تو کئی آوازیں ہال میں سنائی دیں۔

سردار نے ہاتھ اٹھا کر ان کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور بڑی رنجیدہ آواز میں بولا۔

''اس کہانی کا یہ بڑا دردناک پہلو ہے کہ وہ لڑکی دو دن بھی زندہ نہ رہی اور گرمی سے مرگئی تھی۔''

''تم نے سردار بڑی بہادری کا کام کیا تھا تم نے اس بددعا کو ختم کرنے کو ایک معصوم بچی کو اس طرح بھینٹ چڑھا دیا۔ تم نے اس بددعا کی اصلیت کو جاننے کی کوشش نہیں کی اور آسان راستہ اختیار کرلیا اب تم بتاؤ تم اس قابل ہو کہ کسی قوم کے سردار رہو میں تم کو سزا دے سکتا ہوں مگر میں تم کو رب کائنات کے حضور پیش کرتا ہوں وہی تمہارا انصاف کرے گا وہی سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے۔''

سردار سر جھکا کر بولا۔ ''میں از خود اس سرداری سے دست بردار ہوتا ہوں اور تم جو چاہو مجھے سزا دو میں تم کو نہیں روکوں گا میں نے واقعی بہت بڑا گناہ کیا ہے مجھے سزا ملنی چاہیے۔''

بہت سی آوازیں آ رہی تھیں وہ اپنی زبان میں کیا کہہ رہے تھے ان کا پوری طرح اندازہ نہیں ہو سکتا تھا مگر یہ ضرور سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ سردار کو ہی کچھ کہہ رہے تھے ان کے لہجے میں غصہ تھا اور سردار سر جھکائے اس پتھر کے تخت پر خاموش بیٹھا تھا پھر اچانک وہ تخت سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور تخت کے نیچے فرش پر بیٹھ گیا اور آوازوں کا شور کچھ کم ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور سر جھکا کر دروازے کے باہر چلا گیا۔

رولوکا نے دیکھا کہ وہ اکیلا ہی ایک طرف چلا جا رہا تھا اس کے ساتھ ڈولی بھی نہیں تھی اور کوئی ساتھی نہیں تھا اب رولوکا کا اس خاموش محل میں کچھ کام نہ تھا۔ وہ واپس جون پور آیا اور سیدھا رستم کے مکان پر چلا گیا۔ رستم اور پروین دونوں گھر پر موجود تھے رولوکا نے رستم کو الگ بلا کر کہا۔

"دیکھو رستم میں جو کہنے جا رہا ہوں تم شاید اس کو نہ کرو اس لئے تم اس دنیا کے آدمی ہو۔ مگر تم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ فضائے بسیط میں ہمارے علاوہ بھی مخلوق ہے۔ اس میں ہزار ہا قسم کی مخلوقات آباد ہے ہر طرف زندگی کے آثار نظر آتے ہیں جس کو انسان خلاء کہہ کر نظر انداز کر دیتا ہے اس میں ایک پوری دنیا رقص کر رہی ہے ہندوستان اور دنیا کے سر بہ فلک پہاڑوں کے غاروں میں پھیلے ہوئے ہیں آتش فشاں کے اطراف میں اور کچھ اندر بھی مخلوق آباد ہے ان پر آتش فشاں کی گرمی اثر نہیں کرتی وہ آتش فشاں کے گرم لاوے کو اپنے پیروں سے روندتے ہیں جیسے وہ برف پر چل رہے ہوں۔ درختوں کے ہر پتے پر اور سمندر کے اندر بھی بے حساب مخلوق خدا آباد ہے۔

یہ اس کا کارنامہ ہے جو دور ہونے پر بھی بہت نزدیک ہے جو نظر نہیں آتا مگر ہر جگہ موجود ہے۔ جس نے اس خالی جسم میں زندگی کی روح ڈالی جس نے رحم مادر میں غذا پہنچائی اور پیدائش سے پہلے ماں کی چھاتیوں میں انسان کی غذا پہنچائی اس کی کائنات میں کیا کچھ ہے اس کا اندازہ کرنا حضرت انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ مگر کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے انسان بڑی غلطی کر دیتا ہے اور تصادم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے یا کوئی اور مخلوق غلطی کرتی ہے۔ اور اس کا تصادم انسان سے ہو جاتا ہے تم بھی اس تصادم کا شکار ہوئے ہو تمہاری بیوی پروین ٹھیک کہتی ہے وہ جو نظر آتی ہے وہ نہیں ہے اس کا اصل کچھ اور ہے اس کو واپس جانا ہے اور وہ عنقریب چلی جائے گی میں نے تم سے کہا تھا تم دوسری شادی کر لو اسی لئے کہا تھا کیونکہ تم پروین سے صاحب اولاد نہیں ہو سکتے تھے اس کے اندرونی اعضاء وہ نہیں جو انسانوں کے ہوتے ہیں۔ اس کو انسانی پیکر دیا گیا تھا وہ بھی خاص مدت کے لئے تھا اس کے بعد وہ اپنے اصلی پیکر میں واپس آ جائے گی اس وقت وہ تمہارے لئے بڑی ہیبت ناک اور ڈراؤنی ہو گی میں تم کو وقت سے پہلے بتا رہا ہوں تاکہ تم اس کے اچانک غائب ہونے کی صورت میں اس کی تلاش نہ شروع کر دو۔"

رستم نے حیرت سے رولوکا کی باتیں سنیں اور پھر بولا۔ "حکیم صاحب آپ کی باتیں حیرت میں ڈال رہی ہیں مگر میں ان کو تسلیم کرتا ہوں یہ بتائیں پروین کب جائے گی۔"

"اس سال کے پورا ہوتے ہی وہ چلی جائے گی۔"

رولوکا نے جواب دیا۔

رولوکا کا اب جون پور میں کام نہ تھا اس نے رستم سے اجازت لی اور کہا۔ "اپنے سسر کو بتا دینا ان کی لڑکی جو ان کی اہلیہ کے پیدا ہوئی تھی وہ پروین نہیں تھی اس کے بدلے یہ لڑکی آ گئی تھی اور اصلی لڑکی مر چکی ہے صبر کریں۔"

رولوکا دلی کو روانہ ہوا۔

حکیم صاحب نے پوری روداد سننے کے بعد کہا۔

"کتنی عجیب و غریب کہانی ہے۔"

☆....☆......☆

استاد قطب الدین اپنے علاقے کے علاوہ بھی بہت مشہور تھے۔ ان کی مشہوری کئی وجہ سے تھی یہ شہر میرٹھ کے رہنے والے تھے اور محلہ شاہی امیں رہا کرتے تھے باپ دادا کے زمانے کا بڑا سا گھر تھا اور شہر کے قریب ہی اتنی زمینیں تھیں کہ استاد کا گزارہ بڑی آسانی سے ہو جایا کرتا تھا

شادی استاد نے نہیں کی تھی اس کی کیا وجہ تھی یہ کسی کو پتہ نہ تھا۔

استاد قطب الدین لکڑی چلانے، پٹے بازی، چاقو بازی اور کشتی کے ماہر تھے اور اس شوق کو انہوں نے اپنے تک نہیں رکھا تھا انہوں نے ایک اکھاڑا بنا رکھا تھا اور نوجوان لڑکوں کو وہاں پر مشق کرایا کرتے تھے۔ مگر ان کے اکھاڑے میں صرف مسلمان لڑکے آتے تھے کیونکہ جو لڑکا آتا تھا اس کو ایک شرط پوری کرنا پڑتی تھی اور وہ شرط نماز کی تھی جو لڑکا یہ شرط پوری نہ کرتا وہ اس کو گھر کے اندر نہ آنے دیتے اس لئے ان کے شاگرد صرف مسلمان لڑکے تھے روزانہ سویرے نماز پڑھ آتے تھے اور آٹھ بجے تک اکھاڑے میں زور کرتے تھے۔ محلے کے سارے لوگوں کو پتہ تھا کہ استاد کے پاس لڑکے کچھ نہ کچھ بہتر ہی سیکھ کے آئیں گے اس لئے کوئی والدان کو استاد کے پاس آنے سے نہیں روکتا تھا۔ ہندوستان میں ہر جگہ پر مسلمان اور ہندو میں لاگ ڈانٹ ہوتی رہی ہے استاد قطب الدین کی نقل میں کئی ہندوؤں نے اکھاڑے قائم کئے مگر جو خلوص اور طریقہ استاد کا تھا وہ اس پر نہ چل سکے اور اکھاڑے خود بخود ختم ہو گئے مگر استاد کا اکھاڑا قائم رہا بچے جوان ہو گئے وہ اپنی عملی زندگی میں داخل ہو گئے ان کی جگہ نئے آ گئے مگر پرانوں کے دل میں استاد کی جو عزت تھی ہمیشہ قائم رہی۔ استاد کے اکھاڑے کا ڈسپلن ان کی زندگی پر حاوی رہا اور وہ بہت سی بری عادتوں اور خرافات سے دور رہے اس بات کا احساس ان کو دو چار سال میں نہیں ہوا یہ احساس ان کو اپنی عملی زندگی میں آنے کے بعد ہوا پھر استاد کی قدر و منزلت ان کی نظر میں اور بڑھ گئی۔

استاد نے کبھی کسی لڑکے سے کچھ نہیں لیا ہمیشہ ان پر اپنا خرچ کیا وہ کہتے۔ میں ''بڑا ہوں تم سے لوں گا۔ میں نے یہ اکھاڑا دینے کو قائم کیا ہے اسے کمائی کرنا تھی تو اور بہت کام تھے وہ کرتا۔'' اکیلی جان ہوں مر گیا تو یہی لوگ قبرستان پہنچا آئیں گے۔'' اور وہ اپنی تمام آمدنی اکھاڑے پر خرچ کرتے جو بچے بہت غریب تھے ان کی مالی مدد بھی کرتے اور اس طرح کرتے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی استاد کا کردار اتنا صاف شفاف تھا کہ محلے کی کوئی عورت ان سے پردہ نہ کرتی وہ کسی کے ماموں کسی کے بھائی اور کسی کے چچا تھے مرد حضرات بھی استاد کے بارے میں خوب جانتے تھے اور محلے کے لئے ان کو غنیمت خیال کرتے تھے۔ استاد کے اکھاڑے کی دھوم تھی ان کی کبڈی کی ٹیم ہر جگہ جیت کر آتی تھی ہر میٹے میں ان کی دھوم تھی ہندوؤں کی ہمیشہ کوشش ہوتی کہ محلہ شاہی کی ٹیم کو ہرائیں مگر کبھی ان کو کامیابی نہ ملی۔

یہ زمانہ وہ تھا جب بڑے کی عزت کی جاتی تھی اس کی عمر کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ استاد کو باپ سے بڑھ کر رتبہ دیا جاتا تھا اور والدین استاد کو فری ہینڈ دیا کرتے تھے۔ بچوں کی حمایت ہرگز نہ کرتے تھے تو پھر استاد بھی ہر بچے پر توجہ دیتا تھا اور اپنا بچہ خیال کرتا تھا۔ بچہ جو کچھ استاد سے سیکھتا تھا اس کو عمر بھر نہیں بھولتا تھا۔ معاملہ تعلیم کا ہو یا کسی اور ہنر کا استاد کا درجہ بہت بلند ہوا کرتا تھا۔

پرانی قدریں زندہ تھیں انسان میں انسانیت تھی وہ مشینی نہیں بنا تھا اس کی سوچ میں خلوص و محبت کا عنصر تھا محلہ کے بزرگ سب کے بزرگ تھے کیا مجال کہ کوئی ان کا سامنا کرے۔

اس ادب اور لحاظ کا یہ نتیجہ تھا کہ نوجوان لڑکے بہت سی خرابیوں سے بچ جاتے تھے ان کو والدین کا ڈر تو ہوتا ہی تھا مگر محلے کے بزرگوں کی طرف سے خطرہ بھی رہتا تھا۔ یہ بزرگ بھی ان کو مارنے ڈانٹنے کا پورا پورا حق رکھتے تھے۔

اس دور میں استاد قطب الدین کی کتنی عزت علاقے میں ہوگی وہ بازار جاتے تو دس ہاتھ ان کو سلام کرنے کو اٹھ جاتے استاد کے لئے یہ عزت اور توقیر ان کی محبت کا صلہ تھی وہ مگن ہو جاتے ان کے چہرے پر خوشیاں ناچ جاتیں، بچوں کے والدین ان کی نہ صرف عزت کرتے بلکہ ان کی ہر طرح مدد کرنے کو بھی تیار رہتے مگر استاد نے کبھی کسی سے مدد نہ لی۔

گولا منڈی کے استاد فقیر چند نے بھی استاد قطب

الدین کے مقابلہ میں ایک اکھاڑا قائم کر دیا تھا۔ یہاں پر سب لڑ کے ہندو تھے فقیر چند پرانہ استاد تھا اس کے شاگرد رام لیلا کے جلوس میں ہر سال اپنا ہنر پیش کیا کرتے تھے لکڑی چلانا، تلوار بازی، پٹے اور سرکس کے کرتب پیش کیا کرتے تھے اور خوب داد پاتے تھے استاد فقیر چند ہنر مند آدمی تھا یہ بات استاد قطب بھی مانتے تھے۔

مسلمان کے جوڑ میں ہندو فقیر چند لی مدد بھی کیا کرتے تھے فقیر چند بال بچے دار آدمی تھا اس کے اپنے اخراجات تھے اکھاڑے کے اخراجات میں سے وہ اپنا بھی پورا کرتے تھے اور یہی بات ان کے شاگردوں کو پسند نہ تھی وہ کہتے تو کچھ نہیں مگر دل میں استاد کی عزت ضرور کم ہو جاتی۔

اور پھر کئی سال گزرنے کے بعد یہ عزت کم ہوتے ہوتے استاد فقیر چند کے اکھاڑے میں گنتی کے چند لڑکے رہ گئے اور ایک وقت آیا کہ استاد فقیر چند اکھاڑا بند کر کے گاؤں چلے گئے۔

استاد قطب الدین نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔

"لو جی ایک مقابلہ پر تھا وہ بھی گیا۔"

اس کے بعد بھی بہت ہندوؤں نے اکھاڑے قائم کیئے اچھے کاریگر اور ہنر مند استاد بھی مقرر ہوئے مگر یہ جوش کچھ دن چلا اور پھر ٹھنڈا ہو گیا استاد قطب اپنی رفتار سے پرخلوص انداز میں کام کرتے رہے ان کا تو یہ مشغلہ بھی اور شوق بھی، لالچ ان کو کسی قسم کا تھا نہیں اور نیت صرف اتنی تھی کہ مسلمانوں کے بچے اپنے مذہب کو پہچانیں اور آپس میں متحد رہیں اور وہ اس کوشش میں بڑے کامیاب رہے۔

برٹش گورنمنٹ تھی اور جنگ کا زمانہ تھا کاروباری حالت اچھی نہ تھی نوجوان روزی کے لئے برٹش فوج میں بھرتی ہو رہے تھے استاد کے اکھاڑے کے تندرست جوان بھی فوج میں بھرتی ہو رہے اور نام پیدا کر رہے تھے ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمان میرٹھ سے زیادہ بھرتی ہوئے۔

استاد کے شاگردوں کے علاوہ بھی میرٹھ سے بہت مسلمان فوج میں آئے۔ انگریز سرکار نے یہاں کے حالات ہی ایسے کر دیئے تھے کہ ان کو فوج میں جانے کے سوا چارہ نہ تھا۔ ہندو ہوشیار تھا اور ازلی بزدلی ان کے اندر تھی وہ فوج میں بہت کم آئے اکثر تو شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔

جو فوجی یہاں پر بھرتی ہوئے ان کو بہت جلد محاذوں پر روانہ کر دیا گیا اور ان کی جگہ پھر بھرتی کر لی جو جوان محاذ پر گیا وہ واپس شاید ہی آیا اور آیا تو ہاتھ پیر وہیں چھوڑ کر آیا۔

یہ دور استاد پر بھی بہت بھاری گزرا اکھاڑے میں کشتی کرنے والے فوجی بیرکوں میں بندوق چلانے لگے۔ استاد کے پاس کوئی کام نہ رہا اب کیا کریں بڑے سوچ بچار کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ چھوٹے بچوں کو تربیت دی جائے اب انہوں نے بارہ سال سے چھوٹے بچوں کو اکھاڑے میں سکھانا شروع کر دیا۔ شروع میں تعداد کم تھی مگر استاد کو سب جانتے تھے ان پر بھروسہ کرتے تھے۔

اس زمانے میں فوجی چھاؤنی میں فوج میں بغاوت کی خبریں اڑیں اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ فوج کو جو کارتوس دیئے گئے ہیں ان پر چربی کی ایک تہہ ہوتی ہے اور یہ چربی سور کی ہے مسلمان فوجیوں نے اس کو استعمال کرنے سے انکار کر دیا انگریز یہ کب برداشت کر سکتا تھا کہ ایک غلام ملک کا غلام باشندہ ان کی بات نہ مانے یہ بات بڑھتے بڑھتے اتنی بڑھی کہ مسلمان فوجی ایک دم باغی ہو گئے ان فوجیوں میں استاد کے شاگرد سب سے آگے تھے وہ اتنا آگے بڑھے کہ انہوں نے میرٹھ چھاؤنی کے سارے افسروں کو مار ڈالا۔

اور باقاعدہ مارچ کرتے دلی کی طرف روانہ ہوئے اب ان کا نعرہ دلی کو ایک بار پھر مسلمان کا پایہ تخت بنانے کا تھا میرٹھ سے دلی تک وہ لڑتے شہید ہوتے بڑی مشکلات کے بعد وہ میرٹھ سے دلی پہنچے اور لال قلعہ تک آئے مگر وہ سفر سے نڈھال تھے ان کو آرام کا موقعہ نہیں ملا پوری طرح کمک نہیں ملی اور وہ سب اسلام کے نام پر شہید ہو گئے ان

کا انجام جو کچھ ہوا لیکن وہ 1857ء کی جنگ آزادی کا ایک نشان ضرور چھوڑ گئے اور اسی نشان پر نظریں گاڑ کر مسلمان آگے بڑھتے رہے۔

استاد قطب الدین کے شاگردوں کا پہلا کارنامہ یہ تھا۔ ایک محلے کے بہت معمولی آدمی کے کردار نے یہ کمال کیا تھا۔

استاد کی عمر زیادہ ہو رہی تھی مگر اس پر بھی ان کی محنت میں کمی نہ تھی لڑکے کم عمر تھے ان پر محنت زیادہ تھی مگر ان کی لگن سچی تھی اس لئے خدا نے ان کو ہمت بھی خوب دی تھی وہ آج بھی فجر کی نماز محلے کی مسجد میں ادا کرتے تھے ان کے شاگرد بھی ان کے ساتھ ہوتے تھے پھر وہ اپنا ریاض شروع کر دیتے اور یہ کام آٹھ بجے تک جاری رہتا شام کو چار بجے ان کا اکھاڑا پھر کھل جاتا۔

استاد کی اس لگن کا ہندو کو خوب پتہ تھا وہ جانتے تھے کہ اگر یہی حالت رہی تو مسلمانوں کا ایک لڑاکا گروپ پھر تیار ہو جائے گا اور میرٹھ میں یہ ہندوؤں پر بھاری پڑ جائیں گے۔ وہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی ایک اکھاڑے کی ابتدا کر دی اس کے اخراجات کئی ہندوؤں نے اپنے سر لے لئے۔ مگر یہ سلسلہ زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکا اور بند ہو گیا۔ استاد سے ہندوؤں نے درخواست کی کہ وہ ان کے بچوں کو بھی اکھاڑے میں زور کرا دیا کریں مگر استاد نہ مانے تو مانک چند سنار نے کہا۔

''استاد آپ تو استاد ہیں اور کوئی استاد اپنا فن کسی شاگرد کو دینے میں کنجوسی نہیں کرتا۔ پھر آپ کیوں منع کرتے ہیں۔''

''بات تمہاری اپنی جگہ وزن رکھتی ہے مگر میرے استاد نے مجھے کچھ اصول بتائے تھے میں ان پر چلتا ہوں۔ میں جب اپنے استاد کے اکھاڑے میں گیا تھا تو انہوں نے میرے باپ کو کہا تھا کہ لڑکا اگر نماز پڑھتا ہے اور پاک رہتا ہے تو میں اس کو اپنا شاگرد بناؤں گا میرے اکھاڑے کا ہر لڑکا نماز کا پابند ہے اور پاک رہتا ہے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرتا اب تم خود غور کر لو کہ میں کیوں کسی اور قوم کے لڑکوں کو کیوں نہیں آنے دیتا۔''

مانک رام کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا وہ خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے۔

استاد قطب الدین کو احساس بھی نہ ہوا کہ ان کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ہے۔

مانک رام ذات کے بنیا تھے اور مسلمانوں کے لئے سخت متعصب تھے۔ بظاہر ان کی زبان بڑی شیریں تھی ہر ایک سے ہنس کر ملتے تھے یہ بات ان کے کاروبار کے لئے بھی ضروری تھی۔ استاد کی بات ان کو سخت بری لگی تھی مگر اس وقت وہ پی گئے اور زبان سے اف نہ کی مگر اندرونی طور پر وہ ہرگز ہرگز استاد کو معاف کرنے کو تیار نہ تھے۔

پھر انہوں نے اپنے جاننے والوں پر نظر ڈالی کون کون ان کا ہم خیال ہو سکتا ہے اور ان کی نظر جگل کشور پر گئی اور وہ ان کے پاس پہنچ گئے۔

جگل کشور اناج کا کام کرتے تھے منڈی میں ان کی دکان تھی مانک رام کو دیکھ کر بولے۔

''آؤ آؤ مانک رام خوب آئے بڑے دن کے بعد درشن ہوئے۔''

''یہ بات تو ہے پر آدمی کسی کے پاس اس وقت ہی جاتا ہے جب ضرورت پڑتی ہے۔'' مانک رام نے جواب دیا۔

جگل کشور بولے۔ ''یہ بات تو تمہاری ٹھیک ہے کہو میری کیا ضرورت پڑ گئی۔''

''بات یہ ہے کشور جی کہ اس کو اپنے تک رکھنا اور سوچ کر جواب دینا۔'' مانک رام بولے۔

''تم اس کی فکر ہی نہ کرو بے فکر ہو کر بات کرو۔'' جگل کشور نے کہا۔

''تم کو پتہ ہے میرٹھ میں ایک اکھاڑا ہے مسلمانوں کا اس کو استاد قطب الدین چلاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہم نے کئی اکھاڑے بنائے ہنرمند تو ہمارے پاس بھی بہت ہیں پر اکھاڑا چند دن میں بند ہو گیا۔ اس کے بہت سے کارن ہیں ان کی تفصیل کیا بتائیں۔ میں نے سوچا چلو

استاد کو ہی کچھ لالچ دے کر راضی کرلوں کہ وہ ہمارے بچوں کو بھی ریاض کرادیا کریں۔ مگر اس نے تو ایسی بات کردی کہ میں خاموشی سے اس کے پاس سے چلا آیا۔"

جنگل کشور نے پوچھا۔ "آخر اس نے کیا بات کردی تھی۔"

"کہنے لگا میرے اکھاڑے کا ہر لڑکا نماز پڑھتا ہے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرتا۔ تمہارے بچے تو یہ نہیں کریں گے اور میں جواب دیئے بغیر چلا آیا، لو بتاؤ ہمارے بچے یہ سب کیوں کرنے لگے۔"

"اس کا مطلب ہوا بڑا اکڑ مسلمان ہے استاد اس کا بندوبست تو کسی اور طرح کرنا ہوا۔" کشور بولا۔

"بتاؤ کس طرح کرنا ہوگا۔" مانک رام نے پوچھا۔

"گھی جب سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے تو کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔" جنگل کشور نے جواب دیا۔

"ارے وہی تو پوچھ رہے ہیں کچھ تو بتاؤ۔" مانک رام بے چینی سے بولے۔

"ایک آدمی ہے میں پہلے اس سے ملاقات کرلوں اس سے مشورہ کرلوں پھر بتاؤں گا۔" جنگل کشور نے جواب دیا۔

"جلدی کرو جو کرنا ہے کیونکہ مسلمانوں کے لڑکے لکڑی چلانے میں اور کشتی میں بہت آگے نکل گئے ہیں اور ہم ہیں کہ رام لیلا کے میدان میں ہنرمندوں کو جمع کر کے کچھ کھیل تماشے کر لیتے ہیں دو بدو اگر ہو جائے کسی سے لڑائی تو ایک بھی میدان میں نظر نہیں آئے گا کیونکہ وہ تو کھیل دکھانے تک محدود ہو گئے ہیں اور مسلمان پوری تیاری پر ہے یہ سمجھ لو جنگل کشور جی۔" مانک رام فکر مندی سے بولے۔

اب جنگل کشور کے دماغ میں آگ بھر گئی اور استاد قطب الدین ان کو ہندوؤں کے لئے سخت خطرہ نظر آنے لگا۔ وہ اپنی پہلی فرصت میں متھرا روانہ ہو گئے یہاں پر ان کی سسرال تھی۔ کھانے کے بعد وہ اپنے سالے سے بولے۔

"میں ایک ضروری کام سے آیا ہوں اور کام یہ ہے کہ تم کوئی ایسا آدمی بتاؤ جو میرا کام کر سکے۔"

گوبردھن ان کا سالا بولا۔ "کام تو بتاؤ کیا کرنا ہے۔"

اور جنگل کشور نے پوری کہانی استاد قطب کی بیان کردی اور بولے۔ "اس کی بندش کرنا ہے کہ کام نہ کرے۔"

"ارے تو اس کا کلیان کرائے دیتے ہیں نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری۔" گوبردھن بولا۔

"تم آدمی بتاؤ اس سے بات کرتے ہیں۔" جنگل کشور نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو چنتا نہ کرو میں جاتا ہوں اس کے پاس اور بات کرتا ہوں راضی ہوا تو ساتھ لے جاؤں گا۔" اور گوبردھن کسی کے پاس چلا گیا۔

دوسرے دن اس نے بتایا۔ "جیجا جی تم کو خود اس سے ملاقات کرنی ہوگی۔"

"ارے تو ہم آئے ہی اس کارن ہیں کا ہے نا ملاقات کریں گے۔" جنگل کشور بولے۔

"تو پھر آؤ ذرا دور جانا ہے تانگے پر چلیں گے۔" گوبردھن بولا۔

"تو کا لمبا سفر ہے۔" جنگل کشور بولے۔

"وہ بھوانی کے مندر کا پجاری ہے اور مندر دریا کے کنارے پر ہے تانگہ ذرا گھوم پھر کے اس کے دروازے تک جاتا ہے۔" گوبردھن بولا۔

"چل ٹھیک ہے جانا تو ہے چاہے کتنی دور ہو۔" جنگل کشور چپل پیر میں ڈال کر بولے۔

یہ مندر اور مندروں سے ذرا ہٹ کر تھا متھرا مندروں کا شہر کہلاتا ہے ہر قدم پر یہاں مندر ہیں اور بھاری آبادی ہندوؤں پر ہے متھرا ایک تیرتھ یاترا ہے پورے ہندوستان سے یہاں پر ہندو یاترا کرنے آتے ہیں ان مندروں کی یہی آمدنی ہے۔

دوپہر کا وقت تھا گوبردھن نے دروازے پر موجود

آدمی سے کہا۔ "پجاری جی سے ملاقات کرنی ہے۔"
"تم وہی ہو جو کل رات آئے تھے۔" وہ بولا۔
"ہاں وہی ہوں۔" گوبردھن نے جواب دیا۔
"تو پھر آؤ میرے ساتھ پجاری نے کہہ دیا تھا کہ تم آؤ گے تو ان کے پاس پہنچا دوں۔" وہ آدمی بولا۔
پنڈت سوامی رام داس بڑا بھاری بھرکم اور نہایت چوڑے منہ کا پجاری تھا سر سے گنجا تھا اور ماتھا بھی اس کا نہایت پھیلاؤ میں تھا، متھے پر تین کھڑی لکیریں پڑی تھیں اور اس کے اوپر اوم سرخ لکھا تھا۔ مگر جسامت کے مقابلے میں آواز نہ تھی اگر آواز کو زنانی آواز قرار دے دیا جائے تو بھی غلط نہ تھا۔ وہ زمین پر ایک دری پر بیٹھا تھا۔ جنگل کشور نے رام رام کیا تو اس نے اس کو دری پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ گوبردھن بھی اس کے برابر میں بیٹھ گیا۔ چند منٹ خاموشی رہی پھر سوامی رام داس نے پوچھا۔
"کیوں بالک کیسے کشٹ اٹھایا اور تم میرٹھ سے آئے۔"
جنگل کشور نے اپنی بات میں زور پیدا کرنے کو کہا۔
"سوامی جی بات دھرم کی آن پڑی ہے۔"
"بتلاؤ تو ایسی بھی کیا آن پڑی ہے۔" سوامی نے پوچھا۔
اور جنگل کشور نے استاد قطب کی پوری کہانی بیان کر دی پھر بولے۔ "بس تم اتنا کر دو کہ اس کا اکھاڑا بند ہو جائے ارے ہمارے بچے ہنرمند نہ ہوں تو ان کے بھی نہ ہوں حساب برابر رہے گا۔"
سوامی نے گردن ہلائی اور بولے۔ "یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہے ہو جاوے گا پر خرچ کرنا ہوگا آخر ہمارے بھی کچھ کام ہیں ان کو پورا کرنا پڑتا ہے مندر کی دان دکھشنا تو بس واجبی سی ہے۔"
"ارے سوامی جی تم اس کی چنتا نہ کرو وہ سب تو ہم کریں گے۔" جنگل کشور نے جواب دیا۔
"تو پھر تم جاؤ آرام سے بیٹھ کے تماشہ دیکھو دیوی کی کرپا سے سب ہو جائے گا۔"
جنگل کشور نے ان کے ہاتھ پر کچھ رکھ دیے اور بولے۔ "کام کب تک ہوگا۔"
"یہ کام ذرا دیر رج کا ہے۔ آہستہ آہستہ ہوگا ایک ایک کر کے ابھی استاد کو نہیں چھیڑنا ہے جو پھل کچے ہیں ان کو گرانا ہے اس کے بعد استاد پر ہاتھ ڈالیں گے کام اس طرح کرنا ہے کہ کسی کو اندازہ نہ ہو کہ کیا ہو رہا ہے اگر ایک دم سارے کام کریں گے اور جلدی کریں گے تو دشمن ہوشیار ہو جائے گا اور وہ توڑ کرنے کی کوشش کرے گا اور میں اس کو یہ موقعہ دینا نہیں چاہتا کہ دشمن ہوشیار ہو جائے میرا کام کرنے کا یہی طریقہ ہے بولو تم کیا چاہتے ہو۔" سوامی نے پوچھا۔
"ٹھیک ہے سوامی جی۔ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہو کہ کام کیسے بہتر ہوگا میں کیا بتلاؤں۔" جنگل کشور نے جواب دیا۔
جنگل کشور واپس میرٹھ آ گئے اور آتے ہی انہوں نے پوری رپورٹ مانک رام کو دے دی اور بولے۔
"میں نے سوامی جی کی فیس پہلی قسط پچاس روپے ان کو دے دیے ہیں تم جانو میں بھی بال بچے دار آدمی ہوں۔"
"سوامی جی کو اور کیا دینا پڑے مجھے خبر نہیں ہے پر اب جو خرچ ہوگا وہ تم کو دینا ہوگا۔"
"کروں گا خرچ تم چنتا نہ کرو ارے اوکھلی میں سر دے دیا ہے تو اب ڈر کس بات کا۔" مانک رام بولے۔
"ایک ہفتہ گزرا تو پتہ چلا کہ اکھاڑے کا ایک لڑکا پیٹ میں درد کی وجہ سے سخت بیمار ہو گیا ہے۔
اس کے دو دن کے بعد دوسرا بھی اسی طرح بیمار ہو گیا اور پھر اکھاڑے کے لڑکے ایک کے بعد دوسرا بیمار ہوتا گیا اور لڑکے کم ہوتے گئے استاد کو فکر ہوئی وہ لڑکوں کو ان کے گھروں پر دیکھنے جاتے رہے گھروں پر لڑکے ٹھیک تھے مگر جب اکھاڑے کی طرف آتے تھے ان کو تکلیف ہونے لگتی تھی۔ یہ بات استاد کے لئے ضرور حیرت کی تھی مگر وہ ان معاملات میں کورے تھے۔ انہوں

نے اس کا تذکرہ مولوی رسول خان سے کر دیا تو وہ بولے۔

''یہ معاملہ جادو ٹونے کا بھی ہو سکتا ہے تم ایسا کرو کہ دلی چلے جاؤں وہاں پر حکیم وقار کے مطب چلے جانا وہ اس کا حل تم کو بتائیں گے اور انشاء اللہ تم کامیاب آؤ گے۔''

استاد تو تھے پریشان فوراً دلی روانہ ہو گئے اور انہوں نے اپنی پریشانی بیان کر دی۔

رولوکا نے کہا۔ ''تم فکر نہ کرو بیماری آزاری کی دوا بھی ہے اور اگر کسی کی شرارت ہے تو بھی اس کا علاج ہے تم جاؤ میں میرٹھ میں تمہارے پاس آؤں گا۔''

استاد واپس آ گئے دو دن کے بعد رولوکا حکیم کامل کے روپ میں ان کے سامنے تھا۔

رولوکا نے کہا۔ ''آیئے استاد ذرا اپنا اکھاڑا تو دکھایئے۔''

مکان کی پچھلی طرف ایک بہت بڑی کھپریل کے نیچے یہ اکھاڑا تھا۔

اچھی بڑی جگہ تھی ورزش کرنے کے اوزار جھولے اور لاٹھیاں، بلم، تلواریں اور لڑائی کے اوزار ہر طرف رکھے تھے ایک طرف ایک بڑا سا اکھاڑا کھدا ہوا تھا مگر کوئی نہیں تھا سب لڑکے بیماریوں کے ڈر سے چلے گئے تھے۔

رولوکا کو اندر آتے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ استاد کا شک درست ہے۔ اس نے استاد سے کہا۔

''قطب الدین صاحب آپ اب جائیں میرا یہاں پر کام ہے۔''

استاد نے رولوکا کی بات سمجھ لی اور واپس چلے گئے۔

رولوکا نے دروازہ بند کر کے اپنے خاص کارندے کو اشارہ کر کے حکم دیا کہ اب باہر کوئی نہیں جائے گا اور اس نے آواز دی۔ ''آ جا تو جو بھی ہے اور اگر نہ آیا تو میں تجھے گرفتار کر لوں گا۔''

اس کی آواز پورے اکھاڑے میں گئی مگر کوئی سامنے نہیں آیا۔ تو پھر دوبارہ کہا۔

پھر کچھ نہ ہوا تو رولوکا بولا۔ ''آخری بار کہہ رہا ہوں۔''

ابھی اس کی بات پوری ہوئی تھی کہ ایک عجیب و غریب جانور نما انسان یا انسان نما جانور چاروں ہاتھ پیروں بندر کی طرح چلتا ہوا اس کے سامنے آ گیا اس کے بدن پر کوئی لباس نہ تھا اور سخت بدبو خارج ہو رہی تھی اس کا چہرہ کالا تھا آنکھیں لال لال انگارے کی طرح تھیں دہانہ بڑا تھا اور دو نوکیلے دانت باہر نکل رہے تھے اور اس کے بندر نما جسم سے دھواں اٹھ رہا تھا اس دھواں میں بدبو تھی۔

وہ بڑی بھاری اور بھدی آواز میں بولا۔

''ارے کا حکم چلائے ہے تو کون ہے کیوں آیا ہے؟''

''تو کون ہے تیری سمجھ میں نہیں آیا کہ تجھے حکم دینے والا کیوں آیا ہے؟'' رولوکا نے کہا۔

''سب جانیں ہیں پر تیری چلے گی نہیں تو بھی سمجھ لے ہم راجہ ہیں۔ راجہ۔'' وہ بولا۔

''تو کہاں کا راجہ ہے یہ تو بتا۔'' رولوکا بولا۔

''ہم راجہ کتا نو ہیں دیکھ نہیں رہا کہ ہمارے شریر میں سارے جہاں کے کتا نو بھرے پڑے ہیں۔'' وہ بولا۔

رولوکا بولا۔ ''تو اس اکھاڑے میں کیا کر رہا ہے تیرا ان اکھاڑوں نے کیا بگاڑا تھا۔''

''ارے تو ہم کا یہ انتظار کریں کہ یہ بگاڑیں تو ہم کچھ کریں ہمیں جو کچھ حکم ملا ہے وہ ہم کریں گے۔'' وہ بولا۔

''تیرا حاکم کون ہے ذرا یہ تو بتا۔'' رولوکا نے سوال کر دیا۔

''بتا دے کی ضرورت نہیں ہے ہم موجود ہیں اور دیوی بھوانی کی کرپا ہے۔'' وہ بولا۔

''بتا دے نہیں بتائے گا تو یاد رکھ تیری بھوانی اور درگا بھی تیرا ساتھ نہیں دیں گی۔''

''ارے جا بڑا آیا حکم چلانے والا، کالی میرے ساتھ ہے۔''

"ارے پاگل پاربتی ہمالیہ پر چلی گئی۔ اب تو اس کو گوری روما کالی بھیروی بھگوتی ایشوری کر جا اور نہ جانے کتنے روپ ہیں کسی نام سے پکار لے وہ جواب نہیں دے گی کیونکہ تیری آواز اس اکھاڑے کے باہر نہیں جائے گی اور تیرا گرو جس کے کہنے پر تو یہاں ہے وہ بھی تیری مدد نہیں کرے گا اگر سمجھ آ جائے تو ٹھیک ہے اور نہ سمجھ آئے تو پھر تیار ہو جا میں تیرا بندوبست کرتا ہوں۔"

راجہ کشانو نے اپنی بے سری آواز میں کئی آوازیں دیں مگر پھر مایوس ہو کر بولا۔

"آج پہلی بار ایسا ہوا کہ گرو نے اور دیوی نے جواب نہیں دیا۔"

"جواب اس لئے نہیں ملا کہ اب تیری ضرورت باقی نہیں رہی تو ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب وہ تیری مدد نہیں کر سکتے۔" رولوکا نے بتایا۔

"ایسا ہی لگتا ہے تو پھر سن میرے گرو کا نام پنڈت سوامی رام داس ہے اور وہ متھرا میں رہتا ہے اس کے حکم پر ہی میں کجری بن سے اپنی فوج لے کر آیا ہوں اس اکھاڑے کو برباد کرنا اس گھر کو ویران کرنا میرا کام ہے وہ میں نے کر دیا ہے اب استاد کا نمبر ہے اس کے بعد میں پھر کجری بن چلا جاؤں گا۔"

"تیرے جانے کے بعد تیرا استاد پھر کسی اور کو لگا دے گا۔" رولوکا بولا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو گا مجھ سے بڑا بیر اس کے قابو میں نہیں ہے میں بھوانی کا سیوک ہوں اور گرو بھی سیوک ہے میں واپس جاؤں گا تو کوئی اس لئے نہیں آئے گا کہ میں پہلے آ چکا ہوں یہ ریت بھوانی کی ریت ہے اس ریت کو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ گرو بھی اس کی پابندی کرتا ہے۔"

"اور اگر تو واپس نہ جا سکا تو پھر تیری تلاش ہو گی۔" رولوکا بولا۔

"مجھے تلاش کون کرے گا مجھے قابو کرنے والا بھی بڑے سوچ بچار کے بعد میرے قابو کرنے کا منتر پڑھتا ہے۔ میں صرف دیوی کا غلام ہوں اور اسی کی سفارش پر آیا تھا آخری کام کر کے جاؤں گا واپس۔" وہ بولا۔ "اب جانے کے بارے میں مت سوچ میں تجھے جانے کب دوں گا کہ تو جائے گا اور پھر کہیں پر بربادی کرے گا۔"

"تو انسانوں کا دشمن ہے تیرا زندہ رہنا انسان کے لئے سخت خطرے کی بات ہے۔"

"مجھے جانے سے کون روکے گا تو روکے گا تجھے پتہ ہے میری پیٹھ پر بھوانی دیوی کا ہاتھ ہے۔" وہ بولا۔

"تجھ پر مصیبت آئی تو وہ ہاتھ بھی اٹھ گیا کوئی تیری مدد کو آنے والا نہیں ہے شیطان میں جہاں اور بہت خرابیاں ہیں پر ایک یہ خرابی بھی ہے کہ وہ اپنے خاص اور پیاروں کی بھی مدد نہیں کرتا۔ جب اور جہاں کام ختم ہوا اور اس کی نظریں بدل گئیں چاروں طرف دیکھ اپنی شکستی کی آنکھ سے دیکھ تیرے چاروں طرف کون ہے تیرے جانے کے سارے دروازے بند ہیں تو چوہے کی طرح آیا تھا اور میں تجھے اسی روپ میں سمندر کی تہہ میں دفن کر دوں گا۔" رولوکا بولا۔

"میرے قریب آنے والا خوفناک بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے تو بھی ہو گا اور مر جائے گا ٹھیک نہ ہو گا تو نے میری شکتی کو دیکھا کب ہے میں بہت خطرناک چیز ہوں مجھ سے دور رہنا۔"

"اچھا اب دیکھ کیا ہوتا ہے۔" رولوکا نے ایک اشارہ کیا تو ایک بہت بڑا پنجرہ عین راجہ کشانو کے سامنے آ گیا اور راجہ کشانو اس میں بند ہو گیا اس کے نزدیک کوئی نہیں آیا پنجرہ بند ہونے کے بعد رولوکا بولا۔

"دیکھ تیرے پاس کوئی نہیں آیا اور تو اس پنجرے میں بند ہے اب یہ پنجرہ خود تجھے سمندر میں لے جائے گا تیری ساری شکستی سمندر پی جائے گا اور تو کسی سمندری جانور کی غذا بن جائے گا۔"

وہ پنجرہ ہوا میں بلند ہوا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔

اور چند روز کے بعد اکھاڑا پھر آباد ہو گیا۔

☆......☆......☆

کانن بالا جب پیدا ہوئی تو اس کی ماں کو سخت صدمہ پہنچا کیوں کہ وہ تو لڑکے کی آس میں تھی۔ کانن بالا کی بدنصیبی تھی کہ وہ اس گھر میں پیدا ہوگئی جس گھر میں پہلے ہی سے تین لڑکیاں موجود تھیں۔ باپ کا کاروبار کچا کاروبار تھا دن بھر اس کا باپ رادھے شام مٹی میں اٹا رہتا تھا۔

اس کے پاس کئی گدھے بھی تھے ہر دوسرے تیسرے روز وہ ان کو لے کر جنگل کی طرف چلا جاتا اور ان پر مٹی لاد کر لے آتا۔ کانن بالا کی ماں اس مٹی کو زمین پر ڈال کر اس پر پانی ڈال دیتی اور پھر لہنگا گھٹنوں تک چڑھا کر اس پر کودتی رہتی۔ دن بھر وہ محنت کرتی تھی مٹی تیار کرنا اس میں سے کنکر پتھر الگ کرنا اسی کا کام تھا۔ اس کی مدد کو لڑکیاں بھی تھیں وہ بھی اس کے ساتھ لگی رہتی تھیں نیم کے پیڑ کے نیچے یہ کارروائی ہوتی تھی اسی سائے میں رادھے کے گدھے بھی بندھے رہتے تھے اور اسی نیم کے نیچے رادھے کا چاک بھی تھا۔ یہ ایک سوراخ تھا جس میں لکڑی ڈال کر گھمایا جاتا ہے اور پھر اس پر مٹی کے لوندے رکھ کر بڑی ہنرمندی سے ہانڈی، صراحی، پلیٹ، گلاس اور دیگر چیزیں بنائی جاتی تھیں۔ گھر کا ہر فرد محنت کرتا تھا۔

وقت گزر رہا تھا۔ رادھے شام کا چاک گھوم رہا تھا اور کچے برتنوں کا اتنا اسٹاک اس نے کرلیا تھا کہ اب ان کو پکا کرلیا جائے اب اس نے چاک میں لکڑی ڈال کر چاک گھمانا بند کردیا تھا اور کمہارن نے بھی مٹی پر کودنا بند کردیا تھا۔ اب آوے کا وقت تھا اس کے لیے ایندھن جمع کرنا تھا۔ اور بنائے گئے کچے برتنوں کو ایک ترتیب سے ایک جگہ جمع کرنا تھا یہ بھی ایک فن تھا۔ آوا تیار کرنا اور اس پر مٹی کی تہہ جمانا اور دھواں باہر نکلنے کو اوپر راستہ رکھنا اور ایک رفتار کو قائم رکھنا۔ آگ تیز ہوگئی تو برتن کالے پڑ جائیں گے اور کم رہی تو پکیں گے نہیں۔ کمہار کی ہنرمندی یہ ہے کہ آوا سے زیادہ مال ٹھیک نکلے۔ ساری محنت کا دارومدار آوا کھلنے پر ہوتا ہے۔

کمہار کے سارے پروگرام برسات شروع ہونے سے پہلے ہوتے ہیں۔ برسات میں وہ بے کار ہوتا ہے اور دوسری محنت مزدوری تلاش کرتا نظر آتا ہے۔ عورتوں کے لیے وہ دن آرام کے ہوتے ہیں اور میاں کو روٹی پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

رادھے شام ایک ماہر کمہار تھا۔ اس کا آوا کبھی خراب نہیں ہوا۔ رادھے شام کی بیوی پھر امید سے ہوگئی۔ رادھے شام بہت خوش تھا۔ اس کو امید تھی کہ اب کی بار ضرور لڑکا ہوگا۔ وہ اس کا بہت خیال رکھنے لگا تھا کوئی کام اس کو نہیں کرنے دیتا تھا۔ سب کام لڑکیاں ہی کرتی تھیں۔

ایک دن کمہارن بولی۔ ''اب تو ایسا کر کول کا لگن کر دے، موئے تو اس کی طرف سے خطرہ لاگے ہے۔''

''کا ہے کا خطرہ۔'' رادھے نے پوچھا۔

''ارے جوان ہوگئی ہے بستر پر لیٹ کر چھت کو گھورتی رہتی ہے۔''

''آوا ٹھیک اترے اور ہاتھ چار پیسے آویں تو کچھ کروں۔'' رادھے بولا۔

اور پھر آوے کو ٹھنڈا کرنے کا وقت آگیا اور اس نے اس پر سے مٹی ہٹائی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آدھا آدھا کالا تھا۔ برتن کالے پڑے تھے اور اس کی محنت بے کار چلی گئی۔ ابھی وہ اس صدمہ کو سہہ بھی نہیں پایا تھا کہ دوسرا صدمہ اس کے سامنے آگیا۔ بیوی کے لڑکا ہوا اور ہونے کے کچھ دیر بعد مر گیا۔ یہ صدمہ بہت بھاری تھا اس کی ساری محنت پر پانی پھر گیا۔ اور سامنے برسات کھڑی ہے کام بھی بند ہوگیا۔ اب چھ جانیں تین وقت باجرے اور جوار کو بھی ترس جائیں گی۔

جب انسان کی تقدیر منہ موڑتی ہے تو ہر طرف سے اس کے گرد اندھیرا ہو جاتا ہے۔ وہ جو کرتا ہے وہ غلط ہوتا جاتا ہے ایسا ہی وقت رادھے شام پر تھا۔ اس کے عزیز رشتہ دار بھی سب اس کی طرح تھے کون اس کی مدد کرتا۔

کول بالا جو اس امید میں تھی کہ آوا اچھا گا تو بابو اس کے ہاتھ پیلے کرے گا مگر اب تو اس کی بھی آس ٹوٹ گئی۔ حالات نے اس کو بے چین کر دیا تھا۔

آس کی ڈوری کیا ٹوٹی کہ اس کے صبر کے بندھن

ٹوٹ گئے اور پھر رادھے شام کو ایک اور صدمہ اٹھانا پڑا۔ کومل رات کے اندھیرے میں کسی کے ساتھ خاموشی سے چلی گئی۔ رادھے شام کیا کرتا کس سے فریاد کرتا کہاں کھوج کرتا۔ ایک لڑکی پھر چلی گئی۔ اس نے صدمہ برداشت کر لیا اس کے بس میں جو تھا وہ کر رہا تھا۔

کمہارن نے کہا۔ ”دو چلی گئیں۔۔۔۔۔ دو بچی ہیں ان کا کچھ کرو۔“

”تو بتا کا کروں۔۔۔۔۔ جو کماؤں تیرے ہاتھ پر دھر دوں۔“ رادھے شام بولا۔

”وہ تو ہے۔۔۔۔۔ پر کرنا تو پڑے گا۔ نہ کیا تو پھر کوئی آفت آ جاوے گی۔“ کمہارن نے کہا۔

مگر اس کی نوبت نہیں آئی اور تیسری نے بھی کنارہ کر لیا اب کمہارن کی حالت خراب ہو گئی اور اس نے برادری میں دوڑ دھوپ شروع کر دی اور ایک لڑکا پسند کر لیا۔ لڑکا کیا تھا چالیس کی عمر کا کمہار تھا اس کی جورو مر چکی تھی اس کے علاوہ تو کسی نے کانن بالا پر حامی نہیں بھری سب کو پتہ تھا رادھے کی تین لڑکیاں بھاگ چکی ہیں۔ پتہ نہیں یہ کیسی ہے۔

گوکل کو عورت کی ضرورت تھی کیونکہ بوڑھی ماں تھی گھر کا چوکا روٹی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ کام اس کا بھی برتن اور دیئے بنانے کا تھا مٹی گوندنے کو عورت کی ضرورت تھی سب سوچ کر وہ کانن بالا کے لیے تیار ہو گیا دونوں کی عمروں میں آدھے کا فرق تھا مگر رادھے دودھ کا جلا تھا۔

”دیکھ بھیا! تجھے تو پتہ ہے میرا آوا پھر خراب ہو گیا ہے۔ میں تو ہر طرف سے گھرا ہوا ہوں دینے کو میرے پاس بس چھوری ہے۔ تو آ جا پنڈت کو لے کر اور پھیرے کر لے، نہ میں کچھ تجھ سے مانگ رہا ہوں نہ تو مانگ۔“

گوکل نے کہا۔ ”مجھے صرف چھوری چاہیے۔۔۔۔۔ تو ۔۔ ی جتا نہ کر میں آ جاؤں گا۔“

۔۔ طرح کانن بالا باپ کے گھر سے رخصت ہو کے گھر آ گئی۔ کانن بالا کے مقابلے میں گوکل بوڑھا نظر آتا تھا۔ وہ بھی اس کے باپ کی طرح غربت کی چکی میں پس رہا تھا۔

اس کے پاس بھی چند گدھے تھے۔ اس کا بھی روزگار مٹی کے برتن بنانا تھا۔ اس کے بھی روزمرہ کے مشاغل وہی تھے جو کانن بالا بچپن سے دیکھتی آ رہی تھی۔ اس کی زندگی میں ذرا سی تبدیلی نہ آئی۔ اگر آئی تو صرف اتنی کہ اس کی بوڑھی ماں کو ہر وقت کسی نہ کسی چیز کی ضرورت رہتی تھی۔ کانن دوڑ دوڑ کر اس کے کام کرتی اور گیلی مٹی پر بھی محنت کرتی۔ مٹی کو نرم اور لیس دار بنانے میں بڑی محنت کرنا پڑتی۔ اگر مٹی ٹھیک نہ ہو تو برتن بھی ٹھیک نہیں بنتا۔ یہ بات وہ خوب جانتی تھی۔

اور پھر ایک دھماکہ ہوا کانن کا پیر بھاری ہو گیا۔ گوکل بڑا خوش ہوا۔ ساس کو پتہ چلا تو وہ بھی نہال ہو گئی۔ ”ارے گوکل تیرا نام لیوا تو کوئی ہوا۔“ وہ خوشی سے بولی۔

سسر نے سنا تو اس کو بھی بڑی خوشی ہوئی۔ یہ سب خوش تھے اور کانن بھی خوش تھی مگر چنی لال بنیا خوش نہ تھا۔ اس نے کانن کو کہا۔ ”دیکھ ری۔۔۔۔۔ مجھے پتہ ہے یہ بچہ گوکل کا نہیں ہے ارے وہ تو سسرا بے کار ہے اس کی پہلی جورو بھی مر گئی پر کچھ نہ ہوا۔ میں کہتا ہوں تو اس کو نکال دے۔ میری اولاد تیرے گھر میں پیدا ہو اور وہ اس کا باپ کہلائے مجھے ہرگز یہ پسند نہیں ہے۔“

کانن بولی۔ ”یہ تو پہلے سوچنے کی بات تھی اب تیرے ہاتھ کچھ نہیں رہا اور سن زیادہ چیڑ چیڑ کرے گا تو تیری پوری برادری کو بتا دوں گی تیرے کرتوت کی کہانی۔“

”ارے مر وا دے گی تو ایسا نہ کرنا، ورنہ میرا حقہ پانی بند ہو جاوے گا۔“ چنی گھبرا کر بولا۔

”تو پھر اپنی زبان بند رکھ اور میرا خرچا دیتا رہ۔“

”لے۔۔۔۔۔ تو نے تو اور بوجھ لاد دیا ہے مجھ پر۔“ چنی پریشان ہو گیا۔

وہ روز چنی کی دکان پر گڑ، چاول اور ضرورت کی چیزیں لینے جاتی تھی۔ چنی اس کو بڑی للچائی ہوئی ۔۔۔ سے دیکھا کرتا تھا کانن اس کے سامنے کچھ اور ۔۔

کرتی تھی چنی کے دل میں کیا تھا اس کو اندازہ ہو گیا تھا۔
اور ٹھیک نو مہینے کے بعد کانن نے ایک لڑکے کو جنم دے دیا۔ اندھی ساس نے ٹٹول ٹٹول کر دیکھا اور دعا دی اور گوکل کے تو پیر ہی زمین پر نہ رہے ہر طرف اڑا اڑا ساری برادری کو خبر کر آیا۔ اس کے گھر میں بہت عرصہ کے بعد خوشی آئی تھی۔
اس کے برعکس چنی لال پریشان تھا وہ دکان پر سوچوں میں ڈوبا تھا گاہک آ رہے تھے وہ ان کو کم زیادہ سودا دے رہا تھا گڑ کی جگہ دال اور دال کی جگہ مرچ دے رہا تھا۔ اس کا دماغ ٹھکانے پر نہیں تھا۔ اس کے دماغ کی سوئی ایک مقام پر اٹک گئی تھی۔ ''میرا بیٹا شودر کے گھر ہے۔ میں کیا کروں۔ کون اس کی بات مانے گا اور وہ کس طرح کہے گا اب تو زندگی بھر کا روگ ہے۔ میں کیا کروں کیا اس کمہارن کو مار ڈالوں بچے کو مار ڈالوں مگر بچے کا کیا قصور ہے میں اپنی اولاد کو کیسے ماروں گا۔'' اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ جب کچھ سمجھ نہ آیا تو اس نے دکان بند کر دی اور گھر چلا آیا۔ بیوی نے دیکھا تو بولی۔ ''کیا بات ہے جلدی آ گئے۔''
چنی لال تو اس کی شکل سے بے زار تھا بولا۔ ''تجھے کیا جلد آ ؤں کہ دیر سے آ ؤں۔ تو چرتی رہ اور دھرتی پر بوجھ بڑھاتی جا۔''
بیوی ہنس کر بولی۔ ''لگتا ہے کسی سے لڑ کر آ رہے ہو۔''
''اچھا یہ بھینس کے دانت اندر کر میں پریشان ہوں اور تو دانت دکھا رہی ہے۔''
''کیا پریشانی ہے...... بتاؤ تو۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔
''تیرے بتانے کی نہیں، تو چپ کر اور دو چار روٹیاں اور کھا لے۔'' چنی لال بولا۔
دوسرے دن گوکل کا باپ مر گیا۔ کانن نے سکھ کا سانس لیا۔ گوکل نے باپ کا کریا کرم کر دیا۔ تیسرا دن ٹھیک گزرا۔ رات کو بڑھیا چنگی بھلی سوئی اور سویرے نہیں اٹھی۔ گوکل نے جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ تو رات کو کسی وقت مر گئی تھی اور اس کی لاش اکڑ گئی ہے۔ گوکل اور کانن کو دونوں کے مرنے کا زیادہ غم نہ تھا۔ مگر برادری میں یہ بات پھیل گئی کہ جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ گھر کے لیے بھاری ہے اب دیکھو کس کو کھاتا ہے اور پھر یہی بات پورے علاقے میں گردش کر گئی۔ اب تو گوکل کو اپنی فکر پڑ گئی۔ گوکل تو خود ذرا جاہل آدمی تھا لوگوں کی باتوں سے ڈر گیا۔
''سن لے اب تیرا نمبر ہے...... ارے بچہ کوئی بچہ ہے...... ارے کھا جائے گا، آتے ہی دادا، دادی کو صاف کر گیا۔'' لوگوں نے گوکل کو اس قدر ڈرا دیا کہ وہ اس بچے سے ڈرنے لگا۔ اس سے دور دور رہنے لگا کانن بالا تو بستر پر پڑی تھی مگر دو دن کے بعد اٹھ گئی۔ آخر اس کے سوا کون تھا جو گھر کا چولہا چکی کرتا۔ اس کے علاوہ گوکل کا ہاتھ کون بٹاتا۔
تین دن گزرے تھے کہ گوکل کے پاس ایک سادھو آ گیا۔ اس سادھو کے بدن سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔ صاف ستھرا تو گوکل بھی نہ تھا مگر اس گندے سادھو کے مقابلے میں تو صاف ہی تھا۔ سادھو نے آتے ہی کہا۔
''تیرا بہت برا وقت آنے کو ہے۔''
گوکل اس کے آنے سے بیزار تھا بولا۔ ''ارے تو اب کون سا ٹھیک ہے۔''
''دو مر گئے اور دو کو اور مارے گا۔'' سادھو بولا۔
اب ذرا گوکل کے کان کھڑے ہوئے بولا۔ ''کیا کہہ رہے ہو مہاراج......''
''ٹھیک کہہ رہے ہیں اور سن ہم مہاراج نہیں ہیں اب نہ کہنا یہ لفظ......'' سادھو بولا۔
''تم کس کے مرنے کی بات کر رہے ہو یہ تو بتاؤ۔'' گوکل نے پوچھا۔
''تیرے باپ کو اس بچے نے آتے ہی نگل لیا ماں کو نہ چھوڑا اب تیری گھر والی اور تیرا نمبر ہے۔''
''ہائے رام...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' گوکل ڈر کر بولا۔
''ٹھیک کہہ رہے ہیں تیرے ستارے گردش میں

ہیں یہ بچہ تیرا نہیں ہے ایک راکھشش کا ہے یہ تیرے سارے کٹم کو ڈکار جائے گا اور تو اس کا کچھ نہ کر سکے گا۔" سادھو نے کہا۔

"پر میرا دوش کیا ہے...... یہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟"

"دوش تو ہے بچہ......" سادھو نے کہا۔

"تم بتاؤ...... میرا کیا دوش ہے؟" گوکل نے پوچھا۔

"یہ بچہ تیرے گھر آیا پر جس طرح آیا وہ تو غلط راستہ تھا اور جو چیز غلط طریقہ پر آئے اس کے منحوس ہونے میں کیا شک ہے اس نے آتے ہی ہاتھ صاف کر دیا ہے اور آگے کی تیاری پر ہے۔"

"ارے مہاراج تم تو ڈرائے دے رہے ہو۔" گوکل ڈر کر بولا۔

"زبان کو لگام دے پھر مہاراج۔ اب کے اگر تو بولا تو تیری زبان جلا ڈالوں گا۔"

سادھو غصہ سے بولا۔ گوکل سہم کر اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "معاف کر دو سادھو جی بس عادت سی ہو گئی ہے غلامی کرتے کرتے پور پور میں ایسے ہی شبد بھرے ہیں۔"

"اسی کارن میں نے معاف کر دیا ہے۔ سن بس تیری زندگی کے دن کم ہیں جس دن اس کا وار چلا تجھے صاف کر دے گا۔ یہی تو تجھے بتانے آیا تھا۔"

"ارے سادھو جی کچھ اپائے بتاؤ میں کیا کروں"

"تو اس بچے کو خود سے دور کر دے۔ اس گھر سے دور کر دے یہ جہاں جائے گا وہاں بربادی کرے گا۔" سادھو نے کہا۔

"مگر کس طرح کروں یہ گھر والی کب دور ہونے دے گی۔" گوکل بولا۔

"یہ سوچنا تیرا کام ہے۔" اور سادھو چلا گیا مگر گوکل کے لیے نئی فکر چھوڑ گیا۔

آدمی کو سب سے پیاری اپنی زندگی ہوتی ہے وہ جس حال میں ہو زندہ رہنا چاہتا ہے تو پھر گوکل کو بھی اپنی زندگی عزیز تھی۔ وہ اسی سوچ میں گدھے پر بیٹھا مٹی لینے جا رہا تھا کہ سامنے سے ایک بھینسا آ گیا۔ وہ بگڑا ہوا تھا اور اس کے ناک سے سوں سوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے آتے ہی گدھے کو ٹکر ماری۔ اس پر گوکل سوار تھا ٹکر اتنی زور کی تھی کہ گدھا زمین پر گر گیا اور گوکل بھی گرا مگر اس کو چوٹ نہیں آئی۔ گدھا زمین سے نہ اٹھ سکا اور مر گیا اب تو گوکل کو پورا یقین ہو گیا کہ موت اس کے تعاقب میں ہے۔

اور وہ اس بچے سے جان چھڑانے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ مگر کانن اس قدر اس بچے سے محبت کرتی تھی کہ ایک منٹ خود سے جدا نہیں کرتی تھی بڑی مشکل سے اس نے ہمت کی اور چاک پر بیٹھ کر بولا۔ "دیکھ کانن جو چیز اپنی نہ ہو اور ساتھ رہنے والی نہ ہو اس سے زیادہ پریم بڑھانا ٹھیک نہیں ہے۔"

کانن بولی۔ "میں کس سے پیار بڑھا رہی ہوں۔ دن بھر تو مٹی گوندھتی ہوں پھر چولہا ہانڈی کرتی ہوں نہ کروں تو دونوں کیا کھائیں۔"

"یہ جو تیرا بچہ ہے ناسنپولیا ہے آتے ہی اس نے دو کو ڈس لیا ہے اب تیرا اور میرا نمبر ہے۔"

گوکل نے کانن کے کافی قریب ہو کر آہستہ سے کہا جیسے یہ بات چھپا کر کر رہا ہو۔

"ارے کچھ شرم کرو! اس معصوم پر ایسا الزام لگا رہے ہو۔" کانن بولی۔

"میں نہیں کہہ رہا سب کہہ رہے ہیں میرے پاس ایک سادھو آیا تھا۔ وہ تو صاف صاف کہہ گیا ہے کہ اب ہم میں سے کسی کا نمبر ہے۔ رام سوں میں جھوٹ نہیں بول رہا۔" گوکل بولا۔

کانن بولی۔ "کہنے دو سب کو، میں تو اس کو ضرور پالوں گی۔ دیکھو کتنا بھولا بھالا ہے۔"

"ارے تو اس کی شکل پر مت جا یہ راکھشش ہے پاپی ہے۔ ہڑپ کر جائے گا تجھے۔"

"میرا پوت ہے...... مجھے ہڑپ کرے تو کر لے میری ماتا۔ تو اس کے لیے ہے۔"

"ارے میری بات کو سمجھ ذرا تیرے بنا تو میں اپاہج ہوں تو نہ رہی تو میرا ابھی کیا ٹھور ٹھکانا ہے کچھ غور کر یہ نہ بھی ہوا تو بھگوان اور بندوبست کر دے گا۔" گوکل بولا۔

"تم کس بوتے پر کہہ رہے ہو ذرا اپنی طرف دیکھو تو..... بس اب میری زبان اور آگے مت کھلواؤ......" کانن بولی۔

گوکل ذرا ٹھنڈا پڑ گیا اور بولا۔"میں تیری خاطر ہی کہہ رہا تھا بچے کا کیا ہے اور ہو جائے گا پر تیرا ہونا ضروری ہے اور اگر میں مر گیا تو ذرا غور کر تیرا کیا ہوگا۔ بھگوان کی سوں کٹی پتنگ بن جائے گی۔ ہر کوئی لوٹنے کی کوشش کرے گا۔" گوکل بولا۔

لیکن کانن نہ مانی۔ ایک مہینہ گزر گیا اور پھر ایک حادثہ ہوا گوکل اور کانن سوئے رہے اور رات میں بچہ غائب ہو گیا۔ سویرے پتہ چلا کہ بچہ کانن کے پہلو میں نہیں ہے۔ کانن ہولا گئی ہر طرف تلاش کرنے لگی مگر بچہ ہوتا تو ملتا۔

گوکل بھی تلاش کرتا رہا اور کانن کی گالیاں سنتا رہا۔

پورے علاقے میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ سب حیران ہوئے۔ کسی نے کہا۔"ارے وہ تو تھا ہی بلا...... اچھا ہوا چلا گیا۔" کسی نے کہا۔"ارے وہ پورے علاقے پر بوجھ تھا، اچھا ہوا چلا گیا۔"

ہر زبان پر الگ الگ باتیں تھیں مگر کسی کے دل میں اس کے لیے ہمدردی نہ تھی۔ کانن سے کچھ کام نہ ہوا سارے دن روتی رہی۔

گوکل گھر میں نہ آیا۔ وہ جانتا تھا کہ کانن بھری بیٹھی ہے اس کی ٹانگ کھینچ لے گی۔ پوری رات گزر گئی کانن کو نیند نہ آئی روتی رہی گوکل کوٹھری کے باہر پڑا رہا۔

گوکل نے سوچا۔"چلو جان چھوٹ گئی کانن تو اس کو چھوڑتی نہیں بھگوان نے خود اس کو غائب کر دیا۔ اب یہ اطمینان تو ہے کہ موت میرے پیچھے نہیں آ رہی ہے۔"

وقت گزرتا رہا۔ کانن کو پوری طرح یقین تھا کہ گوکل اس کی گود نہیں بھر سکتا اور بہت دن سے وہ چنی لال کی دکان پر بھی نہیں جا رہی تھی۔ معاملہ ادھار کا بھی تھا ہر دکاندار ادھار دیتا نہیں تھا اور چنی لال ادھار دینے کو تیار رہتا تھا۔ اصل کے ساتھ سود بھی خوب وصول کرتا تھا۔

آخر وہ اپنی خواہش کو رد نہ کر سکی اور ایک دن سویرے ہی چنی لال کی دکان پر چلی گئی۔ کوئی اور ادھار لینے والا ہوتا تو چنی لال اس کو دھتکار دیتا مگر وہ کانن کو دیکھ کر مسکرانے لگا اور اس کے سامنے بہت سے مناظر فلم کی طرح آنے لگے۔

کانن بولی۔"کچھ منہ سے تو پھوٹو بس دانت دکھائے جا رہے ہو۔"

"تجھے دیکھ کے حیران ہوں تو تو ذرا نہیں بدلی۔ کچھ اور اوپر چڑھ گئی ہے۔"

"تیری نظر میں گڑبڑ ہے میں کا اوپر جاؤں گی۔" کانن بولی۔

"کوئی چیز کی ضرورت ہے تو بول میں تیرا حکم سننے کو بے چین ہوں۔" چنی لال بولا۔

"آج کا بات ہے بچھا جا رہا ہے زمین پر۔" کانن بولی۔

"تو نے میری گھر والی دیکھی ہے، نہیں دیکھی تو سن بھوری بھینس دیکھی ہے بس یوں سمجھ لے کہ آدمی کا گزارا بھینس کے ساتھ کس طرح ہوتا ہوگا۔" چنی لال بولا۔

کانن زور سے ہنس پڑی اس کے بدن میں ہنسی نے کئی بل ڈال دیئے۔"اچھا اب کام کی بات کر اور میرا سودا باندھ دے۔" کانن بولی۔

"ارے ابھی لے...... پر یہ بتا شام آ دے گی۔" چنی لال نے پوچھا۔

"من ہوا تو آ جاؤں گی۔" کانن سکڑ کر بولی۔

گوکل کو اب تک پتہ نہ تھا کہ کانن بالا کا پھر کسی سے رابطہ ہو گیا ہے وہ تو اس بات پر خوش تھا کہ گھر میں راشن پورا پورا ابھرا رہتا ہے۔

دنیا کی ہر عورت اولاد کے معاملے میں عقل سے نہیں سوچتی جذبات سے سوچتی ہے۔ کانن جس ماحول اور

معاشرے کی عورت تھی اس کے لیے پاپ اور پن سب برابر تھا۔ بڑی ذات کی ہندو برادری نے ان کا احساس لوٹ لیا تھا ان کو ہر کوئی دبا سکتا تھا ان کی ہر اچھی چیز کو زبردستی لے سکتا تھا ان کی فریاد پر کوئی کان نہیں دھرتا تھا۔ کانن کی سوچ نے اس کو ایک راستہ دکھایا تھا اس میں اس کی ضرورت بھی پوری ہوتی تھی۔

آخر اس کی ضرورت پوری ہوئی مگر اس نے اس دفعہ یہ عقل مندی کی کہ چنی لال کو ہوا تک نہ لگنے دی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ ہرگز برداشت نہیں کرے گا۔ چار مہینے گزرنے کے بعد اس نے گوکل کو کہا۔ "مجھے گاؤں پہنچا دے اب کے میں وہیں پر رہوں گی اور چھٹی کے بعد تم آ جانا۔"

گوکل بولا۔ "ارے اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"نہیں میں جاؤں گی۔ یہ جگہ میرے لیے بھاری ہے۔" کانن نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

گوکل تو بے دام غلام تھا بولا۔ "ٹھیک ہے تیری جو مرضی۔" اور اس کو گاؤں چھوڑ آیا۔

چنی لال نے دو چار دن انتظار کیا اور پھر شام کو دکان بند کر کے گوکل کے پاس اس کے گھر آ گیا اور بولا۔

"ارے کا تیری گھر والی بیمار ہو گئی ہے آئی نہیں دکان پر۔"

گوکل ہاتھ جوڑ کو بولا۔ "نہیں لالہ جی بیمار تو نا ہی ہوئی ہے پر گاؤں گئی ہے اپنے میکے۔"

چنی لال حیران ہو کر بولا۔ "ہیں ایسی کیا ضرورت پڑ گئی اس کو۔"

"بات یہ ہے لالہ جی کہ وہ ماں بننے والی ہے اور یہ جگہ اس کے لیے بھاری ہے اس لیے چلی گئی۔ بچہ ہوا کر لایا۔" گوکل نے کہا۔

اب لالہ جی چنی لال کانن کی ہوشیاری سمجھ گئے بھنا کر بولے۔ "اور جو ادھار لے رکھا ہے اس کا کیا ہوگا۔"

"وہ تو جب آوے گی تو حساب کرے گی۔" گوکل بولا۔

"ساری بیاج ادا کرنی پڑے گی۔" اور چنی لال غصہ میں بڑبڑاتے واپس مڑ گئے۔

اور پھر ایک نئی فکر ان کو لگ گئی لو جی پھر وہی پرانی آفت آ گئی پہلے والا تو غائب ہو گیا اب اور نیا آنے کو ہے۔ میں تو نرا گدھا ہوں۔ میری سمجھ میں ہر بات دیر سے آتی ہے۔ اس سسری کو دیکھ کر نہ جانے مجھے کیا ہو جاتا ہے۔"

چنی لال کے دماغ میں پھر ایک چکی چل پڑی مگر اس چکی کے بند کرنے کا سوچ اس کے پاس نہیں تھا۔ وقت کا پرندہ سفر کرتا رہا اور چھ مہینے کے بعد کانن گود میں لڑکا لیے واپس آ گئی۔ گوکل نے لڑکے کو دیکھا تو اس کے پاؤں زمین سے اٹھ گئے اور وہ پھر اڑا اڑا سب کو خبر کر آیا۔ گوکل اپنی دنیا میں خوش تھا اس کی خوشی اس لیے تھی کہ وہ نا سمجھ تھا کم جانتا تھا گہری اور دور کی باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ کم جاننا بھی کچھ اچھا ہی ہوتا ہے جو زیادہ جانتا ہے وہ بہت جلد پریشان ہو جاتا ہے گوکل کی چاہت کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ کانن کا حکم تو وہ پہلے بھی مانتا تھا مگر اب تو اس نے اس کو رانی بنا دیا تھا۔ سب کام خود کرتا تھا کانن کرنے لگتی تو وہ روک دیتا اور خود کرتا۔ بچہ بڑا ہو رہا تھا۔ کانن اس کو لے کر چاک کے سوراخ کے پاس بیٹھ جاتی اور گوکل چاک کے سوراخ میں لاٹھی پھنسا کر اس کو گھما دیتا اور برتن بنانے لگتا اور خود ہی دوڑ دوڑ کر مٹی کے لوندے اٹھا کر لاتا جو کہ وہ پہلے ہی تیار کر لیتا تھا بلکہ یہ کام کانن کا تھا اور اس کو ذرا تھکن کا احساس نہ ہوتا۔ کانن مسکراتی رہتی اور بچے کو کھلاتی رہتی۔

مگر چنی لال کے ہردے میں اگنی نے بسیرا کر لیا تھا۔ اس کی صحت دن بدن گرتی جا رہی تھی اندر کی بے چینی، کرب اب اس کے چہرے پر بھی نظر آتا تھا۔ اس کی چڑچڑاہٹ نے اس کی دکانداری پر بھی اثر ڈالا تھا گھر پر تو وہ تھا ہی پریشان بیوی کو دیکھ کر اس کا دماغ گھوم جاتا تھا اس کا وزن بڑھتا جا رہا تھا اور چنی لال کا گھٹتا جا رہا تھا اس بے چینی اور اندرونی کرب میں آخر وہ بیمار پڑ گیا۔ دکھ ایسا تھا کہ کسی پر ظاہر بھی نہیں کر سکتا تھا کسی وید اور حکیم کی دوا اس پر اثر نہ کرتی تھی اور آخر اس کا انت ہو گیا۔ چنی لال لالہ مر گیا۔

کانن نے سنا تو بولی۔ ''سنا ہے لالہ مر گیا۔''
گوکل نے جواب دیا۔ ''تیری طرف اس کا کچھ باقی تھا۔''
کانن بولی۔ ''باقی تو بہت ہے لیکن میں اس کو دوں گی نہیں۔''
''اس کی بیوہ کو دے دینا کا برائی ہے۔''
کانن بولی۔ ''اس کا اور میرا حساب تھا مر گیا حساب ختم ہوا تم اس معاملے میں کچھ نہ بولو۔''
''میں تو بس ایسے ہی کہہ رہا تھا۔'' گوکل نے کہا۔
بچہ اب کھڑا ہونے لگا تھا اور کانن بھی گوکل کے ساتھ کام کرنے لگی تھی۔ گوکل اس کو منع بھی کرتا تھا مگر وہ خود اپنی عادت خراب کرنا نہیں چاہتی تھی وقت کا کیا بھروسہ کل کو سب کچھ خود کرنا پڑا تو پھر عادت نہ ہونے پر کچھ نہ کر سکے گی۔ کیونکہ گوکل کی عمر اب اس قابل نہ تھی کہ وہ اتنی محنت کرے۔ مگر وہ حسب عادت اور خوشی میں یہ سب کرتا تھا مگر اندر کے حالات تو کانن زیادہ جانتی تھی۔
وہ ابھی بوڑھی نہ تھی اور اس کی صحت بھی اچھی تھی آج بھی راہ چلتے جوان اس کو چور نظروں سے دیکھا کرتے تھے اور ان نظروں نے اس کو یقین دلا دیا تھا وہ اب بھی پرکشش ہے۔
مگر اس نے اپنی توجہ صرف اپنے بچے پر رکھی تھی کسی طرف اس نے دھیان نہیں دیا تھا۔ اس نے جو کچھ کیا تھا اس میں اس کی خواہشات سے زیادہ اس کی ضرورت کو دخل تھا۔ دوسری مرتبہ بھی اس نے اسی ضرورت کے تحت چنی لال کی طرف قدم بڑھایا تھا اس کی سمجھ اتنی نہ تھی کہ وہ حرام حلال کے چکر میں پڑتی۔
اس کو بچے کی ضرورت تھی اس کے اندر ماںتا کا جوش تھا مگر اولاد نہ تھی۔ ہر حالت میں اس نے اولاد پیدا کرنی تھی وہ پاپ پن کے چکر میں نہیں پڑی تھی۔ مگر اتنی سمجھ اس میں تھی کہ وہ رہی گوکل کے سائے میں اور گوکل کی بے خبری اس کو خوشیاں دے رہی تھی وہ اپنی ضرورت سے زیادہ کما رہا تھا اور سمجھ رہا تھا یہ بچہ بھگوان ہے پہلے نے آتے ہی تباہی پھیلائی تھی مگر یہ ایسا نہیں ہے۔
دونوں اپنی اپنی جگہ خوش تھے اور چاک کا بھاری پہیہ گردش میں تھا۔ گوکل کی عمر اب کام کرنے کی نہ تھی مگر وہ کر رہا تھا اب اس کا بیٹا رام لال بھی اس کا ہاتھ بٹانے لگا تھا۔ اس کی عمر پندرہ سال ہو گئی تھی۔ محبت اور ماں کی خصوصی توجہ کی وجہ سے وہ عمر سے بڑا نظر آتا تھا۔

☆......☆......☆

دریا کے کنارے بہت قدیم مرگھٹ ہے۔ رات کا اندھیرا تھا۔ دور دور تک کسی جاندار کا نام ونشان نہیں تھا ایک نہایت ٹوٹا پھوٹا زمین پر چار فٹ اونچا چبوترہ لب دریا بنا ہوا تھا اور اس پر دو سائے آمنے سامنے بیٹھے تھے ایک سایہ بولا۔ ''کل سویرے اس استھان پر ایک چتا جلائی جائے گی اور وہ چتا ایک سو ایک ہو گی۔ تیرے سو بھاگ (خوش قسمتی) کہ تجھے آخری جاپ کرنے کو یہ استھان ملے گا اور میرے سو بھاگ کہ میرا چیلا سب سے خطرناک شکتی حاصل کرے گا۔''
رات گزر رہی تھی ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ سایہ پھر بولا۔ ''میں نے تیری پیدائش کے انتظار میں بہت سال انتظار کیا تھا وہ گھڑی جس گھڑی تجھے پیدا ہونا تھا میرے پردے میں موجود تھی کہ تو اپنے باپ کا نہیں، تیری ماں شودر ہے۔ اس نے تجھے اسی طرح پیدا کیا ہے جس پر تو پیدا ہونے کے بعد آج ایک بڑی شکتی کا مالک ہے۔ پر آج تک اس شکتی کو تو استعمال نہیں کر سکا ہے کیونکہ ابھی تیرے پاس اس کی اجازت نہیں ہے۔ پر یاد رکھ آج کے بعد تجھے اجازت مل جائے گی لوگ جس کو جادو کہتے ہیں وہ منتر ہے شکتی حاصل کرنے کا، ہماری شکتی کا مرکز ہمارا مہا گرو ہے اس کے پاس ہر قسم کی شکتی اور موقعہ محل کی چالاکی اور چلتر ہے۔
تو آسمان پر، ہوا پر، سفر کر سکتا ہے تیرے لیے فاصلے اہمیت نہیں رکھتے تجھی کسی پر رحم نہ کرنا تو جتنا بے رحم اور سفاکی دکھائے گا تیرا درجہ مہا گرو کے نزدیک اونچا ہوتا جائے گا اور تیری شکتی اپرم پار ہوتی جائے گی۔ تیرے پاس

اندرونی رابطے ہیں جن کے لیے آنکھ کی بینائی کی ضرورت نہیں ہوتی تیرا علم تیرے اندر تیری نس نس میں موجود ہے تیرے خون میں موجود ہے تیرے بدن میں گردش کر رہا ہے تجھے کہیں نہیں جانا تیری ودیا بتائے گی کیونکہ تو نے اس کی مانگ پوری کی ہے تو نے بیس انسانی جانوں کی بلی دی مگر اس پر بھی میں یہ کہوں گا کہ سارا علم ایک طرف اور قوت فیصلہ ایک طرف۔ موقعہ کی نزاکت دیکھ کر کبھی راہ فرار بھی علم ہے، ناپ تول ضروری ہے۔

ناپ تول کی غلطی بھی سب کرے کرائے پر پانی پھیر دیتی ہے دنیا میں نہ معلوم کتنی اور شکتیاں موجود ہیں کئی دفعہ تیرے سامنے نئی نئی باتیں آئیں گی ان سے ہاتھ ملانے سے پہلے ناپ تول کر لینا پھر آگے بڑھنا۔ اور اس کے بعد مہا گرو کا پہلا سبق فریب دھوکا آگے رکھنا اور اس کے بعد باقی دوسری شکتی کام کرے گی یوں سمجھ لے کہ زمین ہموار کرنے میں تیرا پہلا وار کامیاب ہوا تو دوسرا بھی ضرور کامیاب ہوگا تجھے پراسرار دنیا کی پراسرار طاقت اس لیے دی گئی ہے کہ تو مہا گرو کے مشن کو آگے چلائے گا۔ تو اس گھڑی کی پیداوار ہے جو اس کام کے لیے ساز گار تھی دوسری شرط حرام کاری، اور گناہ سے تو پیدا ہوا اور تیسری شرط نیچ ذات کی عورت سے پیدا ہوا تیرا علم پورا ہے یہ ذمہ داری میرے سر تھی میں نے پوری کی ہے میں نے تجھے وہی کھلایا جس کا حکم تھا تجھے وہی سکھایا جس کا حکم تھا۔ تیرا نام ”سنکھا“ مہا گرو کے حکم سے رکھا۔

اتنی کم عمر میں تو اتنے بڑے درجے پر پہنچ گیا۔ سنکھا کے مقام پر پہنچنے کی حسرت ہر کوئی کرتا ہے مگر کتنے ہیں جو پہنچے۔ تیرے نصیب کہ تو عملی زندگی میں آتے ہی یہ رتبہ پا گیا ہے۔ ایسا شاید اب تک نہیں ہوا مگر تجھ پر خاص نظر مہا گرو کی ہے۔ اب آگے تیرا کام ہے کہ تو گرو کو کتنا خوش کرتا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں سے میں تیری خوراک حاصل کرتا تھا۔ دنیا کی نظر میں یہ جگہ وحشت ناک ہے لوگ دن میں بھی آتے گھبراتے ہیں مگر تیرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی جگہ نہیں ہے یہ دنیا کی حسین سے حسین جگہ سے اچھی ہے اس لیے کہ اس جگہ تجھے طاقت ملتی ہے آتماؤں کے جھرمٹ میں تو راجہ بنا رہتا ہے اور تیری خوراک ان آتماؤں کے شریر ہیں۔ آج کی رات تیرے پاس آخری رات ہے کل سے تو اکیلا ہوگا اور اپنا آخری جاپ کرے گا اور پھر گرو تجھے اجازت دے گا اور تو اس دنیا میں اپنا کام کرے گا وہ کام جو مہا گرو کو خوش کرے۔ میں تیرے قریب نہیں آؤں گا پھر تجھے سارے فیصلے خود کرنا ہوں گے۔ اب رات کا سفر ختم ہونے کو ہے اور میرا آخری آپدیش بھی ختم ہو رہا ہے تیرا نام سنکھا ہے صرف سنکھا، یہ بات یاد رکھنا۔“

اور سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی اس چبوترے پر دونوں سائے نہیں تھے۔

☆......☆......☆

سنکھا کا آخری جاپ پورا ہوا اور اس نے آخری بلی ایک کنواری کنیا کی دی اور اس کے گوشت کو تین دن میں کھا گیا۔ وہ انسان کی نسل میں سے تھا مگر زیادہ عادتیں انسانی نہیں تھیں۔ اس کی ضرورتیں بھی انسانی نہیں تھیں اس نے کسی اناج کو اب تک نہیں کھایا تھا کسی پھل کو نہیں چکھا تھا۔ اس کے جسم پر بڑے بڑے بال تھے اور چہرہ بھی عجیب طرح کا تھا اور دانت بھی بڑے بڑے تھے۔ ہاتھ پیر بھی بڑے بڑے اور قد سات فٹ تھا۔ اس کو دیکھ کر انسان نجانے کیوں خوف میں مبتلا ہو جاتا تھا۔

اس کی خوراک صرف گوشت تھا انسانی گوشت جو کہ اسے بہت پسند تھا۔ وہ نہ ملے تب وہ کسی بھی گوشت سے اپنی بھوک مٹا لیا کرتا تھا مگر اس کے کھانے کی کوئی ترتیب نہیں تھی جب اور جس وقت اس کو ضرورت پڑتی تھی وہ پورا کرتا تھا۔

اس کی پہلی منزل وہ مقام تھا جہاں پر اس کو جنم دینے والی اس کی ماں تھی وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کی بہادر ماں کون ہے اور کیسی ہے؟ حالانکہ اس کے دل میں ماں کا تقدس اور محبت نہ تھی وہ تو مجسم شیطان تھا مگر ایک شوق ایک جستجو کی خاطر وہ آیا تھا۔

وہ نیم کے پیڑ کی جڑ کے پاس ایک ستون کی طرح کھڑا تھا۔ دروازہ بند تھا ابھی سب سو رہے تھے پھر دروازہ کھلا اور ایک نہایت بوڑھا آدمی جس کے بدن پر صرف ایک پرانی دھوتی تھی وہ کھانستا ہوا باہر آیا اور اس کی نظر اس ہیبت ناک قد آور شخص پر پڑی تو وہ ڈر کر چونک پڑا۔ ڈر کے مارے کوئی بات اس کی زبان پر نہ آئی اور صرف ایک دفعہ اس شخص کو دیکھا پھر خود بخود اس کی نظریں جھک گئیں۔ سنکھا نے ایک قدم آگے بڑھایا اور بھاری رعب دار آواز میں بولا۔

''تیرا نام گوکل کمہار ہے۔'' گوکل نے گردن ہلا کر اقرار کیا۔

وہ بولا۔ ''تو مرا نہیں اب تک۔'' سنکھا نے پوچھا۔

''یہ تو بھگوان کی مرضی ہے۔'' گوکل بمشکل بولا۔

''میری مرضی یہ ہے کہ تو کل مر جائے۔ بول تیری کیا مرضی ہے۔'' سنکھا نے پوچھا۔

''میری کیا مرضی ..... مرنا تو ہے ..... اگر پندرہ سال پہلے مرتا تو دکھ ہوتا کہ میری چتا کو کون اگنی دے گا۔ پر اب کوئی دکھ نہیں میرا بیٹا میری چتا کو اگنی دے گا۔'' گوکل بولا۔

سنکھا یہ سن کر ہنس پڑا اس کی ہنسی میں بھی طنز تھا۔ پھر بولا۔ ''تو نرا گدھا ہے پوری عمر گزر گئی پر ذرا عقل نہ آئی تیری کوئی اولاد نہیں ہے تیرے نام کا ٹھپہ لگا ہے تیرے دونوں لڑکے تیرے نہیں ہیں دونوں چنی لال کے ہیں۔''

''تو جھوٹ کہتا ہے میں نہیں مانتا ..... تو کون ہے؟ تو یہ بتا .....'' گوکل ہمت کر کے بولا۔

''میں وہی ہوں جو تیرے گھر سے چلا گیا تھا جس کو تو اپنا بیٹا سمجھتا تھا مگر میں تیرا کب تھا کہ یہاں رہتا۔ میں تو اس عورت کو ملنے آیا ہوں جس نے مجھے جنم دیا۔ کتنی بہادر عورت ہے کہ اس نے مجھے پیدا کیا اور پھر میں نہ رہا تو پھر ادھار لے آئی اور ادھار دینے والا مر گیا۔ میں غلط اور ناجائز ہوں۔ ہاں میں ناجائز ہوں۔''

گوکل کی آواز ڈر کے مارے بند ہو گئی تھی وہ گرتا پڑتا کوٹھری کے اندر چلا گیا اس کے جاتے ہی ایک جوان عورت باہر آئی اس نے اس طویل قامت اور خطرناک شکل کے آدمی کو دیکھا تو بولی۔ ''کا بات ہے کون ہے؟''

اس آدمی نے غور سے عورت کو دیکھا تو بولا۔

''ارے واہ تو تو بہت اچھی ہے بڑا گوشت ہے تجھ میں اور تیرا گھر والا تو اب جانے والا ہے۔ اے عورت مجھے دیکھ اور غور کر پھر بتا میں کون ہوں؟''

کانن نے اس کی شکل کی طرف کئی بار دیکھا پر کچھ سمجھ نہیں آیا تو بولی۔ ''مجھے سمجھ نہیں آ رہی تو کون ہے؟''

''اگر تو سمجھ جاتی تو تیری معافی ہو جاتی مگر اب تیری معافی نہیں ہو گی۔ اب میں بتلاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ میں وہی ہوں جس کی خاطر تو چنی لال کے پاس گئی تھی۔ اور جس کو تو نے اپنی چھاتی سے دودھ پلایا۔''

کانن نے حیرت سے اس کی باتیں سنیں اور وہ ماتا کی محبت کے زیر اثر اس کی طرف بڑھی بھی مگر سنکھا نے اس کو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور بولا۔ ''وہیں کھڑی رہ میرے قریب مت آ ..... میرے قریب کسی پوتر رشتہ کی پہچان نہیں، میں مرد ہوں اور صرف عورت کو جانتا ہوں۔''

کانن یہ سن کر پانی پانی ہو گئی کیسی گندی اور انہونی بات اس نے سنی۔ بڑی ہمت کر کے بولی۔

''تو نے بڑی گندی اور گھناؤنی بات اتنی آسانی سے اپنی زبان سے نکال دی کچھ تو شرم کر۔''

''میری شکھشا اور تعلیم میں کوئی بات گندی نہیں ہے کیوں کہ میں تو گندگی کی پیداوار ہوں اور پرورش بھی گندگی میں ہوئی۔ میں گندی چیزوں کو شوق سے کھاتا ہوں سڑا گوشت اور اس کی بو میرے لیے سب سے اچھی چیز ہے۔'' سنکھا بولا۔

''لگتا ہے تو راکھشش بن گیا ہے۔ تیرا دھرم نشٹ ہو گیا ہے۔''

''دھرم کی بات نہ کر، دھرم کے ٹھیکیداروں نے تجھے کیا دیا ہے، جس دھرم کی وہ بات کرتے ہیں اس میں کیا رکھا

ہے ایک کو غلام ایک کو مالک کس نے بنایا ہے۔ یہ سب ان ہی کے کام ہیں اپنے بھلے کو دھرم کے قانون بنا دیے ہیں ارے تو تو اس کنویں سے پانی نہیں بھر سکتی جس پر ان کا قبضہ ہو، تو دھرم کی بات مت کر کیا تجھے اور نہ جانے کتنی عورتوں کو یہ دھرم کے ٹھیکیدار روزانہ استعمال کرتے ہیں اور ان پر دھرم کے دروازے پھر بھی کھلے ہیں اور تجھ پر بند ہیں۔''

کانن بولی۔''میرے پاس کیوں آیا ہے جب کہ میرا تیرا کوئی ناطہ نہیں رہ گیا ہے۔''

''میں اس بہادر عورت کو ملنے آیا تھا جس نے مجھے پیدا کیا مگر تجھے سن کر یقین نہیں آئے گا کہ میرے خیال میں ایک بوڑھی کمزور اور بدشکل کا نقشہ تھا مگر تو نہ تو بدشکل ہے، نہ بوڑھی ہے اور نہ کمزور ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے مگر خوشی بھی ہے تیرا دوسرا بیٹا کہاں ہے اس سے نہیں ملوائے گی آخر میرا بھائی ہے۔ میں اس کو کچھ نہیں کہوں گا تیرا گھر والا کل مر جائے گا اس کا کریا کرم کر لے پھر میں آؤں گا اور تیرے بارے میں فیصلہ کروں گا۔''

اور وہ چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بھی کانن وہیں کھڑی رہی اس کا جسم سن ہو گیا تھا پیروں پر کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا گرنے کو تھی کہ خود ہی زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کے کانوں میں اب تک اس انسان نما جانور کی آوازیں آ رہی تھیں۔ دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ آنکھوں کے سامنے گول گول دائرے بن رہے تھے اور وہ ان دائروں میں بری طرح الجھ گئی تھی۔

گوکل کب اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اس کو کچھ پتہ نہ چلا اور کتنا وقت گزر گیا کچھ اندازہ نہ تھا اور گوکل نے ایک مٹی کے پیالے میں اس کے ہاتھ میں پانی دیا اور بولا۔''بھول جا اس راکھشش کی باتیں مجھے تو کوئی پاگل لگتا تھا۔''

کانن نے پیالہ منہ سے لگایا تو ایسا لگا جیسے گرم توے پر پانی ڈال دیا گیا ہو۔ اس کو پانی کی اس خصوصیت کا اندازہ پہلے نہ تھا۔ ذرا اس کے اوسان بحال ہوئے تو وہ بولی۔''نہیں وہ پاگل نہ تھا...... وہ واقعی میرا بیٹا تھا مگر ایسا بیٹا میں نے کب سوچا تھا تم نے اس کی باتیں نہیں سنیں کتنی غلیظ اور گندی باتیں میرے لیے کرتا تھا کوئی بیٹا ماں کے لیے ایسی باتیں نہیں کر سکتا۔''

''میں نے سب سنا ہے وہ خود کو گندہ کہتا تھا اب تو بتا کیا اس کی بات سچ ہے۔'' گوکل بولا۔

کانن نے گردن دونوں گھٹنوں میں ڈال دی اور بولی۔''یہ سچ ہے۔''

گوکل اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔''تو پھر میں کل مرنے کو تیار ہوں اب مجھے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے میری زندگی وہ راکھشش نہیں لے رہا تو لے رہی ہے۔ میرا خون تیری گردن پر ہوگا۔'' اور پھر وہ ایک گدھے پر بیٹھ کر ایک طرف چلا گیا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں گیا۔

کانن کو اپنی زندگی کی فکر نہیں تھی فکر یہ تھی کہ وہ ماں کے پوتر رشتے کو بھرشٹ نہ کر دے۔ اس بدنیت اور راکھشش کی نگاہوں میں اس نے ہوس کی لکیریں دیکھ لی تھیں۔ شیطان کو خوش کرنے کو وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اب میں کیا کروں کون میری مدد کرے گا کوئی اس کی مدد کو نہیں آیا اور دوسرا دن گزرتے ہی وہ آ گیا اور آتے ہی بولا۔

''تیرا خصم تو گیا میں نے کہا تھا نا کہ کل مر جائے گا اس کی آتما پھرتی ہوگی جنگل میں۔ میں نے کہا تھا تیرے بیٹے کو کچھ نہیں کہوں گا تو میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے مگر تجھے میں نہیں چھوڑوں گا مجھے تیری ضرورت ہے اور اگر تو نے منع کیا اور کچھ چلتر دکھانے کی کوشش کی تو تیرا بیٹا بھی گوکل کے پاس چلا جائے گا غور سے سن میرا نام سنکھا ہے اور میری شکتی اپرم پار ہے دور دور میری ٹکر کا جادوگر نہیں ہے میں وہ کر سکتا ہوں جو کسی نے آج تک نہیں کیا۔ اے عورت تیرے نصیب اچھے ہیں کہ تو اب تک زندہ ہے میں مرد اور تو عورت ہے۔ میرا دھرم یہی ہے تیرے دھرم میں اگر کچھ اور ہے تو میں اس کو نہیں مانوں گا کروں گا وہی جو میرے دھرم میں ہے، تو اٹھ جا اور چل میرے ساتھ۔ مرضی سے نہ چلی تو غیر مرضی سے جانا ہوگا پھر تیرے لیے مشکلات اور زیادہ ہوں گی۔''

کانن نے اس طرح اس کی طرف دیکھا جیسے بکری قصائی کو دیکھتی ہے مگر قصائی اس پر ذرا غور نہیں کرتا اور چھری کی دھار تیز کرتا رہتا ہے۔ پھر وہ کھڑی ہو گئی اور بولی۔ ''چل میں تیار ہوں پر میرے بیٹے کو کچھ نہ کہنا۔''

''تو نے اگر الٹ پھیر نہ کیا تو کچھ نہیں کہوں گا اگر گڑ بڑ کی تو تیری بوٹیاں بنا بنا کے کھا جاؤں گا اور اس کے بعد تیرے بیٹے کا نمبر ہو گا کیونکہ مجھے سب سے زیادہ جوان گوشت کھانے کا شوق ہے چل میرے آگے آگے۔''

کانن آگے چلی ابھی چند قدم چلی تھی کہ اس کی آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں اس کو ایسا لگا جیسے وہ زمین پر نہیں ہے ہوا میں اڑ رہی ہے۔ چند منٹ کے بعد ہی اس کا یہ ہوائی سفر ختم ہو گیا اور وہ ایک ویران علاقے میں کھڑی تھی۔ اس کے چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑوں کی دیواریں تھیں اور ان پہاڑوں کی رنگت کالی تھی کسی پہاڑ پر ذرا بھی سبزہ نہ تھا گرم ہوائیں جسم کو جلائے دے رہی تھیں۔ پہاڑوں کے درمیان بہت بڑا میدان تھا سنکھا نے ایک طرف اشارہ کیا اور چلنے لگا۔ کچھ قدم کے بعد ایک دروازہ نظر آیا دروازے پر کوئی نہ تھا وہ اس کے اندر چلا گیا کانن بھی اس کے ساتھ چلتی رہی۔ کچھ قدم کے بعد غار نما سرنگ میں اندھیرا ہو گیا اور چلتا رہا مگر زیادہ نہیں چلے تھے کہ وہ ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ گئے اس ہال کی چھت بہت اونچی تھی اور اوپر پرندے اڑتے نظر آ رہے تھے اس ہال کے چاروں طرف بڑے بڑے کمرے تھے ان دروازوں پر کواڑ تھے۔ ہال میں ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی مگر باہر جانے کا صرف وہی راستہ تھا جس پر چل کر وہ یہاں تک آئے تھے۔

سنکھا اس کو لے کر ایک کمرے میں گیا۔ وہ کمرہ نہایت صاف ستھرا اور اس میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی کانن نے زندگی میں ایسا کمرہ اور ایسی سجاوٹ نہیں دیکھی تھی۔ سنکھا بولا۔ ''میں پورا کا پورا گندہ ہوں پر تیرے لیے میں نے یہ انتظام کیا ہے تو نے زندگی بھر محنت کی ہے مٹی دھول میں گزاری ہے تو یہاں سوچ کر تو اکیلی نہیں ہے ہر کمرے میں تیری طرح عورتیں موجود ہیں پر کسی کو اجازت نہیں ہے کہ کمرے سے باہر آئیں۔ میرا حکم صرف ایک ہوتا ہے غلط کرنے کی یہاں پر ذرا سی گنجائش نہیں ہے۔ کوئی پہرے دار نہیں ہے پر تیری ہر حرکت میری نظر میں رہے گی میں نہیں ہوں یہ ہرگز نہ سمجھنا کیونکہ میرا نام سنکھا ہے یہاں کا میں مالک و مختار ہوں اور یہ جگہ دنیا کی نگاہوں سے بہت دور ہے ان پہاڑوں کے اوپر خطرناک جانور ہیں یہاں کوئی نہیں آ سکتا۔ تیرے لیے وقت پر تیرا بھوجن اور پانی آ جائے گا۔ میں سنکھا جادوگروں کا بادشاہ ہوں۔'' اور وہ اپنے بھاری قدموں سے چلتا ہوا واپس مڑ گیا۔

کانن کی پوری زندگی محنت کرتے گزری تھی اس نے ایسا خوب صورت کمرہ اور اس میں پڑا پلنگ کب دیکھا تھا۔ دیواروں پر کچھ پتھر کاٹ کر تصویریں بنائی گئی تھیں وہ ان کو دیکھنے لگی اور پھر خود ہی شرم سے اس نے گردن جھکا دی اس نے بے شک جس قسم کی زندگی گزاری تھی اس نے اخلاقی قدروں کو بری طرح پامال کر دیا تھا مگر بیٹے کی محبت اور ماتا مجبور کر رہی تھی کہ وہ اس کے ساتھ آ جائے۔ وہ ایک کمزور بے بس عورت تھی اس کے مقابلے میں آگھوری تھا اس کا سارا وقت مردوں کے مرگھٹ پر گزرتا تھا وہ انتہائی گھناؤنا شخص تھا وہ ادھ جلی لاشوں کا گوشت کھایا کرتا تھا اور ہر طرح کا نشہ کرتا تھا لاشوں کی پوجا کھوپڑیوں کے ذریعے جادو کا عمل بھٹکتی ہوئی آتماؤں کو قابو کرتا تھا اس کا سارا کھیل ہی نرالا تھا۔

اس کے استاد نے یوں تو بہت شکتی اس کو دی تھی مگر اس کی اصل شکتی آتمائیں تھیں۔ اس کی راتیں مرگھٹ میں گزرتی تھیں مگر پیٹ بھرنے اور نشہ کرنے کے بعد وہ اس بیابانی استھان پر آتا تھا یہاں پر اس نے عیاشی کا سب سامان جمع کر رکھا تھا۔ وہ ایک رات میں کئی کمروں میں جاتا تھا اور خوب شراب پیتا تھا۔ اور رات کو جب آتا تھا تو نشے کے نقطہ عروج پر ہوتا تھا۔ وہ اپنے استاد کا مکمل شاگرد تھا اور اس سے مہا گرو بھی خوش تھا۔

کانن نے کمرے میں چاروں طرف دیکھا اس کمرے میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو وہ بطور ہتھیار استعمال کر سکتی جو تھا وہ بہت بھاری تھا۔ اس نے نہایت احتیاط سے دروازہ کھولا اور باہر بڑے ہال پر نظر ڈالی پورے ہال میں کوئی نہیں تھا اور ابھی کچھ روشنی تھی اس نے اندازہ کرلیا کہ ابھی دن کا کچھ حصہ باقی ہے۔ اس نے پھر آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔ ذرا اور وقت گزارنے کا اس نے فیصلہ کیا۔

دو گھنٹے کے بعد اس نے پھر آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر جھانکا باہر اندھیرا تھا اور کسی قسم کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ وہ دبے پاؤں باہر آ گئی اور اس طرف چلی جدھر سے آئی تھی مگر ابھی دروازے سے دور تھی کہ اچانک پورا ہال روشن ہو گیا۔ روشنی بہت تیز تھی اس میں ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی اور اس کے سامنے ایک طویل قامت عورت کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ بڑا حسین تھا اور اس کا سراپا بھی بڑا دلکش تھا مگر اس کے حسین چہرے پر شگفتگی اور ملاحت نہ تھی اور اس وجہ سے وہ بڑی خبیث نظر آتی تھی عورت کیسی بھی ہو اگر اس کے چہرے پر خشونت اور کرختگی ہو تو اس کا سارا حسن بناوٹی لگتا ہے۔

اس عورت نے زبان سے کچھ نہ کہا اور کمرے میں جانے کا اشارہ کیا اور کانن ایک سحر زدہ معمول کی طرح واپس کمرے میں آ گئی۔ کمرے میں آ کر اس کے حواس کچھ درست ہوئے اور اس کو اندازہ ہوا کہ باہر بڑا سخت پہرہ ہے واپس جانا اتنا آسان نہیں ہے جتنا اس نے سوچا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی، دروازہ کھلا اور ایک عورت بہت بڑا تھال لے کر اندر آ گئی۔ اس تھال پر ایک اور تھال ڈھکا ہوا تھا۔ تھال لے کر آنے والی عورت بھی بڑی جسیم اور بلند و بالا تھی اور اس کے جسم پر گلابی رنگ کی ساڑھی بڑی اچھی لگ رہی تھی۔

اس عورت نے آتے ہی کانن کو حکم دیا۔ ”آ جا اور بھوجن کر لے۔“

کانن اس کی آواز سن کر حیران رہ گئی۔ اتنے حسین زنانہ سراپے میں سے مرد کی آواز آ رہی تھی وہ کچھ نہ بولی۔ اور آ کر اس تھال کے پاس بیٹھ گئی۔

اس عورت نے دوسرا حکم مردانہ آواز میں دیا۔ ”تو بھوجن کر میں پانی لاتی ہوں۔“ اور وہ تیزی سے دروازے کے باہر چلی گئی۔

کانن نے اوپر والا تھال اٹھا کر الگ رکھ دیا اور کھانے کو دیکھا۔ تھال پر کئی برتن تھے اور ان میں کئی قسم کے کھانے تھے مگر سبزی دال روٹی کہیں نہیں تھی۔ کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبو اٹھ رہی تھی اور کانن نے صبح سے کچھ کھایا بھی نہیں تھا بھوک اور نیند دونوں پر انسان کا قابو نہیں رہتا اس نے ایک پلیٹ میں سے نوالہ کھایا بڑا مزیدار لگا مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے کیا کھایا ہے۔ پھر اس نے دوسری پلیٹ کو چکھا اور اس کو بھی مزیدار پایا مگر اس کا مزا ذرا اور تھا۔ زندگی بھر اس نے دال ساگ کھایا تھا ایسے نرالے کھانے اس نے کب کھائے تھے اور پھر وہ بڑی بے صبری سے کھانے لگی اور تمام پلیٹیں صاف کر دیں کھانے کے بعد اس کو بڑی توانائی کا احساس ہوا۔ دروازہ کھلا اور کھانا لانے والی عورت اندر آ گئی اور ایک بڑی سی صراحی میں پانی اور ایک کٹورہ لے آئی اور اپنی مردانہ آواز میں بولی۔ ”تیرا پیٹ بھر گیا یا کچھ اور لاؤں۔“

کانن نے اشارے سے منع کر دیا تو وہ پھر بولی۔ ”پانی رکھا ہے پی لینا۔“ اور برتن بڑے تھال میں رکھ کر لے گئی اور دروازہ پھر بند ہو گیا۔

پیٹ بھر گیا تو پھر کانن کی سوچوں نے سر ابھارا۔ یہ کیسا کھانا تھا میں نے کیا کھایا مجھے نہیں پتہ اس کا مزا کیسا نرالا تھا۔ اب میں کیا کروں شاید وہ راکھشش آ ہی جائے مگر میرے پاس تو اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہیں ہے اس سے زیادہ وہ نہ سوچ سکی اور اس پر غنودگی طاری ہو گئی۔ اس نے بہت کوشش کی کہ وہ نہ سوئے مگر یہ بات اس کے اختیار میں نہ رہی اور وہ سو گئی۔ مگر دماغ میں بجلیاں کوند رہی تھیں۔ وہ اگر اپنے حواس میں ہوتی تو شاید بڑے سے بڑے خطرے میں کود پڑتی مگر وہ بے بس پڑی تھی اور بڑی

بے چارگی سے آنے والے وقت کا انتظار کر رہی تھی۔
آسمان پر ایک کڑاکا ہوا شیطان نے زور کا قہقہہ لگایا اور اس نے خوشی میں اپنے چیلے کے درجے میں اور اضافہ کر دیا۔شیطان کی مرضی پوری ہوگئی مگر ایشور اس سے اوپر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔
صبح اس کھانا لانے والی عورت نے اس کا ناشتہ لا کر رکھ دیا اور بولی۔"اب اٹھ جا کب تک پڑی رہے گی اور ناشتہ کر لے لگتا ہے تجھ پر ایشور کی کرپا ہے۔میری سمجھ سے باہر ہے کہ ایسا کیوں کر ہوا۔رات میں تیری جگہ میری درگت بنتی رہی۔"
"یہ کھانا کیسا ہوتا ہے اچھا لگتا ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ ہے کیا...؟"
وہ عورت ہنس پڑی اور بولی۔"مت جان یہی تیرے لیے اچھا ہے۔"
کانن نے حیرت سے پھر پوچھا۔"ایسا کیا ہے۔"
وہ عورت زور سے ہنس پڑی۔اس کی ہنسی بھی عجیب تھی کانن بولی۔" میں پوچھ رہی ہوں اور تو ہنس رہی ہے۔"
عورت کی ہنسی ایک دم رک گئی اور اس نے مردانہ آواز میں کہا۔"جو تو کھاتی ہے گوشت ہے انسانی بچوں کا گوشت۔سب یہی کھاتے ہیں۔جس پر گرو مہربان ہوتا ہے اس کو بالکوں کا گوشت ملتا ہے باقی سب کو بڑوں کا۔مگر تو اچنبھا ہے گہرا راز ہے جو کہ میری سمجھ سے باہر ہے۔"
"کیا کہا...... انسانی گوشت......" اس کے پیٹ میں مروڑ ہونے لگی وہ چاہتی تھی کہ اس کو قے ہو جائے مگر اس کا چاہا پورا نہ ہوا اور اس پر پھر غنودگی طاری ہونے لگی اور وہ بستر پر لیٹ گئی۔
وہ عورت چلی گئی کچھ دیر بعد اس کے حواس واپس آئے اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔چند منٹ کے بعد وہ اٹھی اس نے صراحی سے کٹورے میں پانی نکالا اور منہ تک لائی پھر خیال آیا کہ پتہ نہیں یہ کیا ہے پانی ہے کہ کچھ اور مگر اس کو اس وقت پانی کی ضرورت تھی حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے اس نے پورا پانی پی لیا۔
پانی پیتے ہی پھر اس پر غنودگی طاری ہوگئی اور وہ سو گئی۔کتنی دیر سوئی پتہ نہیں کہ اس کو کھانا لانے والی عورت نے جگایا اور بولی۔"اٹھ جا شام ہو رہی ہے اور رات کی تیاری کر اور گرو کو خوش کر۔"
"میں کیا تیاری کروں۔" کانن نے پوچھا۔
وہ عورت بے حیائی سے بولی۔"تو نے اپنے خصم کو کس طرح خوش کیا تھا۔"
کانن بولی۔"تو بڑی بے حیا ہے اس طرح کی باتیں کرتی ہے۔"
عورت بولی۔"پتا نہیں کیوں مجھے تجھ پر دیا آتی ہے ہم تو ہیں ہی ابھاگن، ایشور تجھ پر دیا کرے اور ایسا ہی ہو جیسا ہو رہا ہے۔"
کانن نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی بات ماننے پر مجبور تھی اور پھر اس کے ساتھ وہی ہونے لگا کوئی انجانی قوت اسے ایک کونے میں بٹھا دیتی اور اس کی جگہ کھانا لانے والی عورت موجود ہوتی، اس وقت وہ سب کچھ دیکھتی رہتی لیکن زبان اس کی گنگ ہو کر رہ جاتی۔ایک لفظ بھی اس کی زبان سے نہ نکلتا۔
سنکھا کا کسی ایک شہر میں ٹھکانا نہیں تھا وہ چھلاوے کی طرح ہر اس شہر میں پہنچ جاتا جہاں اس کی ضرورت پوری ہوتی۔اس کی پہلی ضرورت انسانی گوشت تھا یہ صرف اس کے لیے بلکہ استھان باسیوں کے لیے بھی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ انسان کہاں ملیں گے جن لوگوں کی معاشرے میں اہمیت نہ ہوتی وہ ان لوگوں کو اپنے علم کے ذریعہ قابو کرتا کسی ایسے پر ہاتھ نہ رکھتا جس کی تلاش ہو سکتی ہو وہ بڑا ہوشیار شکاری تھا۔ہزاروں انسانوں کو اس نے استھان پہنچایا تھا۔
دور دراز کے گاؤں کے معصوم انسان اس کا نشانہ ہوتے تھے۔ہندوستان بہت بڑا ملک ہے کشمیر سے راس کماری تک انسان کا جنگل ہے اناج کی پیداوار گھٹ رہی تھی اور انسانوں کی بڑھ رہی تھی۔غربت اور افلاس ہر

طرف نظر آتا تھا ان حالات میں سنکھا کے لیے انسانی گوشت حاصل کرنا کیا مشکل تھا۔ اس کی شیطانی طاقت ان اغواشدہ لوگوں کو بیابان استھان پر پہنچادیا کرتی تھی۔

کہتے ہیں ظلم کتنا بھی پوشیدہ ہو ایک دن ظاہر ہو ہی جاتا ہے اور قدرت اس کو مٹانے کے لئے کسی نہ کسی کو مقرر کر دیتی ہے دلی شہر کے اطراف کے گاؤں سے اغوا کی واردات ہوئی اس کے بعد آگرہ کے ایک گاؤں سے اسی انداز میں تین بچے غائب ہوئے پھر متھرا اور دھول پور کا علاقہ چونکہ قریب ہے اس لیے اس کی خبریں لوگوں تک آتی رہیں۔

دلی کا ایک نوجوان جس کا نام دھرم داس تھا وہ پیشہ کے اعتبار سے کسان تھا مگر تعلیم یافتہ تھا اور زراعت میں ڈگری رکھتا تھا۔ دلی کے جس گاؤں کے لوگ غائب ہوئے وہ اسی گاؤں کا تھا۔ ساجی کام بڑھ چڑھ کر کرتا تھا اس نے اپنے طور پر جہاں کے لوگ اغوا ہوئے تھے وہاں پر جا کر پتہ کیا۔

شام کے وقت ایک جٹا دھاری سادھو ان کے گاؤں میں وارد ہوا اور لوگوں کو اپنا چمتکار دکھانے لگا لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے وہ ان میں اپنے جادو سے کھانے کی چیزیں بانٹنے لگا۔ کسی نے پھل مانگا تو وہ دے دیا کسی نے مٹھائی مانگی تو وہ دے دی لوگ حیرانی سے یہ تماشا دیکھتے رہے اور پھر تماشا ختم ہوا اور سنکھا کی ضرورت پوری ہوئی۔ صبح پتہ چلا کہ فلاں کا چھورا گھر نہیں آیا اور وہ نابو ناتھ پہلوان اس کا بھی پتہ نہیں چل رہا۔ اور سنکھا آگے چلا گیا ایک گاؤں میں صرف ایک دفعہ اس نے واردات کی۔ دھرم داس آگے آگے بڑھتا گیا اور اسی قسم کی وارداتیں ملیں۔ آہستہ آہستہ اس کو پتہ چلتا گیا کہ جو یہ وارداتیں کرتا ہے وہ جادوگر ہے اور حیرت انگیز کام دکھاتا ہے۔ جن لوگوں نے اس کے تماشے دیکھے تھے وہ کہتے تھے کہ ہم نے بے موسم کے پھل تک اس سے طلب کر لیے اور اس نے وہی پھل ہمارے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

اس کے اچانک وارد ہونے اور غائب ہوجانے کے بارے میں کئی لوگوں نے بتایا۔ دھرم داس ایک تعلیم یافتہ آدمی تھا ہر بات کو بہت اندر تک گہرائی میں غور کرتا تھا۔ وہ جودھپور سے واپس دلی آ گیا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ وہی شخص ہے جو اغوا کرتا ہے مگر میں اس کا کچھ نہ کر سکوں گا اس کے لیے ضروری ہے کوئی ایسا ہی آدمی ہو جو اس کے جادو ٹونے کا توڑ کر سکے۔ دلی میں وہ صرف ایک آدمی کو جانتا تھا اور وہ تھے حکیم وقار۔

دلی آتے ہی وہ ان کے پاس آ گیا اور بولا۔ ''حکیم صاحب میں مریض نہیں ہوں مریض میری اور آپ کی نظروں سے دور ہے میں نے بھی اس کو نہیں دیکھا۔''

''حیرت ہے اور اس کا مرض کیا ہے؟'' حکیم وقار نے سوال کیا۔

''یہ ذرا طویل کہانی ہے آپ اجازت دیں تو سناؤں۔''

حکیم صاحب بولے۔ ''میں سمجھ گیا ذرا انتظار کریں حکیم کامل آنے والے ہیں پھر سنائیں۔''

دھرم داس نے اب تک جو ہوا تھا اور جو اس نے کوشش کی تھی وہ سب رولوکا اور حکیم صاحب کے سامنے بیان کر دی۔ رولوکا نے پوری بات سن کر کہا۔

''تم نے اپنے طور پر جو کوشش کی وہ واقعی قابل داد ہے۔ ایسا اس دنیا میں فی زمانہ بہت کم لوگ کرتے ہیں۔ تم یہ بتاؤ اغوا شدہ کسی شخص کی کوئی لاش یا وہ کسی بھی حالت میں ملا ہے۔''

''نہیں حکیم صاحب! آج تک اغوا ہونے والا شخص واپس نہیں آیا۔ میں جہاں تک گیا ہوں یہی سنا ہے۔'' دھرم داس نے جواب دیا۔

''تب تم جاؤ تم نے اپنا فرض پورا کر دیا اب یہاں سے ہمارا کام شروع ہوتا ہے۔'' رولوکا نے کہا۔

دھرم داس نے کہا۔ ''اس سلسلے میں میری کہیں ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں۔''

''آپ کا جذبہ عین انسانی ہے اگر ہر آدمی انسان بن جائے اور تمہارے انداز میں سوچے تو اس دنیا کے

بہت سے مسئلے خود بخود حل ہو جائیں مگر ایسا نہیں ہو رہا۔ سب اپنے اپنے مفاد میں لگے ہوئے ہیں سب اپنا دکھ دیکھ رہے ہیں اور اس کو سکھ میں بدلنے کے لیے دوسروں کو دکھ دے رہے ہیں مگر اس خود پرستی کے دور میں بھی تم جیسے لوگ جو بغیر کسی لالچ کے دوسروں کے لیے دکھ اٹھانے کو تیار ہیں کسی حق دار کو اس کا حق دلانا یا اس کے لیے بے غرض کوشش کرنا بڑی بات ہے۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

دھرم داس بولا۔''حکیم صاحب یہ کوئی جادوئی چکر معلوم ہوتا ہے۔''

''تمہارا اندازہ درست ہو سکتا ہے اس لیے کہ غائب ہونے والا پھر کبھی نہیں دیکھا گیا ہے۔ اس کا تعلق اس مسئلے سے بنتا ہے یہ چیزیں دنیا میں ہیں تو اس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ بدی کی فوق الفطرت قوتوں کے بہت سے کرشمے ہیں۔ شیطانی قوتیں مختلف صورتوں میں ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں ان صورتوں میں وہ لوگ بھی ہیں جو گندے کام کرتے ہیں۔ گندگی ان کی غذا اور گندے ان کے کام۔ یہ لوگ انسانوں کے مردے تک ہڑپ کر جاتے ہیں اور انسانی شکل سے کسی جانور کی شکل میں تبدیلی بھی اسی قسم کے شیطانی لوگ کر لیتے ہیں۔''

رولوکا کی بات ختم ہوئی تو دھرم داس بولا۔''کیا یہ لوگ شکل بھی تبدیل کر لیتے ہیں۔''

''یہ سوال مشکل ہے کیونکہ موت کے وقت یہ ضرور اپنی اصل شکل میں آجاتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو اس لیے وحشی اور دیوانہ کہتا ہوں کہ یہ لوگ اپنی وحشت اور دیوانگی میں بالکل وحشی جانوروں کی طرح کام کرتے ہیں ان کے چہرے آنکھیں اور جسمانی طاقت بھی وحشی جانوروں کی طرح ہو جاتی ہے وہ بندر کی طرح لمبی لمبی چھلانگیں لگاتے ہیں اور شیر کی طرح شکار پر ٹوٹ پڑتے ہیں ان کے بدن کی ہر حرکت جانوروں کی طرح ہو جاتی ہے۔''

''یہ تو بڑی حیرت انگیز بات آپ نے بتائی حکیم صاحب۔'' دھرم داس بولا۔

''ہاں اس سے زیادہ حیرت انگیز باتیں دنیا کی زمین پر ہیں مگر تمہارا مطلوب شخص ایسا نہیں ہے اس کا شکار کرنے کا انداز دوسرا ہے اس نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس میں عقل اور ہوشیاری نظر آتی ہے وہ دوبارہ اس مقام پر نہیں گیا یہاں ایک دفعہ اس نے شکار کیا اور زیادہ تر ان لوگوں کا شکار کیا جو معاشرے میں اہمیت نہیں رکھتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ بھی پلاننگ کر سکتا ہے میرا خیال ہے کچھ گندے علم حاصل کرنے کے شوقین گندگی کی حد سے گزر جاتے ہیں ان کے لیے کوئی گندی شے گندی نہیں ہوتی ان کو ان کا گرو گندی خوراک کھلاتا ہے اس میں مردہ انسانوں کا گوشت بھی ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ یہ لوگ اس کے عادی ہو جاتے ہیں اور گندے علم کے حاصل کرنے کے بعد یہ اپنے طور پر وہی خوراک حاصل کرتے ہیں اور اس طرح یہ شرمناک اور گھناؤنا کام کرتے رہتے ہیں تم خود اس سے اندازہ کرو کہ یہ لوگ کیا نہیں کرتے ہوں گے ان کے نزدیک کوئی برائی ہوتی ہی نہیں۔ یہ نہ کسی کے بیٹے ہوتے ہیں نہ بھائی ان کو صرف ایک نام دیا جاتا ہے اور وہ ہے شیطان۔''

دھرم داس بولا۔'' آپ نے درست فرمایا حکیم صاحب۔''

دھرم داس کے جانے کے بعد حکیم وقار بولے۔''یہ کیس بڑا ہی شرمناک لگتا ہے تمہارا کیا خیال ہے۔''

''ہاں ایسا ہی ہے مگر یہ ابھی نیا ہے ہوشیاری اور گندا علم بھی اس میں نظر آتا ہے۔ مگر پھر بھی ایک کمزوری میری سمجھ میں اس کی آرہی ہے وہ ہے اس کی مسلسل وارداتیں، وقفہ کم دے رہا ہے اور اسی وجہ سے دھرم داس کی نظروں میں آگیا ہے اگر لمبا وقفہ دیتا اور فاصلہ زیادہ رکھتا تو بہت دنوں تک کام جاری رکھ سکتا ہے مگر اب اس کا وقت نزدیک آرہا ہے میں اس کو ضرور تلاش کروں گا اور اس انسانیت کے دشمن کو اس کے معیار کی وحشیانہ موت ماروں گا۔''

رولوکا کا چہرہ سرخ تھا اور وہ غصہ میں تھا جبکہ اس کو غصہ بہت کم آیا کرتا تھا۔

حکیم وقار نے کہا۔''تو اب کیا ارادہ ہے۔''

"میں کل اس مشن پر روانہ ہو جاؤں گا۔" رولوکا نے جواب دیا اور پھر دوسرے دن رولوکا دلی سے روانہ ہوا۔ اس کے سارے ساز و سامان اس کے ساتھ تھے اور اس کا رخ فرخ آباد کی طرف تھا۔ کیونکہ آخری واردات وہیں پر ہوئی تھی۔ فرخ آباد میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے زیادہ تر ریٹائر فوجی ہیں۔ ذرا تیز مزاج کے لوگ ہیں اوپر سے فوجی ذرا سی بات پر گرمی آ جاتی ہے اور لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ ہندو کم ہیں اس لیے مسلمانوں سے بھڑنے کی کوشش نہیں کرتے۔ رولوکا نے اس لڑکے کے باپ سے پوچھا جو کہ اغوا ہو چکا تھا۔

"مرزا خان صاحب بتائیں آپ کا بچہ کس طرح غائب ہوا۔"

لڑکے کے باپ نے سر سے پیر تک رولوکا کو غور سے دیکھا اور بولا۔ "میاں تم کون ہو شہر کوتوال ہو کہ میں تم کو بتاؤں۔" اور اٹھ کر جانے لگا تو رولوکا نے کہا۔

"خان صاحب ذرا بات سنیں شہر کوتوال کو کیا غرض ہے کہ آپ کے پاس آئے اگر آپ کو ضرورت ہے تو آپ اس کے پاس جائیں گے میں اس لیے آ گیا ہوں میں شہر کوتوال نہیں ہوں ہوتا تو نہ آتا۔"

"مگر اب میرے زخم ہرے کرنے کیوں آئے ہیں میرا بچہ سولہ سال کا تھا اور میرے برابر لگتا تھا میرا ایک ہی بچہ تھا وہی بڑھاپے کا سہارا تھا وہی میرا نام لیوا تھا میری نسل تو ختم ہوئی، میں اب بوڑھا ہوں نہ معلوم کون میرے بچے کو لے گیا ہے میں آپ کو زندہ نظر آتا ہوں پر ہوں نہیں۔" خان صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میں آپ کے دکھ کا اندازہ کر سکتا ہوں ذرا تفصیل بتائیں میں سرکاری آدمی نہیں ہوں میں اپنے طور پر اس ظالم آدمی کو پکڑنا چاہتا ہوں آپ کے ساتھ اکیلے یہ نہیں ہوا ہے اور بھی مختلف شہروں کے لوگ ہیں ان کے ساتھ بھی بلا وجہ یہ ظلم ہوا ہے آپ تفصیل بتائیں گے تو میں اس کے بارے میں اندازے لگاؤں گا۔" رولوکا بولا۔

"ہوا یہ تھا کہ یہاں ہمارے قصبے کے کنارے دریا کے قریب ایک میلا لگا ہوا تھا۔ یہ میلا زیادہ بڑا اور اہم نہیں ہے مگر کھیل تماشے کرنے والے پھر بھی دور دور سے آ جاتے ہیں۔ دس گیارہ بجے پتہ چلا کوئی سادھو عجیب و غریب اور حیرت انگیز تماشے دکھا رہا ہے۔ محلے کے لڑکوں کے ساتھ میرا لڑکا نور احمد بھی چلا گیا۔ بہت دیر ہو گئی تو میں بھی چلا گیا اس وقت بارہ ساڑھے بارہ کا وقت تھا دریا کے کنارے بھیڑ تھی اور اس بھیڑ کے درمیان ایک سادھو جس کے بدن پر صرف ایک لنگوٹی تھی وہ تماشہ دکھا رہا تھا میں بھی بھیڑ چیر کر اندر چلا گیا سادھو کے ہاتھ میں ایک ٹماٹر تھا اور وہ کہہ رہا تھا یہ سیب ہے میں نے کہا سادھو ذرا دکھاؤ تو یہ کیسا سیب ہے اس نے میرے قریب آ کر وہ ٹماٹر میرے ہاتھ پر رکھ دیا وہ سادھو میرے قریب آیا تو مجھے سخت بدبو کا احساس ہوا میں نے ٹماٹر کو دیکھا۔ مگر وہ ٹماٹر کب تھا وہ تو سرخ انار تھا۔ سادھو نے پوچھا بتا بچہ یہ کیا ہے میں نے کہا یہ انار ہے۔ سارا مجمع زور سے ہنس پڑا۔ کیونکہ مجھے انار نظر آنے والا سب کو ٹماٹر ہی نظر آ رہا تھا۔ میں نے پھر دیکھا تو وہ سیب نظر آنے لگا میں نے کہا یہ سیب ہے۔ سب لوگ پھر ہنس پڑے۔ کیونکہ ان کو وہ اب بھی ٹماٹر ہی نظر آ رہا تھا۔ سادھو نے میرے ہاتھ سے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر کہا۔ یہ کچھ نہیں ہے یہ ایک مٹی کا ڈھیلا ہے اور اس نے اس کو مٹھی میں دبا کر مٹی کر دیا اور زمین پر مٹی گر گئی۔

وہ سارے دن ایسے ہی حیرت انگیز کھیل دکھاتا رہا لوگ مفت میں تماشہ دیکھتے رہے شام کے وقت وہ دریا کی طرف چلا گیا اور دریا میں اتر گیا اور کچھ دیر بعد نظر آنا بند ہو گیا۔ نور احمد میرا لڑکا اس کا تماشا دیکھ رہا تھا میں نے دیکھا تھا مگر میں گھر آ گیا اور وہ نہ آیا۔ اس کے ساتھی لڑکوں میں دو لڑکے اور نہ آئے ایک شاہ جی کا نواسہ اور ایک سنار ستار کا لڑکا باقی سب لوگ آ گئے۔ ستار کا لڑکا اکیلا گیا تھا۔ بڑی تلاش کی گئی مگر کچھ نہ ہوا کوئی نشان نہ ملا پولیس بھی آ گئی مگر اب تک کچھ نہیں ہوا۔"

"ان دو لڑکوں کے ساتھ کیا ہوا تھا۔" رولوکا نے سوال کیا۔

"سب کی یہی کہانی ہے ان لڑکوں کو اتنی آسانی سے بھرے میلے میں سے اغوا کرنا ممکن نہیں تھا اور پھر تینوں بھرپور جوان لڑکے تھے بچے نہیں تھے۔" وہ بولا۔

رولوکا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور آگے بڑھ گیا۔ مگر اس کے بعد کسی واردات کی خبر اس کو نہ ملی اور ملی تو بہت دور کیرالا کے ایک گاؤں میں دو جوان لڑکیاں اور ایک نوجوان کے اغوا کی آئی۔ رولوکا دوسرے دن ہی اس گاؤں میں تھا۔ اس گاؤں کی پوری آبادی ہندوؤں کی ہے۔ نوجوان لڑکیوں کے بارے میں پتہ چلا کہ ان کی شادی ہونے والی تھی ہولی کے بعد تیاری تھی۔

دونوں لڑکیاں گاؤں بھر کی آنکھ کا تارہ تھیں کیونکہ مندر میں وہی دیوی کے سامنے ناچتی تھیں اور بھجن گاتی تھیں۔ دونوں کے بدن سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے اور جوڑ کا اغوا ہوا وہ بڑا بہادر اور طاقت ور لڑکا تھا۔ پہلوانی کرتا تھا اس کے مقابلے کا جوان دور دور تک نہ تھا۔

طریقہ واردات تقریباً وہی تھا۔ پہلے کھیل تماشے دکھا کر لوگوں کو جمع کرنا اور پھر اپنی پسند کے شکار پر کانا مار دینا یہاں بھی وہ ظالم صرف ایک ہی دن رکا تھا اور پانی کے راستے گیا تھا۔

رولوکا اس کے پیچھے تھا مگر اس کی سمت کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا اب کے خبر آئی کہ بنگال میں چندر گونا کے مقام پر اس نے کام دکھایا ہے۔ رولوکا فوراً ہی چندر گونا پہنچ گیا۔ اور فوراً اس دریا کے کنارے گاؤں میں گیا وہاں سے اس نے چار نفر کو اغوا کیا تھا دو جوان لڑکیاں اور دو ماہی گیر تھے دوسرے دن ماہی گیروں نے بتایا کہ وہ پورب کی طرف گیا ہے رولوکا نے ذرا دیر نہیں لگائی اور اس طرف روانہ ہو گیا۔

ایک کشتی والے نے بتایا کہ ایک ننگا آدمی اس نے جنگل کے اندر جاتے دیکھا تھا اور اس نے وہ جگہ بھی بتائی جہاں سے وہ اندر گیا تھا۔ بس یہ اشارہ رولوکا کے لیے بہت تھا۔ وہ وہیں کشتی سے اتر گیا اور جنگل کی طرف چلا اور اپنی روپوشی کی حالت میں وہ جنگل کے اندر گھس گیا۔ جوں جوں وہ اندر گیا جنگل کی خوفناکی نمایاں ہوتی گئی مگر رولوکا کے لیے یہ کوئی نئی چیز نہ تھی وہ تو خود افریقہ کے جنگلات کا بیٹا تھا جنگل کے چرند پرند اس کی زبان سمجھتے تھے۔ جنگل کے درخت اس کو پناہ دیتے تھے وہ آگے بڑھتا گیا اور ایک مقام اس نے ایسا دیکھا جس مقام پر سڑے گوشت کی بو آ رہی تھی اس کا مطلب تھا اس کی سمت درست تھی یہ اندازہ ہوتے ہی اس نے اپنا ایک جاسوس کارندہ آگے دوڑا دیا۔

پورے دن کے سفر کے بعد رات کو وہ کارندہ واپس آ گیا اور اس نے بتایا کہ یہاں سے دو سو میل پر ایک پہاڑی سلسلہ ہے اس پہاڑی سلسلے کے درمیان ایک پیالہ نما وادی ہے انسان کے لیے اس وادی میں جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ ہر طرف اونچی پہاڑیاں ہیں وہ پہاڑیاں سخت گرم ہیں اور ان پر سبزہ نہیں ہے اس گرم وادی میں انسان کا جانا اور زندہ رہنا ممکن نہیں ہے میں نے کسی کو اندر جاتے نہیں دیکھا مگر وہاں پہنچ کر میں نے اس بدبو کو محسوس کیا جس کے سہارے وہاں تک گیا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس وادی میں گیا ہے۔

اب رولوکا اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہتا تھا فوراً اس وادی کی طرف روانہ ہوا۔ کچھ ہی دیر میں وہ اس مقام پر تھا یہ علاقہ سخت دہشت ناک نظر آ رہا تھا۔ میدانی علاقہ یہ نہیں تھا دور تک پہاڑ کھڑے تھے اور آگے کا راستہ بند تھا کالے سیاہ پہاڑ بڑے پر ہیبت تھے ان کے نزدیک اور دور تک کوئی درخت نہ تھا کوئی جانور نہ تھا گرمی بہت زیادہ تھی۔ پہاڑوں کی طرف کی ہوا تندوری ہوا لگتی تھی رولوکا رکا نہیں ان کی طرف چلتا گیا اور بہت قریب پہنچ کر اس نے چند منٹ کچھ پڑھا اور ہوا میں معلق اس طرح چلتا گیا جس طرح کوئی زمین پر چلتا ہے۔ کافی اونچائی پر پہنچ کر اس کو وادی کے اندر نظر آنے لگا۔

اور وہ وادی کی طرف اترنے لگا۔ وہ بالکل اسی طرح وادی میں اترا جیسے ہوا میں زینہ بنا ہوا تھا وادی کے اندر تو باہر سے زیادہ گرمی تھی اس سے اس نے اندازہ کیا کہ یہ پہاڑ آتش فشاں پہاڑ ہیں وادی میں کسی انسانی وجود

کے ہونے کا تصور ہی محال تھا مگر رولوکا نے محسوس کر لیا کہ اس کے اطراف کچھ حرکتیں ہیں ضرور وہ چونکہ اس حالت میں تھا کہ کسی کو نظر نہیں آ سکتا تھا۔

اس نے ان حرکتوں پر گہری نظر ڈالی تو پتہ چل گیا کہ یہ بے چین روحیں تھیں جو اس وادی میں قید تھیں اور باہر جانے کو بے چین تھیں ان کے سارے راستے بند تھے ۔ رولوکا نے سوچا شاید یہ ان لوگوں کی روحیں ہوں جن کو اغوا کیا گیا اور مار ڈالا گیا ہو وہ پھر اوپر ہوا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر آ گیا اس کو فوراً ہی پتہ چل گیا کہ ہر چوٹی پر ایک جادوئی بیر موجود ہے وہ قریب کے بیر کے سر پر آ گیا اور وہ بے خبر رہا اور پھر اس بیر کو ایک عقاب اٹھا کر لے گیا۔

چوٹیوں پر کل بارہ کالی اور بھوانی کے بیر پہرے پر تھے مگر بے خبری اور حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی کی نظر ہو گئے اور کچھ دیر میں ہی وادی میں کوئی آتما نہ تھی۔ پنجرہ کھلتے ہی سارے کبوتر اڑ گئے اور رولوکا پھر وادی میں آ گیا۔ رات ہو گئی تھی وادی میں ہو کا عالم تھا وہ ایک دروازے پر کھڑا تھا دروازے پر کوئی نہیں تھا۔ رولوکا نے ہر طرح اطمینان کر لیا اور سوتے الو کو دروازے پر پہرے پر کھڑا کیا اور اندر کی طرف چلا۔

سرنگ ڈھلوان نما تھی اس کا مطلب تھا وہ گہرائی میں جا رہا تھا سرنگ میں گرمی نہیں تھی ہوا ٹھنڈی آ رہی تھی اس سرنگ کی انتہا ایک بڑے ہال میں ہوئی۔ اس کی چھت نہ تھی۔ بہت اوپر آسمان نظر آتا تھا اس کا مطلب تھا وہ زمین کے اندر کافی گہرائی میں کھڑا تھا۔

اس ہال کے باہر جانے کا صرف ایک راستہ نظر آتا تھا۔ رولوکا نے ایک دروازے کو کھٹکھٹایا۔ دروازہ فوراً کھلا اور اس میں سے ایک عورت جو کہ ساڑھی اور بلاؤز میں ملبوس تھی اس کے سامنے کھڑی تھی۔ مگر چونکہ رولوکا روپوشی کی حالت میں تھا اس لیے وہ عورت اس کو نہ دیکھ سکی اور حیرت سے باہر دیکھتی رہی رولوکا اس کے قریب سے اندر چلا گیا۔ وہ عورت چوکھٹ سے باہر نہ آئی اور اس نے دروازہ پھر بند کر دیا کمرہ بہت بڑا تھا مگر اس میں کوئی کھڑکی نہ تھی کمرہ ٹھنڈا تھا۔ جس دروازے سے رولوکا اندر آیا تھا اس کے مقابل ایک اور دروازہ تھا۔ رولوکا اس دروازے کے قریب گیا اور اس نے عورت کی طرف دیکھا۔ عورت پلنگ پر لیٹ چکی تھی۔

رولوکا نے بڑی احتیاط سے بغیر آواز کے اس دروازے کو کھول دیا اور باہر آ کر پھر دروازہ بند کر دیا۔ اس دروازے کے باہر ایک پتلی سی گلی تھی اور وہاں پر اندھیرا تھا وہ اس اندھیری گلی میں ایک طرف چل دیا۔ اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ دس پندرہ منٹ کے بعد گلی میں روشنی آ گئی اور چند قدم کے بعد گلی ختم ہو گئی وہ ایک کھلے حصہ میں پہنچ گیا۔ یہاں پر بھی ایک ویسا ہی ہال تھا جیسا وہ پہلے دیکھ آیا تھا۔ ہال پر چھت نہیں تھی اور آسمان نظر آتا تھا۔

فرق صرف اتنا تھا کہ اس ہال میں کمرے بنے ہوئے تھے اور دروازے نظر آ رہے تھے مگر اس ہال کی دیواریں سپاٹ پتھر کی تھیں اور کسی طرف سے پانی گرنے کی آوازیں آ رہی تھیں مگر پانی گرتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ چند قدم چلنے کے بعد اس کو ایک جھرنا نظر آ گیا۔ پانی اوپر سے گر رہا تھا اور اسی جگہ سے نہایت ٹھنڈی ہوا بھی آ رہی تھی۔ اس پوری سرنگ اور کمروں میں ٹھنڈک قائم کیے ہوئے تھی اوپر آتش فشاؤں کی گرمی اور زمین کی گہرائی میں ٹھنڈک کا راز رولوکا کی سمجھ میں آ چکا تھا۔ وہ اس آبشار کے قریب چلا گیا پانی میں گندھک کی خوشبو آ رہی تھی اور کوئی آبی جانور نظر نہیں آیا تھا۔ پانی جہاں گر رہا تھا وہیں سے غائب بھی ہو رہا تھا اس کا مطلب تھا پانی نے اپنی گزرگاہ اندر ہی بنالی تھی۔ رولوکا نے پانی میں ہاتھ ڈالا تو اس کو احساس ہوا کہ وہ بہت ٹھنڈا تھا۔ منہ میں ڈال کر اس نے دیکھا تو پتہ چلا کہ بد ذائقہ بھی نہیں ہے وہ پھر پلٹ کر اس اندھیری گلی میں آ گیا اور واپس چلا اور اس دروازے تک آ گیا جہاں سے وہ اس گلی میں گیا تھا۔ پھر اس نے دروازہ آہستہ سے کھولا اور کمرے میں آ گیا کمرے میں روشنی تھی مگر یہ روشنی زیادہ تیز نہ تھی کمرے کی ہر چیز نظر آتی تھی کمرے کے درمیان میں

ایک بڑا سا پلنگ تھا اس پر کئی فربہ قسم کے تکیے رکھے تھے اور پیلی چادر پڑی تھی اور عین اس پلنگ کے اوپر ایک زنجیر سے ایک گول ہانڈی نما کوئی چیز لٹکی ہوئی تھی اور اس ہانڈی نما چیز سے ایک روشنی نکل رہی تھی اور وہ پلنگ کو زیادہ روشن کر رہی تھی۔ وہ عورت پلنگ پر چت لیٹی تھی اس کے لباس میں صرف ایک بلاؤز اور لہنگا نما چیز تھی مگر وہ اتنی بے خبر سو رہی تھی کہ اس کا لباس اس کی ستر پوشی نہیں کر رہا تھا۔ رولوکا نے اس پر ایک نظر ڈالی اور پھر اس کی توجہ اس ہانڈی پر چلی گئی جو کہ عورت کے سر پر لٹکی ہوئی تھی۔ اس ہانڈی کی بناوٹ ایک شوپیس جیسی تھی مگر رولوکا سمجھ چکا تھا کہ یہ صرف ایک شوپیس یا روشنی کے لیے نہیں ہے۔ پوری طرح سمجھ لینے کے بعد وہ اس لکڑی کے پاس چلا گیا جو کہ چھت میں لگی ہوئی تھی اور زنجیر اس میں اٹکی ہوئی تھی۔ رولوکا نے نہایت آسانی سے اس زنجیر کو اس لکڑی سے الگ کیا اور آہستہ آہستہ زمین کی طرف آیا اور ہانڈی کو ایک ہاتھ میں پکڑ لیا اور اپنی ایک انگلی اس سوراخ میں پھنسا دی جہاں سے روشنی باہر آ رہی تھی۔ روشنی بند ہوتے ہی ایک سسکاری کی آواز آئی جیسے کوئی آگ کی چنگاری کسی پر اچانک پڑ جائے اور منہ سے بے ساختہ سسکی نکل جائے۔

عورت بے خبر سو رہی تھی۔ روشنی کمرے میں کم ہو گئی تھی۔ رولوکا نے اس ہانڈی کو اچھی طرح پکڑا اور دروازہ کھول کر دروازے سے باہر آ گیا اور پھر جس سرنگ سے گیا تھا واپس وادی میں آ گیا۔ وادی میں سخت گرمی تھی وہ اپنے طریقہ پر وادی سے باہر آیا اور واپس روانہ ہوا۔ اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر اس نے ہانڈی زمین پر رکھ دی اور ایک سفید چادر زمین پر ڈال کر وہ بولا۔

"اب باہر آ جا...... تیری قید ختم ہوگی۔" چند منٹ گزرے تھے کہ اس چادر پر ایک بہت چھوٹی سی عورت کھڑی تھی۔ اس کا قد زیادہ سے زیادہ ایک بالشت جتنا تھا مگر جسم پورا زنانہ تھا اور چہرہ ایک جاپانی گڑیا کی طرح جاذب نظر تھا۔ وہ اس چادر پر کھڑی تھی۔ وہ برہنہ تھی اور گڑیا سی معلوم ہوتی تھی۔

رولوکا نے سوال کیا۔ "تو کون ہے اور اس ہانڈی میں کیوں کر قید ہے۔"

دو دفعہ کے کہنے کے بعد وہ بولی۔ اس کی آواز سیٹی کی طرح باریک تھی۔ "میں گا گنی ہوں، میری خاصیت یہ ہے کہ میں جس پر مہربان ہو جاؤں اس کے پاس مایا آ جاتی ہے مگر میں اس ہانڈی میں قید تھی اس لیے کہ جس نے قید کیا تھا اس کو میری خاصیت کا پتہ نہ تھا۔ اور میں نے بتایا نہیں، تو نے مجھ پر کرپا کر دی آزاد کر دیا میں نے تجھ کو بتا دیا اب تو حکم کر تجھے جتنی دولت چاہیے میں تیرے سامنے ڈھیر کر دوں گی۔"

"اس ہانڈی میں روشنی تیری تھی۔" رولوکا بولا۔

"نہیں اس ہانڈی میں ایک پتھر رکھا ہے جو اندھیرے میں روشنی کرتا ہے اندھیرا جتنا گہرا ہو گا اس کی روشنی اتنی ہی تیز ہو جائے گی۔ تیرے کام کی چیز ہے تو اس کو لے سکتا ہے۔"

"تو اس شخص کو جانتی ہے جس نے تجھے قید کیا تھا۔" رولوکا نے پوچھا۔

"ہاں میں نے اس پلید آدمی کو دیکھا ہے وہ عورت کے پاس آتا ہے اور میرے سامنے ہی وہ اس عورت کو جھنجھوڑتا ہے۔ اس عورت کو کئی دنوں کے لیے بیمار کر دیتا ہے اس کی حرکتیں اور طاقت حیرت انگیز ہے میں تمہاری دنیا کی نہیں ہوں میرے لیے تو یہ حیرت کی ہی بات ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"تو کس دنیا کی مخلوق ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

"میں زمین کے اندر کی مخلوق ہوں میرے گھر والے زمین میں ہیں۔ تم جہاں سے مجھے لائے ہو وہاں سے اور نیچے بھی آبادی ہے میں وہیں کی ہوں۔ ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ تم سے مقابلہ کریں اس لیے اس ظالم نے مجھے آسانی سے اس ہانڈی میں بند کر کے اوپر لٹکا دیا تم نے مجھ پر رحم کیا ہے میں تمہاری احسان مند ہوں۔"

"تمہارے قبیلے والے کیا یہاں سے قریب ہوتے ہیں۔" رولوکا نے پوچھا۔

"وہ جگہ جہاں پر میں قید تھی وہ جگہ ہمارے پاس تھی اور وہ جھرنا ہماری ضرورت پوری کرتا تھا اس جھرنے میں سے ایک سرنگ کے راستے ہم کھلے میدان میں آجاتے تھے اور وہیں پر ہماری غذا پیدا ہوتی ہے ہم لوگ اس میدان میں اپنی غذا کی کاشت کرتے تھے مگر اس ظالم نے اس جھرنے پر اپنا قبضہ کر لیا اور ان کمروں میں دروازے لگا دیئے اور ہم اس میدان تک رہ گئے اب وہاں پر اس کی حکومت ہے ہم جاتے ہیں تو وہ ہم کو مار ڈالتا ہے اور کھا جاتا ہے۔ وہ وہاں پر بڑی سندر سندر عورتیں لاتا ہے اور ان کا حشر خراب کرتا رہتا ہے۔ مجھے اس نے زندہ رکھا تھا اس لیے کہ کہتا تھا تو بڑی سندر ہے تجھے بڑا کروں گا تجھے عورت بناؤں گا۔ میں تو اس کی شکل دیکھ کر مر جاتی ہوں۔"

رولوکا بولا۔ "میں تم کو آزاد کر دوں تو تم اکیلی اپنے قبیلے میں جا سکتی ہو؟"

وہ بولی۔ "میں کسی کے پیر کے نیچے آ کر کچلی جا سکتی ہوں۔ میری اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں خود جا سکوں۔"

رولوکا بولا۔ "ٹھیک ہے...... میں تم کو پہنچاؤں گا۔"

"میں اور میری زمین کے اندر رہنے والی قوم اس ظالم اور درندہ صفت انسان سے سخت پریشان ہیں تم ہماری مدد کرو کیونکہ ہم سب مل کر بھی اس کا کچھ نہیں کر سکتے۔"

رولوکا بولا۔ "میرا نشانہ وہی بدبخت آدمی ہے میں اسی کی تلاش میں وہاں پر گیا تھا۔ تم میری کچھ مدد کر سکتی ہو تو بتاؤ۔" رولوکا نے کہا۔

"میری اوقات کیا تم دنیا کے اوپر کے انسان ہو تمہاری طاقت اور وسائل زیادہ ہیں تمہاری جسمانی ساخت ہم جیسی ضرور ہے مگر تم ہم سے بڑے اور زیادہ طاقت ور ہو۔ میں تم کو اس کے آنے کا وقت بتا سکتی ہوں وہ رات کے وقت آتا ہے میں رات اس لیے کہہ رہی ہوں کہ بڑے کمرے میں اندھیرا ہوتا ہے۔ وہ سرنگ سے کم اور اوپر سے زیادہ آتا ہے۔ اس کے پاس چمڑے کا تھیلا ہوتا ہے۔ اس میں نامعلوم کیا ہوتا ہے کہ وہ اس کو اپنے قریب رکھتا ہے اور پھر عورت کے پاس جاتا ہے عورت اس کو دیکھ کر سہم جاتی ہے گھبراتی ہے مگر اس کا آلہ کار بنتی ہے وہ اس کو اس بری طرح جھنجھوڑتا ہے کہ وہ کئی دن تک سیدھی کھڑی نہیں ہو پاتی اور پھر وہ اپنا تھیلا لے کر چلا جاتا ہے۔ وہ بہت کم بات کرتا ہے اور جب کرتا ہے تو اس کی آواز بڑی خوفناک ہوتی ہے۔"

اس کی بات ختم ہوئی تو رولوکا نے کہا۔ "تم نے ایک بات یہ نئی بتائی کہ اس کے پاس ایک تھیلا ہوتا ہے تم نے یہ کیسے جانا کہ وہ سرنگ سے نہیں اوپر سے آتا ہے۔"

"یہ بات میں نے قید ہونے سے پہلے دیکھی تھی اس کے بعد اس نے مجھ کو دیکھ لیا اور اس روشنی کی ہانڈی میں قید کر دیا تھا۔" رولوکا کو جواب ملا۔

"میں تم کو تمہارے گھر پہنچا دیتا ہوں اب اس ہانڈی کو میں رکھتا ہوں تم میری جیب میں بیٹھ جاؤ اور مجھے اپنے گھر کا راستہ بتاؤ۔" رولوکا نے کہا۔

"جھرنے تک کا راستہ تو تم کو معلوم ہے۔ جھرنے پر پہنچ کر اس مقام پر جہاں پانی گر رہا ہے اندر جانا ہے اس کے بعد پانی تم کو خود کھلے میدان میں لے جائے گا۔ میدان میں پہنچنے کے بعد میں تم کو راستہ بتاؤں گی۔"

رولوکا نے اس کو اپنی ہتھیلی پر اٹھایا اور جیب میں رکھ لیا۔ جھرنے کے اندر جانے کے بعد پانی کا تیز بہاؤ اس کو ایک طرف لے جانے لگا اور وہ اس کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ بہتا رہا۔ پانی کا یہ سرنگ اندھیری تھی مگر ہوا کا گزر تھا اس میں گھٹن نہیں تھی۔ ایک گھنٹہ یہ پانی اپنے ساتھ رولوکا کو لیے بہتا رہا اور پھر روشنی ہو گئی۔

یہ پانی ایک بہت بڑے تالاب میں گر رہا تھا اس تالاب کے ایک طرف ہریالی تھی مگر درخت زیادہ اونچے نہ تھے۔ یہ دنیا رولوکا کی دنیا سے بالکل الگ تھی یہاں پر مرد عورت ایک بالشت سے زیادہ کے نہ تھے جسمانی بناوٹ زمین کے اوپر کے لوگوں کی طرح ضرور تھی۔ مگر ان کے قد بہت چھوٹے تھے اور وہ کسی قسم کے لباس سے مبرا تھے۔ تالاب کے کنارے بہت لوگ تھے۔

وہ اچانک رولوکا کو دیکھ کر پریشان ہو گئے اور گھبرا کر

ایک طرف بھاگنے لگے۔ رولوکا سمجھ گیا کہ یہ لوگ ڈر رہے ہیں اس نے فوراً گاگنی کو جیب سے نکالا اور زمین پر اتار دیا وہ بھی سمجھ گئی کہ یہ بھگدڑ کیوں ہو رہی ہے اس نے ان کو آواز دے کر روکا اور ان کو بتایا کہ یہ زمین کے اوپر کا انسان ہمارا دوست ہے دشمن نہیں ہے مجھے جس نے قید کیا تھا یہ مجھے اس کی قید سے چھڑا کر لایا ہے تم اس سے مت ڈرو یہ ہماری مدد کرنے آیا ہے۔''

بھاگتے لوگ گاگنی کی بات سن کر رک گئے اور رولوکا کی طرف تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ رولوکا زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ تمام لوگ ان میں مرد و عورت اور بچے بھی تھے اس کے گرد جمع ہو گئے کچھ اب بھی ڈر رہے تھے اور دور دور تھے۔ رولوکا نے کہا۔''مجھ سے ڈرو مت میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں تم کو نقصان پہنچانے نہیں آیا۔''

ان سب نے خوشی سے ناچنا شروع کر دیا۔ پھر ایک بوڑھا آدمی آگے بڑھا۔ گاگنی نے رولوکا کو بتایا کہ یہ ہمارا سردار ہے۔ رولوکا نے سردار کو اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر کھڑا کر لیا اور بولا۔''تم سردار ہو۔''

وہ بولا۔''میں اس بستی کا سردار جوگا ہوں میں نے پہلی بار زمین کے اوپر رہنے والا آدمی دیکھا ہے تم تو بہت طاقت ور ہو گے۔''

رولوکا نے جواب دیا۔''طاقت ور وہ ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ کسی کو بڑا، کسی کو چھوٹا، ایسا اس نے کیوں کیا ہے یہ صرف وہی جانتا ہے تم کو زمین کے اندر اور ہم کو زمین کے اوپر پہنچایا اس کی وجہ بھی وہی جانتا ہے جہاں جس کی ضرورت تھی وہ ہی اس نے کیا ہے ہم اس کی کسی بات میں دخل اندازی نہیں کر سکتے جو لوگ اس کی بنائی ہوئی دنیا میں اپنی چلاتے ہیں وہ اس میں کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ چند روز وہ اپنی من مانی ضرور کرتے ہیں مگر آخر میں ختم ہو جاتے ہیں اور دنیا کا نظام پھر رواں دواں ہو جاتا ہے مجھے کوئی اختیار نہیں کہ تم کو کسی پریشانی میں ڈالوں ہاں میں تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکتا ہوں تو ضرور کروں گا۔''

سردار جوگا نے ہتھیلی پر کھڑے کھڑے ایک نعرہ لگایا اور ناچنا شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ تمام لوگ ناچنے لگے۔ گاگنی نے کہا۔''اے مہربان انسان تو ہمارا مہمان ہے ہم تیری کیا خدمت کریں۔''

رولوکا ہنس پڑا اور بولا۔''میں خدمت لینے نہیں خدمت کرنے آیا ہوں۔''

سردار نے کہا۔''میں چاہتا ہوں تم ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔''

رولوکا بولا۔''میں روز نہیں کھاتا کبھی کبھی کھاتا ہوں تم میری فکر نہ کرو میرا قیام زیادہ نہیں ہو گا اس لیے تم مجھے وہ کام بتاؤ جو تم نہیں کر سکتے؟''

گاگنی بولی۔''کچھ تو کھاؤ......'' اور اس نے ایک آدمی کو اشارہ کیا وہ دوڑ کر گیا اور سر پر رکھ کر ایک ٹوکرا لے آیا وہ ٹوکرا ایک پیالے سے زیادہ بڑا نہ تھا اس میں چھوٹے چھوٹے سیب کے نمونے کے پھل تھے۔ رولوکا نے ایک اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ مزا بھی سیب کا تھا پھر اس نے دوسرا پھل منہ میں رکھ لیا اس کا ذائقہ چیکو کی طرح تھا اور وہ چیکو ہی تھا مگر وہ وہاں کے انسانوں کی طرح ہی جسامت رکھتے تھے۔ رولوکا نے ان کا دل خوش کرنے کے لیے پورا ٹوکرا کھا لیا اس تمام پیالے کے پھل ایک سیب کے وزن جتنے ہوں گے۔ سردار اور گاگنی خوش ہو گئے۔

رولوکا بولا۔''اب بتاؤ کوئی کام جو تم کرنا چاہتے ہو مگر کر نہیں سکتے۔''

سردار بولا۔''یہ تالاب بہت بڑا ہے ایک کنارے سے دوسرے کنارے جانے میں بہت وقت برباد ہوتا ہے۔ اس کا کوئی طریقہ ایسا کرو کہ پورا چکر کاٹ کر نہ جانا پڑے۔''

رولوکا نے تالاب کو دیکھا اس کی چوڑائی زیادہ سے زیادہ پچاس گز ہو گی۔ رولوکا بولا۔''فکر نہ کرو اس کا انتظام میں کر دیتا ہوں تم کچھ اوزار لکڑی کاٹنے کے دے سکتے ہو؟''

سردار نے کہا۔''ہاں ہمارے پاس کچھ اوزار ہیں

۔"اور وہ کچھ چھریاں اور کلہاڑی ٹائپ کے اوزار لے آیا مگر وہ اس قدر چھوٹے تھے کہ رولوکا کی مٹھی میں آ گئے۔

رولوکا بولا۔"تم لوگ جاؤ آرام کرو میں کام کرتا ہوں۔"

سردار بولا۔"ہم تمہاری مدد کریں گے۔" رولوکا ہنس کر بولا۔"میں اکیلا کام کرتا ہوں تم لوگ جاؤ۔"

اور سب لوگ رولوکا کو اکیلا چھوڑ کر اپنے گھروں کی طرف چلے گئے اور رولوکا پانی میں اتر گیا۔تالاب کی سب سے زیادہ گہرائی رولوکا کے کاندھے کے برابر تھی پھر اس طرف چلا جدھر درخت تھے۔اس نے موٹے موٹے تنے والے درخت اکھاڑنا شروع کر دیئے اور ان کے تنوں کو صاف کرنا شروع کر دیا۔درختوں کے تنے زیادہ بھاری نہ تھے اس لیے اس نے ان کی چھال سے ان کو آپس میں باندھنا شروع کر دیا۔یہ کام اس نے تالاب کے کنارے بیٹھ کر کرنا شروع کر دیا۔چار چار تنے وہ باندھ رہا تھا اور ان کو تالاب میں اس کے کارندے گھسیٹ رہے تھے۔ ضرورت کے مطابق اور لکڑی اس نے حاصل کر لی اور پھر تالاب میں لمبے تنے گاڑ کر اوپر والے تنے سے باندھ دیا۔ کوئی اوزار اس کے کام نہیں آیا تھا سارا کام اس نے بغیر کسی اوزار کے کیا تھا۔کیونکہ درخت زیادہ بڑے نہ تھے۔اسی وجہ سے ان کی موٹائی بنانے کو چار چار تنوں کو جوڑنا پڑا۔اب اس کی چوڑائی اتنی تھی کہ اس پر ایک وقت میں کئی مقامی آدمی سفر کر سکتے تھے۔درمیان میں جو تنے تالاب میں گاڑ کر اس کو گزر گاہ والے تنوں سے اس لیے باندھ دیا تھا کہ وہ کم سے کم ہلیں اور کسی کے تالاب میں گرنے کا ڈر نہ ہو یہ کام رولوکا نے صرف چند گھنٹوں میں کر دیا اور پھر اسی تالاب کے کنارے لیٹ کر سو گیا۔نہ معلوم کتنی دیر سویا تھا کہ اس کے کان میں گاگنی کی آواز آئی۔

"اے مہربان دوست!یہ تم نے کیا جادو کر دیا۔اتنی جلدی یہ گزر گاہ بنا دی ہم لوگ مدت سے کسی ایسی ہی گزر گاہ بنانے کا سوچ رہے تھے مگر تالاب کی گہرائی سے ڈرتے تھے۔"

رولوکا لیٹا رہا تا کہ گاگنی اس کے کان کے قریب رہے پھر بولا۔"یہ کام نہایت آسان تھا اور تالاب کی گہرائی میرے لیے زیادہ نہ تھی اور کوئی کام ہو تو بتاؤ۔"

گاگنی بولی۔"میں نے تم کو اپنی خاصیت بتائی تھی کہ میں جس کے پاس رہوں اس کو دولت ملتی ہے میں زمین کے اندر کے حالات جانتی ہوں تمہیں جس چیز کی ضرورت ہے میں تمہیں دوں گی تمہاری دنیا میں پیلی مٹی اور چمکدار پتھروں کی بڑی قدر ہے۔میں تمہیں اس مقام پر لے کر جا سکتی ہوں جہاں یہ پڑے ہیں ان میں ایسے پتھر تم کو ملیں گے جو اندھیرے کو روشنی میں بدل دیتے ہیں۔"

رولوکا بولا۔"شکریہ میری چھوٹی سی مہربان دوست میں کسی بھی لالچ کے لیے نہیں آیا میری ذاتی ضروریات بہت کم ہیں اگر میں ذاتی فائدے کو ذہن میں رکھتا تو یہاں آ ہی نہیں سکتا تھا اس لیے مجھ سے میرے فائدے کی بات مت کرنا میں تمہارے فائدے کے لیے آیا ہوں۔"

سردار آگے بڑھا اور بولا۔"یہ تالاب جب بھر جاتا ہے تو ہماری بستی خطرے میں آ جاتی ہے۔اور ہم کو نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ہمارے کھیت ڈوب جاتے ہیں فصل خراب ہو جاتی ہے اس کا کچھ انتظام کر دو۔"

رولوکا بولا۔"فکر نہ کرو میں اس کے گرد ایک بند بنا دوں گا یہ کتنا ہی پانی آ جائے اس کے باہر نہیں آئے گا۔" اور پھر رولوکا نے مسلسل کام کر کے ایک مٹی کا بند باندھ دیا اور اس کو لکڑی کے مٹھوں سے سہارا دے کر مضبوط کر دیا۔اور اس کے قریب درخت لگا دیئے تا کہ ان درختوں کی جڑیں بند میں اتر جائیں اور بند کی مٹی بہنے نہ پائے۔

سردار یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بولا۔"تم گاگنی کو لے جاؤ یہ بڑے کام کی چیز ہے۔تم جو طلب کرو گے تم کو مل جائے گا کیونکہ اس کی پیدائش ایک ایسی گھڑی میں ہوئی ہے جس گھڑی میں ہمارے یہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا یعنی وہ گھڑی سیکڑوں سال کے بعد آتی ہے اور وہ گھڑی وہ ہوتی ہے جب سورج کی کرن اس ہزاروں گز زمین کے

اندر آ جاتی ہے کس طرح آتی ہے اس کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے گا گنی اسی گھڑی کی پیدائش ہے یہ بات زیادہ نہیں سو سال ہی پرانی ہے۔"

رولوکا بولا۔"اس کا مطلب ہے گا گنی سو سال کی ہے۔"

"ہماری عمریں بہت طویل ہیں اور پیدائش بھی بہت کم ہے یہاں پر بہت کم بچے پیدا ہوتے ہیں تم اگر گا گنی کو اپنے پاس رکھو گے تو پہلا فائدہ تو یہ ہوگا کہ تم جس چیز کی تمنا کرو گے مل جائے گی یہ اس کی خاصیت ہے اس پر دنیا پر راج کرنے والا سورج مہربان ہے۔"

رولوکا بولا۔" میرے دوست مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے میں کسی چیز کی تمنا نہیں رکھتا اور اگر رکھتا ہوں تو صرف ایک تمنا ہے کہ کسی کے کام آ ؤں۔"

"تم پوجے جانے کے قابل ہو میرے مہربان۔"

"نہیں ایسا ہرگز نہ کہنا۔" رولوکا زور سے بولا۔" میں اس پیدا کرنے والے کا ملازم ہوں جس نے یہ دنیا اور پوری کائنات بنائی ہے ساری عبادت صرف اس کے لیے ہے میں تم سے بھی یہی کہوں گا کہ تم صرف ایک خدا کو یاد رکھو جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔"

"مگر وہ خدا کہاں رہتا ہے اور ہم اس کو کس طرح یاد کریں۔" سردار بولا۔

"وہ خدا کسی کو نظر نہیں آتا مگر ہر جگہ پر ہوتا ہے زمین کے اندر اس نے تم کو آباد کیا ہے اور تمہاری غذا بھی دے دی ہے تمہارے درختوں پر پھل بھی وہی پیدا کرتا ہے اور یہ پانی زمین کے اندر پہنچانے کا انتظام اس کا ہی ہے تم دل میں اس کی مہربانیوں کو یاد رکھو وہ تمہارے قریب ہے تم بھی یہ سمجھ لو کہ وہ تمہارے قریب ہے کسی کو دکھ نہ دو آپس میں محبت سے رہو وہ تم سے خوش ہوگا۔ میرے جانے کا وقت آ رہا ہے میں جس کام پر ہوں وہ ابھی ادھورا ہے اس کام کو کرنا ہے اب اجازت دو۔" اور رولوکا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

گا گنی نے کہا۔" اے مہربان تم نے ہمارے بہت کام کیے ہیں مگر ہم تمہارے کسی کام نہ آ سکے۔"

رولوکا بولا۔" تم بھی میرے کام آئی ہو تم مجھے لے کر نہ آتیں تو میں تمہارے کام کس طرح آتا اور مجھے جو خوشی کسی کا کام کر کے ملتی ہے اس سے محروم رہتا۔ تم میرے کام تو آئی ہو۔"

"اب تم کہاں جاؤ گے۔" گا گنی نے پوچھا۔

"میں اسی سرنگ کے ذریعہ اس مقام پر جاؤں گا جہاں پر تم کو قید کیا گیا تھا اور اس خبیث کا انتظار کروں گا اس کام میں کتنا وقت لگے گا کچھ پتہ نہیں ہے تم میری کامیابی کی اس خدا سے دعا کرنا جو تم کو کھانے کی ہر نعمت عطا کرتا ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی باپ نہیں ہے کوئی ماں نہیں ہے وہ ہر جگہ ہے اور ہر ایک پر اس کی نظر ہے وہ سب کی سنتا ہے۔"

سرنگ میں پانی کے مخالف سمت رولوکا کو سفر کرنا تھا اور وہ بڑی آسانی سے یہ سفر کر رہا تھا پھر وہ اس مقام پر آ گیا جہاں سے یہ سرنگ شروع ہوئی تھی وہ پانی سے باہر آ گیا اور پھر اس اندھیری گلی کو پار کر کے اس دروازہ پر آ گیا جس کے اندر ایک مظلوم عورت قید تھی اب اس کو پھر روپوشی کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس نے آہستہ سے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ بے آواز کھل گیا اور وہ کمرے کے اندر آ کر دروازہ بند کرنا نہ بھولا۔ کمرے کے اندر روشنی تھی چھت کی کڑی خالی تھی کیونکہ روشنی کی ہنڈیا وہاں پر نہیں تھی۔

پلنگ پر وہی عورت چت لیٹی تھی رولوکا ہال کی طرف کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ ہال میں روشنی تھی اس کا مطلب ہوا کہ دن کا وقت تھا۔ رولوکا دوسرے کمرے کے دروازے پر گیا اور پھر کمرے کے اندر تھا اس کمرے میں بھی ایک پلنگ پر ایک عورت موجود تھی۔ اس کمرے کا صرف ایک دروازہ تھا اور وہی تھا جس کے ذریعہ وہ اندر آیا تھا۔ یہ عورت بھی جوان تھی اور خوبصورت بھی تھی مگر اس کے چہرے پر تھکاوٹ اور کمزوری ظاہر ہوتی تھی۔

اسی طرح اس نے تمام کمرے چیک کر لئے ہر کمرے میں عورت تھی اور جوان تھی آخری کمرے میں اس

نے ایک زیادہ عمر کی عورت کو دیکھا وہ بوڑھی نہ تھی صحت مند بھی تھی مگر اس کے چہرے پر رنج و غم کے بادل منڈلاتے صاف نظر آتے تھے اس کا لباس بھی میلا ہوا اور بے ترتیب تھا اور چہرہ کسی بھی قسم کے بناؤ سنگھار سے عاری تھا۔

رولوکا روپوشی کی حالت میں اس کے بہت قریب چلا گیا۔ اس عورت کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی وہ کبھی اٹھ کر کمرے میں دیوانوں کی طرح ٹہلتی کبھی رونے لگتی اور کبھی خود بخود زور زور سے ہنستی۔ رولوکا اس کی حالت دیکھ رہا تھا مگر اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ اس کی یہ حالت پاگل پن ہے یا انتہائے غم نے اس کے حواس گم کر دیئے ہیں، رولوکا کے لیے یہ ایک غور طلب معاملہ تھا اس لیے اس نے اس کے کمرے میں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔

رولوکا اس عورت کے بہت قریب رہا اور شاید رات ہو گئی تھی۔ دروازہ کھلا اور ایک نیم برہنہ عورت کمرے کے اندر آ گئی اس کے ہاتھ میں ایک بڑی سی تھالی تھی اور اس پر کپڑا ڈھکا ہوا تھا۔ وہ حاکمانہ انداز میں عورت سے مخاطب ہوئی۔ "اب اٹھ جا مہارانی..... بہت آرام کر لیا بھوجن کر لے اور تیار ہو جا گرو کے آنے کا وقت ہو رہا ہے۔"

عورت نے اس کی طرف دیکھا اور بولی۔ "تو روز روز ماس لے آتی ہے۔"

"ارے کھا لے تو نے تو کیا تیرے پرکھوں نے کبھی یہ ماس نہیں کھایا ہوگا۔ بڑا مہنگا ماس ہے یہ اور تو نخرے کرتی ہے ارے بے وقوف اسی کی بدولت تو اب تک گرو کے پاس ہے۔"

عورت بولی۔ "وہ مجھ سے انتقام لے رہا ہے اس نے مجھے یہاں پر قید کر رکھا ہے۔"

"بس تو بھوجن کر اور تیار ہو جا اس طرح اجڑی بگڑی گورو کی نظر میں آئی تو تیرے ساتھ میری بھی خیر نہیں ہوگی۔"

عورت نے تھالی پر سے کپڑا اٹھایا اور کھانا کھانے لگی۔ کھانے کے بعد پانی پیا اور پھر بالوں میں کنگھی کرتے کرتے اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اچانک وہ کھڑی ہو گئی اور آسمان کی طرف منہ کر کے زور سے بولی۔ "ہے بھگوان تو کہیں ہے کہ نہیں اگر ہے تو میری سنتا کیوں نہیں۔ میں ابھاگن کب تک اس گندی آگ میں جلتی رہوں۔ اس نرکھ سے تو تیرا نرکھ اچھا ہوگا۔" اور نہ جانے کیا کیا وہ کہتی رہی روتی رہی اور پھر تھک کر زمین پر بیٹھ گئی۔

رولوکا کمرے کے ایک اندھیرے حصہ کی طرف چلا گیا مگر وہاں بھی اس کو پورا کمرہ نظر آتا تھا۔ کچھ دیر گزری تھی کہ دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھلا اور ایک شخص اندر آیا اس کے آتے ہی شدید بدبو کمرے میں بھر گئی رولوکا کو ناک بند کرنا پڑی۔

آنے والے کے بدن پر کوئی لباس نہ تھا وہ بالکل برہنہ تھا اس کی آنکھیں سرخ اور بڑی بڑی تھیں جسم تر و تازہ اور طاقتور لگتا تھا۔ جسم پر بے تحاشا بال تھے مگر چہرہ اور سر بالوں سے محروم تھے ناک لمبی اور طوطے کی چونچ جیسی تھی دہانہ بڑا تھا۔ وہ اندر آتے ہی چونک پڑا اور عورت کی طرف نہ گیا اس کی آنکھیں کمرے میں کچھ تلاش کرنے لگیں مگر اس کو کچھ نظر نہیں آیا۔ مگر اس کو خطرے کا احساس ضرور ہوا تھا۔

وہ عورت کے قریب گیا اور اپنی بھدی آواز میں بولا۔ "بتا کون آیا تھا؟"

عورت ڈر کر بولی۔ "یہاں کون آئے گا سوائے تیرے۔"

وہ دہاڑ کر بولا۔ "مجھے جل مت دے بتا کون آیا تھا؟"

عورت رو کر بولی۔ "کوئی نہیں آیا میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

اس نے غصہ سے زمین پر پیر مارے اور بولا۔ "دیکھتا ہوں میرے راستے میں بھانجی مارنے والا کون ہے۔ تو نے میرا سارا نشہ ہرن کر دیا۔" وہ دروازے کی طرف بڑھا اور باہر نکل گیا۔ کمرے سے جانے کے بعد

بھی اس کی بدبو کمرے میں تھی رولوکا بھی کمرے سے باہر آ گیا مگر باہر کوئی نہیں تھا۔

سنکھا کے سامنے ایک نئی اور نرالی شکتی آئی تھی وہ خود کو دنیا کا سب سے بڑا شکتی دان سمجھتا تھا۔ سنکھا کو اپنے پہرے داروں کی فکر تھی اور وہ ہر مقام پر گیا مگر کوئی ایک بھی اپنی جگہ موجود نہ تھا۔ وہ غصہ میں زور سے بولا۔" درگا! تیرے غلام دھوکا دے گئے، کالی تو نے بھی کچھ نہ بتایا، یہ آج کیا ہوا میرے استھان پر کون آ گیا اور تیرے دیئے پہروں کی نظر اس پر نہیں پڑی اور سب کہیں غائب ہو گئے۔ میں کس پر بھروسہ کروں بتا میں کیا کروں؟ مجھے نئی شکتی دے نئے وفادار دے۔ بول تو میں تیری خدمت کروں، ان آتماؤں کو کیا کروں جو میرے گرد ہر وقت اشارے کی منتظر رہتی ہیں یہ سب مجھے بے کار لگتی ہیں یہ کسی کام کی نہیں ہیں۔" وہ نہ جانے کیا کیا پہاڑ کی چوٹی پر بڑبڑاتا رہا۔

رولوکا کو یقین ہو گیا کہ وہ شیطان بھاگ گیا ہے تو وہ پلٹ کر پھر اس کمرے میں آ گیا مگر اس دفعہ روپوشی کی حالت میں نہیں بلکہ حکیم کامل کے روپ میں تھا۔ کانن نے مدت کے بعد کسی معقول آدمی کی شکل دیکھی تھی وہ پلنگ سے اتر کر رولوکا کے قریب آ گئی اور بولی۔" کتنے دن بعد میں نے کسی اچھے آدمی کی شکل دیکھی ہے، تم کون ہو؟"

" میں کون ہوں اگر میں بتا بھی دوں تو بھی کچھ فرق پڑنے والا نہیں ہے اس لیے اس سوال کو مت کر میں جو ہوں تیری مدد کو آیا ہوں بس یہ بات یاد رکھ۔"

" ٹھیک ہے نہیں پوچھتی مگر میں سمجھ گئی کہ وہ راکھشش تمہارے بارے میں ہی پوچھ رہا تھا۔"

" ہاں وہ میرے بارے میں ہی پوچھتا تھا میں نے اس کو دیکھا ہے اور وہ میری تلاش میں باہر گیا ہے۔ تو یہ بتا تو کون ہے اور کس طرح اس ظالم کے چنگل میں پھنس گئی؟" رولوکا نے پوچھا۔

یہ سن کر کانن تیزی سے زمین پر بیٹھ گئی اس کی ٹانگوں نے اس کا وزن اٹھانے سے انکار کر دیا اس کے بدن میں خون کی گردش بڑھ گئی اور اس کا سر جھک کر دونوں گھٹنوں کے درمیان آ گیا اور آنسو کی دھار اس کے پیروں پر پڑنے لگی۔ اور بدن کے اندر بڑے طوفان آنے لگے۔

وہ سچائی کو کیونکر زبان پر لائے۔ رولوکا اس کی حالت دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ انسان کے اعصاب ایک حد تک دماغی دباؤ کو برداشت کرتے ہیں اگر وزن زیادہ ہو تو وہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ کچھ کی زبان اکڑ جاتی ہے اور وہ الفاظ کو ادا کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں کچھ کا دماغی نظام بگڑ جاتا ہے اور وہ بے خودی کی حالت میں چلے جاتے ہیں۔ اس نے عورت کو کہا۔" میں جانتا ہوں تم مظلوم ہو تم نے بڑی اذیت برداشت کی ہے مگر جب ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے تو ظالم کا آخری وقت آ جاتا ہے۔ دنیا میں ہزاروں ظالم آئے ہیں مگر ان کا حشر بھی بہت برا ہوا۔ تم اکیلی نہیں ہو اور بھی عورتیں اس جگہ موجود ہیں اور وہ خوشی سے نہیں ہیں تم پر جو اب تک ظلم ہوا ہے اس کا حساب اس سے ضرور لیا جائے گا تم خود پر اتنا بوجھ نہ ڈالو اور سکون سے بتاؤ کہ تم کون ہو تمہارا سچا بیان تمہاری زندگی کی ضمانت ہے۔"

رولوکا کے الفاظ نے اس کے ذہن میں برپا طوفان میں کمی کر دی اور وہ رحم طلب نظروں سے رولوکا کی طرف دیکھنے لگی تو رولوکا بولا۔" انسان گناہ بھی کرتا ہے کچھ گناہ جان بوجھ کر کرتا ہے اور کچھ انجانے میں ہو جاتے ہیں کچھ خواہشات کی کثرت ان سے کراتی ہے اگر اس کو یہ احساس ہو جائے کہ وہ گناہ گار ہے اور آئندہ کے لیے توبہ کر لے اور گناہ نہ کرے تو اس کی معافی کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔ پیدا کرنے والا ظالم نہیں ہے وہ رحم کرتا ہے مگر اس کا دارومدار انسان پر ہے اس کے رویہ پر ہے۔" رولوکا بولا۔

کانن نے گھٹنوں سے سر اٹھایا۔ اس کی آنکھیں اب بھی بھیگ رہی تھیں۔ ہونٹ کانپ رہے تھے مگر آواز نہیں آ رہی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر خیالات کی آندھی اس کے الفاظ کو اڑا رہی تھی۔ اور ہونٹوں پر صرف کپکپاہٹ تھی۔

رولوکا نے اس کی اس کیفیت کو سمجھ لیا اور اس کے قریب بیٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''تم کو میں یقین دلاتا ہوں کہ اب تم پر کوئی آفت نہیں ٹوٹے گی مگر تم کو بتانا ہوگا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو؟''

کانن کے حوصلے میں نئی کمک آ گئی اس نے رولوکا کے مہربان چہرے کو دیکھا اور کپکپاتی آواز میں بولی۔

''میرا نام کانن ہے۔ کانن کمہارن اور میں گناہ گار ہوں۔'' اور اس نے یہاں آنے تک کی پوری کہانی بیان کر دی۔

رولوکا بولا ''یہ ایک مکمل شیطان ہے اس کا وجود دھرتی پر انسان کے حق میں بہت ہی کربناک ہے۔ یہ مجسم بدی ہے اس کے وجود کی قربت انسان کو خواب میں بھی ڈراتی ہے۔ یہ معصوم انسانوں کو اپنی خوراک بناتا ہے اور عورتوں کو ہوس کا نشانہ بناتا ہے۔ یہ تمہاری اولاد ہے مگر تم اب اس کو بھول جاؤ جواب تک ہوا سب بھول جاؤ۔''

رولوکا کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی اور وہ پہاڑ کی چوٹی کی طرف جا رہا تھا۔

اس نے پہاڑ پر پہنچ کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں تو اس نے دیکھا کہ ان پہاڑوں پر نئے پہرے دار موجود تھے۔ ایک سے ایک بڑا طرم خان کسی کے ہاتھ میں گرز تھا تو کسی کے ہاتھ میں تیر کمان۔ کسی کا قد آسمان کو چھو رہا تھا تو کوئی ہوا میں اڑتا پھر رہا تھا۔ کوئی کالی کا تھا، کوئی درگا کا اور کوئی بھوانی کا چیلا تھا۔ کالی شکتی کے بڑے بڑے پہلوان پہاڑ کی چوٹی پر رولوکا کا انتظار کر رہے تھے۔ مگر رولوکا کو تو اس شیطان کا انتظار تھا جس کا نام سنکھا تھا جس کے حکم سے یہ سب یہاں پر موجود تھے رولوکا واپس نیچے اتر آیا اور اس نے ان تمام عورتوں کو خفیہ کمروں سے باہر نکال لیا اور ایک کمرے میں جمع کر دیا اور کہا۔ ''تم سب آزاد ہو مگر یہ جگہ تمہارے لیے خطرناک ہے وہ شیطان کسی وقت بھی اپنی شیطانی طاقت سے یہاں آ سکتا ہے اور پھر تمہاری جانوں کو خطرہ ہو سکتا ہے اس لیے میں تم کو اس مقام سے ایک ایک دو دو کر کے باہر بھجواتا ہوں ایک ساتھ جانا خطرناک ہو سکتا ہے۔''

اور پھر اس نے اپنے ایک کارندے کو اشارہ کیا وہ نمودار ہوا اور دو عورتوں کو بغل میں دبا کر پرواز کر گیا۔ سارے دن رولوکا ان عورتوں کو ان کے گھروں پر پہنچاتا رہا۔ وہ ہندوستان کے دور دراز شہروں اور گاؤں کی تھیں۔

کانن نے کہا۔ ''میں نہیں جاؤں گی میں اس راکھشش کا حشر دیکھوں گی۔ میرے ماتھے پر جو داغ لگا ہے وہ میں نہیں ہٹا سکتی اور اگر جاؤں تو کس کے پاس جاؤں میرا بیٹا میرے متعلق نہ جانے کیا خیال کرتا ہوگا میرا گھر والا مر گیا اس نے مرتے سے کہا تھا کہ اس کا خون میری گردن پر ہے میں اس کے خون کا نشان اپنی گردن پر سے کیسے چھڑاؤں گی میں نے گناہ کیا تھا میں قبول کرتی ہوں پر وہ احساس گناہ میری زندگی کا روگ بن گیا ہے میں زندہ رہنا نہیں چاہتی مگر مر کر میری آتما سکون پائے گی اس کا بھی مجھے بھروسہ نہیں ہے کیونکہ میرے گناہ نے کتنا بڑا شیطان جنم دیا یہ سوچ سوچ کر میں پریشان ہوں میرے گناہ نے کتنی معصوم لڑکیوں کی عزت کو تار تار کیا ہے کتنے ماں باپ کو ان کی اولادوں سے محروم کیا ہے میں کیا کروں میری سمجھ میں نہیں آتا۔''

رولوکا نے اس کی بات غور سے سنی اور وہ اس کے احساسات و جذبات کو سمجھ گیا پھر بولا۔ ''میری بات غور سے سنو اور سمجھو جو نہ سمجھ میں آئے تو بار بار سوال کرو میں بار بار بتاؤں گا۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے اس وقت کس ذات میں کسی مذہب میں پیدا ہوا وہ پاک صاف ہوتا ہے مذہب کا ذات برادری کا لباس اس پر بعد میں آتا ہے جوں جوں اس کی عمر بڑھتی ہے اور وہ عالم بے خبری سے عالم ہوش میں آتا ہے وہ اپنے عمل سے خیر یا شر کماتا ہے اور عمل اس کی عقل کا تابع ہوتا ہے میں کہتا ہوں عقل ہی اس کا نفس بھی ہوتی ہے اگر نفس قابو میں نہ رہے تو شیطان اس پر قبضہ جما لیتا ہے اور انسان برائی کو برائی سمجھتے ہوئے بھی عمل کرتا جاتا ہے عقل ایک ترازو ہے اس کا پلڑا برائی

کی طرف جھک گیا تو جھکتا ہی جاتا ہے پھر اس کی نظر میں کوئی برائی برائی نہیں رہتی اس کی نظر سے رشتوں کے تقدس، انسانی ہمدردی کوئی حیثیت نہیں رکھتی تم نے اپنی ماتا کی شدت یا جسمانی طلب کی بدولت ایک بھاری غلطی ضرور کی ہے مگر آگے آنے والے حالات تمہارے قابو میں نہیں تھے تم نے ایسا سوچا نہیں تھا تمہارے گناہ کو رب کائنات نے دیکھا ہے تم اس سے وعدہ کرو اور توبہ کرو مجھے یقین ہے کہ وہ تم کو ضرور معاف کرے گا اور تمہاری آتما کو بھی سکون دے گا۔ اس لیے تم اپنے گھر جاؤ اور اپنے بیٹے کے ساتھ زندگی کے باقی دن بسر کرو، مگر تم اپنے دھرم کے حساب سے اپنے گناہوں کی معافی ضرور مانگو اور کوئی نیا گناہ نہ کرو اور یقین کرو یہ ظالم جلد ہی ختم ہونے والا ہے۔"

انسان کے لیے سب سے خطرناک چیز طاقت ہے۔ یہ طاقت دولت کی ہو اقتدار کی ہو، علم کی ہو یا ماورائی طاقت انسان کو گھمنڈی اور بے حس بنا ڈالتی ہے۔ اگر طاقت دولت کی ہے تو وہ اور زیادہ کی طلب میں کم وسائل کے لوگوں کو کنگال کر کے خوش ہوتا ہے۔ اگر اقتدار کی طاقت ہے تو وہ اپنی کرسی کا ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے حق دار کو حق سے محروم کرتا ہے اور اپنے اقتدار کو طول دینے میں اپنی پوری انرجی صرف کرتا ہے۔

جسمانی طاقت والا ہر کمزور پر ہاتھ اٹھا دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا کچھ نہیں ہوگا۔ طاقت وہ نشہ ہے جو انسان سے بصارت اور بصیرت دونوں چھین لیتا ہے اور یہ فریب خوردہ انسان کسی کی بھی بے بسی کا فائدہ اٹھا کر سمجھتا ہے اس نے بہت ہی عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔

سنکھا کی تربیت ایک شیطان نے کی تھی اس کے کان میں ہر وہ بات ڈالی گئی تھی جو انسانوں کے لیے تکلیف دہ تھی اور شیطان کو خوش کرنے والی تھی۔ اس کو وہ غذا دی گئی تھی جو انسانوں کے استعمال کی نہیں تھی۔ اس کے پیٹ میں گندگی اور حرام غذا پہنچائی گئی تھی اور اس کی زبان سے وہ کلمات ادا کروائے گئے تھے جو شیطان کے لیے تھے۔ حالانکہ یہی بچہ جب پیدا ہوا تھا عام بچوں کی طرح معصوم تھا ہر پیدا ہونے والا بچہ معصوم ہی ہوتا ہے۔

وہ حرام کا ہے یا حلال کا اس کو پتہ نہیں ہوتا یہ تو پیدا کرنے والی عورت جانتی ہے کہ وہ کیا ہے دنیا میں نہ جانے کتنے بچے ہوں گے جو اپنے باپ کے نہیں ہوں گے مگر وہ سب سنکھا تو نہیں بن گئے اس بچے کی بدنصیبی ہی تھی کہ وہ ایک شیطان کے ہاتھ چڑھ گیا اور اس نے اس کو اپنے طور پر پرورش کیا اور وہ دنیا کے لیے ایک بڑا خطرہ بن گیا۔"

تمام کمرے خالی تھے اب یہاں پر صرف ردلوکا تھا رات ہو چکی تھی وہ پھر پہاڑ کی چوٹی پر آ گیا اس کے قریب ترین جو سنکھا کا پہرے دار تھا اس کے پاس ایک بھاری گرز تھا اور اس کی لمبوتری شکل بندر سے ملتی تھی بدن کا بھاری اور پہلوان لگتا تھا ردلوکا کچھ فاصلے پر اس کے سامنے کھڑا تھا وہ جادوئی پہلوان بار بار ہوا میں گرز زور سے گھماتا تھا ردلوکا اس کی پریشانی سمجھ رہا تھا پھر اس پہلوان نے اپنا گرز ایک طرف رکھ دیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اطراف میں دیکھنے لگا بس اتنی مہلت ردلوکا کے جاگتے الو کے لیے بہت تھی۔ وہ گرز پنجوں میں دبا کر اڑ گیا وہ پہلوان بھی اس کے ساتھ اڑا لیکن اس کا گرز ہی اس کے سر پر پڑا اور پہلوان کانچ کے برتن کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضاء میں بکھر گیا۔

اب ردلوکا آگے بڑھا اور تیر کمان والے پہرے دار کی طرف چلا گیا۔ وہ بھی بار بار کمان میں نہ معلوم کس کا نشانہ لے رہا تھا۔ ردلوکا کے قریب جاتے ہی اس کی بے چینی میں اضافہ ہو گیا اور وہ گھوم کر نشانہ لینے لگا مگر کمان سے ایک بھی تیر اس نے نہ چھوڑا آخر کس پر چھوڑتا۔ اس کا احساس کسی کی موجودگی بتا رہا تھا مگر اس کی آنکھ کچھ دیکھنے سے قاصر تھی۔ آخر اس نے تیر کمان زمین پر رکھ دی اور دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر دوربین بنائی اور خلاؤں میں کچھ تلاش کرنے لگا اور اس کی کمان جاگتے الو کے پنجوں میں آ گئی اور وہ اس کو لے کر اڑا۔ اس کا پورا دھیان کمان کی طرف تھا دوسری طرف سے کسی بہت ہی بھاری

پرندے نے اس پر حملہ کر دیا اور وہ زمین پر گر پڑا اور پھر اس کو مہلت نہ ملی اور اس کے ٹکڑے چوٹی پر بکھر گئے اور پوری فضا میں نہایت ناگوار قسم کی بدبو پھیل گئی یہ بیر جو مارے گئے تھے وہ سنکھا کی بڑی تپسیا کے بدلے میں ملے تھے۔ان میں پہلوان درگا کا تھا اور تیر انداز بھیرو کا تھا ان پر سنکھا کو بہت بھروسہ تھا مگر وہ کوئی کام دکھائے بغیر ختم ہو گئے لڑائی کے میدان میں جو جرنیل اپنی فوج کو ترتیب اور عقل مندی سے استعمال کرتا ہے وہ کم سے کم نقصان اٹھاتا ہے۔ جنگ تعداد سے نہیں جیتی جاتی فوج کو کس وقت آگے جانا ہے اور کس وقت واپس آنا ہے موقع سے فائدہ اٹھانا اور ضرورت کے مطابق اور مقابل کے ہتھیاروں سے بچتے ہوئے اس طرح سے حملہ کرنا کہ اس کی سمجھ میں نہ آئے اور وہ گھبراہٹ کا شکار ہو جائے پھر اس گھبراہٹ سے مزید فائدہ اٹھانا ہی ایک جرنیل کی خوبی ہوتی ہے۔

رولوکا ان کالے علم کے ماہرین کی نفسیات کو خوب جانتا تھا اس نے بہت معرکے ان سے کیے تھے۔ان لوگوں کے کان میں شیطان یہ بات خوب اچھی طرح ڈال دیتا تھا کہ تو بہت بڑی شکتی کا مالک ہے تو سب کچھ کر سکتا ہے اصل میں شیطان خود بھی اپنے کسی مقابل کی قوت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں کر پاتا اس میں اتنی قوت نہیں ہے کہ نیکی کی طاقت کا ٹھیک اندازہ کرے اس لیے وہ اپنے کسی چیلے کو آگے رکھتا ہے اور اس کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے تو بڑا مہان ہے تیرے پاس بہت بڑی طاقت ہے اور چیلا سولی پر چڑھ جاتا ہے۔

شیطان اتنا خود غرض ہے کہ اس کو اپنے چیلے کے مرنے یا جینے سے کوئی غرض نہیں ہوتی وہ اس کو اپنا آلہ کار اپنے گندے مقاصد کو پورا کرنے کو بناتا ہے۔ رولوکا شیطانی فطرت اور اس کی سوچ کو سمجھ چکا تھا وہ عین اس کی فطرت کے مطابق اس کے ساتھ جنگ کرتا تھا اس طرح اس نے چوٹی پر اس کے جتنے سورما تھے سب کو ختم کر دیا اور پھر واپس وادی میں آ گیا اس لیے کہ سنکھا پھر آئے گا اپنے سورماؤں کے پاس اور ان کو نا پا کر اس کا پارہ پھر اوپر جائے گا اور وہ خود غلطی کرے گا گرم لوہے کو ٹھنڈا لوہا کاٹ دیتا ہے وہ اس سے غلطی کروانا چاہ رہا تھا۔

رولوکا کے پروگرام کے عین مطابق وہ دوسرے دن اپنے پہرے داروں کے پاس آیا مگر وہاں پر کسی کو نہ پا کر اس کا دماغ پھر گیا اس نے ایک ایک کر کے سب سورماؤں کو پکارا مگر کسی کا جواب نہ آیا وہ سمجھ گیا کہ دشمن بہت ہوشیار اور شکتی والا ہے۔

وہ آخر شیطان کا درجہ اول کا چیلا تھا، مکر و فریب اور دھوکا دہی اس کا ہتھیار تھا وہ وادی میں نہ آیا اور کلکتہ کالی کے بڑے مندر کی طرف روانہ ہوا۔شام ہو رہی تھی مندر کے دروازے بند تھے مگر وہ اندر چلا گیا اور کالی کے برہنہ مورتی کے سامنے ڈنڈوت کر کے آسن جما کر بیٹھ گیا اور گڑگڑا کر بولا۔'' دیوی یہ کیا ہو رہا ہے تیرا سیوک پریشان ہے، میں نے تیرے چرنوں میں کتنی بھینٹ دی ہے اور تو نے اپنی شکتی مجھے دی ہے میں تیرا پجاری تیرا سیوک اب تک یہ نہ سمجھ سکا کہ میرا دشمن کون ہے وہ برابر میرا نقصان کر رہا ہے اور میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟ تیری دی ہوئی ودیا میرے کسی کام نہیں آ رہی ہے اتنا مجبور کبھی نہیں تھا، کچھ کر دیوی ورنہ یاد رکھ تجھ پر سے تیرے سیوکوں کا اعتبار اٹھ جائے گا۔وہ کوئی اور دروازہ تلاش کریں گے پھر تیرے چرنوں میں کون بھینٹ چڑھائے گا کون تیرے پاس آئے گا۔''

وہ ساری رات روتا رہا گڑگڑاتا رہا غصہ کرتا رہا مگر دیوی کا جواب نہ ملا۔سویرے پجاری نے دروازہ کھولا اور اس کو دیوی کے چرنوں سے ہٹا کر باہر لایا اور بولا۔'' تم اتنے بڑے شکتی دان ہو پر اتنی بات سمجھ میں نہ آئی ارے اگر دیوی تیری مدد کرنا چاہتی تو کچھ اشارہ ملتا اس لیے تیرا اب اس در پر رہنا بے کار ہے تیرے پاس کسی ایک کی شکتی تو نہیں ہے کوئی اور دروازہ دیکھو بھکاری کسی ایک دروازے پر تو دھرنا دے کر نہیں بیٹھ جاتا ہے۔ اس دنیا میں اور بھی شکتی والے ہیں، درگا کے پاس جا، بھوانی کو ٹٹول، تو نے ان کو خوش کیا ہے۔''

سنکھا کی سمجھ میں پجاری کی بات آ گئی اور وہ المورڑا روانہ ہوا۔ المورڑا نینی تال سے بھی آگے ایک پہاڑی مقام ہے ان پہاڑیوں کے درمیان ایک بہت بڑا مندر ہے لوگ اس کو درگا کا استھان کہتے ہیں اس میں ایک مورتی ہے اس کے کئی ہاتھ ہیں۔ دور دور سے لوگ یاترا کے لیے آتے ہیں یہاں پر بھی سنکھا رات کو پہنچا اور سیدھا دیوی کے چرنوں میں جا کر آسن جما کر بیٹھ گیا۔ رات بھر وہ اپنی روداد غم اور پریشانی بیان کرتا رہا مگر دیوی نے کچھ نہ کہا۔ اور سویرے پجاری نے وہی کہانی بیان کر دی جو کالی کے پجاری نے سنائی تھی۔

اس مقام پر اس کو ناکامی ہوئی اور وہ تھک کر پہاڑی چوٹی کے راستے وادی میں آ گیا۔ رولوکا کے ہرکارے دیکھ رہے تھے مگر ان کو اس پر حملہ کرنے کی اجازت نہ تھی وہ سرنگ کے راستے اندر ہال میں آیا اور پھر ہر کمرے میں اس نے چکر لگایا مگر اس کو کچھ نہیں ملا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی نگرانی ہو رہی ہے اس کو دیکھا جا رہا ہے اس کی ہر حرکت پر نظر ہے مگر وہ کون ہے جو یہ کر رہا ہے یہ بات اس کی ودیا اور اس کی کسی دیوی نے اس کو نہیں بتائی تھی۔ وہ بڑے ہال کے دروازے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور زور سے بولا۔

”میں تیری شکتی کو مان گیا ہوں، تو جو بھی ہے مجھے درشن کرا دے، میں کس سے لڑوں کس کو اپنی شکتی دکھاؤں، میں اتنا نقصان اٹھا کر بھی اندھیرے میں ہوں، تو جو بھی ہے تو نے بہادری کی لڑائی نہیں لڑی، تو میرے سامنے آ، میں ہار مان جاؤں گا۔“

رولوکا جو اس سے زیادہ دور نہ تھا بلند آواز سے بولا۔ ”تو بڑا بہادر ہے کمزوروں پر زور دکھاتا ہے بے بس عورتوں کے ساتھ ظلم کرتا ہے نوجوان اور بچوں کو اپنی دیوی دیوتاؤں کے آگے بھینٹ کرتا ہے اور ان کا گوشت کھا جاتا ہے۔ تو بڑا بہادر ہے، تو نے اپنے گرو کی خوشی کی خاطر اپنی ماں کو تکلیف دی تو اور تیرا گرو دونوں بہت بہادر ہیں مگر کمزوروں کے لیے، تیری بہادری کتنی ہے تجھے اب پتہ چلی ہے۔ میں تیرے انتظار میں یہاں پر موجود تھا میں جانتا تھا کہ تو آئے گا۔ تو دنیا کا ذلیل ترین آدمی ہے، بول تجھے کون سی سزا دی جائے کہ وہ تیرے معیار کی ہو، غور سے سن تو یہاں پر اکیلا ہے، تیرے سارے اوزار اس وادی کے باہر کھڑے ہیں اندر کوئی نہیں آ سکتا، اس لیے کوئی چھل کپٹ ہوشیاری یا چالاکی کر کے فریب کرنے کی کوشش نہ کرنا اور کرے گا تو کچھ نہ ہوگا۔“

سنکھا نے گھبرا کر آسمان کی طرف دیکھا اور چاہا کہ اڑ کر باہر نکل جائے مگر وہ کھڑا رہا پھر اس نے زمین پر لوٹ لگائی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”یہ کیا مداریوں والے کام کر رہا ہے، تو سنکھا ہے جادو کے بہت بڑے درجے پر ہے تو اپنا درجہ تو دیکھ۔ میں پہچان چکا ہوں تیری ساری شکتی وادی کے باہر رہ گئی ہے مگر تو پھر زمین پر لوٹ رہا ہے ذرا شرم کر۔“

سنکھا کھڑا ہو گیا اور بولا۔ ”میں ہار گیا.... مجھے معاف کر دے۔“

”تو نے کبھی ایسا کیا ہے تو نے کسی پر رحم کیا ہے کس منہ سے معافی مانگ رہا ہے۔“

”اچھا تو مجھے سزا دے مگر ہر مرنے والے کی ایک خواہش ضرور پوری کی جاتی ہے وہ تو کر دے۔“

”پھر کوئی فریب کر رہا ہے۔“ رولوکا بولا۔

”نہیں.... میں مرنے سے پہلے تیرے درشن کرنا چاہتا ہوں.....“

”تیری خواہش پوری نہیں ہوگی اس لیے کہ تو نے ہزاروں کو مارا ہے اور کسی سے اس کی آخری خواہش پوچھی تک نہیں تو پھر تیری آخری خواہش کیوں کر پوری ہوگی۔“

اس کی سزا شروع ہو گئی، ایک چھوٹا سا پرندہ اڑ کر آیا اور اس کے پیٹ سے گوشت نوچ کر لے گیا۔ پھر دوسرا آیا اور ایک بوٹی وہ لے گیا۔ اس طرح اس کا گوشت وہ پرندے کھاتے رہے وہ درد و تکلیف سے کراہتا رہا۔ چیختا رہا گوشت کم ہوتے ہوتے ختم ہو گیا، پھر جسم کے دوسرے اعضاء آہستہ آہستہ ان پرندوں کے منہ میں جاتے رہے مگر وہ زندہ رہا۔

اب رولوکا کے سامنے ایک ہڈیوں کا ڈھانچا پڑا تھا اس کا منہ کھلا تھا اس کے چہرے پر کھال تک نہ تھی ہڈیوں پر سے گوشت چیونٹیاں صاف کر گئی تھیں۔ یہ اس سفاک اور ظالم کا انجام تھا۔ یہ کہانی ہزاروں بار دہرائی گئی ہے مگر آج بھی دنیا میں ظالم موجود ہے۔ ظلم آج بھی ہو رہا ہے صرف ذرا طریقہ کار میں تبدیلی ہے۔ آج بھی انسانوں کی قربانی دی جا رہی ہے۔

☆.....☆.....☆

بہت عرصہ گزر گیا تھا، رولوکا کا ذہنی رابطہ تو افریقہ سے تھا مگر وہ خود نہیں جا سکا تھا اس کی وجہ اس کی مصروفیت ہندوستان میں بہت بڑھ گئی تھی، کوئی نہ کوئی کیس اس نوعیت کا آ جاتا تھا کہ وہ اس میں الجھ جاتا تھا۔

مگر اس دفعہ ایسا ہوا کہ افریقہ میں اس کی ضرورت پڑ گئی اور وہ سوچ میں پڑ گیا۔ حکیم وقار نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے، گہری سوچ میں ہو؟''

''ہاں یہی بات ہے۔'' رولوکا بولا۔

''پھر تو ضرور کوئی گہری بات ہوگی۔'' حکیم وقار نے کہا۔

''دراصل بات یہ ہے حکیم صاحب کہ تنزانیہ کے جنگلات میں ایک ایسا قبیلہ آباد ہے جس کو ابھی تک دنیا کی ہوا نہیں لگی۔ یہ لوگ نہ باہر جاتے ہیں اور نہ کسی کو اپنے علاقے میں آنے دیتے ہیں۔ بیرونی دنیا کتنی بڑی ہے اور کہاں کہاں آباد ہے ان کو کچھ پتہ نہیں یہ لوگ نہایت وحشی اور جنگ جو قد آور اور طاقت ور لوگ ہیں ان کی زبان بھی ایسی ہے کہ یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔ ان کی آبادی بڑھ رہی ہے اور وہ جنگل میں پھیل رہے ہیں اس سے قرب و جوار کے دوسرے لوگوں کو پریشانی ہو رہی ہے یہ کسی کی بات نہیں سنتے ان کے سردار اور ان کا راہ نما جادوگر کسی کی بات نہیں سن رہا، ان حالات میں میرے پاس کئی پیغامات آئے ہیں اب ایسا لگتا ہے کہ مجھے ادھر جانا ہی ہوگا اگر نہ گیا تو ڈر ہے بہت خون خرابہ ہوگا۔'' رولوکا نے کہا۔

''تم نے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو واپسی کے بارے میں بھی بتا دو۔'' حکیم وقار نے کہا۔

''حالات پر منحصر ہے کہ میں کب فارغ ہوتا ہوں مگر میرا آپ سے رابطہ رہے گا، میں آپ سے ضرور رابطہ کرتا رہوں گا۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

''اس دوران تمہاری ضرورت مجھے ہوئی تو۔'' حکیم وقار بولے۔

''میں وہاں رہ کر بھی آپ کی مدد کروں گا۔'' رولوکا بولا۔

''تو پھر مجھے فکر نہیں ہے تم اطمینان سے وہاں کے حالات کو قابو کرو۔'' حکیم وقار نے کہا۔

''میں کل رات روانہ ہو جاؤں گا میں یہاں پر اسی کارندے کو چھوڑ رہا ہوں جو آپ کو دوائیں لا کر دیتا ہے وہ ہر وقت یہاں رہے گا مگر سامنے صرف آپ کے آئے گا آپ صرف آواز دیں گے اور وہ حاضر ہو جائے گا، اس کا نام گابا ہے۔'' اور پھر رولوکا نے آواز دی۔ ''گابا۔''

ایک نہایت قد آور افریقی جوان رولوکا کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ رولوکا نے حکیم وقار کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''گابا یہ تمہارے آقا ہیں آج سے تم ان کے حکم پر کام کرو گے۔''

گابا نے گردن جھکا کر اقرار کیا اور افریقی زبان میں کچھ کہا۔ رولوکا بولا۔ ''ہاں یہ اردو میں حکم دیں گے تم تو ان کی زبان جانتے ہو۔''

گابا نے پھر گردن جھکا کر اقرار کیا اور غائب ہو گیا اس کے جانے کے بعد رولوکا بولا۔ ''یہ گابا میرے پاس بچپن سے ہے میرے والد نے مجھے جہاں اور بہت کچھ دیا تھا، وہیں یہ بھی دیا تھا۔ یہ اندھیرے کا ایسا تیر ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا، بڑے سے بڑا سفلی اور کالے علم کا ماہر اس کو کنٹرول نہیں کر سکتا، میرا باپ افریقہ کا وچ ڈاکٹر تھا اور اس کا باپ بھی یہی تھا۔ اگر آپ غور کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ سردار کے سر پر وچ ڈاکٹروں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس لیے سردار بھی اپنی مرضی نہیں کرتا وہ وچ سے مشورہ کرتا ہے کیونکہ طاقت اسی کے پاس ہوتی ہے۔''

رولوکا رات کو چلا گیا پہلے مصر گیا اور پھر افریقہ میں داخل ہوا۔ وہ فوراً منزل پر پہنچنا چاہتا تو سیدھا وہیں جاتا مگر اس کا ارادہ تھا کہ پہلے جنگلات کے حالات کو دیکھنا چاہئے۔ بہت جگہوں پر اس نے محسوس کیا کہ وہاں پر ماڈرن زمانے کے انسانوں کا آنا جانا شروع ہو گیا تھا اور جنگلات کا بہت سا قصبہ یوگنڈا کے کاشت کاروں نے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا مگر یہ بات اس کی نظر میں بری نہ تھی۔ زندہ انسان اپنے لئے اناج پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے زمین کی ضرورت تو ہوتی ہے مگر یہ صرف کنارے پر ہی تھا جنگل کے اندر ماحول ویسا ہی تھا ہر طرف گھنے درخت، گھاس اور جھاڑیاں اور ان میں لگے پھل پھول اس کے چاروں طرف ایک دنیا آباد تھی درختوں پر بندر اس کو دیکھ کر آوازیں نکال رہے تھے۔ افریقہ میں بارش کسی بھی وقت ہو جاتی ہے۔ پانی کی فراوانی ہی جنگلات پیدا کرتی ہے۔ رولوکا ایک درخت کے سائے میں کھڑا تھا اس کے سامنے ایک برساتی نالا تھا اور وہ بہت تیزی سے نشیب کی طرف بہہ رہا تھا۔ اس سے پتہ چلتا تھا کہ جنگل کے کسی حصہ میں زوردار بارش ہوئی ہے۔

درخت پر سے ایک بندر کود کر اس کے سامنے آ گیا یہ بہت بڑا اور طاقتور بندر تھا اس نے اپنا بڑا سا دہانہ کھول کر خی خی قسم کی آواز منہ سے نکالی۔ رولوکا نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔ ''میں ابھی اس طرف نہیں جاؤں گا۔''

بندر نے پھر کچھ کہا تو رولوکا نے جواب دیا۔ ''تمہارا شکریہ کہ تم نے مجھے یاد رکھا ہاں میں وہی ہوں۔''

بندر نے پھر کچھ کہا تو رولوکا بولا۔ ''اس کی ضرورت نہیں مجھے بھوک نہیں ہے۔''

اور رولوکا اسی درخت کے تنے کے پاس لیٹ گیا اور سو گیا۔ صبح سویرے وہ فریش ہو کر اٹھا تو اس نے دیکھا کہ اس کے چاروں طرف جنگل کے پھل فروٹ رکھے تھے کئی بندر اس فروٹ کی چوکیداری کر رہے تھے۔ پانی کے بہنے کی آواز نہیں آ رہی تھی بڑے بندر نے کچھ کہا تو رولوکا ہنس کر بولا۔ ''تم نے آخر اپنی خوشی کر لی تمہاری خوشی کی خاطر میں یہ فروٹ کھاتا ہوں۔'' اور رولوکا نے اس فروٹ سے خوب سیر ہو کر پیٹ بھر لیا اور بولا۔ ''اب میں جاتا ہوں۔''

بندروں کا ریوڑ پانی کے نالے تک آیا اور رولوکا پانی میں اتر گیا۔ پانی زیادہ گہرا نہ تھا وہ بڑی آسانی سے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ اب اس کے سامنے ایک اونچا پہاڑ تھا ایسا لگتا تھا جیسے ایک دیوار کھڑی ہے اس دیوار کی جڑوں میں سبزہ تھا اور خوش نما پھول اپنی بہار دکھا رہے تھے یہ سب پودے چھوٹے تھے کسی کسی میں کوئی پھل بھی لگا تھا رولوکا نے چلتے چلتے ان کو توڑا اور زبان پر اس کو چکھا بھی اور آگے بڑھ گیا۔ اس نے دیوار پر چڑھنے کی ذرا کوشش نہ کی وہ اس پہاڑی دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اس کے سر پر پرندے اڑتے رہے ایک جگہ دیوار میں اس کو ایک گول سوراخ نظر آیا اس نے جھک کر اس کے اندر دیکھا مگر اندر اندھیرا تھا وہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ اس کے اندر پیٹ کے بل رینگ کر جایا جا سکتا تھا۔

چند منٹ رولوکا اس سوراخ کے پاس کھڑا رہا اور پھر آگے چلا۔ دس پندرہ منٹ چلنے کے بعد اس کو ایک سوراخ اور نظر آیا مگر یہ بہت کشادہ تھا اس میں آدمی کھڑا ہو کر اندر جا سکتا تھا رولوکا نے اس کے اندر قدم رکھ دیا مگر چند قدم چلنے کے بعد اس نے زمین سے بجری نما مٹی اٹھا کر سونگھی اور اس سوراخ سے باہر آ گیا اور پھر آگے چلا کچھ دور پھر ویسا ہی بڑا سوراخ اس کے سامنے تھا رولوکا نے اس کے اندر جا کر اس کی زمین سونگھی دیواروں پر ہاتھ مار کر کچھ اندازہ کیا اور چند منٹ کھڑا رہا اور جب اس کو اندازہ ہو گیا کہ اس میں سے ہوا آ رہی ہے اور کسی قسم کی بدبو نہیں ہے تو اس نے آگے قدم بڑھا دیئے یہ سرنگ نما راستہ بھی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

رولوکا قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا تھا یہ اس کے لئے ایک نئی جگہ تھی۔ نئی جگہوں پر سفر کرنا تو رولوکا کا پسندیدہ کام

تھادہ اس سفر سے لطف اندوز ہو رہا تھا سرنگ میں کسی قسم کی آواز نہ تھی صرف اس کے قدموں کی آواز پتھروں کی دیواروں میں گونج رہی تھی۔ تین چار گھنٹے کے بعد اس کو جو آواز آئی وہ آواز ایسی تھی جیسے کوئی پن چکی قریب میں چل رہی ہو، سرنگ کے اندھیرے میں اس آواز کی بازگشت ایسی ہی تھی۔

رولوکا آگے بڑھتا گیا۔ مگر پھر یہ ہوا کہ آواز آنا اچانک بند ہوگئی اور ایک ایسی آواز آئی جیسے کئی ببر شیر ایک ساتھ بول رہے ہوں۔ رولوکا اب بھی نہ رکا کچھ دیر تک یہ آواز آئی اور پھر گہرا سکوت چھا گیا۔ آخر اس سرنگ کی انتہا ہوگئی اور رولوکا ایک وادی میں آگیا۔ اس وادی کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ کیونکہ اس وادی میں کوئی درخت نہ تھا سوکھی جھاڑیاں تک نہ تھیں آسمان سے سورج کی گرمی اس قدر زیادہ برس رہی تھی کہ کسی جاندار کا زندہ رہنا اس وادی میں ممکن نہ تھا وہ ابھی کچھ فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ ایک آواز اس کے کان میں آئی الفاظ افریقہ کی سب سے پس ماندہ زبان میں کہے گئے تھے، مگر رولوکا نے سمجھ لیا کوئی کہہ رہا تھا۔

''اے بدنصیب انسان میں نے تجھے اس وادی سے دور رہنے کے لئے اشارے دیئے مگر تیری بدنصیبی کہ تو آگے آتا گیا اور میری سلطنت میں میری اجازت کے بغیر داخل ہوا، یہاں کی گرمی تجھے چند گھنٹوں میں ختم کر دے گی۔''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''تو کون ہے؟ اور اس سرزمین پر اپنی سلطنت تو نے کیوں قائم کی ہے؟''

جواب آیا۔ ''میں افریقہ کا سب سے بڑا وچ منگی جو ہوں، تجھے اس لئے بتا دیا ہے کہ تو چند گھنٹوں کا ہے، میں مرنے والوں کو ناخوش نہیں مرنے دیتا کیونکہ ان کی روحیں مجھ سے ناراض ہو جاتی ہیں اور میرے ساتھ تعاون نہیں کرتیں تیری اور کچھ فرمائش ہو تو بیان کر۔''

''ہاں فرمائش ہے اور وہ یہ کہ تو جس بل میں چھپ کر بول رہا ہے باہر آجا اگر تو نہ آیا تو میں تجھے چوہے کی طرح دم سے پکڑ کر باہر لے آؤں گا اور سن یہ گرمی سورج کی نہیں ہے میں سمجھ چکا ہوں۔'' رولوکا نے تیز آواز میں جواب دیا۔

کسی کے چیخنے کی زوردار آواز آئی۔ ''بہت بول رہا ہے تو کون ہے تعارف تو کرا دے؟''

''اس سرزمین پر فساد برپا ہے انسان انسان کا دشمن ہو رہا ہے صرف کچھ زمین کے لئے اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا یہ خود بخود نہیں ہو رہا اس میں ضرور کسی شیطان کا ہاتھ ہے اور میں اس شیطان کو پکڑنے آیا ہوں اور سن کہ میں وہ ہوں جو تجھے اور تیرے جیسے کئی کو سزا دے سکتا ہوں اس لئے تجھ پر لازم ہے کہ تو باہر آ کر میری بات سن۔'' رولوکا کی آواز میں رعب اور دبدبہ تھا۔

کچھ دیر آواز نہ آئی تو رولوکا بولا۔ ''تو نے جواب نہیں دیا تو سن، میں رولوکا ہوں، سرزمین افریقہ کا ایک ادنیٰ سا خادم، میں انسانوں کی خدمت کرتا ہوں اور تیرا دشمن ہوں، باہر آجا۔''

پھر بڑی کمزور آواز آئی۔ ''میں آتا ہوں، رولوکا میں دھوکا کھا گیا، مجھے معاف کر دے۔'' اور ایک نہایت بدہیبت اور طویل قامت وچ ڈاکٹر اس کے سامنے آگیا اس کے چہرے پر کئی رنگ کی لکیریں تھیں، گلے میں ہڈیوں کی مالائیں پڑی تھیں۔ ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جو کئی جگہ سے خم کھائی ہوئی تھی اور اس پر کپڑے کی دھجیاں بندھی ہوئی تھیں آنکھوں میں چمک تھی اور وہ الو کی طرح کی تھیں اور ہر وقت حرکت میں تھیں۔ رولوکا نے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔ ''خود کو قابو کر اور دھوکا فریب کا مت سوچ اور ذرا آنکھیں کھول کر دیکھ تیرے چاروں طرف کون کون موجود ہیں اور اگر تو نہیں دیکھ سکتا تو میں تیرا تعارف جاگتے الو سے کرا دیتا ہوں۔''

وہ چونک کر گھبراہٹ میں بولا۔ ''نہیں ہرگز نہیں میں کچھ نہیں کروں گا۔''

رولوکا بولا۔ ''تو پھر اس آگ کے ہرکارے کو آزاد کر دے جو گرمی پھیلا رہا ہے۔''

''میں کر دیتا ہوں۔'' اس نے زمین پر لکڑی ماری تو

اچانک گرم ہوائیں رک گئیں۔

''اب تو بتا تو نے یہ کھیل کیوں رچایا تھا تو کیا چاہتا تھا'' رولوکا بولا۔

''تیرے بعد میری ٹکر کا کوئی نہ تھا میں جانتا تھا تیرے پاس تیرے خاندانی خدمت گار موجود ہیں جو کہ میرے پاس نہیں مگر تو افریقہ سے جا چکا تھا اب مجھے راج قائم کرنے سے کون روک سکتا تھا مگر تو واپس آ گیا، میں ہار گیا مگر تیرا میرا مقابلہ ہوگا ضرور کیونکہ ایک ہے جو گوشہ نشین ہے مگر تیری ٹکر کا ہے، میں فریب نہیں کر رہا صاف صاف بات کر رہا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں تو کسی بھی فریب میں آنے والا نہیں ہے تو نے مجھے دشمن قرار دیا ہے تو میں دشمن ہوں، مگر اندازے کی غلطی مجھ سے ہوئی ہے کیونکہ تجھ جیسا آدمی سرنگ سے آئے گا یہ میں سوچ نہیں سکتا تھا۔ میری ساحری کی یہ ہار نہیں ہے بے شک تیرے پاس مجھ سے زیادہ ساز و سامان ہے۔'' وہ بولا۔

یہ سن کر رولوکا نے کہا۔ ''میں بھی بے بس دشمن پر وار کرنے کا عادی نہیں ہوں تو نے صاف صاف بات کی ہے۔ یہ مجھے اچھی لگی اس لئے تو آزاد ہے، میں افریقہ میں موجود ہوں۔ تو تیاری کر لے اور اپنے گرو کے پاس چلا جا تیری میری جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔''

اور پھر منگی جو ہوا میں بلند ہوا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وادی میں اب گرمی نہیں تھی پھر اسی سرنگ کے راستے وادی میں پانی آنے لگا۔ اس کے بعد رولوکا آگے روانہ ہوا۔

اس وادی کے پار بہت گھنا اور خطرناک جنگل تھا۔ رولوکا گھنی جھاڑیوں اور کانٹے دار بیلوں کو پیچھے چھوڑتا جا رہا تھا۔ اس کے چاروں طرف اس کے دوست بندر، لنگور اور اسی قسم کے جانور چل رہے تھے جس کی جتنی حد تھی وہ ساتھ دے رہا تھا اس کی جگہ کوئی اور آ جاتا تھا رولوکا اکیلا سفر نہیں کر رہا تھا وہ ان سے کبھی کبھی بات بھی کر لیتا ایک لمبے عرصے کے بعد وہ ان میں آیا تھا، جنگل کی مخلوق بھی اس کا استقبال کر رہی تھی اور یہی بچی خوشی تھی جس کی خاطر

وہ پھر افریقہ آیا تھا۔ ایک بہت بڑا لنگور اس کے سامنے درخت سے کود کر آ گیا اور دریا کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ''وہاں دریا کے پار اچھے لوگ نہیں رہتے، وہاں نہ جانا وہ لوگ اپنے سے الگ اور نئے انسانوں کو کھا جاتے ہیں ان کے پاس زہریلے تیر ہیں جن سے وہ شکار کرتے ہیں۔''

رولوکا نے اس کے بتانے کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

''اب تم لوگ جاؤ میں تم کو خطرے میں نہیں ڈالتا۔'' یہ سن کر اس کے دوست جانور واپس چلے گئے اور رولوکا اس دریا کی طرف روانہ ہو گیا۔ دریا کے کنارے سے ہی دوسرے کنارے پر اس نے گول گول جھونپڑے بنے ہوئے دیکھ لئے وہ ابھی دیکھ ہی رہا تھا کہ اس کے چاروں طرف سے کئی وحشی آدمی جن کے چہرے ڈراؤنے اور نیزے ان کے ہاتھ میں تھے اس پر ٹوٹ پڑے مگر ان کی حیرت کی حد نہ رہی جب رولوکا ان کی گرفت میں نہ آیا اور وہ ایک اونچے درخت کی شاخ پر موجود تھا وہ لوگ جن کی تعداد دس تھی اس درخت کے نیچے آ گئے تو رولوکا ان سے مخاطب ہوا۔ ''میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں، تم مجھے اپنے سردار کے پاس لے چلو مگر مجھ سے دور رہنا، جو قریب آئے گا اس کو سخت خارش لگ جائے گی کیونکہ میرے جسم میں یہ بیماری ہے۔'' رولوکا نے انہیں ڈرایا تا کہ وہ چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔

سب نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی پھر ایک بولا۔ ''میں اس دستے کا سردار ہوں تم ہمارے ساتھ چلو تمہارے قریب کوئی نہیں آئے گا۔''

رولوکا درخت کی شاخ سے کود کر نیچے آ گیا اور آگے آگے چلا وہ سب اس سے کچھ فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے چلنے لگے۔ رولوکا دریا میں اتر گیا۔ دریا پوری تیزی پر تھا مگر رولوکا سیدھا چلتا رہا، وہ سب ڈونگے نما کشتیوں میں اس کے ساتھ رہے۔ رولوکا کنارے پر پہنچ کر دریا سے باہر آیا اور بولا۔ ''اب تم آگے چلو۔'' وہ سب آبادی کی طرف روانہ ہوئے کچھ ہی دور چلے تھے کہ آبادی کے دوسرے

لوگوں نے رولوکا کو دیکھا تو وہ خوشی سے ناچنے لگے، بچے اور عورتیں بھی رولوکا کو نظر آئے یہ سب کسی قسم کی ستر پوشی سے بے نیاز تھے اس ہجوم میں جوان اور بوڑھی عورتیں بھی تھیں۔

سب رولوکا کے گرد ناچ رہے تھے ان کے بے ڈول جسم تھل تھل کر رہے تھے، مرد گلا پھاڑ کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے، پھر ایک بہت لمبا اور بھاری آدمی آگے بڑھا اور اس نے حکم دیا کہ سب خاموش ہو جائیں تو سب خاموش ہو گئے پھر اس نے پوچھا۔ ''اس شکار کو کون لایا ہے۔'' تو دستہ کا سردار آگے بڑھا اور سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''میں لایا ہوں۔''

سردار نے اس کے سر پر چپت مار کر اس کو شاباشی دی اور بولا۔ ''اس کو قربان گاہ میں لے جاؤ ابھی وچ آئے گا وہ حکم دے گا پھر اس کا گوشت سب کو تقسیم ہو گا۔''

وہی دستہ کا سردار آگے بڑھا اور اس نے رولوکا کو ایک طرف چلنے کا اشارہ کیا رولوکا اس کے ساتھ ساتھ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا وہاں پر ایک گول پتھر پڑا تھا۔ سردار نے کہا۔ ''تم اس پر بیٹھ جاؤ۔'' اور وہ خود نیچے آ گیا اس ٹیلے کے چاروں طرف پوری آبادی موجود تھی چند منٹ گزرے تھے کہ ایک نہایت خطرناک شکل کا آدمی ایک طرف سے نمودار ہوا اس کے جسم پر بھی کوئی لباس نہ تھا مگر اس نے جسم کو رنگوں سے رنگا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں ایک کلہاڑی نمونے کا ایک اوزار تھا وہ بہت طاقتور لگتا تھا۔ اس کے ساتھ ٹیلے پر سردار بھی آ گیا باقی سب لوگ ٹیلے کے نیچے سے نظارہ کر رہے تھے اس آدمی نے رولوکا کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ پڑھا اور پھر دونوں ہاتھوں میں کلہاڑی پکڑ کر رولوکا کے سر پر پوری طاقت سے وار کیا مگر یہ کیا ہوا۔

کلہاڑی رولوکا کے سر پر نہ لگی اور اس کو ہوا میں کسی نادیدہ قوت نے روک لیا اس نے کلہاڑی نیچے لانے کی بڑی کوشش کی مگر کلہاڑی جیسے جام ہو گئی تھی۔ آخر وہ تھک گیا اور اس نے کلہاڑی چھوڑ دی تو کلہاڑی زمین پر گر گئی۔

سردار بولا۔

''تم نے اس کو مارا کیوں نہیں۔'' تو وہ بولا۔ ''تم مارو۔'' اب کے سردار نے کلہاڑی اٹھائی اور سر سے بلند کر کے پوری طاقت سے رولوکا کے سر کی طرف لایا مگر کلہاڑی نے نیچے آنے سے انکار کر دیا۔ سردار نے کئی دفعہ اپنی پوری طاقت استعمال کی مگر کامیاب نہیں ہوا، سردار پسینہ میں نہا گیا اور زمین پر بیٹھ کر ہانپنے لگا تو رولوکا نے ان کی زبان میں کہا۔

''تم مجھے نہیں مار سکتے اس لئے کہ میں نے تمہارا کوئی نقصان نہیں کیا تم بے گناہ آدمیوں کو مار کر کھا جاتے ہو جبکہ تمہارے کھانے کو بہت کچھ موجود ہے۔ اس دریا میں آبی جانور ہیں مچھلیاں ہیں جنگل ہیں طرح طرح کے فروٹ ہیں اور شکار کے لئے جانور ہیں مگر تم پھر بھی انسان کھاتے ہو تم ایسا نہ کرو میں تم کو بتاؤں گا کہ تم کس طرح زندگی گزارو اور اس بے وقوف وچ کے پھیر میں نہ آؤ یہ گدھا ہے جس پر تم نے وزن ڈالا ہے۔ اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔''

لیکن پھر اچانک ایک زوردار گونج کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی چشم زدن میں اندھیرا چھا گیا، پھر سب نے دیکھا کہ آگ کے شعلے بلند ہوئے اور رولوکا کے گرد بھڑکنے لگے، یہ دیکھ کر وچ ڈاکٹر رقص کرنے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آگ کے شعلے کے اندر سے لرزیدہ، کربناک اور خوفناک چیخ و پکار کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں، وہاں پر موجود ہر شخص انگشت بدنداں تھا اور وچ ڈاکٹر کے نام کا نعرہ لگا رہا تھا کہ وچ ڈاکٹر نے اجنبی کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

شعلے ایسے تھے کہ اللہ کی پناہ، ایسے شعلے لوگوں نے زندگی میں نہیں دیکھے ہوں گے۔ لرزیدہ چیخ و پکار کی آوازیں بڑھتی گئیں اور پھر اچانک لوگوں نے ایک اور ناقابل فراموش منظر دیکھا اور اپنی اپنی انگلیاں دانتوں تلے دبا لیں اس لئے کہ رولوکا بخیریت وچ ڈاکٹر اور دستہ کے سردار کے درمیان کھڑا مسکرا رہا تھا، پھر اچانک آگ کے شعلے غائب ہو گئے۔ ہر شخص کی آنکھیں رولوکا کو دیکھ کر جیسے حیرت کی وجہ سے پھیل گئی تھیں اور وچ ڈاکٹر نے جب رولوکا کو دیکھا تو

جیسے گنگ ہو کر رہ گیا اور تھر تھر کانپنے لگا اس کی گردن جھک گئی اور رنگ جیسے زرد پڑ گیا۔ پھر رولوکا کی آواز سنائی دی۔

''لوگو! دیکھو یہ میرے حکم پر کیا کیا کرتا ہے۔'' رولوکا نے وچ ڈاکٹر کی طرف دیکھا اور اس کو کہا۔ ''تم خرگوش ہو اب جاؤ۔'' تو وچ ڈاکٹر خرگوش بن کر خرگوش کی طرح کودتا ایک طرف چل دیا اس کے جانے کے بعد رولوکا بولا۔

''تم بھی کتے کی طرح ہو جاؤ گے۔ اگر انسانوں کی طرح رہنا ہے تو میں جس طرح کہتا ہوں کرتے جاؤ۔ تم کو انسان بنایا گیا ہے تو انسانوں کی طرح رہو جانور نہ بن جاؤ اگر جانور بننے کا شوق ہے تو میں تمہارا شوق پورا کر سکتا ہوں تم کو پورا جانور بنایا جا سکتا ہے بولو تمہاری کیا مرضی ہے؟'' رولوکا نے اپنی بات پوری کی۔

سردار سر جھکا کر بولا۔ ''میں تمہاری بات ماننے کو تیار ہوں مگر وہ وچ پھر آ جائے گا، اس کے پاس جادو ہے وہ پھر ہم کو مجبور کرے گا تو......''

رولوکا بولا۔ ''وہ خرگوش ہے انسانوں میں نہیں آئے گا، کسی بڑے جانور کا شکار بن جائے گا۔''

سردار نے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ''اے لوگو یہ اجنبی جس کو ہم شکار سمجھ رہے تھے یہ شکار نہیں ہے بلکہ بہت بڑا جادوگر ہے تم اس کو سجدہ کرو۔ یہ سب کچھ کر سکتا ہے اس نے ہمارے جادوگر کو خرگوش بنا دیا ہے اس کو مارنا ہمارے بس سے باہر ہے تم سب اس کے قدموں میں جھک جاؤ نہیں تو یہ ناراض ہو جائے گا۔''

رولوکا نے اس کی بات پوری نہ ہونے دی اور زور سے بولا۔ ''میرے قدموں میں ہرگز نہ گرنا، میں تم جیسا ایک آدمی ہوں تم میں ...... مجھ میں فرق نہیں ہے فرق صرف اتنا ہے کہ تم نے اس جنگل کے باہر کی دنیا کو نہیں دیکھا میں تم کو زندگی بسر کرنے کے بارے میں کچھ بتاؤں گا تم کو ان پر چلنا ہو گا تم خود اپنے اندر کی تبدیلی کو اچھا پاؤ گے اب تم سب لوگ گھر جاؤ اور آرام کرو۔''

سب مرد اور عورتیں واپس چل دیئے اور کچھ دیر میں وہاں پر سردار اور رولوکا رہ گئے تو رولوکا نے سردار کو کہا۔

''آج کے بعد تم اور تمہاری قوم کسی انسان کا شکار نہیں کریں گے تم اور اس قبیلے کے جوان وہ کریں گے جو میں تم کو بتاؤں گا، میرے لئے سونے کا انتظام کرو اور جاؤ۔''

سردار چابی لگے کھلونے کی طرح بستی کی طرف دوڑ گیا اس کے جانے کے بعد رولوکا ٹیلے سے نیچے اترا اور بستی کے چاروں طرف چکر لگانے لگا بستی کے تین طرف جنگل تھا اور ایک طرف دریا تھا۔ دریا کسی وقت بھی چڑھ سکتا تھا۔ اس کا پانی بستی کو برباد کر سکتا تھا۔

رولوکا نے ایک فیصلہ کیا اور بستی کی طرف واپس آ گیا۔ سردار اپنے جھونپڑے کے پاس کھڑا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر رولوکا سے کہا۔ ''میں نے تیرے لئے بندوبست کر دیا ہے۔'' اور ہاتھ کے اشارے سے ایک طرف چلنے کا اشارہ کیا اس طرف ایک گول جھونپڑا تھا اور اس کے دروازے پر دو نوجوان عورتیں لباس سے بے نیاز کھڑی تھیں ان کے بناؤ سنگھار کا یہ طریقہ تھا کہ گلے میں جنگلی پھولوں کے ہار اور چہرے اور بدن کے دوسرے حصوں پر شوخ رنگ کیا ہوا تھا۔ ان کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ اپنے جسم کو مزید نمایاں کر رہی تھیں۔ رولوکا نے سردار سے پوچھا۔ ''یہ کون ہیں اور یہاں پر کیوں ہیں؟''

سردار نے جھک کر کہا۔ ''یہ میری بیویاں ہیں ان کو میں نے آپ کی خدمت کے لئے یہاں رکھا ہے۔''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''ان کو فوراً ہٹاؤ اور کوئی عورت میرے قریب آنے کی کوشش نہ کرے۔'' سردار نے ان کو واپس جانے کا حکم دیا عورتیں چلی گئیں تو رولوکا جھونپڑے کے اندر آ گیا۔ یہ ایک آرام دہ جھونپڑا تھا زمین پر کسی جانور کی کھال کا بستر تھا۔

سردار بولا۔ ''اگر حکم ہو تو کھانے کا انتظام کروں۔''

رولوکا بولا۔ ''میرے لئے گوشت نہ لانا صرف پھل لے آؤ۔'' سردار یہ سن کر جانے لگا تو رولوکا نے پھر کہا۔ ''یہ کام تم کرو گے یا کسی مرد کے ذریعہ کراؤ گے کوئی عورت نہیں آئے گی۔''

سردار چلا گیا اور کچھ دیر میں ایک نوجوان مرد کے ساتھ پھل لے کر آ گیا۔

رات میں جنگل کی طرف سے جنگل کے درندوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ پانی کے لئے آبادی کے قریب سے گزر رہے تھے رولوکا زمین پر لیٹا پروگرام بنا رہا تھا اور سوچ رہا تھا یہ آبادی جنگل کے اس قدر اندر تھی کہ اس طرف انسانوں کا گزر کم ہوتا ہے افریقہ کے باہر کی دنیا کا آدمی یہاں تک آئے یہ تو ممکن ہی نہیں ہے اگر کوئی بھولا بھٹکا افریقی یا اطراف کی کسی بستی کا آدمی اس طرف آتا ہے تو یہ لوگ اس کو شکار کر کے کھا جاتے ہیں ان کا تعلق دور دور کسی سے نہیں ہے۔ کیونکہ یہ آدم خور لوگوں کی بستی ہے اس سے لوگ دور دور رہتے ہیں ان کے چہروں پر وحشت اور درندگی ہے ان کی زندگی جانوروں کی زندگی ہے یہ لباس نہیں جانتے ستر پوشی کو نہیں جانتے۔ تہذیب کے معنی ان کو پتہ نہیں میں کہاں سے شروع کروں کہ یہ بھی انسانوں میں شمار ہو جائیں۔

دوسرے دن اس نے سارے نوجوانوں کو ٹیلے کے چاروں طرف جمع کر لیا۔ کسی عورت کو یہاں آنے کی اجازت نہ تھی سردار اکیلا تھا اس کی دس بیویاں گھر پر تھیں۔

رولوکا نے سب کے آنے کے بعد کہنا شروع کیا۔

''اے نوجوانو! میری بات غور سے سنو! تم کو وہی کرنا ہے جو میں کہتا ہوں تم دن بھر کچھ نہیں کرتے صرف کھاتے ہو، تم کو صرف اپنے پیٹ کی فکر رہتی ہے اور تم کو کوئی فکر نہیں ہے تم نہیں جانتے کہ اس دنیا میں کیا کچھ ہے میں تم کو بتاؤں گا مگر ایک کے بعد ایک۔ آج میں تم کو یہ بتاؤں گا کہ یہ دریا جو تم کو پانی دیتا ہے یہ تم کو ڈبوتا بھی ہے اس پر قابو کرنا ہے یہ کتنا ہی زیادہ چڑھ جائے مگر تمہاری بستی کو نقصان نہ پہنچائے اس کا طریقہ یہ ہے کہ بستی کے اس طرف جدھر دریا ہے ایک بھاری دیوار بنا دی جائے اور پانی کو بستی کے اندر نہ آنے دیا جائے یہ ہے پہلا کام۔ تم آج سے دریا کے کنارے کام کرو گے اور خوراک حاصل کرنے کے لئے ایک دستہ شکار کرے گا۔ وہ دستہ سردار کے کنٹرول میں ہوگا باقی پوری آبادی عورت اور مرد میرے ساتھ کام کریں گے۔ کام یہ ہے کہ زمین سے مٹی کھودنا ہے پتھر کھودنا ہے اور میں جس طرح کہوں وہاں پر ڈھیر کرنا ہے۔''

اور رولوکا نے سردار کی مدد سے دریا سے کچھ فاصلے پر زمین میں ایک گہری لکیر ڈال دی اور سب کو جنگل کی طرف ایک جگہ بتا دی کہ اس طرف سے جنگل کی صفائی کرتے جائیں۔ لکڑی کو کاٹ کر ایک طرف ڈھیر کرتے جائیں اور زمین کھود کر مٹی اس لکیر کے باہر ڈالتے جائیں یہ ایک محنت طلب بڑا منصوبہ تھا مگر ان کو اس کام میں لگانا تھا محنت کرنے کا طریقہ اور اس کے ثمرات سے واقف کرانا تھا ذہنی طور پر وہ لوگ راضی نہ تھے مگر رولوکا خود ان سے یہ کام کروا رہا تھا کیونکہ رولوکا نے کہہ دیا تھا کہ جو یہ کام نہیں کرے گا اس کو وہ خرگوش یا چوہا بنا دے گا عورت کیا مرد اور مرد کیا سب کام کرنے پر مجبور تھے سردار اور اس کی بیویاں بھی شوق اور محنت سے یہ کام کر رہی تھیں۔ جنگل گھٹتا گیا اور بستی کی زمین بڑھتی گئی۔ لکڑی کے ڈھیر جمع ہوتے گئے اور پھر ایک وقت آیا کہ مٹی کی دس فٹ چوڑی دیوار بیس فٹ اونچی ہو گئی اب بستی سے دریا نظر نہیں آتا تھا۔

جنگل بستی سے دور ہو گیا تھا اور اس کے چاروں طرف ایک گہری اور اتنی چوڑی نالی بنی ہوئی تھی جس کو کوئی درندہ پار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نہر میں دریا کا پانی آ رہا تھا اور دوسری طرف سے پھر دریا میں جا رہا تھا بستی کشادہ ہو گئی تھی۔ کسی درندے کے آنے کا ڈر نہ تھا اور دریا کے چڑھاؤ کا خوف بھی نہ تھا جوں جوں یہ کام آگے بڑھا تھا بستی کے پس ماندہ انسانی ذہن میں اس کی افادیت خود بخود آتی گئی جب ان کے کام اور محنت کے فائدے ان کے سامنے آئے تو ان کا شوق بڑھتا گیا جو لوگ دن بھر اپنا وقت برباد کرتے تھے وہ کام کرنے لگے۔ اب ان کو رات میں درندوں کے حملے روکنے کو جاگنا نہیں پڑتا تھا۔

رولوکا نے اب دوسرا کام ان کے روزگار کے لئے شروع کر دیا۔ وہ کام جنگلات کی صفائی اور زمین حاصل

کرنے کا تھا اس سے ان کو لکڑی ملی اور اس لکڑی کو محفوظ رکھا گیا کیونکہ رولوکا کے ذہن میں اس لکڑی کا مصرف بھی تھا اس لکڑی کے اس نے ہل نمونے کے اوزار بنائے اور اس سے زمین کو نرم کیا اور کاشت کرنا بتایا اور پھر جب وہ کاشت تیار ہوئی تو وہ سب بڑے حیران ہوئے ان کا سب سے بڑا مسئلہ غذا کا تھا وہ صرف گوشت پر گزارہ کرتے تھے مگر رولوکا نے ان کو اناج پر لگایا، اناج کے دانوں کو آٹا بنانے کا طریقہ اور پھر اس سے روٹی بنانے اور پکانے کے کام کو سکھایا، سبزی کاشت کرنا اور پھر اس کا استعمال اس وحشی قبیلہ کی زندگی کا رخ خود بخود بدلتا گیا۔ عورتوں نے پتوں کی مدد سے اپنی ستر پوشی کی اور مرد بھی وحشیانہ حرکتوں سے دور ہوتے گئے ان کے دل میں رولوکا کا خوف تھا مگر اس سے زیادہ یہ بات تھی کہ رولوکا نے جو کام ان سے کرایا وہ ان کے فائدے کا تھا اب وہ بے خوف بستی میں رہتے تھے ایک طرف دیوار تھی جو دریا کو روکے تھی تو چاروں گہری طرف نہر تھی جو جنگل کے درندوں کو روکتی تھی۔

غذا کے لئے زمین تھی جوان کی ضرورت پوری کرتی تھی ان کو غذا کے لئے مارا مارا پھرنا نہیں پڑتا تھا ایک شکاری دستہ جوان کو گوشت فراہم کرتا تھا۔ رولوکا نے ان کو آگ کی اہمیت سے بھی آگاہ کر دیا تھا گوشت کو پکا کر کھانے کا طریقہ بھی بتا دیا تھا دو سال میں رولوکا نے اس وحشی قبیلہ کی کایا پلٹ رکھی تھی۔

سردار سوچتا تھا وہ پہلے کیا تھے ان کے پاس کیا تھا اب ان کے پاس اناج تھا اس کے رکھنے کی جگہ تھی ان کے جھونپڑے اب مکانات کی طرح تھے ان کے پاس بڑی جگہ تھی ان کے جسموں پر کپڑے کا لباس نہیں تھا مگر پتے کا تو تھا۔ ان کے اندر سے وحشیانہ جذبات ختم ہو رہے تھے وہ ایک دوسرے کا خیال کرنے لگے تھے یہ سب رولوکا کی تربیت تھی۔

رولوکا کے سامنے سب کی نظریں جھک جایا کرتی تھیں سب کی نظر میں رولوکا قابل احترام تھا۔

ٹیلے کے چاروں طرف اب ایک کھلا میدان تھا رولوکا نے سب کو اس میدان میں جمع کر لیا اور سردار کو کہا۔

''آج میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم کو ایک نئی زندگی اور زندگی گزارنے کا طریقہ تھوڑا بہت میں نے بتا دیا ہے اس سے آگے جانا تمہارا کام ہے۔ میں ہمیشہ تمہارے پاس نہیں رک سکتا مگر میری بات یاد رکھنا کوئی بھولا بھٹکا آدمی تمہاری طرف آ جائے تو اس کی عزت کرنا اس کی خدمت کرنا اور اگر وہ جانا چاہے تو عزت سے رخصت کرنا آپس میں ہرگز لڑائی نہ کرنا عورتوں کے لئے زمین کے لئے کبھی نہ لڑنا، یہی چیزیں لڑانے والی ہیں مگر تم آپس میں بیٹھ کر فیصلہ کرنا، میں نے سردار کے مشورے سے پانچ بزرگوں کی ایک کمیٹی بنا دی ہے اس کے فیصلوں کو ماننا سردار کا حکم ماننا اور کمیٹی کے فیصلوں کو ماننا اگر کوئی کمیٹی کا بزرگ مر جائے تو اس کی جگہ کسی اور کو جو تم میں سے ہوگا اس کو مقرر کر دینا۔ مرے ہوئے لوگوں کو زمین میں دفن کر دینا اور ہرگز ہرگز اس کا گوشت نہ کھانا انسانی گوشت کھانے والے کی عقل ختم ہو جاتی ہے وہ وحشی ہو جاتا ہے اور غلط کام کرتا ہے جیسا کہ تم کیا کرتے تھے اور ہمیشہ پیٹ بھرنے کے چکر میں رہتے تھے اب تم بتاؤ اب بہتر ہو کہ پہلے تھے۔''

سب نے ایک آواز ہو کر کہا۔ ''اب بہتر ہیں۔''

رولوکا بولا۔ ''تو پھر وہی کرنا جو میں نے بتایا ہے۔''

سب نے اقرار کیا پھر رولوکا بولا۔ ''مجھے یہ بتاتے دکھ ہو رہا ہے کہ میں اب جاؤں گا میرا سفر ختم نہیں ہوا میری ضرورت شاید کسی کو ہو اس لئے آج میری اور تمہاری یہ ملاقات آخری ہے۔ یہ سن کر سب اصرار کرنے لگے کہ وہ نہ جائے سردار اور کمیٹی کے پانچوں ارکان نے بھی درخواست کی مگر رولوکا اسی رات وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ دو سال سے زیادہ عرصہ اس نے وحشی قبیلے میں گزارا اور اس قبیلے کو وحشت کی گود سے نکال کر انسانی مرتبہ پر پہنچا دیا۔

جنگل میں اکیلے سفر کرنا آسان نہیں ہے یہاں

قدم قدم پر موت انتظار کرتی ہے۔ زمین پر رینگنے والے حشرات الارض جن کے زہر کا توڑ نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے درندے جو انسان اپنا سب سے آسان شکار سمجھ کر حملہ کرتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ جنگل کا حسن انسان کو مدہوش کر دیتا ہے۔ دور تک پھیلا سبزہ ان پر ہرنوں اور چکاروں کی ٹولیاں آسمان پر اڑتے پرندے اور پانی کی فراوانی اور گہرا سکوت جنگل سے لطف اندوز ہونے والے لوگ بڑے دل گردے کے مالک ہوتے ہیں اور اس جنگل میں پیدا ہونے والے سیاہ فام باشندے اور ان کے بچے زمین پر کسی سانپ بچھو کے ڈر کے بغیر ننگے پاؤں میلوں روزانہ خوراک کی تلاش میں پھرتے ہیں۔

برہنہ اور نیم برہنہ عورتیں درندوں کے سامنے ڈٹ جاتی ہیں اور اپنے معمولی ہتھیاروں سے لڑ کر ان کو بھگا بھی دیتی ہیں اگر کوئی زخمی ہوا تو اس کو میلوں کاندھے پر لاد کر لے آتی ہیں۔

ان کی زندگی کی مشکلات کا اندازہ شہروں میں رہنے والے لوگ نہیں کر سکتے۔

شمالی افریقہ کے بہت سے علاقے ایسے ہیں جہاں غذائی صورت حال خراب ہے۔ رولوکا ایک ایسے علاقے میں آ گیا جہاں پر عورتیں زمین کھود کر کچھ نکال کر کھا رہی تھیں ان کے ساتھ بچے بھی تھے اور بوڑھی عورتیں بھی تھیں ان کے بدن پر کسی قسم کا لباس نہ تھا بچے بھی ننگے کام کر رہے، رولوکا ان کے قریب چلا گیا اور پوچھا تم لوگ کیا کر رہی ہو۔

ایک فربہ اور جوان عورت اس کے سامنے آ گئی اور بولی۔ ''پیٹ بھر رہے ہیں۔''

رولوکا بولا۔ ''زمین میں کیا ہے جو تم کھا رہے ہو۔''

عورت بولی۔ ''اس میں ہماری غذا ہے یہ لوچی ہے یہ زمین کے اندر ایک جڑ ہوتی ہے اوپر زمین سوکھی مگر سات آٹھ گز گیلی مٹی ہوتی ہے ہم اس کو کھودتے ہیں اور وہ جڑ مل جاتی ہے اس کو ہم نکالتے ہیں اور مٹی صاف کر کے کھاتے ہیں۔''

رولوکا نے کہا۔ ''تمہارے مرد یہ کام نہیں کرتے۔''

عورت بولی۔ ''وہ کام کے قابل نہیں ہیں ان کے لئے بھی ہم غذا لے جاتے ہیں۔''

''کیوں وہ کام کے قابل کیوں نہیں ہیں۔'' رولوکا بولا۔

عورت نے جواب دیا۔ ''ان کے پیر ہاتھی کے پیر ہو گئے ہیں وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہیں۔''

''میں ان کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

عورت بڑی بے حیائی سے سامنے لیٹ گئی اور بولی۔ ''پہلے مجھے تو دیکھ لے پھر میں تجھے ڈیرے پر لے جاؤں گی۔''

رولوکا نے گردن موڑ کر کہا۔ ''میں صرف مردوں کو دیکھتا ہوں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں، تمہارے مرد ٹھیک ہو جائیں تو تم اس مشقت سے چھوٹ جاؤ گی اگر تم خود محنت کرنا چاہتی ہو تو پھر میں آگے بڑھتا ہوں۔'' عورت یہ سن کر پھر بیٹھ گئی۔ ''بولی۔

''تم ان کو ٹھیک کر دو گے۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

''دیکھنا ضروری ہے۔''

''تو آؤ میرے ساتھ۔'' عورت کھڑی ہو گئی۔ وہ ایک نوجوان عورت تھی اس کے جسمانی اعضا بہت نمایاں اور بدن محنت کی وجہ سے ٹھوس تھا وہ آگے چل دی اس کی چال بڑی ست تھی۔

ایک گھنٹہ سفر کے بعد وہ ایک کھلے میدان میں پہنچ گئے۔ اس میدان میں دو جھونپڑی نما گھر بنے ہوئے تھے گرمی سخت تھی اور سبزہ دور دور اور کہیں کہیں نظر آتا تھا بہت دور ایک پہاڑی سلسلہ تھا اور اس پر دھند چھائی ہوئی تھی۔ وہ عورت رولوکا کو اپنے گھر لے گئی گھر کیا تھا ایک جھونپڑا تھا اور وہ بھی کئی جگہ سے گرا ہوا تھا۔

عورت نے کہا۔ ''یہ میرا گھر ہے اور تم حیران ہو گے میں اس بستی کی سردار ہوں۔ یہ بستی کبھی بڑی آباد تھی وہ سامنے کے پہاڑوں سے ایک ندی پانی لاتی تھی میرا شوہر اس بستی کا سردار ہے مگر اب اس بستی میں کوئی مرد سرداری

کے قابل نہیں ہے سب کے پیر خراب ہیں۔ میں سردار ہوں۔ تم میرے آدمی کو دیکھ لو پھر آگے بتاؤں گی۔"

وہ رولوکا کو دوسرے جھونپڑے میں لے گئی یہاں زمین پر ایک بڑا لمبا چوڑا آدمی بیٹھا تھا اس کے پیر ہاتھی کے پیر لگتے تھے اور وہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرسکتا تھا۔ رولوکا اس کے قریب بیٹھ گیا اور بولا۔ "یہ تمہارے پیر کو کیا ہوا ہے۔"

جواب آدمی نے نہیں دیا عورت بولی۔ "یہ بہت کمزور ہے جواب نہیں دے گا میں بتاتی ہوں۔ یہاں سے دس بارہ کوس پر ایک بستی ہے وہاں پر ایک بیماری آ گئی تھی اور وہاں کی عورتیں کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو گئی تھیں کہ ان کو بچے نہیں ہوتے تھے عورتیں وہاں پر کم بھی تھیں۔ وہاں کے جادوگر نے سردار کو کہا۔ "یہ عورتیں بیکار ہیں کہیں سے دوسری عورتیں لے آؤ وہ لوگ زیادہ تھے اور ان کے پاس ہتھیار بھی ہوتے تھے وہ آ کر یہاں کی عورتوں کو لے گئے یہاں پر صرف مرد.... چھوٹے بچے رہ گئے، وہ لوگ ہر سال دو سال میں آتے ہیں اور جوان عورتوں کو لے جاتے ہیں۔ میں ان کے ہاتھ اس لئے نہیں آتی کہ جنگل میں چھپ جاتی ہوں۔"

"تمہارے مرد کیا ہمیشہ سے ایسے ہی ہیں۔" رولوکا نے پوچھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے ان کے پہلے حملے کے بعد ایسا ہونا شروع ہوا ہے مردوں کو بےکار کر دیا ہے، عورتیں وہ لے جاتے ہیں، اب ایسا لگتا ہے کہ کچھ دن میں یہ بستی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔" عورت بولی۔

رولوکا نے اس مرد کی ٹانگوں پر ہاتھ رکھ دیا اور فوراً ہی اس کو اندازہ ہو گیا کہ معاملہ کیا ہے۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ "فکر نہ کرو یہ ٹھیک ہو جائے گا اور اس بستی کا ہر مرد ٹھیک ہو جائے گا میں اس بستی میں جاتا ہوں۔"

عورت خوشی سے اچھل کر بولی۔ "اگر ایسا ہوا تو میں تمہاری غلام ہو جاؤں گی۔"

رولوکا نے کوئی جواب اس بات کا نہیں دیا مگر بولا۔

"وہ بستی کتنی دور ہے۔"

"وہ بستی ایک دن اور ایک رات کے مسلسل سفر کے بعد آتی ہے راستہ بہت خراب ہے اور وہاں پر سب سے بڑا خطرہ وہاں کا جادوگر ہے۔"

رولوکا نے گردن ہلائی اور ان پہاڑوں کی طرف روانہ ہوا، عورت اس کو دور تک جاتا دیکھتی رہی اور پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ رات کے وقت رولوکا پہاڑوں کے دامن میں آباد اس بستی کے اندر تھا یہاں پر بھی برائے نام ستر پوشی تھی مرد اور عورتیں کپڑوں سے بے نیاز تھے مگر کسی کسی نے بڑے پتوں کا استعمال کیا تھا وہ بھی اس طرح کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ رولوکا ایک واحد آدمی تھا جو پورے لباس میں تھا اور دور سے اجنبی لگتا تھا چند منٹ میں ہی اس کے گرد بھیڑ لگ گئی اور لوگ اس سے سوالات کرنے لگے رولوکا نے کہا۔ "مجھے تم اپنے سردار کے پاس لے چلو میں سردار سے ملنا چاہتا ہوں۔"

ایک آدمی جو کچھ زیادہ لمبا اور طاقتور تھا بولا۔ "تم بستی میں آئے کیسے پہرے داروں نے تمہیں روکا۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "میں ان کو جل دے کر آیا ہوں۔"

"تم نے غلطی کی ہے اس کی سزا تم کو سردار ضرور دے گا آؤ میرے ساتھ سردار کے پاس۔" وہ رولوکا کو لے کر ایک بڑے اور نمایاں سے جھونپڑے کے پاس پہنچا اور اس نے سردار کو آواز دی کچھ دیر میں ایک بہت بھاری بھرکم اور نہایت ہی بدصورت آدمی باہر آیا اور نہایت بھدی آواز میں دہاڑ کر بولا۔ "کیوں شور کرتا ہے۔"

سردار کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرے اور اس کا چہرہ اور بھیانک ہو گیا وہ چند قدم چل کر رولوکا کے قریب آیا اور چاہتا تھا کہ رولوکا کے سر پر اپنا بھاری ہاتھ مارے مگر اس کا ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا۔ اس نے اس کو نیچے لانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔

رولوکا اس کی پریشانی دیکھتا رہا اور پھر بولا۔ "کسی کو بے وجہ کبھی نہ مارنا اگر مارے گا تو سزا ملے گی۔"

سردار کی آنکھیں غصے کے مارے سرخ ہو گئیں وہ پھٹے بانس کی آواز میں زور سے بولا۔

"میرا ہاتھ تو نیچے آنے دے پھر بتاتا ہوں۔"

رولوکا اطمینان سے بولا۔ "ہاتھ کے بعد تیری ٹانگیں بھی اوپر جانے والی ہیں۔ اپنی زبان کو قابو کر اور انسانوں کی طرح بات کر۔"

سردار کو اپنی حالت کا کچھ اندازہ ہوا اور بے عزتی کا خیال بھی اس کو آیا اس نے اپنی آواز کو نرم کیا اور اس میں نرمی پیدا کرنے کی کوشش کی اس کے باوجود بھی اس کی آواز بلند تھی بولا۔

"میرا ہاتھ نیچے کر دے میں تجھ سے بات کرنے پر راضی ہوں۔"

رولوکا نے کہا۔ "ٹھیک ہے کر لے۔" سردار کا ہاتھ نیچے آ گیا تو وہ بولا۔

"تو کون ہے اور تیرے آنے کا مطلب کیا ہے؟"

"میں تیرے جادوگر سے ملنا چاہتا ہوں۔" رولوکا نے کہا۔

"وہ تو پہاڑ کے اوپر رہتا ہے کبھی کبھی خود آ جاتا ہے میں اس کو خود نہیں بلا سکتا اگر بلاؤں گا تو وہ ناراض ہو جائے گا اور اس کی ناراضگی ہمارے لئے تباہی لے آئے گی۔"

رولوکا بولا۔ "تم نے اپنے قریب کے ایک قبیلے کی عورتیں چھین لی ہیں اور ان کے مردوں کو بیمار کر دیا ہے یہ ظلم تم نے ان پر کیوں کیا ہے؟"

سردار بولا۔ "ہم مجبور تھے ہماری عورتیں اچانک بیمار ہو گئی تھیں اور انہوں نے بچے دینا بند کر دیئے تھے پھر ہم کیا کرتے۔ عورتوں کی ضرورت تھی اگر مرد تندرست ہوتے تو وہ ہم کو اپنی عورتیں کیوں دیتے اس لئے ان کو جادوگر نے بیمار کر دیا۔"

"تم نے اپنے مطلب کو حاصل کرنے کو ان کو تباہ کر دیا ان کے بچے اور بوڑھی عورتیں بھوکی مر رہی ہیں کیونکہ مرد کسی کام کے نہیں رہے اور جوان عورتوں میں صرف ایک عورت ہے وہی اس وقت ان کا سہارا ہے وہ لوگ زمین میں جڑیں کھود کر کھاتے ہیں اور مرد عورت کے انتظار میں گھر پر پڑے ہیں تم نے اور تمہارے جادوگر نے ان پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔"

سردار بولا۔ "اور ہماری عورتوں کو بے کار جس نے کیا، کیا اس نے ظلم نہیں کیا تھا۔"

"کیا تھا مگر تم نے ان کو کچھ نہیں کہا ایک کمزور قبیلے پر ظلم کر دیا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"یہ بات ہمارے ذہن میں نہیں تھی اور اگر ہوتی تو بھی ہم اس قبیلے کا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔" سردار بولا۔

"کیوں کیا وہ بہت بڑا قبیلہ تھا؟" رولوکا بولا۔

"بہت بڑا اور بہت دور ہے ہم اتنا لمبا سفر نہیں کر سکتے اس کا جادوگر ہر جگہ چلا جاتا ہے اس کو کسی فوج کی ضرورت نہیں ہوتی وہ اکیلا ہی بہت بڑی طاقت ہے وہ قبیلہ شمالی علاقے میں اس مقام پر ہے جہاں پر بہت اونچے سبز اور سنہرے پہاڑ ہیں، وہاں پر اڑنے والے سانپوں کی کثرت اور وہاں کے درندے بہت بھاری اور طاقتور ہیں اسی طرح وہاں کے آدمی بھی قد آور اور طاقتور ہیں وہاں کی عورتیں بڑی لمبی اور خوب صورت ہیں۔ ہمارا تو ان سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔"

رولوکا بولا۔ "میں ان کے پاس بھی جاؤں گا تم سردار ہو اپنے جادوگر کو بلاؤ۔"

"میں ہرگز نہیں بلاؤں گا اگر ناراض ہو گیا تو میری سرداری ختم ہو جائے گی۔" سردار بولا۔

"اس کا نام بتاؤ وہ ابھی آتا ہے۔" رولوکا نے کہا۔

"اس کا نام چاکو ہے، چاکو جادوگر۔" سردار بولا۔

رولوکا نے ایک اشارہ کر کے کہا۔ "چاکو کو لے آ فوراً....."

پانچ منٹ کے بعد سردار نے دیکھا کہ جادوگر چاکو ان کے سامنے کھڑا تھا۔ رولوکا بولا۔ "یہی ہے وہ جادوگر۔" سردار حیرت سے بولا۔ "ہاں یہی ہے۔"

جادوگر ابھی تک اپنے حواس میں نہ تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہاں کس طرح آ گیا۔ رولوکا نے

کہا۔ ''تو نے جو بیماری فلاں قبیلے پر ڈالی ہے اس کو واپس بلا لے اور نہیں بلائے گا تو میں تیرے جسم میں ایسی بیماری ڈالوں گا کہ تو خود کو مارتے مارتے مر جائے گا۔''

وہ رولوکا کے قدموں میں گر گیا بولا۔ ''میں سمجھ گیا تم کون ہو مجھے معاف کر دو وہ بیماری واپس آ جائے گی، تم تو میرے گرو کے بھی گرو ہو مجھے معاف کر دو میری حسرت تھی کہ میں تم کو ایک بار دیکھ لوں تم ہی رولوکا ہو، اس سرزمین کے بے تاج بادشاہ میں پہچان گیا ہوں۔''

رولوکا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''بس کر بہت بک لیا اس قبیلے کی سب عورتیں اور ان سے پیدا شدہ بچے ان کو واپس کر دو اسی وقت اگر واپس نہ کئے تو سمجھ لو تمہارے قبیلے کا نام و نشان نہیں رہے گا۔ ہاں میں رولوکا ہوں مگر میں کسی علاقے کا بادشاہ نہیں ہوں میں خادم ہوں میرا کام خدمت کرنا ہے اور تم بھی کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے کسی دوسرے انسان کو تکلیف ہو۔''

رولوکا آگے بڑھ گیا اور چند منٹ میں نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ سردار اور جادوگر نے رولوکا کو جاتے دیکھا مگر ان کی زبان پر تالا تھا۔ وہ اس کو روک نہ سکے۔

اب رولوکا کی منزل وہ پہاڑی علاقہ تھا جس کے جادوگر نے سب کو تنگ کیا تھا۔

یہ پہاڑی سلسلہ دور تک نظر آتا تھا ان پہاڑوں کی اونچائی بہت زیادہ تھی چوٹیوں پر دھند نظر آتی تھی ہر وقت بارش کی طرح پانی کی بوندیں زمین پر گرتی رہتی تھیں اس لئے ہریالی بہت تھی اور درختوں کی تعداد بہت زیادہ تھی پہاڑوں پر بھی درخت نظر آتے تھے اور ان پر بے شمار پرندے طرح طرح کی آوازیں نکال رہے تھے۔ ان پہاڑوں کے دامن میں بستی آباد تھی مگر ان کے گھر افریقہ کی دیگر بستیوں کی مانند نہ تھے انہوں نے پہاڑوں میں غار نما مکان بنائے تھے ہر گھر کے آگے درخت تھے۔ شام ہو رہی تھی مگر ابھی اندھیرا پوری طرح نہیں پھیلا تھا۔ رولوکا آگے بڑھا مگر بستی کے اندر نہ جا سکا کیونکہ اس کے راستے میں ایک گہرے پانی کا نالا تھا اور اس میں اوپر تک پانی بھرا ہوا تھا اور اس کے باہری کناروں پر بڑے بڑے مگر مچھ پڑے تھے رولوکا کی آہٹ پا کر وہ بیدار ہو گئے...... اس کی طرف بڑھے مگر اس کے قریب آ کر رک گئے۔

رولوکا نے کہا۔ ''مجھے جانتے ہو تو واپس جاؤ اگر نہیں جانتے تو اپنی جان بچاؤ ایسا نہ ہو کہ تم بلاوجہ مارے جاؤ میں رولوکا ہوں۔'' مگر مچھ چند منٹ منہ کھولے رہے پھر ان کے منہ بند ہو گئے اور وہ ایک ایک کر کے پانی میں اتر گئے رولوکا اس طرف آیا جہاں سے اندر جانے کا راستہ تھا۔ وہ اس پل نما راستہ پر آیا ہی تھا کہ اس کے آگے ایک آہنی دیوار آ گئی اور وہ راستہ پوری طرح بند ہو گیا۔ رولوکا پل پر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ ''مجھے راستہ دے میں اجنبی نہیں ہوں میں اسی سرزمین کا بیٹا ہوں۔''

مگر دیوار اپنی جگہ رہی تو وہ پھر بولا۔

''مجھے مجبور نہ کر کہ میں تجھے خود ہٹاؤں، تجھے پتہ نہیں کہ میں کون ہوں میں کسی کو نقصان پہنچانے نہیں آیا ہوں۔'' مگر دیوار پر اثر نہ ہوا تو رولوکا بولا۔ ''میں نے بات پوری کر دی ہے۔'' اور اپنی انگلی دیوار کی طرف کر دی ایک زوردار دھماکہ ہوا اور وہ دیوار ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی اور اس کا تمام ملبہ پانی میں گر گیا اس کے گرنے سے پانی میں ایک شور پیدا ہوا اور بڑی بھیانک ڈراؤنی آہوں اور کراہنے کی آوازیں آنے لگیں اور پھر چند منٹ کے بعد تمام آوازیں بند ہو گئیں اور رولوکا پل پار کر کے بستی کی حد میں داخل ہو گیا۔ وہاں سے ایک فرلانگ دور وہ پہاڑی سلسلہ تھا جس میں کھوہ بنا کر وہ قبیلہ رہتا تھا اب اندھیرا ہو رہا تھا اس کے سامنے جگہ جگہ آگ کے الاؤ جل رہے تھے کیونکہ یہ جگہ بہت ٹھنڈی تھی وہاں کے لوگ کھوہ کے سامنے آگ جلا کر کھوہ کو گرم کرتے تھے اور پھر بند کر کے سو جاتے تھے۔ اس علاقے کی ہر چیز نرالی تھی اس نالے کی رکھوالی کے علاوہ ایک کتا نما جانور بھی نظر آ رہا تھا۔ اس کا قد گدھے جتنا تھا اور نہایت خونخوار لگتا تھا۔

رولوکا بستی کے قریب پہنچا تو وہی کتے نما جانور اس کے سامنے آ گیا اور اس نے منہ کھول کر کتے کی طرح ہی

غراہٹ منہ سے پیدا کی اس کی آواز پر کئی اور آ گئے اور وہ حملہ کرنے کے لئے رولوکا کے اطراف میں چکر لگانے لگے رولوکا اپنی جگہ کھڑا ہو گیا اور اس نے ان کی آواز سے ملتی جلتی آواز منہ سے نکالی اس آواز کو سن کر وہ خونخوار اور خوفناک شکل کے کتے زمین پر لوٹ گئے اور پھر دم دبا کر ایک طرف دوڑ گئے۔ رولوکا آگے بڑھا اور آگ کے قریب آ گیا اس آگ کے قریب ایک لمبی قد آور عورت آگ کرید رہی تھی اس کا بدن آگ کی روشنی میں چمک رہا تھا اور کسی کالے پتھر کی مورتی نظر آتی تھی اس کے نقوش افریقی تھے مگر بدن کسی حسینہ عالم کی طرح تھا۔

رولوکا نے اس کو آواز دی تو وہ چونک پڑی اور اس نے رولوکا کو دیکھا اور حیرت سے بولی۔

"تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟" رولوکا بولا۔

"میں انسان ہوں اور اس راستہ سے آیا ہوں۔"

وہ اور حیرت زدہ ہو گئی اور بولی۔ "یہ راستہ تو بند ہے تالے پر تجھے مگر مچھ نہیں ملے۔"

رولوکا اطمینان سے بولا۔ "ملے تھے وہ میرے دوست تھے انہوں نے مجھے نہیں روکا۔"

"اور وہ آہنی دیوار کیا اب نہیں ہے۔" عورت تعجب سے بولی۔

"پہلے تھی مگر اب نہیں ہے بڑی کمزور ہو گئی تھی میں نے اس کو پانی میں ڈال دیا۔"

"وہ دیوار اور کمزور وہ تو جادوئی دیوار تھی اس کو تو ہمارے وچ نے قائم کیا تھا۔" عورت بولی۔

"کیا ہو گا مگر کمزور تھی اسی لئے تو ٹوٹ گئی۔" رولوکا لاپروائی سے بولا۔

"مجھے تمہاری بات کا ہرگز یقین نہیں ہے اور وہ بڑے بڑے کتے پہرے داران کو کیا ہوا کہ تم اندر آ گئے میں تمہاری کسی بات کا یقین نہیں کرتی۔ مجھے تم کوئی نہایت خطرناک آدمی لگتے ہو میں اپنے شوہر کو بلاتی ہوں۔" اس نے اچانک منہ سے آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔

وہ مسلسل شور کر رہی تھی اس کے شور کے نتیجے میں غاروں کے اندر سے مرد باہر آنے لگے آگ کی روشنی میں ان کے بدن چمک رہے تھے وہ سب نہایت قوی اور لمبے تھے ان کے ساتھ ان کی عورتیں بھی تھیں وہ بھی ان کی طرح تھیں ان میں کوئی عورت بوڑھی نہ تھی اور ان کے ساتھ کوئی بچہ نہ تھا وہ سب رولوکا کے گرد گھیرا باندھ کر کھڑے ہو گئے پھر ایک طرف کا گھیرا توڑ کر ایک سب سے لمبا اور تگڑا آدمی رولوکا کے سامنے آ کھڑا ہوا اس نے رولوکا کو سر سے پیر تک غور سے دیکھا اور پھر بولا۔

"تو کون ہے اور کس طرح یہاں تک آیا ہے؟"

رولوکا نے اس آدمی کو دیکھا اور اندازہ کیا کہ یہ ضرور ان کا سردار ہے اور پھر بڑی متوازن آواز میں بولا۔ "میں ایک انسان ہوں۔ میری تمہاری کوئی لڑائی نہیں ہے میں تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں، یاد رکھو کہ میرا یہاں تک آ جانا اور تم سے کلام کرنا بہت بڑی بات ہے تم نے اپنی حفاظت کا خوب انتظام کیا تھا مگر وہ تمہارے کسی کام نہیں آیا اور میں اندر آ گیا۔"

سردار اپنی بھاری آواز میں بولا۔ "انتظام ہمارے جادوگر نے کیا تھا وہ بہت بڑا جادوگر ہے تم نے اس کے جادو کو توڑ کر اچھا نہیں کیا تم لڑنے نہیں آئے مگر وہ تم کو پھر بھی معاف نہیں کرے گا اور میں بھی اس کی اجازت کے بغیر تم کو نہیں چھوڑوں گا۔"

رولوکا بولا۔ "تم میرا کیا کرو گے۔"

سردار نے جواب دیا۔ "میں تم کو گرفتار کر کے کھوہ میں بند کروں گا جہاں پر خونی عورتیں تمہارا چند دن میں انجر پنجر ڈھیلا کر دیں گی۔"

رولوکا بولا۔ "میں تمہارے جادوگر سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے وہ ان پہاڑوں سے اتر کر خود آتا ہے اور پھر خود واپس چلا جاتا ہے نہ میں اس کو بلا سکتا ہوں نہ اس پر اپنا حکم چلا سکتا ہوں۔" سردار نے جواب دیا۔

رولوکا بولا۔ "تم اس کا نام تو جانتے ہو۔"

"ہاں میں اس کا نام جانتا ہوں اس کا نام منگی جو ہے وہ ہواؤں پر سفر کرتا ہے اس کی طاقت بے پناہ ہے اس کے نام کا جادو اس علاقے پر چلتا ہے۔

رولوکا بولا۔ "میں سمجھ گیا کمزوروں پر اپنی طاقت کا استعمال کرنا بہت آسان ہے تم یہ بتاؤ تم نے کسی کمزور پر اپنی طاقت کا استعمال کیا ہے اگر کیا ہے تو اقرار کرلو اور جن کے اوپر ظلم کیا ہے ان کے آنسو پونچھ دو اسی میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو یہ پہاڑ تم پر گر جائیں گے اور تم سب اس میں دب جاؤ گے تم نے ایک کمزور قبیلے پر ظلم کیا کہ اس کی عورتوں کو بانجھ کر دیا تاکہ وہ تم سے نہ لڑ سکے اور انہوں نے اپنے سے کمزور پر ظلم کیا اور ان کی عورتیں چھین لیں اور یہ سلسلہ تمہاری وجہ سے ہوا تم بتاؤ تم نے ان پر ظلم کیوں کیا تھا۔"

سردار بولا۔ "اس میں میرا ہاتھ نہیں تھا، یہ سب جادوگر نے خود کیا تھا میں اس کی مرضی کے آگے نہیں بول سکتا تھا اس نے ان کی عورتوں کو کیوں بانجھ کیا یہ تو وہی بتا سکتا ہے۔"

"تو پھر تم مجھے گرفتار کرو اور عورتوں کے پاس پہنچا دو شاید ان کی خونخواری ختم ہو جائے اور اس جادوگر کو تلاش کرو اس کو اطلاع کرو اگر وہ آنے پر راضی نہ ہو تو مجھے بتاؤ میں خود اس کو راضی کروں گا۔" رولوکا نے سردار سے کہا۔

سردار بولا۔ "تم نے بلا اجازت اندر آ کر جادوگر کا قانون توڑا ہے اس کی سزا دینا میرا فرض ہے اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میری خود خیر نہیں ہوگی مگر مجھے افسوس ہے کہ میں تم کو سزا دوں وہ سزا بڑی بھیانک ہے۔"

رولوکا بولا۔ "تم میری فکر نہ کرو اپنی فکر کرو اور مجھے عورتوں کے غار میں لے چلو۔"

سردار نے سب عورتوں اور مردوں کو کہا کہ وہ اپنے گھروں کو جائیں سب مرد و عورتیں جانے لگیں تو سردار رولوکا کو لے کر ایک الگ اور دور کے پہاڑ کی طرف لے گیا اس میں ایک سوراخ تھا سوراخ اتنا بڑا تھا کہ آدمی اندر جا سکتا تھا اندر آگ جل رہی تھی اس آگ کے اطراف میں چار نہایت طویل قامت عورتیں بیٹھی تھیں وہ سردار کو دیکھ کر کھڑی ہو گئیں ان کے بدن پر کوئی لباس نہ تھا وہ سب لمبی اور جسیم تھیں ان کے بدن آگ کی روشنی میں چمک رہے تھے ان کے چہرے تمتما رہے تھے، آنکھیں سرخ تھیں وہ بھوکی بلی کی طرح رولوکا کی طرف بڑھ رہی تھیں مگر سردار آگے تھا وہ بولا۔

"یہ مہمان ہے اس کو زیادہ پریشان نہ کرنا۔" پھر اس نے رولوکا کو دیکھا اور بولا۔ "میں مجبور ہوں معاف کرنا۔" اور غار سے باہر چلا گیا۔ ایک عورت اس کی طرف بڑھی اور بولی۔ "پورے چاند کے بعد تو آیا ہے۔" اور چاہتی تھی کہ رولوکا سے لپٹ جائے کہ دوسری آ گئی اور اس عورت کو ایک طرف دھکیل کر خود رولوکا سے لپٹ گئی مگر اس کا بدن رولوکا کے بدن سے ملتے ہی وہ چیخ مار کر دور ہو گئی۔ پھر تیسری آ گئی، وہ بے صبری میں رولوکا پر سوار ہونے لگی اور اس کی بھی ایک بھیانک چیخ غار میں ابھری اس طرح چاروں نے رولوکا کے قریب آنے کی کوشش کی مگر رولوکا کا بدن اس قدر گرم تھا کہ جیسے لوہے کی بھٹی میں سرخ کر دیا گیا ہو وہ سب دور بیٹھ گئیں اور حسرت سے رولوکا کو دیکھنے لگیں۔

رولوکا بولا۔ "تم سب مجھے ٹھیک لگتی ہو مگر مرد کو دیکھ کر تمہاری حالت کیوں ایسی ہو جاتی ہے یہ بتاؤ۔" ان میں سے ایک بولی۔ "پتہ نہیں ہمیں خود پتہ نہیں کہ ہماری حالت ایسی کیوں ہو جاتی ہے۔"

رولوکا ان کی حالت دیکھ کر بہت کچھ سمجھ چکا تھا وہ بولا۔ "تم زمین پر اوندھی لیٹ جاؤ۔" وہ رولوکا سے اس قدر خوف زدہ ہو گئی تھیں کہ فوراً زمین پر لیٹ گئیں تو رولوکا نے آگ کے آلاؤ سے ایک جلتی لکڑی اٹھائی اور ایک کی کمر پر اس جلتی لکڑی کو رکھ دیا تو اس کے منہ سے ایک زبردست سسکاری نکلی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی پھر رولوکا نے یہی عمل سب کے ساتھ کیا وہ سب اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ رولوکا نے لکڑی آگ میں ڈال دی اور ان سے پوچھا۔ "اب کیا محسوس کرتی ہو۔"

ایک بولی۔ ''میرا بدن ٹھنڈا ہو گیا ہے اب مجھے بے چینی نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔''

رولوکا بولا۔ ''تم پر جو جادو کیا گیا تھا وہ ختم ہو گیا اب تم نارمل عورت ہو جادوگر نے تمہارے اندر ایک ایسی پلید چیز ڈال دی تھی جو تم کو ہر وقت بے چینی کا احساس دلاتی تھی میں نے اس پلید چیز کو جلا دیا ہے اب تم آرام کرو میں بھی آرام کرتا ہوں۔'' وہ آگ کے کنارے لیٹ کر سو گئیں اور رولوکا غار سے باہر آ گیا۔

باہر ہر طرف سناٹا تھا ہر غار سے آگ کی روشنی نظر آتی تھی مگر دور دور کوئی نہ تھا وہ پانی کے نالے کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور اس نے ہاتھ کے کچھ اشارے کیے اور پھر بولا...... ''اے میرے عظیم باپ تو نے میری جو تعلیم کی تو نے جو اپنے عظیم باپ سے پایا اور جو خود حاصل کیا وہ تو نے میری جھولی میں ڈال دیا اے باپ میں نے تیری امانت کو محفوظ کیا اور اس کا استعمال بے وجہ نہیں کیا اے میرے عظیم باپ تیری تعلیمات میرے ذہن میں آج بھی تازہ ہیں میں ان پر چلنا اپنی شان سمجھتا ہوں مگر تیری راہنمائی کی ضرورت مجھے رہتی ہے میں کچھ اور طلب نہیں کرتا صرف یہ کہ میں تیرے بتائے ہوئے راستہ پر چلتا رہوں اگر کہیں بھٹکوں تو مجھے بتایا جائے۔''

اچانک آسمان پر ایک سبز روشنی نمودار ہوئی اور رولوکا تک آئی اور پھر غائب ہو گئی رولوکا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی اس کے بدن میں نئی توانائیاں محسوس ہونے لگیں اور اس کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا اور وہ ایک نئے جذبے اور امنگ سے کھڑا ہو گیا پھر اس نے پانی کے لبالب بھرے نالے سے ایک چلو پانی ہاتھ میں لیا اور کہا۔ ''منگی جو تیرا کام اب ختم ہوا میرے پاس آ جا۔''

اس کے الفاظ کے ساتھ ہی تیز ہوائیں چلنے لگیں اتنی تیز کہ پہاڑ کے اوپر کے درخت ٹوٹ کر گرنے لگے اور زمین کے درخت جڑوں سے اکھڑ کر دور جا پڑے آسمان پر گڑگڑاہٹ ہوئی اور بہت تیز بارش ہونے لگی چند منٹ کی بارش نے پورے علاقے کو جل تھل کر دیا بارش کے رکتے ہی تیز ہوا کا جھونکا آیا اور اس کے سامنے منگی جو ہاتھ باندھ کر کھڑا تھا۔

رولوکا کا چہرہ سرخ تھا، آنکھوں سے سخت ناراضگی اور غصے کا اظہار ہوتا تھا منگی جو اس کے سامنے تھرتھر کانپ رہا تھا رولوکا نے اس پر نظر ڈالی اور بولا۔ ''تو نے لوگوں پر بڑا ظلم کیا ہے تو نے اپنی گندی ذہنیت خوب ظاہر کی ہے گندگی کا کیڑا ہے تجھ کو گندگی میں ہی رہنا چاہئے تیری سزا یہ ہے کہ تو سور بن جائے تیرا علم اور تیری ساری محنت تجھ سے چھن جائے تو سور ہے۔'' اور پھر منگی جو کو لمحے کی مہلت نہ ملی اس کی شکل تبدیل ہو گئی اور وہ ایک سور کی شکل اختیار کر گیا اس کے بدن سے بدبو آنے لگی اور وہ جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے جادو کے ختم ہوتے ہی نالے میں پڑے سارے مگرمچھ اور گدھے کے برابر کتے اپنی اصلی شکل میں آ گئے اور رولوکا کے سامنے گردن جھکا کر کھڑے ہو گئے رولوکا نے کہا۔ ''تم سب آزاد ہو جاؤ۔'' وہ سب چلے گئے۔

رولوکا تمام رات اسی نالے کے کنارے بیٹھا رہا۔

صبح ہو گئی سب سے پہلے اس کے پاس سردار آیا۔ رولوکا کو ٹھیک دیکھ کر وہ ذرا حیران ہوا پھر بولا۔

''تم ٹھیک ہو مجھے تمہاری فکر تھی۔'' رولوکا نے جواب دیا۔ ''وہ عورتیں بھی ٹھیک ہیں اور نارمل ہیں۔ ان میں کوئی خرابی نہیں ہے جو خرابی تھی وہ منگی جو میں تھی اس نالے کے مگرمچھ بھی چلے گئے اور گدھے کے برابر کتے بھی اپنی اصل شکل میں آ کر جا چکے ہیں اور منگی جو کو سزا دی جا چکی ہے یاد رکھو ہر انسان وہ کسی شہر کا ہو کسی گاؤں کا ہو کسی ملک کا ہو اس کو انسان ہی سمجھو اس پر بے قصور ظلم نہ کرو ظالم کتنا بھی بڑا ہو کتنی ہی طاقت کا ہو اس کی عمر کم ہوتی ہے۔''

☆......☆......☆

رولوکا افریقہ کے کسی شہر کا باشندہ لگتا تھا کیونکہ جنگل کے اندر رہنے والوں کے جسموں پر لباس نہیں ہوتا اس کے پاس کسی قسم کا کوئی ہتھیار نہیں تھا اس کی مدد کو کوئی ساتھ نہیں

تھا اور وہ جنگل کے اس حصہ کی طرف تھا جہاں پر قدم قدم پر موت تھی زمین پر خطرناک درندے موجود تھے اور ایسی زہریلی مکڑیاں تھیں جو بڑے سے بڑے سانپ کو پلک جھپکنے میں شکار کرتی تھیں اور پھر ان کا گوشت کھا جاتی تھیں اتنے زہریلے سانپ تھے جو دور سے اپنے شکار پر اپنا زہر پچکاری کی طرح ڈال کر اس کو مار دیا کرتے تھے۔ اتنے بڑے بچھو تھے کہ پتھر پر ڈنک ماردیں تو اس کا رنگ بدل جائے۔ مگر رولوکا کے نزدیک کوئی نہیں آیا۔ وہ پہاڑی سلسلے کو پار کر آیا تھا۔ یہ علاقہ بہت گھنا جنگل تھا۔ زمین گیلی تھی اور ذرا ذرا دوری پر دلدل تھے یہاں بڑے بڑے خطرے تھے شاید اس طرف کسی انسان کے قدم اب تک آئے ہی نہ تھے کیوں کہ اس جگہ انسان کے لئے خطرے کے سوا کچھ نہ تھا۔ درختوں پر پرندے ایسے شور کر رہے تھے شاید انہوں نے پہلی بار دو پیروں پر چلنے والا جانور دیکھا تھا یہاں پر درندوں کے علاوہ درخت بھی خطرہ تھے ان کے پتے گہرے سبز اور ان پر سرخ رنگ کے پھول نظر آتے ہیں دیکھنے میں وہ درخت بڑے خوشنما اور سایہ دار ہیں مگر ان کے نیچے آنے والا انسان ہو یا جانور زندہ نہیں رہتا۔ وہ اس پر ایسے غیر محسوس طریقہ پر چھا جاتا ہے کہ بھاگنے کے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں اور پتے اس کے جسم سے جونک کی طرح لپٹ کر منٹوں میں اس کا خون پی جاتے ہیں۔ یہ آدم خور درخت افریقہ کے بہت اندرونی علاقے میں ہیں۔ اول تو اس علاقے میں آبادی ہوتی نہیں ہے اگر کوئی اس طرف آجاتا ہے تو وہ جانتا ہے اور ان درختوں سے دور رہتا ہے۔

بظاہر وہ اکیلا اور لاپرواہ سا نظر آتا تھا مگر ایسا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ پورا قافلہ تھا ہر ایک کی اپنی ڈیوٹی تھی سب اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ آخر یہ دلدلی علاقہ ختم ہوا اور وہ ایک کھلے میدانی علاقے میں آگیا یہ میدان ہموار میدان نہ تھا کہیں پر پتھروں کے ڈھیر تھے کہیں پر ڈھلان تھی کہیں پر چھوٹی موٹی ٹیکری تھی مگر سبزہ یہاں پر بھی تھا اور جنگل کے پھل دار درخت جگہ جگہ موجود تھے ان درختوں سے پکے پھلوں کی خوشبو آرہی تھی مگر جنگل کے ہر پھل کو کھایا نہیں جاسکتا۔ یہ بات رولوکا اچھی طرح جانتا تھا جو کھائے جاتے ہیں ان کو رولوکا خوب جانتا تھا۔

کھائے جانے والے درخت پر بندروں کی ٹولیاں ضرور ہوتی ہیں۔ بندر بہترین حکیم ہے وہ کبھی اس درخت پر نہیں جاتا جس درخت کے پھل زہریلے یا نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ ان ہی ٹیکریوں پر انگور کی بیلیں اپنی بہار دکھا رہی تھیں۔ یہ بڑے سائز کے انگور تھے رولوکا نے جھک کر ایک خوشہ بیل سے توڑا اس سے ایک انگور الگ کیا اس پر پھونک ماری اور منہ میں رکھ لیا نہایت شیریں انگور تھا۔ وہ آگے بڑھتا گیا اور انگور کھاتا گیا۔

''شاید میں الجزائر کے علاقے میں ہوں۔'' اس نے انگوروں کی خودرو بیلوں سے اندازہ لگایا۔

اور پھر اس کے سامنے دو بڑے مضبوط بدن کے آدمی آگئے ان کے قد لمبے اور ان کے ہاتھ میں لمبے لمبے نیزے تھے ایک نے پوچھا۔ ''تم کدھر سے آئے ہو؟''

رولوکا نے ہاتھ کے اشارے سے وہ راستہ بتایا جدھر سے وہ آیا تھا وہ آدمی بولا۔ ''تو جھوٹ کہتا ہے ادھر سے آج تک کوئی نہیں آیا سچ بتا تو کون ہے؟''

رولوکا بولا۔ ''مجھے جھوٹ کی ضرورت نہیں ہے میں نے سچ کہا ہے۔''

''یہ ناممکن ہے تو ضرور ہمارے دشمن قبیلے کا جاسوس ہے اور ہماری جاسوسی کرنے کو آیا ہے۔''

''یہ غلط ہے میں مسافر ہوں اور بھٹک کر ادھر آگیا ہوں نہایت دشوار اور خطرناک راستہ طے کر کے آیا ہوں تم میری بات کا یقین کرو۔'' رولوکا نے کہا۔

''اس کا فیصلہ سردار کرے گا تم کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔'' وہ بولا۔

''چلو میں سردار کو بھی یہی بتاؤں گا جو تم کو بتایا ہے۔'' رولوکا بولا۔

''آؤ میرے ساتھ۔'' وہ آگے چلا رولوکا اس کے پیچھے تھا رولوکا کے پیچھے نیزہ تان کر دوسرا تھا۔ دور سے ہی

نظر آتا تھا کہ کوئی مجرم گرفتار ہوا ہے۔ دو گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد وہ ایک ایسے میدانی علاقے میں آ گئے جہاں پر ان کے گھر تھے۔ گول گول لکڑی اور گھاس کے مکانات تھے بچے میدان میں کھیل رہے تھے اور عورتیں ان کے قریب ہی کام کر رہی تھیں یہ لوگ نیم برہنہ تھے ان کے نیچے کے بدن پتے اور رسی کی مدد سے چھپے ہوئے تھے مگر اوپری بدن برہنہ تھے۔

یہی حال عورتوں کے ساتھ تھا ان کے قد زیادہ طویل نہ تھے اور شکلوں پر وحشت تھی مگر کم تھی۔ رولوکا نے جو شکلیں دیکھی تھیں ان کے مقابلے میں یہ زیادہ وحشی نہ تھے۔

عورتوں اور بچوں نے ایک مجرم کو گرفتار دیکھا تو سب اس کے نزدیک آ کر شور کرنے لگے اور پھر پوری آبادی اس کے گرد جمع ہو گئی۔ وہ اپنی زبان میں بھانت بھانت کے اس پر الزامات لگاتے رہے کچھ دیر میں ان کا سردار آ گیا اس کے چہرے پر کئی رنگوں کی لکیریں پڑی تھیں اور اس کے سر پر ایک گول ٹوپی تھی اور اس ٹوپی میں بڑے شوخ کلر کے پر اڑسے ہوئے تھے اس کا قد لمبا تھا اور دھڑ کے نچلے حصہ پر کوئی بڑا سا پتا اس طرح باندھا تھا کہ وہ لنگوٹ معلوم ہوتا تھا وہ بھیڑ کو چیر کر رولوکا کے روبرو آ گیا اور اپنے آدمی سے سوال کیا اس کو تم کہاں سے لائے ہو۔

جو رولوکا کو لایا تھا بولا۔ ''یہ اس خطرناک کھائی کی طرف سے آ رہا تھا اس نے انگور توڑے اور کھائے تھے۔''

پھر سردار رولوکا سے مخاطب ہوا۔ ''تو کون ہے اور کدھر سے آیا ہے؟''

رولوکا نے اس کو بھی وہی کہا جو وہ پہلے اس کے آدمی کو کہہ چکا تھا۔ سردار حیرت سے بولا۔ ''اس طرف سے آج تک کوئی نہیں آیا میں تیری بات کا یقین نہیں کرتا۔''

رولوکا بولا۔ ''نہ کرو مگر حقیقت یہی ہے جو میں بتا رہا ہوں۔''

سردار کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''تو پھر تو کوئی جادوگر ہے اس طرف تو بہت خطرہ ہے تو جادو سے آیا ہے۔''

رولوکا نے کوئی جواب نہ دیا تو سردار بولا۔ ''اگر تو جاسوس ہوا تو تیری موت بڑی دردناک ہوگی۔''

رولوکا بولا۔ ''میں جاسوس نہیں ہوں تم میرا یقین کر سکتے ہو۔''

''میرے لئے یہ بہت مشکل کام ہے میں اپنی ایک پریشانی میں گھرا ہوا ہوں۔''

رولوکا بولا۔ ''مجھے بتاؤ کیا پریشانی ہے شاید میں تمہارے کسی کام آ سکوں۔''

سردار بولا۔ ''ہمارا جادوگر مارا گیا ہے اور نیا کوئی نہیں ہے، میں مشورہ کس سے کروں۔''

''جادوگر کو کسی نے مار دیا کہ وہ اپنی موت خود مر گیا ہے۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''اس کو ایک لنگڑے شیر نے مار کر پورا کھا گیا ہے اور وہ جادوگر اس کے پیٹ میں چلا گیا ہے وہ شیر کے اندر ہے اس طرح وہ شیر نہایت چالاک اور خطرناک ہو گیا ہے ہم اس کے آنے کے تمام راستے بند کر کے پہرہ دیتے ہیں اور وہ پھر بھی کسی بچے کو یا عورت کو بے آواز اٹھا کر لے جاتا ہے اور صبح پتہ چلتا ہے، کئی عورتیں اور بچے وہ کھا چکا ہے۔''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''آج تم کوئی راستہ بند نہ کرو اور نہ پہرہ لگاؤ میں اس شیر کو دیکھتا ہوں۔''

سردار یہ سن کر بولا۔ ''چالاکی مت کرو میں سمجھ رہا ہوں کہ تم رات کو فرار ہو جاؤ گے اور ہمارے دشمن کو ہمارے بارے میں بتا دو گے۔ وہ ہماری کمزوریاں اور طاقت کا اندازہ کر لے گا اور پھر ہم پر حملہ کرے گا میں سردار ہوں سب جانتا ہوں میں نے دشمن کے بارے میں سب پتہ کر لیا ہے۔ اس کے پاس ستر جوان لڑنے والے اور سو عورتیں ہیں بچے اور بوڑھے بھی ہیں مگر وہ ہمارے لئے بے کار ہیں جوان تو مارے جائیں گے البتہ عورتیں ہمارے کام کی چیزیں ہیں میں خود ان پر حملہ کر دیتا مگر اس جادوگر شیر نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔'' سردار روانی میں اپنے راز کی باتیں بھی بیان کر گیا۔

رولوکا ہنس کر بولا۔ ''تم بہادر ہو مگر بہت بھولے بھی ہو تم نے اپنے راز کی باتیں مجھے بتا دیں اگر میں جاسوس ہوتا تو تم کبھی کامیاب نہ ہوتے اس لئے کہ میں ان کو تمہارے ارادے سے آگاہ کر دیتا مگر میں جاسوس نہیں ہوں اور مجھے نہیں پتہ کہ تمہاری دشمنی کس قبیلے سے ہے اور وہ کہاں اور کتنی دور رہتا ہے تم مجھ پر یقین کرو میں بھاگوں گا نہیں اور سویرے وہ شیر نہیں ہوگا۔''

سردار کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا وہ بولا۔ ''تم نے درست کہا تم مجھے سچے آدمی لگتے ہو میں تم پر اعتبار کرتا ہوں اگر تم شیر کو مارنے میں کامیاب ہوئے تو میں تم کو ایک بہت حسین عورت انعام میں دوں گا مگر میری بات یاد رکھنا اس کو مارنا نہیں ہے اس کے اندر جادوگر ہے اور وہی شیر کی پشت پناہی کر رہا ہے اور شیر نہایت چالاک ہو گیا ہے۔''

رولوکا بولا۔ ''تمہارے بتانے کا شکریہ میں اس کا خیال رکھوں گا۔''

سردار نے سب عورتوں اور مردوں کو ان کے گھروں کو جانے کا حکم دیا اور پہرے داروں کو بھی گھر پر رہنے کا حکم دیا سب چلے گئے تو سردار بولا۔ ''لو میں نے تمہاری بات مان لی ہے۔''

رولوکا بولا۔ ''اب تم بھی آرام کرو میں یہاں پر موجود ہوں مجھے اکیلا دیکھ کر وہ جادوگر شیر میری طرف ہی آئے گا اور میری اس کی ملاقات ہو جائے گی۔''

سردار چلا گیا۔ سب گھروں میں اندھیرا ہو گیا اور رات کے اندھیرے میں رولوکا ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ دو گھنٹے کے بعد رولوکا کو پتہ چل گیا کہ شیر اس کے قریب میں ہے وہ ہوشیار ہو گیا۔

کچھ ہی دیر میں شیر اس کی نگاہوں میں آ گیا۔ وہ لنگڑا کر چل رہا تھا اس کے پچھلے پیر میں کچھ تکلیف تھی وہ دوڑ کر شکار کرنے سے قاصر تھا اور پیٹ تو غذا مانگتا ہے اس لئے وہ اس گاؤں کے اطراف میں ہی رہتا تھا اور موقعہ ملتے ہی اپنا شکار کر لیتا تھا۔ شیر رولوکا کے قریب آ رہا تھا اور رولوکا اس سے رابطہ کرنے میں لگا تھا آخر وہ اس میں کامیاب ہوا شیر جب حملہ کرنے کی پوزیشن اختیار کر چکا تھا تو عین اس وقت رولوکا نے اس کو حکم دیا۔ ''ٹھہر جا آگے مت آنا ورنہ مارا جائے گا۔''

شیر کھڑا ہو گیا رولوکا بولا۔ ''تیرا ایک پیر زخمی ہے تو زمین پر لیٹ جا میں تیرا علاج کرتا ہوں تو ٹھیک ہو جائے گا مگر وعدہ کر پھر کبھی اس طرف نہیں آئے گا۔'' شیر زمین پر لیٹ گیا۔

رولوکا اس کے قریب گیا اور اس نے وہی پیر اٹھا کر دیکھا اس پیر میں ببول کا ایک کانٹا پورا گھسا ہوا تھا رولوکا نے اس کانٹے کو پکڑ کر آہستہ آہستہ باہر نکالا اور پھر ایک جھٹکے سے باہر نکال دیا شیر کو تکلیف ہوئی اور پھر وہ کھڑا ہو گیا اور چاروں پیر زمین پر رکھے اور دوڑتا ہوا جنگل کی طرف بھاگا دور سے اس کے دہاڑنے کی آواز آئی اور پھر خاموشی چھا گئی، رولوکا اسی پتھر پر لیٹ گیا اور سو گیا۔

صبح سردار نے اس کو اٹھایا اور پوچھا۔ ''شیر آیا تھا۔''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''آیا تھا میں نے اس کا علاج کر دیا وہ شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔''

سردار نے حیرت سے رولوکا کی طرف دیکھا اور بولا۔ ''یہ مذاق کا وقت نہیں ہے سچ بتا۔''

رولوکا بولا۔ ''تم نادان ہو اس شیر کے پیر میں ببول کا کانٹا پورا اندر گھسا ہوا تھا وہ دوڑ نہیں سکتا تھا اور شکار اس کے ہاتھ آتا نہیں تھا اس کو آسان شکار انسان ہی نظر آیا اور وہ بستی کے قریب رہنے لگا اور تم لوگوں کا شکار کرنے لگا میں نے صرف یہ کیا کہ اس کے پیر سے کانٹا نکال دیا۔''

''اور اس نے تم سے کچھ نہیں کہا میری کھوپڑی میں یہ بات نہیں آ رہی تم شیر کے قریب کس طرح گئے وہ آدم خور شیر تھا کوئی بکری نہیں تھا تم مجھے چکر دے رہے ہو۔'' سردار بولا۔

رولوکا بولا۔ ''بات یہ ہے کہ جنگل کے جانور میرے دوست ہیں تم کو میں نے بتایا تھا کہ میں اس خطرناک راستے سے یہاں آیا ہوں تم نے یقین نہیں کیا تھا مگر وہی

درست تھا سارے درندے پرندے میرے دوست ہیں مجھے خطروں سے آگاہ کرتے ہیں اور میرا کہنا مانتے ہیں مجھے تم کو بتانے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا اس لئے بتا دیا ہے۔"

"ہاں یہ ہوسکتا ہے میں نے سنا ہے افریقہ میں صرف ایک آدمی ایسا ہے جو جانوروں سے رابطہ کرتا ہے شاید تم وہی ہو، شاید تم اس سرزمین کے عظیم سپوت رولوکا ہو۔" سردار کی آواز جذبات سے بھرا گئی اور اس کے چہرے پر خوشیوں کی پھلجھڑیاں چھوٹتی صاف نظر آ رہی تھیں۔

رولوکا نے اس کی خوشی کو مزید مستحکم کر دیا۔ "ہاں میں رولوکا ہوں۔"

سردار چیخ کر بولا۔ "آج کا دن کتنا اچھا ہے آج مجھے تمہارا دیدار ہوا میں اپنی خوشی کا اظہار کس طرح کروں آج یوم جشن ہے آج اس قبیلے کے لئے بہت بڑی خوشی خود چل کر آئی ہے اے عظیم انسان مجھ سے کل کچھ گستاخی ہوگئی تھی میں نے تم پر اعتبار نہیں کیا تھا مجھے معاف کردو۔"

رولوکا مسکرا کر بولا۔ "تم نے مجھے کچھ زیادہ ہی اونچا کر دیا۔ ہے میں تمہاری طرح کا ہی انسان ہوں تم نے میری عزت کی میں خوش ہوا۔" سردار یہ سن کر ناچنے لگا اس کے اس بے ڈھنگے ناچ کو دیکھ کر رولوکا کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی سردار کو اس حالت میں دیکھ کر اور لوگ بھی اس کے ساتھ ناچنے لگے پھر عورتیں اور بچے بھی اس رقص میں شامل ہوگئے اور پھر کوئی ایک ڈھول نمونے کی چیز لے آیا اور اس کی تھاپ پر پورا قبیلہ ناچتا رہا کسی نے نہیں پوچھا کہ یہ خوشی کا رقص کیوں ہو رہا ہے سردار خوش تھا تو سب اس کے ساتھ خوش تھے۔

کافی دیر کے بعد رولوکا نے ہاتھ اوپر کیا تو سردار رک گیا اس کے بدن سے پسینہ زمین پر گر رہا تھا اور چہرہ سرخی مائل ہوگیا تھا۔ سردار کے رکتے ہی ڈھول بھی بند ہوگیا اور لوگوں کے پیر بھی رک گئے۔ سب کے چہروں پر تھکن کے ساتھ ساتھ خوشی کے آثار تھے۔" کچھ دیر رولوکا خاموش رہا پھر بولا۔ "سردار اس لئے خوش ہے کہ وہ آدم خور شیر اس بستی سے بہت دور چلا گیا ہے اب تم کو اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

سارے لوگوں نے خوشی سے پھر رقص شروع کر دیا۔

کچھ دیر کے بعد سردار نے کہا۔ "اور اس شیر کو بھگانے والا یہ جوان ہے یہ وہ شخص ہے کہ جس قبیلے میں جاتا ہے اس کی قسمت بدل جاتی ہے اب ہم کو کسی دشمن کا ڈر بھی نہیں ہے۔" لوگ پھر نعرے لگانے لگے۔

رولوکا نے ہاتھ کے اشارے سے ان کو خاموش کیا اور بولا۔ "میں تم سب کا دوست ہوں میں پورے افریقہ کا دوست ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ دنیا میں سب سے پس ماندہ ہمارا ملک ہے مگر یہ بھی جانتا ہوں کہ قدرتی وسائل اس کے پاس ہونے کے باوجود ہم ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہے۔ ہم ذہنی طور پر دنیا سے بہت پیچھے ہیں دنیا بہت آگے جا چکی اور ہم وہیں کھڑے ہیں۔ میں تمہاری جو مدد کرسکتا ہوں ضرور کروں گا۔ تمہارا کوئی دشمن نہیں ہے تم دوسروں کو دوست بناؤ دشمن نہ بناؤ اور یہی ترقی کا راز ہے۔"

سردار نے کہا۔ "آج تم خوشیاں مناؤ کھاؤ پیؤ اور اپنی عورتوں بچوں کو خوش کرو شکار کی چھٹی ہے۔" سب لوگ خوشی خوشی اپنے گھروں کو چلے گئے ان کے جانے کے بعد سردار بولا۔

"میرے قابل احترام مہمان میں نے اب تک تمہاری کوئی خدمت نہیں کی آؤ میرے گھر چلو۔"

رولوکا اس کے ساتھ روانہ ہوا اس کا جھونپڑا بڑا تھا فرش پر کسی جانور کی کھال پڑی تھی اور دروازے پر ایک نیم برہنہ عورت کھڑی ان دونوں کا استقبال کر رہی تھی سردار بولا۔ "یہ میری بیوی ہے اور بہت وفادار ہے میں نے اس کو تمہاری خدمت پر مقرر کر دیا ہے یہ رات کو بھی تمہارے پاس رہے گی۔"

رولوکا بولا۔ "میں کسی عورت سے خدمت نہیں کرتا تم اس کو اپنے پاس رکھو میں اکیلا ہی آرام کروں گا۔"

سردار اداس ہوگیا اور بولا۔ "آپ نے میری

خدمت قبول نہیں کی افریقہ میں سردار اگر کسی کی خدمت کرتا ہے تو اپنی سب سے عزیز عورت مہمان کو پیش کرتا ہے اس سے مہمان خوش ہوتا ہے اور دوستی کا حق ادا کرتا ہے آپ نے میرا دل توڑ دیا ہے میں بہت دکھ محسوس کر رہا ہوں۔"

رولوکا بولا۔"میں خود افریقی ہوں اور یہاں کے رسم و رواج جانتا ہوں میں ان رسم و رواج کے خلاف ہوں دوسرے میں کسی اور لائن کا آدمی ہوں میں عورتوں سے دور رہتا ہوں میرے کچھ اصول ہیں میں اپنے اصول پر چلتا ہوں ان میں ایک عورت سے دور رہنے کا اصول بھی ہے تم میری بات کو سمجھ لو اور اس کے علاوہ کچھ محسوس نہ کرو، میں خوش ہوں، تم بھی خوش ہو جاؤ۔"

سردار نے جواب دیا۔"ٹھیک ہے میں نے آپ کی بات مان لی اس لئے ضرور اس میں کوئی اچھائی ہوگی۔"

رولوکا نے کہا۔"تم جاؤ اور عیش کرو میں بھی ذرا آرام کرتا ہوں۔"

سردار نے گردن جھکا کر تعظیم دی اور باہر آ گیا اور رولوکا آئندہ کے پروگرام بناتے بناتے گہری نیند سو گیا اور شام تک سوتا رہا۔ شام کو سردار نے اس کو جگایا اور بولا۔ "کھانے پر سب لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" رولوکا اٹھ کر اس کے ساتھ کھلے میدان میں آ گیا۔ وہاں پر پورا قبیلہ موجود تھا۔ اس جگہ ایک عظیم دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔

سردار نے ادب سے رولوکا کو اس دعوت میں شریک ہونے کو کہا۔ رولوکا بولا۔"میں گوشت خور نہیں ہوں میں پھل اور سبزیاں کھاتا ہوں اور بہت کم کھاتا ہوں تم میرے کھانے کے بارے میں بالکل فکر نہ کرو میں سب کی خوشی دیکھنا چاہتا ہوں۔" اور وہ کھانا کھاتے لوگوں کے درمیان سے گزرنے لگا اس کو اپنے درمیان دیکھ کر لوگ نعرے لگا رہے تھے ان کے ہاتھ اور منہ میں گوشت کے ٹکڑے تھے عورتیں اپنے وجود سے بے خبر کھانے پر ٹوٹی پڑ رہی تھیں۔ رولوکا اور سردار میدان سے گھر میں آ گئے پھر

سردار بولا۔"حکم ہو تو فروٹ لاؤں۔"

رولوکا بولا۔"بھوک نہیں ہے رہنے دو تم یہ بتاؤ یہ دعوت کب تک چلے گی۔"

"جب تک سارا گوشت ختم نہیں ہو جاتا یہ لوگ نہیں جائیں گے اس میں آدھی رات بھی ہو سکتی ہے۔" سردار بولا۔"ابھی بہت وقت ہے۔"

"تم یہ بتاؤ تمہاری دشمنی کس قبیلے سے ہے اور کیوں ہے۔" رولوکا نے پوچھا۔

سردار رولوکا کے قریب بیٹھ گیا اور بولا۔"یہاں سے آدھے دن کے فاصلے پر ایک بہت بڑا دریا ہے اس دریا کا پانی نیلا ہے اور اس میں مچھلی بھی نیلی ہوتی ہے یہ مچھلی بڑی نایاب غذا ہے بڑی طاقتور اور بڑی چالاک ہوتی ہے۔ آسانی سے شکار نہیں ہوتی اس دریا کے دوسری طرف آدھے دن کے سفر پر ایک قبیلہ آباد ہے اس کا نام گلورچی ہے وہ لوگ بھی اس دریا پر شکار کرتے ہیں اور ہم بھی جاتے ہیں مگر اکثر ہمارے شکاری خالی ہاتھ آ جاتے ہیں، یہ بہت پہلے کی بات ہے میرا باپ سردار ہوا کرتا تھا اس نے اس مچھلی کو شکار کرنے کا ایک طریقہ نکالا وہ یہ تھا کہ ایک بڑی چوڑی نالی کھدوائی اور ایک بہت چوڑا گڑھا بنوایا اس نالی کے راستے پانی اس گڑھے میں آنے لگا اس کے ساتھ مچھلیاں بھی آتی تھیں اور گڑھے میں پھنس جاتی تھیں اور ہمارے قبیلے والے آسانی سے ان کو پکڑ لیا کرتے تھے۔ اس طرح ہم کو وافر خوراک ملنے لگی مگر وہ گڑھا یہاں سے بہت دور تھا اس کی حفاظت بہت مشکل تھی۔ ایک دو آدمی ہوتے تھے۔ گلورچی قبیلہ والوں نے رات میں اس گڑھے سے مچھلیاں چرانی شروع کر دیں۔ صبح ہمارے شکاری جاتے تو ان کو بہت کم مال ملتا تھا پہرے داروں نے بتایا کہ دریا کی طرف سے گلورچی آتے ہیں وہ دس گیارہ ہوتے ہیں اس لئے وہ ان کو روک نہیں سکتے وہ مچھلیاں گڑھے سے نکال کر لے جاتے ہیں میرے باپ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اس نے اپنے جادوگر سے مشورہ کیا اس نے کہا اندھیری رات میں ان پر نہایت

خاموشی سے حملہ کر دیا جائے تو کامیابی ہوگی میرے باپ نے بڑے خفیہ انداز میں ایک دستہ تیار کیا، موٹے موٹے درخت کے تنوں کو کھوکھلا کر کے دو دو سواروں کی کشتیاں بنائی گئیں اور ایک اندھیری رات میں وہ دریا میں اتر گئے پانی کا بہاؤ تو تیز ہی رہتا تھا اس لئے دوسرے کنارے پہنچتے پہنچتے گلورچی قبیلے سے کچھ آگے جا کے وہاں پر انہوں نے اپنی کشتیاں چھپائیں اور بڑی تیزی سے گلورچی قبیلے کی طرف آ گئے۔

اور نہایت خاموشی سے منہ ڈھانپ کر کئی گھروں میں گھس گئے وہاں کے مردوں کو مار ڈالا اور عورتوں کو منہ باندھ کر لے آئے ان کے ساتھ کچھ بچے دودھ پیتے بھی آ گئے۔ یہ کارروائی راتوں رات ہوگئی۔ مگر واپس آنے اور جانے میں وقت برباد نہ ہوتا تو اور زیادہ مال ان کے ہاتھ لگتا۔

اس طرح کئی دفعہ یہ واردات میرے باپ نے کی مگر گلورچی والے سمجھ نہ سکے کہ یہ کس کا کام ہے میرے باپ کے آخری دور میں یہ بات کھل گئی۔ کسی عورت کو ان کے کسی آدمی نے دیکھ لیا اور کہا کہ یہ میری عورت ہے تم لوگ اٹھا کر لائے ہو اور گلورچی کے سردار کو بھی پتہ لگ گیا اور بات کھلتے ہی باقاعدہ دشمنی ہوگئی اور میرے باپ کا انتقال ہوگیا اور یہ دشمنی میرے حصہ میں آ گئی۔ میں نے اس کو ختم کرنے کی کوشش کی مگر گلورچی والے نہ مانے اور اسی سلسلے میں وہ چھوٹے موٹے حملے کرتے رہے مگر کوئی زیادہ بڑا حملہ نہیں ہوا دشمنی تو ہے۔''

''بڑا حملہ کیوں نہیں ہوا؟'' رولوکا نے پوچھا۔

''اس کی ایک وجہ تو درمیان میں دریا ہے دوسری وجہ ان کی افرادی قوت بھی ہمارے جیسی ہے ہم جس قدر بچے پیدا کرتے ہیں اسی حساب سے ہمارے جوان مرتے بھی ہیں شکار کے دوران درندوں کا شکار ہو جاتے ہیں زمین کے خطرے سانپ بچھو ان کو مار دیتے ہیں کچھ بیماریاں ان کو مار دیتی ہیں اس لئے ہماری پیدائش اور موت کا فرق زیادہ نہیں ہے میں نے اندازہ کیا ہے ایسے ہی حالات گلورچی والوں کے ہیں۔ اگر ان کی افرادی قوت ہم سے بہتر ہوتی تو وہ ضرور حملہ کرتے۔''

''تم نے کبھی ان سے دوستی کرنے کی کوشش کی۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''ایک دفعہ میں نے کوشش کی تھی۔''

رولوکا نے کہا۔ ''میں اس طرف جاتا ہوں اور تمہاری دشمنی ختم کرانے کی کوشش کرتا ہوں۔''

سردار بولا۔ ''تم کوشش ضرور کرو مگر میرا خیال ہے شاید کامیابی نہ ہو اس لئے کہ دشمنی پرانی ہو چکی ہے اور ہم لوگ سب سے زیادہ پرانی دشمنی کو عزیز رکھتے ہیں افریقہ میں شاید ہی کوئی قبیلہ ہو جس کی دشمنی کسی سے نہ ہو۔''

''تم نے درست کہا ہے اور یہی جہالت بہت سی خرابیوں کو پیدا کرتی ہے لوگ اس دشمنی کی بھینٹ چڑھتے رہتے ہیں اگر افہام و تفہیم کے ذریعہ محبت اور درگزر کے جذبے کے ساتھ کوشش کی جائے تو معاملہ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ تم دوستی کرنے پر راضی ہو یہ بتاؤ'' رولوکا نے پوچھا۔

''میں آپ کے کئے فیصلے کو مانوں گا چاہے وہ میرے خلاف ہو آپ کو پورا اختیار ہے۔'' سردار بولا۔

رولوکا نے پھر کہا۔ ''تم نے مجھے اختیار نہیں دیا بلکہ اچھائی کی طرف قدم بڑھایا ہے، یاد رکھو اچھا انسان وہی ہوتا ہے جس میں انسانیت ہوتی ہے کچھ حاصل کرنے کے لئے پہلے دینا پڑتا ہے اور لڑائی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا صرف جاتا ہے میں تمہارا وکیل بن کر ان کے پاس نہیں جاؤں گا تم جس طرح سوچتے ہو اسی طرح ان کی بھی ایک سوچ ہوگی وہ بھی اسی سرزمین کے ہیں ان کو تم سے گلہ ہوگا شکوہ ہوگا وہ صرف غیر جانب ہونے کی حیثیت سے میں ختم کر سکتا ہوں اگر منصب جانب دار ہوگا تو انصاف کبھی نہیں کر سکتا تم میری بات سمجھ رہے ہو۔'' رولوکا بولا۔

سردار بولا۔ ''میں سمجھ رہا ہوں میں تم سے اختلاف کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔''

''تو پھر مجھے اجازت دو میں جاتا ہوں۔'' اور رولوکا

گلور چی قبیلہ کی طرف روانہ ہوا۔

دریا اپنی پرانی روانی پر تھا۔ یہ ایک پہاڑی دریا تھا چوڑائی زیادہ نہ تھی مگر گہرائی اور تیزی بہت تھی اس کو پار کرنے والی کشتیاں بھی عمودی نہیں چل سکتی تھیں وہ ترچھی چلتی تھیں اور دوسرے کنارے پر پہنچ کر دور رکتی تھیں مگر اس دریا میں مگرمچھ نہ تھے رولوکا نے اپنے طریقہ پر اس کو پار کیا اور وہ گلور چی قبیلہ کی طرف روانہ ہوا۔ زیادہ نہیں چلا تھا کہ درختوں کی اوٹ سے کئی نوجوان بڑے بڑے بھالے اور نیزے لے کر اس کے سامنے آ گئے ان میں سے ایک بولا۔ ''تو گوتی قبیلہ سے آیا ہے۔'' گوتی نام اس قبیلے کا تھا جہاں سے رولوکا آیا تھا۔''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''ہاں میں وہیں سے آیا ہوں۔''

وہی شخص بولا۔ ''تو جاسوس لگتا ہے تیرے بدن پر بھی کچھ ہے تجھے میرے سردار کے پاس چلنا ہوگا اگر تو نے بھاگنے یا زور دکھانے کی کوشش کی تو مارا جائے گا۔''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''میں تمہارے سردار سے ہی ملنے آیا ہوں تم مجھے سردار کے پاس لے چلو۔''

وہ بولا۔ ''آ گڑبڑ نہ کرنا، میرا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا۔''

رولوکا کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی وہ بولا۔ ''گڑبڑ نہیں کروں گا۔''

رولوکا کو درمیان میں رکھ کر وہ روانہ ہوئے اور ڈھائی گھنٹے کے بعد ان کی آبادی آ گئی یہ آبادی بھی گوتی قبیلہ کی طرح تھی اور مرد و عورتیں بھی ایک ہی طرح کے تھے ان کے لباس بھی صرف نیچے تھے اوپری حصہ ان کا بھی برہنہ تھا۔

رولوکا کو دیکھ کر یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید کوئی مجرم پکڑا گیا ہے وہ اس کے قریب آنے لگے اور تھوڑی دیر میں پوری آبادی رولوکا کے گرد جمع تھی آخر میں سردار کی آمد ہوئی سردار ایک بہت موٹا آدمی تھا اس کا پیٹ بہت پھولا ہوا تھا اور اس پر کئی لکیریں پڑی تھیں چہرہ بہت چوڑا اور ہونٹ ضرورت سے زیادہ موٹے تھے اور آواز نہایت بھاری تھی اس کی آواز کے صوتی اثرات کانوں کو اچھے نہیں لگتے تھے اور آدمی اس کی آواز سے تنگ ہو جاتا تھا۔

اس نے آتے ہی رولوکا کو کاندھے سے پکڑ کر ہلا دیا اور زور سے بولا۔ ''بول تو کون ہے؟''

رولوکا نے بڑی آسانی سے جواب دیا۔ ''میں مسافر ہوں۔''

''تو گوتی قبیلہ سے آیا ہے ضرور ان کا جاسوس ہے۔''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''میں افریقی ضرور ہوں مگر گوتی قبیلہ کا نہیں۔ میرا قبیلہ بہت دور ہے جس طرح تمہارے پاس آیا ہوں اسی طرح گوتی قبیلہ میں بھی گیا تھا۔''

''میں تمہاری بات کا اعتبار نہیں کر سکتا اس کا فیصلہ ہمارا وچ ڈاکٹر کرے گا وہی بتا سکتا ہے کہ جھوٹے ہو کہ سچے وہ آنے والا ہے۔'' اور تھوڑی دیر میں گھنگروؤں کے بجنے کی آواز آئی تو وہ بولا وہ آ گیا۔ چند منٹ کے بعد بھیڑ چھٹ گئی اور رولوکا کے سامنے ایک عجیب الخلقت آدمی کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی بدن سے ننگا تھا اور بہت چھوٹے قد کا تھا مگر اس کی آنکھیں الو کی طرح تھیں اور ہر وقت گردش میں تھیں اس کی لکڑی میں گھنگرو بندھے تھے اور وہی آواز کرتے تھے۔ اس کی آواز بڑی باریک تھی جب وہ بولتا تھا تو لگتا تھا کوئی سیٹی بج رہی ہو۔

اس نے آتے ہی رولوکا کے سر سے اپنی لکڑی کو گھمایا اور فوراً فیصلہ سنا دیا۔ ''یہ بہت خطرناک جاسوس ہے اس کا زندہ رہنا ہمارے لئے بدشگون ہوگا۔ اس کو آج رات ہی ختم کرنا ہوگا اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہمارے قبیلے پر زبردست قسم کی آفت آ سکتی ہے دیوتا اس کو یہاں دیکھ کر سخت غصے میں ہیں۔'' اور وہ اپنے ڈنڈے کو زمین پر مارتا ایک طرف چل دیا۔

سردار جادوگر کے الفاظ سن کر پریشان نظر آتا تھا اس نے اشارہ کیا اور رولوکا کو چار جوانوں نے پکڑ لیا اور پھر رسی

ڈال کر اچھی طرح باندھ دیا اور اٹھا کر لے چلے اور ایک زمین دوز کھوہ میں اس کو ڈال دیا اور واپس چلے گئے۔

سردار بڑا پریشان تھا کیونکہ جادوگر غصے میں واپس گیا تھا لہٰذا جادوگر کی تلاش میں سردار اس کے جھونپڑے پر چلا گیا۔ جادوگر زمین پر کھڑا تھا مگر اس طرح کہ اس کے پیر آسمان کی طرف اور سر زمین پر ٹکا تھا۔ سردار اس کے قریب گیا اور بولا۔ ''معزز ساحر تو نے اس کی موت کا حکم سنا دیا مگر یہ نہیں بتایا کہ اس کو کس طرح مارا جائے۔''

ساحر نے آنکھیں چاروں طرف گھمائیں اور سیٹی نما آواز میں بولا۔ ''اس کو میدان میں ڈال دے اور اس پر شکاری کتے چھوڑ دے کہ جاسوس کی یہی سزا ہوتی ہے اور اب جا کہ میں دیوتاؤں کے حضور کھڑا ہوں۔''

سردار اٹھ کر واپس اپنے ڈیرے پر آیا اور اس نے ان کو بلایا جو رولو کا کو زمین کی کھوہ میں باندھ کر ڈال آئے تھے سردار بولا۔ ''اس جاسوس کو میدان کے درمیان ڈال دو اور پورے قبیلہ کو خبر کر دو وہ آ جائیں آج بہت دن کے بعد ان کی تفریح کا سامان ہوا ہے اور میرے چاروں شکاری کتوں کو لے آؤ۔''

انتظامات کرتے کرتے رات ہو گئی، میدان چاندنی رات میں صاف نظر آ رہا تھا۔ پورا قبیلہ ایک گول دائرے کی شکل میں کھڑا تھا اور درمیان میں ایک شخص رسیوں سے بندھا درمیان میں پڑا تھا جو کہ رولو کا تھا۔ سردار اس پورے مجمعے میں نمایاں تھا اس کے ہاتھ میں ایک زنجیر تھی اور اس زنجیر کے دوسرے سرے پر ایک خطرناک کتا تھا اس کتے کا منہ بہت بڑا تھا وہ کتا کم اور بھیڑیا زیادہ نظر آتا تھا اور بے چینی سے اچھل کود رہا تھا اس کو شاید اپنا شکار نظر آ رہا تھا۔ سردار نے اپنی پاٹ دار آواز میں سب لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور بولا۔

''یہ آدمی جو درمیان میں پڑا ہے یہ ہمارے دشمن قبیلہ کا جاسوس ہے، جاسوس کیا کرتے ہیں تم جانتے ہو ہمارے بزرگ جادوگر نے اس کو ختم کرنے کا حکم دے دیا ہے اور طریقہ بھی بتا دیا ہے تمہاری تفریح کا ایک ذریعہ بھی تم کو دے دیا ہے اب میں اپنے کتے کو چھوڑتا ہوں۔'' اور سردار نے کتے کو زنجیر سے آزاد کر دیا۔

تماشائی ایک سنسنی خیز نظارہ کرنے کے موڈ میں بیٹھے تھے ان کو ان کی توقع کے خلاف ایک حیرت انگیز نظارہ دیکھنے کو ملا اور آنکھیں پھاڑ کر اس نظارے کو دیکھنے لگے۔ کتا بڑی تیزی سے درمیان میں پڑے آدمی کی طرف گیا اور اس کے چاروں طرف تین چکر کاٹ کر اس کے نزدیک دم ہلا کر بیٹھ گیا، کتے کی خونخواری اور شکاری جبلت ختم ہو گئی اور وہ بندھے ہوئے آدمی کے پیروں کو خوشامد سے چاٹنے لگا۔ سردار نے بھی یہ نظارہ دیکھا اور اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی اس نے دوسرا کتا چھوڑ دیا مگر وہ بھی پہلے کی طرح پیر چاٹنے لگا۔ ہجوم کی حیرت اور بڑھتی گئی۔ سب جانتے تھے کہ یہ کتے کتنے خونخوار اور گوشت خور تھے۔ چاروں کتے اس آدمی کے قریب تھے اور اس کی رسیاں دانتوں سے پکڑ کر کھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔

سردار حیرت سے یہ نظارہ دیکھ رہا تھا، پھر وہ میدان کے درمیان جانے لگا تو دو کتے دانت نکال کر اس کی طرف دوڑے اور سردار واپس آ گیا سردار کے اشارے پر ایک آدمی دوڑ کر جادوگر کو بلا لایا وہ گھنگرو بجاتا آ گیا اور اس نے یہ نظارہ دیکھا تو ایک زور کی سیٹی نما آواز گلے سے نکالی زمین پر اپنی لکڑی کو اتنی زور سے مارا کہ اس پر لگے سارے گھنگرو زمین پر گر پڑے۔ گھنگروؤں کے زمین پر گرتے ہی کتے اس کی طرف دوڑے اور ایک منٹ میں جادوگر کی خون میں لتھڑی لاش زمین پر پڑی تھی اور پھر چند منٹ کے بعد وہاں پر ایک ڈنڈا اور ہڈیاں پڑی تھیں۔

حیرت انگیز بات یہ تھی کہ زمین پر ایک بھی گھنگرو نظر نہ آتا تھا یہ نظارہ خلاف توقع سردار اور پورے قبیلے نے دیکھا اور حیرت کے مارے ان کی زبان بند ہو گئی۔ سردار کی بھی آواز بند ہو گئی کتے جن کے منہ پر تازہ خون جادوگر کا لگا تھا وہ پھر میدان کے درمیان میں زمین پر پڑے شخص کے پاس پہنچ گئے، چند منٹ کے بعد ایک تماشہ لوگوں نے دیکھا۔ وہ زمین پر پڑا شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کتے اس کے

چاروں طرف گردش کرتے رہے۔ پھر اس نے سردار کو اشارے سے اپنی طرف بلایا اور زور سے بولا۔ ''سردار تم سے زیادہ سمجھدار تمہارے یہ کتے ہیں۔ انہوں نے تمہاری خرابی کو ختم کر دیا وہ خرابی تمہارا جادوگر تھا تم جس چیز کو نہ سمجھ سکے یہ سمجھ گئے۔ میں کسی قبیلے کا جاسوس نہیں ہوں میں تمہارا دوست ہوں تمہارے دشمن کا بھی دوست ہوں اور اس پورے خطے کا دوست ہوں تم دشمنی کرتے ہو۔ میں دوستی کرتا ہوں دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے صرف دوستی کی ضرورت ہے درگزر کرنے کی ضرورت ہے تم کسی کو معاف کر کے دیکھو تم کتنا اچھا محسوس کرو گے کتنا سکون تم کو ملے گا اس کے جواب میں تم کو بھی کوئی ضرور معاف کرے گا یہ سلسلہ چل جائے تو اس دنیا میں کوئی ہتھیار بنانے کی ضرورت نہ رہے، کسی جگہ آنے جانے پر پابندی نہ رہے کوئی بھوکا نہ رہے، کوئی غریب نہ رہے، میری بات تمہاری سمجھ میں آ رہی ہے۔''

سردار نے گردن ہلا کر اقرار کیا تو رولوکا پھر بولا۔

''تم خوراک کے لئے لڑتے ہو، عورتوں کے لئے لڑتے ہو، دنیا میں اور بہت ہیں جو زمین کے لئے لڑتے ہیں، اقتدار کے لیے لڑتے ہیں، دولت کے لئے لڑتے ہیں۔ اگر تم لڑائی نہ کرنے کا عہد کر لو تو بہت کچھ تم کو خود بخود حاصل ہو سکتا ہے تم اپنے دشمن سے عورتوں کا مطالبہ کرتے ہو اس لئے کہ تم اپنی افرادی قوت بڑھانا چاہتے ہو افرادی قوت اس لئے بڑھانا چاہتے ہو تا کہ تمہارے پاس زیادہ جنگجو ہوں۔ اگر نہ لڑنے کا عہد کر لو تو پھر تم افرادی قوت کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ گے اور خود بخود مسئلہ حل ہو جائے گا تم ان کے ساتھ ایک جگہ ایک مقام پر ساتھ رہو تمہاری اور ان کی عورتیں مشترکہ ہوں تمہارے اور ان کے جوان ساتھ شکار کریں ساتھ رہیں لڑائی ختم بولو تم کو منظور ہے۔''

سردار بڑے غور سے رولوکا کی باتیں سن رہا تھا رولوکا ان کی زبان میں بڑے آسان طریقہ پر بات کر رہا تھا اس کی باتیں پورا قبیلہ سن رہا تھا وہ روز روز کی لڑائی سے تنگ تھے سب نے ہاتھ اٹھا کر اپنی مرضی کا اظہار کیا اس کے بعد سردار بولا۔ ''مجھے بھی منظور ہے اگر گوتی والے مان جائیں۔'' رولوکا کے لبوں پر کامیابی کی مسکراہٹ آ گئی اور وہ پھر بولا۔ ''معزز سردار میں نے تم کو بتایا نہیں اور تم نے پوچھا نہیں کہ میں کون ہوں جب تک کچھ کر کے نہ دکھایا جائے بتانا اثر نہیں کرتا۔

اب میں تم کو بتاتا ہوں میرا نام رولوکا ہے شاید تم نے میرا نام کسی کی زبان سے سنا ہو تم نے میری مرضی سمجھ لی اب تم لوگ اور گوتی والے مل جل کر رہیں گے۔ لڑائی نہیں ہوگی اور ایک کمیٹی والے سارے فیصلے کریں گے اس کمیٹی میں تم اور گوتی کا سردار بھی ہوگا ایک بزرگ تمہارا ایک گوتی کا ہوگا اور میں ہوں گا سارے فیصلے ایمانداری سے تم چاروں کرو گے اور میں کہیں پر ہوں تم کو دیکھوں گا جو بے ایمانی کرے گا اس کو سزا ملے گی اور اس کی جگہ پر دوسرا آدمی آ جائے گا تم کو خود پہل کرنا ہے اور میرا فیصلہ گوتی والوں کو بتانا ہے وہ مان لیں گے۔''

سردار نے رولوکا کا نام سنا تو وہ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑا اس کو دیکھ کر سارے مرد اور عورتیں وہی کرنے لگے تو رولوکا کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا وہ بڑی کڑک دار آواز سے بولا۔

''اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ میں انسان ہوں اور تمہاری طرح ہوں تم مجھے سجدہ کیوں کرتے ہو اگر سجدہ کرنا ہے تو اس کو کرو جو تم کو زندگی دیتا ہے اور تم کو غذا دے کر زندہ رکھتا ہے۔ وہ درختوں پر پھل اور زمین پر فصل اگاتا ہے دریا میں پانی دیتا ہے وہ نظر نہیں آتا مگر ہر وقت ہر جگہ ہے، ہر پھول میں ہر پودے میں تم اس کو محسوس کر سکتے ہو اس انجانے خدا کو سجدہ کرو اس ان دیکھے خدا کا شکر کرو کسی انسان کو ہرگز سجدہ نہ کرنا اور نہ انسان کے بنائے ہوئے کسی بت کے سامنے جھکنا۔''

رولوکا کی آواز اتنی رعب دار اور تیز تھی کہ وہاں پر موجود ہر شخص نے سنی اور وہ سب کھڑے ہو گئے۔ سردار بھی کھڑا ہو گیا اور بولا۔ ''جادوگر کہتا تھا اس کی مدد اس کے دیوتا کرتے ہیں اس کے دیوتا پانی برساتے ہیں آگ

روشن کرتے ہیں اور ہمارے کھانے کا بندوبست کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟''

رولوکا بولا۔''اس کی باتیں تم سب کو اپنے قابو میں کرنے کی تھیں وہ دیوتاؤں کا پجاری تھا تو پھر اس کے دیوتا اس وقت کہاں تھے جس وقت کتے اس کے بدن کا گوشت کھا رہے تھے تم ان چکروں میں نہ پڑو صرف ایک خدا ہے اس نے یہ دنیا بنائی ہے تم اس کو یاد کرو صرف اس کو یاد کرو میرا اب وقت تمہارے پاس سے جانے کا ہو رہا ہے مجھے اجازت دو اور میری باتیں یاد رکھو۔''

☆......☆......☆

دوپہر کا وقت تھا اور تیز دھوپ نکلی ہوئی تھی، رولوکا جنگل کے درمیان تھا اس نے جنوب کی طرف چلنا شروع کر دیا اس کے ذہن میں دلی کا خیال آیا اور تصور میں حکیم وقار کا چہرہ سامنے آ گیا اور چند سیکنڈ میں وہ دلی میں تھا۔ وہ حکیم صاحب کے دماغ میں تھا اور ان کی آنکھوں سے سامنے بیٹھے ہوئے مریض کو دیکھ رہا تھا۔''حکیم صاحب ہماری شادی کو چار برس ہو چکے ہیں ہم دونوں نے اپنا معائنہ کرایا ہے دونوں میں کوئی کمی نہیں ہے مگر اولاد ہم کو نہیں ہوتی آپ بھی چیک کر لیں اور کچھ علاج بتائیں۔'' رولوکا نے غور سے عورت کو دیکھا اور مرض اس کی سمجھ میں آ گیا وہ اب تک خاموش تھا اگر بول پڑتا تو حکیم صاحب کا چونک جانا ضروری تھا اس لئے اس نے ان کے جانے کا انتظار کیا۔

حکیم صاحب بولے۔'' انسان کے نصیب میں جس عمر میں اولاد ہونا ہوتی ہے ہوتی ہے۔ میں آپ کے لئے ایک مجرب نسخہ بنوا کر رکھوں گا کل آ جائیں کیونکہ اس کے بنانے میں وقت لگتا ہے۔'' وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور چلے گئے اب حکیم صاحب کمرے میں اکیلے تھے۔

رولوکا نے آہستہ سے کہا۔''وہ مجرب نسخہ اس مریض کو نہ دینا بے کار جائے گا۔''

حکیم صاحب چونک کر مسکرا پڑے اور دل میں کہا۔

''بہت دن بعد یاد کیا تم ٹھیک تو ہو۔''

''ہاں میں ٹھیک ہوں اور بہت دیر سے اس جوڑے کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے عورت کے نقص کو پکڑ لیا ہے۔''

''بہت خوب میرے دوست تم دنیا کے انوکھے معالج ہو جو ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے بھی مریض دیکھ لیتے ہو اور علاج کرتے ہو۔'' حکیم صاحب بولے۔

''میں نے کب دیکھا آپ نے دیکھا تھا آپ کے وسیلے سے میں نے دیکھا۔'' رولوکا بولا۔

''مگر میں نے اس پر ذرا غور نہیں کیا اور تم کو مرض نظر آ گیا۔ یہ فرق تم میں اور مجھ میں ہے۔'' حکیم صاحب بولے۔

''دراصل یہ فرق اپنی اپنی لائن کا ہے میں اس طرف جاتا ہوں جدھر آپ نہیں جاتے آپ جسمانی امراض اور اس کے طریقہ علاج پر غور کرتے ہیں میں جسمانی علاج کی طرف نہیں جاتا کیونکہ میں حکیم نہیں ہوں میں مرض کی دوسری وجوہات پر سوچتا ہوں بس یہ فرق ہے۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

''اب اس کا کیا کرنا ہے؟'' حکیم صاحب بولے۔

''کل آپ ان کے تفصیلی حالات کا پتہ کریں گے میں بھی سنوں گا اور پھر فیصلہ ہو گا کہ کیا کرنا ہے؟''

دوسرے دن وہ جوڑا آ چکا تھا حکیم وقار کے سامنے تھا۔ مگر حکیم صاحب رولوکا کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ چند منٹ کے بعد مرد نے کہا۔''حکیم صاحب آپ نے دوا بنوالی ہو تو عنایت کریں۔''

حکیم صاحب بولے۔''میں دوا تو دوں گا مگر آپ ذرا انتظار کریں مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں کچھ پوچھنا ہے ان کی روشنی میں آپ کا علاج کروں گا اور انشاء اللہ آپ صاحب اولاد ہو جائیں گے۔''

مرد بولا۔''میں حاضر ہوں پوچھئے۔'' حکیم صاحب مسکرائے۔''مجھے کسی کا انتظار ہے۔''

رولوکا نے ان کے دماغ میں کہا۔''انتظار ختم ہوا۔''

حکیم صاحب نے مسکرا کر مرد کو کہا۔''انتظار ختم ہوا میرے سوالات کے جواب دیں مگر ایک بات یاد رکھیں

جوابات درست ہوں یعنی ان میں جھوٹ نہ ہو اگر آپ کا پہلو کمزور بھی ہو رہا ہو تو بھی غلط بیانی نہ کریں۔"

مرد بولا۔ "میں ایسا ہی کروں گا۔ مگر آپ کس کا انتظار کر رہے تھے میں سمجھ نہ سکا۔"

حکیم صاحب بات بنانے کو بولے۔ "میں اپنی آمد کا انتظار کر رہا تھا اور ذہنی طور پر تیاری کر رہا تھا۔"

رولو کا نے کہا۔ "حکیم صاحب وقت کی مناسبت سے خوب بات بنائی۔"

حکیم صاحب بولے۔ "اب آپ اپنا اور اپنی بیگم کا تفصیلی تعارف کرائیں اور آگے بات کریں شادی کس طرح ہوئی وغیرہ وغیرہ۔"

مرد نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا اور بولا۔ "تمہاری اجازت ہے۔"

عورت نے پہلی بار زبان کھولی اور بڑے دھیمے لہجے میں بولی۔ "میں تمہاری پابند ہوں منع نہیں کرتی۔"

مرد نے کہا۔ "میرا نام سردار محمد یار ہے میرا باپ بہت بڑا سردار ہے میں دلی میں زیادہ رہا ہوں میری تعلیم بھی یہیں پر ہوئی ہے باپ کے پاس بھی کبھی جاتا ہوں میری بیوی میری ماموں زاد ہے اور یہ بھی ایک سردار کی بیٹی ہے ہماری شادی محبت کی شادی ہے اس کا نام مہر النساء ہے شادی سے پہلے اس کے اور کئی امیدوار تھے مگر ہماری محبت نے سب کو ہرا دیا اور ہماری شادی ہو گئی، اس شادی سے کچھ لوگ خوش نہ تھے مگر میرے باپ کے رعب کے سامنے وہ بے بس تھے۔ ان ہی لوگوں میں ایک سردار چمن خان بھی تھا مگر وہ اتنا بڑا سردار نہ تھا کہ میرے باپ پر اثر ڈال سکتا اس کی زمین بھی زیادہ نہ تھی مگر تھا بڑا گھاگ موقعہ دیکھ کر وار کرنے والا اور خود کو پس پردہ رکھ کر کام کرتا تھا اور جس پر وار کرتا تھا اس سے تعلقات بھی رکھتا تھا تاکہ اس پر شک نہ ہو۔ اس کا دماغ تخریبی کاموں میں خوب چلتا تھا اس کا ایک بیٹا بھی تھا وہ باپ سے دو قدم آگے تھا۔ چمن خان کا پروگرام تھا کہ مہر کی شادی اس سے ہو جائے اور مہر کے باپ کی زمینوں پر بھی اس کا کنٹرول ہو جائے کیونکہ میرے ماموں کا کوئی لڑکا نہیں ہے اس کو مہر سے زیادہ اس کی زمین میں دلچسپی تھی ان دونوں کے کردار کے بارے میں میرا باپ خوب جانتا ہے اس نے مہر کے باپ کو بھی ان کے بارے میں بتلا دیا تھا۔ اس لئے ان کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی اس نے اپنی طرف سے ہر کوشش کی اور آخر میں خود کو الگ رکھ کر بدمعاشی بھی کی اور مہر کا باپ کے پاس رہنا دشوار کر دیا آخر ماموں نے اس کی شادی دلی لا کر مجھ سے کر دی اس کے بعد بھی چمن خان کو چین نہ پڑا وہ دلی آتا رہا میں نے اس کو ایک دو دفعہ دلی میں دیکھا بھی، مگر اس شہر میں اس کی کیا چلتی وہ تو صرف غریب لوگوں پر حکم چلاتا تھا۔

ایک سال ہوا جب سے وہ نظر نہیں آیا، میرا باپ بڑا سردار ہے زمین بھی زیادہ ہے مگر وہ ایک سیدھا سادھا آدمی ہے اس کے مقابلے میں چمن خان کا دماغ شیطانی کارخانہ ہے وہ نت نئے طریقے دشمن کو زیر کرنے کے لئے ڈھونڈتا ہے، اس کی ان حرکتوں کی وجہ سے زیادہ تر لوگ اس سے دور رہتے ہیں۔

ماموں اور باپ نے مجھے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ دلی میں اگر وہ آئے اور تم سے ملاقات کرنا چاہے ہو تو تم نہیں ملو گے کیونکہ وہ شیطان ہے آئے گا تو اس میں بھی ضرور کچھ خرابی ہوگی۔ شاید اس کو اس بات کا اندازہ تھا اس لئے دلی میں وہ میرے پاس نہیں آیا۔

☆.....☆.....☆

"میرے والد سردار رحمت خان کے خطوط آتے رہتے ہیں ایک مرتبہ انہوں نے مجھے ایک بات لکھی کہ چمن خان اس کے پاس آیا تھا، بہت دیر تک باتیں کرتا رہا، کھانا وغیرہ بھی ساتھ کھایا، ایسا لگتا تھا کہ وہ شادی والی بات بھول گیا ہے مگر جاتے جاتے ایک جملہ ایسا کہہ گیا جس نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا ہے تم بھی غور کرو اور بتاؤ اس مطلب کیا ہے؟" چمن خان بولا۔ "سردار صاحب آ نے اپنی خوشی کر تو لی ہے مگر شاید دوسری خوشی کے لئے آ کو طویل انتظار کرنا پڑے۔"

''اس وقت اس کے جملے کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا تھا مگر اس کے جانے کے بعد میں نے اس پر غور کیا۔ میرے لئے دوسری خوشی تو صرف یہ ہو سکتی ہے کہ تم صاحب اولاد ہو جاؤ اور اس گدی کا جانشین پیدا ہو جائے، بیٹا تم میرے اکلوتے ہو، تمہاری ماں تمہاری پیدائش کے چند دنوں بعد تم کو میرے حوالے کر کے چلی گئی، اس نے مرتے وقت مجھ سے اقرار لیا تھا کہ میں تم کو سرداری دوں گا اور دوسری شادی کروں گا تو بھی سرداری تم ہی کو دوں گا مگر میں نے اس ڈر سے کہ کہیں میں کسی وجہ سے کمزور نہ پڑ جاؤں اور حالات مجھے مجبور کر دیں اور میں تمہاری ماں سے کئے ہوئے وعدے کو پورا نہ کر سکوں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں پوری زندگی شادی نہیں کروں گا اور میں اپنے فیصلے پر آج تک قائم ہوں، مجھ پر کئی دفعہ اس سلسلے میں دباؤ بھی آیا مگر میں اپنے فیصلے پر قائم رہا۔ تم کو دلی میں رکھنے کا فیصلہ بھی میں نے اس لئے کیا کہ یہاں پر ہر روز حالات بدلتے رہتے ہیں، آپس میں لڑائیاں ہوتی ہیں، میرا رویہ اپنے آدمیوں سے اس طرح کا نہیں ہے جیسا کہ دیگر سرداروں کا ہے، میں انسان کو انسان ہی سمجھتا ہوں میرے اس رویہ سے بہت سے سردار بیزار ہیں وہ لوگ خود وکیل ہیں اور خود ہی جج۔ دوسری وجہ تم کو یہاں سے دور کرنے کا یہ بھی تھا کہ تم محفوظ رہو اور اپنی تعلیم بھی پوری کرو اور اس ظالم و جابر ماحول کا حصہ نہ بن جاؤ۔

چمن خان نہایت چالاک اور ابن الوقت قسم کا آدمی ہے وہ مطلب حاصل کرنے کے لئے سامنے والے کے تلوے تک چاٹ لیتا ہے اور مطلب حاصل کرنے کے بعد کسی کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیتا ہے۔ یہی خوبی اس کے بیٹے میں بھی ہے۔ تم کو ان دونوں سے ہمیشہ ہوشیار رہنا ہے کیونکہ یہ کچھ بھی کر سکتا ہے میرے خیال میں یہ ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ تم اس کے جملے پر ضرور غور کرنا مجھے تمہاری اولاد کو دیکھنے کی آرزو ہے۔''

اس کے بعد انہوں نے علاقے کے حالات اور پیداواری حالات تحریر کئے تھے۔ حکیم وقار نے پوچھا۔ ''تم نے اس جملے کا کیا مطلب نکالا؟''

احمد یار نے جواب دیا۔ ''چمن خان نے یہ جملہ بلا وجہ تو نہیں کہا ہے، میرے خیال میں اس نے کچھ ایسا انتظام کیا ہے کہ میرے ہاں اولاد نہ ہو۔'' رولوکا نے حکیم صاحب کے دماغ میں کہا۔ ''آدمی سمجھ دار ہے بات کی تہہ تک پہنچ رہا ہے۔''

حکیم صاحب نے رولوکا کی بات سن کر کہا۔ ''آپ صحیح خطوط پر سوچ رہے ہیں مگر ایسا نہیں ہے۔'' ''یہ لاعلاج مرض نہیں ہے شیطان صفت لوگ اس قسم کی گھناؤنی حرکتیں کرتے ہیں مگر علاج کرنے والے بھی ہیں۔''

رولوکا نے حکیم صاحب کے ذہن میں کہا۔ ''اس کے لئے آپ گابا پر بھروسہ کریں اور ان کو کل پھر بلائیں۔''

حکیم صاحب نے احمد یار سے کہا۔ ''سردار صاحب آپ کی بیگم کو جو مرض ہے وہ میری نظر میں آ گیا ہے۔ آپ کے حالات معلوم کرنے کا مقصد بھی یہ تھا کہ آپ زیادہ وقت میرے پاس گزاریں اور مجھے آپ کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل ہو جائیں، آپ کو کل پھر آنا ہوگا، مجھے فرصت کا وقت شام کا ہوتا ہے اور اس قسم کے کیس سکون کے ساتھ ڈیل کرتا ہوں آپ شام چھ بجے آ جائیں پھر باتیں کریں گے۔''

دونوں میاں بیوی کے جانے کے بعد رولوکا بولا۔ ''اس عورت کے اوپر کالے علم کے ذریعے ایک ایسا جادوئی بیر مسلط کر دیا گیا ہے کہ یہ بیر کسی بھی صورت اولاد نہیں ہونے دے گا اور ایسا جس نے بھی کیا ہے وہ بہت ہی منجھا ہوا ماہر اور ہوشیار آدمی لگتا ہے۔''

حکیم صاحب بولے۔ ''واقعی! یہ تو بہت بھیانک عمل ہے۔''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''سفلی کا یہ بیر ہے جو کہ نہایت خطرناک بیر ہے مگر اس کو جو کام دیا گیا ہے وہ کر رہا ہے۔ اس کو اس جگہ سے ہٹا کر دوسرا بڑا کام دے دیا جائے تو وہ بھی کرے گا۔ آپ اس سلسلے میں گابا کی خدمات حاصل کریں وہ آپ کو اندر کے حالات بتائے گا اور میرا

خیال ہے اس بیر کو گرفتار بھی کرلے گا مگر یہ شاید اس آدمی تک نہ جائے جو اس بیر کا گرو ہے۔"

حکیم صاحب بولے۔ "جانے دو عورت ٹھیک ہو جائے یہی بہت ہے۔"

رولوکا بولا۔ "اس قسم کے کام کرنے والے لوگ بہت گندی ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ خاموش نہیں بیٹھے گا جب اس کو پتہ چلے گا کہ اس کا بیر پکڑا گیا ہے تو وہ پھر وار کرے گا۔ گابا تک تو وہ نہ آسکے گا مگر اس عورت کو پھر نشانہ بنائے گا اور پھر ایک نئی کہانی شروع ہو جائے گی۔"

حکیم صاحب بولے۔ "تمہاری بات سمجھ میں آتی ہے تو پھر اس کا ایسا علاج ہونا ضروری ہے کہ وہ پلٹ نہ سکے۔"

"رولوکا نے جواب دیا۔ "آپ گابا سے کام لیں میں پھر حاضر ہو جاؤں گا۔" اور اجازت لے کر رولوکا رخصت ہو گیا۔

حکیم وقار نے گابا کو آواز دی، گابا ان کے سامنے آ گیا تو وہ بولے۔ "تم نے رولوکا کی باتیں سنیں اور سارا کیس بھی تم کو پتہ ہے اب صرف یہ کرو کہ اس بیر کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور بتاؤ کہ وہ کتنی طاقت کا حامل ہے، تم اس کو قابو کر سکتے ہو، قید کر سکتے ہو کہ نہیں پھر اس کے بعد میں تم کو دوسرا کام بتاؤں گا۔"

یہ سن کر گابا ہوا میں تحلیل ہو گیا اور حکیم صاحب کمرے سے باہر آ گئے۔

گابا رولوکا کا ایسا کارندہ تھا جو سفلی اور کالے علم کے سینکڑوں بیروں پر بھاری تھا اور خوبی یہ تھی کہ وہ کسی کی نظر میں بھی نہیں آتا تھا کوئی بیر اور سفلی کا ماہر اس کی موجودگی کو محسوس نہیں کرتا تھا اور گابا ان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا لیا کرتا تھا، وہ ہزاروں میل کا سفر منٹوں میں طے کر لیتا تھا نہ صرف اکیلا بلکہ وزن لاد کر بھی لے آتا اور لے جاتا تھا۔ رولوکا اس سے مجرموں کو سزائیں دینے کا کام بھی لیتا اور سمندر کی تہہ میں کسی کو دفن کرنے کا کام بھی یہی کرتا ہے۔

حکیم صاحب نے جو کام گابا کو بتایا تھا وہ اس کے لئے قطعی مشکل نہ تھا۔ دوسرے روز ہی اس نے حکیم صاحب کو پوری تفصیل سے آگاہ کر دیا۔

حکیم صاحب نے کہا۔ "بڑی ہوشیاری سے اس کو قابو کر کے قید کر دو اور اس کو سمندر میں دفن کر دو تا کہ عورت اس موذی سے نجات پا جائے، گابا نے گردن جھکائی اور غائب ہو گیا، دوسرے دن پھر ایک وقت پر واپس آ گیا اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چوڑی بوتل تھی اور اس میں ایک چھوٹا سا گول کیڑا رینگ رہا تھا۔

گابا بولا۔ "یہی بیر عورت پر مسلط تھا میں نے اس کو اتنا موقعہ نہیں دیا کہ یہ اپنی طاقت استعمال کرے یا اپنے گرو کو خبر کرے، اس بوتل میں یہ ایسا ہی رہے گا میں اب اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سمندر کی تہہ میں دفن کرنے جا رہا ہوں۔" اور گابا غائب ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد شام کے وقت سردار اپنی بیگم مہرالنساء کے ساتھ آ گیا اور بولا۔

"آپ کے حکم کے مطابق حاضر خدمت ہوں۔"

حکیم وقار نے مہر سے کہا۔ "آپ اپنا ہاتھ آگے کریں۔" مہر نے ایسا ہی کیا حکیم صاحب نے ہاتھ دیکھا اور کہا۔

"آپ کے اوپر بنائے گا اثر تھا جس کی وجہ سے آپ اولاد سے محروم رہیں۔ آپ کا روحانی علاج مکمل ہو گیا ہے اور اب انشاء اللہ تعالیٰ خوشیاں آپ کے قدم چومیں گی اور آئندہ زندگی میں بھی اس قسم کے اثرات سے محفوظ رہیں گی۔ یہ طریقہ علاج اس طرح ہے کہ صرف میں سمجھ سکتا ہوں، اب تم مکمل صحت مند ہو۔ بیٹی تم بتاؤ تم نے کل سے اپنے اندر کچھ تبدیلی محسوس کی ہے۔"

مہرالنساء بولی۔ "تبدیلی صرف اتنی کہ میرے پیٹ میں بے وجہ جو تھوڑی بہت ہلچل سی ہوتی تھی وہ اب نہیں ہے مگر اس سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ پہلے سکون کی نیند نہیں آتی تھی مگر آج کی رات بہت پرسکون سوئی ہوں۔"

حکیم صاحب بولے۔ "اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اس مرض سے تمہیں چھٹکارہ دلا دیا۔ تمہارا علاج جس طرح ہونا تھا میں نے اس طرح کیا ہے اب تمہارے آنے کی

ضرورت نہیں ہے۔"

یہ سن کر مہر کا شوہر بولا: "آپ نے کس طرح یہ کیا یہ تو میں نہیں پوچھتا مگر آپ کی فیس کے بارے میں تو پوچھ سکتا ہوں۔"

حکیم صاحب مسکرا کر بولے۔ "اس قسم کے علاج کی کوئی فیس نہیں ہے۔"

سردار اور مہر چلے گئے تو گابا نے بتایا۔ "میں نے اس بیر کو سمندر میں دفن کر دیا ہے۔

اس کامیابی کے بارے میں حکیم صاحب رولوکا کو بتانا چاہتے تھے مگر ٹیلی پیتھی کے علم سے ناواقف تھے ان کو رولوکا کا ہی انتظار کرنا تھا۔

دونوں میاں بیوی کے جاتے ہی رولوکا نے تصور میں حکیم صاحب کے چہرے کو لایا اور دلی پہنچ گیا۔

دلی میں دن کے دس بجے تھے ان کے سامنے ایک مریض تھا اس کے جاتے ہی رولوکا نے سلام کیا۔ حکیم صاحب خوش ہو کر بولے۔ "میں تم کو شدت سے یاد کر رہا تھا۔"

رولوکا بولا۔ "حیرت ہے کیسے یاد کیا جا رہا تھا؟"

حکیم وقار نے جواب دیا۔ "گابا نے کام تو پورا کر دیا ہے مہر النساء صحت مند ہو گئی ہے مگر پھر حملہ ہوا تو کیا کروں۔"

"آپ کو کچھ نہیں کرنا ہے گابا کو کہہ دیں کہ وہ اس عورت کی نگہداشت اس وقت تک کرے جب تک وہ اولاد کی خوشی سے سرفراز نہیں ہو جاتی اور اگر اس کرنے والے کو یہ پتہ چل گیا کہ اس کا بیر گرفتار ہو چکا ہے تو وہ کچھ اور ہی کرے گا مگر گابا کی موجودگی میں وہ کچھ نہ کر سکے گا اور کوئی نیا کیس تو نہیں آیا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں گابا کو کہہ دوں گا اب تم سناؤ تمہارا کام ختم ہوا کہ نہیں۔" حکیم صاحب بولے۔

"میں جس کی تلاش میں ہوں وہ میرے سامنے نہیں آ رہا اس کا ایک چیلا آ گیا تھا۔ اس کو تو کنارے کر دیا ہے۔ حکیم صاحب یہ افریقہ کی سرزمین ہے۔ یہاں پر ہر قدم پر کوئی نہ کوئی گمبھیر مسئلہ کھڑا ہے مگر میں حیران ہوں یہاں کے لوگ مجھے اب تک بھولے نہیں ہیں اتنا عرصہ میں نے پلٹ کر ادھر نہیں دیکھا مگر ان کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں پڑی۔" رولوکا نے کہا۔

حکیم وقار یہ سن کر بولے۔ "اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم جس راہ کے مسافر ہو وہ راہ نیک ہے، نیکی کبھی ختم نہیں ہوتی اور بدی بہت جلد ختم ہو جاتی ہے۔"

"آپ کے لئے دوائیں آ رہی ہیں برابر۔" رولوکا نے پوچھا۔

"گابا کی صورت میرے پاس بڑی غنیمت ہے بہت لوگ پریشان ہیں کہ میرے پاس نایاب جڑی بوٹیاں کس طرح آ جاتی ہیں وہ سوالات بھی کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم آم کھاؤ۔ پیڑ نہ گنو۔"

رولوکا بولا۔ "اچھا حکیم صاحب یہاں پر رات ہو رہی ہے، میں پھر آؤں گا۔"

افریقہ کے جنگل اور گھٹا ٹوپ اندھیرے کے باوجود رولوکا نے ایک موٹے درخت کے نیچے اپنے گرد ایک ان دیکھی آہنی دیوار کا حصار کیا اور لیٹ کر سو گیا۔ دن کی روشنی ہونے تک رولوکا اس درخت کے نیچے بیٹھا رہا اور دن ہوتے ہی آگے روانہ ہوا ایک برساتی ندی پار کرتے ہی اس کو ایک بستی نظر آ گئی وہ بستی میں چلا گیا مگر اس بستی میں زندگی کی رونق نہ تھی چند عورتیں بھی نظر آئیں اور بچے بھی مگر یہ سب اس قدر کمزور اور لاغر تھے کہ جیسے ان کو کھانے کو نہیں ملتا وہ اور اندر گیا تو کئی مرد بھی اس کے قریب آ گئے مگر ان کی حالت بھی بہت خراب تھی۔ سب لوگ کمزور تھے ان سے چلنا پھرنا بھی مشکل تھا۔ رولوکا کو سخت افسوس ہوا اور اس نے ایک آدمی سے پوچھا۔

"تم لوگ بہت کمزور ہو کیا تم لوگوں کو کھانے کو نہیں ملتا ہے؟"

ایک بہت بوڑھا اور کمزور آدمی آگے آ گیا اور بولا۔ "کھانے کو کچھ نہیں ہے ہم لوگ بھوکے مر رہے ہیں بہت سے تو مر گئے اور بہت مرنے والے ہیں۔"

رولوکا نے پوچھا۔ ''اتنا بڑا جنگل ہے یہاں پر تو کھانے کو بہت کچھ ہے، شکار ہے، پھل ہیں۔''

''مگر ہمارے لئے کچھ نہیں ہے۔'' بوڑھا بڑی یاس محرومی اور کرب سے بولا۔

''اس کی کوئی وجہ تو ہوگی۔'' رولوکا نے وجہ پوچھی۔

بوڑھا بولا۔ ''ہم ایسی غلطی کی سزا بھگت رہے ہیں جو ہم نے کیا ہی نہیں۔ ہماری پوری آبادی ختم ہو رہی ہے بڑے بڑے کڑیل جوان بھوک کی نذر ہو گئے۔''

''اور وہ غلطی کیا تھی؟'' رولوکا نے پوچھا۔

''یہ قبیلہ اس علاقے کا بہترین قبیلہ تھا اس کے جوان دور دور سے شکار کر کے لاتے تھے۔ ہمارے مویشی ہم کو دودھ دیتے تھے، میں بدنصیب اس قبیلے کا سردار تھا اب مجھے بھی بھوک نے مرنے کے قریب کر دیا ہے میں ایسا نہ تھا بہت طاقتور جوان تھا۔ ہماری خوش حالی کو شاید کسی کی نظر لگ گئی، مردوں میں آنکھ کی بیماری لگ گئی یعنی ان کو قریب کا نظر نہیں آتا۔ ہمارا ایک وچ ڈاکٹر بھی تھا وہ علاج کرتا رہا مگر فائدہ نہ ہوا اور ہمارے جوان شکار کرنے کے قابل نہ رہے پھر یہ کام عورتوں نے سنبھال لیا مگر چند دن کے بعد ان کی حالت بھی خراب ہونے لگی، حیرت کی بات تھی کہ وہ گھر پر ٹھیک رہتی تھیں اور جنگل جاتے ہی ان کو نظر آنا بند ہو جاتا تھا، اس طرح بہت ساری عورتیں درندوں کا نوالہ بن گئیں، جوان تو پہلے ہی ناکارہ تھے، ہمارے مویشی بیمار ہو کر مرتے گئے اور ہماری حالت گرتی گئی، اب تو صرف چند سخت جان ہی زندہ ہیں اور میں بے حیائی کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ کچھ دن جاتے ہیں کہ اس قبیلہ کی جگہ کچھ نہ ہوگا صرف چند انسانی پنجر پڑے ہوں گے۔'' بوڑھا مایوسی سے بولا۔

رولوکا کو یہ سن کر بہت دکھ ہوا۔ وہ بولا۔ ''تم لوگ رکو میں تمہارے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔''

رولوکا برساتی نالے پر آیا اس میں کہیں کہیں پانی تھا اور اس پانی میں مچھلیاں اچھل رہی تھیں، وہ پانی کے اندر چلا گیا اور بڑی بڑی مچھلیاں ہاتھ سے پکڑ کر باہر ڈالتا رہا پھر انہیں جمع کر کے بستی میں لے آیا اور بولا۔ ''اس وقت فوری انتظام تو یہی ہو سکتا تھا، میں کل سے کچھ اور کروں گا۔''

عورتیں مچھلیوں پر ٹوٹ پڑیں۔ رولوکا نے ایک سے پوچھا۔ ''مچھلیاں تو بہت قریب تھیں تم لوگ کیوں نہیں لائے؟''

عورت بولی۔ شکار کو جاتے ہیں تو ہم اندھے ہو جاتے ہیں۔ شکار کیا کریں گے۔''

رولوکا ان کے ساتھ جو ہوا تھا اور جو ہو رہا تھا اس کو سمجھ رہا تھا یہ قدرتی بات نہ تھی یہ ضرور کسی کی شرارت تھی۔ وہ اس قبیلے کو کیوں برباد کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے ایسا کیا قصور کیا تھا کہ ان کو اتنی بڑی سزا دی جا رہی تھی۔ رات میں تمام عورتوں اور مردوں نے پیٹ بھر کر مچھلی کھایا۔

رولوکا سویرے ہی جنگل کی طرف چلا گیا اور دو بڑی نیل گائے پکڑ کر لے آیا پھر انہیں کاٹ کر گوشت سب کو دے دیا اس طرح ہر روز کچھ نہ کچھ کرنے لگا۔ مردوں کو غذا ملی تو ان میں جان آ گئی وہ ایک جوان کو اپنے ساتھ صرف یہ دیکھنے کو لے گیا کہ وہ دیکھ سکتا ہے کہ نہیں مگر جنگل جاتے ہی نوجوان اندھا ہو گیا۔

رولوکا نے اس کو ایک درخت کے نیچے کھڑا کیا اور پھر زمین پر اپنا پیر مارا، اس کے پیر مارتے ہی ایک بڑی بھیانک آواز درخت پر سے آئی اور کوئی بھاری چیز اوپر سے ان کے سامنے گری اس بھاری چیز کے نیچے گرتے ہی سب کچھ صاف نظر آنے لگا۔

رولوکا نے اس بھاری چیز پر اپنا پیر رکھ دیا اور بولا۔

''بتا تو کون ہے؟''

ایک زنانہ آواز آئی۔ ''میں چندونا ہوں، میرا کام سب کو اندھا کرنا ہے مجھے چھوڑ دے میں اب نہیں آؤں گی۔''

''آنے کی بات تو بعد کی ہے، میں تجھے اندھا کر کے اس جنگل میں چھوڑ دوں گا تیرا حشر بھی ان لوگوں جیسا ہوگا، تو نے کتنے لوگوں کو اندھا کر کے مار دیا بلکہ پورے قبیلہ کو برباد کر دیا۔ میں تجھے بہت کڑی سزا دینے والا ہوں۔''

زنانی آواز پھر آئی۔ ”میں تو حکم کی غلام ہوں میرے آقا نے جو کام بتایا وہ کررہی تھی میرا کیا قصور ہے۔“

”تو پھر اس ظالم آدمی کا نام بتا پھر شاید تجھے چھوڑ دوں۔“ رولوکا بولا۔

”اگر میں نے نام بتادیا تو مجھے وہ نہیں چھوڑے گا۔“ آواز آئی۔

”اگر وہ خود ہی نہ رہے تو پھر تیری جان بچ جائے گی۔“ رولوکا بولا۔

”تم اس کو مار سکتے ہو۔“ آواز آئی۔

”تو نام بتا، میں کیا کرسکتا ہوں تو خود دیکھ لینا۔“ رولوکا بولا۔

”وہ اس سرزمین کا بہت بڑا جادوگر ہے اس کے بس میں بڑے بڑے طاقتور بیر ہیں۔ تم کیا کروگے۔“

”زیادہ باتیں نہ کراور نام بتا۔“ رولوکا چڑ کر بولا۔

”اس کا نام گوشا ہے وہ کالی پہاڑی کے پار رہتا ہے اس تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔“ آواز آئی۔

رولوکا بولا۔ ”ابھی تیری سزا یہ ہے کہ تو اسی جگہ پڑی رہے گی اور اندھی رہے گی میں بعد میں تیرا فیصلہ کروں گا۔“ اور رولوکا آگے روانہ ہوا۔ ساتھ کے نوجوان کی آنکھیں درست تھیں اور سب قبیلہ خوش تھا، اس نے واپس آکر خوش خبری دے دی کہ آنکھوں کی بیماری ختم ہوگئی ہے تم اب خود مچھلیاں کھاؤ اور خود شکار بھی کرو لوگوں کے بدن میں نئی توانائی آگئی تھی وہ طاقت پکڑ رہے تھے اور خوش تھے۔ ان کے چہروں پر رونق نظر آرہی تھی۔ ایک ماہ تک رولوکا ان کے ساتھ رہا اور جب پوری طرح قبیلہ والے اپنے کام کرنے کے قابل ہوگئے تو رولوکا آگے روانہ ہوا۔

کالی پہاڑی پر جانا آسان نہ تھا۔ رولوکا اپنے ذرائع سے جاتا تو آسانی سے جاسکتا تھا مگر رولوکا افریقہ کے حالات کا مشاہدہ کرنے نکلا تھا اس لئے اس نے پیدل سفر کرنا تھا۔

کالی پہاڑی زمبابوے اور جنوبی افریقہ کے درمیان ایک پہاڑی سلسلہ ہے اس کے اوپر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے مگر پھر بھی مقامی باشندے اوپر جاتے ہیں۔ اس پہاڑی سلسلے میں خفیہ راستے ہیں جن کے ذریعے اوپر جایا جاسکتا ہے مگر ان راستوں کو تلاش کرنا بڑا دشوار ہے۔ رولوکا اس طرف کبھی نہیں آیا تھا۔ اس کا علاقہ یہاں سے بہت دور دریائے ایمزون کے کنارے تھا، دریائے ایمزون وہی دریا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس میں سونا بہہ کر آتا ہے اور اس کا پانی سنہری رنگ کا ہے۔ ہزاروں میل دور رولوکا تھا مگر افریقہ اور اس کے مزاج سے رولوکا واقف تھا اس کا علم ہر جگہ کے لئے تھا کیونکہ اس کا عمل انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے تھا وہ کمزوروں کی مدد کرتا تھا جن کو اس کی ضرورت ہوتی تھی۔

کالی پہاڑیاں نظر آتی تھیں مگر قریب نہ تھیں اور یہ سفر سڑک پر یا میدانی علاقے کا نہ تھا۔ گھنا جنگل تھا ہر طرف موت ہی موت رقصاں تھی۔ اندازے کی ذرا سی غلطی انسان کو بڑی ناقابل فراموش مصیبت میں مبتلا کردیتی تھی۔ مقامی قبیلوں کے لوگ بھی اس طرف آنے سے پرہیز کرتے تھے یہاں پر درختوں اور جانوروں کی نئی نئی قسمیں نظر آتی تھیں۔

رولوکا کے اندازے درست تھے اس لئے اس نے اپنے چاروں طرف ایک نہ نظر آنے والا حصار قائم کردیا تھا جو کسی خطرے کو اس تک نہیں آنے دیتا تھا یہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ دشمن اس کے قریب تھا اور وہ کوئی جانور نہیں تھا وہ علم اور طاقت رکھتا تھا عقل رکھتا تھا مگر فریب کے داؤ پیچ سے واقف تھا۔ رولوکا کا آنا ضرور اس کے علم میں ہوگا اس نے اپنے بچاؤ کی بندش بھی ضرور کی ہوگی۔ افریقہ کے قدیم علم کو بھی ضرور جانتا ہوگا۔

وہ افریقی تھا اس لئے یہاں کے طریقہ جنگ سے بھی واقف ہوگا اس نے میرا نام بھی سنا ہوگا اور میرے انداز و اطوار پر غور بھی کیا ہوگا میں کیوں اور کس کے لئے لڑتا ہوں وہ بھی اس کو ضرور پتہ ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنے انداز اور طریقہ میں کچھ تبدیلی کرلی جائے۔

رولوکا نے پہلی تبدیلی تو یہ کی کہ اپنے ذرائع کو سفر کا ذریعہ بنایا اور ایک عام آدمی کی طرح سفر کرنے لگا اور اپنی طاقت کو بے وجہ استعمال نہ کیا اس سے دو فائدے رولوکا نے حاصل کئے ایک تو اندرونی جنگل کے حالات اس کے سامنے آئے اور دوسرے دشمن یہ سمجھا کہ شاید رولوکا ان وسائل کا حامل نہیں ہے یا یہاں پر اس کے وسائل کارآمد نہیں ہیں۔ ان باتوں سے رولوکا نے دشمن کے اعتماد کو تو ضرور بڑھایا مگر رولوکا کوئی اور چال چل رہا تھا۔ وہ اور بھی اس کے اعتماد کو بڑھانا چاہتا تھا کیونکہ جب اعتماد ضرورت سے زیادہ ہو جائے تو ضرور خطا ہو جاتی ہے۔

رولوکا حملہ کرنے کے بجائے اپنے دفاع کو مضبوط کر رہا تھا افریقہ میں اس کے اور بھی کچھ ساتھی تھے جو اس کی مدد کو موجود تھے۔ مگر رولوکا اپنی مدد آپ کے تحت سب کچھ کرنا چاہتا تھا۔

رولوکا بہت سکون سے آگے بڑھ رہا تھا اس کو کوئی جلدی نہ تھی اس کی نظر نہ آنے والی آہنی دیوار اس کے چاروں طرف تھی ابھی تک کالی پہاڑی دور تھی کہ اچانک اس کے سامنے پہلی رکاوٹ آئی یہ ایک بہت گہری کھائی تھی اس میں اوپر تک پانی بھرا ہوا تھا اور اس کے کنارے پر خوفناک شکل کے بڑے بڑے مگرمچھ پڑے رولوکا کو دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھیں رولوکا کی ایک ایک حرکت پر تھیں۔ رولوکا نے اس کھائی کو پار کرنے کی ذرا کوشش نہ کی وہ کچھ فاصلے پر رک گیا اور رات کا انتظار کرنے لگا۔ اندھیرا ہوتے ہی رولوکا حرکت میں آیا اور ایک لکڑی کا پل خود بخود اس کھائی پر بننا شروع ہو گیا۔ بڑے بڑے موٹے شہتیر کھائی پر خود بخود آنے لگے اور پل تیار ہو گیا۔ مگر اس نے اس پر قدم نہ رکھا اور مگرمچھوں کی نظروں سے دور ہو گیا۔ وہ سارے مگرمچھ اس پل کے اطراف میں رولوکا کی راہ روکنے کو آ گئے اور رولوکا ان سے ذرا دور اس کھائی کو پار کر گیا سارے مگرمچھ اس کے گزرنے کا انتظار کرتے رہے اور رولوکا ان سے بہت دور نکل گیا۔ اس نے یہاں پر بھی تصادم نہیں کیا۔

ایک دن کی مسافت کے بعد اس کا سامنا دوسرے وار سے پڑا۔ یہ علاقہ میدانی تھا اور زمین کالی تھی وہ اس کالی سیاہ زمین کو دیکھ کر حیران ہوا رولوکا نے ایسی کالی زمین کبھی نہیں دیکھی تھی وہ کچھ دیر اس پر غور کرتا رہا اور زمین کو غور سے دیکھتا بھی رہا۔ اس کالی زمین میں اس کو کچھ ہلچل سی نظر آئی اور بات اس کی سمجھ میں پوری طرح آ گئی۔ زمین کالی نہ تھی زمین پر کروڑوں چیونٹیاں تھیں اتنی کہ زمین نظر نہ آتی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ ان کو کسی نے یہاں پر پہنچایا ہے، اس کا مطلب ہوا کہ وہ بھی اس قسم کا علم رکھتا ہے کہ زمین پر رینگنے والے حشرات الارض پر اپنا حکم چلائے، اب اس کے پاس صرف دو راستے تھے کہ وہ ان خطرناک چیونٹیوں کو حکم دے کہ راستہ دو یا ان کو طاقت سے ہٹا دیا جائے وہ اپنی طاقت استعمال کرنے سے پہلے حشرات الارض کے علم کو ذہن میں لایا اور اس کی ذہنی طاقت ایک نقطہ پر مرکوز ہو گئی، بہت زیادہ ذہنی ورزش کرنے کے بعد رولوکا اس نتیجہ پر پہنچا کہ ذہنی رابطہ ناممکن ہے کیونکہ دشمن نے چیونٹیوں کے سردار کو منسوخ کر دیا ہے اور وہ رولوکا کی طرف متوجہ ہو ہی نہیں سکتا، اب صرف دوسرا طریقہ اس کے پاس تھا اور وہ طریقہ آگ تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ صرف آگ ہی ان کو ہٹا سکتی ہے اس کی آہنی دیوار آگ کا گولہ بن گئی اور رولوکا اس کے درمیان سے گزرتا چلا گیا۔ فضا میں چیونٹیوں کے جلنے کی بو پھیل گئی، بے شمار جل کر ختم ہو گئیں مگر زمین پھر بھی دور تک کالی تھی اور پھر ان کی حد ختم ہو گئی اور بدبو بھی ختم ہو گئی آگ کا گولہ غائب ہوا اور رولوکا پھر ایک نئے جنگل کے اندر تھا۔ دو حملے یا اس کے روکنے کی تدبیریں ناکام ہوئیں مگر اس نے خود سے کچھ نہ کیا اور سفر کرتا رہا اور وہ کالی پہاڑی کے دامن میں پہنچ گیا اس پہاڑی سلسلہ کے قریب بہت گھنا جنگل تھا کیونکہ اوپر سے ہر وقت پانی گرتا رہتا تھا۔ درختوں کی لاتعداد قسمیں یہاں پر نظر آتی تھیں۔ ان درختوں کے درمیان بہت کم جگہ رہتی تھی اور جو رہتی تھی اس میں بھی کانٹے دار بیلیں اور دوسرے پودوں کی بھرمار تھی ان

پودوں میں پھول لگے تھے اور کسی کسی پر کوئی پھل بھی تھا ان کی بھی بھینی بھینی خوشبو محسوس ہوتی تھی ان پودوں کی آڑ میں سانپ، بچھو، زہریلی مکڑیاں اور نہ معلوم کیا کچھ تھا مگر رولوکا کا سفر جاری تھا وہ اب پہاڑی کے قریب رہ کر اس کے کنارے کنارے چل رہا تھا اور اس پہاڑی کے اوپر جانے کا راستہ تلاش کر رہا تھا کیونکہ پہاڑی کی شکل عمودی دیوار کی مانند تھی اس پر چڑھنا موت کو دعوت دینا تھا اور رولوکا کسی جگہ پر اپنی طاقت کا استعمال کرنا نہیں چاہتا تھا۔

پورا دن پہاڑی کے دامن میں سفر کرتے گزر گیا اور رات آ گئی، یوں تو جنگل کی رات بھیانک ہوتی ہے مگر جس جگہ رولوکا تھا وہ تو دن میں بھی بھیانک جگہ تھی تو پھر رات کیسی ہوگی۔ رولوکا نے آگے سفر روک دیا اور ایک بڑے سے درخت کا انتخاب کر کے اس پر چڑھ گیا اور ایک موٹی ٹہنی پر بیٹھ گیا۔ اوپر جانے کے بعد پتہ چلا کہ اس درخت پر کچھ مسافر پہلے سے موجود ہیں ان میں ایک بہت بڑا ریچھ بھی تھا، رولوکا کی موجودگی سے اس کو کچھ بے چینی ہوئی اور وہ منہ سے ناگواری کی آوازیں نکالنے لگا رولوکا نے اس کی طرف دیکھا اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور غصہ اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا۔ رولوکا نے ذہنی طور پر اس سے رابطہ کیا اور کہا۔ ''میں دشمن نہیں ہوں۔ میں تمہارا دوست ہوں تم بے فکر ہو کر آرام کرو۔''

ریچھ نے آنکھیں بند کر لیں اور سو گیا۔ رولوکا کو سونے کی ضرورت نہ تھی وہ اپنی نیند ہر طرح سے پورا کر لیتا تھا اس کا رات میں سونا ضروری نہ تھا اور جس جگہ اور جن حالات میں وہ اس وقت تھا اس میں تو سونے کا سوال ہی نہ تھا۔ رات میں درخت کے نیچے درندے پھر رہے تھے درخت پر سے الو اڑ اڑ کر شکار کر رہے تھے اور ان کے منہ سے بڑی خوفناک قسم کی آوازیں برآمد ہو رہی تھیں۔

ساری رات، رات کے مسافر آتے رہے جاتے رہے مگر رولوکا کے قریب کوئی نہ آیا یا اس کے کارندوں نے آنے نہیں دیا۔ سویرے ریچھ نے آنکھیں کھولیں اور ممنونیت بھرے انداز میں رولوکا کو دیکھا رولوکا نے بھی اس کو دیکھا اور ریچھ سے ذہنی رابطہ کیا تو ریچھ بولا۔

''میں تمہارے کسی کام آؤں۔''

رولوکا مسکرا کر بولا۔ ''یہی میں تم سے پوچھتا ہوں۔'' ریچھ نے جواب دیا۔ ''میرا ایک کام ہے۔''

''کیا کام ہے؟'' رولوکا بولا۔ ریچھ نے کہا۔ ''میں اور میرے دوسرے چند دوست ہیں اس پورے علاقے میں ہمارا جوڑ نہیں ہے مادائیں تھیں مگر اب نہ معلوم کیوں ان سب کو پکڑ لیا گیا یا دوسری طرف دور بھگا دیا اس طرح کچھ دن کے بعد یہاں پر ہماری نسل ختم ہو جائے گی۔''

رولوکا نے کہا۔ ''تیری بات سمجھ نہیں آتی صرف ماداؤں کو کیوں بھگا دیا ہے؟''

''مادائیں بچے پیدا کرتی ہیں شاید ان کو اس کام کے لئے دوسرے علاقے میں کر دیا ہو اور ان سے نسل کی افزائش کا کام لیا جا رہا ہو۔'' ریچھ نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

''مگر میرے خیال میں ایسا نہیں ہے بات کچھ اور ہے بہر حال تم نے بتا دی ہیں تمہارا کام کرنے کی کوشش کروں گا۔'' ریچھ درخت سے اترا اور اس نے جاتے جاتے پلٹ کر ایک بار رولوکا کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو میرا کام یاد رکھنا، رولوکا نے مسکرا کر ہاتھ کا اشارہ کیا اور ریچھ جنگل میں غائب ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد رولوکا بھی درخت سے نیچے آ گیا اور اس کا سفر پھر جاری ہو گیا۔

دوپہر کے وقت وہ ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں ایک گلی بنی ہوئی تھی ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے دو پہاڑوں کو چیر کر الگ الگ کر دیا ہے اور ایک چار فٹ کی گلی بنا دی ہے مگر اس گلی میں کوئی درخت یا گھاس نہ تھی، رولوکا نے اس کی دیواروں کو غور سے دیکھا اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی وہ گلی پرانی یا قدرتی نہ تھی اگر پرانی ہوتی تو اس کی دیواروں پر ضرور کچھ نہ کچھ سبزی ہوتا مگر اس دیوار پر تو پتھر اور مٹی صاف نظر آ رہی تھی اس سے ظاہر ہوا کہ یہ نئی گلی بنائی گئی ہے اور اگر اس کو ایک جال کہا جائے تو بھی درست ہوگا، اس گلی کے بنانے والے نے اس کو بند کرنے کا انتظام بھی پورا کیا ہوگا اور پھر دونوں پہاڑوں کو دوبارہ اپنی جگہ لانے کا انتظام

کیا ہوگا، اس گلی میں جانے کا مقصد خود کو پھندے میں پھنسانے کے برابر ہے۔ رولوکا نے بہت جلد یہ سب اندازے کر لئے اور وہ وہاں سے آگے چلا۔ دو گھنٹے کے سفر کے بعد ایک مقام ایسا آیا جہاں آگے کا راستہ بھی بند تھا اور بڑی تعداد میں نہایت خطرناک جھاڑی لگی ہوئی تھی، اس جھاڑی میں جڑ سے لے کر پتوں تک کانٹے ہوتے ہیں کہیں بڑے کہیں چھوٹے وہ کانٹے سرخی مائل سفید ہوتے ہیں وہ اگر کسی انسان یا جانور کو لگ جائیں تو جسم میں سخت خارش ہوتی ہے اور صرف ایک کانٹا ہی گھنٹوں کے لئے کافی ہے۔ رولوکا اس جھاڑی کے بارے میں خوب جانتا تھا مگر اس کو حیرت صرف اس بات پر تھی کہ یہ جھاڑی خشک جگہ پر ہوتی ہے اور یہ جگہ تو ہر وقت تر رہنے والی ہے اس نے اپنے خیال کے مطابق اس کی جڑ پر نظر ڈالی تو پتہ چلا کہ وہ زمین میں نہیں ہے وہاں لاکر ڈالی گئی ہے تو جس طرح لاکر ڈالا گیا رولوکا نے اس طرح اس کو اٹھوا دیا اور آگے چلا۔

آگے چھوٹا سا ایک پانی کا نالہ تھا زیادہ پانی اس میں نظر نہ آتا تھا۔ یہ بظاہر بے ضرر نالہ تھا زیادہ سے زیادہ گھٹنے تک پانی ہوگا مگر اب رولوکا کسی قسم کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ وہ فوراً پانی کے اندر نہ گیا ایک پتھر اٹھا کر پانی میں ڈالا پتھر پانی میں گرے گا تو پانی ضرور اچھلے گا مگر ایسا نہیں ہوا اس کا مطلب تھا کہ نالے میں پانی نہیں تھا کچھ اور تھا رولوکا اس پانی کے کنارے جا کر بیٹھ گیا اور غور سے دیکھا تو پانی گاڑھا اور بھاری نظر آیا رولوکا نے ایک لکڑی پانی میں ڈالی مگر ہوا یہ کہ جتنی لکڑی پانی کے اندر گئی تھی وہ ٹوٹ کر اندر ہی رہ گئی۔

رولوکا پوری بات سمجھ گیا۔ پانی میں کوئی نہایت خطرناک زہریلی چیز ڈالی گئی تھی اس سے پانی تیزابی ہوگیا تھا کسی جاندار کا اندر جانے کے بعد زندہ رہنا ناممکن تھا۔

رولوکا واپس اپنی جگہ آ گیا درمیان میں وہ تیزابی نالہ تھا وہ قدرتی طریقہ پر اس کو پار کرنا چاہتا تھا اپنی طاقت اس لئے استعمال نہیں کر رہا تھا کہ دشمن اس کے بارے میں کوئی اندازے قائم کرنے کی پوزیشن میں نہ آئے۔

انسان جو فیصلے کرتا ہے ان میں اندازوں کا دخل بہت زیادہ ہوتا ہے وہ اپنے تجربات، علم اور گزرے حالات اور موجودہ حالات کو پیش نظر رکھ کر ہی فیصلے کرتا ہے۔ اندازے کی غلطی ہی انسان کو بہت گہرائی میں گرا دیتی ہے رولوکا ان سب باتوں سے خوب واقف تھا، بہت شاطر اور چالاک دشمنوں سے اس کا واسطہ پڑ چکا تھا اور وہ انسانی نفسیات کے بارے میں خوب جانتا تھا۔

رولوکا نالے کے کنارے کنارے چلتا گیا آخر اس نالے کو ختم تو ہونا تھا اس لئے وہاں سے دوسری طرف آ گیا اور پھر اس کا سفر پہاڑی کے دامن سے شروع ہوا۔

یہ سلسلہ بہت طویل تھا اور کہیں پر خشک زمین نہیں تھی جگہ جگہ زمین نرم تھی اکثر جگہ دلدلی ہوگئی تھی اس کے اوپر گھنی بیلیں پڑی تھیں اور دلدل نظر نہیں آتی تھی، عام آدمی اس مقام پر سفر کرے یہ ناممکن تھا مگر رولوکا اسی پر سفر کر رہا تھا اس کی نگاہیں دور دور تک دیکھ رہی تھیں، آخر اس پہاڑی کے اوپر جانے کا ایک اور راستہ رولوکا کو نظر آ گیا، وہ درختوں کا جھنڈ تھا اس کے اوپر بھی درخت تھے۔ درخت پرانے اور مضبوط نظر آتے تھے۔ رولوکا نے ان کے قریب جانے سے پوری طرح اطمینان کر لیا کہ یہ کوئی دھوکا تو نہیں ہے اور پھر وہ درخت پر چڑھ گیا اس درخت کی اونچائی پر دوسرا درخت تھا۔ وہ دوسرے پر چلا گیا اس طرح درخت بدلتے بدلتے وہ اونچائی چڑھتا گیا اور آخر وہ پہاڑی پر پہنچ گیا۔ اس نے اوپر پہنچتے ہی اپنا دفاع مضبوط کیا اور چوٹی پر نظر ڈالی۔

یہاں پر درختوں کی اتنی بھرمار نہ تھی میدان بھی نظر آتا تھا اور گھاس بھی تھی۔ رات ہو چکی تھی اور چاندنی رات میں بڑی خوب صورت جگہ نظر آ رہی تھی۔ پھولوں کی خوشبو بڑی اچھی لگ رہی تھی دور دور تک کسی انسان یا جانور کا نام و نشان نہ تھا اور نہ کسی قسم کی آواز تھی ایک گہری خاموشی ہر طرف تھی۔ چاند کے آگے کبھی کبھی بادل کے ٹکڑے آ جاتے تھے تو اندھیرا ہو جاتا تھا اور میدان آسیبی نظر آنے لگتا تھا۔ مگر رولوکا کے لئے اندھیرے اجالے کی زیادہ

اہمیت نہ تھی کیونکہ وہ ڈر و خوف کی منزل سے آگے تھا۔
ڈر یا خوف کوئی بیرونی چیز نہیں ہے یہ انسان کے اندر ہوتا ہے اس کی وجہ سے بعض دفعہ انسان خود اپنی پرچھائیں سے بھی ڈر جاتا ہے اور جس کا ڈر ختم ہو جاتا ہے اس کے سامنے اچانک شیر بھی آ جائے تو وہ چونکتا نہیں، شیر کو بھگانے یا مارنے کی ترکیب سوچتا ہے ڈر ہو تو آدمی گھبراہٹ میں غلطی کرتا ہے مگر پرسکون آدمی تدبیر کرتا ہے اور اکثر کامیاب بھی ہوتا ہے۔
رات ختم ہوئی اور دن کی روشنی پہاڑی چوٹی کے میدانی حصہ میں پھیلی تو درختوں پر پرندے نظر آنے لگے اور گھاس پر خرگوش کودتے نظر آئے ہرن اور اس طرح کے دوسرے جانور بھی نظر آنے لگے۔
میدان میں زندگی پوری طرح عیاں تھی مگر انسانی وجود کا نشان نہ تھا۔ رولوکا پرسکون تھا اس کو انتظار کرنا تھا مگر دوپہر تک کسی کی آواز نہ آئی اور پھر خود تلاش کرنے کی ٹھان لی اور روپوشی کی حالت میں رولوکا اپنی کمین گاہ سے نکلا۔ مگر پورا میدان اور درختوں کے جھنڈ اور جو بھی چیز اس جگہ اس کو نظر آئی اس نے دیکھ ڈالی مگر وہاں کوئی نہیں تھا وہ آگے بڑھا تو دو چوٹیوں کے درمیان اس کو اسی میدان سے ملتا جلتا دوسرا میدان مل گیا اس میں قدرے بڑے درخت اور پہاڑی کے چوٹی سے پہلے کچھ سوراخ بھی نظر آ رہے تھے پہلے والے میدان میں ایسا نہ تھا چھوٹے جانوروں کے علاوہ یہاں پر ریچھ بھی بہت تھے۔
وہ ایک پہاڑی کے سوراخ کے پاس چلا گیا تو اس میں سے سخت بدبو آ رہی تھی۔ وہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ آدمی گردن جھکا کر اندر چلا جائے۔ اندر اندھیرا تھا اور کچھ آوازیں بھی آ رہی تھیں رولوکا کو فوراً اندازہ ہو گیا کہ اندر ریچھ ہیں مگر ان کو تو خوراک کی تلاش میں اس وقت باہر ہونا چاہئے پھر یہ اندر کیوں ہیں اس کو درخت پر ملنے والے ریچھ نے بتایا تھا کہ مادائیں جنگل سے غائب ہو گئی ہیں تو شاید اس غار میں ان ہی ماداؤں کو قید کیا گیا ہے۔
رولوکا نے باہر کھڑے کھڑے آواز دی۔ ''ان کو آزاد کرو۔'' چند منٹ کے بعد اس غار سے مادا ریچھ کی قطار باہر آنے لگی اور وہ میدان کی طرف چلی گئیں ان کو دیکھ کر میدان میں نظر آنے والے ریچھ ان کی طرف دوڑے اور مادائیں بھاگنے لگیں اور اس سنسان جگہ ایک ہلچل پیدا ہو گئی اور چند منٹ میں ریچھ اور مادائیں غائب ہو گئیں۔
رولوکا نے پہاڑ کی اس چوٹی پر قیام کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے میدانی علاقے میں آ گیا۔ یہاں گھاس گھٹنوں تک تھی، درخت بڑے بڑے نظر آتے تھے ان پر تربوز کے برابر پھل بھی نظر آ رہا تھا ان درختوں پر بندروں کی چھوٹی نسل ٹہنیوں پر کود رہی تھی اور کوئی کوئی کسی پھل پر زور آزمائی کر رہے تھے مگر وہ پھل اتنا سخت تھا کہ اس کو وہ توڑ کر کھا نہیں پا رہے تھے رولوکا اس درخت کے نیچے پہنچا اور ایک قدرے بڑے بندر کو اشارہ کیا اور ساتھ ہی ذہنی رابطہ بھی کر کے کہا۔ ''کیا تم اس پھل کو کھانا چاہتے ہو؟''
بندر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور بولا۔ ''ہاں یہ کھانے کی چیز ہے مگر اس کے گودے کے اوپر بڑا سخت خول ہے جسے ہم لوگ توڑ نہیں پاتے، جب یہ پک کر زمین پر خود گرتا ہے تو کچھ نرم ہو جاتا ہے اور ہم کھاتے ہیں مگر یہ پک کر بھی ہفتوں گرتا نہیں بہت انتظار کرنا پڑتا ہے۔''
رولوکا ان چھوٹے بندروں کی مجبوری سمجھ گیا اور بولا۔ ''تم دو چار توڑ کر زمین پر پھینک دو میں اس کے توڑنے کا طریقہ تم کو بتاؤں گا۔''
رولوکا کے سامنے کئی پھل زمین پر آ گرے مگر نیچے گھاس ہونے کی وجہ سے ان کا کچھ نہ بگڑا۔ رولوکا نے ایک کو ہاتھ میں اٹھا لیا اور اس کو غور سے دیکھا، وہ بیل نمونے کا پھل تھا ہندوستان میں اکثر مقام پر بیل ہوتا ہے، یہ بے حد مزیدار ہوتا ہے اوپر کا خول سخت اور اندر گودا ہوتا ہے اور بے حد میٹھا ہوتا ہے مگر اس میں اور بیل میں رولوکا کو صرف یہ فرق نظر آیا کہ یہ سائز میں بہت بڑا تھا۔
رولوکا نے بندر کو اشارہ کیا کہ وہ نیچے آ جائے اور اس کے توڑنے کا طریقہ دیکھ لے اس بندر کے ساتھ کئی

اور بھی آ گئے رولوکا نے پھل اٹھائے اور ایک پتھر کی چٹان پر ایک کو رکھ دیا اور پھر ایک پتھر اٹھا کر اس پر چوٹ لگائی۔ دو چوٹوں میں اوپر کا خول کریک ہو گیا تو رولوکا نے پھل کو دو حصوں میں چیر دیا، اس میں سرخ رنگ کا گودا اور کالے بیج تھے اس نے پھل بندر کے ہاتھ میں دے دیئے اور کہا۔

''کھاؤ۔'' بندر نے وہ دونوں ٹکڑے ایک دوسرے بندر کے ہاتھ پر رکھ دیئے اور دوسرا پھل پتھر پر رکھ کر پتھر اس پر مارا، تین چار چوٹوں میں وہ بھی کریک ہو گیا۔ اس کامیابی پر بندر خوشی سے ناچنے لگا اور اس نے حکم دیا کہ سب اس آدمی کا شکریہ ادا کریں یہ سنتے ہی سب بندر زمین پر لیٹ گئے اور منہ سے کھی کھی کی آوازیں نکالنے لگے۔

رولوکا نے کہا۔ ''سب اٹھ جاؤ۔'' اور پھر بڑے بندر سے بولا۔ ''تم ان کے بڑے ہو۔''

وہ بولا۔ ''ہاں میں اس گروہ کا بڑا ہوں۔''

رولوکا نے پھر پوچھا۔ ''تم نے اس جگہ یا قریب میں کوئی انسان دیکھا ہے۔''

بندر بولا۔ ''یہاں پر دور دور کسی انسان کا وجود نہیں ہے، ہاں ریچھ بہت ہیں اور ان ہی میں ایک بہت بھاری ریچھ ہے، میں نے دیکھا ہے وہ پیروں سے چلتا ہے مگر میں اس کو ریچھ ہی سمجھتا ہوں مگر ایک بات اس میں ریچھ والی نہیں ہے، وہ ریچھ کو مار کر کھاتا ہے اور اس کا خون پیتا ہے اس نے بہت سے ریچھ قید رکھے ہیں ان میں مادہ ریچھ بھی ہیں یا شاید وہ صرف مادہ ریچھ کو ہی کھاتا ہے۔ اس کے علاوہ رولوکا بولا۔ کبھی کبھار دوسرے جانور بھی کھاتا ہے۔'' ''اس کو تم نے کب سے نہیں دیکھا۔''

''میں نے اس کو کل ہی دیکھا ہے اوپر سے نشیب میں دیکھ رہا تھا۔ میں درخت پر خاموش بیٹھا تھا مگر وہ اب اس میدان اور چوٹی پر نہیں ہے اس کا مجھے اندازہ ہے۔'' بندر نے بتایا۔

''تم کس طرح کہہ سکتے ہو۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''اس کی موجودگی اس کی بدبو ہے وہ اگر اوپر ہے یا پھر قرب و جوار میں ہے تو اس کی بدبو محسوس ہوتی ہے۔''

رولوکا نے کہا۔ ''بدبو تو اب نہیں ہے تو پھر تمہارا اندازہ درست لگتا ہے۔''

''دوسری وجہ اس کے نہ ہونے کی یہ ہے کہ اس وقت یہاں پر رہنے والا ہر جانور آزادی محسوس کر رہا ہے۔ اس کی موجودگی میں ڈر و خوف میں مبتلا رہتا ہے۔ وہ بڑی بے دردی سے کسی کو بھی چیر پھاڑ دیتا ہے۔'' بندر بولا۔

رولوکا بولا۔ ''میں دو چار دن اس کا انتظار کروں گا۔''

بندر بولا۔ ''مگر تم اس سے لڑائی نہ کرنا وہ بہت طاقتور ریچھ ہے۔''

رولوکا نے مسکرا کر کہا۔ ''میں تو آیا ہی اس کی تلاش میں تھا تم یہ بتاؤ یہ پھل کیسا ہے؟''

بندر بولا۔ ''اس کا سرخ گودا بہت مقوی اور طاقتور ہوتا ہے اس کے کھانے سے پیٹ کی اکثر بیماریاں ختم ہوتی ہیں گودا نہایت میٹھا اور لذیذ ہوتا ہے تم کھا کر خود دیکھو۔''

رولوکا نے ایک ٹکڑا ہاتھ میں لیا اور کچھ گودا نکال کر منہ میں رکھا اور بولا۔ ''مزیدار ہے۔''

''تم جس جگہ چاہو آرام کرو، ہم سب کسی بھی خطرے کے وقت تم کو اطلاع کریں گے۔'' بندر نے کہا۔

رولوکا ان سوراخوں کی طرف چلا جو کہ دور سے نظر آ رہے تھے ان میں بعض گہرے اور سرنگ نما تھے پتہ نہیں یہ سرنگیں کس نے اور کیوں بنائی تھیں مگر کچھ صرف چند قدم اندر تھے رولوکا ایک میں اندر چلا گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کو صاف کیا گیا ہے، کسی قسم کا کچرا کوڑا مٹی دھول نہ تھی زمین پر گھاس کا بستر تھا۔ رولوکا اس گھاس کے نرم بستر پر بیٹھ گیا اور اپنی اور اپنی حفاظتی کمک کو ہر طرف پھیلا کر لیٹ گیا اور تصور میں حکیم صاحب کا چہرہ لایا اور چند سیکنڈ میں وہ حکیم وقار کے دماغ میں تھا اور ان کی آنکھوں سے مطب کو دیکھ رہا تھا۔

حکیم صاحب کے روبرو ایک مریض تھا اس کے جانے کے بعد رولوکا نے سلام کیا تو حکیم صاحب بولے۔

''میں تم کو ہی یاد کر رہا تھا۔ تم خیریت سے ہو۔''

رولوکا نے کہا۔ ''میں جس کی تلاش میں ہوں اس

میں کامیاب نہیں ہوا ہوں۔ آپ بتائیں کیا خبریں ہیں؟"

"سردار کی بیوی جس پر سے گابانے بیر کو ہٹایا تھا وہ حمل سے ہے اور گابا اس کی حفاظت کے لئے اس کے قریب ہے۔ امید ہے وہ جلد فارغ ہو جائے گی۔" حکیم صاحب بولے۔

"اس کا مطلب ہوا کہ اب تک اس کو پتہ نہیں چلا جس نے یہ شرارت کی تھی۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"مگر کسی وقت بھی پتہ تو چل سکتا ہے اس لئے گابا کو اس کے قریب رکھنا ضروری ہے۔" حکیم صاحب بولے۔

"آپ گابا پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"سردار کے گھر جب اولاد ہو جائے گی تو یہ بات چمن خان سے چھپی نہ رہے گی اور وہ دوڑے گا اس آدمی کے پاس جس نے یہ غلط کام کیا تھا پھر وہ نئے سرے سے کام کرے گا، ہوسکتا ہے اس کے بچے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے یا اسی قسم کی کوئی حرکت کر کے سردار کو نقصان پہنچائے۔" حکیم صاحب بولے۔

"ایسا ہونا قرین قیاس ہے چمن خان کے بارے میں جو بتایا گیا ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔" رولوکا بولا۔

"تو پھر اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟" حکیم صاحب نے پوچھا۔

"گابا بہت بڑی طاقت ہے اول تو وہ خود سب کچھ سنبھال سکتا ہے اگر کہیں پر وہ کمزور پڑا تو وہ خود مجھ سے رابطہ کرتا ہے میں کسی بھی وقت اس کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔" رولوکا نے کہا۔

"تمہاری یاترا میں ابھی کتنے دن ہیں۔" حکیم صاحب مسکرا کر بولے۔

"کام بڑا ٹیڑھا آ گیا ہے دشمن بڑا شاطر لگتا ہے مگر میں اس کو پاتال میں بھی تلاش کروں گا۔" رولوکا بولا۔

"میں تمہاری کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔" حکیم صاحب بولے۔

"آپ کی دعاؤں کی ضرورت تو مجھے ہر وقت رہتی ہے اور اب بھی ہے۔" رولوکا نے کہا۔

رات ہو گئی تھی اس پہاڑی کے کھوہ کے باہر بندر اور ان کا سردار خاموش بیٹھے تھے اور اندر رولوکا گھاس پر بیٹھا تھا کہ اچانک ایسا لگا جیسے زمین ہل رہی ہے درخت بھی لہرا رہے ہیں سارے بندروں میں بے چینی پھیل گئی اور رولوکا نے آسمان کی طرف دیکھا اور زور سے کسی کو حکم دیا۔ "دیکھو تو یہ کون ہے؟"

چند منٹ نہیں گزرے تھے کہ پہاڑ ساکت ہو گیا۔ رولوکا نے زور کی آواز میں کہا۔

"ان حرکتوں سے تو کیا سمجھتا ہے میں واپس چلا جاؤں گا۔ میں تیرا احساب کرنے آیا ہوں وہ کر کے جاؤں گا۔"

"میں اس دھرتی کا راجہ ہوں یہاں کے چرند پرند اور جنگل میرا ہے تو کون ہے اور کیوں آیا ہے بتا؟" آواز آئی۔ رولوکا نے جواب دیا۔ "تو بے وقوف ہے اس زمین اور تمام چیزوں کا مالک وہ ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے تو مالک کس طرح بن گیا تو تو ایک پودا پیدا نہیں کر سکتا ایک پھل نہیں پیدا کر سکتا تو کچھ نہیں ہے۔"

"میں طاقت کے ذریعہ مالک بنا ہوں تو میری طاقت کو نہیں جانتا اور منہ اٹھا کر افریقہ چلا آیا ہے، جا واپس چلا جا اور جو کچھ تیرے پاس ہے اس سے روٹی کما کر کھا، یہاں پر بہت آئے اور ان جنگلات میں گم ہو گئے۔ تیرا بھی وہی حشر ہو جائے گا، جنگل کے باہر جانے کا راستہ تلاش کرتے کرتے مر جائے گا۔" غرور بھری آواز آئی۔

رولوکا زور سے ہنس پڑا اور پھر بولا۔ "غرور اور تکبر انسانی صحت کے لئے بری چیز ہے۔ مگر تو ان الفاظ کا مطلب نہیں جانتا تو ریچھ کا گوشت کھا کر اور ماداؤں کا دودھ پی کر انسان کب رہا ہے تو انسان نہیں ریچھ ہے، حیوان ہے اور حیوان کی جبلت اور فطرت انسانوں سے جدا ہوتی ہے۔ میں اس حیوان کو زیر کرنے آیا ہوں جو انسان حیوان بنا ہے تو کتنا کم نصیب ہے کہ انسان کو سب

سے افضل اور برتر پیدا کیا گیا ہے مگر تو برتر پیدا ہو کر اس برتری کو برباد کر کے حیوانیت کی طرف واپس چلا گیا۔ تیرا وجود انسانوں کے لئے نقصان کا باعث ہے۔"

"بس بس؟" ایک دہاڑ سنائی۔ "تو نے بہت کہہ لیا۔ اب میری سن میں اس سرزمین پر راج کرنے آیا ہوں میں افریقہ کا وہ بیٹا ہوں جو راج کرے گا۔ میرے حکم سے یہ پہاڑ دریا چلتے ہیں۔ تو جو بھی ہے اس سرزمین سے چلا جا، تیرا یہاں پر کچھ کام نہیں ہے۔"

رولوکا بولا۔ "تو انسانوں کا دشمن، جانوروں کا دشمن، تو کیسا راجہ ہے کہ اپنی رعایا کو آرام پہنچانے کے بجائے ان کو تکلیف دیتا ہے، راجہ یا مالک وہ ہوتا ہے جو خود پریشانی اٹھاتا ہے مگر سب کو آرام دیتا ہے میں تجھے اس سرزمین کا ایک خونخوار جانور تو سمجھ سکتا ہوں مگر انسان نہیں سمجھ سکتا، تیری طاقت اور مردی صرف کمزور کے لئے ہے۔ تو نے افریقہ کے باہر کی دنیا کو ابھی تک نہیں دیکھا۔ ذرا باہر کی دنیا میں جا اور دیکھ کہ تجھ کو لوگ انسان بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نہیں۔" رولوکا بولا۔

"میں افریقہ کا ہوں۔ ... یہ زمین اتنی ہے کہ باہر جانے کی ضرورت مجھے نہیں ہے۔ میرے لئے سب کچھ یہاں پر ہے، جانا تو تجھے پڑے گا، میں تجھے دوڑاؤں گا اور اگر نہیں جائے گا تو پھر تیری قبر کا کسی کو پتہ نہ ہوگا۔" آواز آئی۔

"تو چھپ کر کب تک باتیں کرے گا۔ ذرا سامنے تو آ۔" رولوکا بولا۔

"سامنے نہ بلا مجھے دیکھ کر تیرا خوف سے دم نکل جائے گا۔" آواز آئی۔

"دیکھ اگر تو نہ آیا تو میں خود تیرے پاس آ جاؤں گا۔ آخر کب تک چھپتا پھرے گا۔" رولوکا بولا۔

"میں تیرا انتظار کروں گا۔" آواز آئی۔

سارے بندر اور سرداراس خوفناک آواز کو سن کر ڈر کے مارے زمین پر پڑے تھے۔ آواز بند ہو چکی تھی مگر ان کا خوف کم نہ ہوا تھا۔ وہ سب تھر تھر کانپ رہے تھے۔

رولوکا نے سردار بندر کو کہا۔

"تم کیوں ڈرتے ہو، ذرومت اور جاؤ آرام کرو، وہ تم کو کچھ نہیں کہے گا۔" سارے بندر چلے گئے۔ رولوکا جانتا تھا کہ اب وہ ادھر نہیں آئے گا اس لئے اس کا پہاڑی چوٹی پر رکنا بے کار ہی تھا اور خود کو سفر کی پریشانی میں ڈرنا وقت برباد کرنے کے برابر تھا جتنی جلدی کام ہو جائے اچھا ہے اس نے سارے کارندوں کو جمع کر لیا اور سب کو نئے سرے سے لیس بھی کر دیا ایسا کم ہوا تھا کہ رولوکا نے اپنے کارندوں کو لیس کیا ہو۔

وہ پھر اپنے ذرائع سے اترا اور روپوشی کی حالت میں آگے چلا اس کے آگے اس کے کارندے تھے اب کسی کو حکم دینے کی ضرورت نہ تھی وہ از خود حالات کے مطابق کام کرتے تھے۔

رولوکا ایک سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ کر حکیم وقار کو تصور میں لایا تو فوراً ہی حکیم وقار سے رابطہ ہو گیا تو رولوکا بولا۔

"حکیم صاحب میں ابھی تک پرانے مشن پر ہوں دشمن دور چلا گیا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کے اس مریض کا کیا حال ہے جس کا آپ نے علاج کیا تھا اور گابا نے آپ کی مدد کی تھی۔"

"سردار کی بیوی مہر کی بات کر رہے ہو تو سنو اس کے گھر لڑکے کی ولادت ہو گئی ہے مگر اچانک سردار کے باپ پر دورا پڑ کسی معالج کے آتے آتے اس کا انتقال ہو گیا۔"

اور سردار کو گاؤں جانا پڑا وہاں پر اس کا دشمن چمن خان موجود تھا اس نے اس کو وہاں تنگ کر رکھا ہے۔ سردار کی زندگی تو دلی میں گزری تھی اچانک اس کے سر پر قبیلے کی سرداری کی پگڑی آ گئی، اس کو ٹھیک سے پتہ بھی نہیں تھا کہ اس کی سرداری کی سرحدیں کہاں تک ہیں اس کے وفاداروں کو چمن خان نے خرید لیا ہے اور وہ اس کی زمینوں پر قبضہ کرنے کی تیاری میں ہے گابا کو میں نے تاکید کر دی تھی کہ اس کے بچے اور بیوی کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ گابا کسی وجہ سے سردار اب تک سرداری کر رہا ہے مگر سخت

پریشان ہے گابا مجھے وہاں کے حالات بتاتا رہتا ہے اور سردار نے ایک خط میں بھی تفصیلی حالات لکھے تھے اب چمن خان اور اس کے بیٹے کا علاج کرنا ضروری ہے۔ گابا کہتا ہے میں اس شخص کو تلاش نہیں کرسکتا جو یہ سب کر رہا ہے صرف چمن خان کو سزا دینا تا کافی ہے۔" حکیم صاحب نے پوری تفصیل بیان کردی تو پھر رولوکا بولا۔

"گابا بہت کچھ کرسکتا ہے مگر ماورائی طاقت کی بھی کچھ حد بندیاں ہیں کچھ بہت آسان نظر والے کام بھی نہیں کرے گا کیونکہ اس کی حد سے وہ باہر کے ہیں سفلی، کالے جادو اور ہمارے علم میں بڑا واضح فرق ہے افریقہ میں بھی انڈیا کی طرح کے علوم ہیں اور ان کو ہماری طرح کے لوگ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ گابا سردار اور اس کی بیوی کی حفاظت کرے گا۔ اس کو کوئی بڑا نقصان بھی نہیں ہونے دے گا۔ مگر ذہنی طور پر جو پریشانیاں سردار کو ہیں ان کا علاج تو وہ نہیں کرے گا۔ سردار کا اپنے قبیلے میں رہنا بھی ضروری ہے اس لئے وہ وہاں سے کماں کرسکتا ہے میں دس روز کے اندر دلی آجاؤں گا اور پھر سردار کے پاس جاؤں گا۔ انشاء اللہ۔"

حکیم صاحب بولے۔ "انشاء اللہ! تمہارے منہ سے جلد آنے کا سن کر خوش ہوگیا۔"

"آپ کی محبت میں رہ کر میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔" رولوکا بولا۔

حکیم صاحب مسکرا کر بولے۔ "اور میں کوڑھ مغز ثابت ہوا کہ میں نے تم سے کچھ نہ سیکھا۔ ارے کم از کم یہی سیکھ لیتا کہ تم سے رابطہ کرسکوں۔"

"تو آپ غم کیوں کرتے ہو میں جو خود حاضری دیتا ہوں اور رہا اس علم کے بارے میں تو عرض ہے کہ جتنا اسے آسان سمجھا جاتا ہے اتنا آسان نہیں ہے۔ آدمی روحانی دماغ کو زیادہ سے زیادہ استعمال کرنا سیکھتا ہے کسی بھی مادی وسیلے کے بغیر خیالات کو وصول کرنا اور دوسروں تک پہنچانا اس علم کو ٹیلی پیتھی کہتے ہیں مگر اس کے لئے اپنے روحانی دماغ کو متحرک اور فعال کرنا ضروری ہے اور یہ کڑی مشک کے ذریعہ ہوتا ہے۔ بات بہت طویل ہے مگر میں نے مختصر کرکے بیان کردیا۔" رولوکا نے جواب۔

"تم آرہے ہو یہ میرے لئے بڑی خوشی کی بات ہے، اب میری آدھی فکریں خود بخود ختم ہوگئیں۔ حکیم صاحب بولے۔

"میں آپ کی محبت اور چاہت جانتا ہوں، میں نے آپ کو دوست پرکھ کر ہی بنایا ہے اب اجازت، دلی میں ملاقات ہوگی۔"

شام کی آمد تھی دن بھر کے تھکے ہارے غذا کی تلاش میں نکلے ہوئے چرند پرند اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف رواں دواں تھے۔ دن بھر روشنی بکھیرنے والا سورج بھی اب سرخی مائل ہوکر اندھیرے کے استقبال کے لئے تیار تھا۔ جنگل میں بسنے والے رات کے جانور دن بھر کے آرام اور نیند سے بیدار ہوچکے تھے۔ تین تنہا رولوکا اور اس کے ارد گرد چند بندر ایک موٹے درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔

رولوکا نے ایک بڑے بندر سے ذہنی رابطہ کیا اور بولا۔ "دوست اب رات ہونے والی ہے تم لوگوں کا بہت شکریہ کہ تم سب نے میری تنہائی انسی خوشی میں بدل دی۔ کیوں نہ ہم سب اسی درخت پر رات گزاریں اور صبح ہوتے ہی میں تم سب کو الوداع کہہ کر آگے کی طرف روانہ ہوجاؤں گا۔"

بندر نے کھی کھی کرکے اپنے زبان میں کہا۔ "معزز اور ہمدرد انسان تمہارا بہت شکریہ کہ تم ہم جانوروں کے دوست ہو اور ہم سے محبت کرتے ہو اور ایک یہ ریچھ نما دو پاؤں کا جانور جو کہ جنگل کے جانوروں کا دشمن بنا ہوا ہے تمہارا مشورہ اچھا ہے کہ ہم رات اسی درخت پر گزاریں۔"

اور یہ کہہ کر سارے بندر درخت پر چڑھ گئے اور رولوکا بھی ایک موٹی ٹہنی پر لیٹ گیا کیونکہ نیچے خطرناک خونی جانوروں کا ڈر تھا۔

آدھی سے زیادہ رات گزر چکی تھی کہ اچانک ایسا لگا کہ سارے جنگل میں ایک زلزلہ آگیا، ہوا نے طوفانی شکل اختیار کرلی، تمام موٹے موٹے درخت بھی جیسے کہ جڑ سے اب اکھڑے اور تب اکھڑے، تمام جانوروں کی چیخ و

پکار سے عجیب خوفناک آوازیں آنے لگیں۔ رات میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے والا اندھیرا اور ویسے بھی چاند کی یہ آخری تاریخیں تھیں۔ رولوکا جس درخت پر تھا وہ درخت آندھی اور جھکڑ سے محفوظ تھا کیونکہ رولوکا نے اس درخت کے گرد ایک آہنی دیوار کا حصار کھینچ دیا تھا۔

جنگل کے دگرگوں حالات دیکھ کر فوراً سے پیشتر رولوکا نے زور سے کہا۔ ''کارندوں چوکس۔'' اور پھر اپنے منہ سے ایک عجیب کان پھاڑ دینے والی زبردست قسم کی سیٹی کی آواز نکالی اور پھر سیٹی کی آواز کے ختم ہوتے ہی بپھری ہوئی ہوائیں رک گئیں اور جنگل کا دہشت ناک ماحول پر سکوت چھا گیا۔ رولوکا کی زوردار آواز سنائی دی۔ ''بزدل رات کے اندھیرے میں چھپ کر وار کرتا ہے اگر ہمت والا ہے اور اپنی شکتی پر تجھے ناز ہے تو سامنے آ کر مردوں والا مقابلہ کر، کسی بھی حال میں تیرا بچنا محال ہے، جتنے دن تو زندہ ہے غنیمت جان، میں رات کے اندھیرے میں وار نہیں کرتا۔''

اچانک پھر چاروں طرف سے بڑے بڑے وزنی پتھروں کی بارش شروع ہوگئی۔ پتھر اتنے بڑے بڑے تھے کہ پورا درخت تہس نہس ہو جاتا اگر رولوکا نے اس درخت کے گرد طلسمی حصار قائم نہ کیا ہوتا، رولوکا زوردار آواز میں بولا۔ ''تو نے اپنے فرار کے لئے بہت ہی اوچھا ہتھکنڈہ استعمال کیا بہر حال بہت جلد تیری زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔'' صبح کے وقت رولوکا بندروں سے بولا۔ ''تم لوگ اور جنگل کے تمام جانور اب محفوظ ہیں یہ اب اس طرف بھی نہیں آئے گا یہ میری سزا سے کسی طرح بھی بچ نہیں سکتا۔ تم لوگ ہنسی خوشی اور آزادی کے ساتھ جنگل میں رہو اور میں اب آگے جا رہا ہوں میرے تمام دوست الوداع۔''

سفر جاری تھا کہ رولوکا کے ایک کارندہ نے بتایا کہ دس دن آج پورے ہوئے تو رولوکا نے اس مقام کو غور سے دیکھا اور خود سے کہا۔ ''مجھے پھر اسی مقام پر واپس آنا ہے۔'' اور آنکھیں بند کرتے ہی اس کا واپسی کا سفر شروع ہوا اور وہ ہواؤں پر تیرتا ہوا دلی کی طرف روانہ ہوا۔

رولوکا حکیم وقار کے سامنے بیٹھا تھا۔ حکیم صاحب بولے۔ ''تم اس دفعہ مجھ سے بہت دن دور رہے تمہاری کمی مجھے ہر وقت محسوس ہوئی میں خود کو ادھورا محسوس کرتا رہا۔''

''حکیم صاحب یہ آپ کی محبت ہے، محبت انسان کے اندر ہو تو نفرت کو اندر نہیں آنے دیتی تو لازم ہے انسان اپنے اندر صرف محبت کو رکھے۔ لہٰذا ہر انسان ہر وقت اپنے لئے کم اور دوسروں کی بھلائی کا زیادہ سوچتا ہے آپ کی محبت نے ہی میرے اندر محبت کی روشنی کی تھی اور اس روشنی میں مجھے بہت دور دور نظر آنے لگا ہے، میری اپنی حیثیت کا صحیح استعمال مجھے آپ سے ہی ملا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ روشنی بدن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔'' رولوکا بولا۔

''بہت خوب تم نے اپنی محنت اور محبت کا سارا کریڈٹ میرے سر پر رکھ دیا تم بہت بڑے آدمی ہو، تم واقعی مکمل انسان ہو، اچھا اپنی باتیں چھوڑو، تم اپنے وطن کی باتیں بتاؤ۔'' حکیم صاحب بولے۔

''دنیا بہت آگے جا رہی ہے نئی نئی ایجادات آ رہی ہیں انسان نے غور و فکر کرنا سیکھ لیا ہے مگر مجھے نہایت افسوس سے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ افریقہ کے اندرونی حالات میں ذرا فرق نہیں پڑا ہے گوری چمڑی کے لوگ ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانک کر جہازوں میں بھر کر منڈی میں فروخت کرتے ہیں افریقہ کے شہروں کی طرف میرا گزر نہیں ہوا کیونکہ میں جنگلات میں ہی پھنسا ہوا تھا جہاں تک میں ان کے لئے کر سکتا تھا کرتا رہا مگر میں سمجھتا ہوں جو میں نے کیا وہ بہت کم ہے اور جو میں آگے کروں گا وہ بھی ناکافی ہوگا اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ آبادیاں جنگلات کے اس قدر اندر ہیں کہ ان تک تہذیب کی ہوا جاتی نہیں اور تھوڑی بہت جاتی ہے تو اس کا ان کی سخت چمڑی پر اثر نہیں ہوتا ان میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کے مشیر ہوتے ہیں جن کو وچ ڈاکٹر کہا جاتا ہے یہ لوگ اپنے چھوٹے موٹے شعبدے دکھا کر متاثر کر لیتے ہیں اور پھر ان پر اپنا حکم چلاتے ہیں۔'' رولوکا نے اپنی بات مکمل کی۔

''بڑی خوفناک حقیقت تم نے بیان کی ہے۔''

رولوکا نے کہا۔ ''آپ سنائیں آپ کے مریض کا کیا حال ہے؟''

حکیم صاحب نے جواب دیا۔ ''حالات میں ذرا تبدیلی نہیں آئی گاؤں میں سردار اور اس کی بیوی بچے ٹھیک ہیں مگر اس کی زمینیں جو کہ اندرونی علاقوں میں تھیں اس کے کنٹرول میں نہیں رہی ہیں چمن خان کا اثر ورسوخ بڑھ گیا اور سردار اپنی جگہ میں ایک طرح سے محصور ہوگیا ہے یہ حالات مجھے گابا نے بتائے ہیں وہ کبھی غلط اطلاع نہیں دیتا۔''

''آپ نے درست کہا، گابا غلط بات کبھی نہیں کرے گا، اب مجھے گوشا کو کچھ عرصہ چھوڑنا ہوگا اور چمن خان کو دیکھنا ہوگا۔'' رولوکا بولا۔

''یہ گوشا کون ہے؟'' حکیم صاحب بولے۔

''یہ افریقہ کا ایک چمن خان ہے یہ بھی افریقہ پر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے دونوں کردار ذرا سے فرق کے ساتھ ایک جیسے ہی ہیں دونوں کا علاج بھی ایک ہے اور دونوں کا انجام بھی ایک سا نظر آتا ہے۔'' رولوکا بولا۔

''ہر برائی کا انجام برا ہے یہ تو طے ہے، اب دیکھنا ہے ان کی رسی کتنی لمبی ہے۔'' حکیم صاحب بولے۔

''وقت برباد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے میں سردار کے پاس چکر لگا کر آتا ہوں آپ فکر نہ کریں بہت جلد واپس آجاؤں گا۔ بھولوں گا نہیں الارم لگا دیتا ہوں۔'' رولوکا مسکرا کر بولا۔

''میں جانتا ہوں تم وعدے کے پکے ہو مگر اپنا خیال رکھنا۔'' حکیم صاحب بولے۔

رولوکا نے شکریہ ادا کیا اور کمرے سے باہر آنے کے بعد وہ سردار کے گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔

رولوکا سردار احمد یار کے دروازے پر موجود تھا یہ گھر زیادہ بڑا نہ تھا مگر خوب صورت تھا دروازے پر چوکیدار موجود تھا رولوکا حکیم کامل کے روپ میں اس کے سامنے تھا اس نے چوکیدار کو سردار سے ملنے کی خواہش کا کہا تو چوکیدار بولا۔ ''تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟''

رولوکا نے کہا۔ ''میں دلی سے آیا ہوں اور میرا نام حکیم کامل ہے۔''

چوکیدار اندر چلا گیا اور چند منٹ میں سردار محمد یار خود دروازے پر آگئے اور بولے۔ ''آیئے حکیم صاحب۔''

رولوکا نے بیٹھ جانے کے بعد کہا۔ ''حکیم وقار کے ساتھ ہی میں کام کرتا ہوں انہوں نے آپ کے سارے کیس کے بارے میں مجھے بتایا ہے آپ کی مشکلات کے بارے میں بتایا ہے اور کہا ہے کہ ابھی تک آپ اس گرداب سے باہر نہیں ہیں۔''

''حکیم صاحب نے درست کہا ہے، ان کے علاج کے ذریعہ میں صاحب اولاد ہوگیا ہوں بیگم بھی ٹھیک ہیں۔ مگر اس کے علاوہ میرے حالات ٹھیک نہیں ہیں سخت دباؤ میں ہوں میرے آدمی میرا ساتھ چھوڑ رہے ہیں میری زمینیں اور باغات ویران پڑے ہیں کام کرنے والے میرے پاس کام نہیں کرتے وہ چمن خان اور اس کے پالتو غنڈوں سے ڈرتے ہیں چمن خان علاقے میں پھیلتا جا رہا ہے اور میں سکڑتا جا رہا ہوں۔'' سردار نے بتایا۔

''سردار صاحب برائی کتنی بھی بڑھ جائے آخر ختم ہوتی ہے مگر اچھائی ختم نہیں ہوتی بڑھتی ہے۔ حکیم وقار نے مجھے یہاں پر آپ کی مدد کرنے کو بھیجا ہے، میں آپ کی مدد کروں گا، آپ کسی آدمی کو میرے ساتھ کر دیں وہ مجھے آپ کا پورا علاقہ باغات اور زمینیں دکھا دے، بس پھر اس کا کام ختم، میں آپ کے پاس نہیں آؤں گا مگر کام آپ کا کروں گا کس طرح کروں گا یہ آپ نہ پوچھیں۔''

''حکیم صاحب میں آپ کو بتا دوں کہ یہ شہری علاقہ نہیں ہے یہاں پر جو مشکلات ہیں وہ شہری مشکلات سے الگ نوعیت کی ہیں، میں خود بھی اب تک ان کو سمجھ نہیں سکا ہوں، حکیم صاحب ہمدرد انسان ہیں انہوں نے مجھ پر مہربانی کی ہے، میں ان کا احسان کبھی نہیں بھول سکتا اور اپنے فائدے کی خاطر آپ کو کسی مصیبت میں مبتلا نہیں کر سکتا، میں جب تک برداشت کر سکتا ہوں کروں گا اور جب قوت برداشت جواب دے جائے گی تو دلی میں آجاؤں گا، اپنی

اولاد کو بھی اس طرف نہیں آنے دوں گا۔" سردار بولا۔
"ایسا وقت آپ پر نہیں آئے گا آپ سردار ہیں یہ آپ کی خاندانی وراثت ہے آپ کا حق ہے۔ اس حق کو آپ سے کوئی نہیں چھین سکتا، اچھا برا وقت ہر انسان پر آتا ہے اور گزر جاتا ہے، آپ بددل نہ ہوں، انشاء اللہ آپ سرخرو ہوں گے، آپ کے دشمن آپ کے پیروں میں آ جائیں گے یہ اس لئے ہوگا کہ آپ نے کسی کا حق نہیں مارا کسی کا دل نہیں دکھایا۔" رولوکا نے جواب دیا۔
"میں نے آپ کو حالات کی نوعیت اس لئے بتائی کہ آپ میری وجہ سے پریشانی نہ اٹھائیں میں تو گزارہ کر ہی رہا ہوں میں حیران ہوں کہ میرے پرانے وفادار مجھ سے دور کیوں کر ہو گئے کسی نے مجھے بتایا کہ ان کے ساتھ حیرت انگیز اور عقل میں نہ آنے والے واقعات رونما ہوئے ہیں، ان کا خیال ہے کہ ان واقعات کا تعلق ماورائی قسم کی چیزوں سے ضرور ہے جس نے میری وفاداری کی وہ عجیب قسم کی بیماریوں یا عجیب قسم کے حالات کا شکار ہو گیا اور جب اس نے میری وفاداری سے توبہ کر لی مجھ سے تعلق ختم کر لیا تو ٹھیک ہو گیا اور چمن خان نے اس کو رکھ لیا۔ میں ان حالات سے لڑنے کی طاقت کہاں سے لاتا یہی بہت ہے کہ میری چار دیواری محفوظ ہے اور یہ کس طرح محفوظ ہے یہ میں نہیں جانتا۔" سردار احمد یار نے بتایا۔
"آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اب مجھے کام کرنے دیں۔" رولوکا نے کہا۔
"ٹھیک ہے آپ کی مرضی ہے تو ضرور کریں میرا یہ چوکیدار ہی رہ گیا جس پر میں بھروسہ کر سکتا ہوں، یہ پورے علاقے کو جانتا ہے یہ آپ کے ساتھ جائے گا۔" پھر اس نے آواز دی۔ "رسول خان۔" چوکیدار اس کے پاس آ گیا تو سردار نے کہا۔ "حکیم صاحب کو پورا اپنا علاقہ دکھاؤ تمام اجڑے باغات میں بھی لے جاؤ۔"
رسول خان نے گردن جھکا کر کہا۔ "ٹھیک سردار صاحب جو حکم ہو۔"
سردار نے کہا۔ "مگر جانے سے پہلے آپ کھانا کھائیں ذرا آرام کریں کام تو ہوتا ہی رہے گا۔"
رولوکا بولا۔ "کھانا میں ضرور کھاؤں گا مگر پہلے کام کرنا ہے۔" اور اٹھ کھڑا ہوا اور رسول خان سے بولا۔ "کس طرح سے چلو گے اگر دور جانا ہے تو سواری کی ضرورت ہوگی۔"
رسول خان بولا۔ "دور بھی جانا ہے مگر میں اس کے لئے اونٹوں کا انتظام کر لوں گا۔"
رولوکا بولا۔ "اچھا سردار صاحب اجازت دیں جلد ہی پھر ملاقات ہوگی میری کامیابی کی دعا کریں۔"
"ضرور دعا کروں گا، آپ کی کامیابی ہی میری کامیابی ہے۔"
رولوکا اور رسول خان باہر آ گئے، گاما باہر کھڑا تھا، وہ رولوکا کے آنکھ کے اشارے کو سمجھ گیا، رسول خان راستہ بھر رولوکا کو حالات بتاتا رہا ایک مقام پر رسول خان بولا۔ "اب ہم کو اونٹوں کی ضرورت پڑے گی کیونکہ جو علاقہ کاشت کاری کا ہے اور سردار احمد یار کا ہے وہ یہاں سے دور ہے اور وہاں تک جانے کے لئے اونٹ ضروری ہیں قریب کے گاؤں جاتا ہوں وہاں پر میرے جاننے والے ہیں اور وہ گاؤں سردار کی زمین پر ہے اس لئے آسانی سے اونٹ مل جائیں گے آپ اس باغ میں آرام کریں۔"
رسول خان چلا گیا اور رولوکا آڑو کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا کچھ ہی دیر گزری تھی کہ باغ کا مالی اس کے پاس آ گیا اور بولا۔ "تو کون ہے اور ادھر کیوں بیٹھا ہے؟ ادھر سے جا۔" اس کا لب و لہجہ گستاخانہ تھا۔
رولوکا بولا۔ "سائے میں بیٹھا ہوں کسی کا انتظار ہے تمہارا کیا نقصان ہے۔"
وہ تیز آواز میں بولا۔ "خان کا اجازت نہیں ہے ادھر چوری ہوتا ہے تم جاؤ۔"
رولوکا نے کہا۔ "تمہارے خان کا پورا نام کیا ہے؟"
وہ چمک کر بولا۔ "تم چمن خان کو نہیں جانتا یہ اس کا باغ ہے تم اب جاؤ اٹھو۔"
رولوکا بولا۔ "تم کیسا مالی ہے تمہارے سارے پھل

میں تو کیڑا لگ گیا ہے۔"

مالی بولا۔ "ارے تم کیا بکواس کرتا ہے کدھر ہے کیڑا سب مال فسٹ کلاس ہے۔"

رولوکا مسکرا کر بولا۔ "تم اناڑی ہے ذرا کسی درخت کے مال کو چیک تو کرو تم کو پتہ لگ جائے گا۔"

مالی گھبرا کر اٹھا اس نے ایک درخت کی ٹہنی پکڑ کر ایک آڑو توڑا اور اس کو چیر کر دیکھا اور وہ چونک کر دوسرے درخت کے پاس گیا اور اس طرح وہ پورے باغ میں پاگلوں کی طرح پھرتا رہا اور پھر سر پکڑ کر رولوکا کے پاس آ گیا۔

"یہ کیسا ہوا؟ کل ایک ٹرک مال منڈی گیا ہے وہ ٹھیک تھا کوئی کیڑا کا بات نہیں تھا اور آج اتنا بڑا بڑا کیڑا سب درخت پر کدھر سے آ گیا۔

رولوکا بولا۔ "کل میں ادھر نہیں آیا تھا چمن خان کو بولنا یہ حرام کا باغ چھوڑ دے اس کے مالک کو دے دے اور نہیں دے گا تو ادھر اتنا بڑا بڑا کیڑا آ جائے گا کہ تم کو بھی کھا جائے گا۔"

رسول خان آ رہا تھا ایک اونٹ پر وہ بیٹھا تھا اور ایک اس کے پیچھے آ رہا تھا۔

چوکیدار بولا۔ "تم کون ہے؟" بابا۔ "اب اس کے لہجے میں نرمی تھی۔

"میں چمن خان کی موت ہوں اس کو بتا دینا تیری موت تیرے قریب آ گئی ہے، اور سن تیری بھی خیر اور زندگی اس میں ہے کہ تو اپنے اصل مالک کی وفاداری کر، چمن خان اس باغ کا اصل مالک نہیں ہے اگر نہیں مانے گا تو ہر فروٹ کے دانے کا کیڑا سانپ بن جائے گا اور اس باغ میں سانپ ہی سانپ ہوں گے اور وہ تیرا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے، میں نے بتا دیا ہے اب جاتا ہوں۔"

مالی منہ کھول کر ہکا بکا رولوکا کی باتیں سن رہا تھا۔ یقینی اور بے یقینی کے درمیان وہ اٹکا ہوا تھا۔ یہ اچانک ہر پھل میں کیڑے اور اس کو کس نے بتایا ہے کہ یہ باغ کبھی سردار احمد یار کا تھا اور میں اس کا ملازم تھا یہاں کا کوئی آدمی اس کو چمن خان کے ڈر سے بتائے گا نہیں۔ مالی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو وہ چمن خان کی طرف دوڑا اور اس کے حضور پیش ہو گیا اور بولا۔ "خان ایک آدمی باغ میں آیا تھا۔" اور جو اس پر گزرتی تھی اس نے پورا احوال بیان کر دیا۔

چمن خان نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

"ابے لگتا ہے تو کچھ نشہ کرنے لگا ہے۔"

مالی بولا۔ "نہیں خان میں نے زندگی میں کسی نشے کو ہاتھ نہیں لگایا میری بات کا آپ یقین کرو۔"

"ارے تو پھر سارے پھلوں میں کیڑے، یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ موسم بھی کیڑوں کا نہیں ہے۔"

مالی ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "میں خود حیران ہوں ساری زندگی درختوں میں گزاری ہے مگر ایسا کبھی نہیں ہوا۔"

"اگر تو درست کہہ رہا ہے تو پھر یہ کچھ اور ہی چکر لگتا ہے، تو جا میں اس کا بندوبست کرتا ہوں۔"

مالی کے جاتے ہی اس نے گھوڑا تیار کروایا اور ایک آدمی کو ساتھ لے کر ایک طرف دوڑ گیا۔

ایک گھنٹہ گھوڑے پر سفر کرنے کے بعد وہ ایک پہاڑی درے میں پہنچا اس درے کے چاروں طرف پہاڑوں کی دیواریں تھیں اور درمیان میں ایک چھوٹی سی جھیل تھی بارش پہاڑوں پر ہوتی تھی تو اس کا پانی اس جھیل میں جمع ہو جاتا تھا زمین پتھریلی تھی اس لئے پانی صاف تھا اس میں مچھلیاں تیرتی نظر آتی تھیں وادی میں آنے کا صرف ایک راستہ تھا پہاڑ اتنے اونچے تھے کہ ادھر سے کسی کے آنے کا امکان ہی نہیں تھا۔

چمن خان جھیل پر پہنچ کر گھوڑے سے اتر گیا اور گھوڑے کی لگام اپنے آدمی کو دے کر بولا۔

"تم گھوڑے کو تازہ دم کرو اور ادھر رکو میں ابھی آتا ہوں۔" اور وہ ایک طرف چل دیا۔ درمیان میں بہت درخت تھے سب درخت فروٹ کے تھے اور ان میں فروٹ لگے تھے۔

وہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچا جس میں ایک گول راستہ تھا اور اندر اندھیرا تھا۔ وہ غار کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا اندر نہ گیا اور اس نے آواز لگائی۔

''بابا میں ہوں چمن خان ملاقات کو آیا ہوں۔'' دو آوازوں کے بعد اندر سے ایسی آواز آئی جیسے کوئی ریچھ بول رہا تھا چمن خان پھر بولا۔ ''میں اندر آ جاؤں اگر اجازت ہو تو۔''

''نہیں اندر نہ آنا میں خود آتا ہوں۔'' نہایت بھیانک اور ڈراؤنی آواز اندر سے آئی اور پھر ایک بہت بڑا ریچھ نما انسان غار کے دروازے پر کھڑا تھا، اس کے ہاتھ پیر بہت بڑے بڑے تھے، ان پر ریچھ کی طرح بالوں کی کثرت ہاتھ اور پیروں کے ناخن بڑے بڑے اور ان میں کالا میل بھرا ہوا تھا، سر پر بالوں کے جھاڑ جھنکار، داڑھی اور سر کے بالوں کا ایسا ملاپ کہ چہرہ نظر نہ آتا تھا۔

چمن دو قدم پیچھے کھسک گیا اور خوف سے اس کا بدن تھر تھر کانپنے لگا اس ریچھ نما آدمی کی آواز آئی۔

''بول کیا بات ہے؟ جلدی بتا میرا بھوجن ٹھنڈا ہو رہا ہے۔''

چمن خان ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''میرے علاقے میں کوئی آ گیا ہے اس نے میرا نقصان کر دیا ہے۔ وہ کون ہے ذرا پتہ تو کر دیں۔''

اس نے زمین پر زور سے پیر مارا اور بولا۔ ''یہ کون ہے؟ دیکھ تو۔''

چند منٹ کے بعد وہ بولا۔ ''آیا ہے اس کے ارادے تیرے لئے خطرناک ہیں۔ میں اس کا بندوبست کر دوں گا، سردار تو اس علاقے سے فوراً نکل جا کیونکہ سارا ملبہ تیرے اوپر ہی آنے کو ہے اب تو جا فوراً دور ہو جا دور ہو جا۔'' اور وہ یہ کہتا ہوا غار کے اندر چلا گیا۔

چمن خان دوڑتا ہوا گھوڑے کے پاس آیا اور بولا۔ ''جلدی کر۔'' اور گھوڑے پر سوار ہو کر بہت تیزی سے وادی سے باہر آیا اور نہایت تیزی سے سفر کرتا اپنے علاقے میں آیا۔ منشی اور خاص کارندوں کو بلا کر ہدایات دیں اور ایک طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے اس طرح فرار ہونے پر اس کے کارندوں کے دل میں شک شبہات ابھرے مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

رولو کا مالی سے رخصت ہو کر ڈیرے کی طرف آیا یہاں پر پہاڑوں کے دامن میں ایک قلعہ نما چار دیواری تھی اور اس اونچی فصیل کا صرف ایک دروازہ تھا۔ اس دروازے پر کئی آدمی ہتھیار بند کھڑے تھے کسی کسی کے ہاتھ میں توڑے والی بندوق نظر آ رہی تھی رولو کا سیدھا اس دروازے کے قریب گیا، اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر سب ہوشیار ہو گئے، ایک نے بندوق کا رخ بھی رولو کا کی طرف کر دیا مگر رولو کا ان کی طرف قدم بقدم بڑھتا رہا اور ان کے سامنے جا کھڑا ہوا اس کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا اس لئے وہ سب اس سے ڈرے نہیں ان کی ہمت یوں بھی بندھی ہوئی تھی کہ وہ تعداد میں کئی تھے اور ہتھیاروں سے لیس تھے ایک نہتا آدمی ان کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔

ایک بولا جو کہ شاید ان کا بڑا تھا۔ ''تو کون ہے اور منہ اٹھا کر ڈیرے کی طرف کیوں آیا ہے تجھ کو پتہ نہیں کہ اس طرف آنا عام آدمی کے لئے منع ہے؟''

رولو کا بولا۔ ''میں کام سے آیا ہوں۔''

وہ پھر بولا۔ ''میرے ایک اشارے پر تو زمین پر پڑا ہوتا اب بتا تو کون ہے اور یہاں کیوں آیا ہے؟''

رولو کا بولا۔ ''مجھے خان سے ملنا ہے ضروری کام ہے۔''

''خان کہاں رہتا ہے یہ تو وہی جانتا ہے اس کا ایک ٹھکانا نہیں ہے۔ اب تو جلدی سے بھاگ جا نہیں تو زمین پر پڑا ہو گا جلدی کر۔''

رولو کا بولا۔ ''مجھے اندر جانے دو میں اندر کچھ دیر آرام کروں گا تھک گیا ہوں۔''

سب زور سے ہنس پڑے ایک بولا۔ ''ابے پاگل اپنی سسرال آیا ہے کہ آرام کرے گا۔''

رولو کا نے کہا۔ ''دروازہ کھول دو۔'' وہ سب حیران رہ گئے کہ ڈیرے کا بہت بھاری دروازہ چر چر کر کے خود بخود کھل گیا پھر رولو کا بولا۔ ''تم سب کس کے ملازم ہو؟'' چوکیداروں کا بڑا بولا۔ ''چمن خان کے ملازم ہیں۔''

رولو کا نے زور سے کہا۔ ''تمہارا اصل اور پرانا مالک کون ہے؟'' مگر کسی نے جواب نہ دیا تو رولو کا پھر بولا۔

''تم احمد یار کے ملازم ہو اس کے وفادار رہو چمن خان مالک نہیں ہے وہ غاصب ہے اس نے بے ایمانی کی ہے بولو تم کس کے ملازم ہو۔'' سب نے ایک آواز ہو کر کہا۔ ''احمد یار کے ملازم ہیں۔''

ان کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا تھا ان کے ہاتھ پیر قابو میں نہیں تھے پھر ردلو کا بولا۔

''میں اندر آرام کر رہا ہوں سب کو یہ بتا دو کہ اب اس ڈیرے کا مالک چمن خان نہیں احمد یار ہے اور تم سب بھی اس کے وفادار ہو، اگر تمہاری نیت میں ذرا بھی فتور آیا تو یاد رکھو تم سب اپنے کام کرنے کے بھی نہیں رہو گے محتاج ہو جاؤ گے زمین پر کیڑے مکوڑوں کی طرح رینگتے رہو گے۔''

ردلو کا نے ان کو ڈرانے کو یہ سب کہا تھا حالانکہ اس کا ارادہ ان کو سزا دینے کا نہ تھا۔

اس قلعہ کی چار دیواری کے اندر بہت قیدی تھے ان میں عورتیں بھی تھیں اور کئی بچے بھی کوٹھریوں میں بند تھے اندر جاتے ہی ردلو کا نے ان سب کوٹھریوں کے دروازے کھول دیئے اور کہا۔ ''تم سب آزاد ہو اپنے گھروں کو جاؤ۔''

کئی کئی سال سے پڑے قیدی بہت کمزور تھے مگر وہ بھی آزادی کی خوشی میں باہر آ گئے عورتیں اور بچے بھی بڑے گیٹ سے نکل گئے اس کے سامنے کسی قسم کی رکاوٹ نہ آئی اس لئے کہ وہ راہ کے ہر روڑے کو صاف کر چکا تھا اب گیٹ پر صرف چند آدمی تھے اندر کوئی نہ تھا اندر کے چوکیدار بھی آزادی پا کر باہر جا چکے تھے۔

ردلو کا اس قلعہ نما عمارت کے باہر کمرے میں گیا کہیں پر کوئی نہیں تھا کچھ کمرے نہایت خوب صورت تھے ان میں جدید قسم کا ساز و سامان تھا دیواروں پر خوب صورت پینٹنگ لگی تھیں اور فرش پر دبیز قالین پڑا تھا۔

ردلو کا واپس ایک کمرے میں آ گیا۔ اس کے سارے کارندے اس کے اردگرد موجود تھے۔ وہ زمین پر لیٹ گیا۔ ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ پہاڑوں سے پتھروں کی بارش ہونے لگی بڑے بڑے پتھر گرنے لگے مگر قریب آتے ہی پتھر ہوا میں تحلیل ہو جاتے۔ ردلو کا کمرے سے باہر آیا اور اس نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''آؤ تو تیرا تو مجھے انتظار تھا۔''

اب جو پتھر اوپر سے آتے تھے وہ واپس اوپر جانے لگے اور اوپر سے شور کی آوازیں آنے لگیں اور پھر اچانک وہ شور ختم ہوا اور سناٹا چھا گیا۔ مگر ردلو کا جانتا تھا کہ یہ عارضی ہے دوسرا حملہ ضرور ہوگا اور وہی ہوا۔

آسمان پر ایک ٹڈی دل نمودار ہوا اور ہزاروں ٹڈیاں زمین پر آنے لگیں وہ عام ٹڈی نہ تھیں ان کے پر بڑے اور جسم لمبا تھا اور وہ ہر چیز کو کھا رہی تھیں۔ ردلو کا نے بہت جلد سمجھ لیا کہ یہ ٹڈی نہیں ہے یہ خطرناک قسم کا بیر ہے جو کہ اس شکل میں وارد ہوا ہے۔ پھر زمین سے ایک بہت لمبا اژدھا نکلا اس کا منہ بہت بڑا تھا اس نے منہ کھول کر سانس اندر لیا تو وہ ہزاروں ٹڈیاں اس کے منہ میں چلی گئیں اور پھر اسی طرح کے کئی اژدھے ان ساری ٹڈیوں کو کھا گئے اور میدان صاف ہو گیا۔

ردلو کا باہر نکلا اور اس جنگ کا فیصلہ کرنے خود پہاڑ پر جانے کا ارادہ کیا۔ مگر اس کے ایک جاسوس کارندے نے بتایا کہ دشمن اپنے حملے ناکام دیکھ کر اپنی جگہ سے فرار ہو چکا ہے۔ پھر بھی اس نے تلاش کرنے کا فیصلہ کیا اور وہاں پہاڑی درے پر چلا گیا۔ مگر وہ درہ بھی خالی تھا۔ غار میں کچھ نہیں تھا صرف کچھ ہڈیاں پڑی تھیں ردلو کا جانتا تھا کہ یہ کھلے میدان کا کھلاڑی نہیں ہے، یہ چھپ کر اور پردے میں رہ کر لڑنے والا دشمن ہے اس سے لڑائی بھی اسی کے انداز میں کرنا ہوگی۔ اس لئے وہ روپوشی کی حالت میں چلا گیا اور پہاڑوں پر اس کو تلاش کرنے لگا۔ ایک جاسوس کارندے نے بتایا کہ پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی پر کچھ ہلچل اس نے دیکھی ہے ردلو کا فوراً اس طرف روانہ ہوا اور بے دھڑک اوپر پہنچ گیا دشمن ایک غار میں چھپا بیٹھا تھا۔

ردلو کا کے کارندوں نے اطراف پھیلے ہوئے اس کے بیروں کو جو پہرے پر تھے نہایت آسانی سے ان کی بے خبری

میں قابو کر لیا اور ہر طرف رولوکا کے کارندے پھیل گئے یہ کام ہوتے ہی رولوکا غار کے منہ پر چلا گیا اور پھر ایک آگ کا گولا غار کے اندر جانے لگا اندر سے نہایت بھیانک آوازیں آنے لگیں اس نے اپنی دریا ہے اپنے پیروں کو طلب کرنا چاہا مگر اس کی مدد کو کوئی نہ آیا۔ آگ بڑھتی جا رہی تھی اور اس میں سے چٹاخ پٹاخ کی آوازوں کے ساتھ پھلجھڑیاں چھوٹ رہی تھیں اندر غار بند تھا اوپر پورا پہاڑ تھا اور غار کے منہ پر بھیانک آگ تھی، کیا چیز تھی جو پٹرول کی طرح جل رہی تھی وہ اندر سے معافیاں مانگ رہا تھا اس کی بھیانک آواز دور دور جا رہی تھی۔ آگ اندر ہوتی جا رہی تھی اور آوازیں تیز ہو رہی تھیں شام تک آگ جلتی رہی اور آوازیں آتی رہیں۔ مگر رات ہوتے ہی آوازیں آنا بند ہو گئیں مگر آگ بند نہ ہوئی اور ساری رات یہ سلسلہ جاری رہا۔ رولوکا ذرا بھی موقعہ دینا نہیں چاہتا تھا۔ دشمن مکار تھا فریبی تھا اس کو رولوکا پوری طرح سمجھ چکا تھا دوپہر میں آگ خود بخود ختم ہو گئی اور رولوکا غار میں گیا آگ نے غار کی ہر چیز کو جلا دیا تھا۔ دیوار پر کالک تھی اور جلے گوشت کی بدبو پھیلی ہوئی تھی دشمن کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا۔ اطمینان کرنے کے بعد رولوکا غار سے باہر آ گیا اور واپسی کے لئے روانہ ہوا۔

سردار احمد یار کو اس نے بتا دیا کہ جو شیطان چمن خان کی مدد کرتا تھا وہ ختم ہو گیا ہے۔ اب صرف چمن خان ہے جو بھاگا ہوا ہے، تمہارے سارے کارندے تمہارے کام کریں گے۔ باغ اور زمین پر بھی تمہارے آدمی ہیں، میں اب چمن خان کی طرف جا رہا ہوں اس آخری کانٹے کو بھی نکالنا ضروری ہے وہ زخمی سانپ ہے کسی وقت بھی وار کر سکتا ہے کیونکہ اس کی فطرت خراب ہے، عادت کو بدلا جا سکتا ہے مگر فطرت کو بدلنا ممکن نہیں، بچھو کی فطرت ڈنک مارنا ہے وہ ضرور ڈنک مارے گا۔ مگر کچھ انسان نظر آنے والے بھی انسان نہیں ہوتے ان کی فطرت نقصان پہنچانا، دغا فریب کرنا اور دکھ دینے کی ہوتی ہے، اس کو بدلا نہیں جا سکتا۔

رولوکا ایک غریب آدمی کے روپ میں چمن خان کے ڈیرے پر گیا اور اس نے کہا۔ ''ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہے۔'' چمن خان اس کو دیکھ کر بگڑ گیا اور بولا۔

''اوئے تو یہاں کس طرح آیا، کس حرامی نے تجھے بتایا کہ میں یہاں پر ہوں۔''

رولوکا مسکین صورت بنا کر بولا۔ ''خان پتہ تو چل جاتا ہے۔''

''اوئے کیا بکواس کرتا ہے میں پوچھتا ہوں تجھے کس نے میرا پتہ دیا ہے۔'' چمن خان بولا۔

''تم اس بات کو چھوڑو خان مجھے تو یہ بھی پتہ ہے کہ تم کیوں ادھر آئے ہو؟''

''اوئے کیا بکواس شروع کر دی ہے تو نے، میں تیری کھال میں بھوسا بھروا دوں گا۔'' چمن خان غصے سے بولا۔

''میں تمہارے فائدے کی خبر سنانے آیا تھا تم غصہ کرتے ہو تو پھر سنو! تمہارے سارے آدمی احمد یار کے وفادار ہو گئے ہیں، بڑے ڈیرے کے سارے قیدی اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں، تمہاری محبوبہ چندن بائی بھی چلی گئی ہے اور باغ کے کیڑے ختم ہو گئے ہیں مگر وہ باغ پھر احمد یار کے پاس چلا گیا ہے۔ تمہاری سرداری کی حسرت پوری نہیں ہوئی اب بھی سردار احمد یار ہی ہے۔''

چمن خان غصے میں سرخ ہو گیا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور چاہتا تھا کہ رولوکا پر حملہ کرے مگر اس کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی اور وہ پاگلوں کی طرح زور زور سے ہنسنے لگا۔

''میں سردار ہوں! میں سردار ہوں! میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا!!'' رولوکا کے کارندے نے اس کے دماغ پر ایسی چوٹ لگائی کہ وہ دیوانہ ہو گیا اور ڈیرے سے باہر آ گیا۔ ''ہاں میں سردار ہوں!'' بس یہ ایک جملہ اس کی زبان پر تھا باقی وہ سب کچھ بھول چکا تھا۔ رولوکا اس کو لے کر اس کے اصل ڈیرے پر آ گیا۔ اس کے لڑکے نے جو یہ حالت باپ کی دیکھی تو رولوکا پر برس پڑا۔

رولوکا اس کی باتیں سنتا رہا پھر بولا۔ ''تجھے بھی تیرے باپ کی دنیا میں پہنچا دوں، بول جائے گا۔''

یہ سن کر اس کو سانپ سونگھ گیا اس کی آواز بند ہو گئی اور وہ رولوکا کے قدموں میں گر گیا۔ رولوکا بولا۔ ''تم جوان

آدمی ہو مگر یاد رکھو کسی پر ظلم کرو گے تو اس کی سزا ضرور ملے گی، دیر ہو سکتی ہے مگر سزا ملتی ضرور ہے تم کو اس شرط پر معاف کرتا ہوں کہ جو تمہارا ہے وہ اپنے پاس رکھو دوسروں کا ہتھیانے کی کوشش نہ کرو، تمہارے سامنے تمہارے باپ کا انجام ہے، یہ اب زندگی بھر ایسا ہی رہے گا اور اپنی ذلالت کا اعلان خود کرتا رہے گا۔ سردار تو احمد یار ہی ہے تم اس سے اس کی سرداری کس بنیاد پر لے سکتے ہو، اچھے کام کرو گے تو تمہاری عزت بھی سردار سے کم نہ ہوگی۔ اور برے کرو گے تو باپ کی طرح ذلیل وخوار ہونا پڑے گا۔"

☆......☆......☆

افریقہ سے واپسی پر رولوکا اب مطب میں بیٹھنے لگا تھا۔ "میرا خیال ہے اب مجھے گوشا کی خیریت پتہ کرنا چاہئے۔" ایک دن رولوکا نے حکیم وقار سے مشورہ کیا۔

"گوشا! کون گوشا؟" حکیم صاحب بولے۔

"آپ بھول گئے میرا ایک دشمن گوشا جو افریقہ میں میرا انتظار کر رہا ہے۔" رولوکا بولا۔

"ہاں یاد آگیا! جس کو تم ریچھ کہتے ہو۔" حکیم صاحب بولے۔

"ہاں وہی! اس کے ذہن میں شاید یہ آگیا ہوگا کہ میں افریقہ سے بھاگ گیا ہوں۔" رولوکا بولا۔

"اس میں بھی تمہارے فائدے کا ایک پہلو ہے، وہ یہ کہ وہ تمہاری طرف سے بے فکر ہو جائے گا اور تم کو کمزور خیال کرے گا مگر ایک نقصان یہ ہوگا کہ اس کا اعتماد بڑھ جائے گا۔" حکیم صاحب بولے۔

"میں خود یہ چاہتا ہوں کہ اس کا اعتماد اتنا بڑھ جائے کہ وہ مجھے کوئی چیز ہی نہ سمجھے اور میں اس کی اسی حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی کا فائدہ اٹھاؤں۔" رولوکا بولا۔

"ہو تو سکتا ہے مگر اس کے لئے تمہیں اپنا دفاع نہایت مضبوط کرنا ہوگا، کسی بھی وقت اس کے حملے سے خود کو بچانا ہوگا اور یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ جیسے تم اس پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ جب اس کو یہ یقین ہو جائے گا تو وہ اپنی پوری توانائیاں تم پر جھونک دے گا اور دفاع اس کے پاس نہ ہوگا، تمہارا وار اس وقت نہایت کارگر ہوگا کیوں کہ اس کی فوجیں آگے ہوں گی۔" حکیم صاحب نے نقشہ بنایا۔

"واہ حکیم صاحب! خوب نقشہ بنایا آپ نے، ایسا لگتا ہے آپ نے بھی شطرنج سے شوق رکھا ہے۔"

حکیم صاحب جیسے مسکرا کر بولے۔ "والد صاحب بڑے اچھے کھلاڑی تھے میں ان کے پاس بیٹھ کر دیکھا کرتا تھا مگر زیادہ کھیلا نہیں ہوں ان کا ہر بازی کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ ایک دم سے اٹیک پر نہیں جاتے تھے۔ دشمن کو آنے دیتے تھے مگر اپنے بادشاہ کو پورا دفاع میں رکھتے تھے دشمن کے مہرے آگے آگے آتے جاتے تھے وہ ان کے واپسی کے راستوں کو بند کرنے کی کوشش کرتے تھے اور پھر باہر آنے کی کوشش کرتے تھے دشمن کی فوج کے واپس آتے آتے ان کا اٹیک ہو جاتا تھا۔ میں نے اسی روشنی میں تم کو بتایا ہے۔"

"میں آپ کی باتیں ذہن میں رکھوں گا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"تو کب جانے کا ارادہ ہے۔" حکیم صاحب نے پوچھا۔

"آپ اجازت دیں تو میں ابھی ہائی ایئر روانہ ہوتا ہوں۔" رولوکا مسکرا کر بولا۔

"لیکن مجھ سے رابطے میں رہنا۔" حکیم صاحب بولے۔

"کاہا آپ کی خدمت کو آپ کے پاس رہے گا اس کی موجودگی میں میں بھی آپ کی طرف سے بے فکر رہتا ہوں۔ کیوں کہ مجھے پتہ ہے کہ آپ کے بھی دشمن کم نہیں ہیں۔" رولوکا نے ہنس کر کہا اور کھڑا ہو گیا اور پھر لمحہ بھر میں رولوکا وہاں نہیں تھا۔ وہ اپنے ہوائی سفر پر تھا اور اس کا رخ اسی میدان کی طرف تھا جس کے درمیان ایک پہاڑی نالہ بہہ رہا تھا اور میدان میں بڑی بڑی گھاس لہرا رہی تھی۔

شام کا وقت تھا اور وہ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا اس کے چاروں طرف مگر ذرا دور دور جانور پانی پر آرہے

تھے اور پانی پی کر واپس جا رہے تھے۔ اس میدانی علاقے میں ہر جانور کی غذا موجود تھی۔ بڑے درندوں کے لئے خرگوش اور ہرن، نیل گائے بارہ سنگھے اور دل کو لبھانے والی ہری ہری گھاس ہر طرف نظر آتی تھی اور درختوں پر پھل تھے۔ بندر اور لنگور ان درختوں پر موجود اپنا پیٹ بھر رہے تھے مگر اب تک رولوکا کی نظر میں کوئی درندہ نہ آیا تھا۔ ہاتھی اور گینڈے بھی نہیں تھے۔

رولوکا آگے بڑھا اور نالے کے کنارے کنارے چلتا گیا۔ شام کے سائے اپنے پر پھیلا رہے تھے اور اندھیرا ہونے لگا تھا، اس میدان میں زیادہ درخت نہ تھے اور جو تھے وہ پھل دار تھے۔

رولوکا ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور اس کے اشارے پر اس کے جاسوس کارندے اپنے کام پر روانہ ہو گئے اور باقی اس درخت کے اطراف میں پھیل گئے۔ رولوکا زمین پر لیٹ گیا اور اس نے اسی ریچھ نما گوشا کا تصور باندھا اور اس کے دماغ میں جانے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر ہر بار اس کو ایک جھٹکا لگا اور وہ اس کے دماغ میں جانے سے قاصر رہا۔ اس کا مطلب تھا کہ دشمن نے اس کے راستے بند کر دیئے ہیں۔

ہو سکتا ہے اس نے مجھے کسی موقعہ پر دیکھا ہو اور وہ خود میرے دماغ میں چوری سے آ گیا تو بہت کچھ جاسوسی کر سکتا ہے جو میرے راستے بند کر سکتا ہے وہ خود بھی تو آ سکتا ہے۔" اس لئے رولوکا نے فوراً اس کے راستوں کو بند کر دیا اور ایسا انتظام کیا کہ اگر وہ آنے کی کوشش کرے تو آ کر پھنس جائے واپس نہ جا سکے۔ یہ بہت مشکل ترین علم ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ماہرین جانتے ہیں کہ جب ذہن دوسرے کے دماغ میں قید ہو جائے یعنی جس کا ذہن قید ہوتا ہے تو وہ جسمانی طور پر بھی صفر ہو جاتا ہے، زندہ رہتا ہے، سانس چلتی ہے مگر کچھ کر نہیں سکتا۔

ٹیلی پیتھی کو جاننے والے تو بہت ہوتے ہیں مگر اس پلٹ علم کے ماہر دنیا میں بہت کم ہیں۔ ان کے قریب ٹیلی پیتھی کے ماہرین نہیں جاتے۔ وہ ہزاروں میل دور رہ کر بھی آدمی کو اپنے دماغ میں قید کر لیتے ہیں اور وہ آدمی ان کا کچھ نہیں کر سکتا۔ رولوکا کے پاس اس کے باپ دادا کا ورثہ بہت تھا وہ ان علوم کو محفوظ رکھے ہوئے تھا اور وقت ضرورت ان کا استعمال کرتا تھا۔ کبھی بے ضرورت ان علوم کو ظاہر نہیں کرتا تھا اور نہ کسی پر اس کا رعب ڈالتا تھا اکثر اس کے دشمن اس کو سمجھتے سمجھنے میں ختم ہو جاتے تھے مگر اب جو دشمن رولوکا کے سامنے تھا وہ بھی اس سرزمین کا تھا یہاں کے ماحول اور یہاں کے علوم پر بھی اس کی نظر تھی۔

جادو ایک علم ہے اور ایسا علم جو ارادے کی قوت کو کام میں لاتا ہے اور اپنی طاقت سے کام لے کر اپنی خواہش کے مطابق مطلوبہ چیز میں تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ اس پراسرار طاقت کی مناسب اور ضرورت کے مطابق مقدار کو مناسب طریقہ کار اور مناسب ذریعہ سے استعمال کر کے کوئی مطلوبہ تبدیلی پیدا کی جاتی ہے کوئی تبدیلی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عامل اس قابلیت اور صلاحیت کا مالک ہو جو ضروری قوتوں کو ضرورت کے مطابق استعمال کر سکے اور ان کو مناسب طریقہ پر حرکت میں لا سکے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ عامل جن حالات میں کام کر رہا ہے اس کو اس کا پورا پورا اور صحیح اندازہ بھی ہو۔ ایک جادوگر جس پر اپنا اثر ڈالنا چاہتا ہے اگر اس کے حالات اس کی ذہنیت اور فطرت کا پورا علم اس کو ہے تو وہ کامیاب ہو جائے گا اور اگر نہیں ہے تو اپنا اثر ڈالنے میں پوری طرح کامیاب نہ ہو گا۔

آج کی دنیا میں مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ایک نیم وحشی حبشی کے دماغ کی اندرونی حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور حبشیوں میں تو شاید کوئی ایسا نہ ہو جو اک تعلیم یافتہ انسان کے دماغ کو پوری طرح سمجھ سکے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک وحشی حبشی ایک مہذب و تعلیم یافتہ انسان کو متاثر نہ کر سکے گا اسی طرح ایک شہری تعلیم یافتہ کسی وحشی پر اپنے ارادے کی قوت اتنی آسانی سے استعمال نہ کر سکے گا۔ دونوں میں فرق ماحول فطرت طریقہ کار کا ہے اس کے باوجود اگر کوئی ایسا ہے جو شہری بھی ہے اور وحشیانہ علوم پر بھی دسترس رکھتا ہے اور

وہاں کے مزاج کو بھی جانتا ہے اور شہری حالات ماحول اور مزاج سے بھی واقفیت رکھتا ہے تو وہ بہت بھاری عامل ہے کیوں کہ وہ شہری ہونے کی وجہ سے کسی بھی مکر وفریب میں نہیں آتا، دشمن کی چالوں کو جلدی سمجھ لیتا ہے اور چونکہ وہ وحشی علوم کا ماہر ہے اور ان کی کاٹ کر سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ کچھ داؤ ایسے مار جاتا ہے جو وحشی انسان کی نظر میں کبھی نہیں آئے ہوتے، وہ اپنی وحشت میں اپنی طاقت کا غلط اندازہ بھی کر لیتا ہے اور یہی کمزوری اس کے گلے کا پھندا بن جاتی ہے۔

رولوکا اور گوشا میں صرف یہی فرق تھا۔ رولوکا دو دھاری تلوار تھا اور گوشا صرف ایک طرف کی مار کرتا تھا، طاقت اور علم اس کے پاس تھا اور وہ افریقی تھا، جو کہ پوری دنیا میں مانا جاتا ہے اس کا توڑ کوئی نہیں کر سکتا۔

رولوکا کے پاس افریقی علوم کے ساتھ ساتھ شہری جدید حربہ بھی تھا۔ نفسیات کا علم بھی تھا۔ ہر اچھا جرنیل اپنے مخالف کمانڈر کی نفسیات کو پڑھتا ہے اس کے طریقہ جنگ پر غور کرتا ہے اور اس کے بعد حملہ یا دفاع کا فیصلہ کرتا ہے۔

رولوکا بے ضرورت حملہ کرتا تھا۔ نا بے ضرورت قلعہ بند ہوتا تھا۔ موقعہ اور ضرورت پر اس کی نظر ہوتی تھی اور وہ شطرنج کی طرح بساط بچھا کر فوجوں کو ترتیب کرتا تھا اس کا ہر مہرہ آزادانہ حرکت میں رہتا تھا اور حملے کے وقت سب ایک جان ہوتے تھے۔

گوشا وحشی ساحر تھا اس کے پاس سب کچھ تھا مگر رولوکا جیسا پلان نہیں تھا۔ صبر اور سکون نہیں تھا۔ رولوکا دشمن کو تھکا کر بے دم کرتا تھا اور اپنی انرجی جمع رکھتا تھا اور خود پردے میں رہتا تھا دشمن اس لئے اس کو سمجھ نہیں پاتا تھا اور کامیابی کا یہی راز تھا اور اس پلاننگ کی وجہ سے بڑے بڑے ہوشیار دھوکا کھا جاتے تھے۔

رولوکا کا سفر اس نالے کے کنارے کنارے تھا کیوں کہ یہاں پر صرف گھاس میں چھپے خطرے تھے مگر راستہ صاف تھا۔ اس کے ہم سفر اس کے ساتھ تھے کبھی کبھی کوئی بندر یا لنگور اس سے ہم کلام ہو جاتا تھا اور وہ ان سے باتیں کرتا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس نالے کا خاتمہ دریائے گونی مالا پر ہوا۔

دریائے گونی مالا افریقہ کے بہت سے ملکوں سے گزرتا یہاں آتا تھا۔ دریا کے کنارے بڑا گھنا جنگل تھا۔ درخت اس پر جھکے ہوئے تھے۔ یہ پہاڑی دریا تھا اس لئے بڑا تیز رفتار تھا اس میں تیرنا ہر کسی کا کام نہ تھا دوسرے اس دریا میں ایک بڑی خطرناک مچھلی پائی جاتی ہے یہ گوشت خور مچھلی ہے اور باقاعدہ شکار کرتی ہے۔ زیادہ وزنی نہیں ہوتی زیادہ سے زیادہ دو ڈھائی کلو کی ہوتی ہے یہ پانی کی سطح پر تیرتی ہے، درخت کی ٹہنیاں پانی کے اوپر ہوتی ہیں تو ان پر چھوٹے پرندے بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ ان پرندوں کو چھلانگ لگا کر شکار کرتی ہے اس دریا میں اگر کوئی جانور یا انسان گر جائے یا خود اتر جائے تو سینکڑوں کی تعداد میں یہ حملہ کر کے اس کا گوشت نوچ کھاتی ہیں اور ہڈیوں کا پنجر ہی رہ جاتا ہے۔ اس خطرناک مچھلی کی وجہ سے کوئی جانور دریا کے کنارے نہیں آتا انسان کے آنے کا تو یہاں تصور ہی مشکل ہے۔

رولوکا کا سفر اس کے کنارے کنارے ہی تھا، خطرے تو ہر جگہ تھے ان خطروں سے ہی گزرنا تھا یہ علاقہ بے حد پیچیدہ اور مشکل تھا کہ عام انسان ادھر سے گزرنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ ان خطروں سے کھیلنا رولوکا کا پسندیدہ کھیل تھا وہ ان سے گزرتا تھا اور اس کو مزہ آتا تھا اور نیا ولولہ و جوش اس میں پیدا ہوتا تھا۔ نئے نئے تجربات وہ حاصل کرتا تھا۔ نئی نئی جڑی بوٹیاں اور پھل اس کی نظر میں آتے تھے، دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں جو اس طرح زندگی انجوائے کرتے ہیں۔

اچانک ایک سیٹی نما آواز رولوکا کے کانوں میں آئی جیسے پہاڑی طوطے آواز نکالتے ہیں۔ مگر رولوکا جان گیا کہ یہ آواز کسی طوطے کے منہ سے نہیں نکلی۔ یہ آواز انسان کے منہ کی ہے اور وہ رولوکا کی آمد کا اشارہ اپنے کسی دوسرے ساتھی کو دے رہا تھا۔

رولوکا آنے والے حالات کے لئے تیار تھا۔ ایک گھنٹہ کے سفر کے بعد چند حبشی درختوں سے کود کر اس کے سامنے آگئے۔ ان کے چہروں پر سفید رنگ کی لکیریں پڑی تھیں۔ ان کے بدن ننگے تھے اور قد طویل تھے اور پھرتیلے تھے۔ ان کے چہروں پر وحشت نمایاں تھی۔

ایک جو سب سے توانا اور لمبا تھا اس کے پیٹ پر بھی سفید نشان تھا۔ وہ آگے آیا اور بولا۔ ''تو کون ہے اور ادھر کس طرح آیا ہے؟''

رولوکا بولا۔ ''میں راستہ بھٹک کر ادھر آ گیا ہوں۔''

وہ حبشی بولا۔ ''تو اس دریا کے کنارے کنارے زندہ سفر کر رہا تھا تجھے آدم خور مچھلیوں نے کچھ نہیں کہا۔''

رولوکا مسکرا کر بولا۔ ''کہا تھا، میں نے ان کو بتا دیا کہ میرے کھانے سے ان کو جلاب ہو جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا۔''

حبشی طیش میں اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ''یہ کوئی مسخرہ ہے، اتنی خطرناک جگہ ہے اس کی موت اس کے سر پر ہے اور یہ کتنی لاپرواہی سے ہنس رہا ہے۔''

دوسرا حبشی بولا۔ ''ہوسکتا ہے یہ کوئی جادوگر ہو۔''

پہلا بولا۔ ''جو بھی ہے اس کو سردار کے پاس تو لے جانا ہے وہی اس کا فیصلہ کرے گا۔'' اور پھر وہ رولوکا سے بولا۔ ''بہت ہنس لیا اب آگے آگے چل تیرا فیصلہ سردار کرے گا۔''

رولوکا آگے چل پڑا اس کے پیچھے وہ سب آنے لگے۔ بڑے دشوار راستوں سے گزر کر، وہ ایک کھلے میدانی علاقے میں پہنچے مگر یہ علاقہ بھی دریا سے زیادہ دور نہ تھا۔ یہاں پر درختوں کی تعداد زیادہ نہ تھی اس میدان میں کچھ جھونپڑے نظر آتے تھے اور وہاں پر اور بھی لوگ تھے ان میں عورتیں اور بچے بھی تھے، مرد اور عورتیں لمبے اور طاقتور تھے جو کہ لباس کی قید سے آزاد تھے۔

رولوکا نے ان کو دیکھ کر اندازہ کیا کہ شاید یہ علاقہ سالیہ کا ہے یہاں کے مرد عورتیں قد آور ہوتے ہیں ان کے رنگ سیاہ کالے نہیں ہوتے گندمی اور سنہری رنگ ہوتا ہے جبکہ یوگنڈا کے لوگوں کے رنگ کالے ہوتے ہیں اور ان کی عورتیں بھی بہت جلد بھاری ہو جاتی ہیں اور بہت جلد بوڑھی نظر آنے لگتی ہیں جبکہ سالیہ کی عورت پتلی اور لمبی ہوتی ہے اور اس کی عمر کا اندازہ نہیں ہوتا۔ مرد بھی اسی طرح کے ہوتے ہیں۔

رولوکا کے لئے سب سے زیادہ ناگوار بات ان کا برہنہ رہنا تھا مگر وہ ان کو کپڑے تو نہیں دے سکتا تھا۔

پہرے دار پارٹی کے لیڈر نے آبادی میں آتے ہی منہ سے آواز نکالی اور پھر مرد عورتیں رولوکا کے گرد آ کر کھڑے ہونا شروع ہو گئے۔ وہ سب حیرت سے اس کو دیکھ رہے تھے کیوں کہ وہ ان کے لئے نئی چیز تھا۔ بچے اور عورتیں اس کے قریب آ کر اس کے کپڑوں پر ہاتھ پھیر رہی تھیں ان کے لئے یہ ایک نئی چیز تھی۔ اس سے پہلے انہوں نے کسی کو کپڑوں میں نہیں دیکھا تھا۔ مرد اس کو خوفناک نظروں سے پرکھ رہے تھے۔

ایک طرف سے ایک آدمی جو کہ ان سب سے زیادہ لمبا اور تگڑا تھا آ گیا، اس کو دیکھ کر سب نے اس کو آنے کا راستہ دیا اور وہ رولوکا کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اس کو سر سے پیر تک غور سے دیکھنے لگا۔ کچھ دیر کے مشاہدے کے بعد بولا...... ''تو کون ہے اور اس جگہ کس طرح آیا ہے؟''

رولوکا اس کے اس سوال کے لئے تیار تھا، وہ بولا۔ ''میں دریا کے کنارے کنارے آیا ہوں۔''

وہ حیرت سے بولا۔ ''اس دریا کے کنارے سفر کرنا ناممکن ہے تو جھوٹ کہتا ہے۔''

رولوکا بولا۔ ''اس دریا کی گوشت خور مچھلیاں میرے گوشت کو پسند نہیں کرتیں اس لئے انہوں نے مجھ پر حملہ نہیں کیا تم میری بات کا یقین کرو۔''

سردار بگڑ کر بولا۔ ''تو مجھے بچہ سمجھ رہا ہے جو اس طرح کی باتیں کر رہا ہے میرا نام موکا ہے اور میں اس قبیلے کا سردار ہوں میرے پاس جوان شکاری ہیں اور دودھ کے جانور بے حساب ہیں۔ اطراف کے قبیلے ہم سے ڈرتے ہیں۔''

رولوکا بولا۔ ''تم نے بڑی اچھی معلومات مجھے دیں مگر میں نے جھوٹ نہیں بولا اگر تم تجربہ کرنا چاہو تو میں تم کو دکھا سکتا ہوں کہ اس دریا کی مچھلیاں مجھ سے کتنی دور رہتی ہیں۔''

سردار نے گردن ہلائی اور بولا۔ ''ہاں ایسا ہو سکتا ہے اگر تم دریا سے زندہ نکل آئے تو میں تمہاری بات مان لوں گا۔''

رولوکا نے کہا۔ ''آؤ میرے ساتھ دریا زیادہ دور نہیں ہے۔''

سردار نے اشارہ کیا اور سب لوگ دریا کی طرف چل پڑے آگے سردار اور رولوکا تھے۔ دریا کے کچھ فاصلے پر سردار رک گیا اور رولوکا سے بولا۔ ''اب تم جاؤ اور دریا میں کود جاؤ میں یہاں سے تم کو دیکھوں گا۔'' پھر اس نے سب کو وہیں پر روک دیا اور خود بھی ایک اونچی جگہ کھڑا ہو گیا۔

دریا کے کنارے پر گوشت خور مچھلیاں شکار کر رہی تھیں ان کا نشانہ پرندے تھے۔ رولوکا کنارے پر کھڑا ہوا اور پھر پانی میں کود گیا اس کے کارندے اس کے اطراف میں تھے انہوں نے کسی مچھلی کو رولوکا کے قریب نہ آنے دیا رولوکا کچھ دیر پانی میں نہاتا رہا اور پھر پانی سے باہر آ گیا، اس کو باہر آتا دیکھ کر سب حیرت سے چیخ پڑے۔ سردار دوڑ کر رولوکا کے پاس آیا اور اس کا بدن ہاتھ لگا کر دیکھنے لگا۔

رولوکا زور سے ہنس کر بولا۔ ''تم نے میری بات کا یقین کر لیا کہ نہیں......''

سردار حیرت سے بولا۔ ''مجھے تو انسان نہیں لگتا میری زندگی کا یہ انوکھا تجربہ ہے۔''

رولوکا بولا۔ ''تو نے ابھی زندگی میں بہت کم دیکھا ہے ابھی بہت کچھ دیکھنا باقی ہے۔''

سردار بولا۔ ''اب تو میرے لئے محترم ہے میرا مہمان ہے میں آج تیری بڑی اچھی دعوت کروں گا اس لئے کہ اس دریا میں ہمارا وچ ڈاکٹر بھی اترنے کی ہمت نہیں کرتا اور تو نے یہ کارنامہ کیا ہے۔''

رولوکا کو لے کر سردار بستی کی طرف آ گیا اور اس نے اعلان کر دیا۔ ''یہ انوکھا آدمی ہے اس نے آج بہت بڑا کام انجام دیا ہے۔ یہ ہمارا مہمان ہے، تم سب پر لازم ہے کہ اس کی عزت کرو۔'' پھر رولوکا سے بولا۔ ''میری اور میرے قبیلہ دونوں کی بڑی تمنا ہے کہ اس دریا کی مچھلیاں کھائیں تم کوئی اس کا طریقہ بتاؤ۔''

رولوکا بولا۔ ''بہت آسان طریقہ ہے۔ میں خود شکار کر کے بتاؤں گا اور تم کو بھی سکھاؤں گا۔''

سردار خوش ہو گیا اور خوشی سے ناچنے لگا۔ اس کے ساتھ پورا قبیلہ اس بے ڈھنگے رقص میں شامل ہو گیا۔

سردار کا جھونپڑا بانس اور گھاس کا تھا مگر اس کا مرکزی کمرہ بہت بڑا تھا۔ شاید اسی کمرے میں اس کی پنچایت ہوتی تھی گھاس کا نرم بستر اس کے فرش پر تھا وہی کمرہ رولوکا کو دیا گیا اور اس کے فرش پر پتوں پر گوشت کے پارچے اور ایک بڑی سی ہانڈی نما برتن میں کچھ شوربے جیسی چیزیں لا کر رکھ دی گئیں سردار کے ساتھ اس کے دو تین معاون خاص آ گئے اور رولوکا سے بولے۔ ''آؤ کھانا تیار ہے۔'' رولوکا بھی فرش پر ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور کھانا شروع ہوا۔ اس ہانڈی نما برتن میں سے وہ لوگ ہاتھ ڈال کر گوشت نکال نکال کر کھانے لگے۔

رولوکا نے گوشت کا پارچہ پتے سے اٹھا کر سردار سے پوچھا۔ ''یہ گوشت کس جانور کا ہے۔''

سردار بولا۔ ''پارچے ہرن کے اور ہانڈی میں بندر کا گوشت ہے۔''

رولوکا بولا۔ ''میرے کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے میں گوشت خور نہیں ہوں میں فروٹ کھاتا ہوں تم میرے لئے یہ چیز منگواؤ تو کھا لوں گا۔''

سردار نے حیرت سے رولوکا کی بات سنی اور پھر آواز دی۔ ایک جوان عورت اندر آ گئی سردار نے اس کو حکم دیا۔ ''مہمان کے لئے فروٹ لائے جائیں۔''

چند منٹ کے بعد عورت ایک ٹوکری لے آئی اس میں کئی قسم کے پھل تھے۔ رولوکا نے ایک پھل اٹھایا وہ

جنگل کا سیب تھا رولوکا اس کو کھانے لگا سیب اچھا تھا رولوکا نے سیر ہو کر کھایا۔

کھانے کے بعد سردار کے معاون چلے گئے سردار اکیلا رہ گیا اور بولا۔ ''اب تم آرام کرو میں نے تمہاری خدمت کو وہی پھل لانے والی عورت مقرر کر دی ہے تم کو پسند ہے۔''

رولوکا بولا۔ ''مجھے اکیلے رہنا زیادہ پسند ہے اس عورت کو تم لے جاؤ۔''

سردار بولا۔ ''تم کیسے مرد ہو عورت سے دور رہتے ہو۔''

''اگر قریب رہنے والا ہوتا تو گوشت خور مچھلیاں مجھے کھا جاتیں۔'' رولوکا بولا۔

سردار حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا بولا۔ ''میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔''

رولوکا بولا۔ ''ابھی تم کو اور تجربے کی ضرورت ہے اب جاؤ۔''

سردار نے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

رات کو دریا کی طرف سے بھیڑیوں نے گاؤں پر حملہ کر دیا اور کئی پالتو جانور اٹھا کر لے گئے بستی کے لوگ رات میں باہر نہیں آتے، ان کے دلوں میں آسانی بلاؤں کا خوف وچ ڈاکٹر نے اس بری طرح ڈالا ہوا ہے کہ وہ بے حد ڈرتے ہیں۔ صبح سردار نے اپنے نقصان کے بارے میں بتایا تو رولوکا بولا۔

''تم لوگوں نے جنگلی جانوروں کے راستہ کھلا چھوڑا ہوا ہے وہ تو آئیں گے دریا پر۔ وہ پانی پینے آتے ہیں اور شکار کرتے ہیں تم اپنا انتظام کرو پھر نہیں آئیں گے۔''

سردار بولا۔ ''وچ ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ آسانی بلائیں ہیں ان کو روکا نہیں جا سکتا۔''

''اس سے تم نے میری ملاقات نہیں کرائی۔'' رولوکا بولا۔

''وہ گیا ہوا ہے آئے گا تو ملاقات کرواؤں گا۔'' سردار بولا۔

''وہ کہاں گیا ہے؟'' رولوکا نے پوچھا تو سردار بولا۔

''اس کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کئی کئی دن کے لئے چلا جاتا ہے۔''

''تم ایسا کرو کہ اپنے گاؤں کے گرد ایک دیوار کھڑی کر دو۔'' رولوکا بولا۔

''دیوار یہ کیا ہوتی ہے؟''

رولوکا نے پھر کہا۔ ''تم دس پندرہ جوان میرے حوالے کر دو میں دیوار بنانے کا ان کو طریقہ بتا دوں گا۔''

سردار بولا۔ ''ابھی جوانوں کو تمہارے پاس لے کر آتا ہوں۔'' اور سردار چلا گیا۔

سردار کچھ دیر میں پندرہ نہایت چاک، چوبند جوان لے کر آ گیا۔ رولوکا ان کو لے کر جنگل کی طرف چلا گیا مگر جانے سے پہلے اس نے وہ ہتھیار اور اوزار بھی منگوا لئے جو وہ استعمال کرتے تھے۔ درختوں اور اس کی لکڑی کی وہاں پر کیا کمی تھی جس قدر لکڑیاں وہ کاٹ سکتے تھے کاٹ لیں اور پھر کندھوں پر رکھ کر گاؤں پہنچانے لگے اور ایک مقام پر ڈھیر کرتے رہے ایک ٹولی یہ کام کرتی رہی اور دوسری ٹولی نے چار فٹ کی نالی گاؤں کے چاروں طرف کھودنا شروع کر دی۔

اس کام کے ختم ہوتے ہی درختوں کی چھال سے رسیاں بنائی جانے لگیں اور پھر وہ لکڑی ایک لائن میں زمین میں گاڑی جانے لگی اور ان کو چھال کی رسی سے ایک دوسری سے باندھا جانے لگا اور ایک بارہ فٹ اونچی دیوار نے گاؤں کو جنگل سے الگ کر دیا۔ ایک دروازہ اسی لکڑی کا بنا کر لگا دیا گیا۔

درمیانی جو جگہ جھری کی شکل میں تھی اس پر مٹی گیلی کر کے بھر دی گئی۔ اس قبیلے کے لئے یہ ایک نئی چیز تھی اب کوئی درندہ رات یا دن میں اندر نہیں آ سکتا تھا۔ سردار بہت خوش تھا رولوکا کی عزت اس کی نظر میں بہت بڑھ گئی۔

درختوں کی چھال کے نیچے ایک ریشہ بھی ہوتا ہے کسی کسی درخت کا یہ ریشہ مضبوط ہوتا ہے۔ رولوکا نے ایک

ڈوری اس ریشے کی تیار کی اور سردار سے بولا۔ ''آؤ میں تم کو مچھلی شکار کرنے کا طریقہ بتاؤں۔'' دو تین ٹکڑے گوشت کے ساتھ رکھ لو۔'' اور وہ دریا پر چلا گیا۔

اس ڈوری میں لکڑی کے تراشے ہوئے کانٹے باندھے اور ان کے اوپر گوشت کاٹ کر لپیٹ دیا اور کانٹے کو پانی میں ڈالا۔ چند منٹ میں ہی ڈوری میں حرکت ہوئی رولوکا نے جھٹکا دیا اور کانٹا مچھلی کے حلق میں پھنس گیا اور رولوکا نے اس کو باہر نکال لیا، اچھی بڑی مچھلی کنارے پر پڑی تڑپ رہی تھی۔ رولوکا نے کانٹا، اس کے حلق سے نکالا اور دوسری بار وہی عمل کیا اور پھر ایک مچھلی باہر آ گئی کچھ ہی دیر میں بہت مچھلیاں کنارے پر پڑی تھیں رولوکا کے بعد سردار نے خود کوشش کی اور کئی مچھلیاں پکڑ لیں۔ سردار مارے خوشی کے نہال ہوا جا رہا تھا۔ ''اتنا آسان اور سادہ طریقہ واقعی یہ شخص کوئی جادوگر ہے۔'' سردار نے سوچا۔

دن گزرتے رہے رولوکا ان کے لئے کپڑے زیب تن کرنے کے طریقے ان کو بتاتا رہا۔ سردی گرمی کے اثرات جانوروں سے بچاؤ اور ضروریات زندگی کے لئے نئے نئے طریقے ان کو بتاتا رہا اور پھر ایک دن وہاں سے آگے روانہ ہوا۔

رات کے ہولناک سناٹے میں درخت کی ایک موٹی شاخ پر بیٹھ کر وہ حکیم وقار کا چہرہ تصور میں لایا اور خیالات کی یکسوئی نے اس کو حکیم صاحب کے دماغ میں پہنچا دیا۔

دلی میں شام کے پانچ اور چھ کا درمیانی وقت تھا۔ مطب کھلا ہوا تھا اور حکیم صاحب ایک مریض سے محو کلام تھے، چند منٹ کے بعد مریض چلا گیا تو رولوکا ان سے مخاطب ہوا۔

حکیم صاحب بولے۔ ''تم ٹھیک تو ہو بہت دن میں یاد کیا۔''

رولوکا بولا۔ ''میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت نیک چاہتا ہوں۔''

حکیم صاحب مسکرا کر بولے۔ ''اب تم اہل زبان کی طرح گفتگو کرتے ہوا چھا لگتا ہے۔''

''یہ آپ کی محبت کا اثر ہے ورنہ میں تو بہت عجیب زبان بولتا تھا۔'' رولوکا بولا۔

''یہ درست ہے مگر تم نے بہت جلد اپنی اس کمزوری کو دور کر لیا یہ بھی تو کمال ہے۔'' حکیم صاحب نے کہا۔

''آپ سنائیں کوئی نئی خبر۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''ہے اور صرف تمہاری توجہ کے لئے ہے میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ چند دن پہلے مالابار کے کسی بہت دور کے ساحلی علاقے سے ایک آدمی آیا تھا اس نے بتایا کہ وہاں پر کوئی بہت قدیم قلعہ نما عمارت ہے وہ کس زمانے کی ہے اس کے بارے میں کسی کو نہیں پتہ۔ یہ عمارت کھنڈرات کی شکل میں ہے اور آسیبی مشہور ہے اس کے قریب کوئی آبادی نہیں ہے لوگ جو وہاں کے قدیم باشندے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ ان کھنڈرات میں صرف چاندنی رات میں بڑی رونق نظر آتی ہے اور رات بھر چراغاں بھی ہوتا ہے۔ دور دور سے یہ چراغاں نظر آتا ہے قریب تو کوئی آبادی ہے ہی نہیں۔ وہ آدمی میرے پاس اپنی ٹانگ کے علاج کے لئے آیا تھا اس نے بتایا کہ وہ ایک ملاح ہے اور ایک دفعہ غلطی سے اس طرف کشتی لے کر پہنچ گیا تھا جہاں پر وہ عمارت ہے اور اس کے کنارے کشتی باندھ کر اتر گیا تھا ذرا دور چلا تھا کہ اس کے سامنے ایک بہت بھاری کچھوا آ گیا اس نے سوچا یہ تو بے ضرر قسم کا جانور ہے وہ اس کے قریب سے گزرا مگر کچھوا حیرت انگیز پھرتی سے پھر اس کے سامنے آ گیا وہ پھر دوبارہ گزرنے لگا مگر کچھوا پھر اس کے سامنے آ گیا ایک تو اس بھاری جانور کی پھرتی اور بار بار اس کے سامنے آ کر راستہ روکنا اس کو ناگوار گزرا اور اس نے غصے میں ایک لات اس کو ماردی اس کے لات مارتے ہی کئی اور اسی طرح کے کچھوے نہ معلوم کہاں سے نکل آئے اور وہ کشتی کی طرف بھاگا اور کشتی کھول کر تیزی سے گھر آ گیا مگر اس کے بعد پیر میں آئے دن درد ہوتا ہے اور اتنا سخت ہوتا ہے کہ میں چلنے پھرنے سے لاچار ہو جاتا ہے۔''

حکیم صاحب بولے۔ ''میں نے اس کا اچھی طرح معائنہ کیا مگر مجھے اس کے پیر میں کوئی خرابی نہیں ملی میں نے صرف اس کی تسلی کے لئے طاقت کی دوائیں دے دیں اور اس کا پتہ لے لیا ہے۔''

رولوکا بولا۔ ''کیس تو دلچسپ ہے۔''

''تو پھر تم آ رہے ہو۔'' حکیم صاحب نے پوچھا۔

''آؤں گا اور جلد آؤں گا آپ اس آدمی کو خط ڈال کر بلوا لیں۔''

رولوکا نے اور آگے جانے کا پروگرام ختم کیا اور واپس دلی کے لئے روانہ ہوا۔ چند دن کے بعد وہ آدمی بھی آ گیا اور رولوکا کے سامنے پیش ہوا۔

رولوکا نے اس کی ٹانگ کے بارے میں پوچھا تو وہ بولا۔ ''ٹھیک نہیں ہے درد تو اب بھی ہوتا ہے ایسا لگتا ہے یہ جائے گا نہیں۔''

رولوکا بولا۔ ''تمہارا نام کیا ہے اور کہاں کے رہنے والے ہو؟''

''میں مچھیرا ہوں اور مالابار کے ساحلوں پر اپنی چھوٹی سی کشتی پر شکار کرتا ہوں۔ ادھر پتہ نہیں کس زمانے کا بہت پرانا کھنڈر ہے۔ بہت بڑی جگہ میں اس کے پتھر بکھرے پڑے ہیں۔ ادھر کوئی نہیں جاتا سب ڈرتے ہیں میں تو غلطی سے یا اپنے شوق کی وجہ سے ادھر کشتی سے اتر گیا تھا اور میں نے ایک کچھوے کو لات ماری تھی اور اس دن سے میرے پیر میں درد ہے۔''

''تم نے اور کیا وہاں پر دیکھا۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''اور ہاں تم نے نام نہیں بتایا۔''

''میرا نام گاجی ہے میں ہندو ہوں مگر میری ذات کا شمار چوتھے درجے میں ہوتا ہے ان کھنڈرات سے بہت دور ایک گاؤں ماکی پور ہے، میں وہاں ہی پیدا ہوا تھا اور وہیں پر سمندر کے کنارے کھیل کود کر جوان ہوا ہوں۔ میرا باپ بھی مچھیرا تھا گاؤں ان کھنڈرات سے بہت دور ہے مگر سب نے اس پر چراغاں ہوتے دیکھا ہے۔ اس لئے ادھر کوئی نہیں جاتا اور جو جاتا ہے وہ کوئی نہ کوئی روگ لے آتا ہے میری طرح۔'' گاجی نے اپنی بات ختم کی۔

''اس جگہ کے بارے میں کوئی بتانے والا ہے ادھر۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''ایک بہت پرانا مندر گاؤں سے کچھ دور ہے اس کا پجاری بہت پرانا ہے شاید وہ کچھ جانتا ہو۔''

''تم مجھے اس مندر تک لے چلو، میں اس پجاری سے ملاقات کروں گا۔'' رولوکا بولا۔

''لے جاؤں گا مگر میں اندر نہیں جا سکتا کیوں کہ وہ مندر بڑی ذات کے ہندوؤں کا ہے دور سے دکھا دوں گا، وہ بھی رات کو دن میں نہیں جاؤں گا۔'' گاجی بولا۔

''دن میں کیوں نہیں۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''دن میں اس لئے نہیں کہ اگر کسی نے مجھے اس راستہ پر بھی دیکھ لیا تو میرے لئے مصیبت ہوگی اور مندر کی طرف اشارہ کرتے دیکھا تو اور زیادہ بڑی مشکل ہوگی۔ حکیم صاحب کیا بتاؤں ہماری زندگی کتنی مشکل ہے، بھگوان نے ہم کو کتا بلی بنایا ہوتا تو اچھا تھا۔ آدمی بنا کر تو ہم پر بڑا ظلم کر دیا ہے ہم انسان نظر آتے ہیں مگر ہم کو انسان کون سمجھتا ہے۔ ہماری کوئی چیز ہماری نہیں ہے۔ ہمارے لئے دکھ کے سوا کچھ نہیں ہے ہماری خوشیاں چھین لی ہیں اور دکھ دے دیئے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کیا ہمارا پیدا کرنے والا کوئی اور ہے اور بڑی ذات کو پیدا کرنے والا کوئی اور ہے۔''

رولوکا نے اس کا شکوہ شکایت سنا پھر بولا۔

''گاجی! تم پریشان نہ ہو، ایک دن تمہارا بھی آئے گا۔''

گاجی بولا۔ ''نہیں ہوگا ایسا حکیم صاحب۔ ہزاروں سال سے ہم کو پیسا جا رہا ہے، مارا جا رہا ہے، ہمارے پرکھوں نے جو ستم برداشت کئے وہی ستم ہمارے لئے اب بھی موجود ہیں۔ میں آپ کی بات کا یقین نہیں کرتا۔''

رولوکا نے کہا۔ ''تم کو پتہ ہے یہ مطب ایک مسلمان کا مطب ہے تم اس کرسی پر بیٹھے ہو جس پر ہر مریض بیٹھتا ہے تمہارے لئے کوئی دوسری کرسی نہیں منگوائی گئی ہے یا تم

کو کھڑا نہیں رکھا گیا ہے تم کو وہی عزت دی گئی ہے جو سب کو دی جاتی ہے تم کو وہی دوا دی گئی ہے جو سب کے لئے ہے، تم کوئی ہو مگر انسان تو ہو یہ سب انسانیت کے رشتے سے کیا گیا ہے۔ میرے بھائی تم ناامید نہ ہو۔ تمہاری آنے والی نسل اس عذاب میں نہیں ہوگی۔"

گا جی نے گردن ہلا کر اقرار کیا۔ "تو پھر آؤ مجھے اس مندر تک لے چلو۔" رولوکا بولا۔

"دوپہر کو گاڑی ملے گی سفر لمبا ہے کل دوپہر کے بعد پہنچیں گے۔"

اسٹیشن کوئی بڑا نہ تھا۔ مسافر بھی زیادہ نہیں اترے دونوں اسٹیشن سے باہر آ گئے۔ رولوکا بولا۔ "تم کو اگر بھوک لگ رہی ہو تو روٹی کھا لو اور بتاؤ اب کتنی دور اور جانا ہے۔"

گا جی بولا۔ "حکیم صاحب آپ کو بھی تو بھوک لگ رہی ہوگی۔"

رولوکا ہنس کر بولا۔ "میری بھوک کی تم فکر نہ کرو تم پیٹ بھر لو میں ایسا معجون کھا کر آیا ہوں کہ بھوک نہیں لگتی۔"

گا جی حیرت سے بولا۔ "ایسا بھی کوئی معجون ہوتا ہے پھر تو مجھے ضرور دے دینا کیوں کہ ناؤ لے کر پانی میں کبھی دیر ہو جاتی ہے یا سمندر کا دماغ پھر جاتا ہے تو کسی بھی ٹاپو پر پڑے رہنا پڑتا ہے بھوک سے مر جاتا ہوں۔"

رولوکا ہنس کر بولا۔ "مگر ابھی تو تم سمندر میں نہیں ہو ڈٹ کر کھا لو۔"

چھوٹا سا بازار تھا اس جگہ کا نام عجیب سا تھا گوسامولی۔ یہاں کی زبان تلگو یا اس سے ملتی جلتی تھی لوگ چھوٹے قد کے اور کالے تھے اور ساری آبادی ہندوؤں کی تھی ایک دوکان پر گرم گرم پوریاں تلی جا رہی تھیں۔ رولوکا بولا۔ "گا جی تیرے کھانے کی چیز آ گئی۔"

گا جی نے رولوکا کو اور پھر گرم گرم پوریوں کو دیکھا اور بولا۔ "بیٹھ کر کھانا میرے لئے خطرناک ہے کسی نے دیکھ لیا تو مارا جاؤں گا خرید کر کسی اور جگہ کھا لوں گا۔"

رولوکا کو اس کی بے بسی پر بڑا رحم آیا وہ بولا۔ "نہیں تم یہاں پر بیٹھ کر گرم گرم کھاؤ۔ میں دیکھتا ہوں تم کو کون منع کرتا ہے۔"

گا جی نے اس کی طرف رحم آمیز نگاہوں سے دیکھا اس کی آنکھوں میں صدیوں کے ظلم ستم صاف نظر آ رہے تھے۔ "نہیں حکیم صاحب میرا مرنا جینا اس زمین پر ہے میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

رولوکا نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

"سویرا ہونے کو ہے کالی رات گزر گئی ہے تم کو اس زمین نے کیا دیا ہے تم اس زمین سے کیوں جڑے ہو ہر آدمی کو اپنی قسمت بنانے کو محنت کرنا پڑتی ہے تو پھر تم صدیوں سے کولہو کے بیل کی طرح ایک ہی مقام پر کیوں گھوم رہے ہو۔ اس گردش سے باہر آ جاؤ پھر دیکھو تم کیا ہو تمہاری اولاد کیا ہے۔ ہمت تو کرنا ہوگی میں تمہارے ساتھ ہوں یہاں پر بیٹھ کر بازار میں سب کے سامنے پوریاں کھاؤ تم کو کوئی کچھ نہیں کہے گا اور اگر کہے گا تو میں جواب دوں گا۔" اور رولوکا نے گا جی کو ایک بنچ پر بیٹھا دیا اور خود بھی بیٹھ گیا اور پوریوں کا آرڈر حلوائی کو دے دیا۔

چند منٹ میں ہی ان کے سامنے گرم پوریاں اور ایک دونے میں ساگ آ گیا۔ رولوکا نے پہلا نوالہ توڑ کر ساگ سے لگا کر منہ میں رکھ لیا اور بولا۔ "اچھا ہے کھاؤ۔"

گا جی کھانے لگا اور رولوکا اس کے پاس بیٹھا رہا اور پوریاں منگوائی گئیں اور گا جی نے پیٹ بھر لیا اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا کہ ایک آدمی اس کے قریب آیا اس کے ماتھے پر تین لکیریں سفید رنگ کی پڑی تھیں سر سے گنجا اور اس کی چوٹی کانوں تک آ رہی تھی۔

"تو گا جی مچھیرا ہے ناں۔" گا جی کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ سب کھایا نکل گیا ڈر سے تھر تھر کانپنے لگا کیوں نہ وہ اپنے گناہ کی سزا کو جانتا تھا اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی رولوکا کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"ہاں یہ گا جی ہے میرے ساتھ آیا ہے میں نے اس کو کھلایا ہے تو کون ہے یہ تو بتا؟"

"میں پنڈت بدری ناتھ ہوں۔ اس نے پوری

دوکان بھرشٹ کردی ہے اب اس دوکان سے کون کھائے گا سارے برتن بھانڈے گندے ہوگئے سب کچھ اس نے برباد کردیا۔ میں اس کو جانتا ہوں نہ جانتا تو اس نے اپنا کام کردیا تھا اور ہم سب کا دھرم خراب کردیا تھا۔"

ردلوکا بولا۔"اس نے ایسا کیا کر دیا ہے بیٹھ کر پوریاں ہی تو کھائی ہیں۔"

"واہ بھئی واہ ..." وہ چمک کر بولا۔"پوریاں ہی تو کھائی ہیں۔ ارے یہ نیچ کیا ہمارے لائق رہی ہے کہ اس پر بیٹھیں یہ گا اس سب بے کار ہو گیا دوکان دار تو مارا گیا اس کی دوکان تو اب ختم ہو گئی کون آئے گا اس کے پاس۔"

ردلوکا بولا۔"پنڈت تم بہت معمولی بات کو اچھال رہے ہو تم انسان ہو یہ بھی انسان ہے اگر اس نے یہاں پر بیٹھ کر کھالیا تو کیا گناہ کرلیا۔"

"ارے دکانت تو دیکھو کیا ہو گیا، سب کا دھرم بھرشٹ کرنے کی حرکت کرلی اور کچھ نہ ہوا۔ سنو میاں تم اس کے اور میرے درمیان نہ آؤ ورنہ تم بھی مارے جاؤ گے۔" پھر وہ ان لوگوں سے بولا جو اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔" یہ مچھیرا پلید اس نے یہ دکان بھرشٹ کردی ہے دھرم کو خراب کرنے کی کوشش کی ہے اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو الٹا لٹکا دیا اور جو کھایا ہے سب باہر نکال دیا جائے اس کے بعد اس کے ناک کان کاٹ لئے جائیں۔ تاکہ کسی دوسرے کی ایسی ہمت نہ ہو۔ بولو ٹھیک ہے۔"

سب نے ایک آواز سے کہا۔"ٹھیک ہے۔" پھر پنڈت بولا۔"لے چلو اس ادھرمی کو۔"

پندرہ بیس آدمی اس کی طرف بڑھے سب سے آگے پنڈت اور دوکاندار تھا انہوں نے گاجی کو پکڑ کر اٹھایا اور چاہتے تھے کہ دو چار ہاتھ مار کر سب سے پہلے ثواب کمائیں کہ اچانک ان کے ہاتھ اپنی جگہ جم گئے۔ کوشش کے باوجود وہ اس کو نہ مار سکے اور لوگ آگے بڑھے اور گاجی کو لے کر ایک طرف چلے ان کے ساتھ دوکاندار اور پنڈت بھی تھا دوکان دار بولا۔"پنڈت میرے ہاتھوں کو کیا ہوا ذرا حرکت نہیں کرتے۔" پنڈت بولا۔"میرے ہاتھ بھی لگتا ہے کسی نے باندھ دیئے ہیں میں تو سخت پریشان ہوں تیرا بھلا کرنے میں مارا گیا۔"

دوکاندار بولا۔"تم نے میرا کیا بھلا کیا اور سب کو بتادیا ارے کھالیا تھا تو کھانے دیتے تم نے شور کر کے تو اور یہ بات مشہور کردی۔ میرا نقصان کردیا اور کہتے ہو میرا بھلا کیا، ارے تم سے بھلائی کی امید کس کو ہے۔"

پنڈت چڑ کر بولا۔"زبان سنبھال کر بات کر، نیکی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے ارے دھرم کی بات تھی کیسے نہ بولتا۔"

"تو پھر روتے کیوں ہو تمہارے ساتھ میرے ہاتھ بھی بے کار ہیں۔"

اب اس جلوس میں اور اضافہ ہو گیا تھا اور آدمی بڑھتے ہی جارہے تھے ان کا رخ مندر کی طرف تھا مندر آتے آتے دو تین سو آدمیوں کا مجمع موجود تھا۔ سب گاجی کو سزا دینے کا مطالبہ کر رہے تھے گاجی کے اوپر کے کپڑے پھٹ گئے تھے اور جسم پر صرف ایک دھوتی رہ گئی تھی چپل بھی کہیں گر گئی تھی اس کے چہرے پر مردنی چھائی تھی اس کو اپنا انجام نظر آرہا تھا۔

پھر پنڈت کو آگے لایا گیا۔ مندر کے باہر ایک نیم کا تناور درخت موجود تھا اس درخت پر رسی ڈالی گئی اور گاجی کے پیروں کو باندھ کر اس میں پھنسا دیا گیا درخت پر تین چار جوان چڑھ گئے اور ان کو اوپر کھینچنے کا اشارہ کیا گیا مگر یہ کیا ہوا ان میں سے ایک زمین پر گر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی پھر دوسرا گرا اس کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور آخر میں تیسرا بھی گر گیا اس کا ہاتھ اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ گاجی اپنی جگہ کھڑا تھا سارے لوگ حیرت سے درخت کی طرف دیکھنے لگے اور زخمی لڑکوں کو اٹھا کر لے جانے لگے مگر کچھ جوشیلے پھر آگے بڑھے تو پنڈت نے زور سے چلا کر کہا۔

"رک جاؤ بے وقوفو اس کی سزا بھگوان نے معاف کردی ہے اب سزا نہیں ہوگی اگر کوشش کرو گے تو تم بھی ہاتھ پیر سے جاؤ گے۔" آگے بڑھنے والے جوشیوں کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور وہ ایک طرف کو چل دیئے اور پھر درخت کے نیچے پنڈت دوکاندار، ردلوکا اور گاجی رہ گئے۔

گاجی حیرت سے پنڈت اور دوکاندار کو دیکھنے لگا۔

رولوکا نے پنڈت کو سرسری نظر سے دیکھا اور بولا۔ ''تم نے دیکھا کیا ہوا۔''

پنڈت زمین پر بیٹھ گیا اس کے ساتھ دوکاندار بھی اس کے قدموں میں آ گیا۔

رولوکا پھر بولا۔ ''تم نے بہت ظلم وستم کر لیا انسان کو انسان کے رتبے سے گرا دیا۔ تم انسان ہو تمہارے جسم اور اس کے جسم میں کیا فرق ہے پھر یہ نیچ اور گندا کیوں ہے تم گندے ہو تمہاری سوچ گندی ہے۔ اگر تیری نیت میں تبدیلی نہ ہوئی تو زندگی بھر تیرے دونوں ہاتھ بندھے رہیں گے تو ان سے کسی بے گناہ کو مار نہیں سکتا۔'' پھر دوکاندار سے بولا۔ ''تو بھی انسان ہے اور یہ پھیرا بھی انسان ہے تم میں اس میں کیا فرق ہے پھر تیری دوکان بھرشٹ کیوں کر ہوگئی۔ تو کسی کے ساتھ اب یہ سلوک نہ کرنا اور کرے گا تو اس پنڈت کی طرح ہو جائے گا۔ تیرے ہاتھ ٹھیک ہیں دیکھو۔'' دوکاندار نے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آ گئے۔

رولوکا نے گاجی کو اشارہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔ ''اب اور کتنی دور ہے۔'' رولوکا بولا۔

''پیدل سفر ہے شام تک پہنچ جائیں گے۔'' گاجی نے جواب دیا۔

''تم اتنی دور پیدل چل لو گے۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''ہاں جی! چل کیوں نا لوں گا میرا تو یہ روز کا کام ہے۔'' گاجی بولا۔

اور دونوں چل پڑے۔ گاؤں دور ہوتا گیا اور پھر دور سمندر کا پانی نظر آنے لگا۔ وہ دونوں چلتے رہے اب سمندر ان سے زیادہ دور نہ تھا مگر دور دور تک کسی آدمی کا نشان نہ تھا سمندر میں کشتیاں نظر آتی تھیں مگر وہ بہت دور تھیں کنارے کی طرف کوئی نہیں آ رہی تھی پھر ایک مقام پر گاجی کھڑا ہو گیا اور بولا۔

''بس اس کے آگے میں نہیں جاؤں گا، اب ان کھنڈرات کی سرحد شروع ہو گئی ہے۔''

''تم واپس اپنے گاؤں جاؤ گے، وہ کتنی دور ہے۔'' رولوکا نے پوچھا۔

''دو گھنٹے کا سفر ہے، میں اندھیرا ہونے سے پہلے پہنچ جاؤں گا۔'' گاجی بولا۔

''ٹھیک ہے تم جاؤ۔ میں تمہارے پاس رات کو آ جاؤں گا پھر اس پرانے پنڈت کے پاس چلیں گے۔'' رولوکا بولا۔

''آپ نے تو گاؤں دیکھا نہیں گھر دیکھا نہیں پھر پہنچیں گے کیسے؟'' وہ تعجب سے بولا۔

''تم فکر نہ کرو، میں آ جاؤں گا۔'' رولوکا نے جواب دیا اور وہ کھنڈرات کی طرف چل پڑا۔ گاجی نے حیرت سے اس کو دیکھا اور تیز قدموں سے واپس روانہ ہوا۔

کھنڈرات سمندر کے کنارے تھے۔ بڑی بڑی ٹوٹی پھوٹی مورتیاں جو کہ اب کالی پڑ چکی تھیں۔ بڑے بڑے پتھر جو کہ شاید دیوار کے تھے بکھرے ہوئے تھے۔ ٹوٹا مہراب دار دروازہ آدھا کھڑا تھا۔ ان کھنڈرات میں سمندری اور زمینی دونوں قسم کے حشرات الارض بڑی آزادی سے پھرتے نظر آ رہے تھے، سمندر کی لہروں کی پتھروں سے ٹکرانے کی آواز آ رہی تھی۔ اس بھیانک جگہ پر کسی انسان کا ٹھہرنا بہت مشکل تھا۔ اس جگہ کے بارے میں مشہور باتیں اگر بے بنیاد بھی تھیں تو بھی یہ جگہ بہت بھیانک تھی۔ ایک خوفناک اور منحوس سناٹا ہر طرف طاری تھا۔ رولوکا نے کھنڈرات کے اندر جانے کی کوشش نہ کی، وہ جہاں کھڑا تھا وہ جگہ شاید دروازہ رہی ہوگی اس کے سامنے پتھروں کا ڈھیر تھا اس، سارے پتھر اپنا اصلی رنگ کھو کر کالے ہو چکے تھے ان پر کائی کی موٹی تہہ چڑھ چکی تھی۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی، چاندنی رات نہ تھی۔

رولوکا چند قدم اور آگے بڑھا اس کے پیروں سے کوئی پتھر ٹکرایا رولوکا نے جھک کر اس پتھر کو اٹھا لیا زیادہ بڑا نہ تھا گول تھا۔ رولوکا نے اس کو دیکھا وہ کسی مورتی کا سر تھا اس کے باوجود کہ نہ معلوم کب سے زمین پر پڑا تھا۔ اس سر کے نقوش نمایاں تھے بنانے والے نے زنانی شکل ہنر

مندی سے ابھاری تھی۔
رولوکا نے اس پتھر کے سر کو کھنڈرات کی طرف اچھال دیا اس کے زمین پر گرنے کے ساتھ ہی ایک اور زنانی آواز ابھری۔"ارے مار ڈالا جلمی۔" اور پھر خاموشی چھا گئی۔
اس آواز نے رولوکا کو ہوشیار کر دیا اس کے بعد رولوکا نے کسی پتھر کو نہیں چھیڑا اور وہیں سے واپس گاجی کی طرف روانہ ہوا۔ گاجی گھر آ چکا تھا رولوکا کو زندہ دیکھ کر حیرت سے بولا۔
"آپ پہلے آدمی ہیں جو زندہ سلامت اکیلے رات میں رکنے کے باوجود آئے ہو۔"
رولوکا نے کچھ جواب نہ دیا بولا۔"تم فارغ ہو اس وقت۔"
گاجی نے کہا۔"ہاں جی اس وقت میرا کیا کام ہوگا فارغ ہوں۔"
"تو پھر آؤ پجاری کے پاس چلتے ہیں اس سے باتیں کریں گے۔"
گاجی حیرت سے بولا۔"اس وقت سارا گاؤں سو گیا ہے پجاری تو بہت بوڑھا آدمی ہے وہ بھی سو رہا ہوگا شاید اس وقت نہ اٹھے۔"
"ہاں یہ بات تمہاری درست ہے آدمی بوڑھا ہے آرام کر رہا ہوگا اس کو اس وقت اٹھا کر بے آرام کرنا مناسب نہیں ہے۔ ٹھیک ہے سویرے چلیں گے۔" رولوکا نے کہا۔
"تو پھر اس کھاٹ پر تم سو جاؤ میں اندر سو جاؤں گا۔" گاجی اندر چلا گیا۔
گاجی کے جانے کے بعد رولوکا اس کی کھاٹ پر لیٹ گیا اور سو گیا۔
سویرے بکری کا دودھ اور گھی لگی باجرے کی روٹیاں گاجی لے آیا اور بولا۔"آپ ناشتہ کر لو پھر دوسرا کام ہوگا۔" رولوکا نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا اور ناشتہ کرنے لگا باجرے کی روٹی اور بکری کے دودھ میں اس کو بڑا مزا آیا اور اس نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔
گاجی اور وہ دونوں مندر کی طرف روانہ ہوئے مندر گاؤں سے دو تین فرلانگ دور تھا۔ مندر کی چار دیواری کہیں کہیں سے گر گئی تھی چار دیواری کے درمیان میں ایک اونچے چبوترے پر ایک مورتی پاربتی دیوی کی رکھی تھی یہ مورتی بھی بنانے والے نے پتھر تراش کر خوب بنائی تھی، اس کے نقش و نگار نہایت واضح اور خوبصورت تھے۔ اس مورتی کے کسی طرف دیوار تھی اور نہ چھت تھی اور یہ چار ستونوں پر ٹکی ہوئی تھی۔ فرش پر کوئی دری نما بستر پڑا تھا اور اس پر سفید چاندنی بچھی تھی اور گیندے کے پھول پوری چاندنی پر بکھرے ہوئے تھے اتنی دور یہ مندر گاؤں سے تھا مگر پھر بھی لوگ پوجا کو یہاں آتے تھے مگر سویرے کی پوجا کے بعد یہاں سناٹا ہو جاتا تھا۔ صرف بوڑھا پجاری اور اس کا ایک چیلا رہ جاتے تھے۔
مندر کا زیادہ کام نہ تھا۔ مگر چیلا دن بھر مصروف رہا کرتا تھا۔ پجاری کی گائے کی دیکھ بھال اور ان چار بکریوں کا خیال رکھنا ان کو دانہ پانی ڈالنا اور ان کا دودھ نکالنا بھی اس کے ذمے تھا۔
رولوکا اور گاجی مندر پہنچے اس وقت پوجا کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ پجاری اٹھ کر اپنی کٹیا میں جا چکا تھا اور اس کا چیلا ہی تھا بولا۔"پوجا تو ختم ہو گئی اب خود ہی ڈنڈوت کر لو پرارتھنا کر لو۔" گاجی بولا۔"ہم پوجا کو نہیں آئے، یہ میرے متر ہیں پجاری جی کے درشن کو آئے ہیں۔"
چیلا بولا۔"پرنتو دیوی کے درشن تو کر و پہلے۔"
گاجی بولا۔"ہاں کریں گے تم پجاری کو اطلاع کر دو۔"
چیلا بولا۔"اوش کرتا ہوں۔" اور پجاری کی کٹیا کی طرف چلا گیا اور کچھ ہی دیر میں واپس آ کر بولا۔"آ جاؤ بلاتے ہیں۔" گاجی اور رولوکا کٹیا کے دروازے پر پہنچے تو اندر سے آواز آئی۔"اندر آ جاؤ باہر کاہے کھڑے ہو۔" دونوں اندر چلے گئے۔ زمین پر چٹائی پڑی تھی اس پر ایک بہت بوڑھا آدمی بیٹھا تھا اس نے دونوں کو دوسری

چٹائی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور جب دونوں بیٹھ گئے تو وہ بولا۔ ”کیسے کشٹ اٹھایا۔“

گاجی نے کہا۔ ”پجاری جی یہ میرے متر ہیں ان کو آپ کے درشن کا شوق لے آیا ہے۔“

”میرے درشن ارے میں کیا ہوں، درشن تو دیوی کے کرو، مہاپرشوں کے کرو، میں بہت پاپی ہوں اپنے پرائشچت کو یہاں دیوی کے چرنوں میں پڑا ہوں۔“ پجاری بولا۔

رولوکا کو اس کی بات اچھی لگی وہ بولا۔ ”آپ کی بڑائی ہے کہ آپ ایسا خیال کرتے ہو بڑا تو وہی ہے جو خود کو بڑا نہیں سمجھتا۔“

”تم نے بڑی اچھی بات کر دی تم کون ہو؟ پریچے تو کرادو۔“

رولوکا بولا۔ ”پجاری جی میں انسان ہوں، رہا دین دھرم تو یہ بعد کی چیز ہے، انسانیت پہلے ہے، مجھے کسی دھرم کے ترازو میں نہ تولیں، میں انسان ہوں آپ کی طرح۔“

”بہت اچھے بالک تو نے من کو شانت کر دیا۔ بہت دن کے بعد ایسا ملا جو دین دھرم کی بات نہیں کرتا، انسانیت کی بات کرتا ہے، اب بول تیری میں کیا خدمت کروں۔“

رولوکا بولا۔ ”پجاری جی کچھ معلومات کرنی ہیں، بہت باتیں پوتھیوں میں نہیں ملتیں، سینہ بہ سینہ چلتی ہیں کتابیں بھی نقص سے پاک نہیں ہیں واقعات کو توڑ مروڑا گیا ہے ہندوستان کی قدیم تاریخ کو حیرت انگیز طور پر ایسا لکھا گیا ہے کہ آج کا انسان اس کو کہانی کے طور پر پڑھتا ہے۔ اس کو ان باتوں کا اعتبار نہیں ہوتا اور جب اعتبار ہی نہیں تو اس پر عمل کب کرے گا۔“

پجاری نے یہ سن کر جواب دیا۔ ”تیری بات میں وزن ہے بالک پوچھ تیرے من میں کیا سوال ہے؟“

رولوکا بولا۔ ”آپ کے نزدیک کچھ کھنڈرات ہیں ان کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں پتہ یہ محل تھا، قلعہ تھا، کیا تھا اور اس میں کون رہتا تھا اس کے بارے میں بہت کچھ مشہور ہے اس میں سچائی تو نظر آتی ہے مگر پتہ کسی کو نہیں کہ کیا ہے؟“

”بات یہ ہے بالک کہ تم اگر یہ سوال نہ کرتے تو اچھا تھا۔“

”اس سوال کے کرنے کی بہت ساری وجوہات ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ صدیوں سے جو خوف وہراس ان کھنڈرات کے بارے میں پھیلا ہوا ہے اس کو ختم ہونا چاہیے، زندہ انسان مردوں سے بہتر ہوتے ہیں اور پھر کوئی تو اس راز کو فاش کرے گا، پنڈت جی آپ جو جانتے ہیں بتائیں اس سے شاید زندہ انسانوں کا کوئی پہلو سامنے آجائے یہ بھی میری نظر میں نیکی ہے۔“

”سچی حقیقت تو یہ ہے کہ ہندو قوم کی تاریخ نہیں ملتی۔ ہزاروں سال گزرنے پر بھی کوئی مستند کتاب کسی ہندو کی لکھی ہوئی جس کو تاریخ کہا جاسکے نہیں ہے کتابیں بہت ہیں مگر وہ سب وید ہیں اور مذہب کے بارے میں ہیں اور بعد کی تحریر ہیں، ابتدا کب سے ہے اور کس نے ابتدا کی اس کا تاریخ کے حوالے سے کوئی پتہ نہیں چلتا ضرورت کے مطابق اور حکومت قائم کرنے کو وید لکھے گئے ہیں۔ اس میں مکمل انصاف نہیں ہے، میں برملا اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ یہ ہزاروں سال کی ناانصافی آج بھی اسی طرح موجود ہے۔

کہتے ہیں اشوک کی حکومت بہت بڑی تھی اور بہت مضبوط تھی پورے ہندوستان پر اس کی حکومت تھی اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کا شجرہ راجہ چتر دھر یہ سے ملتا تھا جو کروں اور پانڈوں کا دادا تھا اس کے بعد یہ سلسلہ چلتا ہوا اشوک تک آیا۔ اشوک کے بعد اس کی حکومت کئی حصوں میں تقسیم ہوگئی اور ہر علاقے کا ایک راجہ الگ الگ ہوگیا۔ ان ہی راجاؤں میں اس علاقے کا راجہ بھشکانت تھا۔ یہ علاقہ نہایت خوبصورت تھا کشتیاں مال لے کر آتی تھیں اور لوگ خوش حال تھے۔ راجہ بھشکانت انصاف پسند آدمی تھا اپنی رعایا کو خوش رکھتا تھا۔ یہ کھنڈرات جو تم کو نظر آتے ہیں ایک خوبصورت محل نما قلعہ تھا اس میں راجہ

رہتا تھا اور اس کی سات حسین اور خوبصورت رانیاں بھی رہتی تھیں۔ بڑے خوبصورت محلات اس میں لب سمندر بنے ہوئے تھے اور ہر روز چراغاں ہوتا تھا انصاف کا زمانہ تھا۔

مگر پھر یوں ہوا کہ بھشکانت مر گیا اس کے بعد بڑی رانی کا بڑا بیٹا راجہ بنا اس کا نام سری کانت تھا۔ سری کانت باپ کی طرح مضبوط ارادے کا مالک نہ تھا اس پر اس کی ماں کا بہت اثر تھا۔ سری کانت راجہ تھا مگر سارے احکامات اس کی ماں کے چلتے تھے اور وہ اپنی سوکنوں کی دشمن تھی وہ ان کو اس محل میں رکھنے پر راضی نہ تھی مگر منتری اور دوسرے درباری اس کی راہ میں کھڑے تھے وہ مرحوم راجہ کو بہت چاہتے تھے اس لئے اس کی رانیوں اور بچوں کی عزت کرتے تھے مگر بڑی رانی اپنے داؤ پیچ چلاتی رہتی تھی اور اس نے خود کو راج ماتا کہلوانا شروع کر دیا تھا۔ سارے محلے میں اور علاقے پر راج ماتا کا حکم چلتا تھا۔ درباری اس سے خوش نہ تھے اور پردھان منتری کو اس نے برخاست کر کے اپنی پسند کا آدمی پردھان بنا دیا تھا۔ اس تبدیلی کا اثر پورے دربار پر پڑا تھا اور پرانے وفادار ایک ایک کر کے کنارہ کر رہے تھے۔

پھر راج ماتا نے ایک گرو کو دربار میں رکھ لیا اور اس کو بہت عزت دی۔ سارے کاموں میں گرو کا مشورہ ضروری ہو گیا۔ گرو کالے علم کا ماہر تھا اسی وجہ سے راج ماتا نے اس کو دربار میں کرسی دی تھی، اس کا اثر و رسوخ بڑھتا جا رہا تھا۔

پھر دوسرا مرحلہ یہ آیا کہ اس نے اپنی سوکنوں اور ان کے بچوں پر وار کرنے شروع کر دیئے ان کو سخت اذیتناک طریقہ پر مارنے لگی۔ گرو نے کالے علم کے ذریعہ چند سال میں ایک ایک کر کے سب کا صفایا کر دیا، دوسرے لوگ بھی محل سے چلے گئے۔

رعایا کو تو اندرونی حالات کے بارے میں پتہ نہ تھا مگر درباری کچھ نہ کچھ جانتے تھے لیکن خوف کے مارے خاموش تھے۔ راج محل میں اب صرف راج ماتا اور اس کی باندیاں رہتی تھیں۔ راج ماتا کو دوسروں کو اذیت دے کر سکون ملتا تھا۔ جب کوئی نہ رہا تو اس کا نشانہ باندیاں تھیں وہ ان کو برہنہ کر کے ان کے جسم پر کوڑے مارتی تھی کمزور عورتیں اور لڑکیاں مار برداشت نہیں کر پاتی تھیں اور مر جاتی تھیں ان کو اسی محل کی چار دیواری کی زمین میں دبا دیا جاتا تھا۔

راجہ سری کانت گرو سے خوفزدہ تھا اس نے اس کے جادو کے نظارے دیکھے تھے راج ماتا نے بھی گرو کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔

محل میں شراب اور شباب کی بھرمار تھی، ہر وہ کام یہاں پر ہونے لگا تھا جو کبھی نہ ہوا تھا۔ راج ماتا کی عمر پچاس کے قریب تھی سری کانت اس کا ہی لڑکا تھا۔ نحوست راج محل پر پوری مسلط ہو چکی تھی۔ گرو نے راج ماتا کے ذہن میں یہ بات ڈال دی۔ ”تم جوان ہو سکتی ہو، تمہارا بدن نوخیز لڑکی کی طرح ہو سکتا ہے، تمہارے جذبات میں نوجوانوں والی بات آ سکتی ہے۔“

راج ماتا یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور گرو اس کو جوان کرنے لگا اس کے لئے اس کو کتنے شرمناک مرحلوں سے گزرنا پڑا اس نے پرواہ نہ کی وہ وہی کرتی جو گرو نے اس سے کروایا اور صرف دو سال میں اس کی کایا پلٹ ہو گئی وہ سری کانت کی چھوٹی بہن نظر آنے لگی۔ سری کانت بڑا حیران تھا مگر محل کے ماحول کا اثر تو اس پر بھی تھا۔ گرو اس کے بھی سر پر سوار تھا۔ راج ماتا نے سری کانت کو کہہ دیا کہ وہ اس کو ماتا نہ کہے اپنی چھوٹی بہن کہے گا اور اعلان کر دے کہ راج ماتا مر گئی ہے اور یہ بات پوری ریاست میں پھیلا دی گئی۔

اب راج ماتا ایک نوجوان اور جذبات سے بھرپور عورت تھی اس کی راتیں گرو کے ساتھ گزرتی تھیں۔ راجہ سری کانت ایک طرح سے مفلوج کر دیا گیا تھا۔ راج محل فحاشی کا اڈا بن گیا تھا۔ اچھے درباری چلے گئے تھے عیاش اور لوٹ کھسوٹ کرنے والے درباری موجود تھے پردھان ان کا سربراہ تھا۔

ان حالات میں سری کانت کب تک راجہ رہ سکتا تھا اچانک ایک کشتی کنارے لگی اور اس میں سے چند لوگ اترے اور وہ سری کانت کے محل کی طرف گئے، مگر ان کو اندر نہ آنے دیا گیا۔ مگر وہ لوگ دروازے سے گئے نہیں اور راجہ سے ملاقات پر اصرار کرتے رہے۔ تین دن کے بعد ان کو راجہ نے طلب کر لیا۔ راجہ دربار میں تھا اس کے اطراف میں اسی کی طرح کے درباری موجود تھے اور ایک بڑی سی کرسی پر گرو موجود تھا۔

آنے والوں میں تین فرد تھے، آگے جو تھا وہ ان کا سردار تھا۔ راجہ نے آنے کی وجہ دریافت کی۔ سردار نے کہا۔ ''آپ کے متعلق بہت شکایات ہیں آپ کی رعایا سخت عذاب میں ہے اور محل کو عیاشی کا اڈہ بنایا ہوا ہے، ہر برا کام اس جگہ ہو رہا ہے، اس کا اثر دور دور تک جا رہا ہے۔ آپ کو اطلاع دینا ضروری تھا شاید آپ سنبھل جائیں اس لئے آئے ہیں۔''

راجہ نے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔ ''تم ہو کون یہ تو بتاؤ؟''

''یہ ضروری نہیں ہے۔ ہماری بات درست ہے کہ نہیں تم یہ بتاؤ اور سنبھل جاؤ۔''

گرو یہ سن کر کھڑا ہو گیا اور اس نے ہوا میں ہاتھ جھٹک کر کہا۔ ''ان کو گرفتار کر لو۔''

''پھر درباریوں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ ایک بڑی مضبوط رسی ان تینوں کی طرف بڑھی سردار نے گرو کی طرف دیکھا اور رسی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گر گئی۔

گرو نے پھر دوسرا وار کیا اور پیر زمین پر مارا وہاں سے شعلے نکل کر تینوں پر آ پڑے مگر ان کے قریب جاتے ہی غائب ہو گئے۔

اب گرو کا غصہ آسمان کو چھونے لگا۔ اس نے بہت سے کالے علم دکھائے مگر کامیاب نہ ہوا۔ انہوں نے گرو کے خلاف کچھ نہ کیا راجہ کو گرو پر بڑا بھروسہ تھا مگر اس کی مسلسل ناکامی دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ گرو کے سارے ہتھیار ختم ہوئے تو وہ دھپ سے کرسی پر گر پڑا۔

سردار بولا۔ ''اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو پھر اپنی راج ماتا کو بلاؤ۔''

راجہ نے ایک درباری کو راج محل میں دوڑایا کچھ دیر میں ایک نہایت بوڑھی عورت اس کے روبرو آ گئی۔ سری کانت آنکھیں پٹ پٹا کر اس کو دیکھتا رہا پھر پہچان گیا۔ راج ماتا کی عارضی جوانی و شباب ختم ہو گیا تھا اور وہ اپنی اصلی شکل میں دربار میں موجود تھی۔

سردار نے کہا۔ ''بس اب تمہارا وقت پورا ہوا۔'' گرو کو کہا۔ ''تم اس محل میں قید رہو گے تم سب کی سزا یہ ہے۔'' اور تینوں راج محل سے نکل کر اپنی کشتی میں بیٹھ کر چلے گئے اور راجہ کی ریاست کا زوال شروع ہوا یہ علاقہ جو کبھی بڑا زرخیز ہوا کرتا تھا بنجر ہوتا گیا۔ راج محل پر ویرانی چھاتی گئی۔ اس علاقے کے لوگ دوسری ریاستوں میں آباد ہو گئے۔ راج ماتا کے بعد سری کانت مر گیا۔ گرو بھی مر ہی گیا ہوگا، اس محل کے اطراف میں ہر طرف ویرانی اور وحشت برسنے لگی، پھر یہ گرنے لگا شاید ہزار سال یا اس سے زیادہ وقت گزر گیا اس ریاست کے راجہ کا کوئی نام و نشان نہ رہا اور آہستہ آہستہ لوگ اس داستان کو بھول گئے مگر ان کھنڈرات میں آسیبی اثر آج بھی ہے، آج بھی لوگ اس طرف جانے سے ڈرتے ہیں، ان گندی آتماؤں کو آج بھی چین نہیں ہے۔ یہ داستان سینہ بہ سینہ میرے پرکھوں کے ذریعہ مجھ تک آئی ہے، شاید اس میں وقت کے ساتھ کچھ تبدیلی ہو گئی ہو مگر میں نے اپنی طرف سے وہی بیان کیا ہے جو میرے دماغ میں محفوظ تھا۔''

رولو کا بولا۔ ''پجاری جی آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے میری مدد کی۔''

پجاری بولا۔ ''میں نے تمہاری مدد نہیں کی بلکہ وہ قرض ادا کیا جو مجھ پر تھا۔ یہ ایک عبرت انگیز حقیقت ہے اس کا عام ہونا ضروری ہے لوگ بھول گئے ہیں ان کو یہ کہانی سنانا بتانا ضروری ہے۔ میں نے تم کو بتا دی تم اور آگے بڑھاؤ گے اس سے کوئی ایک بھی سیدھی راہ پر آ گیا تو میری مکتی ہو جائے گی۔''

"آپ نے بڑی پیاری بات کی ہے پجاری جی اب میں جاتا ہوں اجازت دو۔" رولو کا بولا۔

رولو کا اور گاجی کٹیا سے باہر آ گئے۔ مندر کے باہر آتے ہی رولو کا بولا۔ "گاجی تم گھر جاؤ میں کھنڈرات کی طرف جاؤں گا۔"

گاجی حیرت سے بولا۔ "اب تو رات ہونے والی ہے کل دن میں چلے جانا۔"

رولو کا بولا۔ "یہ کام دن میں کرنے کا نہیں ہے رات ہی کو آتماؤں سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"ہیں کیا کہہ رہے ہو؟ آتماؤں سے ملاقات کرنی ہے۔" گاجی بولا۔

"ہاں میرے دوست ضرورت کے وقت سب سے ملاقات کرنا پڑتی ہے تم جاؤ، گھر میں آرام کرو۔"

گاجی کے چہرے پر ڈر و خوف تھا اور وہ ہاتھ ملتا ایک طرف جانے لگا تو رولو کا نے اس کو روک کر کہا گاجی میں تمہارے پاس سویرے آؤں گا، تم میرے لئے گرم گرم باجرے کی روٹیاں اور بکرے کا دودھ تیار رکھنا۔" گاجی دوڑ کر واپس آیا اور رولو کا کے گلے سے لپٹ کر رونے لگا۔

رولو کا بولا۔ "تم بہت ہمدرد انسان ہو، تم یہ بتاؤ تمہاری ٹانگ میں اب درد تو نہیں ہوتا۔"

رولو کا کی بات سن کر گاجی ہنس پڑا اور بولا۔ "حکیم صاحب میں نے زندگی میں بہت کچھ دیکھا ہے بہت آدمیوں سے ملا ہوں مگر تم سا کوئی نہیں، ہر طرف سے پرکھ لیا دیکھ لیا تم سا نہیں دیکھا۔ میں انتظار کروں گا میں سمجھ گیا تم ضرور آؤ گے، میں روٹی پر گھر کا مکھن بھی لگاؤں گا دونوں ساتھ روٹی کھائیں گے۔" رولو کا نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور کھنڈرات کی طرف روانہ ہو گیا۔

یہ اماوس کی رات تھی ہر طرف گہری خاموشی تھی رات کی سیاہی اس قدر زیادہ تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ سوکھے درخت آسیب کی طرح نظر آتے تھے اس ہولناک سناٹے میں جھینگروں کی آواز اور ڈراؤنی لگتی تھی۔ اچانک جھینگروں کی آواز رک جاتی تو کسی جنگلی جانور کی آواز خوف پیدا کرتی تھی۔ ان ویرانوں میں الو ضرور ہوتے ہیں کیوں کہ الو ان مقامات پر رہنا پسند کرتے ہیں۔ اندھیری رات میں ان کی منحوس آواز بڑے بڑے سورماؤں کو خوف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ مگر رولو کا ان سب سے بڑا تھا ڈر و خوف سے وہ ناواقف تھا۔ وہ کھنڈر کی طرف چلا جا رہا تھا اگر وہ چاہتا تو اپنے وسیلے سے چند منٹ میں کھنڈرات جا سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہ کیا وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ راہ میں اگر روڑے پتھر ہوں تو ان کو بھی صاف کر دیا جائے مگر کھنڈرات تک اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہ آئی اور وہ کھنڈرات تک پہنچ گیا۔ جو دروازہ گرا پڑا تھا اس کے درمیان رولو کا کھڑا تھا اس کی نگاہیں اور اس کے کارندے سب ہوشیار تھے۔ خاموشی کی چادر پھیلی ہوئی تھی شاید دونوں فریق طریقہ جنگ طے نہیں کر پا رہے تھے۔

رولو کا کا یہ طریقہ تھا کہ وہ پہل نہیں کرتا بلکہ حملے کا انتظار کرتا ہے کیوں کہ پہلے حملے سے ہی وہ سامنے والے کی طاقت کا اندازہ کرتا اور اپنا دفاع مضبوط کرتا اور اس کے بعد مزید حملوں کا دفاع کرتا جاتا اور دشمن کو تھکا دیتا اور جب دشمن زچ ہوتا نظر آتا تو اس وقت بھرپور وار کرتا گو کہ یہ طریقہ اوروں کے نزدیک خطرناک ہے کیوں کہ اس طرح کی جنگ کے لئے بڑے صبر اور تحمل کی ضرورت ہوتی ہے اور ضرورت کے مطابق دفاع بھی رکھنا پڑتا ہے مگر یہ بھی ہے کہ دشمن اس جنگ سے بیزار بھی جلد ہو جاتا ہے یا اس کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ مدمقابل کمزور ہے۔

رولو کا جانتا تھا کہ ہزاروں سال پرانے جادوگر کو یہاں پر قید کیا گیا ہے۔ اس کو سزا کے طور پر یہاں رکھا ہے اس کی طاقت کتنی ہے اس کا علم کس نوعیت کا ہے ہزاروں سال پہلے کیا تھا، رولو کا نہیں جانتا تھا اس لئے ضروری تھا کہ اس قدیم دشمن کے طریقہ واردات کو سمجھے اور پھر کوئی قدم اٹھائے۔

دو گھنٹوں کے بعد اس کا طریقہ جنگ رنگ لایا اور اس نے دیکھا کہ کھنڈرات میں دودھیا روشنی پھیل رہی ہے اور سامنے ایک کھلا میدان ہے اس میدان میں بڑی حسین

لڑکیاں نیم برہنہ لباس میں کھڑی ہیں۔ان کے چہروں پر بڑی دلفریب دعوت ہے۔ وہ رولوکا کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کر رہی ہیں۔ پھر ایک ان میں سب سے زیادہ خوبصورت اور طرح دار لڑکی نے بڑی ادا سے ہاتھ اوپر بڑھائے اور ماہر رقاصہ کے انداز میں گول چکر لیا وہ حسینہ کتھا کلی ناچ کرنے لگی اس کی مہارت نے ایک سماں باندھ دیا۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد وہ بیٹھ گئی اور اس کی جگہ دوسری حسینہ آ گئی۔اس نے پہلے والی سے بھی کم لباس پہنا تھا اس کے اعضاء میں بجلی بھری تھی جسم کا ہر عضو تھرک رہا تھا اور دعوت نظارہ دے رہا تھا۔جذبات کو بھڑکا رہا تھا مگر رولوکا دروازے کے درمیان کھڑا تھا اور سارے چلتر دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر میں وہ لڑکی بھی بیٹھ گئی اس کی جگہ جو لڑکی آئی اس کے جسم پر لباس نام کی کوئی چیز نہ تھی بال بڑے بڑے تھے وہی کبھی کبھی اس کا لباس بن جاتے تھے۔اس کے ناچ کا انداز ہی نرالا تھا اس قدر فحش انداز میں ناچ رہی تھی کہ آدمی خود پر قابو نہ رکھ سکے۔ رولوکا مسکرا رہا تھا آخر یہ حملہ ناکام ہوا، رولوکا نے جنبش نہ کی اور پھر ہر طرف اندھیرا پھیل گیا نہ کوئی رقاصہ رہی نہ میدان، کھنڈرات کے ٹوٹے پتھر اپنی جگہ پڑے تھے دوسرا حملہ اس طرح ہوا کہ آسمان پر اچانک کالی بدلی آ گئی اور محل کے اوپر اولوں کی بارش ہونے لگی۔ اولے بڑے بڑے پتھروں کی مانند زمین پر آنے لگے۔ یہ اتنے بڑے پتھر نما تھے کہ صرف ایک ہی آدمی کو مار سکتا تھا۔ رولوکا کھڑا تھا اس کے ارد گرد اولے گر رہے تھے مگر رولوکا کے اوپر ایک بھی نہیں آیا۔ ہر اولا رولوکا کے اوپر ہی آتا تھا مگر قریب آ کر اس کی سمت بدل جاتی تھی اور وہ زمین پر گر کر پانی بن جاتا تھا۔ یہ سلسلہ ایک گھنٹے جاری رہا اور پھر بند ہو گیا پھر گہری خاموشی چھا گئی اندھیرے کی چادر تنی رہی۔

دشمن اب بھی پریشان نہیں ہوا اس نے ایک نیا حملہ کرنا شروع کر دیا۔ رولوکا کے قریب اور دور سے نہایت تیز اور کانوں کو ناگوار لگنے والی آوازیں آنے لگیں یہ آوازیں نہایت کریہہ اور ناگوار تھیں کہ آدمی ایک منٹ میں پریشان ہو کر بھاگ کھڑا ہو ان آوازوں میں ڈر خوف اور بے پناہ ناگواری تھی۔انسان نے ایسی آوازیں کب سنی ہوں گی۔اس میں رونے اور گانے کی تمیز بھی نہیں تھی خوشی اور غم کا تاثر بھی نہیں تھا یہ ایک عجیب گورکھ دھندہ تھا اور رولوکا کے کان بند تھے وہ مسکرا رہا تھا۔اس کی لاپرواہی اور مسکراہٹ ان آوازوں کو اور جوان کر رہی تھی وہ اور مزید تیز ہو رہی تھیں۔ان کا آخر تو ہونا ہی تھا۔ پھر ان میں زیادہ دم نہ رہا کم ہوتے ہوتے ختم ہو گئیں اور ایک بار پھر گھمبیر خاموشی کا راج کھنڈرات پر مسلط ہو گیا۔

رولوکا کے کان اب اندر کی طرف تھے۔ وہ ان سرگوشیوں کو سن رہا تھا جو اندر ہو رہی تھیں۔

ایک زنانی آواز نے سرگوشی کی۔ ”یہ جانے والا لگتا نہیں گرو۔“

پھر مردانی آواز ابھری۔”اس کا تو باپ بھی جائے گا......تو فکر نہ کر......“

”یہ وہی تو نہیں جس نے ہمیں قید کیا ہے۔“ زنانی آواز آئی۔

مردانی آواز آئی۔”راج ماتا تم چنتا نہ کرو میرے ہوتے یہ اندر نہیں آئے گا اگر آیا تو سمجھ لو اس کا آخر ہے۔“

راج ماتا کی آواز آئی۔”مجھے لگتا نہیں اس پر کوئی اثر ہو گا یہ تو پتھر کا آدمی لگتا ہے۔“

”پتھر کو توڑنے کے اوزار میرے پاس ہیں، تو کیوں ڈرتی ہے مگر اب آج رات کچھ اور نہ ہو گا کیوں کہ رات کے ختم ہونے میں زیادہ سے نہیں رہا ادھورا حملہ کرنا ٹھیک نہ ہو گا۔“ اور آوازیں بند ہو گئیں۔

رولوکا سورج کی پہلی کرن تک وہیں رہا اور پھر گاجی کے گھر کا خیال دل میں کیا اور چند منٹ میں وہ دروازے پر تھا۔ گاجی اس کو زندہ سلامت دیکھ کر بہت خوش ہوا بولا۔

”میں جانتا تھا تم ضرور آؤ گے۔ میں نے تمہارے ناشتے کا بندوبست کر رکھا ہے۔“

رولوکا مسکرا کر بولا۔”میں تمہارا زبردستی کا مہمان بن گیا ہوں تم کو تکلیف دے رہا ہوں۔“

"ایسی بات نہ کرو حکیم صاحب، میں غریب ہوں مگر تم میرے مہمان کب ہو تم نے میری جان بچائی ہے۔ میری ٹانگ ٹھیک کر دی ہے اور اب اس علاقے کی بلا کو دور کر رہے ہو مجھ پر تو احسان کیا ہی تھا اس علاقے پر بھی کر رہے ہو میں جتنی خدمت کروں کم ہے۔"

رولو کا بولا۔ "نہ میں نے تم پر احسان کیا ہے نا یہاں کے کسی آدمی پر کر رہا ہوں۔ میں اپنا کام کر رہا ہوں جس طرح تم کشتی لے کر جاتے ہو شکار کرتے ہو اور اپنی روزی پیدا کرتے ہو۔"

"تم مانو نہ مانو مگر ہے تو یہ احسان میں تو اس کا بدلہ دے نہیں سکتا۔" گاجی گردن جھکا کر بولا۔

"باتیں ہی کرو گے کہ بھوکا مارو گے۔" رولو کا ہنس کر بولا۔

گاجی دوڑ کر گیا اور گرم باجرے روٹیاں ایک چنگیر میں رکھ کر لے آیا اصلی مکھن کی خوشبو آ رہی تھی۔ پھر ایک چھوٹی مٹی کی ٹھلیا میں بکری کا گرم دودھ لے آیا اور بولا۔ "لو حکیم صاحب گرم گرم ہیں۔"

رولو کا نے اس کی محبت کا جواب محبت سے دیا اور رغبت سے کھانے لگا۔ دونوں نے پیٹ بھر کر کھایا، کھانے کے بعد گاجی بولا۔ "کام کا کیا ہو گا ختم ہو گیا کیا۔"

"نہیں ابھی باقی ہے آج رات پھر ڈیوٹی کرنا ہو گی، کام زیادہ ہے۔" رولو کا بولا۔

"تو پھر تم آرام کرو میں تمہارے لئے سمندر کی طرف جاتا ہوں اور مچھلی لاتا ہوں۔"

"صرف میرے لئے کیوں تم اپنا دھندہ کرو میں سوتا ہوں شام کو اٹھا دینا۔" رولو کا بولا۔

"ہاں تم سو جاؤ میں جاتا ہوں۔" گاجی بولا۔

اور رولو کا چارپائی پر لیٹ کر بے خبر سو گیا۔

شام ہوتے ہی رولو کا کھنڈرات کی طرف روانہ ہوا۔ آج وہ پیدل ہی جا رہا تھا۔ سمندر دور تھا مگر سمندر کی طرف سے مچھیرے کاندھوں پر جال ڈالے اور ٹوکریاں اٹھائے گاؤں کی طرف آ رہے تھے۔ ان کی کشتیاں کنارے پر کھڑی رہتی تھیں اور ان کو چٹانوں سے باندھ دیا جاتا تھا۔ مچھیرے سمندر کے اندر ہوتے ہیں تو بھی گاتے ہیں ان کے مخصوص گیت ہیں اور جب خوش خوش شکار کر کے گھر آتے ہیں تو بھی ان کے لبوں پر گیت ہوتا ہے ان کی عورتیں اور بچے ان کا آگے بڑھ کر استقبال کرتے ہیں۔

رولو کا اس راہ پر تھا جو کہ کھنڈرات کی طرف جاتی تھی کئی ایک نے گیت روک کر اس کی طرف دیکھا۔ کئی نے اشاروں سے اس طرف جانے سے روکا مگر رولو کا مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ رات ہو گئی تھی ہر طرف اندھیرے نے پر پھیلا لئے تھے۔ کھنڈرات پر آج بھی ویسی ہی ویرانی چھائی تھی جیسی کہ وہ پہلے دیکھ چکا تھا۔ وہ دروازے کے بیچ میں کھڑا تھا۔ اس کے سامنے کالے پتھروں کا ڈھیر تھا ان پتھروں میں ٹوٹے گنبد دروازے اور میناروں کے عکس اب بھی تھوڑی بہت چمک دے رہے تھے۔ رولو کا کے کان اندر تھے اور دماغ روشن تھا مگر ابھی تک گہری خاموشی تھی۔ آج دشمن نے شاید کوئی نئی چال سوچی تھی مگر رولو کا دشمن کی ہر چال کے لئے خود کو تیار کر چکا تھا۔

کچھ کھسر پھسر کی آوازیں کان میں آئیں آواز زنانی تھی اور راج ماتا کہہ رہی تھی۔ "یہ تو پھر آ گیا گرو اب کچھ کرو۔" گرو نے آہستہ سے کہا۔ "آج یہ واپس نہیں جائے گا۔"

رولو کا نے دیکھا ایک شخص اس کے سامنے کھڑا ہے اس کا جسم اور پیر نظر آتے تھے اور سر اتنا اوپر تھا کہ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ رولو کا کی طرف ایک قدم میں آ گیا اور چاہتا تھا کہ رولو کا کو ہاتھ سے اٹھا کر دور سمندر میں پھینک دے کہ اس کا بڑھا ہوا ہاتھ کٹ کر زمین پر گر گیا اس کے منہ سے بھیانک قسم کی چیخ برآمد ہوئی مگر اس نے دوسرا ہاتھ رولو کا کی طرف بڑھایا مگر وہ بھی کٹ گیا اور وہ بلبلاتا ہوا واپس کھنڈرات کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

راج ماتا کی آواز آئی۔ "گرو یہ تو کوئی تم سے بھی بڑا لگتا ہے اس نے ماتھر کا کیا حال کر دیا۔"

''ارے ایک ماتھر ہے کیا میرے پاس اور تو نے کیا کہا مجھ سے بڑا۔ ارے اس دھرتی پر کون ہے میں بے شریر ہوں مجھے شریر کی ضرورت نہیں رہی پر میری شکتی تو میرے پاس ہے۔''

اور پھر آسمان پر بادلوں کا ایک ٹکڑا آ گیا مگر وہ بادل پانی کے نہ تھے وہ زہریلی مکھیاں تھیں اور تیزی سے زمین کی طرف آ رہی تھیں مگر جہاں پر رولوکا کھڑا تھا وہیں سے ایک دھواں اٹھا اور رولوکا کے سر پر چھتری کی طرح تن کر کھڑا ہو گیا مکھیاں اس کے اوپر رہیں اور نیچے نہ آ سکیں ان کے نیچے آنے کی کوشش ایک گھنٹے سے زیادہ رہی اور پھر وہ بادل آسمانوں پر غائب ہو گیا ان کے جانے کے بعد اس کا رخ کھنڈرات کی طرف ہوا اور پھر کھنڈرات سے چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اسی دوران راج ماتا کی دردناک آواز آتی رہی پھر رولوکا کی پاٹ دار آواز کھنڈرات میں گونجی۔

''اے ہزاروں سال پہلے کے مرے ہوئے لوگو! میں تم کو سزا دینے نہیں آیا ہوں تمہاری بھلائی کے لئے آیا ہوں تم نے وہ زندگی جو تم کو دی گئی تھی اپنے شریر کے ساتھ پوری کر لی ہے اس کے بعد موت کا مزہ بھی تم نے چکھ لیا تم کو اپنی آخری منزل پر چلے جانا تھا۔ تم کو جس نے پیدا کیا اس کے دربار میں حاضری دینا تھی تم نے غور کیا کہ اس دنیا کو پیدا کرنے والا ہی اس دنیا کا مالک و مختار ہے تمہارا اور ہر انسان کا اس دنیا سے رشتہ صرف اس وقت تک ہے جب تک وہ زندہ ہے مرنے کے بعد اس کو دنیا میں نہیں رہنا ہے مگر تم لوگ ایک پاپی کی وجہ سے یہ سزا بھگت رہے ہو۔ انسان فانی ہے اس لئے کہ یہ مادی ہے اور روح کو ہر حال میں واپس جانا ہے۔

اے سب کو اپنے ساتھ سزا دلوانے والے اب تیری کوئی ترکیب کام نہ کرے گی میں نے تجھے موقعہ دیا تھا کہ شاید تجھے اندازہ ہو جائے اور تو از خود اپنی حرکتوں سے باز آ جائے۔

آ جا میرے سامنے اس لئے کہ تیرے سارے کبوتر میری چھتری پر آ چکے ہیں۔ راج ماتا تو بھی آ جا تیرے بھی جانے کا وقت قریب ہے اب تیری ریاست ہے نہ راج پاٹ، زمانہ ہزاروں سال آگے چلا گیا ہے دروازہ کھلا ہے اندر جو بھی ہے وہ باہر جا سکتا ہے مگر راج ماتا اور گرو نہیں جائیں گے۔ باقی سب اپنے رب کی طرف چلے جاؤ جلدی کرو یہ ایک آزادی کا موقعہ ہے اگر نہ گئے تو سخت اذیت میں پڑے رہو گے۔''

راج ماتا اور گرو کی آتمائیں رولوکا کے سامنے تھیں۔

''بول راج ماتا تو نے کتنوں کو دکھ دیئے۔'' راج ماتا کی آتما شرمساری سے کھڑی رہی۔

پھر رولوکا گرو سے بولا۔ ''تو نے دیکھا کہ تیرا گرو جس کی شکتی پر تو ناز کرتا تھا اس نے تیری کیا مدد کی تجھے ہزاروں سال کی قید میں بند کر دیا گیا اور تیرا گرو تجھے اس قید سے نکال نہ سکا۔ میں تجھے آزاد کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ تو اپنی آخری منزل پر جائے گا اور خود کو اپنے ایشور کے سامنے پیش کرے گا۔ دنیا میں تیرا کام ختم ہوا اب تو دنیا میں نہیں رہ سکتا اور اگر تو نے ایسی کوئی کوشش کی تو تیرا انجام بہت بھیانک ہوگا۔ دنیا میں، میں تجھے نہیں چھوڑوں گا اور آسمان پر میرا رب تجھے سزا دے گا۔''

پھر رولوکا کے اشارے پر راج ماتا اور گرو کی روحیں آسمانوں میں پرواز کر گئیں۔ کھنڈرات پر گہری خاموشی چھا گئی اور پھر اس نے کھنڈرات کو پوری طرح دیکھا کہ کوئی شرارتی ہے تو نہیں مگر وہاں پر ایک بھی روح نہ تھی۔ رولوکا نے اپنے مخصوص انداز میں اپنے خدا کا شکر ادا کیا اور واپس گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔

گاؤں آتے آتے صبح کی سفیدی نمودار ہونے لگی تھی۔ مچھیرے اپنے جال اور ٹوکریاں لے کر سمندر کی طرف جا رہے تھے اور ان کے لبوں پر دعائیہ گیت تھا۔ ان کی یہ عادت بن گئی تھی کہ صبح وہ دعائیہ گیت گاتے تھے۔ گاجی گھر پر رولوکا کا انتظار کر رہا تھا رولوکا کو دیکھ کر خوش ہوا، بولا۔ ''میرا دل کہتا ہے آج آپ کامیاب آئے ہو میری جورو بھی یہی کہتی ہے۔''

رولوکا ہنس پڑا اور بولا۔ ''تم دونوں ٹھیک کہتے ہو آج کھنڈرات کو پاک کر دیا گیا ہے وہاں پر جو کچھ تھا اب نہیں ہے خوش جاؤ اور یہ بات سب کو بتا دو کہ اس علاقے کی بلائیں اپنے انجام کو پہنچ گئیں۔''

''میں ایک بات پوچھوں۔'' کاجی ڈرتے ڈرتے بولا۔

''تو اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے ضرور پوچھو۔'' رولوکا بولا۔

''آپ کون ہو صاحب۔ میری جاہل کھوپڑی میں کچھ نہیں آیا۔''

رولوکا نے ہنس کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''مجھے غور سے دیکھو میں تمہاری طرح انسان ہوں۔ میرا کام انسانوں کی خدمت کرنا ہے جس طرح تمہارا کام مچھلی پکڑنا ہے مگر تم نے میری بڑی خدمت کی ہے مجھے تم نے باجرے کی گرم روٹیوں پر اصلی مکھن کھلایا ہے مجھے پتہ ہے کہ اس کے لئے تم نے ادھار لیا ہے یہ قرض بھی تم کو ادا کرنا ہے اور بھی تم کو بہت کام کرنے ہیں اس لئے میں تم کو بتاتا ہوں کہ تم کھنڈرات میں جاؤ اندر جانے کا ایک دروازہ ہے وہ آدھا گرا ہوا ہے اس کے اندر جاؤ گے تو ایک طاق ٹوٹی دیوار میں تم کو نظر آئے گا۔ اس طاق کو توڑ دینا۔ زیادہ نہیں صرف ایک پتھر کی سل کے پیچھے تم کو اتنا مل جائے گا کہ تم زندگی آرام سے گزار لوگے۔ اب مجھے اجازت دو کہ میرا وقت یہاں پر پورا ہوا۔''

☆......☆......☆

شام ہو چکی تھی۔ مطب کے باہر کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے اور اس فرصت کے وقت حکیم وقار اور رولوکا آپس میں گپ شپ کیا کرتے تھے۔ حکیم وقار نے کہا۔

''تمہارا روز کا واسطہ روحوں سے پڑتا ہے آخر یہ کیا ہیں اور ان کو فنا کیوں نہیں ہے۔'' رولوکا نے حکیم صاحب کا سوال سنا اور گہری سوچ میں ڈوب گیا جواب نہ دیا تو پھر حکیم صاحب بولے۔ ''میں نے سوال شاید غلط کر دیا ہے تم سوچ میں پڑ گئے۔''

رولوکا نے جواب دیا۔ ''آپ کا سوال بڑا اہم ہے اور ہزاروں لوگوں کے لبوں پر یہ سوال ہے اس کا جواب بہت طویل ہے سوچ رہا ہوں کہاں سے شروع کروں اور کم سے کم الفاظ میں جواب دوں۔''

حکیم وقار بولے۔ ''تم اپنے انداز میں جواب دو میں سن رہا ہوں۔''

''دنیا کے ہر دور میں انسان کو یہ تجسس رہا ہے، مادے اور روح پر بحث کرتے رہے ہیں۔ روحانیت اور مادیت کی تفریق اگر کر سکیں تو شاید بات آسانی سے سمجھ میں آ جائے۔ روح کے متعلق مختلف ادوار میں طرح طرح کی باتیں اور دلیلیں دی گئی ہیں۔ کوئی روح کو فانی قرار دیتا ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ روح فنا نہیں ہوتی صرف جسم یعنی مادہ فنا ہو جاتا ہے کسی زمانے میں مادے کو بھی ازلی مانا جاتا رہا ہے روح اور مادے کی تفریق پر مختلف انداز میں بحث و مباحثے ہوتے رہے ہیں۔ اس موضوع پر ہزارہا کتابیں لکھی گئی ہیں۔

وجود خدا کی طرح روح بھی اہل فکر و نظر کے لئے بڑی اہم ہے، اہل یونان کے نزدیک روح اور مادہ کا سلسلہ روایات اور دیوی دیوتاؤں کی پرستش اور اس ضمن میں فلسفے کا سہارا لیتے رہے ہیں۔ پھر کہا گیا کہ یہ کائنات آگ سے بنی ہے۔ اس دور میں دیوی دیوتاؤں کے خلاف آواز بلند بھی ہوئی۔ پھر آگ اور پانی کا مرکب کہا گیا۔ پانی کو پھر کم درجے پر رکھ کر آگ کو بتایا گیا کہ آگ کو ابدی حیثیت حاصل رہی ہے اس کے بعد عناصر اربع کا نظریہ پیش کیا، ہندومت کے تناسخ کی طرح یہ نظریہ تھا۔ پھر بتایا گیا روحیں فنا ہو کر دوسرے پیکروں میں منتقل ہوتی ہیں۔ پھر ایک فلسفی نے روح اور عقل کو ایک ہی شے قرار دیا اس نے کائنات کو مادی قرار دیتے ہوئے انسان کو بھی ایٹموں کا مرکب قرار دیا۔

سقراط نے مادے اور روح میں تفریق کرتے ہوئے کہا کہ کائنات بے مقصد نہیں ہے بلکہ حیات بعد

موت کا تصور ہر شخص کے لئے ضروری ہے انسان اپنی روح کی بالیدگی کا سامان مہیا کرے۔ افلاطون نے جس روشن معاشرے کا تصور پیش کیا وہ مادیت پرست مفکرین کے خلاف تھا۔ سقراط کو زہر پینے پر مجبور کیا گیا تو اس نے حقیقت پسند ہونے کی سزا قبول کی۔ وہ بھی دوسروں کی طرح جلاوطن ہو کر جان بچا سکتا تھا مگر سقراط نے فرار سے انکار کیا اور زہر کا پیالہ پی لیا۔

اس سے اس کی روحانی اقدار کا پتا چلتا ہے۔ وہ مادی دنیا کو دوامی زندگی کے مقابلے میں ہیچ سمجھتا تھا۔ روح ایک ایسا ابدی عنصر ہے جو تمام کائنات میں مشترک ہے۔ یہ عالم گیر ہوتے ہوئے ہر فرد میں موجود ہے لیکن کسی ذات کا حصہ نہیں ہوتی۔ یہی سبب ہے کہ فرد یا اقوام کے مرنے کے بعد بھی اس کا وجود برقرار رہتا ہے روح ایک قوت ہے جو اجسام میں خارج سے آتی ہے اس کا غیر مادی ہونا ہی بقا کی دلیل ہے۔ البتہ روح کے غیر عقلی عناصر یعنی حواس، خواہشات، حرص اور حافظہ وغیرہ فانی ہیں۔ روح کو نہ صرف برتری حاصل ہوتا ہے بلکہ یہ ابدیت سے عبارت ہے۔

ہزاروں سال سے یہ بحث جاری ہے ایک فلسفی کچھ کہتا ہے دوسرا اس کی نفی کرتا ہے اور اپنے عقلی دلائل پیش کرتا ہے اس سلسلے میں بہت سے تجربات بھی کئے گئے ہیں۔

ایک شیشے کا کمرہ بنایا گیا اور اس میں قریب المرگ شخص کو ڈال دیا گیا اور روح کے اخراج کا منظر دیکھا گیا، لوگوں نے دیکھا کہ ایک باریک دھواں مرنے والے کے منہ سے خارج ہوا اور شیشے کی چھت ایک زوردار دھماکے سے ریزہ ریزہ ہو گئی۔

ان کے ان تجربات سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ روح غیر فانی چیز ہے اور اس کو واپس جانا ہے اور رب کائنات کے سامنے پیش ہونا ہے جب یہ ثابت ہوا کہ روح واپس چلی جاتی ہے تو اس کا دوسرے اجسام میں وارد ہونا ممکن نہیں ہندومت کا فلسفہ یہاں آ کر دم توڑ دیتا ہے یعنی کہ ایک روح بار بار مختلف شکل میں جنم لیتی ہے مگر لوگ

پھر بھی نفی میں گردن ہلاتے ہیں اور کہتے ہیں میری گا میں میری ماتا کی آتما ہے اسی کارن تو یہ اتنی سیدھی ہے دودھ بھی خوب دیتی ہے۔"

"واہ میاں یہ تم نے خوب کہی۔" کہہ کر حکیم ہنسنے لگے۔

"آپ نے جو سنا وہ دوسرے فلسفوں مفکروں اپنے وقت کے دانشوروں کے خیالات تھے یہ میں بہت کم الفاظ میں بیان کئے ہیں ان کے علاوہ بھی ہزارو نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور ہر دور میں روح مادے پر اظہار خیال ہوا ہے۔ آپ نے میرے خیالا کے بارے میں نہیں پوچھا کہ میرے ذاتی خیالات رو اور مادے کے متعلق کیا ہیں۔" رولو کا بولا۔

"میں تو تمہارے ہی خیالات سمجھ رہا تھا۔" حکیم صاحب بولے۔

"میں نے آپ کے روبرو وہی بیان کیا ہے جس میں یقین کرتا ہوں۔ روح ایک امانت ہے اور اس امانت کو واپس کرنا ہے اور جس حالت میں دی گئی ہے اس حالت میں خدا کے حضور پیش کرنا ہے دنیاوی طریقہ یوں سمجھ لیں کہ آپ اپنی شیروانی مجھے سونپ دیں میں اس اس بے قدری اور لاپرواہی سے استعمال کروں کہ وہ میلی اور گندی ہو جائے اور جب آپ واپس مانگیں تو گندی آپ کو دے دوں آپ اس پر خفا ہوں گے کہ میاں میں نے ایسی دی تھی جیسے تم واپس دے رہے ہو۔

روح جب انسان کے قالب میں آتی ہے اس وقت پاک صاف ہوتی ہے انسان زندگی بھر اس کو گندہ کرتا ہے صاف کرتا ہے اور پھر وہ روح اپنی مدت پوری کر کے واپس رب کی طرف پرواز کر جاتی ہے۔ گندی اور پلید روحیں اوپر جانے سے ڈرتی ہیں اور دنیا میں رہ کر یہ سمجھتی ہیں کہ شاید ان کا سامنا رب سے نہیں ہوگا۔ اس کے برعکس پاک صاف روحیں بڑی خوشی سے عالم برزخ میں پیش ہو جاتی ہیں ان روحوں کو درجات عطا ہو جاتے ہیں۔"

حکیم صاحب بولے۔ ''واہ تم نے بہت کم الفاظ میں بہت بڑا فلسفہ بیان کر دیا بہت خوب۔''

''حکیم صاحب میں کیا اور میرا فلسفہ کیا؟ میرا تجربہ مجھے سکھاتا ہے اور خدا میری مدد کرتا ہے۔''

''اب کیا ارادہ ہے افریقہ کا کام پورا کرو گے۔'' حکیم صاحب نے پوچھا۔

''کام ادھورا تو نہیں چھوڑا جا سکتا۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

''مگر میرا مشورہ ہے کہ کچھ دن آرام کر لو پھر چلے جانا۔'' حکیم صاحب بولے۔

''ٹھیک ہے آپ کی مرضی ہے تو رک جاتا ہوں کیوں کہ میں جانتا ہوں آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہو۔'' رولوکا نے کہا۔

''انسان ہو آخر مشین تو نہیں ہو۔'' حکیم وقار بولے۔

''آپ کی محبت ہی تو میرا سب کچھ ہے ہندوستان میں قیام صرف آپ کی ذات کی وجہ سے ہے ورنہ میں مسافر ایک جگہ کب رکا ہوں۔'' رولوکا ہنس کر بولا۔

دوسرے دن مطب میں جو آدمی سب سے پہلے داخل ہوا وہ سیدھا حکیم وقار کے پاس ہی آیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی صاف نظر آتی تھی لباس سے شریف نظر آتا تھا۔

''میں حکیم وقار سے ملنا چاہتا ہوں۔'' وہ بولا۔

''میں ہی حکیم وقار ہوں فرمایئے آپ کو کیا پریشانی ہے۔'' حکیم صاحب بولے۔

''میں سخت پریشان ہوں حکیم صاحب تفصیل بتانی ہوگی ذرا وقت لگے گا۔'' وہ بولا۔

''ایک منٹ ٹھہر جایئے میرے ہم منصب حکیم کامل آتے ہیں ان کے سامنے تفصیل بتایئے گا۔''

چند منٹ میں رولوکا کمرے میں داخل ہوا اور اس شخص کے سامنے بیٹھ گیا تو حکیم صاوقار بولے۔

''اب آپ اپنا پورا تعارف کرایئے اور پھر تفصیل بتایئے مگر ایک بات کا خیال رکھیے گا جو بات کریں وہ سچ ہو آپ کا پہلو کہیں کمزور ہو تو بھی سچ کا دامن نہ چھوڑیں اس میں آپ کا فائدہ ہے۔ آپ میرا مطلب سمجھ گئے۔'' حکیم وقار نے پوچھا۔

''میرا نام یونس مرزا ہے اور میں اعظم گڑھ کا رہنے والا ہوں۔ پیشہ زمینداری ہے۔ بزرگوں کے زمانے کی کچھ زمینیں ہیں ان سے ہی گزارہ چل رہا ہے بس یہ سمجھ لیں کہ سفید پوشی کا بھرم قائم ہے۔ میں خود اس گاؤں میں رہتا ہوں جہاں پر زمین ہے اور بچے اعظم گڑھ میں رہتے ہیں۔ دو لڑکیاں اور دو لڑکے میری اولاد ہیں۔ لڑکیاں بڑی تھیں ان کو رخصت کر دیا لڑکے بہت بعد میں ہوئے دونوں چھوٹے ہیں اور زیر تعلیم ہیں۔ میری پریشانی کا آغاز آج سے تین سال پہلے ہوا جب میں نے چھوٹی بیٹی کی شادی کر دی۔ اس کی شادی مراد آباد کے ایک گھرانے میں کی گئی تھی اچھے کھاتے کماتے لوگ تھے برتنوں کا کارخانہ تھا۔ لڑکا بھی ٹھیک تھا مگر اصلیت شادی کے بعد سامنے آئی پورا گھرانہ نہایت لالچی اور بے ڈھنگا تھا، باپ نہایت ہی خراب عادتوں کا شکار اور اس کے تین لڑکے بھی مرضی کے مالک۔ گھر میں جو خرچ وہ دیتے تھے پورا نہیں ہوتا تھا۔ میری لڑکی کو جو میں نے دیا تھا وہ اس کے پاس تھا ان لوگوں نے ایک جوڑا کپڑا تک اس کا نہیں بنوایا تھا۔ شوہر یعنی میرا داماد اس سے مطالبہ کرتا تھا کہ وہ مجھ سے روپے منگوائے کیوں کہ اس کو جو باپ دیتا تھا اس میں اس کا خرچ پورا نہیں ہوتا تھا۔ کارخانہ تو تھا اور برتن بھی بناتا تھا مال بازار میں بکتا بھی تھا مگر کارخانہ پھر بھی خسارے میں رہتا تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ جس کے جو ہاتھ لگا وہ اس نے وصول کر لیا۔

باپ کے خرچے پورے نہیں ہوتے، بیٹے اس کے نقش قدم پر تھے اماں خرچ سے پریشان رہتی تھی اور گھر میں آئے دن اس بات پر جھگڑے ہوتے تھے، ان کے آپس کے جھگڑوں نے رنگ دکھایا اور کارخانہ بند ہو گیا۔ کاریگر دوسرے کارخانوں میں چلے گئے اب تو اور

حالت خراب ہو گئی مجبوراً تینوں لڑکوں کو خود کام کرنا پڑا مگر عادتیں بگڑی ہوئی تھیں کام کرنے کی عادت نہ تھی باپ کام کے لائق نہ رہے تھے کسی زمانے میں اچھے کاریگر تھے مگر بہت عرصہ سے کام پر نہ بیٹھے تھے اس لئے اب عادت نہ رہی تھی مگر اخراجات ان کے واہی تھے روزانہ ان کے ہم عمر دوست آجاتے اور وہ ان کے ساتھ چلے جاتے۔ کچھ دن تو یہ گاڑی چلی مگر کب تک دوستوں نے دیکھا گلاب خان خالی کھوکے ہیں روزانہ ان کا خرچ ہم کیوں برداشت کریں کیوں کہ ان کے شوق گانے سننا اور شراب تھا دونوں شوق ادھار نہیں ہوتے کچھ ہی دن میں سارے دوستوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اب وہ بیوی کے سر پر سوار ہو گئے اور اس کے زیورات بیچ کر اپنا شوق پورا کرنے لگے۔

لڑکے دوسروں کے کارخانوں میں مزدوری پر لگ گئے کیوں کہ کارخانہ تو بند ہو چکا تھا ان کو کوئی ادھار مال دیتا نہ تھا مگر مزدوری میں ان کا گزارہ کیا ہوتا۔

میری لڑکی سے مطالبہ ہونے لگا کہ وہ مجھ سے روپے منگوائے۔ اس میں ساس اور داماد بھی شامل تھے۔ اس نے پوری پریشانی مجھے لکھ دی میں نے کئی دفعہ جو ہو سکا اس کو بھیج دیا مگر یہ سلسلہ بڑھتا رہا اور پھر میں خود مراد آباد چلا گیا اور میں نے ان کے بارے میں پتہ کیا تو پتہ چلا کہ یہ معاملہ تو بہت بگڑا ہوا ہے۔ پورا گھرانہ ہی بہت خراب ہے میں نے داماد اور اس کے باپ سے بات کی تو لڑکا بولا تمہاری لڑکی جب سے آئی ہے ہمارے خاندان پر نحوست آ گئی ہے تم اس کو لے جاؤ یہی ساری خرابی ہے اور میں لڑکی کو لے کر آ گیا اگر بات یہاں پر بھی ختم ہو جاتی تو بھی ٹھیک تھا مگر ایسا نہ ہوا۔ چھ ماہ تک کوئی نہ آیا میں نے بھی ان کی خبر نہ لی مگر چھ ماہ کے بعد داماد آ گیا اور بولا۔ ''میں بیوی کو لینے آیا ہوں۔''

میں نے کہا۔ ''تم پہلے کام نہ کرتے تھے کارخانہ بند کر دیا۔ بیوی کو لے جاؤ گے تو خرچ کیسے پورا کرو گے۔''

وہ بڑی بے غیرتی سے بولا۔ ''تم تو زمیندار ہو پورا کرنا اس کا۔''

مجھے برا تو لگا مگر داماد تھا میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے تم کما کر بیوی کو نہیں کھلا سکتے تو میں تمہارا پورا کروں گا مگر تم کو یہاں پر رہنا ہو گا میرے سامنے۔ وہاں پر تم نے اور تمہاری ماں نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ مجھے پتہ چل گیا ہے اور یہاں پر وہ کرنا ہو گا جو میں کہوں گا۔''

''ارے واہ میں تمہارا نوکر بن کر نہیں رہ سکتا میں بیوی کو مراد آباد لے کر ہی جاؤں گا۔''

میں نے صاف انکار کر دیا تو وہ بدزبانی پر اتر آیا میں نے اس کو گھر سے نکال دیا تو وہ دھمکیاں دیتا چلا گیا اور پھر واپس نہ آیا۔

اس کے جانے کے ایک ماہ کے بعد لڑکی کی زچگی ہوئی اور ایک لڑکی پیدا ہو گئی مگر پتہ نہیں اچانک کیا ہوا کہ میری بچی کی حالت خراب ہو گئی اور اس کا انتقال ہو گیا۔ بچی ٹھیک تھی یہ بات تعجب کی تھی کہ زچگی میں کوئی خرابی نہ تھی اس کے بعد اچانک اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور بدن اکڑ گیا اور وہ کوئی آواز نکالے بغیر مر گئی۔ اس کے مرنے کے ایک ہفتہ بعد داماد آ گیا اور بولا۔ ''تم نے میری بیوی کو مار دیا ہے جب کھلانے کو نہیں تھا تو لے کیوں آئے تھے۔'' اور نہ جانے کیا کیا بکواس کرتا رہا اور جاتے جاتے کہہ گیا۔ ''اب تیری بیوی کا نمبر ہے۔ اس کے بعد تیرے لڑکوں کا اور سب کے جنازے جب تو دفن کر دے گا تو تیرا نمبر آئے گا میری بات دھیان سے سن لے تو نے مجھ سا بگڑا نہیں دیکھا ہو گا۔''

میں تو اپنے غم میں پریشان تھا یہ نئی پریشانی کھڑی کر گیا اس کی بات کچھ سمجھ آئی کچھ نہ سمجھ آئی۔ میں نے اپنے ملنے والوں سے اس کا تذکرہ کیا تو ماسٹر جمن درزی ہیں بوڑھے ہیں تجربہ کار ہیں بولے۔ ''میاں یہ چکر کوئی جادو ٹونے کا لگتا ہے تمہارے داماد نے ضرور کسی سیانے سے کچھ کروایا ہے۔''

اور ان کی بات سچ یوں ہو گئی کہ گھر کی چیزیں اپنے ٹھکانے سے جانے لگیں گھر کے برتن خود بخود چھت پر پڑے ملتے کپڑے دھو کر پھیلائے جاتے اور ان پر گندگی

نکی ملتی راشن خود بخود ختم ہو جاتا باورچی خانہ صاف کیا جاتا مگر رات کو پھر گندہ ہو جاتا۔ گویا گھر میں افراتفری کا عالم۔ بیوی الگ پریشان، لڑکے اسکول سے آکر کتابیں رکھتے اور دوبارہ بڑی تلاش کے بعد چھت یا کسی اور مقام پر بری حالت میں وہ ملتیں۔ بیوی کے زیورات نہ معلوم کس طرح تالے کے اندر سے غائب ہوئے۔

کبھی کبھی ایسا لگتا ہے جیسے ہماری پریشانی پر کوئی ہنس رہا ہے آواز زنانی آتی ہے۔ میں نے اور ماسٹر جی نے کئی سیانوں سے بات کی دو چار آئے بھی گھر میں کچھ دیر قیام بھی کیا مگر پھر چلے گئے اور حالات وہی رہے کئی اور سمجھدار آدمیوں نے بھی اپنی سی کی مگر پھر گھبرا کر وہ بھی چلے گئے۔ اب میں زیادہ پریشان اس لئے ہوں کہ کبھی کبھی میری بیوی کی حالت عجیب ہو جاتی ہے وہ بالکل اجنبی انداز میں ہو جاتی ہے مجھے اور بچوں تک کو نہیں پہچانتی اور اس کی زبان پر جو الفاظ ہوتے ہیں وہ ہندی کے ہوتے ہیں جبکہ اس کو اردو کے سوا دوسری زبان آتی ہی نہیں۔ اس کی آواز میں بھی فرق آجاتا ہے۔ عام طور سے وہ نہایت نرم لہجے میں بات کرتی ہے اور آواز دھیمی ہوتی ہے مگر اس وقت اس کی آواز تیز اور الفاظ ہندی کے اور سخت ہوتے ہیں میرے داماد نے جو کہا تھا کہ دوسرا نمبر میری بیوی کا ہوگا تو شاید دوسرا حملہ شروع ہو گیا ہے اور میں کچھ نہیں کر سکتا، میں گاؤں کا سیدھا سادا کسان آدمی ہوں میری تو سمجھ میں اب تک یہ گورکھ دھندہ آیا ہی نہیں ہے۔ ماسٹر جمن نے آپ کا پتہ کسی سے لاکر دیا تھا اور میں ادھر دوڑا چلا آیا ہوں۔"

رولو کا پوری بات سن کر بولا۔ "داماد صرف ایک دفعہ تمہارے پاس آیا تھا۔"

"ہاں دھمکی دینے کے بعد وہ نہیں آیا۔" یونس مرزا نے جواب دیا۔

رولو کا بولا۔ "ٹھیک ہے آپ جائیں پتہ لکھوا دیں میں آپ کے دردولت پر آجاؤں گا۔"

"حکیم صاحب حالات بہت خراب ہیں اگر آپ وقت پر نہ آئے تو شاید میرا گھر اجڑ جائے۔"

رولو کا بولا۔ "آپ فکر نہ کریں میں جلدی آجاؤں گا۔"

یونس مرزا نے شکریہ ادا کیا اور روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد حکیم صاحب بولے۔ "بتاؤ کیسا بے حس آدمی ہے کہ اپنی بیوی کو مروا دیا۔"

رولو کا بولا۔ "حکیم صاحب جب آدمی، شیطان کا آلہ کار بن جاتا ہے تو اس کو اچھائی اور برائی میں فرق نظر نہیں آتا۔ اگر مرزا اس کو روپے دیتا رہتا تو بھی ایک نہ ایک دن یہی ہونا تھا۔ کیوں کہ اس گھر کا ماحول جو میں سمجھ سکا ہوں سربراہ کی وجہ سے خراب تھا اور جس گھرانے کا سربراہ خراب ہو جائے پھر اس گھرانے کو اس حکومت کو تباہ ہونا ہی ہوتا ہے۔"

حکیم صاحب بولے۔ "درست کہا تم نے تو کب جا رہے ہو مراد آباد۔"

"میں آج کی رات اس کے گھر میں گزاروں گا۔"

رولو کا بولا۔

"تو کیا رات کو جاؤ گے۔" حکیم صاحب بولے۔

"یہ ضروری ہے کیوں کہ دوسرا حملہ شروع ہے، کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

یونس مرزا سے پہلے ہی رولو کا مراد آباد میں تھا اور وہ چھت پر روپوشی کی حالت میں کھڑا تھا۔ اس کے سامنے کھلا دالان تھا اور وہ چھت سے پورے گھر پر نظر رکھ سکتا تھا۔ رات چاندنی تھی اور شروع سردیوں کے دن تھے ٹھنڈی ہوا چھت پر آرہی تھی۔ اس کے بعد یونس مرزا گھر آیا دروازہ بیوی نے ہی کھولا اور بولی۔ "کہاں چلے گئے تھے بچے کئی بار پوچھ چکے ہیں۔"

یونس مرزا بولا۔ "گیا تھا ایک کام سے، گاؤں سے تو کوئی نہیں آیا تھا۔"

"بھولا رام آیا تھا کہ ایک بھیڑیئے نے دو بھینسوں کو بری طرح زخمی کر دیا۔ اس لئے ان کو قصائی کے حوالے کرنا پڑا۔"

یونس مرزا بولا۔ "ہر طرف سے نقصان کی خبریں ہی ملیں گی اب تو۔ خیر اللہ مالک ہے۔"

"کھانا لگاؤں۔" بیوی بولی۔

"لگاؤ بھوک تو گاؤں کی خبر سنتے ہی اڑ گئی ہے پر کھالوں گا تھوڑا بہت۔" مرزا نے کہا اور وہ دونوں باتیں کرتے کرتے اندر چلے گئے۔

رات کے بارہ بجے کا وقت ہوگا کہ رولو کا نے دیکھا چھت پر ایک عورت کھڑی ہے۔ اس کا بدن چاندنی میں چمک رہا ہے اور جسم پر نیلی ساڑھی اور نیلا بلاؤز اس کی خوبصورتی بڑھا رہا ہے وہ اچانک وارد ہوئی تھی اور حیرت سے چھت کے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ رولو کا اس کے قریب تھا مگر وہ رولو کا کو دیکھنے سے قاصر تھی مگر اس کو کسی کی موجودگی کا احساس ضرور تھا۔ رولو کا نے اس کے واپسی کے راستوں کو بند کر دیا اور اس کی بوکھلاہٹ کا مزہ لینے لگا۔ اس نے ایک قدم زینہ پر رکھا اور پھر پلٹ کر اوپر آ گئی اس کے دل میں خوف پیدا ہو گیا تھا۔ وہ چھت پر ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی اور پھر واپس جانے کو آسمان کی طرف نظر کی اور اس کے منہ سے سسکاری نکل گئی آخر وہ بولی۔ "تو کون ہے رے میری راہ کھوٹی کیوں کرتا ہے جانے دے۔"

رولو کا خاموش رہا اس کی بے چینی کا مزا لیتا رہا۔

وہ پھر بولی۔ "ارے تو کیسا مانس ہے ذرا میری اور دیکھ تو میں کیسی ہوں تو نے ایسی ناری کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ موئے دیکھ کر تو بڑے بڑے رشی منی گیانی سادھو اپنا منتر بھول جاتے ہیں اور میں ان پر تھوک کر چلی جاتی ہوں مگر میں پھر بھی تیرے پاس آنے کو تیار ہوں تو میرے قریب تو آ ایسی ناری پھر کہاں تجھے ملے گی۔"

اب رولو کا بولا۔ "تیرا اصل جو مجھے نظر آ رہا ہے تیرا بہروپ بہت خطرناک ہے مگر ان کے لئے جو تیرا اصل روپ نہیں دیکھ پاتے اب تو بتا تو کون ہے؟"

"بتادوں گی ضرور بتادوں گی پھر تو جانے دے گا روکے گا تو نہیں۔" وہ بولی۔

"تو میری مرضی سے جائے گی میں کوئی وعدہ نہیں کرتا۔ نہیں بتائے گی تو اور گھاٹے میں رہے گی بول تو کون ہے؟" رولو کا نے حکم دیا۔

"اچھا بتاتی ہوں ناراض تو نہ ہو، میری اور دیکھ تو پھر بتاؤں گی۔" وہ آواز کو جذبات انگیز بنا کر بولی۔

"دیکھ رہا ہوں ایک ننگی کتیا کو، تجھ میں اور اس میں کیا فرق ہے وہ بھی ننگی اور تو بھی ننگی۔" رولو کا نے جواب دیا۔

"بہت ظالم منش ہے تو، تجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا تو سن میں کالے جادو کی ایک بہت بڑی بیر ہوں۔ میرا نام پوانی ہے۔ ہم سات ہیں اور ہمارے نیچے ایک سو اکہتر بیر ہیں۔ وہ سب ہماری مدد کرتے ہیں میں کٹھنائی میں پڑی ہوں اور میرا ایک بھی بیر نہیں آیا اور گوبند بھگت بھی خاموش ہے۔ آخر تو کون ہے کہ تو نے سب کے دروازے بند کر دیئے؟ مگر میری شکتی کے بارے میں تجھے پتہ نہیں ہے بڑے بڑے رشی منی میرا جاپ کرتے ہیں اور کامیاب نہیں ہوتے، میں کسی کی نہیں ہوں جس کو خود پسند کروں اس کے پاس جاتی ہوں پر تو پتھر کا لگتا ہے۔"

رولو کا بولا۔ "ہاں میں پتھر کا آدمی ہوں میرا کسی عورت سے کیا واسطہ، تیری شکتی اور سارے چلتر مجھ پر کیا اثر کریں گے تو یہ بتا۔ اس گھرانے پر تو نے کیوں آفت ڈھائی ہے؟"

پوانی بولی۔ "بندرابن میں ایک شخص ہے اس نے نیک دفعہ مجھ پر دیا کی تھی اس کے بدلے میں، میں اس کا یہ کام کر رہی ہوں میرا کام اس خاندان کو پورا ختم کرنا ہے۔"

"بندرابن میں جو ہے اس کا نام بتا۔" رولو کا بولا۔

"اس کا نام گوبندو ہے اور وہ ایک ویران علاقے میں اکیلا رہتا ہے۔ تو اس تک نہیں جا پائے گا اس کے چاروں طرف اس کے بیر پہرہ دیتے ہیں اس کھوہ کے کئی دروازے ہیں۔" پوانی نے جواب دیا۔

"تو اس چھت پر قید ہے۔ میں آؤں گا تو تیرے بارے میں سوچوں گا بھاگنے کی کوشش نہ کرنا اور کرے گی تو ماری جائے گی۔"

یہ کہہ کر رولوکا بندرابن کی طرف روانہ ہوا اور رات تین بجے وہ اس علاقے میں تھا واقعی گوبند کے گھپا کے چاروں طرف بھانت بھانت کی شکلیں نظر آرہی تھیں مگر رولوکا بے دھڑک اس غار کی طرف بڑھ رہا تھا اس کو ایک گول دروازہ نظر آیا اور پھر حیرت انگیز طور پر وہ دروازہ مٹی اور پتھروں سے بھر گیا اور دروازہ بند ہوگیا اور آگے بڑھا۔

ایک ویسا ہی گول دروازہ پھر نظر آیا اور وہ بھی بند ہو گیا۔ چھ دروازے بند کرنے کے بعد وہ ساتویں دروازے پر کھڑا تھا اس کے چاروں طرف گوبندہ کے بیر تھے مگر وہ سب اس کو نہ دیکھ سکتے تھے مگر ان کو اس کی موجودگی کا احساس تھا۔

اب سب کی موجودگی میں اس نے ساتویں دروازے پر آگ جلادی۔ اس آگ میں دھواں زیادہ تھا اور وہ دھواں سیدھا غار کے اندر جارہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اندر سے بھاگ دوڑ کی آوازیں آنے لگیں مگر باہر کوئی نہ آیا

گوبند کا سارا علم اور شکتی اندر قید تھی وہ بیروں کو پکار رہا تھا اور اس کے بیر باہر اس کی مدد کرنے سے قاصر تھے کیوں کہ یہ آگ ہی اس قسم کی تھی کہ کوئی گندی شے اس کے نزدیک جاتے ہی راکھ ہو جاتی تھی۔ گوبند تو تھا ہی پورا کالا اور پھر اس کالے کو اس آگ نے راکھ میں تبدیل کر دیا اور اس کے سارے بیر ہوا میں تحلیل ہو گئے اور غار ایک دھماکے سے زمین میں بیٹھ گیا۔

اب صبح کے آثار نظر آنے لگے تھے رولوکا واپس مرادآباد روانہ ہوا اور اس نے دروازے پر دستک دی دروازہ یونس مرزا نے خود کھولا اور بولا۔ ''ارے حکیم صاحب آئے ہیں میں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔''

رولوکا بولا۔ ''تمہاری بیوی کی کیا حالت ہے بتاؤ؟''

یونس مرزا نے کہا۔ ''بالکل ٹھیک ہے اور ہر چیز بھی ٹھکانے پر رکھی ہے۔ آیئے پہلے ناشتہ کرلیں پھر باتیں کریں گے۔''

رولوکا بولا۔ ''چھت پر کسی کو نہ جانے دینا صرف آج کل میں بتاؤں گا۔''

یونس مرزا نے حیرت سے کہا۔ ''چھت پر کیا ہے حکیم صاحب؟''

''تمہارے گھر کی بیماری اوپر ہے اب وہ نیچے نہیں آئے گی اور کل وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔''

یونس بولا۔ ''میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا۔ آپ ابھی آئے ہیں اور آپ کو سب معلوم ہے۔''

''ایسا ہی ہوتا ہے مرزا صاحب۔ انسان پوری زندگی بھول میں گزار لیتا ہے اور جب عقل آتی ہے تو وقت پورا ہو چکا ہوتا ہے میرے خیال میں بھول میں زندگی بسر کرنے والے بہت فائدے میں ہوتے ہیں۔'' رولوکا نے جواب دیا۔

''درست فرمایا آپ نے زیادہ جاننے والے زیادہ تفکرات کا شکار ہوتے ہیں۔''

اور رولوکا مرادآباد کی سیر کو نکل گیا شام ہوتے ہی وہ واپس آگیا اور بولا۔

''مرزا صاحب میں تو رات چھت پر گزار دوں گا آپ کی بیماری کا مزاج پوچھوں گا۔''

''میں بھی آپ کے ساتھ چلوں، مدد کروں گا آپ کی۔''

''آپ کا شکریہ، وہ بڑی شرمیلی بیماری ہے، آپ کے سامنے نہیں آئے گی مجھ سے پردہ نہیں کرتی۔'' رولوکا مسکرا کر بولا۔ یونس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا پر گردن ہلا کر بولا۔ ''تو میں کھانا جلد لگوائے دیتا ہوں۔''

کھانے کے بعد رولوکا چھت پر آگیا۔ اوپر پوای اپنی پوری سج دھج کے ساتھ موجود تھی اس نے رولوکا کو دیکھا نہیں کیوں کہ وہ روپوشی کی حالت میں تھا مگر محسوس کر لیا اور بولی۔ ''میں بڑی ابھاگن ہوں کہ اپنے پیا کو دیکھ بھی نہیں سکتی۔''

''اور تو اس کو دیکھ بھی نہیں سکتی اس لئے کہ وہ راکھ کا ڈھیر ہو گیا ہے۔'' رولوکا بولا۔

''تونے گوبندو کو مار دیا۔'' وہ حیرت سے بولی۔

''ہاں مار دیا اس لئے کہ اس کا وجود انسانوں کے لئے سخت خطرے کا باعث تھا۔'' رولوکا بولا۔

''چلو اچھا ہوا! مجھے اس کے مرنے کا کیا غم اب تو تم میرے پریتم ہو۔'' وہ اٹھلا کر بولی۔

''تو پھر اس پریتم کے لئے اپنی اصلی شکل میں آجا اگر نہ آئی تو میں لے آؤں گا۔'' رولوکا بولا۔

پوانی نے ہاتھ جوڑے بنتی کری مگر رولوکا پر اس کا اثر نہ ہوا تو وہ زمین پر گر پڑی اور پھر رولوکا نے دیکھا کہ ایک نہایت کریہہ اور بدصورتی کا شاہکار ایک نہایت بوڑھی عورت جس کا بدن گندہ اور بدبودار تھا کھڑی تھی۔

رولوکا بولا۔ ''یہ ہے پوانی، اب تو بھی اپنے پریتم کے پاس روانہ ہو جا۔'' اور پھر جاگتے الو نے اس کو زمین سے اٹھا لیا اور آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔ رولوکا وہیں زمین پر لیٹ گیا اور صبح اٹھ کر نیچے آ گیا۔

مرزا نے کہا۔ ''ارے آپ زمین پر ہی سو گئے آواز دے دیتے، میں بستر پہنچا دیتا۔''

رولوکا بولا۔ ''بغیر بستر کے مجھے اچھی نیند آتی ہے اب مجھے اجازت دیں۔''

''ارے حکیم صاحب بغیر ناشتہ کے آپ کس طرح جائیں گے، پہلے ناشتہ کریں، یہ بتائیں بیماری کا کیا ہوا؟''

رولوکا بولا۔ ''بھاگ گئی، اب نہیں آئے گی۔''

☆......☆......☆

کرمو کے باپ دادا گیس بتی بنانے کا کام کرتے کرتے مر گئے باپ کا ورثہ ایک کیبن اور کچھ پرانی گیس بتیاں کرمو کو ملیں۔ باپ نے گیس بتی بنانے کا ہنر سکھا دیا تھا وہی کرمو کے کام آیا اور وہ باپ کی جگہ کیبن میں بیٹھ گیا۔ یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب بجلی عام نہ تھی سڑکوں پر پول لگے تھے اور ان پر لیمپ جلا کرتے تھے۔ شام ہونے سے پہلے ایک آدمی کاندھے پر سیڑھی لٹکائے اور ہاتھ میں تیل کا کنستر لے کر آتا تھا اور لیمپ کو صاف کر کے مٹی کا تیل ڈالتا اور لیمپ جلا کر چلا جاتا تھا۔ گھروں میں لالٹین یا چراغ جلا کرتے تھے دوکانوں پر گیس کی بتی جلتی تھی ا زمانے میں گیس بتی کا کام بہت تھا شادی بیاہ ہوں اور تقریب میں گیس بتی کی ضرورت پڑتی تھی اور اسے کرا پر لیا جاتا تھا پوری رات کے لئے ایک روپیہ تیل کے سا کرایہ تھا۔ مینٹل ٹوٹ گیا تو دوکاندار دو آنے اور لیتا تھا۔

سستا زمانہ تھا انسان کی ضروریات محدود تھیں لوگ پیدل سفر کیا کرتے تھے سائیکل جس کے پاس ہوتی تھ اس کو خوش حال سمجھا جاتا تھا۔ کرمو کی دوکان نکڑ پر تھی ا ایک زمانے سے تھی اس لئے مشہور بھی تھی۔ وہ مکان ایک ڈاکٹر کا تھا اس کے پاس سائیکل تھی وہ ڈاکٹر تو نہ تھا م ڈاکٹر کہلاتا تھا جنگ کے زمانے میں وہ فوج میں تھا او اسپتال میں کمپاؤنڈر تھا پھر کسی محاذ پر اس کی ٹانگ میں گو لگی اور اس کو فوج سے فارغ کر دیا گیا اور وہ واپس آ گ اور لوگوں کا علاج کرنے لگا اس نے کوئی دواخانہ نہ کھولا مگر اپنی سائیکل کو دواخانہ بنا ڈالا وہ صبح سات بجے گھر سے باہر سائیکل پر نکل جاتا۔ دواؤں سے بھرے تھیلے کو ہینڈل پر اچھی طرح جماتا اور کرمو کو سلام کر کے کسی طرف روانہ ہو جاتا وہ گاؤں گاؤں پھرتا تھا اور دور دراز کے لوگوں کا علاج کرتا تھا قریب کے سارے گاؤں والے اس کو جانتے تھے۔

وہ ہر گاؤں میں ایک دو روز کا وقفہ دے کر جاتا تھا، دام نہایت کم لیتا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ زیادہ پیسے لوگ نہ دے سکیں گے۔ اس کا انتظار لوگ کرتے تھے۔ ڈاکٹر کی ایک عادت شکار کی تھی۔ وہ جس علاقے میں سفر کرتا تھا وہاں پر شکار کی کمی نہیں تھی۔

شام کو ڈاکٹر تھکا ہارا کرمو کی دکان پر آ جاتا تھا۔ تو کرمو کا پہلا سوال یہ ہوتا تھا۔

''آج کیا مار لائے۔ ڈاکٹر کچھ ہماری ہانڈی کے لئے بھی ہے کہ نہیں۔''

ڈاکٹر کہتا۔ ''اب تو روز تو شکار لیتا ہے کبھی تیتر کبھی مرغی اور کہتا ہے کچھ ہے کہ نہیں۔''

''ارے ڈاکٹر میں تمہارا کرایہ دار ہوں پڑوسی ہوں

میرا کچھ حق ہے کہ نہیں۔" کرمو کہتا اور ڈاکٹر تھیلے میں سے نکال کر اس کو کچھ نہ کچھ دے ہی دیتا۔

یہ روز کا معمول تھا ڈاکٹر روز شکار کرتا تھا اور دیہاتیوں کا علاج کرتا تھا۔ اگر مریض کی حالت زیادہ خراب ہوتی تو وہ بتا دیتا اور اسپتال جانے کا مشورہ دے دیتا۔ گاؤں والے اس کو گھی دودھ اور اسی قسم کی دوسری اشیاء بھی پیسے کے بدلے دے دیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر کے دو بچے تھے لڑکی بڑی تھی جس کی عمر آٹھ سال اور لڑکا چھ سات سال کا تھا۔

ڈاکٹر ایسا آدمی تھا کہ اس کی ذات سے کسی کو بھی شکایت نہ ہوتی۔ محلہ پڑوس کے لوگ رات کو بھی کوئی دوائی لینے آ گیا تو اس نے دے دی کبھی انکار نہ کیا یہی بات اس کی بیوی میں تھی کہ گھر کا گزارہ ہو جاتا تھا بچوں کو اس نے سرکاری اسکول میں داخل کرا دیا تھا زندگی کی گاڑی سکون سے چل رہی تھی اگر اسی رفتار سے چلتی رہتی تو وہ کچھ نہ ہوتا جو ہوا۔

حالات نے پلٹا کھایا اور ڈاکٹر کے ساتھ ایک حادثہ ہو گیا اور وہ مر گیا۔ ہوا یہ کہ گاؤں کا ایک آدمی دینا ناتھ بھی تھا اس کو بھی پیلی بھیت آنا تھا۔ اب ڈاکٹر سائیکل پر تو نہیں چل سکتا تھا کیوں کہ سائیکل پر دو آدمیوں کے لئے جگہ ہی نہ تھی۔ ڈاکٹر بولا۔ "یار دینا ناتھ دیر ہو گئی ہے اب تو شکار کا بھی وقت نہیں ہے کیا خالی ہاتھ گھر جاؤں اور وہ کرمو بھی میرا انتظار کر رہا ہوگا۔"

"تو پھر ڈاکٹر کوئی چڑیا پنچھی ہی شکار کر لو۔" دینا ناتھ بولا۔

"ابے یار چڑیا سے کیا کام بنے گا ہاں کبوتر مل جائیں تو کام بن جائے گا۔ ایک دو کرمو کو دے دوں گا اور دو چار میرے گھر پک جائے گا۔"

دینا ناتھ جلدی سے بولا۔ "ارے تو سمجھ لو کام بن گیا۔ آگے ایک بند کنواں ہے جس میں پانی نہیں بلکہ یہ سمجھ لو گڑھا ہے اس میں بہت کبوتر ہیں وہاں سے تم پکڑ لینا۔"

ڈاکٹر خوش ہو کر بولا۔ "واہ بھئی واہ یہ تو نے اچھی کہی بس کام بن گیا۔"

اور پھر باتیں کرتے ہوئے دونوں کنوئیں کی جانب چل پڑے۔ کنوئیں کے قریب پہنچے تو دینا ناتھ بولا۔ "لو ڈاکٹر کنواں تو آ گیا اب تم کرو کوئی جتن اور کر لو شکار۔"

ڈاکٹر بولا۔ "بندوق کا شکار تو ہوگا نہیں ایسا کرتا ہوں میں کنوئیں کے اندر جاتا ہوں۔ تھیلا لے کر اندر تو اندھیرا ہے بس پکڑ پکڑ کر تھیلے میں بھر لوں گا۔" ڈاکٹر فوجی آدمی ڈر و خوف نام کی چیز سے ناواقف کنوئیں کے اندر اتر گیا کنوئیں کے منہ پر جھاڑیاں تھیں مگر اترنے کی جگہ تو تھی ہی۔

"دینا ناتھ پکڑ کبوتر وہ آیا تیرے پاس۔" اور پھر دینا ناتھ نے دیکھا کہ ڈاکٹر کی ایک ٹانگ اس کے سامنے پڑی تھی اس نے فوراً پہچان لیا وہی فوجی پتلون اور فوجی بوٹ ابھی وہ سناٹے میں ہی تھا کہ پھر آواز آئی۔ "لے دوسرا کبوتر۔" اور دوسری ٹانگ دینا ناتھ کے سامنے دھب سے کچی زمین پر گری اور اس میں سے خون نکل کر مٹی میں جانے لگا۔

اب دینا ناتھ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اس کا وہاں ٹھہرنا مشکل ہو گیا اور مارے ڈر کے وہ گاؤں کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور اس نے پلٹ کر نہ دیکھا۔ گاؤں جا کر اس نے سارا ماجرا گاؤں والوں کو بتایا مگر رات ہو گئی تھی اور راستہ اسی کنوئیں کی طرف سے تھا کسی نے آنے کی ہمت نہ کی مگر دینا ناتھ رات بھر سو نہ سکا اس کی نگاہوں کے سامنے بار بار وہی منظر آ رہا تھا اور وہ چونک چونک پڑتا تھا۔

"بھیا یہ آدمی کیوں جمع ہیں۔" کرمو نے بتایا۔

"رات کو ڈاکٹر اچھا بھلا آیا تھا روز دوکان پر بیٹھ کر مجھ سے دو چار باتیں کرتا تھا اور پھر گھر کے اندر جاتا تھا کل رات وہ آیا اور خاموشی سے اندر چلا گیا اور سو گیا، سویرے اندر سے رونے کی آواز آئی تو میں نے اس کی بیوی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ڈاکٹر نہ کچھ بولتا ہے نہ اٹھتا ہے۔ میں اندر

دوڑا ڈاکٹر چت پڑا تھا جیسے سو رہا ہو مگر اس میں زندگی کے آثار نہ تھے میں پھر واپس آیا اور دو چار آدمیوں کو لے کر اندر گیا مگر ڈاکٹر تو مر چکا تھا۔"

اب دینا ناتھ کے حیران ہونے کی باری تھی وہ بولا۔

"اس کی دونوں ٹانگیں تھیں کیا؟"

کرمو نے حیرت سے کہا۔ "ابے تو کیا وہ اڑ کر یہاں تک آیا تھا سائیکل چلا کر ٹانگوں سے ہی تو آیا تھا۔"

دینا ناتھ گھبرا کر بولا۔ "تم نے خود دیکھا تھا اس کو چل کر آتے ہوئے۔"

"ابے کیا گھاس کھا گیا ہے کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔" کرمو حیرت سے بولا۔

دینا ناتھ بولا۔ "بات بڑی عجیب ہے تجھ کو بتاؤں گا تو، تو بھی پیلا پڑ جائے گا۔"

"ابے تو بتا دے اور کر دے مجھے نیلا پیلا۔" کرمو غصے سے بولا۔ "غصہ نہ کر! پہلے میری بات سن! دراصل بات یہ ہے کہ ڈاکٹر کھٹیما گاؤں گیا تھا۔ پانچ بجے میں اور ڈاکٹر وہاں سے چلے راستہ میں ڈاکٹر نے کہا۔ دیر ہو گئی ہے شکار تو ملے گا نہیں خالی ہاتھ گھر جانا پڑے گا اور کرمو میرا انتظار کرتا ہوگا۔

تو میں نے کہا ڈاکٹر کچھ چڑیا پنکھی شکار کر لو تو ڈاکٹر نے کہا چڑیا سے کیا کام بنے گا کبوتر ہوتے تو کام چل جاتا۔ میں نے کہا ایک کنواں ہے بہت دن سے بند ہے اس میں کبوتر ہیں بس تم وہاں سے کبوتر پکڑ لینا ڈاکٹر اس پر راضی ہو گیا اور ہم دونوں کنوئیں پر آ گئے ڈاکٹر نے سائیکل کھڑی کر دی اور بولا میں اندر جاتا ہوں تھیلے بھر کر لے آؤں گا اور کنوئیں کے اندر اتر گیا۔ تھوڑی دیر میں ڈاکٹر کی آواز آئی دینا ناتھ لے پکڑ کبوتر اور ڈاکٹر کی ایک ٹانگ جڑ سے کٹی میرے سامنے دھب سے زمین پر گری اس کی پتلون اور بوٹ سے میں نے پہچان لیا کہ یہ ڈاکٹر کی ٹانگ ہے پھر آواز آئی اور دوسری بھی آ گئی اب تو میرے اوسان خطا ہو گئے اور میری سمجھ میں کچھ نہ آیا اور میں ڈر کے مارے گاؤں کی طرف دوڑ آیا۔ پوری رات میرے سامنے وہی منظر آتا رہا۔ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ ڈاکٹر کی ٹانگیں تھیں کیا۔"

اب کرمو پر حیرتوں کے پہاڑ گر پڑا اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا وہ بڑی مشکل سے بولا۔

"یہ تو کچھ چکر ہے اور ڈاکٹر دونوں ٹانگوں پر چل کر آیا تھا، تو کہتا ہے دونوں ٹانگیں کٹ گئی تھیں ارے کٹ گئی تھیں تو پھر جڑ کیسے گئیں یا تو تو جھوٹا ہے یا میری آنکھوں نے دھوکا دیا ہے۔"

دینا ناتھ بولا۔ "بھیا ہم تو گاؤں کے پنگے ہیں ہماری کھوپڑیا میں تو یہ گورکھ دھندا نہیں رہا ہم نے تو جو دیکھا تم کا بتلا دیا ہے تم جھوٹ جانو سچ جانو تمہاری مرضی ہے۔"

"سمجھ میں تو میری بھی کچھ نہیں آ رہا کیوں کہ میں نے ڈاکٹر کو دونوں ٹانگوں پر چل کر آتے کل شام کو دیکھا تھا۔ خیر بھیا اب تو ٹانگ کا کیا قصہ وہ بے چارہ تو رات سوتا کا سوتا رہ گیا کچھ بتلا بھی نہ سکا۔" کرمو بولا۔

"ہاں یہ بات تو ہے ٹانگ نہ بھی ہوتی تو بھی کیا، پر یہ بات کتنی حیرت کی ہے اب تو بھیا میں اس کنواں سے کنی کاٹ کر نکلا کروں گا ایسا لاگت ہے کوئی بلا ہے اندر۔" دینا ناتھ بولا۔

"ارے اب اس کی بات نہ کر دل دہلائے دے رہا ہے اب تو جا اور کسی سے یہ بات نہ کرنا ورنہ تجھے لوگ پاگل کہیں گے کیوں کہ غسل دینے والے اور سب آدمیوں نے اس کی دونوں ٹانگیں دیکھی ہیں۔" کرمو بولا۔

"ارے نہیں بھیا میں کا ہے کہوں گا تم بھی میرے کہے کو تو بھول جاؤ، سمجھ لو میں نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔"

اور دینا ناتھ حیرتوں کا پہاڑ سر پر اٹھائے واپس چلا گیا اور سارا واقعہ اس نے اپنی جورو سے بیان کر دیا اس نے ہو بہو پڑوسن ساتھی کو بتایا اور اس طرح دو تین دن میں پورے گاؤں کو خبر ہو گئی اور لوگوں نے وہ راستہ ہی چھوڑ دیا کچھ دن میں پورے علاقے میں یہ بات پھیل گئی۔

ڈاکٹر کوئی سرمایہ دار آدمی نہ تھا روز کنواں کھودتا تھا اور کھاتا تھا۔ چند روز کے بعد ہی اس کے گھر میں جو ہے

بھوک کے مرنے لگے بچے بھوک سے پریشان ہو گئے۔

کرمو قریبی آدمی تھا اندر کے حالات اس کی نظر میں تھے اس نے دروازے پر ڈاکٹر کی بیوی کو بلا کر کہا۔ "اب ڈاکٹر رہا نہیں تم عورت ذات کیا کرو گی بچے چھوٹے ہیں اور تمہارا قریب دور کا کوئی عزیز میں نے اب تک نہیں دیکھا ان حالات میں تم کیا کرو گی اور بچے کس طرح پالو گی تم کو کوئی دیوار کا سہارہ تو لینا ہو گا اس معاشرے میں اکیلی عورت زندہ نہیں رہ سکتی اس کو سب کٹی پتنگ سمجھتے ہیں ہر کوئی لوٹنا چاہتا ہے مل گئی تو ٹھیک اور نہ ملی تو تکا بوٹی کر کے نالی میں ڈال دیا۔ میں ایک زمانے سے یہاں پر ہوں کسی عیب میں نہیں ہوں بیڑی تک نہیں پیتا میں نے اب تک تم کو دیکھا تک نہیں ہے میری بات پر بڑے ٹھنڈے دماغ سے سوچنا اور خرچ کی فکر نہ کرنا کسی سے قرض ادھار ہرگز نہ کرنا میری زندگی میں تم اور تمہارے بچے بھوکے نہیں رہیں گے۔"

ڈاکٹر کی بیوی جس کا نام بانو تھا خاموشی سے کرمو کی ہمدردی کی باتیں سنتی رہی مگر بولی کچھ نہیں کرمو نے پھر کہا۔ "تم نے اگر میری بات سنی ہے تو جواب دو۔"

بانو بولی۔ "میں تمہاری بات پر غور کروں گی۔"

کرمو بولا۔ "ٹھیک ہے ابھی تو تم عدت میں ہو راشن اور روز کا پکانے کا سامان تم کو پہنچا دوں گا۔"

وقت گزرنے لگا کرمو روزانہ سبزی ترکاری پہنچانے لگا۔

کہاوت ہے کہ منہ کھاتا ہے تو آنکھ شرماتی ہے بانو بھی کرمو کے بارے میں غور کرنے لگی اور آخر اس نے دیوار کا سہارا لینے کا فیصلہ کر لیا اور اپنا فیصلہ کرمو کو بتا دیا۔

عدت پوری ہوتے ہی کرمو نے قاضی صاحب کو بلا لیا اور دو چار پڑوس کے آدمی آ گئے اور بانو کا نکاح کرمو کے ساتھ ہو گیا۔

لوگ کہتے تھے کہ کرمو کے نصیب میں بیوی نہیں ہے کیوں کہ وہ رنگ کا سیاہ کالا تھا اور ناک نقشہ بھی واجبی سے گیا گزرا تھا اور کوئی سرمایہ دار بھی نہ تھا باپ دادا کے زمانے کا کھنڈر گھر تھا جو کہ آدھا گر گیا تھا اور کرمو نے اس کو مرمت نہیں کرایا تھا اس کی ضرورت کے لئے ایک کوٹھری کافی تھی جہاں پر رات کو جا کر وہ سوتا تھا دن بھر تو دوکان پر گیس بتیوں میں ہوا بھرتا رہتا تھا۔ نکاح کے بعد تو اس کے وہاں جانے کی ضرورت ہی نہ رہی دن بھر دوکان پر کام کرتا مگر پھر بھی اس نے اندازہ کیا کہ گزارہ کھینچ تان کر ہوتا تھا اس نے بانو سے مشورہ کر کے گھر کے اندر کا کچھ حصہ اور لے کر دوکان کو بڑا کر لیا اور کچھ پرانی گیس بتیاں خرید لیں اور ان کی مرمت کر کے ان کو بھی کرائے پر چلانے لگا اسی دوران اس کے کھنڈر مکان کا گاہک آ گیا اور کرمو نے اس کو فروخت کر دیا اور اس پیسے کو کاروبار میں لگا دیا بانو نے اس کو جو مشورہ دیا وہ اس پر چلتا رہا اور کامیاب رہا۔

"تم نے جو مشورہ دیا اچھا دیا، اب ہماری دوکان میں نئی سائیکلیں بھی ہیں ان کے پرزے بھی ہیں کوئی گاہک واپس نہیں جاتا کام بڑھ گیا ہے کہو تو کوئی آدمی اپنی مدد کو رکھ لوں کیوں کہ سائیکل میں ہر وقت کام نکلتا ہے پھر مرمت کا کام بھی آ رہا ہے۔" کرمو نے بانو سے پوچھا۔

"انشاءاللہ کام تو اور بڑھے گا آدمی تو رکھنا ہی ہو گا ضرور رکھ لو۔" بانو بولی۔

اور ایک مستری کرمو نے سائیکل کے کام کا رکھ لیا پھر بھی کام کنٹرول میں نہ آیا تو ایک ہلپر رکھ دیا اور دوکان پر بھیڑ رہنے لگی نئی گیس بتیاں بھی بکنے لگیں اور کرائے پر دور دور جانے لگیں باراتوں کے کام آنے لگیں اور اس کی مشہوری اتنی ہو گئی کہ جس کو سائیکل کی ضرورت ہوتی وہ دوڑا کرمو کے پاس ہی آتا مرمت کرانی ہو یا کوئی پرزہ ڈالنا ہو کرمو کے پاس لوگ آتے اور کرمو کچھ ہی روز میں کرم داد سیٹھ بن گیا۔

وہ کہتا۔ "بانو یہ سب تمہارے نصیب کا ہے میرا نصیب تو وہ تھا جو ڈاکٹر کے زمانے میں تھا۔"

بانو کہتی۔ "میرے نصیب میں ہوتا تو ڈاکٹر کیوں مرتا بلکہ یہ سب تمہاری محنت کا پھل ہے۔"

کرمو نے دونوں بچوں کو بھی باپ بن کر پالا لڑکی بڑی تھی اور کرمو کو ابا کہتی تھی لڑکا بھی ابا کہتا تھا کرمو دونوں کی ضروریات کا خیال رکھتا تھا ویسے تو گھر میں خوش حالی تھی۔ بانو بھی خوش تھی وہ اڑوس پڑوس کی غریب عورتوں کی مٹھی بند کر کے مدد کر دیا کرتی تھی۔ اس لئے اہل محلہ اور عورتیں اس کی عزت کرتی تھیں۔

کرمو کی کوئی اولاد نہ ہوئی حسرت تو اس کی تھی مگر خدا کی مرضی سمجھ کر صبر کرتا تھا۔

انسان پر اگر وقت مہربان ہو تو مٹی میں ہاتھ ڈالتا ہے اور وہ سونا بن جاتی ہے کرمو پر وقت نے کرم کر دیا تھا۔ اب اس کے کئی نوکر تھے اس نے اپنی رہائش دوسرے گھر میں کر لی تھی اور ڈاکٹر کے پورے مکان کو دوکان اور گودام کے طور پر استعمال کر رہا تھا وقت بدل چکا تھا کرم داد سیٹھ بہت مشہور آدمی تھا مگر اس کے رکھ رکھاؤ میں فرق نہیں آیا تھا محلہ کے لوگوں سے اسی انداز میں ملتا تھا جیسا کہ پہلے تھا پھل دار درخت جھک جاتے ہیں کرم داد بھی اور جھک گیا تھا محلے کی مسجد کا پورا خرچ وہ نہایت خاموشی سے دیتا تھا۔ امام صاحب اور مدرسہ کا خرچ بھی ادا کرتا تھا اور یہ بات صرف بانو کو پتہ تھی۔ رمضان میں افطار کا پورا انتظام کرتی تھی اور گھر سے پکوان پکوا کر روزہ داروں کے لئے بھجواتی تھی۔

نفیسہ نے میٹرک کر لیا تو بانو کو اس کی شادی کی فکر ہوئی۔ ''اب لڑکی کی بھی فکر کرو نفیسہ میٹرک کر چکی ہے لڑکی کے لئے اتنی تعلیم بہت ہے۔'' ایک دن بانو نے کرم داد کو کہا تو کرم داد بولا۔ ''دیکھو وقت کتنی جلدی گزر گیا۔ کچھ پتہ ہی نہ چلا۔''

''ایسا ہی لگتا ہے یہ نصیب کی بات ہے ایسے بھی اس دنیا میں ہیں جن کو ایک ایک دن گزارنا بھاری ہے۔ یہ بات تو تم نے ٹھیک کہی انسان کے بس کی بات نہیں ہے یہ سب اللہ کا کرم ہے کہ آج میں خوش حالی کی زندگی گزار رہا ہوں ورنہ میں کیا ہوں میری اوقات کیا ہے میرے باپ دادا کیس بنی مرمت کرتے کرتے مر گئے اور مجھے پروردگار نے نواز دیا یہ سب تمہارے نصیب کا ہے۔''

''اچھا یہ باتیں چھوڑو اور کوئی لڑکا تلاش کرو بس نیک ہو چال چلن کا اچھا ہو۔''

''اب تم نے حکم دے دیا ہے تو ہمارا کام حکم پورا کرنا سو کریں گے۔'' کرم داد بولا۔

''جلدی ہو جائے تو اچھا ہے میں نے سب تیاری کر لی ہے زیور کپڑا سب موجود ہے برتن بھی کچھ خرید لئے ہیں۔''

''اور تم نے مجھے ہوا بھی نہیں لگنے دی اندر اندر یہ سب کر لیا۔'' کرم داد بولے۔

''میں ماں ہوں ہر ماں یہ کرتی ہے جتنی اس کی چادر ہوتی ہے مگر کرتی ضرور ہے میں نے نرالی بات نہیں کی۔'' بانو بولی۔

''میں بڑا نصیب کا سکندر ہوں اللہ نے دیر میں دی مگر عورت دی تو ایسی دی۔'' اور ہنس پڑا۔

''اچھا اب اور زیادہ نہ بناؤ میں نے جو کام بتایا ہے وہ تم کو کرنا ہے۔'' بانو نے جواب دیا۔

''کریں گے گلے گلے پانی میں کریں گے بیگم کا حکم ہے آخر۔'' کرم داد خوش دلی سے بولے۔

اب کرم داد نے چاروں طرف نظریں دوڑانا شروع کر دیں اور اپنے دوستوں سے بھی تذکرہ کر دیا ان کے دوست بھی کھاتے پیتے کاروباری لوگ تھے۔ ٹھیکیدار خرم خان کا لڑکا انو۔ خان پسند آ گیا پڑھا لکھا اور باپ کے ساتھ کام کرتا تھا نہایت نیک اطوار باپ کی طرح ایک دو ملاقاتوں میں ہی بات پکی ہو گئی اور منگنی کی رسم ادا کر دی گئی تین مہینہ کے بعد شادی طے پا گئی۔

دونوں گھرانوں میں تیاریاں زور شور سے ہونے لگیں گھروں پر نیا چونا سفیدی ہونے لگی۔ مہمانوں کے لئے کمرے سجائے جانے لگے باراتیوں کی فہرستیں بننے لگیں ملازمین کے لئے اس خوشی کے موقعہ پر جوڑے بنوائے گئے شادی کو ایک ہفتہ رہ گیا تو ایک آدمی جو کہ پہلی بھیت کا نہیں لگتا تھا کرم داد کے پاس آیا اور بولا۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے مگر اکیلے میں۔"

کرم داد بولا۔ "کچھ کاروباری بات ہے تو یہیں کر لو۔"

وہ بولا۔ "نہیں کچھ اور بات کرنی ہے، نہیں کرو گے تو زیادہ بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔"

کرم داد بولا۔ "میں نے بات کرنے سے انکار کب کیا ہے آؤ اندر بات کرتے ہیں۔" اور وہ اس آدمی کو لے کر اندر آ گیا اور بولا۔ "اب بتاؤ کیا بات ہے؟"

وہ آدمی بولا۔ "مجھ سے یہ مت پوچھنا کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں اور اگر پوچھو گے تو نہیں بتاؤں گا تم صرف میری بات سنو گے اور اس پر عمل کرو گے۔"

"ارے کچھ بتاؤ تو۔" کرم داد الجھ کر بولا۔

"جس لڑکی کی تم شادی کر رہے ہو یہ تمہاری نہیں ہے یہ لڑکی اس ڈاکٹر کی ہے جو مر چکا ہے تم اس کے سوتیلے باپ ہو مگر کان کھول کر سن لو اس کی شادی نہیں ہوگی۔"

"یہ ٹھیک ہے مگر میں نے اپنی لڑکی کی طرح اس کو پالا ہے تو شادی بھی کروں گا تم کیوں نہیں چاہتے کہ اس کی شادی ہو مجھے میرے فرض سے کیوں روک رہے ہو۔"

"تم کو پوری بات کا پتہ نہیں ہے اس ڈاکٹر نے میرے گھر میں آ کر میرے دو بچوں کو مار ڈالا تھا۔ میں اس واقعہ کو کیوں کر بھول سکتا ہوں میں اس کی اولاد کو کیسے پھلنے پھولنے دوں گا آج لڑکی کی اور کل لڑکے کی باری ہے میں نے ان کے بڑے ہونے کا انتظار کیا ہے اس نے میرے بچے مارے تھے میں بھی ماروں گا مگر اس طرح کہ پھر کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔"

"ڈاکٹر نے تمہارے بچے مارے یہ کب کی بات ہے وہ تو بڑا سیدھا سادا انسان تھا۔" کرم داد بولا۔

وہ گوشت خور تھا وہ اس کی تلاش میں میرے گھر میں کود پڑا اور میرے بچوں کے گلے پر چھری چلا دی دونوں مر گئے اور پھر میں نے ڈاکٹر کو بھی رات میں مار دیا اور کیا کرتا۔"

"میری سمجھ میں پوری نہیں آئی ڈاکٹر تمہارے گھر کیوں گیا تھا۔" کرم داد بولا۔

"وہ کبوتر تلاش کرنے اس کنوئیں میں اترا تھا جس میں میرا گھر ہے اور اس نے وہیں پر یہ واردات کی میں خاموش رہا اس لئے کہ وقت آنے پر وار کروں گا۔" وہ بولا۔

اب کرم داد کی سمجھ میں کچھ کچھ آنے لگا تھا وہ بولا۔

"تم نے جو کہا وہ درست ہے مگر اس میں اس کے بچوں کا کیا قصور ہے انہوں نے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے۔"

"مگر یہ ہیں تو اس کے بچے، میں اس کی نسل نہیں رہنے دوں گا اس نے میری آخری عمر کی اولاد کو مارا ہے میری نسل ختم کی ہے میں بھی وہی کروں گا۔"

کرم داد سمجھ چکا تھا کہ یہ کون ہے اور کیا کر سکتا ہے اس سے لڑائی جھگڑا نقصان ہی کرے گا اس لئے بولا۔

"مجھے بہت دکھ ہوا، تمہارے ساتھ بہت برا ہوا ہے مگر تم اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرو معاف کرنے والے کا رتبہ اللہ کی نظر میں بہت بلند ہوتا ہے۔"

"تم اس لئے کہہ رہے ہو کہ تم بے اولاد ہو اگر تمہارے ساتھ ایسا ہوتا تو تم بھی میرے انداز میں سوچتے بہر حال تم اس شادی کو روک دو اور اگر نہ روکا تو عین شادی والے دن تم کو برا دیکھنا پڑے گا میں چھوڑوں گا نہیں تم سے میری لڑائی نہیں ہے اس لئے کہنے آیا ہوں اب سب کچھ تمہارے ہاتھ ہے۔" اور وہ اچانک غائب ہو گیا۔

دینا ناتھ نے جو کچھ بتایا تھا وہ اس کی سمجھ میں اب آیا۔ ڈاکٹر تو شکاری تھا وہ کنوئیں کے اندر گیا اور اس نے دو کبوتر پکڑ کر حلال کر ڈالے وہی اس بوڑھے جن کے بچے تھے اور پھر اس نے ڈاکٹر کو رات میں ختم کر دیا اور اس کی اولاد کے جوان ہونے کا انتظار کرتا رہا اور اس لئے لے آ گیا یہ بارات کے دن دلہن کو مار بھی سکتا ہے یا بے چارے بے گناہ دولہا کو ہی مار دے کہ شادی نہ ہو کرم داد کا دماغ چکرا کر رہ گیا یا اللہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا تو وہ ٹھیکیدار خرم خان کے پاس چلا گیا خرم خاں اس کو دیکھ کر بولے۔

"آؤ بھئی کرم داد کیسے آنا ہوا۔"

کرم داد بولا۔ ''سخت پریشان ہوں کوئی راہ سمجھ نہ آئی تو تم سے مشورہ کرنے دوڑا آیا ہوں۔''

''ارے ایسی بھی کیا پریشانی بتاؤ تو۔'' خرم خان بولے۔

''میں جو بتاؤں گا تم اس پر اعتبار کرنا میں ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں کہوں گا یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بہت سی باتیں تمہارے لئے نئی ہوں گی اور حیرت انگیز بھی ہوں گی مگر وہ سچ ہوں گی۔''

''کچھ بتلاؤ تو، تم تو بس تمہید ہی باندھتے چلے جا رہے ہو۔'' خرم خان بولے۔

''جو لڑکی تمہاری بہو بننے جا رہی ہے وہ میری اولاد نہیں ہے مگر میں نے اولاد کی طرح ہی اس کی پرورش کی ہے میں جانتا تھا تم چونکو گے ضرور مگر یہی حقیقت ہے۔'' کرم داد نے کہا۔

''تو پھر کس کی لڑکی ہے۔'' خرم خان بولے۔

''میں نے بیوہ سے نکاح کیا تھا اس کے ساتھ دو بچے تھے ایک لڑکی اور ایک لڑکا میری دوکان جس مکان میں ہے اس کا مالک ایک ڈاکٹر تھا وہ گاؤں گاؤں جا کر علاج کرتا تھا اور روزی کماتا تھا۔

بہت نیک آدمی تھا۔ میں اس وقت ایک معمولی آدمی تھا وہ مجھے روز شکار کا گوشت کھلاتا تھا کیوں کہ وہ واپسی میں کچھ نہ کچھ شکار ضرور کرتا تھا اور پھر یوں ایک دن ایک گاؤں سے آتے ہوئے دیر ہو گئی شکار کا وقت ہی نہ رہا اس کے ساتھ گاؤں کا آدمی دینا ناتھ بھی تھا۔ دینا ناتھ نے اس کو بتایا کہ ایک کنوئیں میں کبوتر ہیں اور ڈاکٹر اس کنوئیں میں اتر گیا کنواں ایک زمانے سے بند تھا اور کئی جگہ سے گر گیا تھا جھاڑیاں اور گھاس اگی ہوئی تھیں۔

ڈاکٹر کے اندر جاتے ہی ڈاکٹر کی آواز آئی لے پکڑ کبوتر اور دینا ناتھ کے سامنے ڈاکٹر کی ایک تازہ کٹی ٹانگ دھب سے گر پڑی اس کے بوٹ اور پتلون سے اس نے پہچان لیا کہ یہ ڈاکٹر کی ہی ٹانگ ہے پھر آواز آئی لے اور پکڑ دوسری ٹانگ بھی دھب سے زمین پر گری وہ بھی ڈاکٹر کی ٹانگ تھی اب تو دینا ناتھ کے اوسان خطا ہو گئے اور ڈر کے مارے گاؤں کی طرف دوڑا اور پھر اس نے سارا ماجرہ گاؤں والوں کو بتایا رات کو تو کوئی آنے کی ہمت نہ کر سکا مگر سویرے دینا ناتھ کے ساتھ دو چار آدمی اس کنوئیں پر آئے مگر یہاں پر کچھ نہیں تھا نہ سائیکل تھی نہ ٹانگیں اور نہ وہ رسی جس کے ذریعہ ڈاکٹر کنوئیں میں اترا تھا۔ پھر صبح کے وقت دینا ناتھ نے مجھے یہ سارا واقعہ سنایا مگر ڈاکٹر تو رات کو سوتے میں مر چکا تھا۔ میں نے خود اس کو دیکھا تھا وہ دونوں ٹانگوں پر چل کر آیا تھا مگر اس نے اس دن مجھ سے کوئی بات نہ کی اور سیدھا اندر چلا گیا تھا جبکہ دینا ناتھ کا بیان تھا کہ اس نے اس کی کٹی ہوئی ٹانگیں دیکھی تھیں ہم دونوں کی سمجھ میں اس وقت یہ بات نہیں آئی تھی جھوٹا دینا ناتھ بھی نہ تھا اور میں بھی نہ تھا جو اس نے دیکھا تھا بتایا تھا اور جو میں نے دیکھا تھا وہ بھی سچ تھا اصل بات دونوں کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

ڈاکٹر کی بیوہ کا کوئی سہارا نہ تھا ڈاکٹر روز کنواں کھودتا تھا اور پانی پیتا تھا اس کے پاس جمع شدہ کچھ نہ تھا میں خود غریب تھا مگر مدد کرنا بھی چاہتا تھا تو میرے دماغ میں یہی بات آئی کہ میں بیوہ سے نکاح کر لوں تاکہ لوگوں کو انگلیاں اٹھانے کا موقعہ نہ ملے اور میں نے ڈاکٹر کی بیوہ سے نکاح کر لیا۔ پھر خدا نے میرے کام میں برکت دی اور بچوں کے نصیب کا مجھے ملنے لگا میں نے بھی یہ سمجھ کر کہ یہ ان کے نصیب کا ہے ان کی پرورش میں کمی نہ کی وقت بڑا اچھا گزرا اور بچے بڑے ہونے لگے اور میں نے لڑکی کی شادی تمہارے لڑکے سے طے کر دی بات اگر یہاں پر ختم ہو جاتی تو بھی ٹھیک تھی مگر آج ایک نئی مصیبت میرے سامنے آ گئی۔

آج میرے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے بتایا کہ ڈاکٹر کو اس نے ہی رات کو سوتے میں مارا تھا کیوں کہ ڈاکٹر نے اس کے دو بچے ہلاک کر دیئے تھے وہ اسی کنوئیں میں رہتا ہے اب ڈاکٹر کی لڑکی کی شادی میں نہ کروں کیوں کہ اس کی اولاد کی خوشی وہ نہیں دیکھ سکتا ڈاکٹر نے اس کی

نسل ختم کی وہ بھی اس کی اولاد کو خوش نہیں رہنے دے گا۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم پر کوئی آفت آئے اس شادی کو روک دیا جائے جب حالات ہمارے قابو میں آئیں گے تو پھر شادی کر لیں گے۔'' کرم داد نے اپنی بات پوری کی۔

''تم نے تو یہ بڑی خوفناک کہانی سنا دی میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ شادی روکنے کی وجہ کیا بیان کروں گا۔'' خرم خان حیرانی سے بولے۔

''میری حالت بھی تم سے مختلف نہیں ہے میں تمہارے پاس مشورہ کرنے آیا ہوں دونوں مل کر ہی اس عجیب وغریب پریشانی کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔'' کرم داد نے کہا۔

''وہ جو تمہارے پاس آیا تھا قوم جنات میں سے تھا سنا ہے یہ لوگ ان جگہوں پر رہتے ہیں جہاں پر انسان کا گزر نہیں ہوتا وہ کنواں بند تھا اس کے اندر کسی انسان کے جانے کا امکان نہ تھا تو اس نے اس کو اپنا مسکن بنا لیا تھا اور کبوتر کی شکل میں اندر باہر جاتا ہوگا دینا ناتھ نے یہ دیکھا ہوگا تو اس نے ڈاکٹر کو بتا دیا اور ڈاکٹر ان کے شکار کے لئے اندر اتر گیا اور یہ واقعہ ہوا اب وہ اس کی اولاد کو برباد کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے ہم کو ایسا آدمی تلاش کرنا ہوگا جو ہمارے اور اس کے درمیان راضی نامہ کر دے یا اس پر قابو پا لے۔'' خرم خان بولے۔

''مگر ایسا آدمی کہاں ملے گا۔ جو جنات سے رابطہ کرتا ہو۔'' کرم داد بولے۔

''ایسے آدمی ہیں تو مگر چونکہ ہمیں کبھی ان کی ضرورت نہیں پڑی اس لئے ان کو ہم نہیں جانتے۔'' خرم خان نے کہا۔

''تو پھر شادی کے بارے میں کیا ارادہ ہے؟'' کرم داد نے پوچھا۔

''ان حالات میں شادی کا سوال ہی نہیں اٹھتا حالاں کہ میری تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔'' خرم خان نے کہا۔

''جہاں تک تیاریوں کا تعلق ہے تو میں کھانا پکانے والے کو بیعانہ بھی دے چکا ہوں۔''

''مگر اب یہ نقصاں تو برداشت کرنا ہوں گے۔'' کرم داد بولے۔

''کریں گے برداشت اور انشاء اللہ وقت آنے پر شادی بھی کریں گے۔'' خرم خان بولے۔

''تم نے میرے حالات کو سمجھ لیا ہے اور اپنا فیصلہ بھی سنا دیا ہے میں تمہارا شکریہ کس منہ سے ادا کروں تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو میری سچائی کو کہانی سمجھ کر نظر انداز کر دیتا میں اس کا کیا کر سکتا تھا تم اور میں دونوں ایسے آدمی کو تلاش کریں جو ہمارا مسئلہ حل کر دے۔'' کرم داد نے کہا۔

''تمہاری اور میری رشتہ داری تو اس دن ہی ہو گئی تھی جب ہم نے رشتہ پکا کر دیا تھا۔'' خرم خان بولے۔

''یہ تمہاری خاندانی شرافت وضعداری کا ثبوت ہے ورنہ لوگ تو برا وقت آتے ہی کنی کاٹ جاتے ہیں۔ میں تمہارا احسان مند ہوں تم نے میری لاج رکھ لی۔'' کرم داد نے گردن جھکا کر کہا۔

''فکر نہ کرو بھائی کرم داد تم اکیلے نہیں ہو میں تمہارے ساتھ ہوں اس مصیبت کا مقابلہ مل کر کریں گے اللہ نے ہر چیز کا علاج رکھا ہے ہماری نیت نیک ہے تو کوئی نہ کوئی حل ہی جائے گا۔'' خرم خان بولے۔

اور شادی ملتوی کر دی گئی کہا یہ گیا کہ لڑکی کی والدہ اچانک بیمار پڑ گئی ہے۔

وقت گزرتا رہا آخر ایک دن خرم خان ایک آدمی کو لے کر کرم داد کے پاس پہنچے اور بولے۔'' یہ چرن داس ہیں بہت مشہور آدمی ہیں ان کا کام ہی یہ ہے کہ جن بھوت پریت پر قابو پائیں۔ تم ان سے بات کرو۔''

کرم داد نے آنے والے کو غور سے دیکھا اس کے بدن پر صرف ایک دھوتی تھی اوپری بدن سے ننگا تھا سر گنجا تھا مگر چوٹی نظر آ رہی تھی ماتھے پر تین سیندور کی لکیریں پڑی تھیں اور آنکھوں میں غیر معمولی چمک تھی شکل لبوتری تھی اور اس میں چالاکی اور ہوشیاری نظر آتی تھی۔ پیر میں کھونٹی

والی کھڑا اون تمہیں آدمی ہوشیار نظر آتا تھا۔

کرم داد نے کہا۔ ''سوامی جی کام بس یہ ہے کہ ایک جن قابو کرنا ہے اس کی وجہ سے شادی رکی پڑی ہے۔'' سوامی نے لاپرواہی سے کہا۔ ''چھنامت کریہ تو کوئی کام ہی نا ہے بڑے سورما جن قابو کر لئے اس سسرے کا پرنتو چوکھا کام کرن کے دام بھی چوکھے ہوں گے۔''

کرم داد بولے۔ ''دام تو ہم دیں گے آپ بتاؤ کتنا خرچہ ہو جائے گا۔''

''تین سو روپیہ ہمارے کام کا اور سو روپیہ کا خرچ الگ ہوگا۔'' سوامی بولے۔

''ہے تو بہت زیادہ پر کام تو کروانا ہے اس لئے منظور ہے۔'' کرم داد نے کہا۔

''تو پھر بچہ ہمکا وہ جگہ دکھلا دے جو اس جن کا استھان ہے اور ہمارا محنتانہ ادا کر دے اور سمجھ لے کہ تیرا کام ہو گیا۔''

''روپے تو میں ادا کروں گا پر وہ جگہ میں نے نہیں دیکھی جو اس کا ٹھکانہ ہے۔ دینا ناتھ کو وہ جگہ پتہ ہے وہی تم کو وہاں پر لے کر جائے گا۔'' کرم داد نے روپے اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

سوامی نے روپے گنے نہیں اور اپنی دھوتی میں اڑس کر بولا۔ ''تو کب دینا ناتھ کو لے آئے گا۔''

''پرسوں سویرے تم آ جانا اور ساتھ لے جانا۔'' کرم داد نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے تو میں پرسوں سویرے آ جاؤں گا۔'' اور سوامی چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد خرم خان بولے۔

''آدمی ذرا کھرا ہے اور لالچی بھی ہے مگر اس کے بارے میں سنا یہ ہے کہ کام پکا کرتا ہے۔''

''کوئی بات نہیں ہمارا کام کر دے روپے کا کیا ہے آتا جاتا رہتا ہے۔''

دینا ناتھ کرم داد کو دیکھ کر تعجب سے بولا۔ ''ارے سیٹھ کا ہے کشٹ کیا آون کا۔''

کرم داد بولے۔ ''تمہاری ضرورت پڑ گئی ہے اس لئے آئے ہیں۔''

''کا ضرورت پڑ گئی۔'' دینا ناتھ نے پوچھا۔

''ارے دینا ناتھ اس جن نے ہمارے لئے مشکل کھڑی کر دی ہے اس کو تو قابو کرنا ہے۔''

''ارے لوتو کا ہم قابو کریں گے اوکا ارے پورے گاؤں مارے ڈر کے وہ رستہ چھوڑ دیا ہے اور ہم نے تو مدت ہوئی اس طرف نظر نہیں کی اور ہم جن پر قابو کریں گے کا بات کرے ہو بھیا۔'' دینا ناتھ ڈر کے مارے کانپنے لگا۔

کرم داد بولے۔ ''پوری بات تو سن لو تم کو صرف اتنا کرنا ہے کہ وہ جگہ ایک آدمی کو دکھا دو وہ بڑا ہوشیار کرد ہے وہ اس جن پر قابو پالے گا۔''

''اور اگر اس جن نے ہم پر قابو پا کر لیا تو ہم تو گئے ہو گیا کلیان ہمارا تو۔''

''ارے بھئی دور سے دکھلا دینا اور دوڑ جانا تیرے جانے کے بعد وہ کام کرے گا۔'' کرم داد نے کہا۔

دینا ناتھ نے کہا۔ ''کام بڑا جوکھم کا ہے پھنسوانہ دینا۔''

''ڈرو نہیں تم پر کوئی بات نہیں آئے گی ذرا خیال کرو اس جن کی وجہ سے ہماری چھوری کی بارات رکی پڑی ہے۔ سب تیاری ہے پر وہ جن کہتا ہے شادی نہیں ہونے دوں گا اس لئے کہ اس ڈاکٹر نے میرا بھاری نقصان کیا تھا اب میں اس کے بچوں کو خوش نہیں ہونے دوں گا تمہاری ذرا سی مدد سے کتنے کام ہو جائیں گے۔ تم پن کا کام کرو گے بھگوان تم پر مہربانی کریں گے۔'' کرم داد نے دینا ناتھ کو سمجھایا۔

دینا ناتھ کچھ دیر خاموشی سے سوچتا رہا پھر بولا۔ ''چلو ٹھیک ہے ہم جوکھم اٹھالیں گے تم نے بات ہی ایسی کردی ہے پر ذرا یہ خیال رکھنا کہ ہم گھر کے اکیلے ہیں اور بال بچے دار بھی ہیں۔''

''تم فکر نہ کرو کچھ نہیں ہوگا تم دور سے وہ جگہ دکھا کر بھاگ جانا۔ سویرے چرن داس سوامی آویں گے میرے

پاس تم ان کو لے کر جانا اور جگہ دکھا کر گاؤں آ جانا۔"

سویرے چرن داس اور دینا ناتھ کنواں کی طرف روانہ ہو گئے کرم داد نے جاتے وقت دس روپے دینا ناتھ کے ہاتھ پر رکھ کر کہا۔" یہ جیب میں ڈال لو وقت ضرورت کام آوے گا۔"

دینا ناتھ دس روپے پا کر چاک و چوبند ہو گیا اور دونوں چلے۔سوامی کے گلے میں ایک لال رنگ کا تھیلا پڑا تھا۔ چار دن گزر گئے مگر کوئی خیر خبر سوامی کی نہیں آئی ایک ہفتہ کے بعد دینا ناتھ آ گیا اور بولا۔" لو جی سوامی کا تو ہو گیا کلیان۔"

کرم داد نے پوچھا۔" کیا ہوا کچھ بتاتو؟" دینا ناتھ اس کے قریب کھسک کر بولا۔

" میں تو دور سے سوامی کو وہ کنواں دکھا کر گاؤں کی طرف دوڑ گیا تھا اس کے بعد کیا ہوا مجھے نا ہی خبر پر دوسرے دن گاؤں میں خبر آ گئی کہ پیپل کے درخت پر کوئی آدمی لٹکا ہے اور ڈر کے مارے اس کی لاش کے قریب بھی کوئی نہیں جا رہا ہے اور گدھ اس کا گوشت نوچ رہے ہیں لو جی شام تک تو خالی پنجر رہ گیا۔ ایک ڈال پہ سوامی کا تھیلا لٹکا ہوا تھا تو میں نے جانا کہ یہ وہی سوامی ہے جو میرے ساتھ آیا تھا۔"

کرم داد بولے۔" ارے یہ تو بہت برا ہوا۔"

" میں نا کہتا تھا وہ بڑی خطرناک جگہ ہو گئی ہے اسی کارن تو رستہ چھوڑ دیا ہے سب نے۔" دینا ناتھ بولا۔

" خطرناک تو ہے! بھلا ایسا نامی گرامی بھوت پریت کا ماہر اس طرح مارا گیا۔تم بس یہ کام کرنا کہ اگر کوئی نئی بات سنو یا دیکھو تو مجھے ضرور خبر کرنا خرچ کی فکر نہ کرنا میں تم کو دوں گا پر خبر ضرور کرنا۔"

خرم خان اور کرم داد کی ملاقاتیں ہوتی رہیں مگر کوئی ترکیب نہ سمجھ آئی ایک مہینہ کے بعد دینا ناتھ کرم داد کے پاس آیا اور آتے ہی بولا۔" لو نئی ہو گئی۔"

کرم داد نے پوچھا۔" کیا نئی ہو گئی؟"

" ارے اب تو مندر کے پجاری نے بھی کہہ دیا کہ کنوئیں کے اوپرے دھورے بڑا خطرہ ہے۔ جانور بھاگ گئے ہیں کوئی بلا گھس گئی ہے ادھر کوئی نہ جائے ارے ہم کا تو بہت پہلے پتہ تھا۔"

" پجاری جی بولے ہیں اور بولے ہی نا ہی اس بلا کا اپائے بھی کر رہے ہیں۔"

پندرہ دن کے بعد دینا ناتھ نے خبر دی۔" جو پجاری بلا کا اپائے کر رہے تھے ان کا خود اپائے ہو گیا اور اسی پیپل کے درخت پر ان کو بھی الٹا لٹکا ہوا پایا گیا ہے ارے بھیا اب تو معاملہ اور بھیانک ہو گیا ہے بڑا ڈر اور خوف پھیلا پڑا ہے کام بنا کوئی ادھر جاتا نہیں جاتا ہے تو بھاگم بھاگ آتا ہے۔"

خرم خان نے پورے حالات سن کر کہا۔" پہلے تو جن ایسا نہ تھا اس کے بچے مرے اس وقت بھی وہ اتنے طیش میں نہ آیا تھا اب وہ بگڑا ہوا ہے میرے خیال میں یہ چرن داس سوامی والے واقعہ کے بعد بگڑا ہے۔اس پجاری نے اس کو چھیڑ دیا ہے اور وہ سخت غصے میں آ گیا ہے۔ میرا خیال ہے اس کا رخ ہماری طرف بھی ہو سکتا ہے اس کے بارے میں سوچو۔"

خرم خان کے خدشات درست ثابت ہوئے۔ایک دن ایک آدمی کرم داد کے پاس آیا اور بولا۔" بڑے عیش میں ہے، میرے اوپر حملے کرا کر موج کر رہا ہے اب تو بھی موج نہیں کرے گا میں تیرا بندوبست کرتا ہوں۔" اور وہ چلا گیا۔ رات کو کرم داد کے گودام میں آگ بھڑک اٹھی جب لوگ آئے بجھاتے بجھاتے گودام کا سارا سامان جل گیا ہزاروں کا نقصان ہوا۔

خرم خان بولے۔" میرا پکا یقین ہے کہ یہ کام اسی کا ہے مگر خیر اب اس کا انتظام ہو جائے گا۔"

" ارے بھائی کچھ بتاؤ تو اب تو یہ میرے گھر تک آ گیا ہے۔"

" دلی سے میرے ایک عزیز آئے ہیں میں نے اس جن کا تذکرہ ان سے کیا تو انہوں نے کہا آپ یا کرم داد میرے ساتھ چلیں میں آپ کو ایک آدمی سے ملوائے دیتا

ہوں۔ بس سمجھ لو کام ہو گیا۔"

"تو پھر کب چلنا ہے میں تو سخت پریشان ہوں ابھی تو گودام جلا ہے آگے پتہ نہیں وہ کیا کرنے والا ہے۔"

"شرافت کا ارادہ تو آج جانے کا تھا میں نے کل تک کے لئے روک لیا ہے تم ان کے ساتھ ہی چلے جاؤ۔"

اور اس طرح کرم داد حکیم وقار کے مطب پہنچ گئے۔

پھر انہوں نے رولوکا کے سامنے پورے پورے حالات شروع سے بیان کر دیئے۔" رولوکا نے پوری روداد سننے کے بعد کہا۔

"آپ جائیں میں آپ کے پاس پہلی بھیت آ جاؤں گا۔"

کرم داد بولا۔"حکیم صاحب حالات تیزی سے خراب ہو رہے ہیں جلدی آنا ہو گا۔"

رولوکا بولا۔"تم فکر نہ کرو میں جلدی آؤں گا اور اب تمہارا کوئی نقصان نہ ہو گا۔"

کرم داد واپس آ گیا اور رولوکا دینا ناتھ کے گاؤں دینا ناتھ کے پاس چلا گیا اور اس سے ملا، دینا ناتھ نے ڈرتے ڈرتے وہی حالات بتائے جو کرم داد بتا چکا تھا پھر ڈر کر بولا۔"میں اب اس رستہ پر نہیں جاؤں گا تم اکیلے جانا۔" رولوکا ہنس کر بولا۔"تم کو میں نہیں کہہ رہا میں تو حالات جاننے ہی آیا تھا۔" اور رولوکا کرم داد کے پاس آ گیا کرم داد خوش ہوا۔

"دینا ناتھ کے پاس ہو کر آیا ہوں وہ بہت ڈرا ہوا ہے رات کو میں ادھر جاؤں گا۔"

رولوکا نے اپنا ایک کارندہ اس کنوئیں پر بھیج دیا تھا رات کو اس نے خبر دی کہ کنواں خالی ہے اور وہاں پر جن نہیں ہے۔ رولوکا نے خود رات کو جا کر دیکھا اس کا پتہ نہ تھا اس کا مطلب ہوا۔"وہ فرار ہو گیا ہے مگر جائے گا کہاں۔" لیکن اس کا دور دور پتہ نہ تھا۔

رولوکا نے کرم داد کو بتا دیا کہ جن فرار ہو گیا ہے اور اطراف میں کہیں نہیں ہے۔"اب کیا ہو گا خطرہ تو پھر بھی موجود ہی ہے۔" کرم داد بولا۔

"تم فکر نہ کرو میں اس کو تلاش کروں گا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"میری سمجھ میں تو نہیں آ رہا جن تو ہوا کی مانند ہوتے ہیں نظر تو آتے نہیں۔" کرم داد بولا۔

"تم نے درست کہا ہے مگر ان کو تلاش کرنے کے بھی طریقے ہیں۔" رولوکا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے حکیم صاحب مجھے تو اب یہ فکر ہے کہ اب کوئی اور نقصان نہ ہو جائے۔" کرم داد نے جواب دیا۔

"تم فکر نہ کرو وہ ادھر نہیں آئے گا اور میں اس کی تلاش میں جاتا ہوں۔"

رولوکا جنات کی بڑی آبادیوں کے بارے میں جانتا تھا وہ روانہ ہوا اور گوالیار چلا گیا۔ یہاں پر ایک بہت بڑا قلعہ ہے اور زیادہ تر ویران ہے یہاں پر ان کی آبادی ہے مگر وہ اس جگہ بھی نہ تھا۔

رولوکا پھر وہ دلی آ گیا یہاں پر تو بہت مقامات پر جنوں کا بسیرا ہے ہر جگہ اس کے بارے میں اس نے پتہ کیا پھر وہ آگرہ چلا گیا یہاں پر بھی نہ ملا اور پھر چتوڑ کے قلعہ میں وہ پہنچ گیا اس قلعہ میں ایک مندر ہے بھوانی دیوی کا اس مندر کے نیچے سے ایک سرنگ ہے کسی زمانہ میں یہ سرنگ استعمال ہوتی تھی۔

وہ سرنگ تین چار میل لمبی ہے وہ اس لئے تھی کہ لڑائی میں اندر کے راجہ کو شکست کے آثار نظر آ جائیں تو وہ اس سرنگ سے راہ فرار اختیار کر جائے اور دشمن کے ہاتھ نہ آئے اس سرنگ کا صرف ایک راستہ تھا وہ بھوانی کے بھاری بت کے نیچے تھا بت کو ایک میکزم کے ذریعہ کھسکا دیا جاتا تھا اور سیڑھیاں نظر آ جاتی تھیں اور پھر بت دوبارہ اپنی جگہ آ جاتا تھا بت اتنا بھاری پتھر کا تھا کہ اس کو ہلانا بھی ممکن نہ تھا یہ راز تھا اور حکومت کے صرف چند افراد کو ہی پتہ ہوتا تھا۔

رولوکا نے پورا قلعہ تلاش کر لیا مگر اس جن کا پتہ نہ تھا وہ روپوشی کی حالت میں تھا انسان اور جنات اس کی نقل و حمل کو دیکھ نہیں سکتے تھے مندر میں روزانہ پوجا ہوتی تھی

باہر سے بھی لوگ آتے تھے۔ رولوکا اس کے چاروں طرف گردش میں تھا اس کے کارندے اس کے ساتھ تھے بھوانی کے بت کے پیٹھ کے طرف ایک بہت بھاری چکی کا پاٹ رکھا تھا دیکھنے میں لگتا تھا جیسے بھوانی کا بت اس پر رکھا ہے مگر ایسا نہ تھا بت اور پاٹ کے درمیان خلاء ختم ہو گئی تھی۔ رولوکا نے آہستہ آہستہ اس خلاء کی مٹی صاف کرنا شروع کر دی اور ایک انچ کا بت اور پاٹ کے درمیان فرق واضح ہوتا گیا۔ پھر اس کے کارندوں کے لئے یہ مشکل نہ تھا کہ اس پاٹ کو ہلائیں جب پاٹ ہل گیا اور اس کو باہر نکالنے کی کوشش ہوئی تو وہ ایک طرف گھوم گیا اس کے گھومتے ہی بت اپنی جگہ سے کھسک گیا اور سیڑھیاں نظر آنے لگیں اور سرنگ کا راستہ صاف نظر آنے لگا۔

روشنی کے اندر جاتے ہی کئی چمگادڑیں اڑ کر باہر آئیں اور رولوکا کے سر پر منڈلانے لگیں۔ رولوکا سمجھ گیا کہ یہ چمگادڑیں اصل میں اس سرنگ کے پہرے دار جن تھے۔ چمگادڑوں کو بھی رولوکا نظر نہیں آ رہا تھا وہ پھر سرنگ کے اندر چلی گئیں اور رولوکا نے سیڑھی پر قدم رکھ دیا اندر گھپ اندھیرا تھا اور سخت بدبو آ رہی تھی کسی انسان کا اس میں زندہ رہنا ناممکن تھا۔ رولوکا نے ایک آزمودہ کارندے کو اشارہ کیا اور خود اوپر آ گیا۔

کچھ ہی دیر میں وہ کارندہ واپس آ گیا اور اس نے بتایا کہ اس سرنگ کے آخری سرے پر ایک کنواں ہے جو کہ اب بند ہے اور ایک باؤلی اور برجی بنی ہوئی ہے برجی اور باؤلی میں جنات کی آبادی ہے رولوکا نے پھر بت کو اپنی جگہ کر دیا اور ایک کارندہ وہاں پر چھوڑ کر برجی کی طرف روانہ ہوا تین چار میل پر اس کو وہ برجی نظر آ گئی بظاہر اس برجی اور کنوئیں کے بنانے کا مقصد پیدل سفر کرنے والوں اور گھوڑے پر سفر کرنے کے لئے پانی اور آرام کی جگہ بنانی تھی مگر سرنگ ختم ہونے پر اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں تھیں۔

رولوکا اا برجی پر چڑھ گیا۔ وہاں پر ایک بہت بوڑھا جن نماز پڑھ رہا تھا اس نے نماز ختم کی تو رولوکا اس کے سامنے ظاہر ہو گیا اس بوڑھے نے حیرت سے رولوکا کو دیکھا اور بولا۔

''تم کون ہو اور یہاں پر کس طرح آ گئے؟''

رولوکا نے احترام سے کہا۔ ''محترم بزرگ میں کسی کی تلاش میں آیا ہوں آپ عبادت کر رہے تھے میں آپ کو دیکھ رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا کہ آپ جیسے بھی اس جگہ پر ہیں۔''

بوڑھے جن نے کہا۔ ''مگر تم اس مقام پر آئے کس طرح یہاں پر کوئی انسان نہیں آتا۔''

''میرے آنے کے اپنے طریقے ہیں آپ میری مدد کر دیں تو میں احسان مند رہوں گا۔''

''میں مدد ضرور کروں گا اگر تمہاری بات معقول ہوئی تو۔'' بوڑھا جن بولا۔

رولوکا بولا۔ ''آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔''

''میرا نام خبیبی ہے نوجوانی میں میں اپنے قبیلہ کا سردار ہوا کرتا تھا مگر اب میں نے یہ کام اپنے بچوں کے حوالے کر دیا ہے تم نے نہیں بتایا کہ تم کون ہو۔'' بوڑھا جن بولا۔

''محترم بزرگ میں بہت معمولی ایک حکیم ہوں میرا نام کامل ہے اور دلی میں مطب کرتا ہوں۔''

''ہاں تو اب بتاؤ یہاں پر کیوں آئے ہو۔'' خبیبی بولا۔

''مجھے آپ کے قوم کے ایک جن کی تلاش ہے اس نے کچھ لوگوں کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ میں اس کی اس حرکت کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے یہاں پر ہی ہے۔'' رولوکا بولا۔

''شاید تمہارا خیال درست ہے میں تو گوشہ نشین ہوں مگر میں نے سنا ہے کہ کوئی مسافر آیا ہوا ہے وہ بے دین ہے مگر اس کو پناہ دی گئی ہے اس لئے کہ وہ بھی بہت بوڑھا ہے۔'' خبیبی بولا۔

''ہاں وہ بہت بوڑھا ہے میں اس سے صرف اس کی حرکتوں کی وجہ جاننے آیا ہوں اس کو سزا دینے یا گرفتار

کرنے نہیں آیا ہوں۔" رولوکا بولا۔

"میرا تجربہ مجھے بتاتا ہے کہ تم سزا دینے پر بھی قدرت رکھتے ہو تمہارا یہاں آجانا ثابت کرتا ہے، میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں کہ سردار کے سامنے تم کو پیش کر دوں اور تم اس کو اس مسافر کے بارے میں تفصیل بتا دو اور پھر فیصلہ سردار پر چھوڑ دو۔" جیبی بولا۔

"بہت درست، میں آپ کے مشورے پر ہی عمل کروں گا۔" رولوکا نے جواب دیا۔

جیبی بولا۔ "کل رات کو اس میدان میں سردار کی کچہری ہوگی میں تم کو پیش کر دوں گا پھر تم اپنے آنے کا مدعا بیان کر دینا مگر کل تک تم کسی کے سامنے نہ آنا میرے پاس رات کو اسی برجی پر آجانا۔ میں تم کو لے چلوں گا۔" جیبی بولا۔

"میں کسی کو نظر نہیں آؤں گا۔" اور رولوکا اچانک بوڑھے جیبی کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

جیبی نے اس جگہ کو دیکھا جہاں رولوکا بیٹھا تھا اور بولا۔ "میرا تجربہ مجھے بتاتا ہے کہ اجنبی تم یہاں پر موجود ہو اور اپنی اسی صلاحیت کی وجہ سے یہاں تک آئے ہو تم ضرور معمولی انسان نہیں ہو میں گو کہ تم سے عمر اور تجربہ میں زیادہ ہوں مگر تمہارا احترام کرتا ہوں۔"

رولوکا نے جواب نہ دیا اور خاموشی سے برجی کے نیچے اتر آیا۔ وہ رات اور سارے دن وہ محل وقوع کا معائنہ کرتا رہا اس جگہ کے اطراف میں کوئی انسانی آبادی نہ تھی اور یہ جگہ گزرگاہ سے بہت دور تھی چاروں طرف گھنا جنگل تھا کانٹے دار جھاڑیاں اور گھاس تھی کوئی درخت پھل دار نہ تھا۔ رات کو اسی وقت رولوکا برجی پر آگیا جیبی نماز پڑھ رہا تھا۔ نماز ختم کر کے وہ بولا۔ "میں جانتا تھا تم آؤ گے۔ آؤ میرے ساتھ...... سردار نماز کے فوراً بعد کچہری میں آجاتا ہے۔"

میدان میں دریوں پر چاندنی بچھی تھی اور لوگ بیٹھے تھے۔ کچھ فاصلے پر ایک تخت پڑا تھا اس پر بھی سفید چاندنی بچھی تھی اور تخت کے کناروں پر گاؤ تکیے رکھے تھے سردار اس تخت پر موجود تھا۔ جیبی رولوکا کے ساتھ محفل میں داخل ہوا تو سب کی نظریں اس پر تھیں اور بمعہ سردار کے حیرت سے رولوکا کو دیکھ رہے تھے۔ جیبی اور رولوکا سردار کے سامنے جا کھڑے ہوئے تو جیبی نے اپنی بھاری آواز میں کہا۔

"معزز سردار یہ اجنبی آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔"

سردار نے رولوکا کی طرف دیکھا اور بولا۔ "بولو اجنبی مہمان تم ہمارے معزز بزرگ کے ساتھ آئے ہو اس لئے ہم تمہاری بات سننے کو تیار ہیں۔"

رولوکا نے کہا۔ "قابلِ احترام سردار آپ کی عین مہربانی ہے کہ آپ میری بات سننے پر راضی ہیں۔ میرا نام حکیم کامل ہے اور میں دلی میں مطب کرتا ہوں آپ کے پاس آپ کی قوم کا ایک جن آیا ہوا ہے میں اس کا نام نہیں جانتا یہ جانتا ہوں کہ وہ بھی عمر رسیدہ ہے اور اس کا مسکن پیلی بھیت کے قریب ایک اندھے کنوئیں میں تھا۔ اس کو بلایا جائے میں اس سے کچھ باتیں آپ کے روبرو کرنا چاہتا ہوں۔"

سردار بولا۔ "ایک اجنبی بوڑھا آیا تو ہے وہ لا دین ہے مگر اس کو پناہ اس کی عمر کی وجہ سے ملی ہے۔" پھر اس نے اپنے قریبی ایک جن کو اشارہ کیا اور وہ باہر چلا گیا۔

چند منٹ گزرے تھے کہ وہ ایک بوڑھے جن کے ساتھ سردار کے سامنے آیا۔ سردار نے پوچھا۔ "اے اجنبی بوڑھے تیرا نام کیا ہے؟"

بوڑھا بولا۔ "سردار میرا نام قریش ہے میں مارا مارا پھر رہا تھا کیوں کہ میرا دشمن میری تلاش میں تھا کسی جگہ پناہ نہیں مل رہی تھی یہ آپ کی عنایت ہے کہ میں یہاں پر ہوں۔"

سردار بولا۔ "تمہارے قریب ایک آدم زاد موجود ہے تم اس کو جانتے ہو۔"

بوڑھے نے رولوکا کو دیکھا اور بولا۔ "میں جانتا تو نہیں مگر میرا تجربہ کہہ رہا ہے کہ یہی وہ آدم زاد ہے جو میری تلاش میں ہے۔"

سردار نے کہا۔ "تم تجربہ کار ہو دور تک تمہاری نظر ہے یہ درست ہے کہ یہ تمہاری تلاش میں آیا ہے، اسے اجنبی آدم زاد تم اس سے کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

رولوکا نے زبان کھولی اور بولا۔ "قریش تم نے ایک شریف آدمی کے گودام کو جلا کر خاک کر دیا تم نے ڈاکٹر کو مار دیا اور پھر اس کی بچی کی شادی میں رکاوٹ کھڑی کر دی۔ تم نے اس خاندان کا ذہنی سکون اور سرمایہ جو کہ اس نے زندگی بھر کی محنت سے جمع کیا تھا خاک کر دیا میں تم سے پوچھتا ہوں تم نے یہ سب کیوں کیا؟"

قریش نے رولوکا کی بات سنی اور پھر سردار کو مخاطب کر کے بولا۔ "سردار اس ڈاکٹر نے میرے بڑھاپے کے دو بچے مار ڈالے تھے وہ چوروں کی طرح میرے گھر میں داخل ہوا تھا بیوی میری مر چکی ہے میں چند منٹ کو باہر گیا تھا جب آیا تو دیکھا کہ اس مردود نے میرے بچوں کے گلے پر چھری چلا دی ہے وہ میرے سامنے مر گئے میں وہیں پر اسی وقت اس کو مار سکتا تھا مگر میں نے ایسا اس لئے نہیں کیا کہ میرے گھر میں اس کی لاش سڑے گی اس کو اس کے مقام پر میں نے گھر جا کر مار دیا میں اس کے بچوں کو بھی مار سکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا آپ بتائیں ان حالات میں میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو وہ کیا کرتا؟"

"تم نے یہاں تک جو کیا وہ بھی درست نہ تھا اس لئے کہ کبوتر ایک حلال پرندہ ہے مسلمان کے لئے وہ غذا میں شامل ہے تم اور تمہارے بچے کبوتر کے روپ میں تھے ڈاکٹر شکاری تھا اس کو شکار کی تلاش تھی تم اگر کسی ایسے روپ میں ہوتے جیسے چیل کوا تو ڈاکٹر کنوئیں کے اندر ہرگز نہ جاتا کیوں کہ چیل اس کی غذا نہیں تھی اس لئے تمہارے بچے کبوتر سمجھ کر حلال کر دیئے اس میں ڈاکٹر کا کیا قصور تھا، بے شک اس نے تمہارے بچوں کو مارا مگر یہ ایک غلط فہمی کی وجہ سے ہوا اس میں ڈاکٹر کی خطا کون کہہ سکتا ہے۔ معزز سردار اس نے غصے میں ان باتوں پر غور نہیں کیا اور انتقام کی خاطر ڈاکٹر کو مار دیا ایک عورت کو بے سہارہ اور دو بچوں کو یتیم کر دیا۔ یہ کہتا ہے اس نے بچوں کو نہیں مارا اگر مار دیتا تو بھی ٹھیک تھا مگر اس نے ان کے لئے بڑا منصوبہ بنایا تھا۔ وہ منصوبہ یہ تھا کہ ان کی شادی نہیں ہونے دے گا تا کہ ڈاکٹر کی نسل آگے نہ بڑھے۔ وہ بے راہ روی کا شکار ہو جائیں اور اسی طرح زندگی گزارتے گزارتے مر جائیں اور یہ ان کو اس حالت میں دیکھ کر خوش ہوتا رہے۔ معزز سردار اگر یہ مجرم نہ تھا تو اپنا مسکن چھوڑ کر پورے ہندوستان میں کیوں چھپتا پھر رہا تھا۔"

سردار نے قریش کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم اب اپنی صفائی میں کیا کہتے ہو۔"

قریش گردن جھکا کر بولا۔ "اجنبی کی باتیں درست ہیں میں غصے میں اندھا ہو گیا تھا۔"

رولوکا نے کہا۔ "میں تم کو سزا دینے یا گرفتار کرنے کو تلاش نہیں کر رہا تھا میں تمہاری غلط فہمی دور کرنا چاہتا تھا تم کو تمہاری غلطی بتانا چاہتا تھا۔" پھر وہ سردار کو مخاطب کر کے بولا۔

"معزز سردار میں اس کو اس کی غلطی معاف کرتا ہوں یہ جذبات میں غلط کام کر گیا ہے مگر جذباتی لوگوں پر میں بھروسہ نہیں کرتا کبھی بھی پھر اس کو بچے یاد آ گئے اور یہ پھر کچھ کرنے پر تل گیا تو پھر کیا ہو گا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس پر اپنی پابندی لگا ئیں۔"

سردار نے کہا۔ "بے شک تمہارے انداز ے غلط نہیں، میں اس پر یہ پابندی قائم کرتا ہوں کہ یہ آئندہ کبھی بھی تا حیات اس قبیلے کی حدود سے باہر نہیں جائے گا۔"

رولوکا نے کہا۔ "معزز سردار آپ کا بہت شکریہ، میرے یہاں آنے کا مقصد پورا ہوا، اب مجھے جانے کی اجازت دیں۔"

سردار نے کہا۔ "معزز آدم زاد تم حکمت کرتے ہو مگر صرف حکیم نہیں ہو تمہاری حکمت دواؤں سے بہت بلند ہے میں تم سے متاثر ہوا اگر کبھی میری ضرورت پڑے تو مجھے یاد کر لیں یا پھر جب ضرورت ہو تو آ جائیں آپ کی خدمت کر کے مجھے خوشی ہو گی۔"

☆.....☆.....☆

میرا نام تو مامون ہے پر کسی نے مجھے اس نام سے پکارا نہیں۔اماں نے پیار سے للو کہا تو ابا نے پیار سے کلو کہا اور پھر ابا کا کہا سب نے کہا اور ہم کلو کے نام سے مشہور ہو گئے۔اماں نے بہت کوشش کی کہ یہ کلو نام مشہور نہ ہو جائے ہاں اتنا ہوا کہ گھر میں ابا نے اماں کے ڈر سے کلو کہنا چھوڑ دیا۔

اماں کہتی۔''اے لو اب اتنا بھی گیا گزرا نہیں کہ نام ہی کلو پڑ جائے اچھی بھلی تو صورت ہے اور پھر مرد بچہ ہے ارے اس کی خوبصورتی تو جوانی میں دیکھنا۔''

ابا بھی اماں کے فلسفے سن کر خوش ہوتے میرے ایک بڑے بھیا بھی تھے مگر وہ مجھ سے بہت بڑے تھے اور میری پیدائش سے بھی پہلے گھر چھوڑ کر بمبئی کمانے چلے گئے تھے۔پھر لوٹ کر انہوں نے اماں ابا کی خبر نہ لی کچھ عرصہ کبھی کبھی خط آ جایا کرتا تھا اور اس میں خرچ کے لئے روپے کی ضرورت کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا ابا نے دو چار دفعہ تو روپے بھیج دیئے پھر آخر انہوں نے خط کا جواب دینا ہی بند کر دیا۔گئے کمانے اور ابا پر اور بوجھ بن گئے۔ میرے پیدا ہوتے ہی اماں ابا نے بھیا کا خیال چھوڑ دیا میں ابا کی آخری عمر کا پھل تھا۔

میری اماں کے دو بھائی تھے بڑے کا نام مولا بخش دوسرے نبی بخش۔ان کے کام تو اس لائق نہ تھے ابا ان کو ذرا پسند نہیں کرتے تھے۔جب بھی آتے بس سوال لے کر آتے ہمیشہ کے قرض دار ادھار لینے میں ماہر اور ایسی ہنرمندی سے قرض لیتے کہ آدمی موم ہو جاتا لینے کے بعد وصولی کے لئے ان کو تلاش کرنا آسان نہ ہوتا اگر کبھی راستہ میں مل گئے تو ایسا مضبوط بہانہ بناتے کہ آدمی قرض کی وصولی بھول جاتا اور بعض دفعہ تو جاتے جاتے اور کچھ لے مرتے۔ابا نے ان کی فطرت کو سمجھ لیا تھا اور اماں کے پاس کچھ ہوتا نہیں تھا۔ابا نے ان دونوں کی وجہ سے کیا تھا گھر کا خرچ ابا خود چلاتے تھے نقد روپے اماں کو نہیں دیتے تھے بھائیوں کی مروت میں وہ دیں گی ضرور ہم نے ذرا ہاتھ پیر نکالے اور ذرا سمجھ آئی تو ابا نے اپنے ساتھ لے جانا شروع کر دیا۔

ابا کا ایک گیراج تھا اس میں ڈینٹنگ پینٹنگ اور کشن کا کام ہوتا تھا۔الگ الگ آدمی تھے مگر ابا چونکہ گیراج کے مالک تھے اس لئے سب ان کو کمیشن دیا کرتے تھے پھر ابا خود بہت اچھے ڈینٹر تھے مگر عمر کی زیادتی کی وجہ سے کام کم کرتے تھے اور مشورے زیادہ دیتے تھے مگر پھر بھی معقول آمدنی تھی میں نے ان سے ہی ڈینٹر کا کام سیکھا اور کام کرنے لگا۔اچھا زمانہ تھا لوگوں میں ایمانداری اور محبت تھی۔ابا نے جہاں کام کے گر مجھے بتائے وہیں پر میری خامیوں کے بارے میں بھی خوب بتا دیا اور جو رقم ابا کے پاس تھی اس کے بارے میں بھی بتلا دیا۔

میری عمر بیس سال کی تھی جب ابا کا انتقال ہوا گھر تو وہ کئی سال پہلے ہی بیٹھ گئے تھے۔میں نے گیراج کا کام پوری طرح سنبھال لیا تھا اور کم عمری میں ہی استاد کلو کے نام سے پکارا جانے لگا۔

ابا کے مرنے کے بعد اماں کو بس ایک رٹ لگ گئی، اب میں تیری شادی کروں گی میں تو تیری اولاد کو گود میں کھلالوں تیرے ابا تو یہ حسرت لئے قبر میں جا سوئے۔اماں کی یہ دلیل اتنی مضبوط تھی کہ میں انکار نہ کر سکا اور اماں نے لڑکیاں دیکھنا شروع کر دیں اور پھر میری شادی ہو گئی۔

شادی کے بعد اماں نے اپنا کام بہو کے حوالے کر دیا۔بہو بڑی حسین اور خوبصورت تھی کلو کے مقابلے میں دن اور رات کا فرق تھا اس نے پہلی رات کو دولہا کو دیکھا تو اس کو ایک جھٹکا لگا اور دل میں کہا ہائے اماں تم کو میرے لئے یہ کلوٹا ہی ملا تھا میری تو قسمت ہی پھوٹ گئی۔پہلے دن کی جو گانٹھ دل میں بیٹھ گئی تو وہ جڑ پکڑتی گئی۔اس کا دل میاں سے نہ ملا اس پر واری صدقے تھے اس کی ہر فرمائش پوری کرنے کو تیار اماں کے ہاتھ پر اپنی پوری کمائی کبھی نہ رکھی مگر بلقیس بیگم کے ہاتھ پر اپنی پوری کمائی رکھ دیتے بلقیس بیگم ان کی محبت کے جواب میں محبت تو نہیں دیتیں مگر پھر بھی ان کا دل رکھنے کو بات کر لیتیں۔

اماں ابا کی تربیت تھی کہ شوہر کی خدمت کرنا ضروری

ہے بلقیس بیگم تحریری حکم نامہ پر عمل کر رہی تھیں وہ تحریر اس کی ماں نے بچپن سے اس کے دل پر لکھ دی تھی مگر اس کو کلو مستری ذرا پسند نہیں آیا تھا اندر ایک پھانس تھی اس کا اظہار اب بیکار تھا جو اس کے نصیب کا تھا اس کو مل چکا تھا اس کے ہاتھ میں روزانہ اتنے روپے آتے تھے کہ وہ کود کود کر بھی خرچ کرے تو بھی نہ ہوں کلو اچھے سے اچھا کپڑا زیور اس کے لئے لاتے تھے وہ اس کی تعریف بھی کرتی اور پھر رکھ دیتی اس نے اپنے اندر کی بات کسی پر ظاہر نہ کی میکے جاتی تو اماں سے بھی شکوہ شکایت نہ کی اور اپنی ساس سے بھی کبھی کچھ نہ کہا۔

ایک سال کے بعد بلقیس نے ایک بچی کو جنم دیا۔ بچی کیا تھی ادھ جلی لکڑی تھی نہایت کمزور اور کالی ایسی کہ بلقیس کو خود دیکھ کر حیرت ہوگئی۔ دائی نے بتایا کہ لڑکی بہت کمزور ہے اس کا بچنا دشوار ہے اور وہی ہوا ساس کے ارمانوں پر اوس گر گئی کلو مستری اداس ہو گئے پہلی اولاد ہوئی وہ بھی نہ رہی اس کے بعد دو بچے ہوئے سب کے سب نہایت کالے اور بدشکل اور کوئی بھی زندہ نہ رہا۔ اماں حسرت لئے قبرستان جا سوئیں۔

بلقیس کی ماں نے کہا۔ ''بٹی مجھے تو کچھ گڑبڑ لگتی ہے اری تیری سب اولادیں باپ پر گئیں تجھ پر ایک نہ گئی اور سب مرگئیں ایک نہ بچی۔''

''اماں تم نے مجھ پر جو ظلم کیا تھا اس کا تو یہی نتیجہ ہو گا۔''

اماں چمک کر بولیں۔ ''میں نے تجھ پر ظلم کیا تھا ذرا بتا تو کیا ظلم میں نے کر دیا۔''

بلقیس بولی۔ ''اماں شادی سے پہلے ذرا ایک نظر ہونے والے داماد کو دیکھ تو لیتیں۔ ارے وہ کالا کلوٹا میرے لائق تھا کہ تم نے میرے پلے باندھ دیا۔''

''ہائے ہائے لڑکی ارے مرد کا کیا دیکھا جاتا ہے کماؤ ہو چال چلن کا اچھا ہو، وہی میں نے دیکھا تھا۔ اری جنم جلی کیا بکواس کر رہی ہے عقل کے ناخن لے وہ تیرا مجازی خدا ہے اس نے تجھے کیا دکھ دیا ہے ارے پھول کی طرح تجھے رکھا ہے۔''

بلقیس بولی۔ ''دکھ اس نے نہیں تم نے دیا ہے اماں۔''

''میں نے تو تیرے لئے ایسا دولہا تلاش کیا تھا جو تیرے پیر دھوئے تیری خدمت کرے تیری ہر خواہش پوری کرے میں نے تیری اچھائی کا سوچا تھا مجھے پتہ ہوتا تو میں ایسا نہ سوچتی تیری مرضی کا سوچتی۔''

''اماں لڑکی جب جوان ہو جاتی ہے تو اس کے تخیل میں ضرور کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے۔ شادی کے بعد اگر اس کے تخیل سے ذرا بہت کم زیادہ اس کو ملتا ہے تو وہ گزارہ کر لیتی ہے اپنے آپ کو بدل لیتی ہے اور حالات سے سمجھوتہ کر لیتی ہے۔ مگر میرے ساتھ تو تم نے معاملہ ہی الٹ کر دیا دن اور رات کا فرق کر دیا وہ تو ہتھوڑی چھینی کے سوا کوئی بات ہی نہیں کرتا ارے میں اس کے روپوں کو کیا کروں جب میرے من کو وہ بھاتا ہی نہیں تم نے بات چھیڑی تو میں نے تم کو بتایا ہے اتنے سالوں سے کچھ نہ بولی۔''

''پر اب کیا ہوگا جو تیرے نصیب کا تھا تجھے ملا ہے تو اس میں مجھے قصوروار کہتی ہے چل میں مانے لیتی ہوں مگر اب ہوگا کیا گزارہ تو تجھے اس کے ساتھ ہی کرنا ہوگا۔''

''کروں گی گزارہ اماں ضرور کروں گی میں کب اس کو چھوڑنے کی بات کرتی ہوں۔'' بلقیس بولی۔

''بیٹا شریف خاندانوں میں ایسا ہی ہوتا ہے غلطی میری تھی یا تیرے باپ کی مگر تیرے نصیب کا بھی تو دخل تھا جوڑے تو زمین پر نہیں بنائے جاتے تو اپنے آپ کو بدل، اس کو پیار دے اس کے قریب ہو قربت محبت پیدا کرتی ہے تجھے وہ ضرور اچھا لگنے لگے گا۔''

''اماں میرے دل میں جو گانٹھ پڑ گئی ہے وہ تو اب نہیں جائے گا۔''

''محبت اور چاہت کی گرمی اس کو پگھلا دے گی تو ذرا کوشش تو کر پھر دیکھ تجھے جو اولاد ہو گی وہ تجھ پر بھی جائے گی میں مانتی ہوں کہ ہر لڑکی کے من میں ایک شہزادہ پریوں کے دیس کا ہوتا ہے مگر وہ شہزادہ کبھی پریوں کے دیس سے آیا نہیں ہے اگر ہر لڑکی تیری طرح دل میں اس کو

رکھے رہے تو دنیا کا نظام رک جائے اولادیں نہ ہوں۔ ہوں تو بدصورت ہوں۔ پریوں کے دیس کے شہزادے کا دھیان چھوڑ تو اب کنواری لڑکی نہیں ایک گھر دار عورت ہے تجھ سے اس خاندان کا نام چلے گا تو شوہر کی شکل کو نہ دیکھ اس کے اندر جو تیرے لئے محبت ہے اس کو دیکھ تیرے اندر بھی ضرور اس کے لئے محبت جاگے گی۔"

اماں کی باتوں پر بلقیس نے غور کیا۔ بات درست تو تھی مگر اس کو کڑوی لگ رہی تھیں اماں نے جو کچھ کہا ہے اس کے گھر کو بچانے کو کہا ہے اس کی طرف داری نہیں کی اب مجھے کڑوی دوا پینی ہی پڑے گی۔ شاید اماں نے جو کہا ہے وہی درست ہو پھر اس نے شام کی تیاری شروع کر دی اور کلو کے آنے سے پہلے ہی تیار ہو گئی۔ کلو نے آتے ہی محسوس کر لیا کہ آج موسم بدلا ہوا ہے۔ مگر اس نے زبان سے کچھ نہ کہا اور دن بھر کی کمائی بلقیس کی جھولی میں ڈال دی۔

بلقیس بولی۔ "اپنے خرچ کا تو رکھ لیا کرو۔"

کلو چونکا۔ آج پہلی بار تم نے بیوی کی طرح کی بات کی ہے۔"

"ہاں تم نے درست کہا آج پہلی بار ایسا ہوا ہے۔"

کلو بولا۔ "میں جانتا تھا میں تمہارے مقابلے میں بدصورت ہوں کالا کلوٹا ہوں۔ مگر اس سے بھی مجھ پر کچھ اثر نہ ہوا میں تمہاری محبت پانے کی اپنی سی کوشش کرتا رہا مجھے یقین تھا میں ایک دن تم کو پالوں گا میں نے تمہاری محبت پانے کے لئے جو راستہ اختیار کیا وہ بڑا صبر آزما تھا بڑا مشکل تھا مگر میں اس پر ہی چلتا رہا۔ عورت کتنی ہی کٹھور ہو مگر اس کا دل محبت کی گرمی سے ایک نہ ایک دن پگھل جاتا ہے آج میں تمہارے چہرے پر محبت کی روشنی دیکھ رہا ہوں آج کا دن میرے لئے پہلا دن ہے آج تم میرے گھر آئی ہو آج تم میری بیوی بنی ہو۔"

بلقیس نے شرما کر نگاہیں جھکا لیں اور بولی۔ "چلو اماں کے گھر چلتے ہیں وہ خوش ہوں گے۔"

بہت دن کے بعد وہ میکے آئی اور شوہر کے ساتھ سالوں کے بعد آئی تھی۔ اماں ان کو دیکھ کر خوش ہوئی اور دل میں سوچا شاید میری بات کا اس پر اثر ہوا ہے۔ بلقیس شام کو گئی نہیں اور رات کو بھی رک گئی الگ کمرے میں ان کے بستر لگ گئے۔

کلو نے آج بیوی کو اصلی روپ میں پایا اب تک وہ جس عورت کے ساتھ سوتا رہا تھا وہ اس کی بیوی نہ تھی گوشت کا لوتھڑا تھی من پسند رات آج سسرال میں اس نے منائی کیوں کہ بیوی کا تعاون اس کے ساتھ رہا آج وہ بہت خوش تھا۔ بلقیس کے چہرے پر بھی تازگی تھی آج اس نے بھی شوہر کو پایا، یہ ذرا سی نفسیاتی پیچیدگی تھی حالانکہ دونوں وہی تھے ذرا سا احساس کا فرق تھا۔ آج وہ فرق مٹ گیا اور ٹھیک نو ماہ کے بعد بلقیس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا اس کے نقوش باپ کے تھے مگر رنگ ماں پر گیا تھا اور پوری طرح تندرست تھا اماں نے پہلے سے پورے انتظامات کر لئے تھے زچہ و بچہ دونوں ٹھیک رہے اماں سوا مہینہ تک اس کے پاس رہیں۔

اس کے بعد ایک لڑکی ہوئی۔ وہ پوری طرح ماں پر گئی تھی اور تیسری اولاد پھر لڑکا ہوا۔ وہ پہلے کی طرح ہی تھا۔ لو جی کلو میاں کا گھر بھر گیا۔ بلقیس کی مصروفیات بڑھ گئیں اور کلو کو گھر کے کام کے لئے ایک ملازمہ رکھنا پڑی۔

کبھی کبھی بلقیس اپنی نادانی کے بارے میں سوچتی۔ "میرے گھر میں نہر بہہ رہی تھی اور میں اس کے کنارے پیاسی بیٹھی تھی، ہائے میں بھی کیسی احمق تھی اماں اگر مجھے یہ نہ بتاتیں کہ یہ نہر ہے تو میں تو پیاسی ہی بیٹھی رہتی اور یہ میرے پھول سے بچے کہاں ہوتے۔ انسان کبھی کبھی بلکہ اکثر حالات میں اپنے لئے مشکلات خود پیدا کرتا ہے اور جب ان میں پوری طرح پھنس جاتا ہے تو قسمت کو قصوروار ٹھہراتا ہے اگر اور دو چار سال گزر جاتے تو میں کلو سے کتنی دور ہو جاتی اگر وہ کسی اور راہ پر چل پڑتا تو میں کہاں تلاش کرتی، میری قسمت نے میرا ساتھ دیا اور میں بربادی سے بال بال بچ گئی۔"

استاد کلو مستری کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ بڑا

قسمت کا دھنی ہے جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے اس کو پورا کر دیتا ہے۔ اللہ نے بیوی ایسی دی کہ ہزاروں میں ایک اور بچے بھی خوب، استاد کا گھرانہ خوش حال گھرانہ تھا۔ گھر کا پورا انتظام بلقیس کے پاس تھا کلو جو کماتا تھا وہ پورا کا پورا بیوی کے ہاتھ پر رکھ دیتا تھا اور وہ بھی خدا کی بندی اس روپے کو اس طرح خرچ کرتی تھی کہ کبھی آڑے وقت میں کلو کو ضرورت پڑ جائے تو نکال کر دے دے۔ کلو نے بلقیس کو روپے کے معاملے میں ہر طرح آزما لیا تھا، وہ بلا ضرورت ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتی تھی۔ کلو کی پرسکون زندگی میں ایک آدمی آ گیا۔ کلو اس کو نہیں جانتا تھا۔ وہ آدمی گیراج پر آیا اور آتے ہی بولا۔ ''میں شکورا ہوں، بمبئی سے آیا ہوں یہ گیراج میرے باپ کا ہے تو اب میں ہی اس کا مالک ہوں ارے تو کون ہے کلوٹے؟''

کلو نے جواب دیا۔ ''تو کتنے دن کے بعد آیا ہے کان پور، ذرا یہ تو بتا۔''

''میں جب بمبئی گیا تھا اس وقت بارہ سال کا تھا اب باون سال کا ہوں۔''

''اور تو چالیس سال کے بعد آیا ہے اور آتے ہی باپ کی ملکیت کا دعویٰ کر دیا، تو نے یہ نہیں پوچھا کہ باپ زندہ ہے یا مر گیا اماں زندہ ہے کہ مر گئی ان کی قبریں کہاں ہیں ان پر فاتحہ تک پڑھنے نہیں گیا اور لینے آیا ہے گیراج، تو سن میں سمجھ گیا تو کون ہے؟ جو تیرا باپ تھا وہی میرا بھی تھا تو نے پلٹ کر والدین کے بارے میں پتہ نہیں کیا اور میں نے آخری وقت تک ان کی خدمت کی ہے اور اپنے ہاتھ سے قبر میں اتارا ہے، تو کیسا بیٹا تھا کہ تجھے اپنی ماں تک یاد نہ آئی ذرا غیرت کر اور یہاں سے دور ہو جا نہیں تو ایسی عزت کروں گا کہ پورا بازار تجھ پر تھوکے گا۔''

شکورا تاؤ کھا کر بولا۔ ''تو مجھے جانتا نہیں ہے میں جس کے پیچھے پڑ جاؤں اس کو چھوڑتا نہیں ہوں تیری بھلائی اس میں ہے کہ میرا حصہ مجھے دے دے۔''

کلو بولا۔ ''اول تو مجھے یقین ہی نہیں کہ تو میرا بھائی ہے اگر تو کوئی ثبوت کوئی گواہ پیش کرے اور یہ ثابت کر دے کہ تو میرا سگا بھائی ہے تو پھر میں باپ کے ورثہ میں سے تجھے دے دوں گا مگر باپ کے ورثہ میں صرف مکان ہے یہ دکان کرائے کی ہے اس میں سے تجھے کیا دوں گا۔ مگر پہلے تو یہ تو ثابت کر کہ تو میرے باپ کا وہی بیٹا ہے جو باپ کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اور چالیس سال کے بعد پھر واپس آیا ہے۔''

''میں جب گیا تھا اس وقت تو پیدا بھی نہیں ہوا تھا اور تو مجھ سے ثبوت مانگتا ہے میں لڑکپن میں گیا تھا اور ادھیڑ عمر کا ہوں مجھے یہاں پر کون پہچانے گا میری ساری زندگی کان پور سے باہر گزری ہے میں تجھے کیا ثبوت دوں گواہی کہاں سے لاؤں۔ تجھے میری زبان پر اعتبار کرنا ہوگا۔''

کلو نے کہا۔ ''معاملہ وراثت کا ہے تم کو ثابت تو کرنا ہوگا۔ تم عدالت میں جاؤ گے تب بھی عدالت ثبوت تو طلب کرے گی یہ قانونی معاملہ ہے میں تم پر کس طرح اعتبار کر لوں۔''

''دیکھ سوچ لے میں وقت دے رہا ہوں اگر میری بات نہیں مانے گا تو بہت نقصان میں جائے گا میں جو نظر آتا ہوں وہ نہیں ہوں ایک ہفتہ کے بعد پھر آؤں گا جواب تیار رکھنا۔''

کلو مستری کی زندگی میں ایک نئی آفت کھڑی ہو گئی۔ اس نے ایک وکیل سے مشورہ کیا تو اس نے کہا۔'' اگر وہ تمہارا بھائی ہے تو پھر تم کو اس کا حصہ ادا کرنا ہوگا مگر اس کو بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ واقعی وہی ہے جو کہ بتلاتا ہے اس کو گواہ پیش کرنا ہوں گے یا کوئی اور دستاویزی ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔''

کلو بولا۔ ''وکیل صاحب میں حصہ دینے سے کب انکار کرتا ہوں میں نے ماں باپ سے یہ بھی سنا ہے کہ میرا بڑا بھائی بمبئی بھاگ گیا ہے کبھی کبھی ضرورت پڑنے پر باپ سے روپے بھی منگواتا ہے مگر یہ بات بہت پرانی ہے میں کس طرح مان لوں کہ یہ وہی ہے جبکہ میں نے کبھی اس کو دیکھا ہی نہیں ہے اور دور قریب کے بزرگ کوئی زندہ نہیں جو اس کی شناخت کریں۔''

اونٹ کسی کروٹ نہ بیٹھا کلو مستری نے محلے میں کئی عورتوں اور مردوں سے شکورا کا پوچھا مگر کسی کو اس کے بارے میں پتہ نہ تھا اور کسی نے اس کو دیکھا نہ تھا۔ ایک ہفتہ گزر گیا اور شکورا آموجود ہوا اور آتے ہی بولا۔

''کلو نے تو نے کیا سوچا ہے۔''

کلو نے رسان سے کہا۔''دیکھ بھئی تو جو بھی ہے میں نے محلے کے پرانے لوگوں سے تیرے بارے میں پتہ کرنے کی کوشش کی ہے مگر کسی نے تیرے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور تیرے پاس کوئی ایسا ثبوت بھی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ تو وہی ہے جو بتلاتا ہے ان حالات میں تو خود بتا کون مانے گا کہ تو میرا سگا بھائی ہے۔'' شکورا نے تیوری بدل بدل کر کلو کی بات سنی اور پھر بولا۔

''کوئی مانے نہ مانے تو مانے گا مگر اب اس کا دوسرا طریقہ ہوگا۔'' اور شکورا تاؤ کھاتا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد کلو اور پریشان ہو گیا بچے زیادہ بڑے نہ تھے اس کو ان کی ہی فکر تھی۔ اس نے سوچا آدمی لفنگا لگتا ہے اس سے کسی بھی برے کام کی امید ہو سکتی ہے اس لئے اس نے بیوی اور بچوں کو سسرال بھجوا دیا۔

ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ کلو پر حملہ ہو گیا، وہ رات کو سو رہا تھا کہ اس کی آنکھ کسی آہٹ سے کھل گئی اور اس نے دیکھا کہ کمرے میں دو بڑے بڑے کتے آنکھیں چمکا کر غرا رہے ہیں۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا دروازے کو دیکھا تو بند تھا، تو پھر یہ کدھر سے آگئے؟ دونوں کتے اس کی چارپائی سے چند قدم کے فاصلے پر غراتے رہے اس کے قریب نہ آئے۔ کلو ڈر کے مارے چارپائی سے نہ اترا اور ساری رات گزر گئی۔

صبح اذان کے وقت دونوں کتے غائب ہو گئے اور کلو حیران نظروں سے ان کتوں کو غائب ہوتے دیکھتا رہا اور پھر ڈرتے ڈرتے اس نے زمین پر قدم رکھا اور پھر گیراج جانے کی تیاری کرنے لگا۔ بیوی تو تھی نہیں خود ہی اس نے چائے بنائی اور ایک کپ پی کر دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ شکورا پر اس کی نظر پڑی اس نے اس سے نظریں چرانا چاہیں تو شکورا بولا۔

''ابھی تو ابتداء ہے بیٹا آگے دیکھ کیا ہوتا ہے وہ کتے تجھے چیر پھاڑ بھی سکتے تھے، میں شکورا ہوں استاد محسن کا شاگرد، تو نے مجھے جانا نہیں ہے ساری اکڑ نکال دوں گا ناک کے راستے سن لیا۔'' اور شکورا جس طرح نمودار ہوا تھا اسی طرح ہوا ہو گیا۔

کلو کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا۔ مگر اس کا چہرہ ڈر کے مارے پیلا ضرور پڑ گیا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ کہتے ہیں جب کسی انسان کی تقدیر تاریکیوں میں ڈوبنے لگتی ہے تو اس کی عقل اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ کلو مستری تو بے چارا ایک سیدھا سادا آدمی تھا اس نے یہ سب کب اور کہاں دیکھا تھا اس کی سمجھ میں تو رات کا واقعہ ہی نہیں آرہا تھا وہ صرف یہ اندازہ ہی کر سکا تھا کہ یہ ضرور جادوئی چکر ہے لڑائی تو اس سے وہ کر سکتا تھا مگر ان ماورائی چیزوں سے وہ کیا لڑے گا، وہ یہی سوچتا ہوا گیراج پہنچ گیا۔ رات بھر کی جگائی اور پریشانی اس کے چہرے پر صاف نظر آرہی تھی۔

''کیا بات ہے استاد آج کچھ پریشان نظر آرہے ہو؟'' نورا پینٹر بولا۔

''ارے ہاں! بڑی پریشانی میں پڑ گیا ہوں۔'' کلو نے جواب دیا۔''استاد بتاؤ تو شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔'' نورا پینٹر بولا۔

اور استاد نے رات کا پورا واقعہ بیان کر دیا۔

''استاد یہ کوئی جادوئی چکر لگتا ہے۔'' نورا بولا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے یہ آدمی بڑا خطرناک ہے بہت کچھ کر سکتا ہے۔''

''تو پھر اس کا توڑ کرنا پڑے گا، میں ایک آدمی کو جانتا ہوں ناگ پاڑے میں رہتا ہے آدمی تو دیوانہ سا لگتا ہے مگر سنا ہے سفلی اور جادو کے توڑ کا ماہر ہے بڑی مشکل سے ہاتھ آتا ہے اگر فرصت ہو تو چلو میرے ساتھ دیکھ لیتے ہیں۔'' نورا نے مشورہ دیا۔

کلو تو پریشان ہی تھے فوراً راضی ہو گئے اور دونوں

ناگ پاڑے کی طرف چل دیئے۔ پر پیچ گلیوں سے گزرتے وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں پر بڑی پتلی گلیاں تھیں اور نورا اس کو لے کر ایک مکان کے دروازے پر پہنچ گیا، نورا نے دروازہ بجایا مگر جواب نہ آیا اور کئی دفعہ ایسا کرنے پر بھی کوئی جواب نہ آیا۔ ایک آدمی قریب سے گزر رہا تھا وہ ان دونوں کے نزدیک آ گیا اور بولا۔ ''سارا دن دروازہ نہیں کھلے گا، دروازہ کھلا ہے دھکا دو اور اندر چلے جاؤ دروازہ کھولنے کوئی نہیں آنے والا۔'' اور وہ یہ کہہ کر چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی نورا نے دروازے کو دھکا دیا دروازہ کھلا ہوا تھا چرچراتا ہوا کھل گیا اور پہلے نورا نے اس کے بعد کلو نے اندر قدم رکھا۔ اندر آتے ہی ان کو اندازہ ہو گیا کہ باہر سے چھوٹا سا نظر آنے والا مکان بہت بڑا ہے بہت پرانا اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار یہ مکان تھا اور ایک اچھا بڑا صحن بھی تھا اور اس میں ایک نیم کا درخت بھی تھا اس درخت کی جڑ کے پاس ایک بوڑھا شخص ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس کے بدن پر لباس نام کی دھجیاں بندھی ہوئی تھیں سفید بال بکھرے ہوئے تھے اس کی حالت دیوانوں جیسی لگتی تھی۔

بوڑھا دونوں کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور اچھلنے لگا کودنے لگا اور منہ سے نہ معلوم کیا گانے لگا۔ اس کے گانے کے بول بھی نرالے تھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس کے پیروں میں گھنگھرو بندھے ہوئے تھے وہ لہک لہک کر گاتا رہا اور ناچتا رہا اور پھر ان دونوں کی طرف دوڑا جسم پر میل مٹی کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ مگر آنکھوں کی چمک ناقابل یقین سی تھی اس نے دونوں کو غور سے دیکھا اور زوردار قہقہہ لگانے لگا۔ نورا نے کہا۔ ''بابا کچھ کام سے آئے ہیں ہماری بات سنو گے۔''

''جلیبی لایا ہے۔'' بوڑھا بولا۔

نورا نے جواب دیا۔ ''پتہ نہیں تھا جلیبی لے آؤں گا۔''

''تو پھر جا کل آنا اور سن جلیبی کا دونا ضرور لانا۔ پھر بات ہو گی۔'' اور وہ پھر پیڑ کی جڑ کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اب ان کا وہاں پر رکنا بے کار ہی تھا دونوں دروازے سے باہر آ گئے۔ باہر آ کر کلو بولا۔ ''یار یہ تو بڑا عجیب آدمی ہے۔''

نورا بولا۔ ''کل جلیبی لے کر آئیں گے پھر بات کریں گے۔''

کلو نے کہا۔ ''یہ تو دیوانہ سا ہے کیا بات کرو گے اس سے۔''

''بات کرنے میں حرج ہی کیا ہے آئے ہیں تو کام پورا تو کریں۔'' نورا بولا۔

کلو نے رات سسرال میں گزاری گھر نہ گیا اور سویرے نورا کے ساتھ پھر ناگ پاڑے پہنچ گیا آج بھی دروازہ بند تھا مگر نورا نے دھکا دیا تو کھل گیا دونوں اندر پہنچ گئے پھر وہی منظر تھا بوڑھا اسی جگہ لیٹا تھا ان دونوں کو دیکھ کر کھڑا ہوا اور پھر اس کا ناچ شروع ہوا اور وہی بے تکا گیت جس کا کوئی بول ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ شاید گیت ختم ہو گیا اور بوڑھا ان کے قریب آ گیا۔

نورا نے جلیبی کا دونا اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ دونا ہاتھ میں آتے ہی اس کی آنکھوں کی چمک اور بڑھ گئی۔ وہ خوش ہو کر بولا۔ ''بول کیا بات ہے؟''

نورا نے کہا۔ ''یہ میرے دوست ہیں ان کے پیچھے ایک آدمی لگ گیا ہے وہ تنگ کرتا ہے۔''

بوڑھا بولا۔ ''یہ گونگا ہے۔''

کلو بولا۔ ''نہیں بابا میں بتاتا ہوں۔'' اور اس نے سب کچھ بتا دیا۔

بوڑھے کی نگاہوں میں نفرت کا طوفان تھا اور غصے کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں حقارت کا طوفان ابل رہا تھا وہ حیرت انگیز طور پر زمین سے اچھلا اور پھر اچھلتا ہی رہا اس کے پیروں میں پڑے گھنگرو زور زور سے بجتے رہے اور پھر ایک دم رک گیا اور بولا۔ ''یہ کام محسن کے سوا کوئی نہیں کرسکتا اس کے پاس ہی وہ کتے ہیں خیر تو جا میں کچھ اپائے کرتا ہوں۔''

دروازے سے باہر آتے ہی کلو نے کہا۔ ''استاد محسن کا ذکر شکورا نے بھی کیا تھا۔''

''تو اس کا مطلب ہوا کہ بوڑھا ہوشیار ہے بات کی تہہ تک پہنچ گیا ہے۔'' نورا نے جواب دیا۔

ایک ہفتہ گزر گیا شکورا کلو کے پاس نہ آیا اور نہ وہ دونوں بوڑھے کے پاس گئے۔ شکورا آ گیا اب کے وہ گیراج پر آیا تو نورا بھی موجود تھا۔

وہ نفرت بھری نظروں سے کلو اور نورا کو دیکھتا رہا اور پھر بڑی حقارت آمیز انداز میں بولا۔ ''کر لی تو نے من کی اور بلی دے دی اس پاگل کی، اب بول اور کون ہے اور تیرا ٹھکانا کہاں ہے۔''

شکورا یہ کہہ کر چلا گیا اور ان دونوں کو بوڑھے کی فکر ہو گئی دونوں جلدی جلدی ناگ پاڑے پہنچے دروازہ بند نہ تھا دروازہ کھلا تھا اور دروازے کے قریب کوئی نہ تھا آج پہلی بار دروازہ ان کو کھلا ملا تھا دونوں اندر چلے گئے میدان میں نیم کا درخت اپنی جگہ کھڑا تھا مگر اس کے نیچے کوئی نہ تھا اور نیم کی چھاؤں میں گھنگرو بکھرے ہوئے تھے وہ دونوں باہر آ گئے۔ دروازے کے پاس ایک آدمی کھڑا تھا کلو نے اس سے پوچھا۔ ''یہ بابا کہاں چلے گئے۔''

وہ آدمی ہنس کر بولا۔ ''جہاں سے آئے تھے وہیں چلے گئے اب تم بھی جاؤ دیر ہو گئی تو جلیبی لانا پڑے گی۔''

''تمہاری بات سمجھ میں نہیں آئی بھائی ہوا کیا ہے۔'' نورا نے پوچھا۔

''بات یہ ہے کہ بابا مر گئے وہ صرف جلیبی کھاتے تھے ان کو ان کے کسی دشمن نے مار دیا ہے۔ مگر بابا کی آواز رات کو آتی ہے وہ جلیبی مانگتے ہیں اور جو اس آواز کو سن پائے اس کو ضرور جلیبی لانا پڑتی ہے اور اگر سن کر رہ گیا اور جلیبی نہ لایا تو اس کا کچھ نہ کچھ نقصان ضرور ہوتا ہے۔''

''مگر وہ تو مر گئے پھر جلیبی کون لیتا ہے۔'' نورا بولا۔

''ہاں مر گئے مگر لوگ کہتے ہیں ان کی آتما اسی مکان میں رہتی ہے اور جلیبی وہ طلب کرتی ہے۔'' آدمی بولا۔

''اور جلیبی وصول کون کرتا ہے۔'' کلو نے پوچھا۔

''دروازے پر دونا رکھ دو بابا کو مل جاتا ہے اندر کوئی نہیں جاتا۔'' آدمی نے بتایا۔

''دونا رات کو رکھا جاتا ہے یا دن میں۔'' کلو نے پوچھا۔

''ارے کیا باؤلے ہوئے، دن میں آتمائیں بے اثر ہوتی ہیں رات کو حرکت میں آتی ہیں۔ رات کو ہی دونا بابا جی کو دیا جاتا ہے اچھا اب میں جاتا ہوں تم چاہو تو رات کو دونا رکھ جانا۔'' وہ آدمی چلا گیا۔

کلو نے کہا۔ ''ارے کس چکر میں پھنس گئے میری تو کھوپڑی چرا رہی ہے۔''

نورا بولا۔ ''تم کیا سمجھتے ہو استاد میں بڑا خوش ہوں مگر استاد تمہاری مدد کرتے کرتے کہیں میں کسی چکر میں نہ پھنس جاؤں کیوں کہ یہ شکورا بڑی کینہ بھری آنکھوں سے میری طرف دیکھتا ہے استاد بات یہ ہے کہ میں اپنے باپ کا اکیلا سہارا ہوں تم برا نہ ماننا میں اب تمہارا ساتھ نہیں دوں گا دلی میں میرے تین ماموں ہیں کام بھی بہت ہے کئی دفعہ بلا بھی چکے ہیں تو ابا کو لے کر بس کل ہی دلی چلا جاؤں گا اگر وہاں سے کچھ کر سکا تو ضرور کروں گا۔''

کلو مایوسی سے بولے۔ ''میاں مصیبت کے وقت کون ساتھ دیتا ہے ارے اپنا سایہ بھی جدا ہو جاتا ہے ٹھیک ہے میاں جاؤ میری مصیبت ہے میں ہی بھگتوں گا۔''

نورا دلی چلا گیا اور کلو پر شکورے کا غصہ اترنے لگا۔ پہلے اس کے کاروبار پر اس نے حملہ کیا اور بنی بنائی گاڑیوں کو خراب کیا جانے لگا۔ کلو دن بھر محنت کرتا اور رات کو گاڑی پھر ویسی ہی ہو جاتی گاہک خراب ہوتے گئے اور گاڑیاں آنا بند ہو گئیں پھر رات کو اس کا سونا مشکل ہو گیا اتنی بلیاں آ جاتیں اور شور کرتیں کہ وہ سو نہیں پاتا گیراج کی کمائی بند ہو گئی اور کلو ہر طرف سے بیزار ہو گیا مگر شکورا نہ آیا۔ دو مہینے کے بعد کلو کی حالت پاگلوں جیسی ہو گئی اس کی بیوی اس کو میکے لے گئی اور مکان کو تالا لگا دیا اور پھر ایک دن رات کو شکورا آ گیا اور بولا۔ ''دماغ ٹھکانے آیا کہ نہیں بول جواب دے۔''

''تو نے میرا سب کچھ چھین لیا اب تجھے کیا چاہئے۔'' کلو نے جواب دیا۔

''اب بھی تجھے ثبوت کی ضرورت ہے..... اور ثبوت دوں۔'' شکورا بولا۔

''تو کوئی بھی ہے تجھے گھر چاہئے میں نے تجھے گھر دے دیا۔'' اور چابی شکورا کے ہاتھ میں دے دی۔ شکورا ہنس کر بولا۔ ''سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا تو ٹیڑھی کرنا ہی پڑتی ہے۔ اب اس طرف نہ آنا تیری بھلائی اسی میں ہے۔'' اور شکورا چلا گیا۔

کلو استاد بے گھر ہو گئے جو جمع شدہ تھا وہ بھی خرچ ہو گیا اور کاروبار بھی بند ہوا۔ جب ذرا شکورے کی طرف سے بے فکری ہوئی تو پھر گیراج پر کام کرنے لگا چند روز کے بعد کچھ کچھ کام آنے لگا اور آمدنی کا ذریعہ ہوا۔

شام کو کلو گیراج بند کر رہا تھا کہ شکورا آ گیا۔ ''کمائی شروع ہو گئی اور میرا حصہ نہیں دیا۔'' کلو کو تاؤ تو بہت آیا مگر پہلے والے تجربے کے پیش نظر نرمی سے بولا۔

''تیرا حصہ میں نے پورا مکان دے دیا اب اور کیا ہے۔''

''واہ رے بھولے شاہ یہ گیراج باپ کے زمانے کا ہے تو اس سے کماتا ہے مجھے آدھی آمدنی دینا پڑے گی۔'' شکورا بولا۔ ''کیوں دوں محنت میں کروں گا سارے دن اور آدھی آمدنی تجھے دوں کس حساب سے۔'' کلو ہمت کر کے بولا۔

''حساب تو میں تجھے آج رات کو ہی بتلا دوں گا بول بتلاؤں۔'' شکورا بولا۔

کلو ڈر کے ہمت ہار گیا ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''مجھ پر رحم کر میں بال بچے دار آدمی ہوں۔''

''ارے اسی لئے تو آدھی مانگ رہا ہوں۔'' شکورا بولا۔ کلو بولا۔ ''ٹھیک ہے دوں گا۔''

''ہاں اب آیا ہے ٹھکانے پر۔'' شکورا ہنس کر بولا اور چلا گیا۔ سارا دن کلو محنت کرتا اور شام کو آدھی آمدنی شکورا لے جاتا۔ کلو اس غم میں گھلتا گیا بہت کمزور ہو گیا کام کرنا بھی اس کے لئے دشوار ہوتا گیا مگر شکورے کو ذرا رحم نہ آیا۔ کلو دن بھر محنت کرتا گاہکوں کی اچھی بری بھی سنتا اور شام کو اس کے پاس اتنے پیسے آتے کہ بمشکل اس کا گزارہ ہوتا اس نے بڑی کوشش کی شکورے کی منت سماجت کی اور بولا۔ ''میں بال بچے دار آدمی ہوں میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے مجھ پر رحم کر اور پیچھا چھوڑ دے۔''

شکورا طاقت کے نشے میں ڈوبا ہوا تھا غرور سے بولا۔ ''میرے استاد کا کہنا ہے جو رحم کرتا ہے وہ خود قابل رحم ہو جاتا ہے تو مجھ سے رحم کی امید نہ رکھنا میری مہربانی اتنی ہی بہت ہے کہ تو کچھ نہ کچھ کام کرنے کے لائق ہے اگر میری بات نہیں مانے گا تو پھر میں تیرے گھر کے اندر گھس جاؤں گا اور تیرے بچے دوا دارو کو ترسیں گے تو ڈاکٹر کے پاس دوڑتا رہے گا تو نے مجھے اب تک جانا نہیں ہے آنکھ بند کر کے میری بات مانتا جا۔''

کلو کیا جواب دیتا خاموشی سے کام پر لگ گیا مگر اس کا دل اندر سے اس کو بددعائیں دے رہا تھا۔

کہتے ہیں دکھی دل کی فریاد آسمانوں تک ضرور جاتی ہے اور وہ اپنا اثر دکھاتی ہے۔ دو تین دن گزرے تھے کہ اچانک نورا دلی سے آ گیا۔ کلو اس کو دیکھ کر حیرت سے بولا۔ ''ارے تو کب آیا۔''

نورا بولا۔ ''کلو استاد آج ہی آیا ہوں اور سیدھا تمہارے پاس آیا ہوں۔''

''تیرا کام دلی میں کیسا ہے، مجھے بھی دلی لے چل یہ جگہ اب میرے لئے تو بے کار ہو گئی ہے۔'' کلو بولا۔

''مجھے کوئی کام نہیں ہے میں صرف تمہارے کام سے آیا ہوں۔'' نورا بولا۔

''میرا کام وہ بھلا کیا ہے؟'' کلو بولا۔

''استاد میں دلی تم کو چھوڑ کر چلا تو گیا، ڈر تو مجھے بھی بہت تھا پر استاد میری بات کا یقین کرنا میں اندر سے بہت شرمندہ تھا، تمہارے بگڑے وقت میں تم کو اکیلا چھوڑنے کا، پر میں نے تمہاری پریشانیوں کا اور آسیب کا جادو کا کئی لوگوں سے ذکر کیا میرے ماموں کو پتہ چلا تو وہ مجھے ایک

حکیم کے پاس لے گئے میں نے ان کو تمہاری پوری پریشانی بتادی انہوں نے کہا تم کان پور جاؤ میں بھی تم سے وہیں پر ملوں گا اب وہ ایک دو روز میں آنے والے ہیں۔''

کلو ہنس کر بولا۔''یار تو بڑا بھولا ہے میری بات سن میں ڈینٹر ہوں اور تو پینٹر ہے میں تیرا کام نہیں کر سکتا اور تو میرا کام نہیں کر سکتا اس طرح بے چارے حکیم صاحب دلی سے آئیں گے وہ اس معاملے میں کیا کریں گے یہ معاملہ دوا دارو کا نہیں ہے بلکہ یہ تو جادو کا چکر ہے۔''

''تو استاد بات تو ٹھیک ہے مگر وہ نرے حکیم نہیں وہ سب کام کرتے ہیں۔'' نورا بولا۔

''ٹھیک ہے میری ہمدردی میں ہی تو آ رہے ہیں کب آئیں گے۔'' کلو بولا۔

''شاید آج ہی آ جائیں وہ تمہاری دکان پر ہی آئیں گے میں نے پتہ بتا دیا ہے۔'' نورا بولا۔

اور پھر ردلوکا دکان پر آ گیا۔''تم کلو مستری ہو۔'' ردلوکا نے پوچھا۔

کلو نے جواب دیا۔''جی ہاں میرا نام کلو ہے۔''

''نورا نے میرے بارے میں آپ کو بتایا ہوگا۔'' ردلوکا نے کہا۔''بتایا تھا آپ دلی سے تکلیف کر کے آئے آپ کی بڑی مہربانی ہے۔'' کلو نے جواب دیا۔

''تم مجھے پورے حالات بتاؤ نورا کو شاید پورے حالات پتہ نہیں تھے۔'' ردلوکا نے کہا۔

''نورا کے جانے کے بعد تو حالات اور بگڑ گئے تھے۔'' کلو نے پوری روداد بیان کر دی۔ ردلوکا نے کہا۔''تو وہ روز تم سے وصولی کے لئے آتا ہے۔''

کلو نے کہا۔''روز آتا ہے اور کچھ نہ کچھ دھمکی دے کر چلا جاتا ہے۔''

''ٹھیک ہے آج میں یہاں پر ہوں آنے دو..... میں بات کروں گا۔''

سات بجے شکورا جھومتا ہوا آ گیا اور مالک دکان کی طرح کلو سے بولا۔''کیا کمایا ہے دن بھر۔''

کلو کے بجائے ردلوکا اس کے سامنے آ گیا اور بولا۔''تو اس دوکان کا مالک ہے۔''

''اور تجھے کیا نظر آتا ہے اور تو کون ہے ملا یا قاضی۔'' شکورا مغروریت سے بولا۔

''یہ تو ٹھیک ہے کہ میں نہ قاضی ہوں نہ ملا، تو یہ بتلا کہ کون ہے اور کس طرح حکم چلا رہا ہے جیسے تو ہی اس دوکان کا مالک ہے۔''

شکورا کھڑے ہو کر بولا۔''دیکھ بھئی تو جو بھی ہے اپنی کھال میں رہ، تو مجھے جانتا نہیں اور سن اس کی ہمدردی میں اپنے لئے پریشانی مت پیدا کر میرا نام شکورا ہے میں آدمی کو ایک منٹ میں سیدھا کر دیتا ہوں۔''

ردلوکا ہنس کر بولا۔''یار ذرا مجھے تو سیدھا کر۔''

''ایسا لگتا ہے تیرا برا وقت شروع ہو گیا ہے۔'' شکورا بولا۔ شکورا کچھ کرنے ہی والا تھا کہ اس کے پیٹ میں سخت مروڑ اٹھ گئی اور وہ کراہ کر زمین پر بیٹھ گیا۔ ردلوکا بولا۔''ارے شکورا پہلوان تم مجھے سیدھا کرتے کرتے خود ٹیڑھے ہو گئے کیا ہوا۔''

شکورا درد سے بلبلاتے ہوئے بولا۔''میرے پیٹ میں درد ہے۔'' ردلوکا نے جواب دیا۔''اور اگر یہ درد تیرے ساتھ زندگی بھر رہے تو کیسا رہے گا۔''

شکورا مسکین صورت بنا کر بولا۔''میں مر جاؤں گا مجھے معاف کر دے اب نہیں آؤں گا۔''

''اور روزانہ بھتہ کون وصول کرے گا؟'' ردلوکا بولا۔''میں نہیں لوں گا کچھ نہیں لوں گا۔'' شکورا زمین پر لوٹ پوٹ ہو کر بولا۔

''کھڑا ہو جا۔'' ردلوکا نے حکم دیا۔ شکورا کھڑا ہو گیا اور اس کا درد بھی ختم ہو گیا۔

ردلوکا پھر بولا۔''میں جانتا ہوں تیرے پاس اتنا نہیں ہے کہ تو ذرا سا بھی جھٹکا برداشت کر سکے تیرا استاد کون ہے اور کس کے بھروسے تو رہتا ہے اس کا نام بتا۔'' ردلوکا نے پوچھا۔ شکورا استاد کا نام بتانا نہیں چاہتا تھا۔''میرا تو کوئی استاد نہیں ہے۔'' وہ بولا۔

''تیرے چہرے پر صاف جھوٹ پڑھا جا رہا ہے

یاد رکھ دروازہ بھی گیا نہیں ہے رکا ہوا ہے۔" رولو کا بولا۔

شکورا ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "بتاتا ہوں، میرا استاد گھمسن ہے پر مجھے اس کا پتہ نہیں معلوم وہ کسی ایک مقام پر نہیں رہتا۔" شکورا بولا۔

"تیرا اس سے رابطہ کس طرح ہوتا ہے۔" رولو کا نے پوچھا۔

"وہ خود رابطہ کرتا ہے میں نہیں کرتا۔" شکورا بولا۔

"تیری ہر بات میں جھوٹ موجود ہے بول خوب جھوٹ بول اور یہاں سے فوراً بھاگ جا پھر ادھر نہ آنا۔"

شکورا ایسا بھاگا کہ پلٹ کر نہ دیکھا مگر اس کو پتہ نہیں تھا کہ ایک جاسوس اس کے بہت قریب تھا اور اس کی پوری طرح نگرانی کر رہا تھا۔

شکورا سیدھا گھر گیا اور دروازہ بند کر دیا اور ایک کمرے میں چلا گیا اس کمرے میں اندھیرا تھا۔ اندر جا کر اس نے ایک موم بتی روشن کر دی اور اس کو اٹھا کر زمین پر رکھ دیا اور ایک مورتی اس موم بتی کے قریب رکھ دی وہ مورتی کسی جانور کی تھی اور اس کا رنگ کالا تھا۔

اور وہ خود اس مورتی کے عین سامنے بیٹھ گیا چند منٹ کے بعد موم بتی کی لو لہرائی حالانکہ کمرے میں ہوا کا گزر نہ تھا اور پھر موم بتی بجھ گئی کمرہ اندھیرے میں ڈوب گیا اور آواز آئی۔ "کیا بات ہے کیوں یاد کیا ہے؟"

شکورا بولا۔ "استاد آج تو بڑی مشکل سے جان بچی ہے کوئی حکیم آ گیا ہے اس نے میری پکڑ کر لی میرا تو اس پر بس نہیں چل سکتا اب کیا کروں۔"

آواز آئی۔ "تو وہیں پر ٹکا رہ اور اس کو راضی رکھ تیرے بس کا نہیں ہے تو دور رہ مگر جگہ مت چھوڑ یاد رکھ ایک دفعہ پیر اکھڑ جائیں تو دوبارہ جمانے میں سخت محنت کرنا پڑتی ہے میں تجھ سے بہت دور ہوں مگر تیرے پاس آؤں گا۔" اور موم بتی پھر جلنے لگی۔ شکورے نے مورتی طاق میں رکھ دی موم بتی بجھا کر اوپر رکھ دی کمرے سے باہر آ گیا۔ اس ساری کارروائی کو جاسوس نے ریکارڈ کر لیا اور رولو کا کے روبرو بیان کر دیا۔

کلو نے بتایا۔ "ایک دفعہ شکورے نے استاد گھمسن کا ذکر کیا تھا پتہ نہیں یہ استاد کون ہے؟"

رولو کا بولا۔ "جو بھی ہے خود بخود سامنے آ جائے گا تم فکر نہ کرو۔"

رولو کا استاد گھمسن کی آمد کا منتظر رہا۔ مگر وہ نہ آیا۔ جاسوس کارندہ شکورے کے ساتھ لگا ہوا تھا شکورا گھر میں بند تھا باہر نہیں نکلتا تھا۔ رولو کا نے جب دیکھا کہ شکورا استاد کی بات پر پوری طرح عمل کر رہا ہے تو اس نے اس کے فرار کی راہیں بھی بند کر دیں۔

اب معاملہ ایسا ہو گیا کہ باہر والا اندر جا سکتا تھا مگر اندر والا باہر نہیں آ سکتا تھا شکورے کو اس بات کا ذرا اندازہ نہ تھا وہ سمجھ رہا تھا کہ گھر میں وہ محفوظ بیٹھا ہے۔

آخر شکورے کو باہر کی ضرورت پیش آ ہی گئی وہ نشے کا عادی تھا اور اس کے پاس افیون ختم ہو چکی تھی باہر آنا ضروری تھا۔ باہر کا دروازہ بند تھا اس نے دروازے کو کھولنے کی بڑی کوشش کی مگر ناکام ہوا۔ توڑنے کی کوشش کی تو اس کے ہاتھ پیر جواب دے گئے۔ افیون کے عادی لوگ جب نشہ نہیں ملتا تو یوں بھی کمزور ہو جاتے ہیں ان کے ہاتھ پیر میں لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ منہ سے پانی بہنے لگتا ہے اور بے حد کمزوری محسوس کرتے ہیں۔

شکورے کی حالت خراب ہونے لگی اس نے شور مچا کر محلے والوں کو بتانا چاہا تو آواز بند ہو گئی اور وہ نڈھال ہو کر دروازے کے پاس گر پڑا اس کا منہ کھلا تھا اور نگاہیں دروازے پر تھیں اس کی مدد کو اس کا استاد بھی نہیں آیا اور شکورا خود اپنی لگائی آگ میں جل کر مر گیا۔ اس کے مرنے کے تین دن بعد استاد گھمسن آ گیا اس نے دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا سب سے پہلے اس کی ملاقات شکورے کی سڑی لاش سے ہوئی وہ چونک پڑا اور پھر دروازے کی طرف جلدی سے بڑھا مگر دروازہ بند تھا اس کے اوسان خطا ہو گئے دروازے کو کھولنا چاہا مگر دروازہ بند ہی رہا وہ گھر کے دوسرے حصہ میں گیا کہ کہیں سے فرار کا راستہ مل جائے مگر ہر کھڑکی پر مضبوط پہرہ تھا وہ شکورے کی لاش کے پاس آسن جما کر بیٹھ گیا۔

گیانی دھیانی میں لگ گیا ساری رات گزر گئی کچھ نہ ہوا اس کے پیر گھر کے اندر نہ آ سکے اور یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کون ہے جس نے ہر کھڑکی دروازہ بند کر دیا ہے۔ جب ہر طرف سے مایوس ہوا تو زور زور سے چلانے لگا۔ "ارے تو کون ہے ذرا سامنے تو آ۔"

مگر اس کو جواب نہ ملا، چند دن میں اس کی حالت بگڑ گئی سارا کلف خود بخود اتر گیا۔ اس کی حالت مردوں سے بدتر ہو گئی اور وہ شکورے کی لاش پر گر پڑا، شکورے کی لاش میں کیڑے پڑ چکے تھے وہ اس کے بدن پر بھی آ گئے اور استاد محسن بھی شکورے کے پاس پہنچ گئے اور پھر بدبو پورے محلے میں پھیل گئی، سرکاری لوگ آ گئے دوائیں چھڑکی گئیں اور کئی روز میں گھر صاف ہوا۔

اور رولو کا دلی روانہ ہوا...... برے کام کا برا انجام۔

☆......☆......☆

میری بدنصیبی کا آغاز تو اسی دن ہو گیا تھا جس دن میں نے رام پیاری کو پنگھٹ پر دیکھا تھا۔ یہ صورت کے ایک گاؤں کا واقعہ ہے لوگ شہروں میں تفریح کرتے ہیں۔ تفریح کے لئے دور دور جاتے ہیں مگر میرا مزاج نرالا ہے، میں گاؤں گاؤں پھرتا ہوں، گاؤں کی سادگی اور بھولپن مجھے پسند ہے۔ میں کسی بھی گاؤں میں زیادہ نہیں رکتا، یہ دوسری بات ہے کہ گاؤں کی کوئی الہڑ دوشیزہ گوبر تھاپتے میری طرف محبت سے دیکھ لیتی ہے تو پھر اس سے ملاقات کی سبیل پیدا کرتے کرتے رک جاتا ہوں۔ کئی دفعہ مجھے دھوکا ہوا ہے میں جسے اپنانے کے لئے اس کے نزدیک ہوا، اس نے گوبر کا اپلہ میرے منہ پر چھاپ دیا اور میں آگے بڑھ گیا، وہ کہتے ہیں ناں کہ شوق کی خاطر انسان ذلیل بھی ہوتا ہے چھینٹی بھی کھاتا ہے اور پلے سے خرچ بھی کرتا ہے۔"

اس سلسلے میں میری شکایت دھرمو کے تاؤ نے نواب سے کر دی۔ ویسے تو کسی گاؤں کے آدمی کی پہنچ نواب تک ناممکن تھی مگر دھرمو کا تاؤ نواب کی بگھی کی صفائی اور اس کی دیکھ بھال پر ملازم تھا، یوں ایک دن اس نے کہہ دیا نواب سے۔ "جی ایک آدمی گاؤں گاؤں پھرے ہے اور گاؤں کی کنواری چھوکریوں کا لاگو ہے، بڑا جھمیلا ہے اور پیسہ بھی ہے بس کسی نہ کسی طرح چھوریوں کو پھانس لیتا ہے، آپ کچھ کرو......"

دھرمو کی چھوری رام پیاری ذرا دور رہ گئی تھی کیونکہ نواب کے ہرکارے میری تلاش میں آ گئے اور مجھے رام پیاری کو الوداع کہنا پڑا، میں تو مایوس ہوا ہی تھا، رام پیاری بھی ارمان دل میں بسائے رہ گئی۔

میں نواب کے ہرکاروں کے ہاتھ کب آنے والا تھا آگے کھسک لیا اور صورت سے ذرا دور گاؤں میں جا کر ڈیرہ ڈالا...... یہ گاؤں بھی پہلے سے زیادہ بڑا نہ تھا، میرے پاس روپے پیسے کی کیا کمی تھی۔ میں نے آتے ہی گاؤں کے مکھیا کو کچھ روکڑا دے کر راضی کر لیا کہ مجھے رہنے کو جگہ دے دے اور اس نے انکار نہ کیا۔

مکھیا کا گھر بہت بڑا تھا۔ آدھا کچا اور آدھا پکا بنا ہوا تھا۔ کچے میں جانور اور چارہ بھرا رہتا تھا اور پکے میں اس کی رہائش تھی۔ میں نے دو تین دن کے بعد مکھیا کو بتا دیا تھا کہ اگر کوئی میرے بارے میں پتہ کرنے آئے تو کہہ دینا یہاں کوئی نہیں آیا۔

مکھیا ایک نمبر کا ڈرپوک تھا بولا۔ "ارے نہیں بھیا، جوکھم میں نہیں اٹھاؤں گا، سرکار نواب کو خبر ہو گئی تو میری بھی خیر نا ہی ہے۔"

میں نے چند نوٹ اس کی صدری میں ٹھونس کر کہا۔ "ارے گرو میں اندر گھر میں ہوں کسی کے سامنے تو آیا نہیں ہوں کہ لوگ گواہی دیں گے اگر کبھی گھر سے باہر نکلا بھی تو رات کو نکلوں گا تم چنتا نہ کرو میں نے کوئی چوری ڈاکہ نہیں مارا ہے بات صرف اتنی ہے کہ یہ نواب میرے ساتھ پڑھا ہے بچپن کا دوست ہے میں جونا گڑھ آنے کے بعد اس کے پاس نہیں گیا تو غصہ ہو گیا ہے کہتا ہے۔ "میری حویلی میں رہ، دور دور کیوں پھرتا ہے۔ لیکن میری طبیعت ذرا دوسری ہے نوکروں کے لاؤ لشکر اور حویلی کے قانون قاعدے میرے بس کے نہیں اس لئے میں اس سے دور ہوں۔"

لکھیا پتہ نہیں میری بات سے مطمئن ہوا کہ نہیں مگر اس نے جانے کو نہیں کہا۔

میں اوپر اٹاری میں رہتا تھا، پکا مکان اور کچا دونوں ایک منزلہ تھے مگر پکے مکان پر ایک کوٹھا بنا ہوا تھا اس کو اٹاری کہتے ہیں۔ اس کے جھروکوں سے پورا آنگن جانور اور نیچے کا سارا منظر نظر آتا تھا ایک لڑکی سولہ سترہ سال کی بری الہڑ جو اکثر جانوروں کے باڑے میں کام کرتی نظر آتی تھی اس کے ساتھ ایک متناسب بدن کی جوان عورت بھی کام کرتی تھی دونوں میں صرف اتنا فرق تھا کہ ایک کے کولہے ذرا بھاری تھے۔ دونوں صبح سے کام میں لگتی تھیں اور دوپہر تک سب کام کر پاتی تھیں اس کے بعد وہ رسوئی میں کھانا بناتی تھیں دو بجے گرو ناتھ آجاتا تھا اور میرے لئے گرم گرم روٹی مکھن اچار اور ساگ لے آتا تھا۔

میں ہوں تو راجپوت مگر نرا سبزی خور نہیں ہوں میں انڈے اور گوشت بھی کھاتا ہوں۔ مگر گرو ناتھ کے گھر میں یہ چیزیں کھانے کو نہیں ملتی تھیں رات کو بھی گرو ہی کھانا لاتا، میں بھی صبر کرکے بیٹھا رہتا کہ شاید کبھی ایسا ہو کہ گرو نہ ہو اور ان دونوں میں سے کوئی میری دوائی لائے۔ آپ نے مچھلی کے شکاری کو دیکھا ہوگا، شکاری ڈوری پانی میں ڈال کر بیٹھا رہتا ہے اور کسی نہ کسی وقت ڈوری چل پڑتی ہے۔

گرو نے سویرے ناشتہ پر بتایا۔ ''اس کو کام پڑ گیا ہے صورت جانا ضروری ہے دو تین دن تو آنے جانے میں لگ جائیں گے تم کو پتہ ہے سواری گھوڑے کی نہیں، بیل گاڑی کی ہے زیادہ وقت بھی لگ سکتا ہے۔ میں نے دجنتی سے کہہ دیا ہے تمہارا خیال رکھے کھانے پینے کی چنتا نہیں ہے مگر سویرے جنگل ذرا جلدی ہو آنا اور پھر ضرورت پڑے تو رات کو جانا، بس یہ خیال کرنا کہ کسی کی نظر تم پر نہ پڑے۔''

میں نے خم ٹھونک کر اس کو یقین دلا دیا۔ ''تم نے جو کہا ہے ایسا ہی ہوگا۔'' اور گرو ناتھ صورت چلا گیا۔ میں دوپہر تک دجنتی کو دیکھتا رہا ان دونوں میں دجنتی کون تھی مجھے پتہ نہ تھا۔ مگر آنکھیں گرماتا رہا۔ پھر رسوئی میں کھانا پکا اور بھاری کولہے والی نے ایک تھالی میں کھانا پروسا اور اوپر آنے لگی تب مجھے اندازہ ہوا کہ یہ دجنتی ہے اور یہی گرو ناتھ کی دھرم پتنی ہے۔ وہ اٹاری کے دروازے پر آکر بولی۔ ''لو جی کھانا لے لو۔''

میں نے اندر سے کہا۔ ''ارے بھابی کیا مجھ سے پردہ کرو گی اندر آجاؤ تمہارا ہی گھر ہے۔''

تو وہ بولی۔ ''چولہے پر دودھ چڑھا ہے تم کھانا لے لو......''

میں نے کہا۔ ''بھابی یہ تو اچھی بات نہیں ہے کہ مہمان کو اس طرح کھانا کھلایا جائے تم اندر نہ آؤ تو پھر رہنے دو واپس لے جاؤ جب گرو آدیں گے تو کھا لیں گے۔''

یہ سن کر وہ اندر آ گئی اور بولی۔ ''گرو سے کچھ نہ کہنا غصہ کرے گا مجھ پر۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے تم کہتی ہو تو نہیں کہوں گا پر تم ذرا بیٹھو تو کھڑی کیوں ہو۔''

''اتنا وقت میرے پاس نہیں ہے۔'' وہ کھانا رکھ کر بولی۔

''ہاں تم مصروف تو بہت ہو پر کبھی تو وقت ہوگا تمہارے پاس۔ اکیلے پڑے پڑے اکتا گیا ہوں چند منٹ تم سے بات کرلوں گا تو جی بہل جائے گا۔'' دجنتی نے جواب نہیں دیا۔

میں نے بات اور آگے بڑھائی۔ ''جب وقت ہو تو دو چار گھڑی کو آجانا۔''

وہ بولی۔ ''اچھا ابھی تو جاتی ہوں برتن لینے آؤں تو ذرا دیر میں ٹھہر رکوں گی۔''

آج مجھے کھانے میں زیادہ مزا آیا میں نے برتن ایک طرف رکھ دیئے اور جھروکے سے نیچے دیکھا۔

نیچے سناٹا پڑا تھا۔ گوالا دودھ دوہ کر جا چکا تھا اور وہ لڑکی بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ پھر وہ اپنی کوٹھری سے نکلی اس نے ایک نظر برابر کی کوٹھری پر ڈالی اور زینہ چڑھ کر اوپر آ گئی۔

اس نے باہر سے کہا۔ ''میں ہوں دجنتی آ جاؤں اندر'' میں دوڑ کر دروازے تک گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے آیا، ہاتھ پکڑنے کی جرأت میں پہلے پیدا کر چکا تھا اگر اس نے ہاتھ چھڑائے یا ناراض ہونے کی کوشش کی تو دوسرا اپنا میرے پاس تھا مگر دجنتی نے ہاتھ چھڑایا نہ ناراض ہوئی صرف اس کا ہاتھ ذرا سا تھرایا ضرور تھا جیسے اس کی امید کے خلاف یہ ہوا تھا۔

اب میں نے اس کو غور سے دیکھا وہ تیس کے لگ بھگ تھی مگر اس کی کاٹھی اور جسم اس انداز کا تھا کہ عمر کم لگتی تھی چہرے پر سادگی تھی اور انداز میں الہڑ پن تھا۔

اور یہی چیز میرے لئے تباہ کن تھی۔ مجھے کچھ بات تو کرنا تھی میں نے کہا۔ ''یہ چھوری کون ہے جو تمہارے ساتھ رہتی ہے؟''

دجنتی بولی۔ ''یہ میری چھوری ہے پندرہ کی ہوگئی پر میرے برابر کی لگتی ہے۔''

میں نے ذرا حیرت سے کہا۔ ''ارے بھابی ایسا میں نہیں مانتا تم تو خود ابھی چھوٹی ہو کہیں سے نہیں لگتی ہو کہ یہ چھوری تمہاری ہوگی۔'' دجنتی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کے پھول کھل گئے۔ عورت جس جگہ کی ہو تعریف کی بھوکی ہوتی ہے اپنی تعریف سن کر بولی۔ ''باپو نے کم عمری میں بیاہ دیا تھا پہلے سال ہی پدمنی پیدا ہوگئی۔''

میں نے کہا۔ ''پھر تو بھابی ہر سال بچے ہوتے ہوں گے۔''

وہ اداس ہوگئی۔ ''ایسا نہیں ہوا پتا نہیں کیا چکر ہے میں تو ٹھیک ہوں پر گرونا تھ میری مانتا ہی نہیں کسی وید حکیم کے پاس جاتا ہی نہیں۔''

''بھابی تم کچھ بھی کہو، تم آج بھی نئی نئی لگتی ہو۔ کنواری چھوریوں سے بڑھیا۔''

وہ اٹھلا کر بولی۔ ''بس اب زیادہ نہ بناؤ چھوری اٹھ جاوے گی تو میری کوٹھری میں ضرور آوے گی اور مجھے نہ پا کر شک کرے گی۔ سب جانے ہے۔''

میں نے کہا۔ ''گرونا تھ تو دو چار دن آنے کا نہیں اب کب آؤ گی۔''

''آ تو گئی ہوں اور کیا کروں گی آ کر۔'' وہ بولی۔

''ابھی کب آئی ہو جب آ جاؤ گی تو بتلا دوں گا'' میں نے کہا۔

''کہہ نہیں سکتی، پر آؤں گی تو تم کو اٹھالوں گی اگر تم سو گئے تو۔'' اس کا صاف مطلب تھا رات کو آئے گی۔ میں نے ڈوری پر اپنی گرفت مضبوط کر کے کہا۔ ''میں تمہارے انتظار میں جاگتا رہوں گا۔'' وہ لہرا کر اٹھی برتن اٹھائے اور دروازے سے باہر چلی گئی۔

میں نے جھروکے سے دیکھا اس نے رسوئی میں برتن رکھے اور اپنی کوٹھری میں چلی گئی۔

میری آنکھیں نیچے ہی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد دوسری کوٹھری سے وہ فتنہ لڑکی نکلی اور ماں کی کوٹھری میں چلی گئی۔ پھر دونوں باہر آئیں اور جانوروں کا گوبر ایک جگہ جمع کرنے لگیں۔ کچھ ہی دیر میں ایک عورت بڑا سا ٹوکرا لے کر آ گئی اور سارا گوبر بھر کر لے گئی۔

اس کام کے دوران دونوں نے ساڑھی کے پلو کمر پر کس کر باندھ لئے تھے تاکہ گوبر میں خراب نہ ہوں۔ پدمنی کی اٹھان بڑی زوردار تھی۔ گاؤں کی کھلی فضا اور اصلی دودھ مکھن اس کے بدن سے نکلا پڑ رہا تھا دونوں اپنی اپنی جگہ خوب تھیں۔

رات کا کھانا بھی دجنتی لائی میں نے کہا۔ ''تمہارا ایک کام بڑھ گیا ہے۔''

''یہ تو تم نے ٹھیک کہا پر کام تو کرنا ہی پڑتا ہے۔'' دجنتی بولی۔

''آج تم نے بڑی خوب صورت ساڑھی باندھی ہے تم پر خوب سج رہی ہے۔'' میں نے بات آگے بڑھائی اس نے شرما کر اپنی تعریف سنی پر کچھ نہیں بولی۔

میں نے پھر کہا۔ ''ایک بات کروں تم برا تو نہیں مانو گی۔''

''برا ماننے والی بات کرو ہی کیوں ہو۔'' وہ ناک پر

انگلی رکھ کر بولی۔

''زبان پر کچی بات آ جاتی ہے تو کہنا پڑتی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو پھر کہہ ہی ڈالو۔'' وہ بولی۔

''گردناتھ اور تمہارا جوڑ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ تم تو رانی بننے کے لئے تھیں اور گوبر تھاپ رہی ہو تمہارے ماتا پتا نے کیا دیکھ کر تمہاری شادی گردو سے کر دی۔''

''تم تو پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو اچھا اب میں چلتی ہوں۔'' اور وہ چلی گئی۔

میں نے اشاروں کی زبان میں بہت کچھ کہہ دیا تھا اور اپنے تجربے سے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ میری بات کو فوراً سمجھ بھی گئی تو بھی ناراض نہ ہوگی کیونکہ میں نے جب اس کا ہاتھ پکڑا تھا تو وہ کچھ نہ بولی تھی ذرا سی تھرائی تھی میں عورت کی فطرت سے واقف ہوں۔

سویرے وہ ناشتہ لے کر آ گئی مگر ذرا جلدی بولی۔

''پدمنی دودھ لے کر گئی ہے ہوتی تو نہ آتی۔''

''تم اپنی چھوری سے ڈرتی ہو۔'' میں نے کہا۔

''ارے جوان ہو گئی ہے سب جانے ہے اس کارن ڈرے ہوں۔'' وہ بولی۔

''دروازہ تو تم نے بند کر دیا ہوگا۔ کوئی کتا بھی اندر نہ آئے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں بند ہے۔'' وہ بولی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ ''تو پھر میرے قریب بیٹھو پھر شاید موقع نہ ملے۔'' اس نے شرما کر ذرا سی طاقت ہاتھ چھڑانے کو لگائی مگر وہ مجھ سے کولہا جوڑ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا۔ ''آج تم میں بڑی پیاری خوشبو آ رہی ہے۔''

وہ تعجب سے بولی۔ ''میں نے تو کوئی خوشبو نہیں لگائی۔''

''یہ تمہارے خوب صورت بدن کی خوشبو ہے۔ مست کر رہی ہے مجھے تو۔'' میں نے کہا۔

''اچھا تم ناشتہ کرو پھر بات کرنا۔'' وہ بولی۔

میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کو اور قریب کیا اور کہا۔ ''اب تو بعد میں ناشتہ ہوگا۔'' اور پھر میرا تجربہ میرے کام آیا۔

دو دن کے بعد گردناتھ آ گیا مگر ان دو دنوں میں، میں نے کئی اندازے لگا لئے۔ دھنتی ہرگز پدمنی کے قریب مجھے نہ جانے دے گی اور خود سارے ہار اپنے گلے میں ڈالے گی اس کی سپردگی اور والہانہ ثابت کرتا تھا کہ گردناتھ اس کے لئے ناکافی ہے۔

اب میرا یہاں پر رکنا بے کار ہی تھا اور میں ایک رات خاموشی سے نکل گیا اور چلتا چلا گیا۔

میں صورت میں رک گیا اور پتا جی کو خط لکھ دیا کہ روپے بھیج دو، جواب میں گالیوں بھرا خط آیا مگر اس کے ساتھ روپے بھی آ گئے۔ میں نے ایک دو گھوڑوں کی بگھی خریدی اور ایک کوچوان ملازم رکھ لیا، کوچوان ایسا کہ میرے ساتھ ساتھ پھرتا رہے۔ میں نے اپنی خاندانی شان کے مطابق اپنا رکھ رکھاؤ کر لیا پتا جی بھی یہی چاہتے تھے۔

میں نے لکھ دیا کہ میں نے ان کی مرضی کے مطابق خود کو بدل لیا ہے اب میں بے سروسامانی سے نہیں پھرتا مگر اس کے لئے روپے کی ضرورت ہے پتا جی نے خوشی سے اور روپیہ دے دیا اور میں رئیسانہ شان سے ایک سرائے میں رہنے لگا۔ مگر کب تک میرے پیر میں تو ایک چکر تھا۔

میں کچھ دن کے بعد کوچوان کے ساتھ احمد آباد کی طرف سفر کر رہا تھا۔ میرا سفر جاری رہا ہر پچاس ساٹھ میل کے بعد کوئی نہ کوئی گاؤں آ جاتا تھا۔ ہم وہاں پر گھوڑوں کو تازہ دم کرتے اور آگے چل پڑتے کوئی ایسا مقام نہ آیا جہاں پر قیام ہو سکتا، شام ہو رہی تھی راستہ بھی کچا تھا اور گھوڑے بھی تھکاوٹ کا شکار تھے۔

میرا کوچوان دینا ناتھ ان راستوں سے واقف تھا اور یہاں کے حالات بھی جانتا تھا۔ بولا۔ ''ٹھاکر صاحب یہ علاقہ خطرناک ہے رات میں سفر کرنا جان جوکھم کا کام ہے میرے اندازے کے مطابق یہاں پر ایک ڈاک بنگلہ ہے کچھ آگے ہی ہوگا پیچھے تو نظر نہیں آیا رات یہاں پر گزار لیں۔''

میں یعنی ٹھاکر نند کشور ایسا کمزور اور بزدل نہ تھا مگر حالات اور مقام نے مجبور کر دیا کہ کوچوان کی بات مان لی جائے۔ گاڑی پیدل کی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی پھر راستہ سے ہٹ کر ایک فرلانگ اندر جنگل کی طرف روشنی نظر آئی تو دینا ناتھ بولا۔ ''وہی ڈاک بنگلہ ہے میں بہت پہلے ایک انگریز کے ساتھ آیا تھا۔'' اور اس نے ایک طرف بگھی موڑ دی۔ کچھ ہی دیر میں ہم اس ڈاک بنگلے کے سامنے کھڑے تھے دینا ناتھ اتر کر گیا اور اس نے دروازہ بجایا تو ایک نہایت بوڑھا آدمی دروازے پر آ گیا اور دروازہ کھول کر بولا۔ ''کون ہے رے کا بات ہے؟''

دینا ناتھ نے آنے کا مقصد بتایا تو وہ بولا۔ ''بہوت مشکل ہے ایک کمرہ ہے تو پر بڑا گندہ پڑا ہے۔ خیر اب ایسا بھی نہ ہوگا کہ میں ٹھاکر کو منع ہی کر دوں تم گاڑی سے سامان اتارو میں کمرہ ٹھیک کراتا ہوں اور رات کو جلانے کو لکڑی کا بندوبست کراتا ہوں کیونکہ جوں جوں رات بڑھے گی سردی بھی بڑھے گی آگ کے بنا کام ہی نا چلے گا۔ اچھا تم یہ بتاؤ ٹھاکر صاحب کھانا کھائیں گے۔''

میں ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا، گاڑی سے میں زور سے بولا۔ ''کھانا تو ضروری ہے ماماجی۔''

وہ بوڑھا بولا۔ ''ٹھیک ہے اس کا بھی اپائے کرتا ہوں۔'' اور اندر چلا گیا۔ میں نے اور دینا ناتھ نے ضروری سامان گاڑی سے اتار لیا گھوڑوں کو کھول کر ان کی جگہ باندھ دیا اور ان کے لئے کوچوان کو ہدایت کی اور دروازے کے اندر چلا گیا۔

اندر بڑا سا ہال تھا اس کے ایک کونے میں ایک تخت پڑا تھا اور اس پر ایک دبلی پتلی عورت کپڑوں کے ڈھیر پر بیٹھی کچھ سلائی کر رہی تھی اس نے مجھے سرسری نگاہ سے دیکھا پھر چاروں طرف نظریں گھمائیں اور اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ بڑی باریک آواز میں بولی۔ ''رات کو سونا نہیں دھیان رکھنا۔''

پھر بوڑھے کے پیروں کی چاپ سن کر اپنے کام میں لگ گئی۔ بوڑھا واپس آ گیا تھا بولا۔ ''لو جی میں نے کمرہ تو ٹھیک کر دیا ہے اور بستر بھی صاف ستھرا لگا دیا ہے۔'' اور پھر اس عورت کی طرف منہ کر کے بولا۔ ''اب تو بھی اٹھ جا اور ٹھاکر کے لئے کھانے کا انتظام کر۔''

عورت غصہ سے بولی۔ ''یہ تیرے روز روز کے بے وقت کام مجھے پسند نہیں ہیں۔''

بوڑھا بولا...... ''ارے ان کاموں کی تو ہم روٹی کھاتے ہیں، رات برات کوئی آتا ہے تو خوشی سے تو نہیں آتا، مجبوری سے آتا ہے ہم اس کی خدمت کریں گے تو وہ ہماری روٹی کا خیال کرے گا، چل اٹھ اور ٹھاکر صاحب کے لئے کھانے کا کچھ کر بھوکے تو نہیں سوئیں گے۔''

روشنی میں اندازہ ہوا کہ بوڑھا اتنا بوڑھا نہ تھا جتنا کہ نظر آتا تھا اس نے اپنا حلیہ کچھ ایسا بنایا ہوا تھا کہ بوڑھا نظر آئے۔ عورت نے منہ بنایا اور اٹھ کر چلی گئی۔

میں نے کہا۔ ''یہ کون عورت ہے بڑی کڑوی مزاج کی ہے؟''

''ارے کیا بتاؤں صاحب میری گھر والی ہے کڑوی تو ہے پر پھر بھی کام بہت کرتی ہے۔'' وہ بولا۔

''اچھا ماما تمہارا نام کیا ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''میرا نام دھرم داس ہے پر دھرم کے کام تو کچھ نہیں کرتا۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''یہ بنگلہ تم نے بنایا ہے اور جنگل بیابان میں کیوں بنایا ہے۔'' میں نے پھر پوچھا۔

''ارے ٹھاکر صاحب میں کیوں بنانے لگا اتنی لکڑی میں کہاں سے لاتا مجھے تو بنا بنایا ملا ہے بات یوں ہے کہ یہ ویران پڑا تھا اس کے چاروں طرف گھنا جنگل تھا دور سے تو نظر بھی نہ آتا تھا میں نے اس کے چاروں طرف کے جنگل کو کاٹ ڈالا اور اس کی لکڑی ایندھن کے طور پر جلا ڈالی اور جہاں جہاں کی لکڑی گل سڑ گئی تھی بدل ڈالی اور پھر خود ہی چونا سفیدی بھی کر دی۔

روڈ سے یہاں تک یہ کچا راستہ بنا ڈالا محنت تو بہت کرنا پڑی مگر مجھے یہ جگہ پسند تھی اس لئے رہنے لگا یہ میری جورو یہاں آنے پر راضی نہ تھی مگر میں نے راضی کر ہی لیا۔

بات یہ ہے کہ اس کا بھی کوئی نہیں ہے پہلا آدمی مر گیا یہ ویران ہوگئی اور اس نے مجھ سے شادی کر لی آخر ہر عورت کو مرد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"تم تو اس سے بہت بڑے ہو پھر تم سے شادی کرنے پر راضی کس طرح ہوگئی؟" میں نے پوچھا۔

"ضرورت عورت ہو یا مرد اس سے وہ کام بھی کروالیتی ہے جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔"

"اچھا میرے گھوڑوں کو چارہ ڈال دیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں جی ڈال دیا ہے اور کوچوان کے سونے کا بندوبست بھی وہیں پر کر دیا ہے پر سردی اور بڑھے گی اس لئے رات بھر کے جلانے کو لکڑی بھی ڈال دی ہے۔ گھوڑوں پر بھی کمبل ڈال دیئے ہیں، سرکار یہ تو ہمارا روز کا کام ہے سب بندوبست رکھنا پڑتا ہے۔ اچھا ذرا میں دیکھوں مرکھنی گائے نے کھانا بنایا کہ نہیں۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "تم نے مرکھنی گائے خوب نام رکھا ہے۔" وہ بولا۔

"مرکھنی گائے اگر دودھ دیتی ہے تو بھی بری نہیں لگتی۔"

کچھ ہی دیر میں اس نے تخت پر کھانا لگا دیا۔ کھانے میں ابلے انڈے سبزی اور گھی لگی موٹی موٹی روٹیاں تھیں اور گرم تھیں میں تخت پر بیٹھ گیا اور بولا۔

"میرے کوچوان کو بلا لو وہ بھی بھوکا ہوگا۔" دھرم داس اس کو بلانے چلا گیا تو وہ عورت تخت کے قریب آ گئی اور آہستہ سے بولی۔ "اس کھانے کے علاوہ کچھ اور نہ کھانا نہ پینا ہوشیار۔"

اور رسوئی میں چلی گئی۔ کوچوان آ گیا تو ہم نے کھانا شروع کر دیا۔ کھانے کے دوران بوڑھا دھرم داس ہمارے قریب کھڑا رہا اور مسلسل بولتا رہا۔ "سرکار اگر آپ پسند کریں تو ایک بڑی نایاب قسم کی برانڈی پیش کروں یہ بوتل ایک انگریز آفیسر خوش ہو کر دے گیا تھا۔"

مجھے فوراً عورت کی بات یاد آ گئی میں نے کہا۔

"دھرم داس میں شراب نہیں پیتا اور نہ ہی میرا کوچوان پیتا ہے۔" کوچوان نے یہ سن کر منہ بنایا مگر بولا کچھ نہیں۔

"میں نے تو سردی کی وجہ سے کہہ دیا تھا بڑے سکون کی نیند آ جاتی۔" وہ بولا۔

"تم فکر نہ کرو ہم تھکے ہوئے ہیں ویسے ہی سو جائیں گے۔"

کھانے کے برتن اٹھا کر وہ اندر چلا گیا تو میں نے کوچوان سے آہستہ سے کہا۔ "اندر کے حالات خراب ہیں برانڈی کی ضرورت تم اور مجھ کو ہے مگر اس بوڑھے دھرم داس پر بھروسہ کرنا ٹھیک نہیں ہے تم رات کو ذرا دھیان رکھنا اور بے خبر نہ سو جانا کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" دھرم داس کے آنے کے بعد کوچوان اصطبل میں چلا گیا۔

"آؤ سرکار میں آپ کو کمرے میں پہنچا دوں۔" وہ آگے اور میں اس کے پیچھے چلا۔ اچھا بڑا ڈاک بنگلہ تھا کئی کمروں کے سامنے سے گزر کر اس نے ایک کمرے کے دروازے کو کھولا۔ اندر لالٹین جل رہی تھی اور کمرہ روشن تھا بستر پر سفید چادر پڑی تھی اور دو بڑے بڑے تکیے سرہانے رکھے تھے اس کمرے میں اندر آنے کا صرف ایک دروازہ تھا کھڑکی کوئی نہیں تھی کمرہ صاف تھا فرش پر دھول مٹی نہیں تھی دھرم داس کہتا تھا کمرہ بہت گندا ہے تو اس نے اتنی جلدی اس کو صاف کس طرح کر دیا شاید بھرم بڑھانے کو اس نے یہ کہا ہو میں نے سوچا مگر میرے دل میں شک کا پودا تو اس کی عورت نے اگا دیا تھا۔ اس کی موجودگی میں بے چینی تو تھی۔ کمرے کے درمیان میں ایک بڑے سے تسلے میں آگ روشن تھی اور کچھ لکڑی کے لٹھے بھی پڑے تھے بظاہر دھرم داس کی خدمت میں کمی نہ تھی۔

دھرم داس چلا گیا اور میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ اس کمرے میں کوئی کھڑکی نظر نہیں آتی تھی مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی تھی اس لئے کہ یہ کمرہ اندازے کے مطابق تیس بائی تیس فٹ تو تھا اس میں کوئی فرنیچر بھی نہیں تھا فرش لکڑی کا تھا مگر جہاں آگ جل رہی تھی اس جگہ پر پتھر کا ایک چبوترا بنا ہوا تھا اور اس پر لوہے کا تسلا رکھا تھا۔

میں دیوار کے ساتھ چلتا گیا اور مجھے وہ کھڑکی نظر آ گئی جو کہ بظاہر نظر نہ آتی تھی۔

مگر اس کو بند کرنے اور کھولنے کا کوئی بندوبست اندر سے نہ تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ صرف باہر سے کھلتی اور بند ہوتی ہے۔ اب مجھے دھرم داس کی نیت میں پوری طرح فتور نظر آ گیا اور عورت کے ہوشیاری کے اشارے سچ معلوم ہونے لگے۔

جب ہر طرف سناٹا ہو گیا تو میں دروازہ کھول کر بہت آہستہ سے کمرے سے باہر نکلا اور اصطبل کی طرف چلا یہاں پر آگ روشن تھی اور کوچوان آگ کے قریب آنکھیں بند کر کے لیٹا تھا۔ پیروں کی آہٹ پر اس نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا اور بولنے کی کوشش کی مگر میں نے منہ پر انگلی رکھ کر اس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اس کے کان کے پاس منہ لے جا کر کہا۔ "خطرہ ہے دونوں الگ الگ رہیں گے تو ایک دوسرے کی مدد بھی نہیں کر پائیں گے تم میرے کمرے میں چلو آگ پر اور لکڑیاں ڈال دو تا کہ گھوڑوں کو سردی نہ لگے۔"

کوچوان فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور آگ پر سارے لٹھے رکھ دیئے پھر ہم دونوں نہایت ہوشیاری سے کمرے میں آ گئے، واپس آ کر میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور اس کو وہ کھڑکی دکھائی جو کہ صرف باہر سے کھلتی تھی وہ بولا۔

"ٹھاکر صاحب ایسا کرتے ہیں باری باری سوتے ہیں دونوں سو گئے تو بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔"

"تم نے درست کہا! میں نے برانڈی پینے سے اسی لئے انکار کیا تھا کہ اس میں شاید زہر یا بے ہوشی کی دوا ملا دی گئی ہو تم کو پتہ نہیں تھا اس لئے تم کو یہ بات اچھی نہیں لگی تھی۔"

"مگر آپ کو کس طرح پتہ چلا کہ برانڈی میں گڑبڑ ہو سکتی ہے۔" وہ تعجب سے بولا۔

"تم نے اس عورت کو دیکھا ہے جو کہ دھرم داس کی پتنی ہے اور بڑی کڑوی باتیں کرتی ہے وہی کڑوی عورت نے مجھے ہوشیار کر دیا تھا اور رات نہ سونے کا مشورہ دیا تھا۔ ایسا لگتا ہے وہ اپنے پتی کے اس کام سے خوش نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ایسا بھی ہو سکتا ہے اس کا تعلق کسی ڈاکو یا کسی لٹیرے گروہ سے ہو اور رات میں وہ یہاں آتے ہوں اور یہ ان کے لئے شکار رکھتا ہو اور حصہ وصول کرتا ہو۔" کوچوان بولا۔

"کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "تم سامان میں سے میرا پستول اور گولیوں کا ڈبا نکال لاؤ اور اپنا چھرا بھی تیار کرو شاید رات میں مقابلہ کرنا پڑ جائے۔ میں کھڑکی سے کسی کو اندر نہیں آنے دوں گا اور تم دروازے کا خیال رکھنا۔ روشنی ہمارے لئے نقصان اور آنے والوں کے لئے فائدہ مند ہو گی اس لئے لالٹین کو بجھا دو۔"

اب صرف کمرے کے درمیان میں جلتی آگ کی روشنی تھی میں نے کھڑکی کے پاس آ کر باہر کان لگا دیئے اور کوچوان بند دروازے کے باہر کان لگا کر باہر کی آہٹ لیتا رہا۔

ایک گھنٹہ کے بعد مجھے ایسا لگا کہ کھڑکی کے دوسری طرف کوئی ہے پھر سرگوشی کرنے کی آواز آئی کچھ دیر میں عین کھڑکی کے برابر میں دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی آوازیں میرے کان میں آ گئیں ایک آواز تو بوڑھے دھرم داس کی تھی وہ کہہ رہا تھا۔ "آدمی بڑا ہوشیار ہے اس نے برانڈی پینے سے انکار کر دیا، کام ہوشیاری کا ہے میں نے اس کے پاس کوئی اسلحہ تو نہیں دیکھا مگر پھر بھی تم کو ہوشیاری کی ضرورت ہے۔"

دوسری آواز آئی۔ "تو فکر نہ کر دھرم داس، میں نے بڑے بڑے ہوشیاروں کو اسی کمرے میں دفن کر دیا ہے پر تیری لگائی سے ڈر ہے وہ سسری ضرور کسی دن سب کچھ پولیس کے سامنے اگل دے گی۔"

"تو اس کی فکر نہ کر۔" دھرم داس بولا۔ "جس دن مجھے ذرا شبہ ہوا اسی دن پھیر دوں گا چھری اس کے گلے پر، نہ رہے گا بانس نہ باجے بانسری۔"

"یہ بتا اب تو سو گیا ہو گا کھولوں کھڑکی۔" وہ بولا۔

''میرا خیال ہے جگو اور مراد کا انتظار کر لے ایک سے دو بھلے ہوتے ہیں۔'' دھرم داس نے کہا۔

''ارے ایک آدمی کے لئے اتنی بھیڑ کی ضرورت کیا ہے پھر تم کو ان کا بھی حصہ دینا ہوگا یہ بھی پتہ نہیں کہ آسامی کیسی ہے کچھ اس کے پلے ہے کہ نہیں۔'' آواز آئی۔

''تو پھر کر اپنا کام میں تو چلا۔'' دھرم داس بولا۔

''ارے ذرا رک تو تھوڑا بہت میرا ہاتھ ہلکا کر دینا۔'' آواز آئی۔

''اس کا کوچوان اصطبل میں ہے اس کے بعد اس کا بھی کام کرنا ہے یہ خیال رکھنا۔''

''اچھا تو جا۔'' اور پھر کھڑکی باہر کی طرف کھل گئی میں ایک کنارے ہو گیا۔ آنے والا بہت لمبا اور تگڑا تھا اس نے ایک ٹانگ کمرے میں رکھی تو پتہ چلا کہ اس کے ہاتھ میں گنڈاسہ ٹائپ کا چوڑے پھل کا کوئی اوزار تھا۔ اس کے چہرے پر کالا نقاب تھا اور وہ اندر کودنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اس کی ٹانگ کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی میرا نشانہ زیادہ اچھا نہیں مگر ہدف اتنے قریب اور واضح تھا کہ اس کے گھٹنے میں گولی لگی۔ فائر کی آواز رات کے سناٹے میں بہت زیادہ گونجی......اب اس کے اندر آنے کے امکانات تو ختم ہو گئے تھے وہ واپس کھڑکی سے باہر گرا اور وہیں پڑا رہا کیونکہ ایک ٹانگ سے وہ بھاگ نہیں سکتا تھا میں کھڑکی سے اس کی ایک ایک حرکت دیکھ رہا تھا۔ خون اس کی ٹانگ سے بہہ رہا تھا اور وہ اپنی سی کوشش اٹھنے کی کر رہا تھا۔ میں نے صرف ڈرانے کو ایک فائر اور کر دیا۔

خون کا بہاؤ بہت تھا اور وہ یہاں پڑا تھا وہ جگہ ریتلی تھی خون اس میں جذب ہو رہا تھا اور وہ ہائے ہائے کر رہا تھا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ میں کھڑکی میں موجود ہوں۔ ساری رات وہ وہیں پڑا رہا اس کا ہتھیار اس کے قریب پڑا تھا۔

سورج کی ذرا سی روشنی ہوئی تو میں کھڑکی کے راستے ہی اس کے پاس چلا گیا اور میں نے دھرم داس کو آواز دی وہ دوڑتا ہوا میرے پاس آیا تو میں نے کہا۔''تیرا یہ بہادر اس کمرے میں کتنے لوگوں کو دفن کر چکا ہے آج تو اس کو اسی کمرے میں دفن کر دے۔''

ڈاکو کی حالت خراب تھی اس کے بدن کا خون زمین پی چکی تھی اس کا چہرہ پیلا پڑا تھا گولی ایسے مقام پر لگی تھی کہ اس کا پورا پیر بے کار ہو گیا تھا۔ خون بہہ جانے کی وجہ سے اس کی موت یقینی تھی جبکہ اس جگہ اس کو کسی میڈیکل امداد کی امید نہ تھی نقاہت سے اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی اور مرنے کے قریب تھا۔

میں نے دھرم داس سے کہا۔''اس کے بعد تیرا نمبر ہے تو نے نہ جانے کتنے مسافروں کو لوٹا ہے تیرا جرم تو اس سے بھی بڑا ہے۔''

دھرم داس ہاتھ باندھ کر میرے قدموں میں بیٹھ گیا اور بولا۔''مجھے معاف کر دیں۔''

میں نے کہا۔''تجھے معاف کر دیا تو پھر یہی کام کرے گا تو اگر نہ کرنا چاہے گا تو بھی تیرے ساتھی تجھے کرنے پر مجبور کر دیں گے اس اڈے کو ہی ختم کرنا ضروری ہے۔''

اتنی دیر میں کوچوان اور دھرم داس کی پتنی بھی آ گئی تھی وہ بولی۔

''اس سانپ کو ہرگز نہ چھوڑنا یہ کسی وقت بھی ڈس سکتا ہے اس نے نہ جانے کتنوں کو مروایا ہے اس ڈاک بنگلے کے ہر کمرے میں ان کے پنجر تم کو مل جائیں گے۔''

کوچوان بولا۔''یہ تو بہت بڑا پاکھنڈی ہے سرکار میں کہتا ہوں اس ڈاک بنگلے کو آگ لگا دو۔'' کوچوان نے بڑی اچھی تجویز میرے ذہن میں ڈال دی۔''یہ ڈاک بنگلہ اس جنگل میں رہے گا تو جرائم پیشہ لوگ اس کو پھر آباد کریں گے۔''

میں نے کہا۔''تم نے بہت معقول بات کی ہے بگھی تیار کر دو اور چلنے کی تیاری کرو۔''

اس کی پتنی بولی۔''مجھے بھی ساتھ لے چلو۔'' دھرم داس غصے سے بولا۔''تو میری پتنی ہے ان کے ساتھ کیسے جائے گی۔''

اس کی پتنی نے جواب دیا۔''تو قاتل ہے ڈاک

تیرے ساتھی ہیں میں تیرے ساتھ نہیں رہوں گی۔'' میں نے دونوں کو خاموش کیا اور کہا۔

''دھرم داس تیرا وقت ختم ہوا تو بھگوان کے پاس جائے یا جیل تیرے ساتھ یہ تو نہیں جائے گی اس لئے تو اپنے بارے میں سوچ اس کے بارے میں مت سوچ ابھی کچھ دیر کے بعد میں تیرے اس ساتھی کو اندر ڈال کر بنگلے کو آگ لگادوں گا جیل جانا ہے تو ساتھ لے جاؤں گا اور بھگوان کے پاس جانا ہے تو ڈاک بنگلے کے کسی کمرے میں بند کردوں گا اور تجھے بول تجھے کہاں جانا ہے۔''

وہ پھر میرے قدموں میں گر پڑا۔''معاف کردو، آئندہ یہ کام نہیں کروں گا۔''

میں نے کہا۔''معافی کا تو اب امکان رہا نہیں۔''

اتنے میں کوچوان نے اطلاع دی۔''بگھی تیار ہے گھوڑے چاک و چوبند ہیں۔''

میں نے کہا۔''تو پھر تم اس ڈاکو کو کسی کمرے میں ڈال دو اور اس اڈے کو آگ لگادو مگر رکو پہلے ان چوروں کے سردار دھرم داس کو باندھ کر بگھی کے پیچھے اسٹینڈ پر بٹھادو اور اچھی طرح باندھ دو۔'' کوچوان کے تو من کی بات تھی اس نے دھرم داس کو باندھ کر اسٹینڈ پر جکڑ دیا اور ڈاک بنگلے میں آگ لگادی پوری عمارت لکڑی کی تھی فوراً جلنے لگی میں نے دھرم داس کی پتنی کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بگھی میں سوار کردیا اور پھر خود سوار ہوا اور گھوڑے دوڑنے لگے......

گھوڑے تازہ دم تھے اس لئے ہم بہت کم راستہ میں رکے اور شام تک احمد آباد کی حدود میں داخل ہو گئے آٹھ بجے رات کو ہم ایک پولیس اسٹیشن پر تھے، میں اندر گیا انچارج ایک سکھ انسپکٹر تھا بڑا بھاری تن و توش مگر اس کے مقابلے میں آواز زنانی میں نے اپنا تعارف کرایا تو وہ ذرا سا بھی متاثر نہ ہوا بولا۔''مطلب دی گل کرو۔''

میں نے کہا۔''میں ایک ڈاکو کو پکڑ کر لایا ہوں وہ میری گاڑی کے اسٹینڈ پر بندھا ہوا ہے۔''

انسپکٹر نے ایک سنتری کو اشارہ کیا اور وہ چند منٹ کے بعد دھرم داس کو لے کر آ گیا۔

میں نے کہا۔''اس کی بیوی بھی ہے اس کا بیان بھی لے لیں، میرا اور میرے کوچوان کا بیان بھی لے لیں اور قانونی کارروائی کریں۔ یہ یاد رکھیں کہ میرا نام ٹھاکر نند کشور ہے میں ڈی ایس پی بھادے کا کلاس فیلو اور دوست ہوں اور میں اس کے پاس ہی جا رہا ہوں۔''

میں نے ڈی ایس پی بھادے کا ذکر انچارج کے رویے کی وجہ سے کیا تھا حالانکہ نہ میں بھادے کے پاس جا رہا تھا اور نہ ایک مدت سے اس سے ملا تھا ہاں یہ ضرور تھا کہ وہ میرا کالج میں کلاس فیلو تھا اور دوست بھی تھا۔

بھادے کا نام سن کر انسپکٹر کا رویہ ایک دم بدل گیا اور بولا۔''تسی فکر نہ کرو ٹھاکر صاحب یہ ڈاکو ہے تو اسیں اس کے باپ ہیں۔'' پھر دھرم داس کی طرف منہ کر کے رعب سے بولا۔''بہت شکایتیں آئی ہیں پر اب تو آ گیا جنگل سنگھ کے قابو تیرا تو میں وہ حال کروں گا کہ کچھ نہ پوچھ۔''

دھرم داس کو لاک اپ میں بند کرنے کے بعد میرا بیان ہوا میں نے وہاں پر پہنچنے کے واقعات کے ساتھ دھرم داس کی مدد کرنے اور سب کچھ بتا دیا۔ ڈاک بنگلے میں ڈاکو کی آمد بھی بیان کردی مگر گولی مارنے والی بات گول کر گیا اس کی اور دھرم داس کی لڑائی ہوئی دھرم داس نے اس کی ٹانگ پر کچھ مارا اندھیرے میں پتہ نہیں کیا مارا تھا پھر اس کو اٹھا کر ایک کمرے میں بند کردیا اور بنگلے کو آگ لگادی اور گھوڑا لے کر فرار ہونے کی کوشش کی مگر کوچوان نے اس کو نہیں جانے دیا۔ آگ لگنے کے بعد ہم نے اس کو باندھا اور یہاں لے آئے۔ میرے بیان کا آخری حصہ جھوٹا تھا مگر میں ایسا نہ کرتا تو مجھے رکنا پڑتا اور پھر عدالت میں گواہی کا ایک چکر چل پڑتا۔ میرے بیان کو دھرم داس کی پتنی اور کوچوان نے بھی سنا تھا اس لئے انہوں نے وہی بیان دیا جو کہ میں نے دیا تھا انسپکٹر بیان لینے کے بعد بولا۔''عدالت میں حاضر ہو کر بیان تو دینا ہوگا۔''

''اس سے مجھے انکار نہیں ہے مگر میں سیلانی آدمی ہوں تم کیس اس طرح بناؤ کہ سارا کریڈٹ تم کو جائے یہ

شخص ڈاکوؤں کا سرغنہ اور ان کو پناہ دیتا تھا ان کو شکار دیتا تھا۔ تم نے اس کی جاسوسی کروائی اور پھر کامیاب چھاپہ مار کر گرفتار کر لیا اس جلے ہوئے بنگلے کی تلاشی لو اس میں تم کو بہت سے انسانی پنجر اور ہڈیاں مل جائیں گی اور کیس پکا ہو جائے گا۔ میرا اور میرے کوچوان کا نام تم استعمال نہ کرو، رہی اس کی پتنی یہ تمہارے لئے بہت مضبوط گواہ ہے۔“

انسپکٹر کی کھوپڑی میں میری بات آ گئی وہ گردن ہلا کر بولا۔ ”بہت اچھا ٹھاکر صاحب آپ کو تو ہمارے ڈپارٹمنٹ میں ہونا چاہئے تھا بس آپ اب جاؤ یہ عورت رہے گی بس.....“

میں نے کہا۔ ”ایک بات کا خیال رکھنا۔ بہت دکھیاری ہے اسے تکلیف نہ ہونے دینا۔“

انسپکٹر بولا۔ ”ارے یہ تو میری ترقی کی سیڑھی ہے تم فکر نہ کرو۔“

اور میں احمد آباد سے روانہ ہوا..... میں یہ سفر کسی اور ذریعہ سے بھی کر سکتا تھا مگر میری طبیعت اس طرح کی ہے کہ میں زمین کی ان بے وقعت اور بیکار چیزوں کو دیکھتا اور ان پر غور کرتا ہوں۔ بھگوان نے مجھے میرا شوق پورا کرنے کو وسائل بھی دیئے تھے میری طبیعت اور شوق کو پتا جی جانتے تھے مگر ناراض بھی ہوتے مگر میرا خرچ بھی پورا کرتے تھے۔ ان کا شوق تھا کہ میں کچھ بھی کروں شان سے کروں خاندانی وقار کا خیال رکھوں۔

ان کی حوصلہ افزائی نے اور میرے شوق نے میرا سفر جاری رکھا یہ سفر مہینوں کا ہے اور میں آگے بڑھتا ہی گیا نئی نئی آبادیاں نئے نئے لوگ انوکھے لباس انوکھے کھانے اور نت نئی زبانیں یہ ہندوستان ہے یہاں پر دیوتاؤں کی کمی ہے نا ان کے پوجنے والوں کی۔ میں ہندو ہوں مگر سارے دیوتاؤں کے بارے میں نہیں جانتا ہر علاقے کے اپنے تہوار ہیں اور ان کو منانے کے طریقے ہیں شاید یہی ہندوستان کا حسن ہے۔ ہوگا مگر غیر ہندو اس کو کیوں مانے گا۔

میرے سفر میں میرا کوچوان دینا ناتھ میرا بہترین ساتھی بنا رہا اس کے خیالات بھی میری طرح تھے۔ نہ میں کسی مندر میں پرارتھنا کرتا تھا نہ میں نے اس کو بھی جاتے دیکھا۔ حالانکہ اس پر کوئی پابندی میں نے نہیں لگائی تھی کچھ لوگ مجھے ناستک کہتے تھے مگر میں نے کسی کی بات پر دھیان نہیں دیا۔ میرا دل یہ گوارہ نہیں کرتا تھا کہ میں اس بت سے کچھ طلب کروں جو کہ خود کسی انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے مجھے کوئی ایسا بت نہیں ملا تھا جس کو انسان نے نہ بنایا ہو۔

میں نے یہ خیالات اپنے تک رکھے تھے کسی پر ظاہر نہیں کئے تھے میرے پتا مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اگر وہ بھی میرے خیالات سے واقف ہو جاتے تو سخت ناراض ہوتے کیونکہ وہ دھرم کو اولیت دیتے تھے دان پن کے کاموں میں بڑھ کر حصہ لیتے تھے اور اسی میں اپنی مکتی سمجھتے تھے۔ میں نے دینا ناتھ کو بھی اپنے خیالات سے آگاہ نہیں کیا تھا مگر شاید وہ میرے بغیر کچھ نہ کہے سے بھی بہت کچھ سمجھ گیا تھا اس کا رویہ اور چلن میری طرح تھا اس کو کبھی کبھی رات کو پینے کا شوق تھا مگر وہ بھی میری طرح عادی شرابی نہ تھا۔

ہمارا قیام یوپی کے ایک چھوٹے سے شہر للت پور میں تھا۔ یہ یوپی کا شہر ہے قریب قریب تین شہر ہیں دوسرے دو شہر بلیا اور جھانسی ہیں ان تینوں کے بارے میں ایک کہاوت مشہور ہے اور وہ یہ ہے۔

جھانسی گلے کی پھانسی، بلیا گلے کا ہار اور للت پور مت چھوڑیو جب تک ملے ادھار۔ للت پور میں ہر چیز ادھار مل جاتی ہے لینے والا ہو مگر دینے والا بھی خوب وصول کرتا ہے یہاں پر ہندی ملی پوربی زبان بولی جاتی ہے یہ زبان ہمالیہ کی ترائی کے علاقوں کی زبان ہے اور بہت دور تک اس کے اثرات ہیں۔

میرا قیام ایک بہت قدیم زمانے کے مکان میں تھا اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ آسیب زدہ ہے مگر اس مکان کا مالک یعنی ٹھاکر جگن ناتھ وہیں رہتا تھا مکان اتنا بڑا تھا کہ اس کو پوری طرح اس نے بھی نہیں دیکھا تھا جبھ

اس کی یہ تھی کہ آدھا تو گر چکا تھا۔ آدھے میں اتنے بڑے کمرے تھے کہ ہول آتا تھا پھر ان کمروں میں اندھیرا تھا۔ چمگادڑوں کے پرے کے پرے ان میں آباد تھے مالک کے استعمال میں صرف دو کمرے تھے۔

میرے والد کے حوالے سے انہوں نے اپنے برابر کا کمرہ صاف کروا کر مجھے دے دیا تھا۔ میں اور کوچوان دینا ناتھ اسی کمرے میں سوتے تھے۔ آسیب کا سن کر دینا ناتھ نے مجھ سے الگ ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ جگن ناتھ بوڑھا آدمی تھا۔ اس نے کہا۔ ''لوگ کہتے ہیں اس مکان میں کچھ ہے۔ ہوگا ہم سے تو وہ کچھ نہیں کہتا۔ ہونے دو۔'' اس کی اس لاپرواہی نے مجھے یقین دلا دیا کہ بلاوجہ یہ بات اڑائی گئی ہے مگر آگے کے حالات نے کچھ اور ثابت کر دیا۔

جگن ناتھ کے ساتھ اس کی لڑکی روپنی بھی رہتی تھی۔ روپنی بہت سادہ اور کم گو قسم کی لڑکی تھی پہلی نظر میں اس میں کوئی خاص بات نظر نہ آتی تھی مگر ناگوار بھی نہیں لگتی تھی۔

اس کی عمر کا اندازہ میں نے جو لگایا تھا وہ پچیس سے تیس سال تھا شاید یہی ٹھیک بھی تھا اور مجھ جیسے آدمی کے لئے رکنے کی وجہ کچھ تو تھی۔ ٹھاکر جگن ناتھ مجھے نہیں جانتا تھا اگر میرے بارے میں ذرا بھی جانتا تو شاید مجھے اپنے پاس نہ رکھتا۔ مگر اس ویران اور خوفناک گھر کی وجہ بھی تھی اس نے سوچا، چلو کچھ تو آبادی بڑھی اس کی بھی ہمت میری موجودگی بڑھا رہی ہو آسیب کی طرف سے اس کی لاپروائی میری اور دینا ناتھ دونوں کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

ہم دن میں اس کے پاس پہنچے تھے۔ سارا دن کمرے کی صفائی اور اس میں ضروری سامان پہنچانے میں لگ گیا۔ فرنیچر پرانے طرز کا تھا مگر جس نے یہ بنوایا تھا وہ صاحب ذوق آدمی تھا۔ دو پلنگ ایک میز اور کئی آرام دہ کرسیاں جھاڑ پونچھ کر رکھ دی گئی تھیں بستر تکیے اور ان پر غلاف چڑھا دیئے میرے اور دینا ناتھ کے ساتھ روپنی بھی کام کرتی رہی۔ شام کو وہ کھانے کا انتظام کرنے چلی گئی۔ کیونکہ اس مکان میں کوئی ملازم نہ تھا سب کام خود کرنا ہوتے تھے۔ رات کا کھانا ٹھاکر کے کمرے میں زمین پر تھا کیونکہ میز اتنی خراب تھی کہ اس پر کچھ اچھا نہیں لگتا تھا۔

رات کے کھانے میں آلو بھرے پراٹھے اچار رائتہ اور ایک دو ساگ تھے کھانا اچھا تھا اور ہم دونوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا بھی مگر بہت دن سے گوشت نہیں کھایا تھا۔ کھانے کے بعد میں نے کھانے کی تعریف کی اور آہستہ سے روپنی سے پوچھا۔ ''تم لوگ ماس نہیں کھاتے۔'' اس نے میری طرف دیکھا اور بولی۔ ''تم کھاتے ہو۔''

میں نے کہا۔ ''یہ تو صحت کے لئے ضروری ہے سبزی دال میں جو وٹامن نہیں ہوتے وہ اس میں کثرت سے ہوتے ہیں۔''

وہ منہ بنا کر بولی۔ ''تم نے جس دن گوشت کھایا اس رات تم رات بھر سو نہ سکو گے۔''

''یہ کیا بات ہوئی صاف صاف بات کرو کیا ہوگا۔'' میں نے پوچھا۔

''نہ پوچھو تو اچھا ہے جتنے دن رہنا ہے رہو، دبی چنگاری کو نہ اوپر لاؤ۔'' وہ خوف زدہ آواز میں بولی۔

اب تو میرا جذبہ تجسس عروج پر پہنچ گیا بولا۔ ''صاف صاف بتاؤ بات کیا ہے؟''

میری آواز ذرا اونچی ہوگئی تھی ٹھاکر نے گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا اور بولا۔ ''معاملہ کیا ہے مجھے تو بتاؤ۔''

میرے بجائے روپنی نے جواب دیا۔ ''بابو کوئی خاص نہیں ان کے گھوڑوں اور گاڑی کی بات ہو رہی تھی۔''

اب مجھے یقین ہوگیا کہ روپنی کا باپ سے بات چھپانا ضرور کوئی سنگین معاملہ ہے۔ میں نے آگے کوئی سوال نہ کیا مگر میرے اندر تو اب سوال پر سوال آرہے تھے۔ کھانے کے بعد میں اور دینا ناتھ اپنے کمرے میں آگئے کمرے میں آنے کے بعد دینا ناتھ گھوڑوں کی خبر گیری کرنے چلا گیا اور میں نے روپنی کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ چند منٹ میں دروازہ کھل گیا اور وہ سونے کا لباس نائٹی پہن کر دروازے پر آگئی میں نے

کہا۔"معاف کرنا میں نے تم کو تکلیف دی مگر میں کیا کرتا تم نے بات کچھ ایسی کر دی ہے کہ میں رات بھر سو نہیں سکوں گا۔"

وہ بولی۔"آؤ اندر آ جاؤ۔" میں اندر چلا گیا اور ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا تو وہ بولی۔

"تم اس مکان اور اس کے مکینوں کے حالات سے ناواقف رہو، یہی تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے کرید کرو گے تو تم کو وہ چیزیں نظر آئیں گی کہ تم پریشانی میں پڑ جاؤ گے......"

"تم کو پتہ ہے انسان سے جو چیز جتنی چھپائی جائے اس کو اس کے دیکھنے کا جذبہ اتنا ہی بڑھتا ہے اس کو جذبہ تجسس کہتے ہیں یہ جذبہ ہر انسان میں ہوتا ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ تم یہ سمجھ لو کہ مجھ میں کچھ زیادہ ہی ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھاکر صاحب۔" روپنی بولی۔"بات ذرا لمبی ہے درمیان سے بتاؤں گی تو سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"تم شروع سے بتاؤ میں فرصت میں ہوں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر سنو یہ بات اس زمانے کی ہے جب میرے پتا ٹھاکر جگن ناتھ بہت کم عمر تھے۔ یہ اپنے باپ کی آخری اولاد اور بڑھاپے کا سہارا تھے اور اکلوتے اولاد نرینہ تھے ان سے بڑی دو بہنیں تھیں اور دونوں ہی ان سے بہت بڑی تھیں۔ بڑی کا نام میورانی تھا، ان سے بیس سال بڑی تھی۔ میورانی بہت خوب صورت تھی اس کے حسن کے چرچے تھے اس کی شادی مدراس کے ایک بہت بڑے خاندان میں ہوگئی۔ میرے پتا اس وقت بہت چھوٹے تھے۔ دوسری بہن ان سے تقریباً بائیس سال بڑی تھی اور کنواری تھی۔ میرے دادا اس کے لئے پریشان رہا کرتے تھے کیونکہ وہ عجیب دماغ کی مالک تھی یہ وہ زمانہ تھا جب لڑکیوں سے شادی بیاہ کے معاملے میں نہیں پوچھا جاتا تھا مگر اس نے اپنے پتا کو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اگر مجھ سے نہ پوچھا گیا تو میں لگن منڈپ پر شادی سے انکار کر دوں گی۔ اس ضدی لڑکی کا نام موہنی تھا جیسا نام تھا اس سے بڑھ کر وہ تھی مگر اس کا مزاج اس قسم کا تھا کہ اس نے بڑے اچھے اچھے رشتے ٹھکرا دیئے وہ کہتی میرے من میں جو ہے وہ جب تک نہیں آئے گا میں شادی نہیں کروں گی۔ اس کی اس ضد نے اس کی عمر میں اضافہ کر دیا اور وہ تیس سال کی ہوگئی اب رشتے بھی کم آ رہے تھے۔ اس کے ناز نخروں کے بارے میں بھی برادری کے لوگ جان گئے تھے اب مایوسی موہنی پر چھانے لگی تھی۔

ان ہی دنوں ایک نوجوان اس خاندان میں ملازم ہوا بڑا سجیلا جوان تھا لمبا چوڑا اور مردانہ حسن کا بہترین نمونہ، میری پھوپی کے تخیل کا وہ شہزادہ تھا۔ وہ اس کی طرف راغب ہونے لگی وہ اس کے قریب جانے اور اس سے بات کرنے کے بہانے تلاش کرنے لگی دارا سنگھ بظاہر بڑا خاموش طبیعت کا نظر آتا تھا مگر یہ اس کا ایک بہروپ تھا وہ موہنی کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا تھا مگر اس طرح کہ موہنی بھی اس کی اس چال کو نہ سمجھ سکے۔ موہنی دن بدن اس کی دیوانی ہوتی گئی وہ دارا کی محبت میں ڈوبتی گئی اس کا دل ایک عجیب وغریب سکون دارا کی موجودگی میں محسوس کرتا۔ آہستہ آہستہ دارا کی خاموشی ٹوٹ گئی اور وہ موہنی کے دل کو لبھانے والی شگفتگی کا مظاہرہ کرنے لگا۔

دوسری طرف موہنی کا دل بھی دارا کی طرف بری طرح کھنچنے لگا۔ موہنی دن بدن اس کی ذہانت بشاشت اخلاق سادگی معصومیت اور وجاہت سے زیادہ سے زیادہ مسحور ہوتی گئی اور اس گہرے کنویں کے اندر اصل کیا ہے نہ سمجھ سکی ایسا لگتا تھا کہ دارا سنگھ ایک پلان سے اس مکان میں آیا تھا اور اس کا نشانہ موہنی ہی تھی اس کا رہن سہن بھی نوکروں والا نہ تھا وہ جامہ زیب تھا اور خود کو بنائے رکھتا تھا۔ انداز گفتگو بھی ایسا تھا کہ دل کے اندر اتر جاتا تھا۔ اس نے ایک من گھڑت کہانی موہنی کو سنا دی تھی کہ وہ کسی بڑے جاگیردار کا بیٹا ہے اور لڑ کر گھر سے نکل آیا ہے موہنی نے اس پر یقین بھی کر لیا تھا۔

پھوپی موہنی کا عشق بڑھتا ہی رہا آخر یہ چھپ تو سکتا نہ تھا۔ دادا کو بھی اس کی خبر ہوگئی وہ خاندانی رئیس اور علاقے کے نامور آدمی تھے ان کی لڑکی ایک کوچوان سے شادی کرے ان کو کب گوارہ تھا مگر پھوپی موہنی تھی کہ اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی کہ میں شادی دارا سنگھ سے ہی کروں گی۔ دادا نے دارا سنگھ کو نوکری سے نکال دیا اور اس کا داخلہ بند کر دیا مگر اس کے باوجود ان دونوں کے رابطے رہے نوکروں کے ذریعہ ان کے خطوط ایک دوسرے کو ملتے رہے۔

اور چھ ماہ کے بعد موہنی نہایت خاموشی سے دارا سنگھ کے ساتھ چلی گئی۔ دادا دادی کچھ نہ کر سکے خاندان کی عزت کی ارتھی بڑی دھوم دھام سے اٹھ گئی اور اس گھر میں ویرانی آنے لگی۔ اس صدمہ کو دادا اور دادی نے زیادہ دن برداشت نہ کیا اور بھگوان کے پاس چلے گئے۔

اس وقت پتا جی کی عمر سولہ یا کچھ زیادہ تھی۔ میری ایک موسی نے اپنی لڑکی کی شادی ان سے فوراً کر دی اس لئے کہ وہ اس گھر کو ویران ہونے سے بچانا چاہتی تھی۔ بات پرانی ہوگئی شاید آٹھ نو سال گزر گئے ہوں گے کہ ایک دن پتا جی نے پھوپی موہنی کو رات میں اپنے کمرے سے نکلتے دیکھا حالانکہ وہ کمرہ ویران تھا پھوپی کا سارا سامان اس میں موجود تھا، مگر مارے نفرت کے اس کمرے میں کوئی نہیں جاتا تھا پتا جی سخت گھبرائے مگر انہوں نے اس کا ذکر کسی سے نہیں کیا۔

اس کے بعد پھوپی کو اکثر کمرے سے نکلتے یا اندر جاتے دیکھا گیا اور نہ صرف پتا جی نے اور میں نے دیکھا بلکہ اور بھی سب نے دیکھا اور آہستہ آہستہ اس مکان کے سارے نوکر اور دوسرے لوگ چلے گئے حالانکہ موہنی نے کسی کو کچھ نہیں کہا تھا۔

ان کا لباس جو پہلے دن نظر آیا تھا وہی تھا۔ وہ پیلا لہنگا اور سرخ رنگ کی چولی میں ہوتی تھی اس کے ایک ہاتھ میں بڑی سی موم بتی جل رہی ہوتی تھی ہوا کتنی بھی تیز ہو موم بتی کا شعلہ اپنی جگہ قائم رہتا تھا، دوسرے ہاتھ میں ایک چوڑے پھل کا خنجر اس خنجر پر تازہ خون کے نشان ہوتے تھے یہ لباس ہمارے اطراف میں دیہات کی عورتیں استعمال کرتی ہیں۔ موہنی کا چہرہ حیرت انگیز طور پر مجھ سے بہت ملتا تھا پتا جی بتاتے ہیں کہ تم دوسری موہنی لگتی ہو۔

وہ اپنے کمرے سے نکل کر برآمدے میں آتی اور کسی طرف نہ دیکھتی اور بند دروازے سے گزر کر باہر چلی جاتی۔ یہ سلسلہ سالوں سے جاری رہا ہے سارے وہ لوگ جنہوں نے ان کو زندہ دیکھا تھا مر گئے۔ ان کی اولادیں بھی مر گئیں پتا جی بچپن سے جوان ہوئے۔ بچے ہوئے اور پتا جی بوڑھے ہو گئے پھوپی موہنی کی آتما اب بھی ہر اماوس کی رات میں نکلتی ہے اور نہ جانے کہاں جاتی ہے۔''

روپی اپنی پھوپھی کی کہانی بیان کرتی رہی اور میں اس کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ سادا سی نظر آنے والی لڑکی اپنے اندر بلا کی کشش رکھتی تھی۔ اس کے نازک ہونٹ اور اس کے اندر موتیوں کی طرح جڑے دانت اور بڑی خوب صورت ناک، آنکھیں بڑی بڑی جیسے گہری جھیل اس کی ناک کے اندر سے جھلکتا آبنوسی جسم میرے شوق کو ہوا دے رہا تھا۔ ''تم نے کہا کہ تمہاری پھوپی موہنی تم سے بہت ملتی تھی اس کا مطلب ہوا کہ وہ بڑی حسین عورت ہوگی۔'' میں نے ذرا گھما کر اس کی تعریف کر دی، اس نے شرما کر گردن جھکا دی۔ بولی نہیں۔

میں نے پھر کہا۔ ''اگر میں دیکھنا چاہوں تو دیکھ سکتا ہوں۔''

''دیکھ تو سکتے ہو مگر ایک شرط ہوگی۔'' روپی بولی۔

''شرط بھی بتا دو۔'' میں نے کہا۔

وہ بولی۔ ''تم نہ ان کا راستہ روکو گے اور نہ کچھ زبان سے بولو گے۔''

میں نے کہا۔ ''یہ کوئی شرط نہیں ہے میں کیوں راستہ روکوں گا اور کیوں بولوں گا میں تم سے بات کر سکتا ہوں آتماؤں سے تو دور ہی رہتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے میں اماوس کی رات تم کو بتا دوں گی مگر

بھائی سے ذکر نہ کرنا۔"

تین دن کے بعد اماوس کی رات تھی ان تین دنوں میں روہنی میری گرویدہ ہو چکی تھی اور ہمارا پروگرام خاموشی سے اس بھوت گھر سے جانے کا ہو گیا تھا۔ مگر ہوا کیا یہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔

اماوس کی رات میں نے روہنی کو دیکھا۔ وہ ہو بہو روہنی تھی۔ وہ اپنے گھر سے نکلی اور سیدھی چلتی ہوئی بند دروازے سے باہر آ گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں نے کہا۔ "واقعی حیرت کی بات ہے یہ تو سپاری ہو بہو کاپی ہے۔ اب تم بتاؤ کب چلنے کو تیار ہو۔ اس بھوت گھر میں تمہارے لئے کچھ نہیں ہے تمہارا باپ تمہارے لئے چاہنے پر بھی کچھ نہیں کر سکتا۔" میں نے پوچھا۔

"تم نے درست کہا ہے میرا بھی یہی خیال ہے میں تیار ہوں تم جب کہو گے چلوں گی۔" وہ بولی۔

میں نے کہا۔ "تین دن کے بعد ہفتہ کی رات ٹھیک بارہ بجے تم دروازے پر آ جانا گاڑی تیار کھڑی ہو گی کوچوان اور میں گاڑی میں تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ ہمارا سفر رات کا ہو گا سویرے جو شہر آئے گا ہم رک جائیں گے۔ تین دن میں تم جو تیاری کرنا چاہتی ہو کر لینا۔"

روہنی بولی۔ "ٹھیک ہے میری کوئی تیاری نہیں ہے صرف چند جوڑے کپڑے رکھنا ہوں گے۔"

میں یہ پروگرام بنا کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ دینا ناتھ جاگ رہا تھا بولا۔ "دیکھ لی آتما کیسی تھی۔"

میں نے کہا۔ "بڑی سندر اگر تو دیکھ پاتا تو شاید اس سے شادی کرنے پر راضی ہو جاتا۔"

وہ بولا۔ "اسی کارن تو میں دور رہا بلاوجہ گھنٹی گلے میں ڈالنی پڑتی۔"

میں نے تین روز بعد کا سارا پروگرام اس کو بتایا تو وہ بولا۔ "ارے گرو کا ہے گھنٹی گلے میں باندھتے ہو کھاؤ پیو ہڈی پھینک دو۔" وہ اب میرا نوکر کم اور دوست زیادہ تھا۔

"تو نہیں جانتا بعض ہڈیاں گلے میں پھنس بھی جاتی ہیں۔ یہ کچھ ایسی ہی ہڈی ہے میری زندگی میں بہت عورتیں آئی ہیں مگر میں نے ان کے ساتھ وہی کیا جو کہ تم کہتے ہو مگر اس کے ساتھ میں ایسا نہیں کر سکتا اس کو میں پتا جی کے روبرو پیش کروں گا اور ان کی دلی آرزو پوری کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"[illegible] کے لئے بڑی خوشی کی بات ہوئی کہ آج [illegible] روہنی دیوی بھابی ہو گئی۔" وہ بولا۔

"مگر ابھی تم کچھ کہنا مت جب ہو جائے تو کہنا۔" میں نے جواب دیا۔

پروگرام کے مطابق میں شام کو گاڑی لے کر نکل گیا اور ٹھیک بارہ بجے دروازے پر گاڑی لگا دی دروازے پر اندھیرا تھا اندر بھی کم روشنی تھی روہنی حسب وعدہ ٹھیک وقت پر باہر آ گئی اور گاڑی میں بیٹھ گئی اس کے بیٹھتے ہی گھوڑے کچھ بے چین نظر آئے اور پھر تیزی سے روانہ ہو گئے۔

ابتدا میں تو مجھے گاڑی کی اس تیز رفتاری سے مسرت ہوئی لیکن جب ہم للت پور اور اس مکان سے دور نکل گئے تو میں نے کوچوان سے رفتار کم کرنے کو کہا تو اس نے میرے حکم کی تعمیل کرنا چاہی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ گھوڑے بے قابو ہو گئے تھے اور کوچوان کی لگامیں کھینچنے کی کوئی پروا نہ کر رہے تھے۔ وہ حیرت انگیز رفتار سے بھاگے بلکہ اڑے جا رہے تھے۔ حیرت اور خوف کی چیخوں کے ساتھ کوچوان نے گھوڑوں کو روکنے کی کوشش اور بھی زیادہ تیز کر دی لیکن گھوڑوں کو نہ رکنا تھا نہ رکے بلکہ وہ اب دولتیاں بھی چلا رہے تھے جیسے اس گاڑی سے نجات حاصل کرنا چاہ رہے ہوں۔ میں اور کوچوان پریشان تھے مگر ہمارے مقابلے میں روہنی بڑے سکون سے بیٹھی تھی۔

گھوڑوں کی لگامیں ٹوٹ گئیں اور کوچوان خوف کی فلک شگاف چیخ کے ساتھ اندھا دھند بھاگتی ہوئی گاڑی پر سے نیچے کود گیا۔ فوراً آسمان پر کالے بادل چھا گئے ہمارے چاروں طرف ہوا خوفناک آواز میں چنگھاڑنے لگی اور ہمارے چاروں طرف دھول مٹی اتنی اڑنے لگی کہ

آنکھیں کھولنا دشوار ہوگیا۔ ایسا لرزہ خیز طوفان میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ حالات کی اس اتھل پتھل سے شاید خوفزدہ ہو کر گھوڑوں نے اپنی رفتار اور تیز کردی بہت تیز۔

وہ گاڑی کو کھڈوں اور ٹیلوں پر سے گھسیٹے لئے جارہے تھے۔ وہ ٹیلوں پر چڑھ رہے تھے اور بے حد خطرناک اور عمودی ڈھلانیں اتر رہے تھے کبھی تو میں یوں محسوس کرتا جیسے گاڑی سمیت اڑ رہے ہیں اس تمام عرصہ میں روپنی پر ذرا گھبراہٹ طاری نہ ہوئی ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس سفر سے لطف اندوز ہورہی ہو یا اس کی مرضی کے مطابق یہ سفر ہو رہا ہے مجھے اس کی اس لاپروائی اور سکون دیکھ کر نہ صرف یہ کہ حیرت تھی بلکہ ایسا لگتا تھا وہ ہی اس کا کارن تھی۔ بعض دفعہ تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی آجاتی تھی۔

پھر ایک زبردست تڑاخے کی آواز نے اطلاع دی کہ ہماری اس مجنونانہ دوڑ کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ گاڑی درمیان سے دو ٹکڑوں میں ٹوٹ چکی ہے آگے والا حصہ ایک گہری ڈھلوان پر بمعہ گھوڑوں کے لڑھکتا چلا گیا۔

اس کے ساتھ گھوڑے بھی گئے گاڑی کے پرخچے اڑ گئے گھوڑوں کا حشر نہ معلوم کیا ہوا۔

میں نصیب کا اچھا تھا کہ زوردار جھٹکے سے اچھل کر ایک ریت کے ٹیلے پر گرا اور بے ہوش ہوگیا۔

جب مجھے ہوش آیا تو میرے سامنے ایک سرخ پگڑی اور بڑی بڑی مونچھوں والا آدمی کھڑا تھا۔ مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر میرے قریب آ گیا اور بولا۔

"اب کیسے ہو بھیا۔"

میں نے گردن ہلا کر آہستہ سے کہا۔ "بھگوان نے بچا دیا ہے۔"

"ٹھیک کہت ہو ارے تمری گاڑی مانو ہوا میں اڑ رہی تھی۔ ہم دور سے دیکھے تھے ارے جنگل میں اڑی جارہی ہے کہ کھڈا ٹیلا او کے لئے سب برابر، اچھل رہی کود رہی پر چلی جارہی وہ سسرا گھوڑا تھے کہ بھوت ایک زنانی گاڑی میں ہم نے دیکھی او کہاں گئی ہم تو بہت ڈھونڈے پر نہ ملی۔"

میں نے حیرت سے کہا۔ "وہ نہیں ملی اور میرا کوچوان ملا۔" میں نے پوچھا۔

"نہ بھیا ہم سب بہت ڈھونڈے گاڑی سب ٹوٹ گئی چور چور ہوگئی سامان میں ایک چمڑے کا صندوق ملا ہے ہم او کا رکھے ہیں بند ہے ٹھیک ہو جاؤ تو دے دیں گے۔"

اتنی دیر میں اور کئی آدمی آ گئے تھے اس نے ایک آدمی کو آواز دی۔ "ارے او بندو ذرا دوڑ کے جا تو اور وید جی سے کہہ دے کہ مسافر کو ہوش آ گیا ہے ذری آ کر دیکھ لیں۔" پھر میری طرف منہ کر کے بولا۔

"بھگوان سوں بڑے بڑھیا وید ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تم سب نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے ایک کام اور کردیں میرا کوچوان گاڑی سے گر گیا تھا تم گاڑی کے نشان کے ساتھ پیچھے آدمی دوڑاؤ وہ کہیں پڑا مل جائے گا۔"

اس نے دو تین آدمیوں کو میرے کہنے کے مطابق دوڑا دیا میں نے پوچھا۔ "تم نے اپنا پریچے نہیں کرایا اور یہ کون سا گاؤں ہے یہ بھی نہیں بتایا۔"

وہ بولا۔ "ہمارا نام پرشوتم داس ہے اور ہم یہاں کے چھوٹے سے زمیندار ہیں جیسا گاؤں ہے ویسے ہی ہم ہیں اور گاؤں کا نام کھنا پور ہے یہ جھانسی سے پانچ کوس دور ہے۔"

میں نے حیرت سے سوچا جھانسی آ گئی اتنا لمبا سفر اتنی تیزی سے میں نے کر لیا۔ پرشوتم بولا۔ "ارے تو اور کا تمہاری گاڑی ہوا میں اڑ رہی تھی اور گھوڑے تو بھوت تھے۔"

میں نے کہا۔ "وہ بھوت مر گئے کہ زندہ ہیں۔"

وہ بولا۔ "مر گئے دونوں۔"

دوپہر کے بعد ایک کھاٹ پر ڈال کر وہ لوگ کوچوان دینا ناتھ کو لے آئے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔

وہ ان کو ایک ٹیلے پر پڑا مل گیا۔ دینا ناتھ بے ہوش تھا۔ فوراً وید جی آ گئے اور انہوں نے ایک نظر میں دیکھ کر بتا دیا کہ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے پنڈلی کے پاس ہڈی ٹوٹ چکی ہے پر چنتا کی ضرورت نا ہے ہم ابھی بٹھائے دیتے ہیں۔ پھر اس نے بانس کی چھپٹی اور پتلی پتلی پنڈلی کے ناپ کی پٹیاں کاٹیں اور دینا ناتھ کی بے ہوشی میں ہی ہڈی بٹھا دی اور کس کے وہ بانس کی پٹیاں چاروں طرف باندھ دیں اور ان پر ایک تیل لگا دیا اور بولے۔ ''ایک گھنٹہ میں یہ ہوش میں آ جاوے گا بس یہ خیال رہے کہ وہ ٹانگ پر زور نہ ڈالے آٹھ دن میں ہڈی جڑ جاوے گی پر چلنا پھرنا تو مہینہ ڈیڑھ کے بعد ہی ہو سکے گا۔'' اور وید جی چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد پرشوتم نے کہا۔ ''میں نے تمہارے رہنے کا بندوبست رام بھروسے کی گئوشالہ میں کر دیا ہے یہاں سے بازار بھی قریب ہے اور وید جی بھی روز آ جایا کریں گے۔ بھوجن میرے گھر سے آ جایا کرے گا تم شانتی سے اپنا علاج کراؤ اور اگر کہیں خبر کرنا ہے تو بتاؤ کروا دیتے ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''زمیندار جی آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے، بس یہ بہت ہے۔''

وہ بولا۔ ''ارے احسان کی بات نہ کرو ہم نے کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ تمہارے کوچوان کے پیر کو ٹھیک ہونے میں وقت ضرور لگے گا پر تم تو دو چار دناں بعد ٹھیک ہو جاؤ گے۔ ہمارے گاؤں کا دودھ مکھن تم کو ٹھیک کر دے گا اور پھر وید جی موجود ہیں۔'' میں نے پھر اس کا شکریہ ادا کیا۔

رام بھروسے گئوشالہ اچھی جگہ تھی، بڑا سکون تھا، چھوٹا سا گاؤں تھا مگر اس گاؤں کے سب لوگ نرم مزاج اور مہمانوں کی عزت اور خدمت کرنے والے تھے پرشوتم خود ہر کام میں آگے آگے تھا۔ شام کو دینا ناتھ کو ہوش آ گیا اس کے کچھ دیر کے بعد وید جی آ گئے۔

بولے۔ ''ٹانگ کی تو تم چنتا مت کرو میں نے ہڈی بٹھا دی ہے۔ اب ذرا میں دیکھ لوں کہ اور کہاں کہاں چوٹ لگی ہے اور اگر کہیں تم کو درد ہے تو بتاؤ۔''

دینا ناتھ بولا۔ ''میرا پورا بدن ٹھیک ہے بس یہ ٹانگ ہی ہے۔''

وید نے پھر بھی بدن کو دبا دبا کر اپنا اطمینان کیا اور کہا۔ ''ٹھیک ہے ٹانگ ہلانا مت میں پھر آؤں گا۔''

میری اور دینا ناتھ کی کھاٹ برابر برابر تھی میں نے پوچھا۔ ''تیرے ساتھ کیا ہوا تھا کہ تو گاڑی سے کود گیا۔''

دینا ناتھ بولا۔ ''میں کودا کب تھا مجھے کسی نے پکڑ کر پھینک دیا تھا، تم بتاؤ گاڑی کا کیا ہوا؟''

میں نے کہا۔ ''چور چور ہو گئی اور گھوڑے مر گئے۔''

''اور رذمی دیوی کا کیا بنا؟'' وہ بولا۔

''اس کو ان لوگوں نے بہت تلاش کیا مگر وہ نہیں ملی۔ پتہ نہیں کہاں غائب ہو گئی اگر مر گئی ہے تو اس کی لاش تو ملنی چاہئے تھی۔'' میں نے کہا۔

''جنگلی جانور کھا گئے ہوں گے۔'' وہ بولا۔

''مگر اس کے کپڑے ہڈیاں اور کچھ تو نشانی ملتی پرشوتم کا کہنا ہے اس نے گاڑی میں ایک زنانی سواری دیکھی تھی مگر گاڑی ٹوٹنے کے بعد اور گھوڑوں کے مرنے کے بعد یہ لوگ اس مقام پر پہنچے تھے میں بھی بے ہوش تھا ان کو کسی عورت کے کپڑے یا لاش نہیں ملی مجھے یہ اٹھا کر لائے اور پھر تم کو تلاش کر کے لائے مگر کوشش کے بعد بھی رذمی کا کوئی نشان ان کو نہیں ملا۔''

دینا ناتھ بولا۔ ''بات سمجھ میں آتی ہے اگر وہ ہوتی زندہ یا مردہ تو ضرور ملتی۔ یہاں پر آ کر کھوپڑی کام نہیں کرتی۔''

''دو چار دن میں میں ذرا چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں تو خود تلاش کروں گا حالانکہ مجھے امید ہے کہ پرشوتم نے اپنی سی کوشش ضرور کی ہو گی۔''

شام کو پرشوتم کے گھر سے کھانا آ گیا گندم اور چنے کی گدرای روٹیاں ان پر اصلی مکھن لگا ہوا، ایک بالٹی میں گاڑھا گاڑھا بھینس کا دودھ اور تین قسم کے ساگ اچار اور ایک مٹکی میں کنویں کا تازہ پانی۔ ہم دونوں کی کھاٹوں کو

ملا دیا گیا اور دونوں نے رج کے یہ کھانا کھایا گاؤں کی غذا اور کھلی آب و ہوا اور انسانوں کا خلوص صحت بناتا ہے یہ سب چیزیں یہاں بے قیمت ملتی تھیں اور ان کی وجہ سے ہی میں تین دن کے بعد اٹھ کھڑا ہوا اب مجھے ذرا احساس نہ تھا کہ میں کبھی زخمی تھا دیدار اور پرشوتم کی توجہ بھی بڑی قابل احترام تھی ان کے آدمی ہر وقت حکم کے غلام کی طرح ارد گرد موجود ہوتے تھے یہ باتیں میرے لئے زیادہ نئی نہ تھیں۔ گاؤں کی سادگی اور سادہ لوگوں کا میں نے بہت مشاہدہ کیا تھا میں ان کا احترام کرتا تھا ان کے پھٹے پرانے کپڑوں کے اندر جو دل تھا وہ بڑا نرم اور انسانیت سے بھرپور تھا، میں اسی لئے ان میں رہنا پسند کرتا تھا۔

میں نے پرشوتم سے روپنی کی تلاش کا ذکر کیا تو اس نے کہا۔ ''ہم نے تو کھوج لیا ہے تم اپنا اطمینان کرنا چاہو تو ضرور کرو۔ میں تمہارے ساتھ دو تین آدمی کر دیتا ہوں۔''

اور میں نے سب سے پہلے وہ جگہ دیکھی جہاں پر گھوڑوں کے پنجر پڑے تھے گھوڑوں کا گوشت جنگلی جانور اور گدھ صاف کر چکے تھے میں نے ٹوٹی گاڑی کے انجر پنجر کو دیکھا مگر کوئی چیز روپنی کی نظر نہ آئی پھر میں اس طرف آ گیا یہاں پر گاڑی کا پچھلا حصہ ایک ٹیکری پر ٹکا ہوا تھا اس کے اندر اور باہر بھی کوئی چیز روپنی کی نہیں تھی اور نہ خون کا کوئی نشان تھا۔ پھر میں اس طرف دور تک گیا جدھر سے گاڑی آئی تھی اور یہ کہ شاید وہ چلتی گاڑی سے کودی ہو مگر اس قسم کے بھی کوئی آثار نظر نہ آئے۔

میں شام تک پھرتا رہا اور پھر واپس آ گیا۔

دوسرے دن میں اکیلا اس طرف چلا گیا جدھر گاڑی کا پچھلا حصہ ایک ٹیکری پر ٹکا ہوا تھا میرا ارادہ اس کو ٹیکری سے گرانے کا تھا۔ دوپہر ہو رہی تھی ہوا سائیں سائیں کر رہی تھی اور دور گاؤں نظر آ رہا تھا۔ درمیان میں کچھ کھیت تھے جن میں ایک کسان ہل چلا رہا تھا۔ میں ٹیلے پر چڑھ گیا اور چاہتا تھا کہ اس کو دھکا دے کر ٹیکری سے نیچے گرا دوں۔ میں نے گاڑی کو ہاتھ ہی لگایا تھا کہ آواز آئی۔ ''رک جا پاپی! تو مرا نہیں میں نے تو تیرا بندوبست کر دیا تھا۔''

آواز گاڑی کے اندر سے آئی۔ آواز میرے لئے نئی تھی باریک تھی اور لرز رہی تھی مگر بات سمجھ آ رہی تھی میرے بدن کے سارے روئیں کھڑے ہو گئے خوف کی ایک لہر میرے اندر اٹھی اور میں کانپ گیا۔ میں نے بڑی مشکل سے کہا۔ ''تو کون ہے؟''

''میں موہنی ہوں روپنی کی ہم شکل پھوپی! تو کیا سمجھتا ہے، تو سو سال پرانی تاریخ کو دہرا دے گا۔ پھر اس خاندان کی ایک لڑکی دیشیا بن جائے گی پھر تو وہی کھیل کھیلے گا جو ایک دفعہ میرے ساتھ کھیلا گیا تھا۔ میرے چھوٹے بھائی کی عزت ایک دفعہ پھر نیلام ہو جائے گی۔''

میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ''میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا، میں روپنی سے شادی کروں گا۔ اگر وہ زندہ ہے تو میں اس کو اپنی عزت بناؤں گا۔''

''پھر ویسے جس طرح مجھے بنایا تھا، جو سلوک میرے ساتھ ہوا تھا، خوب چپڑی چپڑی باتیں کر کے تم وہی کھیل کھیلتے جو میرے ساتھ کھیلا گیا تھا، دن ہے اگر رات ہوتی تو، تو واپس نہ جاتا، مگر یاد رکھ میں تیری ہر حرکت پر نظر رکھے ہوں تو میرے ہاتھ سے بچے گا نہیں۔''

میں نے کہا۔ ''اگر میں نے گناہ کیا ہے تو، تو مجھے سزا دے سکتی ہے مگر کوئی دنیاوی اور مذہبی قانون ایسا نہیں کہ گناہ کرنے سے پہلے سزا دیتا ہوں۔ پھر تو مجھے سزا کیوں دے گی میں کس نیت سے روپنی کو لے جا رہا تھا تو اس کا فیصلہ کیسے کرے گی اگر میں اس کے ساتھ زیادتی کرتا تو سزا کا مستحق تھا۔''

وہ ذرا نرم ہو گئی اور بولی۔ ''تیری بات میں وزن ہے مگر دودھ سے جلا آدمی دہی کو بھی پھونک پھونک کر استعمال کرتا ہے، میرا بھی یہی ردعمل ہے۔''

میں نے کہا۔ ''تو نے مجھے دھوکا دیا روپنی کی جگہ خود آ گئی اور میں آج تک روپنی کو تلاش کر رہا ہوں مجھے بتا کہ وہ کہاں ہے۔''

آواز آئی۔ ''وہ اپنے گھر میں ہے اور خیریت سے

ہے۔اس کو اس واقعہ کا ذرا پتہ نہیں ہے۔"
میں نے کہا۔"جب تک تو میرا قصور ثابت نہ کر دے مجھے کچھ نہیں کہے گی۔"
وہ بولی۔"ٹھیک ہے میں تیرا گناہ تلاش کروں گی مگر یاد رکھ پھر تیرا ٹھکانا دنیا میں نہیں ہوگا۔" میں پلٹ کر گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ گوشالہ آنے کے بعد میں نے ایک خط ہندی میں روپنی کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔
"روپنی تم یہ خط دیکھ کر حیران تو ہوگی مگر تم کو پوری تفصیل بتانا ضروری ہے میرے ساتھ بڑا دھوکا ہوا ہے جس رات تم کو میرے ساتھ آنا تھا۔ میں تمہارے دھوکے میں تمہاری ہمشکل پھوپی کو لے آیا اس کے گاڑی میں آتے ہی گھوڑے دوڑ پڑے اور دوڑتے دوڑتے گاڑی سمیت ایک کھڈ میں گر کر مر گئے میں اور دینا ناتھ زخمی ہوئے ہم کو جھانسی کے قریب ایک گاؤں والوں نے اٹھایا میں تم کو تلاش کرتا رہا تم ہوتی تو ضرور مل جاتیں مگر تمہاری پھوپی کی آتما سے ملاقات ہوگئی وہ تمہاری ہمدرد اور میری دشمن ہے روپنی بھگوان جانتا ہے کہ میری نیت میں تمہارے لئے ذرا کھوٹ نہ تھا میں تم سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ مگر تمہاری پھوپی کی آتما میری بات کا یقین نہیں کرتی۔ تم اپنی خیریت کا خط اس پتے پر جلدی روانہ کر دو۔" پھر میں نے رام بھروسہ گوشالہ کا پتہ لکھ دیا۔
ایک ہفتہ کے بعد میرے خط کا جواب آیا۔
پران ناتھ
تمہارا پتر پا کر مجھے نئی زندگی مل گئی ہے میرا دل کہتا تھا تم بے وفا نہیں ہو مگر میں اس بات سے حیران ضرور تھی کہ تم اس رات میرا انتظار کئے بنا چلے کیوں گئے۔ میں جس وقت دروازے پر آئی اس وقت گاڑی چل چکی تھی میں نے آواز دینا چاہی تو آواز نہ نکلی دوڑ کر پکڑنا چاہا تو پیروں نے حرکت کرنے سے انکار کر دیا۔ میں کھڑی حسرت سے جاتی گاڑی کو دیکھتی رہی اب تمہارا خط پا کر پتہ چلا کہ تم میری ہمشکل پھوپی کو غلط فہمی میں لے کر چلے گئے گھوڑے اسی لئے بے لگام ہوئے کہ ان کے پیچھے جو سواری تھی وہ زندہ نہ تھی۔ وہ آتما تھی پرانی آتما، یہ اچھا نہیں ہوا وہ بڑی ضدی عورت تھی اس نے زندگی میں خود اپنی زندگی برباد کر لی تھی بلکہ پورے پریوار کا نام ونشان مٹا دیا تھا تم جب سے گئے تھے وہ بھی یہاں پر نظر نہیں آئی تھی۔ میں نے اماوس کی رات میں بھی چیک کیا تھا نظر نہیں آئی تھی مگر کل رات میں نے اس کو دیکھا تھا۔ شاید وہ تمہارا پیچھا چھوڑ کر دوبارہ اپنی جگہ پر آگئی ہے تم یہاں پر ہرگز نہ آنا کچھ اور طریقہ سے اس سے جان چھڑانے کا کرو، تم خود ہرگز اس کے سامنے نہ آنا۔ پران ناتھ میں نے اپنی زندگی کی ڈور تم سے باندھی ہے اس ڈور کو ہرگز نہ توڑنا ورنہ میں مر جاؤں گی۔
تمہاری پریم دیوانی روپنی
میں روپنی کا خط پڑھ کر ملول ہو گیا۔ اپنی بے بسی اور روپنی کی مجبوری نے مجھے اداس کر دیا۔ اتنے میں پرشوتم آ گیا بولا۔"بڑے اداس ہو خیریت ہے؟"
میں نے روپنی کا خط اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ بولا۔"یہ کیا ہے کسی کا خط ہے شاید۔"
میں نے کہا۔"ہاں خط ہے جس کو میں تلاش کر رہا تھا اس کا خط ہے پرشوتم میرے ساتھ ایک آتما نے بڑا بھیانک کھیل کھیلا ہے تم پڑھو اس خط کو تمہاری سمجھ میں میری بات آ جائے گی۔"
پرشوتم خط پڑھنے لگا پڑھنے کے بعد بولا۔"تم پر جو گزری اس کا پتہ روپنی کو کس طرح ہوا۔"
"میں نے اس کو خط لکھ دیا تھا کیونکہ اسی آتما نے مجھے بتا دیا تھا کہ روپنی اپنے گھر ہے اور تم اب ہرگز ہرگز ادھر نہیں آؤ گے۔ میرے خط کے جواب میں یہ خط روپنی نے لکھا ہے۔"
پرشوتم بولا۔"معاملہ بڑا سنگین ہے، اب کیا کرو گے تم ادھر گئے اور آتما نے تمہارے خلاف کارروائی کی، تم انسان سے مقابلہ کرو گے یہ تو ہوا ہے ہوائی چیز ہے اس سے تو وہی مقابلہ کر سکتا ہے جو اس کا علم جانتا ہو۔"
"پرشوتم میں بزدل نہیں ہوں مگر میرا واسطہ آج تک

کسی بھٹکی ہوئی آتما سے نہیں پڑا ہے اور نہ میں ان کے بارے میں کچھ جانتا ہوں اگر اس کی جگہ کوئی انسان ہوتا تو اس سے بھڑ جاتا۔ چاہے میرا کچھ حشر ہوتا۔" میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں ٹھاکر ہو مگر یہاں پر بہادری کا کام نہیں ہے۔" پرشوتم نے جواب دیا۔

"مجھے لگتا ہے اس عورت پر یعنی موہنی پر زندگی میں کوئی بہت بڑا ظلم ہوا ہے اور وہ اس ظلم کا بدلہ مرنے سے پہلے نہ لے سکی۔ مرنے کے بعد اس کی آتما اسی کارن چھری ہاتھ میں لئے پھرتی ہے اور کسی پر اعتبار نہیں کرتی اس نے مجھ سے جس نفرت اور حقارت سے بات کی اس کا اندازہ میں اس کی آواز سے کرسکتا ہوں۔ اس نے میری کوئی بات نہیں سنی، بس اپنا حکم سنا دیا میری ایک بات سے ذرا وہ نرم پڑی تھی مگر اس پر بھی اس نے روپنی کے پاس نہ آنے کا حکم دے دیا۔" میں نے جواب دیا۔

"تم ادھر جانا بھی نہیں۔ سنا ہے یہ آتمائیں رات میں بہت خطرناک ہوجاتی ہیں۔ میں اس سلسلے میں معلومات کرتا ہوں، بھگوان کوئی راستہ نکال ہی دیں گے....."

دینا ناتھ دو چار قدم چلنے لگا تھا مگر وید جی کا حکم تھا کہ زیادہ نہیں چلنا ہے میں اور دینا ناتھ پرشوتم کے بن بلائے مہمان بنے ہوئے تھے۔ ایک ہفتہ اور گزر گیا پرشوتم کچھ خریداری کے لئے دلی گیا ہوا تھا۔ میں اس گاؤں سے وجہ پڑا تھا مگر میرا من روپنی کی طرف لگا ہوا تھا میں نے اس کے خط کا جواب دے دیا اور پھر اس کا خط آ گیا۔

پران ناتھ

موہنی کی آتما یہاں پر موجود ہے وہ ہر اماوس کی رات برابر باہر جارہی ہے آج تو میں نے اس کو واپس آتے بھی دیکھا ہے۔ اس کے خنجر سے تازہ خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اور اس کا چہرہ اتنا بھیانک تھا کہ دیکھا نہیں جاتا تھا میرا خیال ہے اس رات ضرور کسی نہ کسی کا قتل کرتی ہے نہ معلوم اس نے کتنے انسانوں کو قتل کردیا ہوگا۔ اس کی چولی جو کہ پہلی ہوتی ہے اس پر بھی خون کے داغ صاف نظر آرہے تھے۔ کون بدنصیب لوگ ہیں جو اس کا نشانہ بن رہے ہیں۔ تم اگر کچھ اس کی روک تھام کسی سیانے سے مل کر کرسکتے ہو تو ضرور کرو اس کے سر پر خون سوار ہے اور یہ مسلسل ایسا کررہی ہے اور اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی تو یہ خون خرابہ کرتی رہے گی۔ باپو اس قابل نہیں اور میں عورت ذات ہوں ہم ایک ایسے مکان میں ہیں جہاں کوئی آنا پسند نہیں کرتا اس مکان کی شہرت نے مجھے اور پتا جی کو دنیا سے ہی کاٹ دیا ہے اس صورت میں کسی طرف سے کسی مدد کی ذرا سی بھی امید نہیں ہے۔ صرف تم ہی میری امید کی آخری کرن ہو، امید ہے تم مجھے خود غرض خیال نہ کرو گے اور میرے حالات پر غور کرو گے اپنا خیال رکھنا اور میرے لئے بھی بھگوان سے پرارتھنا کرو گے۔

صرف تمہاری روپنی

خط پڑھ کر میرا دل چاہا کہ میں اڑ کر اس کے پاس پہنچ جاؤں مگر پرشوتم کے الفاظ یاد آ گئے اور میں کچھ نہ کرسکا، زندگی کی یہ پہلی مجبوری مجھے پیش آئی تھی کہ میں کرنا چاہتا تھا مگر کچھ کر نہیں پا رہا تھا۔

پرشوتم میرے پاس چند منٹ کو آیا تھا اور پھر یہ کہہ کر چلا گیا کہ ذرا سامان گاڑی سے اتروالوں پھر بات کروں گا۔

شام کو پرشوتم آ گیا اور بولا۔ "میں کچھ سامان کی خریداری کو دلی گیا تھا مگر میرے ذہن میں تمہارا معاملہ بھی تھا میں خریداری کرکے تمہارے کام سے دو دن اور دلی میں رکا اور مجھے پتہ چلا کہ یہاں پر ایک حکیم صاحب اس قسم کے کام کرتے ہیں میں نے ان سے ملاقات کی اور کچھ تمہارے حالات ان کو بتائے تو وہ بولے۔" صاحب اصل کو لے کر آئیں ان کی زبانی ہم سب حالات سنیں گے اور پھر فیصلہ کریں گے، تو تم کو دلی چلنا ہوگا میں تمہارے ساتھ ہوں گا شاید کوئی ترکیب نکل آئے۔" پرشوتم بولا۔

میں نے جواب دیا۔ "تم جس وقت کہو میں چلنے کو تیار ہوں بولو کب چلنا ہے۔"

پرشوتم بولا۔" کچھ نئے اوزار کھیتی باڑی کے لایا ہوں ان کا استعمال کسانوں کو بتادوں دو تین دن کے بعد چلیں گے، وہاں پر رکنا پڑا تو بھی فکر نہیں ہے میری موسی کا گھر ہے۔"

پرشوتم تین دن بڑا مصروف رہا اب دینا ناتھ بغیر لکڑی کے چلنے لگا تھا۔ مگر وید جی اس کے پیر کی مالش پھر بھی روز کرتے تھے۔ کتنے حیرت کی بات تھی کہ وید نے اب تک ایک ٹکا ہم سے نہیں لیا تھا اور متواتر مفت میں خدمت کرر ہے تھے۔ کیسے لوگ تھے وہ۔ تین دن کے بعد پرشوتم نے اطلاع دی۔ "اب میں فارغ ہوں کل دلی روانہ ہوں گے۔"

ہم رات کو دلی پہنچے، لاری سے آئے تھے۔ یہ اس قدر خراب تھی کہ ہر آٹھ دس کوس کے بعد رک جاتی تھی کچھ نہ کچھ کام نکل آتا تھا اور ایک دو گھنٹے کے لئے پھر چلتی تھی۔

سویرے میں اور پرشوتم دونوں حکیم وقار کے مطب میں موجود تھے۔ حکیم ٹھیک نو بجے آگئے اور ہمارا پہلا ہی نمبر تھا۔ پرشوتم نے کہا۔ "حکیم صاحب آپ نے کہا تھا کہ صاحب معاملہ سے گفتگو کریں گے تو یہ میرے دوست ٹھاکر نند کشور ہیں اور ان کے ساتھ جو گزری ہے یہ خود بیان کریں گے۔"

حکیم صاحب نے کہا۔ "آپ ابھی روداد بیان نہ کریں میرے ساتھی حکیم کامل کا ہونا ضروری ہے وہ بس آنے ہی والے ہیں۔ کچھ دیر میں رولوکا حکیم کامل کے روپ میں آگئے اور میں نے اپنا بیان شروع کرنا چاہا تو رولوکا نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے روک دیا اور کہا۔

"دیکھئے آپ کا بیان ہی آپ کی شفایابی کے لئے ضروری ہے آپ جو کچھ بیان کریں وہ سب سچ ہو اس میں ذرا سی بھی ملاوٹ یا آپ اپنی پوزیشن کو بچانے کو کچھ اور کہیں گے تو وہ آپ کے لئے ہی نقصان کا باعث ہو سکتی ہے اس کی فکر نہ کریں کہ آپ سے کہیں غلطی ہو گئی ہے اس کو بھی نہ چھپائیں آپ کا راز اس کمرے کے باہر نہیں جائے گا۔"

اس کے بعد میں نے پوری روداد، گجرات میں اور اس کے گاؤں میں روپنی کے ساتھ تعلقات سب بیان کر دیئے اور موہنی کے بارے میں بتادیا، اس کی دھمکی کے بارے میں بھی بتادیا۔ میرا بیان ختم ہوا تو رولوکا نے کہا۔

"میں آپ کے پاس آؤں گا اور وہاں سے آپ کو ساتھ لے کر چلوں گا اس شریر آتما کے پاس، آپ میرے ساتھ ہوں گے آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، اس کی میں گارنٹی دیتا ہوں۔ یہ مکان للت پور میں ہے کیا شہر سے باہر ہے۔"

"یہ تو شہر میں ہی مگر ذرا کنارے پر ہے۔" میں نے کہا۔

"خیر میں آپ کے پاس عنقریب آجاؤں گا۔ پتہ بتادیں۔"

میں نے پرشوتم کے مکان کا پتہ بتادیا، اس کے بعد میں اور پرشوتم واپس آگئے۔

ہمارے واپس آنے کے ایک روز کے بعد حکیم کامل آگئے ہم دونوں ان کی اتنی جلدی آمد کی امید نہیں رکھتے تھے اس لئے ذرا حیران ہوئے تو وہ بولے۔

"میری عادت ہے جو کام کرنا ہیں وہ کل پر نہ ٹالے جائیں اس لئے آگیا ہوں۔ آپ میرے ساتھ چلنے کو تیار ہیں۔" رولوکا نے پوچھا۔

میں نے کہا۔ "حکیم صاحب آپ کے ساتھ میں ضرور چلوں گا۔"

پرشوتم نے کہا۔ "حکیم صاحب میں بھی اگر آپ کے ساتھ چلوں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہوگا۔"

رولوکا نے جواب دیا۔ "مجھے اعتراض نہیں ہے مگر تم کو تجربہ نہیں ہے یہ کام خطرناک ہے تمہارے ساتھ جو ہوتا ہے اس کی پوری ذمہ داری مجھ پر ہوتی ہے اس لئے کہ تم ان کو دیکھ نہیں سکتے جو تمہارے سامنے ہوتا ہے اور دھوکے سے نقصان ہو جاتا ہے۔"

پرشوتم بولا۔ "میں اپنی ذمہ داری پر آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

''نہیں ذمہ داری تو پھر بھی میری ہوگی تم کو دیکھنے کا شوق ہے تو چلو۔''

''ابھی ایک ہفتہ اماوس کی رات آنے کو ہے اس سے پہلے ہم کوللت پور میں پہنچنا ہے۔''

تین دن کے بعد ہم ٹھاکر جگن ناتھ کے مکان کے سامنے تھے۔ دروازہ خود ٹھاکر نے کھولا دن کا وقت تھا ٹھاکر نے مجھے دیکھا تو بولا۔''ارے نند کشور، تم تو بے بتائے ہی چلے گئے آ جاؤ اندر۔'' وہ اپنے کمرے میں لے گئے بٹھایا اور بولے۔

''ان دونوں حضرات کا بھی پرتیچے کرادو تو اچھا ہے۔''

میں نے کہا۔''یہ میرے دوست پرشوتم زمیندار ہیں اور یہ حکیم کامل ہیں دلی سے آئے ہیں۔''

ٹھاکر نے اٹھ کر رولوکا سے ہاتھ ملایا اور کہا۔

''میرے نصیب کہ آپ دلی سے آئے ہیں اب تک یہاں کوئی نہیں آیا اس گھر کی شہرت اتنی خراب ہے کہ لوگ دور سے گزرتے ہیں۔''

رولوکا نے پوچھا۔''صرف شہرت خراب ہے کہ واقعی کچھ چکر ہے۔''

ٹھاکر نے کہا۔''سچ تو یہ ہے کہ شہرت جھوٹ نہیں ہے آج بھی میں ایک سو سالہ آتما کے ساتھ رہتا ہوں یہ بات دوسری ہے کہ اس نے مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں دی مگر میرے لئے یہ ہی کچھ کم تکلیف دہ بات نہیں ہے کہ لوگوں نے مجھ سے منہ موڑ لیا باہر جاتا ہوں تو لوگ کنی کاٹ کر دور ہو جاتے ہیں جیسے میں ہی بھوت ہوں۔ ان کے خدشات اپنی جگہ درست ہیں مگر میں نے بہت عرصہ بلکہ پوری زندگی اسی اذیت میں گزاری ہے۔ میں نے تو گزار لی ہے میرے ساتھ میری بیٹی بھی اسی اذیت میں زندگی گزار رہی ہے میرے بعد اس کا کیا ہوگا یہ سوچ سوچ کر میرا دماغ ہر وقت پریشان رہتا ہے آج سالوں کے بعد میں کسی سے بات کر رہا ہوں آج میرے لئے بڑا خوشی کا دن ہے۔''

رولوکا نے کہا۔''جو آتما اس گھر میں موجود ہے آپ کی بہن کی ہے۔''

''یہ درست ہے مگر یہ بھی درست ہے کہ میں نے اس کو زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا اس کے ساتھ کیا گزری تھی مجھے کیا پتہ، جب یہ واقعہ ہوا میں چند مہینے کا تھا، میں تو اپنے پتا کی آخری اولاد ہوں۔''

رولوکا نے کہا۔''ہم تینوں کے رکنے کا انتظام ایک کمرے میں کردیں اور رات میں اگر آپ کسی قسم کی آواز سنیں تو ہرگز ہرگز کمرے سے باہر نہیں آنا۔''

اور ان تینوں کو ایک کمرہ دے دیا گیا اور رات کا کھانا بھی اسی کمرے میں فرشی نشست میں کھلایا گیا۔ کھانا پکانے اور کھلانے والی روپنی تھی۔ روپنی کے چہرے پر پھول کھل رہے تھے۔ نند کشور خلاف توقع اس کے سامنے تھا اس کے لئے یہی بات بہت تھی۔

مگر رولوکا کا حکم تھا کہ ٹھاکر نند کشور روپنی سے اکیلے میں ملاقات کی کوشش نہیں کرے گا اس نے کہا۔''تم ایک دفعہ دھوکا کھا چکے ہو یہ جانتے ہو کہ وہ روپنی کی ہمشکل ہے اگر نہ بھی ہمشکل ہوتی تو اس کے لئے بہروپ بھرنا کون سا مشکل ہے۔ اس لئے تم ہرگز اس کے قریب نہیں جاؤ گے۔''

دوسری طرف رولوکا نے روپنی کو بھی یہی بات بتادی اور اپنے کمرے کو ہر طرف سے محفوظ کردیا تھا۔ نند کشور اور پرشوتم کو حکم دیا تھا وہ کسی حالت میں بھی کمرے سے باہر نہیں جائیں گے، کمرے میں کوئی آتما نہیں آئے گی میں اندر ہوں یا باہر مجھ پر کچھ گزرے تم باہر نہ آنا۔

اماوس کی رات آگئی اور رولوکا کمرے سے باہر آ گیا۔ ٹھیک دو بجے وہ دروازہ بے آواز کھلا جہاں سے موہنی کی آتما باہر آتی تھی پھر رولوکا نے دیکھا ایک بڑی حسین اور جوان عورت دروازے پر نمودار ہوئی اس کا لباس پیلی چولی اور سرخ لہنگا تھا اس کا بدن کسی بھی مرد کے ایمان کو خطرے میں ڈال سکتا تھا اس کے ایک ہاتھ میں موم بتی اور دوسرے ہاتھ میں چوڑے پھل کا چمکدار خنجر تھا

اس کے دروازے پر نمودار ہوتے ہی رولوکا اس کے سامنے آ گیا اور بولا۔

''بس موہنی اب بس کر بہت ہو گیا کب تک انتقام پورا کرتی رہے گی۔''

موہنی کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرے چہرے کے خوب صورت نقوش میں فرق پڑا اور وہ قہر آلود آواز میں بولی۔ ''تو کون ہے رے مجھے روکن والا؟''

رولوکا نے کہا۔ ''میں تیرا دوست اور ہمدرد ہوں، تیری پریشانیوں اور دکھوں کو دور کرنے والا ہوں، تو جو کر رہی ہے وہ درست نہیں ہے زندہ انسان کو اس دنیا میں رہنے کا حق ہے، آتمائیں سورگ میں جاتی ہیں تو بھی چلی جا۔''

موہنی غصہ سے بولی۔ ''چلی جاؤں اور میرے ساتھ جو ہوا اسے بھول جاؤں۔ تو میرا راستہ مت روک آج میرا نشانہ اس پاپی کے خاندان کا وہ بچہ ہے جو ابھی پیدا ہوا ہے اس کے بعد اس کی نسل ختم ہو جائے گی پھر میرے من کو شانتی ملے گی پھر شاید میں جانے کے بارے میں سوچوں مگر پھر بھی شاید نہ جا سکوں، تو ہٹ میرے راستے سے۔''

وہ قہر بھری آواز میں بولی۔

رولوکا نے کہا۔ ''جا سکتی ہے تو چلی جا اور نہ جا سکے تو واپس اندر جا۔''

وہ پھر بولی۔ ''دیکھ میرا سمے برباد نہ کر یہ بیت گیا تو پھر ایک مہینہ مجھے انتظار بھوگنا ہوگا۔''

''میں نے کہہ دیا ہے کہ جا سکتی ہے تو چلی جا۔''

رولوکا بولا۔

''یہ جو میرے سامنے دیوار کھڑی ہے آگ جل رہی ہے اس کا کیا کروں تو کون ہے رے۔''

رولوکا بولا۔ ''میں تیری مکتی ہوں تیرا سہارا ہوں غور کر میری بات پر اور اندر جا۔''

''تو تو اس طرح بول رہا ہے جیسے میں تیری باندی ہوں۔ نہیں اندر جاؤں گی تو میرا کیا کرے گا۔''

رولوکا نرمی سے بولا۔ ''دیکھ پھر سوچ لے جو تیرا راستہ روک دے تجھ پر حکم چلائے وہ کون ہو سکتا ہے تو اندر جا اور اپنی بپتی بتا، میں تیرے بھی کام آؤں گا، بدلے کی بھاؤنا بہت بری چیز ہے اس سے تجھے کچھ ملنے والا نہیں ہے تو اب بھی نرکھ میں ہے اور آخر تک اسی نرکھ میں رہے گی۔ کچھ ایسا کر کہ تیری منزل آسان ہو جائے۔''

وہ رولوکا کی بات سن کر ساکت کھڑی رہی اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اس کی اندرونی اور بیرونی کیفیت کا اندازہ ہوتا تھا اور پھر واپس کمرے میں چلی گئی اس کے بعد رولوکا بھی اندر چلا گیا۔ اندر جا کر وہ بولی۔ ''تو کون ہے کہ تو نے میرے خنجر کو آج پیاسا کر دیا، یہ ہر کالی رات میں خون پیتا ہے، آج تو نے مجھ پر کیا کر دیا کہ میں اپنے ارادے کو پورا نہ کر سکی تو کون ہے؟''

رولوکا بولا۔ ''میں ایک زندہ انسان ہوں، تو جانتی ہے زندہ انسان مردہ انسان سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے تیری شکتی کتنی ہے اور تو کیا کر سکتی ہے اور کیا نہیں کر سکتی میں جانتا ہوں اس لئے تیرے سامنے ہوں مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ تو نے اب تک جو کیا ہے کسی کارن ہی کیا ہوگا، اس کے پیچھے ضرور کوئی کہانی ہوگی اس لئے میں تیری مدد کرنا چاہتا ہوں تو مجھے اپنا دوست سمجھ کر بتا کہ تیرے ساتھ کیا ہوا تھا شاید میں تیرے کچھ کام آ سکوں۔''

''تو سن میرے ہمدرد! میں اس ٹھاکر خاندان کی پہلی لڑکی تھی جس نے آنکھ بند کر کے اپنے ماتا پتا کی بات نہیں مانی۔ میں ان کی لاڈلی بیٹی تھی وہ کسی زمیندار گھرانے میں میری شادی کرنا چاہتے تھے ایک سے ایک بڑے گھرانے کے رشتے میرے لئے آ رہے تھے مگر میں انکار کر رہی تھی میرے دماغ میں ایک ایسا تخیل تھا کہ اس پر کوئی راج کمار پورا نہ اترتا تھا۔

ماتا پتا کی عمریں اس قابل نہ تھیں کہ وہ اور زیادہ انتظار کرتے وہ میری ہر طرح خوشامد کرتے رہے مگر میرے اندر جو مرد چھپا ہوا تھا وہ جسم میرے روبرو نہ آیا۔ اور پھر آیا تو میں اس کو دیکھ کر اس کی دیوانی ہو گئی اس کا نام دارا سنگھ تھا وہ میرا کوچوان تھا اور نیا نیا ملازم ہوا

تھا، میں نے اس کو دیکھا تو لگا میرے اندر کا مرد میرے سامنے کھڑا ہے وہ طویل قد اور بھرے بھرے بدن کا آدمی تھا اس کا بدن محنتی اور کسا ہوا تھا اس کا چہرہ سانولا مگر جاذب نظر تھا شروع شروع میں وہ مجھ سے ڈرتا رہا میں اس کے ساتھ اکیلی بگھی میں سیر کو چلی جاتی اور اس کے زیادہ قریب رہنے کی کوشش کرتی وہ میری بے تابی سے لطف اندوز ہوتا رہا اور بہت دن اپنے خول میں بند رہا۔ مگر میری حوصلہ افزائی اور بے تکلفی نے اس کے پرت اتار دیئے اور اس نے بھی میرے ساتھ اقرار وفا کر لیا۔

ایک دن وہ بولا۔ ''دیکھو موہنی میں معمولی آدمی ہوں تمہارا ملازم ہوں۔ میری کوئی حیثیت نہیں ہے نہ مالی نہ ذاتی میں ٹھاکر نہیں ہوں تم سے کم ذات ہوں میں کسی طرح تمہارے خاندانی معیار کے مطابق نہیں ہوں تمہارا اور میرا ملاپ اس دنیا میں ناممکن نظر آتا ہے۔''

میں نے جواب دیا۔ ''میں تیرے ساتھ ہوں تو میری پسند ہے میں کسی کی نہیں ہو سکتی میں نے تجھے بہت انتظار کے بعد پایا ہے۔''

''تمہارے خاندان کے بڑے مجھے کبھی قبول نہیں کریں گے یہ بات تم اچھی طرح سمجھ لو۔'' وہ بولا۔

میں نے کہا۔ ''نہ کریں قبول میں تو تم کو قبول کر چکی ہوں۔'' میرا دیوانہ پن اپنے عروج پر تھا۔

''تمہاری حیثیت ایک ثانوی حیثیت ہے اصل چیز اور حکم زمیندار تمہارے پتا کا ہے۔ ان کے ایک اشارے پر میری زندگی کا خاتمہ ہو سکتا ہے ان کے اشارے پر تم پر پابندیاں لگ سکتی ہیں تم اور میں ان کے کسی فیصلے کو رد نہیں کر سکتے۔ میں تمہاری محبت جانتا ہوں اور اپنی محبت کی اونچائی اور گہرائی میری نظر میں ہے مگر یہ سب بیکار ہے ہم کھلونے ہیں بے جان ہماری جان کسی اور کے پاس ہے اور وہ تمہارا باپ جو کہ زمیندار ہے اس ملک کے زمیندار انسان کم اور زمیندار زیادہ ہوتے ہیں ان کو اپنی اونچی ناک اور اپنی اونچی ذات کی فکر ہوتی ہے باقی سب چیزیں ان کے لئے دوسرے درجے پر ہوتی ہیں تم نے بہت کم دنیا کو دیکھا ہے مگر میں نے بہت دیکھا ہے یاد رکھو اگر ان کو ذرا سا بھی شبہ تم پر یا مجھ پر ہو گیا تو وہ دن میرا آخری ہو گا میں نے زمینداروں کو خوب پرکھا ہے۔''

''تم نے جو کہا ہے اگر وہ سب درست ہے اور درست ہی ہو گا تو پھر تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ میں ہر طرح تمہاری مدد کو تیار ہوں۔'' میں نے کہا۔

''مجھے تم سے یہی امید ہے محبت قربانی کا نام ہے ہر محبت قربانی طلب کرتی ہے۔ تم جانتی ہو جب انسان اکیلا ہوتا، تو صرف اپنے بارے میں سوچتا ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے مگر جب اس کا بندھن محبت کے جذبے سے بندھ جاتا ہے تو اس کی سوچ میں تبدیلی آ جاتی ہے کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ عقل سے سمجھ میں نہیں آتے مگر جنون سے سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ ابھی تم کو اور مجھ کو انتظار کرنا ہو گا۔ اس جنون کا جب تم بے دھڑک آگ میں کودنے کو تیار ہو جاؤ گی۔''

میں نے اس کی گفتگو کا ایک ایک لفظ بڑے غور سے سنا اور پھر کہا۔

''کیا تم کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے میں نے زندگی میں دکھ نہیں دیکھا منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوئی تھی اور چاندی کے پالنے میں پرورش پائی ہے مگر میں تمہارے آگ کے دریا میں کود سکتی ہوں۔''

اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور کہا۔ ''راج کماری یہ بات کہہ دینا اور بات ہے اور وقت آنے پر اس پر عمل کرنا دوسری بات ہے تم کو اتنی جلدی کسی امتحان میں نہیں ڈالوں گا آم پیڑ پر پک جائے تو مزا زیادہ ہوتا ہے ابھی تمہارے جذبے کو درخت پر رہ کر ہی پکنا ہے نہ میں بھاگ رہا ہوں نہ تم پر کوئی دباؤ ہے زندگی بہت پڑی ہے تم مجھ کو آزما لینا اور میں تم کو اب ہمارا تمہارا ساتھ ہے یہ تو رہے گا میں تم کو چھوڑوں گا نہیں حالات جو بھی ہوں تم میری ہو مگر ابھی نہیں ذرا اور وقت اس چاندی کے پالنے میں بسر کرو۔ کیا پتہ حالات آگے کیا رخ اختیار کر جائیں۔''

اس نے جلد بازی نہیں کی میرے صبر کو آزماتا رہا

اور میری بے چینی اور بے تابی کا مزا لیتا رہا۔"

موہنی کی بہت بیچی کھوکھلی اور غیر ارضی آواز آرہی تھی اور ردلو کا بغور سن رہا تھا۔ آخر میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور میں نے دس بارہ دن کے بعد دارا سے کہا۔

"تم نے جواب نہیں دیا آخر یہ دوری کب تک رہے گی۔"

اس کے لبوں پر مسکراہٹ آگئی اور بولا۔ "میں تم سے زیادہ بے چین ہوں میری رانی۔ تم یہ بات یاد رکھنا کہ تم کسی راج کمار سے محبت نہیں کر رہی ہو میرے گھر میں تم کو شاید وہ آرام نہ ملے جو تم کو یہاں پر ہے میرا گھر یہاں سے بہت دور ہے اتنی دور کہ اس تک یہاں کا کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا۔ وہاں کے رسم ورواج اور رنگ ڈھنگ بھی تم کو نئے لگیں گے زبان بھی نئی ہو گی مگر محبت ان سب باتوں سے بہت اوپر کی چیز ہے تم میرے ساتھ چلنے پر راضی ہو تو تیار ہو جاؤ۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "ہر چیز نئی ہو مگر تم وہی رہنا جواب ہو میں سب برداشت کرلوں گی۔"

"مجھے تم سے ایسی ہی امید تھی۔" وہ خوش ہو کر بولا۔

سارے زیور اور پیسہ تو پتا جی کے کنٹرول میں تھا مگر میں نے پھر بھی کچھ روپے حاصل کر لئے کچھ کپڑے رکھ لئے اور ایک رات اس کے ساتھ بگھی میں گھر کو خیر آباد کہہ کر آگئی۔ بگھی کو اسٹیشن پر کھڑی کر کے ایک ٹرین میں سوار ہو گئے مجھے نہیں پتہ کہ وہ ٹرین کدھر جا رہی تھی مجھ سے پیسے لے کر دارا ہی ٹکٹ خرید کر لایا تھا میں اسی لباس میں تھی یہ لباس دیہاتی عورتوں کا ہے میرے چہرے پر لمبا سا گھونگھٹ تھا اور میرے برابر میں دارا بیٹھا تھا۔ پوری رات اور پھر دن بھر گاڑی چلتی رہی میں اس کے کاندھے پر سر رکھ کر سوتی جاگتی رہی مگر میں نے دارا سے منزل کے بارے میں نہیں پوچھا۔

شام کو ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر گاڑی رکی اور ہم دونوں اتر گئے زیادہ بڑا اسٹیشن نہ تھا یہاں کے لوگ جو زبان بول رہے تھے وہ میرے لئے بالکل نئی تھی مگر اسٹیشن کے چاروں طرف کھیت تھے اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی دارا بولا۔ ابھی تین چار گھنٹے کا اور سفر ہے مگر لاری سویرے ملے گی رات کو مسافر خانے میں رکنا ہو گا اور ہم دونوں مسافر خانے میں آگئے وہاں پر دو تین عورتیں شلوار اور قمیض میں ملبوس موجود تھیں ان کے ساتھ داڑھی اور پگڑی والے مرد بھی موجود تھے ہم نے رات کا کھانا اسی مسافر خانے میں کھایا۔

سویرے آٹھ بجے لاری ملی اور ہم اس میں سوار ہو گئے۔ لاری کچے پکے راستہ پر چلتی رہی اور چار گھنٹے کے بعد ہم اتر گئے سامنے ہی ایک گاؤں تھا میں نے پوچھا یہی تمہارا گاؤں ہے۔ دارا بولا۔ "ہاں یہی ہے اور یہیں پر میرا گھر ہے۔" یہ گاؤں ایسا ہی تھا جیسا کہ ہمارا گاؤں تھا۔

کچی گلیاں اور ان میں ننگ دھڑنگ پھرتے بچے مگر یہاں کا لباس شلوار قمیض تھا اور عورتیں میرے لباس کو حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔ بچے شور کرتے میرے پیچھے آرہے تھے۔ پھر دارا ایک کھلے دروازے کے اندر چلا گیا اور ساتھ آنے کا اشارہ کیا میں بھی اندر چلی گئی۔ اندر ایک بہت بوڑھی عورت ایک چارپائی پر لیٹی تھی دارا نے کہا۔ "میری موسی ہے میں مکان اس کے حوالے کر کے گیا تھا اب تیرے حوالے ہے۔"

میں نے کہا۔ "یہ کون سی جگہ ہے یہاں کی زبان تو میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

وہ بولا۔ "آجائے گی آہستہ آہستہ اور تو یہ کپڑے اب بدل لے صندوق میں شلوار قمیض پڑی ہے اس کو پہن لے نہیں تو عورتیں تیرا تماشا بنا ڈالیں گی کوئی پوچھے تو میری گھر والی بتانا۔"

بڑھیا نے اب تک کچھ نہیں کہا تھا میں نے کہا۔ "یہ بولتی نہیں۔"

بولا۔ "یہ گونگی اور بہری ہے۔"

اس کی چارپائی کھپریل میں پڑی تھی۔ اس کے علاوہ صرف ایک کوٹھا تھا اور باقی سب میدان اس میدان میں ایک درخت تھا وہ درخت بہت پرانا تھا اور آم کا تھا۔

''اب تو رسوئی کو دیکھ میں چراغ بتی اور کھانے کا سامان لے آؤں تیرے پاس روپے تو ہیں۔''

میں نے جو روپے بچے تھے اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے وہ حیرت سے بولا۔ ''بس یہی ہیں۔''

میں نے کہا۔ ''زیادہ کیسے لاتی کوشش کرتی تو شک نہ ہو جاتا۔''

''اچھا خیر گہنے تو لائی ہے نا۔''

''وہ بھی باپو کے پاس تھے ان سے کیسے لیتی۔'' میں نے کہا۔

وہ ناک سکوڑ کر بولا۔ ''یہ تو کچھ نہ ہوا میرا تو خیال تھا میں زمیندار کا قرض اتار دوں گا پھر چین سے رہوں گا میری گردن تو پھنسی ہی رہی۔''

''تو تم پہلے بتا دیتے میں کچھ دن اور انتظار کرتی اور کچھ روپیہ لے آتی۔'' میں نے کہا۔

''تو میں تجھ کو بتاتا۔'' وہ غصے سے بولا۔ ''تیری سمجھ میں نہیں آئی کہ پردیس جا رہی ہے کچھ مال لے لوں۔ میری تو ساری محنت ہی بے کار گئی ہرن کا شکار کیا اور نکلا چوہا۔''

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، آج اس کا اصل چہرہ مجھے نظر آ گیا مگر اب اس سے کچھ فائدہ نہ تھا۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور بولا۔ ''میں نے اپنا ہر پتا مناسب وقت پر کھیلا اور ہر چال ٹھیک چلی تھی مگر پھر بھی بازی جیت نہ سکا، سویرے ہی زمیندار کے بندے آ جائیں گے اور مجھے پکڑ کر لے جائیں گے پھر صبح سے شام تک بیل کی طرح کام کرنا ہوگا پھر زمیندار گوکل سنگھ کی مار امیرا مقدر رہوگی، میں کیوں واپس آ گیا اچھا بھلا نکل گیا تھا۔''

وہ خود بخود باتیں کرتا رہا مگر میں کچھ نہ بولی اس کے پلان کی بہت سی باتیں میری سمجھ میں آ رہی تھیں وہ بھی پچھتا رہا تھا اور میں بھی آ کر پچھتا رہی تھی۔ اس کی مصیبت کے دن بھی شروع ہونے والے تھے اور میرے تو شروع ہو ہی چکے تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ اٹھا اور باہر چلا گیا۔ میں نے چولہے کی طرف دیکھا جو کہ میدان کے ایک کونے میں بنا ہوا تھا۔ اس کے چاروں طرف کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پڑے تھے۔ شاید مدت سے استعمال نہیں ہوا تھا اس کے قریب کچھ لکڑیاں پڑی تھیں میں نے زندگی میں کبھی کھانا نہیں پکایا تھا۔ نہ مجھے روٹی پکانی آتی تھی میں کیا کروں میں نے سوچا مگر کچھ تو کرنا تھا قریب ہی بہت پرانی جھاڑو پڑی تھی میں نے چولہے کے قریب جھاڑو لگانا شروع کر دیا اور چولہے کے چاروں طرف صفائی کر دی اور کچے اور سوکھے پتوں کو پیڑ کی طرف کر دیا۔ میں نے کبھی ایسا کام کرنے کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا مگر اب تو سر پر آ پڑی تھی اور خود اس مصیبت کو آنے کی میں نے دعوت دی تھی اس لئے سب کچھ کرنا تھا۔ کچھ دیر میں دارا آ گیا ایک لالٹین اور ایک بوتل میں مٹی کا تیل بھی لے آیا ایک تھیلے میں آٹا اور دال لے آیا اور بولا۔ ''اب پکا لے۔''

میں نے کہا۔ ''مجھے تو آٹا گوندھنا نہیں آتا روٹی کیسے پکاؤں گی میں نے کبھی رسوئی دیکھی نہیں۔''

اس نے غصہ سے کہا۔ ''راج کماری جی یہ کام تو عورتوں کے ہیں تم کو کرنا ہوں گے۔''

میں نے کہا۔ ''میں منع نہیں کر رہی ذرا تم بتاؤ تو کیسے کروں۔'' میری آواز کمزور تھی۔

وہ کوٹھری کے اندر گیا اور تسلا لے آیا وہ بھی مدت سے استعمال نہ ہونے کی وجہ سے گندا تھا۔

پھر وہ مٹکے کی طرف گیا وہ سوکھا پڑا تھا اس نے کاندھے پر رکھا اور باہر چلا گیا اور کچھ دیر میں بھر کر لے آیا اور تسلا دھو کر اس میں آٹا ڈالا اور بولا۔ ''دیکھو اس طرح گوندھتے ہیں۔''

اس کے بعد اس نے ہی چولہے میں لکڑیاں ڈال کر تھوڑا سا مٹی کا تیل ڈال کر تیلی دکھادی اور آگ جل گئی۔ اس طرح اس نے خود ہی روٹیاں پکائیں جو کہ جلی اور کچی تھیں بڑی محنت کے بعد کھانا تیار ہوا جو کہ دال اور کچی روٹیوں پر مشتمل تھا میں نے کب ایسا کھانا کھایا تھا مگر اس وقت کھایا۔ رات ہوتے ہی اس نے لالٹین جلا کر کوٹھری کے اندر رکھ دی اور بولا۔ ''بس اب باہر کا دروازہ بند کر دیتا ہوں۔''

میں نے کہا۔ "یہ بڑھیا کچھ نہیں کھاتی۔"

وہ بولا۔ "تو اس کی فکر نہ کر میں نے دو روٹی اور دال رکھ دی ہے یہ خود کھا لے گی کیونکہ اس نے پکاتے دیکھ لیا ہے۔"

کوٹھری میں صرف ایک کھاٹ تھی اور اس پر بہت پرانا بستر پڑا تھا دارا نے اس کو اچھی طرح جھاڑ کر دوبارہ بچھا دیا اور بولا۔ "لیٹ جا اب تو اسی پر دونوں کو سونا ہے۔"

میں مسکرا کر ایک طرف لیٹ گئی۔

وہ بھی میرے برابر لیٹ گیا اور بولا۔ "نہ تو ہیر ہے اور نہ میں رانجھا ہوں۔ ہم دونوں اسی دنیا کے ہیں دنیا کی الجھنوں اور پریشانیوں میں گھرے انسان ہیں ہماری گردنیں قرض میں جکڑی پڑی ہیں اور ہم زمیندار کی گرفت میں خود چل کر آ گئے ہیں۔ میری غلطی یہ ہوئی میں نے تجھے صاف صاف نہیں بتایا اور تیری یہ ہوئی کہ تو میری بات سمجھ نہ سکی۔ اب سویرے زمیندار کے بندے ضرور آئیں گے۔ زمیندار گوکل سنگھ کو خبر ہو گئی ہو گی۔"

اس نے اٹھ کر لالٹین کی روشنی بہت کم کر دی اور میرے پہلو میں آ کر لیٹ گیا اور کروٹ بدل کر منہ میری طرف کر لیا۔ ایک تو کھاٹ تنگ تھی اور پھر تھی بھی چھلنگا سی۔ جو کچھ ہوا وہ ایک قدرتی بات تھی مگر جس میں ایک زبردست تبدیلی ضرور لے آئی۔ رات گزر گئی یہ رات بہت یادیں بہت پچھتاوے بہت ندامت کے آنسوؤں کے ساتھ رخصت ہو گئی اور میری اصلیت کو بھی لے گئی۔

ابھی سو کر اٹھی نہ تھی کہ دروازے پر دارا کے بلانے کے لئے آدمی آ گئے اور وہ اٹھ کر باہر چلا گیا میں دروازے کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ آنے والے نے کہا۔ "چل بھئی زمیندار جی بلاتے ہیں۔"

دارا بولا۔ "میں تو خود آنے والا تھا سفر کی تھکن بہت تھی اس لئے سو گیا تھا۔"

آنے والا بولا۔ "سنا ہے بڑی سوہنی کڑی پھانس کے لایا ہے کون ہے یہ۔"

وہ بولا۔ "میری گھر والی ہے؟"

اس کے بعد دوسری آواز آئی۔ "اوئے تو نس کے گیا سی اسی لئے انی سندر کڑی تینوں کتھے لب گئی۔"

دارا غصہ سے بولا۔ "اوئے نڈی زبان سنبھال کے گل کرنا۔"

نیڈی ہنس کر بولا۔ "سردار گوکل سنگھ بڑا رنگیلا بندہ ہے تیرے ساتھ اب رعایت کر دے گا۔"

پہلے والا بولا۔ "چل پھر۔"

دارا بولا۔ "ذرا صبر تو کر۔ گھر والی کے لئے کچھ کھانے کا تو بندوبست کرنے دے۔"

"تو فکر نہ کر یہ نیڈی کر دے گا۔ لے بھئی نیڈی دودھ نال روٹی پھڑ کے لے آ اور دے دے لا کر اوئے تیری گھر والی تو ہماری مہمان ہے چنتا کیوں کرتا ہے تو میرے نال چل تو نہیں چلے گا تو سمجھ لے سردار تیرے سر پر آ جائے گا تو اس کو جانتا ہے ناں۔"

وہ ایک منٹ کو میری طرف مڑا بے بسی اس کے چہرے پر لیپ ہو گئی تھی اور پھر ان دونوں کے ساتھ چلا گیا۔ وہی راستہ تھا وہی سا ماحول تھا اور وہ ظالم حویلی تھی۔

زمیندار گوکل سنگھ دروازے پر کھڑا تھا اس کا گھوڑا تیار تھا وہ کہیں جانے کی تیاری میں تھا۔ دارا کو دیکھ کر بولا۔

"اوئے تو آ گیا کلوڑے۔"

دارا نے گردن جھکا کر کہا۔ "ایس واسطے گیا تھا کہ کچھ کما کے آؤں اور اپنا بوجھ کم کروں۔ پر سردار جی میرے نصیب میں تو صرف دکھ ہی ہیں۔"

"اور اسی واسطے چل میں سندر سی کڑی پھانس کے لے آیا ہے نا بول۔"

"بس جی قسمت سے مل گئی۔" وہ گردن جھکا کر بولا۔

سردار ہنس کر بولا۔ "چل کچھ تو لایا اب تو ایسا کر دونوں مل کر ادھار چکاؤ جلدی کام ہو جائے گا۔"

"سردار صاحب وہ بھی زمیندار کی کڑی ہے اس نے کبھی کوئی کام نہیں کیا۔ وہ کیا کام کرے گی۔"

"اوئے چپ کر بدمعاش زمیندار کی کڑی ہے تو پھر

تیرے نال کیوں آ گئی، اوئے عورت سب کام کرتی ہے مرد نہیں کرسکتا جو وہ کام کرتی ہے کل سے حویلی میں لے آنا۔"

دارا گردن جھکا کر بولا۔ "یہ کام بہت مشکل ہے سردار وہ نہیں مانے گی۔"

"اور تو بھی نہیں مانے گا تیرے سر پر چھتر پڑیں گے تو تو بھی مانے گا اور وہ بھی مانے گی اور جو نہ مانی تو میں خود منوالوں گا مگر تو پہلے بات کرلے اور پھر بتا کیا کہتی ہے۔"

سردار گھوڑے پر بیٹھ کر چلا گیا اور دارا بڑے کمزور قدموں سے چلتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ میں نے پوچھا کہ سردار کیا کہتا تھا، اس نے مجھے سب باتیں بتادیں۔ میں نے کہا۔ "میں حویلی میں کیا کروں گی۔"

"حویلی میں سو کام ہیں کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔"

میں نے کہا۔ "میں نہیں جاؤں گی پتہ نہیں کیسے کیسے لوگ ہیں۔"

"میں کب کہتا ہوں مگر زندگی میں کبھی کبھی وہ کام بھی کرنا پڑتے ہیں جن کو بندہ پسند نہیں کرتا تو یہ کام بھی کچھ ایسا ہی ہے۔"

"دودھ اور روٹی دے گیا تھا میں نے کھائی ہے تو بھی کھالے۔" میں نے کہا۔

"یہ پیٹ بڑا پاپی ہے کچھ ہو اس کو بھرو یہ نہ ہوتا تو بہت دکھ خود بخود ختم ہو جاتے۔" دارا بولا۔

"بہت بری بلا ہے پر عزت بڑی چیز ہے تو زمیندار کو منع کردے۔" میں نے کہا۔

"کیسے منع کردوں یہ زمینداری اور تیرے باپ کی زمینداری میں بڑا فرق ہے۔ تیرا باپ عورت کی عزت کرتا ہے اور یہ عورت کو بے عزت کرتا ہے اور جو اس کے کہنے پر نہ چلے اس کو تو برباد کر کے رکھ دیتا ہے اس کا باپ پہلے زمیندار تھا بڑا نیک بندہ تھا کبھی کسی کو دکھ نہیں دیتا تھا اس کی عورت بڑی ظالم تھی یہ اس پر گیا ہے یہ صرف اپنی بات آگے رکھتا ہے کسی کی مجبوری پریشانی نہیں دیکھتا اگر میں اس کو منع کردوں تو وہ تجھے پھر بھی حویلی لے جائے گا اس کے ساتھ مجھ پر اور تجھ پر سختی بھی زیادہ ہو گی یوں سمجھ کہ ہم دونوں ایک جال میں پھنس چکے ہیں اب اس سے نکلنا بہت مشکل ہے جتنے ہاتھ پاؤں چلائیں گے یہ جال کستا جائے گا آگے تیری مرضی ہے۔"

دارا نے اپنی مجبوری بتادی اور مجھے اس جہنم میں جھونک دیا۔ یہاں پر دن رات میرے لئے ذلالت تھی گوکل سنگھ انسان کم اور جانور زیادہ تھا وہ ہر رات شراب پی کر میرا جو حشر کرتا تھا میں اس کو بیان نہیں کرسکتی میں حویلی کے باہر قدم نہیں رکھ سکتی تھی۔ دارا کے ساتھ کیا گزر رہی تھی مجھے پتہ نہیں تھا گوکل نے اپنی جورو کے پاس جانا بند کر دیا تھا دن میں وہ الگ میرا خون پیتی تھی اس طرح ایک سال گزر گیا۔ میرا ناز نخرہ سب خواب و خیال ہو گیا ایک سال کے بعد مجھے دارا کے پاس جانے کی اجازت صرف دن میں ملی۔

میں نے اس کے منہ پر تھوک دیا اور کہا۔ "تو مرد نہیں ہیجڑا ہے تو نے میری محبت کی یہ قیمت لگائی کہ مجھے ایک جانور کے حوالے کر دیا۔ دیکھ اس نے میری کیا حالت کر دی۔"

وہ گردن جھکا کر میری بات سنتا رہا پھر بڑی مشکل سے بولا۔ "دیکھ موہنی یہاں پر صرف تو ہی نہیں ہے جو اس ظلم کی چکی میں پس رہی ہے میں بھی بڑی اذیت ناک زندگی گزار رہا ہوں میرے دل پر ہر رات آرے چلتے ہیں رات رات بھر سو نہیں پاتا اور سویرے پھر بیل کی طرح کام کرتا ہوں۔ میرا قرض شاید میری زندگی میں تو ادا نہیں ہوگا سود در سود بڑھتا ہی جائے گا نہ میں آزاد ہوں گا اور نہ تو تم ہم دونوں چکی کے دو پاٹوں کے درمیان ہیں اور چکی چل چکی ہے اس کو کون بند کرے گا۔

میں نے ہر بات پر غور کیا ہے تیرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے میری وجہ سے ہو رہا ہے مگر میں نے کب ایسا سوچا تھا میں تو ہوں ہی کمی میرا باپ بھی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا تھا میں بھی مر جاؤں گا مگر تو تو راج کماری تھی تیرے نصیب کہاں آ کر پھوٹ گئے۔ میں گناہ گار ہوں شاید اب پھر تیری میری ملاقات نہ ہو میں تیرے ہاتھ جوڑتا ہوں مجھے معاف کر دینا تیرے ساتھ یہ ہوگا ایسا میں نے نہیں سوچا تھا میرے من میں لالچ تو تھا اس لالچ

نے مجھے تو مروایا ہی تیری بھی حالت خراب کر دی۔"

یہ سن کر میں بولی۔ "سب خرابی کی جڑ تو ہی ہے میں تجھے معاف کر دوں گی یہ تیری بھول ہے اور اگر مر گئی تو بھی تجھے نہیں چھوڑوں گی ایک ایک سے بدلہ لوں گی۔"

دارا ہاتھ جوڑتا رہا معافیاں مانگتا رہا مگر میرے اندر انتقام کی جوالا مکھی پھوٹ پڑی تھی میں نے اب اپنے آپ پر ہنسنا سیکھ لیا تھا گوکل سردار کا دل اب مجھ سے بھرنے لگا تھا۔ وہ دوسری لڑکیاں لانے لگا تھا میرے پاس بھی کبھی کبھی آتا تھا میں خوش تھی کہ چلو ریچھ سے جان بچی مگر اس جانور کے بچے نے دوسری حرکت کی مجھے اپنے کارندوں کے حوالے کر دیا۔ وہ ایک رات میں کئی کئی میرے جسم کی ہڈیاں جھنجھوڑتے رہے یہ بہت مشکل مرحلہ تھا۔ پھر میں نے یہ کیا کہ ان سے لڑائی جھگڑا کرتی گالیاں دیتی ایک رات میں نے اسی لڑائی کے دوران ایک کارندے کو اسی بستر پر ہیجڑا بنا دیا جس پر میں روز روز لٹتی تھی۔ زمیندار اور اس کے کارندے میرے دشمن ہو گئے اور ایک رات ان سب نے مل کر پہلے میری عزت کو تار تار کیا، ارے تار تار تو تھی ہی ریزہ ریزہ کر دیا اور پھر مار کر مجھے ایک پرانے کھنڈر میں ڈال کر مٹی ڈال دی، لو وہ راج کماری جو سونے کا چمچہ لے کر منہ میں پیدا ہوئی تھی مر گئی۔ اور مری بھی اس طرح جس کا کوئی کریا کرم نہ ہوا جس کے مرنے پر کسی نے دو آنسو نہ بہائے کسی کی آنکھ نم نہ ہوئی۔"

دارا کو کسی نے بتایا ہی نہیں کہ میں مر گئی ہوں۔ اس کی حالت اس بوڑھے بیل کی طرح تھی جو قصائی کے کھونٹے پر جانے والا تھا۔

میرا نشانہ سب سے پہلے زمیندار کی وہ پتنی بنی جو کہ انسان کو انسان نہیں سمجھتی تھی میرے ساتھ میرا یہ خنجر تھا جو کہ میں نے کسی طرح قابو کر لیا تھا۔ اس کے بعد ہر اماوس کی رات میں گوکل کے خاندان کا ایک فرد مارتی رہی اور آخر میں گوکل کو بھی مار دیا۔ اس کی اولاد اور ان کی اولاد سب پر میری نظر تھی میں نے اس کی لڑکیوں کی اولاد تک کو نہیں چھوڑا آخری اس کی تیسری پیڑی کی ایک لڑکی ہے اس کے بعد گوکل کی نسل ختم۔ میں اس کو مارنے جا رہی تھی کہ تو نے میرا راستہ روک لیا۔"

رولوکا نے کہا۔ "تمہارے ساتھ جو ہوا تھا وہ بہت برا تھا مگر اس کے بعد تم نے جو کیا وہ بھی اچھا نہیں کیا۔ سزا دینے کا اختیار تجھ کو کس نے دیا۔ اگر تم سزا دینے کی بجائے صبر کرتیں تو شاید تمہاری آتما کو شانتی مل جاتی مگر تمہارے من میں بدلے کی اگنی روشن ہو گئی اور اس میں ضرور شیطان کا ہاتھ تھا۔ مجھے بتاؤ تیرے جسم کو انہوں نے قتل کرنے کے بعد کہاں ڈالا تھا اب یہ ضروری ہے کہ تمہارے دھرم کے مطابق تمہارا آخری کریا کرم کر دیا جائے تاکہ تمہاری آتما وہاں چلی جائے جہاں پر تم کو پہلے چلے جانا تھا۔

وہ بولی۔ "تم یہ کام کر دو اب میرا من بھی دنیا میں رہنے کا نہیں ہے۔"

رولوکا بولا۔ "تمہارے دھرم کے پنڈت کا میں انتظام کرتا ہوں۔ کل تیار رہنا اور ہم کو وہ جگہ بتانا۔"

"وہ جگہ یہاں سے بہت دور ہے میرے لئے نہیں مگر تم کو سواری میں جانا ہوگا۔"

رولوکا بولا۔ "تو میں کل روانہ ہو جاتا ہوں۔ تم پھر آ جانا۔" دوسرے دن رولوکا ایک پنڈت کو ساتھ لے کر اس جگہ روانہ ہو گیا۔

تیسرے دن رات کو پنڈت نے زمین کھود کر ہڈیاں نکالیں اور اس کے دھرم کے مطابق آخری رسومات ادا کر دیں اور راکھ کو دریا میں بہا دیا اور موہنی کی آتما آسمان میں پرواز کر گئی۔

☆☆☆